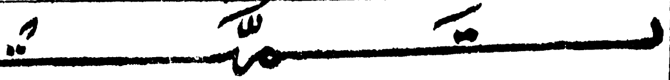
فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمۂ احیاء علوم الدین جلد دوم





قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ

ہادی حق شافی مطلق کا احسان کہ نسخہ دافع زلل صوری رافع علل معنوی نافع مومنین +



اکمل زمان افضل دوران عالم المتقی فاضل لوذعی مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی ادام اللہ العلی القوی

مطبع منشی نولکشور میں طبع ہوا



قطعہ

یا الٰہی نظر لطف سے تو کر مقبول
جلد اول کا ہوا ترجمہ جسطرح سے ختم

احسن خستہ جو در پر ترے مانگے ہے دعا
ویسے ہی ترجمہ ہو جلد دوم کا پورا

ترجمۂ دیباچہ

سب تعریفین اُس خدا کو ہین جسنے اچھی طرح کائنات کو انتظام دیا اور زمین اور آسمانون کو پیدا کیا اور ابر بہاری سے شیرین پانی برسایا پھر اُس سے غلہ اور سبزہ اُگایا اور رزقون اور غذاؤن کو اندازسے رکھ کر ماکولات سے حیوانون کی قوتون کی حفاظت کی اور حلال غذا کھانے سے طاعات اور نیک اعمال پر اعانت فرمائی - اور درود و سلام بے انتہا سالار انبیا صاحب معجزات علیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آنکی آل مجتبیٰ اور اصحاب ائمہ ہدیٰ پر اسطرح نازل ہو کہ جون جون اوقات گذرتے جاوین اور ساعات ایک دوسرے کے پیچھے آوین اُسی قدر درود و سلام بے شمار ان سب کو شامل ہو بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اہل عقل کا مقصود یہ ہے کہ جنت مین دیدار الٰہی سے مشرف ہون اور دیدار الٰہی تک پہونچنے کی کوئی سبیل بجز علم اور عمل کے نہین اور ان دونون پر مداومت کرنی بدون بدن کی سلامتی کے غیر ممکن ہے اور بدن کی سلامتی اچھی طرح جب ہوتی ہے کہ غذا اور کھانا بھوک کے وقت حاجت کے موافق کھاتے رہین اور اسی وجہ سے کسی اگلے نیکبخت کا قول ہے کہ کھانا بھی دین مین سے ہے اور پروردگار

عالم نے نبی آخر زمن پر آگاہ کیا ہی چنانچہ ارشاد ہی کلوا من الطیبات واعملوا صالحا
پس جو شخص کھانے پر اس غرض سے جرأت کرے کہ اُسکے باعث علم و عمل پر
مدد اور تقوی پر قدرت حاصل ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو بیکار اور مہمل نہ رکھے اور
اپنے نفس کو غذا مین اسطرح نہ چھوڑ دے جیسے چوپائے چراگاہ مین چھوٹے رہتے ہین
کیونکہ جو توشہ دین کا ذریعہ ہی اُسمین دین کے انوار ظاہر ہونے چاہئین اور دین کے
انوار اُسکی سنتین اور آداب ہین جنکی مہار مین بندہ ناتھا جاتا ہی اور متقی کو اُنکا لگام
دیا جاتا ہی تاکہ کھانے کی بھوک کو شریعت کی میزان سے تول کر کھانے پر اقدام کرین یا اُس سے
ہاتھ کھینچین اور اس وجہ سے گناہ کو بھی اپنے اوپر سے ٹالین اور ثواب بھی حاصل کرین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی کو ثواب دیا جاتا ہی یہان تک کہ لقمہ جسکو وہ اپنے
منھ کی طرف اُٹھاوے خواہ اپنی بی بی کے منھ کی طرف لیجاوے۔ اور یہ ثواب اُس
صورت مین ہی کہ لقمہ کا اُٹھانا دین کی وجہ سے اور دین ہی کے واسطے ہو اور اُسکے
آداب اور وظائف کی رعایت بھی ملحوظ رہے اسی نظر سے ہم کھانے کے فرائض اور سنتین
اور مستحبات اور مکروہات اور ہیئتین بتائے دیتے ہین

پہلا باب کھانے کے آداب مین اور اسمین چار فصلین اور ایک خاتمہ ہی رباعی

اگر کیسا ہی پیدا کرے طاعت مین کمال — دن رات رہے ذکر و عبادت کا خیال
کچھ فائدہ حسن نہو اس محنت سے — کھانے کے لیے اگر نہو مال حلال

واضح ہو کہ کھانے کی چار صورتین ہین ایک یہ کہ تنہا کھاوے دوسرے یہ کہ مجمع کے ساتھ کھاوے
تیسرے یہ کہ کھانا اپنے ملنے والون کے سامنے لاکر رکھے چوتھے یہ کہ دعوت اور مہمانی وغیرہ
کی خصوصیت ہو جاوے بہمین لحاظ انکو چار فصلون مین لکھا جاتا ہی

پہلی فصل اُن آداب کے بیان مین جو تنہا کھانے والے کو ضرور ہین ایسے آداب تین
طرح کے ہین کچھ کھانے سے پیشتر ہوتے ہین اور کچھ کھانے کے اثنا مین اور کچھ کھانے کے
بعد ان تینون کو ہم تین بیانون مین لکھتے ہین

بیان اول اُن آداب کے ذکر مین جو کھانے سے پیشتر ملحوظ ہونے چاہئین وہ
سات باتین ہین اول یہ کہ کھانا بذات خود حلال ہونے کے بعد کمائی کی جہت سے بھی پاک
اور طیب ہو اور طریق سنت اور پرہیزگاری کے موافق ہو کسی ایسی وجہ سے حاصل نہوا ہو

جو شریعت مین بری ہو اور نہ خواہش نفس کے موجب اور دین کی مداہنت سے پیدا ہوا ہو بلکہ جسطرح باب حلال اور حرام مین طیب مطلق کا ذکر کیا جاویگا اسطرح کا کھانا ہو۔ اور اللہ تعالی نے طیب غذا کھانے کا حکم فرمایا ہے جو مال حلال ہے اور باطل طور پر کھانے کو قتل کی ممانعت سے پیشتر منع فرمایا تاکہ مال حرام کو نہایت برا اور حلال کو بہت بڑا جانا جاوے چنانچہ ارشاد فرمایا یَاۤ اَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَکُمۡ بَیۡنَکُمۡ بِالۡبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنۡ تَکُوۡنَ تِجَارَۃً عَنۡ تَرَاضٍ مِّنۡکُمۡ ۟ وَ لَا تَقۡتُلُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ غرض کہ کھانے مین اصل یہی ہے کہ طیب ہو اور یہ امر دین کے فرائض اور اصول مین سے ہے دوم ہاتھون کا دھونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلۡوُضُوۡءُ قَبۡلَ الطَّعَامِ یَنۡفِی الۡفَقۡرَ وَ بَعۡدَہٗ یَنۡفِی اللَّمَمَ اور ایک روایت مین یون ہے کہ ہاتھون کا دھونا کھانے سے پہلے اور پیچھے مفلسی کو دور کرتا ہے۔ اور ایک وجہ یہ ہے کہ کاروبار کرنے سے ہاتھون پر کچھ نہ کچھ لگا رہتا ہے اسلیے انکا دھو لینا نظافت کے شایان ہے اور ایک وجہ ہے کہ کھانا دین پر مدد حاصل کرنیکے ارادہ سے عبادت ہے تو مناسب ہے کہ اسکے پیشتر بھی کوئی بات ایسی ہی ہو جیسے نماز سے پیشتر طہارت ہے سوم یہ کہ کھانے کو اس دسترخوان پر رکھے جو زمین پر بچھا ہو کیونکہ یہ نسبت دسترخوان کے اونچا کرنے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے قریب تر ہے کہ آپ کا دستور تھا کہ جب کھانا آپ کے سامنے آتا تو اسکو زمین پر رکھتے۔ غرض کہ یہ صورت فروتنی کے قریب تر ہے اگر یہ نہو سکے تو دسترخوان پر رکھے جسکو سفرہ کہتے ہین اور اسپر رکھنے سے یہ غرض ہے کہ اس سے سفر یاد آتا ہے اور سفر سے سفر آخرت اور زاد تقوی کی یاد ہوتی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا کبھی خوان پر اور کشتی مین نہین کھایا آپسے کسی نے پوچھا کہ پھر کس چیز پر کھانا کھایا کرتے تھے فرمایا کہ دسترخوان پر۔ اور بعض کا قول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار چیزین نئی پیدا ہوئی ہین ایک اونچے خوان دوسرے چھلنیان تیسرے اشنان چوتھے شکم سیری۔ اور واضح رہے کہ ہم نے اگرچہ یہ کہا ہے کہ کھانا کھانا دسترخوانون پر بہتر ہے مگر ہم یہ نہین کہتے کہ اونچے دسترخوان پر کھانا مکروہ یا حرام ہے کیونکہ اس باب مین ممانعت ثابت نہین۔ اور یہ جو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ ایجاد ہوا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نو ایجاد بدعت کی ممانعت نہین ہے بلکہ ممانعت اسی بدعت کی ہے جسکے مقابل کوئی سنت قائم ہو اور باوجود کسی امر شریعت کے

موجود رہنے کے اس امر کو دور کردے بلکہ بعض احوال مین جب اسباب بدل جاوین بدعت کا ایجاد واجب ہو جاتا ہے اور اونچے دسترخوان مین صرف اتنا ہی ہے کہ کھانے کو زمین سے بلند کیا جاتا ہے تاکہ کھانے مین آسانی ہو اور اس جیسے امور ایسے ہین کہ انمین کراہت نہین چنانچہ وہ چار چیزین جو نو ایجاد بدعت ہین وہ سب یکسان نہین انمین اشنان بہتر ہے کہ لطافت پائی جاتی ہے اسلیے کہ ہاتھون کا دھونا لطافت کے لیے ہے اور اشنان سے لطافت اچھی طرح ہوتی ہے اور اول زمانے کے لوگ جو اسکا استعمال نہ کرتے تھے تو غالبًا اس جہت سے ہوگا کہ انکو اسکی عادت نہ تھی یا ملتا نہوگا یا لطافت مین مبالغہ کرنے کی نسبت کر زیادہ تر اہم کامون مین مشغول رہتے تھے کہ بعض اوقات ہاتھ بھی نہ دھوتے تھے اور رومال کی جگہ پاؤن کے تلوون سے صاف کر لیتے تھے اور یہ امر ہاتھ دھونے کا مانع نہین اور چھاننے سے غرض غذا کا صاف کرنا ہے اور یہ بھی مباح ہے بشرطیکہ زیادہ آسائش طلبی کی نوبت نہ پہونچے - اور اونچا دسترخوان کھانے کی آسانی کے لیے ہے اسمین اگر نوبت تکبر اور شیخی کی نہو تو مباح ہے - باقی رہا پیٹ بھرنا یہ ان چارون مین سخت تر بدعت ہے کہ اس سے بڑی بڑی شہوتین پیدا ہوتی ہین اور بدن مین رگون کو جنبش ہوتی ہے اسلیے ان چارون مین فرق معلوم کر لینا ضرور ہے چہارم یہ کہ ابتدا مین دسترخوان پر جسطرح بیٹھے آخر تک اسی بیٹھک پر بیٹھا رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات دو زانو ہو کر اپنے دونون پاؤن کی پشت پر بیٹھتے اور کھانا تناول فرماتے اور کبھی دہنی ٹانگ کھڑی کر لیتے اور بائین پاؤن پر بیٹھتے اور فرماتے کہ مین تکیہ لگا کر نہین کھاتا مین تو ایک بندہ ہون اسی طرح کھاتا ہون جیسے بندہ کھاتا ہے اور ایسے ہی بیٹھتا ہون جیسے بندہ بیٹھتا ہے - اور تکیہ لگا کر پانی پینا معدہ کو بھی مضر ہے اور کھانا لیٹ کر اور تکیہ لگا کر مکروہ ہے مگر چنے وغیرہ جو نقل کے طور کھاتے ہین انکو اسطرح کھانا مکروہ نہین چنانچہ مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چت لیٹ کر کاک کو ڈھال پر رکھ کر کھایا ہے اور کہتے ہین کہ پیٹ کے بل لیٹ کر کھایا ہے اور عرب کے لوگ کبھی ایسا کرتے ہین پنجم یہ کہ غذا کھانے مین یہ نیت کرے کہ اس سے طاعت الٰہی مین قدرت حاصل ہوگی تاکہ اس کھانے مین بھی اطاعت کا مضمون بنا رہے اور کھانے مین نیت لذت اور آرام طلبی کی نہ کرے - ابراہیم بن شیبان کا قول ہے کہ مین نے اسی برس سے کوئی چیز اپنی خواہش سے

۱ح دونون زانو ... ابو داؤد نے بروایت ... سے اسناد ... بیان کیا ہے ... اور دیلمی نے ... کھانا ... بسند ضعیف ...

۲ح بخاری نے بروایت ...

۳ح ابو داؤد و نسائی بروایت انس اور ابن ... کہ میں تو ایسا ہی کام کرتا ہون جیسے بندہ کام کرتا ہے ۱۲ اور احمد نے بروایت حسن مرسلا دوسری اور تیسری حدیث کو ایک ساتھ بیان کیا ہے ۱۲

سبب سے نہین کھائی اور اس نیت کے ساتھ ہی کم غذا کھانے کا پختہ ارادہ کرے اسلیے کہ
جب غذا کھانے مین نیت عبادت پر قوت ہونے کی ہوگی تو نیت اُسی وقت سچی ہوگی کہ شکم سیری
سے کمتر کھاوے کیونکہ شکم سیری تو عبادت کی مانع ہی اُس سے قوت عبادت نہین ہوتی
اسی وجہ سے اس نیت کو لازم ہی کہ شہوت کو توڑے اور بہت کی نسبت کہ تھوڑے پر
قناعت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَا مَلَأَ آدَمِیٌّ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهٖ حَسْبُ
ابْنِ آدَمَ لُقَیْمَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَهٗ فَاِنْ لَمْ یَفْعَلْ فَثُلُثٌ لِلطَّعَامِ وَثُلُثٌ لِلشَّرَابِ وَثُلُثٌ لِلنَّفَسِ اور نیت مذکور مین
یہ ضرور ہی کہ ہاتھ کھانے پر اُسی وقت بڑھاوے کہ جب بھوکا ہو یعنی بھوک کا ہونا اُن
باتون مین سے ہووے جو کھانے سے پیشتر ہونی چاہیین پھر شکم کے سیر ہونے سے پیشتر
کھانے سے ہاتھ کھینچ لے اور جو شخص ایسا کریگا وہ طبیب کا محتاج نہوگا اور کم کھانے کے
فوائد اور رفتہ رفتہ غذا کم کرنے کی کیفیت جلد سوم کے باب کسر شہوت طعام مین آویگی۔
ششم یہ کہ جو رزق موجود ہو اُسیر راضی ہو اور مزہ داری اور زیادہ طلبی اور سالن کے
انتظار مین محنت نہ اٹھاوے بلکہ روٹی کی تعظیم یہی ہی کہ اُسکے ہوتے ہوئے سالن کا
انتظار نہو حالانکہ حکم بھی روٹی کی تعظیم کا حدیث مین آچکا ہی غرض کہ جو کھانا ایسا ہو کہ اُس سے
جان بنی رہے اور عبادت پر قوت حاصل ہو اُسمین بہت برکت ہی اُسکو حقیر نہ جاننا چاہیے
بلکہ روٹی کے سامنے نماز کا انتظار بھی نہ کیا جاوے گو نماز کا وقت ہو جاوے بشرطیکہ وقت
مین گنجایش ہو آنحضرت نے فرمایا ہی اِذَا حَضَرَ الْعَشَاءُ وَالْعِشَاءُ فَابْدَؤُا بِالْعَشَاءِ اور حضرت
ابن عمر بعض اوقات امام کی قرات کی آواز سنتے اور اپنے رات کے کھانے سے نہ اٹھتے
اور جس صورت مین کہ نفس کو زیادہ رغبت کھانے کی نہو اور دیر کر کھانے مین کچھ نقصان بھی
نہو تو بہتر یہی ہی کہ نماز کو پیشتر ادا کیا جاوے مگر جس صورت مین کہ کھانا آگیا ہو اور نماز کی تکبیر
ہو جاوے اور دیر کر کھانے سے کھانا ٹھنڈا ہو جاویگا یا اور کچھ تردد اُسمین ہو تو پہلے
کھا لینا مستحب ہی بشرطیکہ وقت مین گنجایش ہو خواہ نفس کو رغبت ہو یا نہو کیونکہ حدیث عام ہی
اُسمین قید رغبت وغیرہ کی نہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ دل کو رکھے ہوئے کھانے
کی طرف کچھ نہ کچھ دھیان ہوتا ہی گو بھوک غالب نہو۔ ہفتم یہ کہ کھانے پر بہت سے ہاتھ
ہونے مین کوشش کرے گو اپنے زن و فرزند ہی ہون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین اِجْتَمِعُوْا عَلٰی طَعَامِکُمْ یُبَارَکْ لَکُمْ فِیْهِ اور حضرت انس رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ کھانا تنہا نہ کھاتے تھے - اور ایک حدیث[ح] مین ارشاد فرمایا کہ بہتر کھانا وہ ہی جسپر بہت ہاتھہ ہووین

دوسرا بیان - آن آداب کے ذکر مین جو عین کھانے کی حالت مین ہونے چاہیین وہ یہ مین کہ بسم اللہ کھانے کے شروع مین اور الحمد للہ اُسکے آخر مین کہے اور اگر ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ کہے تو بہتر ہی تاکہ کھانے کی حرص خدا تعالی کے ذکر سے نہ بھلا دے - اور اول لقمہ پر بسم اللہ کہے اور دوسرے پر بسم اللہ الرحمن اور تیسرے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور پکار کر کہے تاکہ دوسرے کو یاد آجاوے - اور دہنے ہاتھ سے کھاوے - اور نمک سے شروع کرے اور اُسی پر ختم کرے - اور لقمہ چھوٹا لیکر خوب چباوے اور جب تک اُسکو نگل نہ جاوے تب تک دوسرے لقمہ کی طرف ہاتھ نہ بڑھاوے کہ یہ جلد کھانے مین داخل ہی - اور کسی کھانے کی مذمت نہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کھانے مین عیب[ح] نہ لگاتے تھے بلکہ یہ دستور تھا کہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا اور میوہ کے سوا اور کھانے مین اُسی طرف سے کھاوے جو اپنے قریب ہو مگر میوہ مین اور طرف سے بھی ہاتھ ڈالنے کا مضائقہ نہین - آنحضرت[ح] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اُس طرف سے کھاؤ جو تمھارے قریب ہی مگر آپ میوہ پر اپنا دست مبارک اور طرف سے بھی ڈالتے لوگون نے اس باب مین آپ کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ میوہ سب ایک طرح کا نہین - اور پیالہ کے گرد سے نہ کھاوے اور نہ کھانے کے درمیان سے مثلاً روٹی کا بیچ کھالے اور کنارہ چھوڑ دے بلکہ مع کنارہ روٹی کو کھاوے - اور اگر روٹی کم ہو تو ٹکڑا توڑ لے لیکن چھری سے نہ کاٹے اور نہ گوشت کو چھری سے کاٹے کہ حدیث مین اِس سے ممانعت[ح] ہی اور حکم ہی کہ دانت سے گوشت کو جدا کرو - اور روٹی پر پیالہ وغیرہ نہ رکھے اور اگر سالن رکھے تو مضائقہ نہین آنحضرت[ح] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ روٹی کی تعظیم کرو کہ خدا تعالی نے اُسکو آسمان کی برکتون سے اُتارا ہی - اور روٹی سے ہاتھ نہ پونچھے کہ بے ادبی ہی اور آنحضرت[ح] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جب تم مین سے کسی کا لقمہ گر پڑے تو اُسکو اُٹھا لے اور جو کچھ اُسپر لگ گیا ہو اُسکو دور کر دے اور اُس لقمہ کو شیطان کے لیے پڑا نہ رہنے دے اور جب تک کھانے کے بعد اُنگلیان نہ چاٹ لے تب تک رومال سے ہاتھ نہ پونچھے کیونکہ کیا معلوم کہ برکت کس کھانے مین ہی اور گرم کھانے مین پھونک نہ مارے کہ

ح ابن ماجہ ... ۱۲ ح بخاری و مسلم ... ح ترمذی و ابن ماجہ ... بروایت ... ح ... ۱۲ ... ح مسلم ...

ح مسلم بسند ضعیف روٹی کا چھری سے کاٹنا منع کیا ہی اور ابو داؤد نے گوشت کا چھری سے کاٹنا بروایت عائشہ رض ممنوع بیان کیا ہی ۱۲ ح ابن ماجہ بروایت صفوان بن امیہ بسند صحیح ۱۲ ح حاکم بروایت عائشہ ۱۲ ح مسلم بروایت انس و جابر رض ۱۲

اسکی ممانعت^لح ہی بلکہ اتنا صبر کرے کہ اُسکا کھانا سہل ہو جاوے اور خرما طاق کھاوے سات
یا گیارہ یا اکیس یا جتنے کھائے جاوین اور طباق مین خرما اور گٹھلی اکٹھی نہ کرے اور
نہ ہاتھ مین جمع کرے بلکہ گٹھلی کو منھ سے نکال کر ہتھیلی کی پشت پر رکھے پھر ڈال دے اور
جن چیزون مین گٹھلی یا آخور ہو سب کا یہی حال ہی۔ اور جس کھانے کی چیز کو بُرا سمجھے اُسکو
پیالہ مین نہ چھوڑے بلکہ پھوکٹ کے ساتھ رکھ دے تاکہ کسی دوسرے کو دھوکا نہو اور
وہ نہ کھا جاوے۔ اور عین کھانا کھانے مین پانی بہت نہ پیوے لیکن جس صورت مین
کہ گلے مین ٹکڑا اپھنسے یا پیاس سچی ہو کہ بعض لوگون نے ارشاد فرمایا ہی کہ طب مین یہ مستحب ہی
اور معدہ کا استحکام اس سے ہوتا ہی۔ اور پانی پینے کے آداب یہ ہین کہ آبخورے
کو دہنے ہاتھ مین لے اور بسم اللہ کہکر پیوے اور چوسنے کی طرح یعنی پتلے گھونٹ سے
آہستہ آہستہ پیوے بڑے گھونٹ سے جلد نہ پیوے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا^ہح ہی کہ پانی کو چوس کر پیو بڑے گھونٹون سے پیا مت پیو کہ اس سے جگر کی بیماری
ہوتی ہی اور کھڑے ہوکر اور لیٹ کر پانی نہ پیوے کہ آنحضرت^مح صلی اللہ علیہ وسلم نے
کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا ہی اور یہ جو مروی ہی کہ آپ نے کھڑے ہوکر پانی
پیا^ہح ہی تو شاید کسی عذر سے ہوگا اور آبخورہ کے نیچے کا لحاظ رکھے کہ پانی اوپر نہ ٹپکے
اور پینے سے پیشتر آبخورہ مین دیکھ لے کہ کوئی مضر چیز نہو اور پانی پینے مین ڈکار اور
سانس نہ لے بلکہ اُسوقت آبخورہ کو منھ سے علیحدہ کردے اور الحمد للہ کہے اور پھر بسم اللہ
کہکر منھ سے لگاوے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پینے کے بعد یہ کلمات
فرمائے ہین^ح اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَهٗ عَذْبًا فُرَاتًا بِرَحْمَتِهٖ وَلَمْ یَجْعَلْهُ مِلْحًا اُجَاجًا بِذُنُوْبِنَا
اور آبخورہ کا جب دور بہت سے لوگون مین ہو تو دہنی طرف کو ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایکبار دودھ پیا اور حضرت ابوبکر رض آپ کی بائین جانب تھے اور ایک اعرابی
دہنی جانب اور حضرت عمر رض ایک طرف کو تھے حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ حضرت
ابوبکر رض کو دیجیے آپ نے اعرابی کو مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ وہ بنا مستحق ہی پھر جو اُسکے
دہنی طرف ہو۔ اور پانی تین سانسون مین پیوے سب کے آخر مین الحمد للہ کہے اور سب سے
پہلے بسم اللہ اور بہتر یہ ہی کہ بسم اللہ کہکر شروع کرے اور جب اول سانس لے تو الحمد للہ
کہے اور دوسری سانس مین الحمد للہ رب العالمین اور تیسری مین الحمد للہ رب العالمین

لح احمد بروایت ابن عباس ۱۲ ح ابو منصور سمعانی بروایت انس دوسرا جملہ روایت کیا ہی اصحاب ابو داؤد سے نے مرسلا بروایت عطا بن ابی رباح پہلا جملہ ۱۲ مح مسلم بروایت انس و ابو سعید و ابو ہریرہ ۱۲ ہح بخاری و مسلم بروایت ابن عباس

ح ترجمہ سب تعریفین اسی کو ہین جسنے اسکو میٹھا پانی بنایا اپنی رحمت سے اور نہ بنایا اسکو کھاری کڑوا ہمارے گناہون کے باعث ۱۲ ح طبرانی وغیرہ نے روایت کیا بروایت امام جعفر علیہ السلام ۱۲

الرحمن الرحیم کہے۔ غرض کہ کھانے اور پینے کی حالت مین یہ بیس آداب کے قریب ہین جنپر

اخبار اور آثار دلالت کرتے ہین

تیسرا بیان۔ اُن آداب مین کہ کھانے کے بعد مستحب ہین۔ اور وہ یہ ہین کہ شکم سیری سے پیشتر ہاتھ روک لے اور اپنی انگلیان چاٹ کر رومال سے پونچھے پھر ہاتھ دھووے اور دسترخوان پر سے ریزے چُنکر کھا لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی جو شخص گرا ہوا کھانا دسترخوان پر سے کھاوے وہ وسعت مین زندگی کریگا اور اُسکی اولاد تندرست رہیگی۔ اور خلال کرے اور خلال کے ساتھ جو کچھ دانتون مین سے نکلے اُسکو نگل نہ جاوے بلکہ پھینک دے ہان زبان کی نوک پر جو دانتون کی جڑون مین سے کچھ آجاوے اُسکے کھاجانے کا مضائقہ نہین۔ اور بعد خلال کے کلی کرے کہ اس باب مین اہل بیت علیہم السلام سے ایک قول مروی ہی۔ اور پیالہ کو چاٹے اور اُسکا پانی پی جاوے اور کہتے ہین کہ جو کوئی پیالہ چاٹے اور اُسکا دھوون پی لے اُسکو ایک بردہ کے آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہی اور کھانے کے ریزون کا چُننا حوران جنت کا مہر ہی۔ اور دل مین خدا تعالی کا شکر اِس کھانا کھلانے پر کرے یعنی اُسکی نعمت جانے اور مشکور رہو کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کُلُوا مِن طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاکُمْ وَاشْکُرُوا لِلّٰهِ اور جب غذاے حلال کھاوے تو یہ دعا پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَتَنْزِلُ الْبَرَکَاتُ اَللّٰهُمَّ اَطْعِمْنَا وَاسْتَعْمِلْنَا صَالِحًا اور اگر شبہہ کی غذا کھاوے تو یون پڑھنا چاہیے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْهُ قُوَّةً لَنَا عَلٰی مَعْصِیَتِكَ اور کھانے کے بعد قل ہو اللہ احد اور لایلاف قریش پڑھے اور دسترخوان پر سے نہ اُٹھے جب تک کہ اول دسترخوان نہ بڑھا لیا جاوے اور اگر دوسرے شخص کا کھانا کھاوے تو اُسکے لیے دعا مانگے اَللّٰهُمَّ اَکْثِرْ خَیْرَهٗ وَبَارِكْ لَهٗ فِیْمَا رَزَقْتَهٗ وَیَسِّرْ لَهٗ اَنْ یَّفْعَلَ فِیْهِ خَیْرًا وَقَنِّعْهُ بِمَا اَعْطَیْتَهٗ وَاجْعَلْنَا وَاِیَّاهُ مِنَ الشَّاکِرِیْنَ اور کسی کے یہان روزہ افطار کرے تو یون کہے اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَاَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اور جب شبہہ کا مال کھا جاوے تو چاہیے کہ بہت سا استغفار اور غم کرے تاکہ آنسوؤن اور غم کے پانی سے اُس آگ کی گرمی فرو ہو جاوے جو ایسا مال کھانے سے پیش ہوگی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِهٖ اور جو شخص کھاکر گریہ کرے اُسکا حال اُس شخص کا سا نہین کہ کھاوے اور کھیلے یعنی

اپنے فعل پر نادم ہونا اچھا ہی۔ اور اگر دودھ پیوے تو کہے اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيمَا رَزَقْتَنَا وَزِدْنَا مِنْهُ اور دودھ کے سوا اور چیز کھاوے تو زدنا منہ کی جگہ وارزقنا خیراً منہ کہے کیونکہ یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ ہی کے لیے خاص کردی ہی اسلیے کہ اسکا نفع عام ہی۔ اور کھانے کے بعد یہ کہنا بھی مستحب ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا يَا كَافِيَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا يَكْفِي مِنْهُ شَيْءٌ أَطْعَمْتَ مِنْ جُوعٍ وَآمَنْتَ مِنْ خَوْفٍ فَلَكَ الْحَمْدُ آوَيْتَ مِنْ يُتْمٍ هَدَيْتَ مِنْ ضَلَالَةٍ وَأَغْنَيْتَ مِنْ عَيْلَةٍ فَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا دَائِمًا طَيِّبًا نَافِعًا مُبَارَكًا فِيهِ كَمَا أَنْتَ أَهْلُهُ وَمُسْتَحِقُّهُ اَللّٰهُمَّ أَطْعَمْتَنَا فَاسْتَعْمِلْنَا صَالِحًا فَاجْعَلْهُ عَوْنًا لَنَا عَلَى طَاعَتِكَ وَنَعُوذُ بِكَ أَنْ نَسْتَعِينَ بِهِ عَلَى مَعْصِيَتِكَ اور اشنان سے ہاتھ دھونے کی کیفیت یہ ہی کہ اشنان کو بائین ہاتھ مین لیوے اور پہلے اپنے دہنے ہاتھ کی تین انگلیان دھووے اور انکو خشک اشنان پر لگاوے اور انسے اپنے ہونٹھ پونچھے پھر انگلی سے اچھی طرح منہ دھووے اور دانتون کو اوپر نیچے سے اور زبان اور تالو کو انگلی سے ملے پھر پانی سے انگلیان دھو ڈالے اور باقی اشنان خشک اپنی انگلیون کے اوپر نیچے مل لے اور اب دوبارہ منہ کے ملنے اور دھونے کی حاجت نہین،

دوسری فصل آن آداب کے ذکر مین جو مجمع مین دوسرون کے شریک ہو کر کھانے سے زائد ہو جاتے ہین اور وہ سات چیزین ہین اول یہ کہ جس صورت مین کوئی شخص مجمع مین عمر کی زیادتی یا کثرت فضیلت کی جہت سے تقدیم کا مستحق ہو تو اپنے آپ اول شروع نہ کرے لیکن جب خود پیشوا اور مقتدا ہو تو جب کھانے والے جمع ہو چکین اور مستعد ہو جاوین تو انکو زیادہ انتظار مین نہ رکھے دوم یہ کہ کھانے کے وقت خاموش نہ رہین کہ یہ عجمیون کی عادت ہی بلکہ عمدہ گفتگو اور کھانے کے باب مین صلحا کی حکایتین وغیرہ کہتے رہین۔ سوم۔ یہ کہ پیالہ مین اپنے رفیق کے ساتھ نرمی برتے یعنی یہ قصد نہ کرے کہ جسقدر وہ کھاوے اس سے زیادہ کھا جاوے کیونکہ جس صورت مین کھانا مشترک ہو اور رفیق کی مرضی نہو کہ دوسرا زیادہ کھالے تو پھر زیادہ کھا جانا حرام ہی بلکہ یہ چاہیے کہ اپنے ساتھی کو اپنے اوپر ترجیح دیوے اور ایک بار مین دو خرمانہ کھاوے لیکن اگر سب ایسا ہی کرین یا انسے پوچھکر کھاوے تو مضائقہ نہین۔ اور اگر رفیق کمتر کھاوے تو اسکو کھانے کی ترغیب دیوے اور کہے کہ اور کھاؤ اور تین مرتبے سے زیادہ نہ کہے ورنہ اصرار اور افراط مین

ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابن عباس ۱۲

[illegible]

داخل ہوگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جب کسی امر کے لیے تین بار کہا جاتا تھا تو
تیسری دفعہ کے بعد اور کچھ سوال نہ کرتے تھے اور آپ کا دستور تھا کہ تقریر کو تین بار فرمایا
کرتے تھے غرض کہ تین بار سے زیادہ کہنا مستحب نہین اور کھانے کے لیے قسم دینے کی ممانعت ہی
چنانچہ حضرت امام حسن رضہ نے فرمایا ہی کہ کھانا اس بات سے سہل زیادہ ہی کہ اسپر
قسم دی جاوے - چہارم یہ کہ ایسی طرح کھاوے کہ رفیق کو یہ کہنے کی ضرورت نہو کہ کھاؤ -
بعض ادبا فرماتے ہین کہ کھانے والون مین بہتر وہ ہی جسکے ساتھی کو ضرورت نہ پڑے کہ
کھانے کے باب مین اسکا جویا ہو اور ساتھ والے سے مشقت کہنے کی اٹھاوے اور یہ بھی
نہ چاہیے کہ دوسرے کے اپنی طرف دیکھنے سے جسکی خواہش ہو اس چیز کو چھوڑ دے کہ یہ
ایک طرح کا تکلف ہی بلکہ مجمع مین وہی چال اختیار کرے جسکی تنہائی مین عادت ہو اسلیے
ضرور ہی کہ تنہائی مین بھی ایسے آداب کا عادی ہو کہ مجمع مین تکلف کا محتاج نہ ہووے
ہان اگر عمدا مجمع مین اسلیے کم کھاوے کہ اور بھائی زیادہ کھاوین یا انکو کھانے کی
حاجت جان کر ترس کرے اور کم کھاوے تو بہتر ہی اسی طرح اگر اور لوگون کے ساتھ
دینے کی نیت سے اور انکو کھانے کی رغبت زیادہ ہونے کے ارادہ سے زائد کھالیوے
تو کچھ مضائقہ نہین بلکہ اچھا ہی - حضرت ابن مبارک رح کا دستور تھا کہ عمدہ خرما اپنے
یارون کے سامنے رکھتے جاتے اور فرماتے کہ جو زیادہ کھاویگا اسکو ہر گٹھلی پیچھے ایک
درم دونگا پھر گٹھلیان گنتے جسکی گٹھلیان جتنی زیادہ ہوتین اسکو اتنے ہی درم دیتے
اور یہ امر حیا کے دور کرنے کو اور انبساط مین خوب سرور حاصل کرنے کو کرتے تھے اور
حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ میرے یارون مین سے سب سے زیادہ
مجھکو وہ اچھا اور محبوب ہی جو سب مین زیادہ کھاوے اور بڑے بڑے لقمے لے - اور
سب سے بھاری مجھپر وہ شخص ہی کہ کھانے کے باب مین مجھکو اس بات کی ضرورت ڈالے
کہ اسکا خبر گیران رہون اور یہ سب باتین اسی پر اشارہ کرتی ہین کہ اپنی عادت کے موافق
کام کرے اور بناوٹ کو چھوڑ دے - اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہی کہ آدمی کی محبت دوسرے
شخص سے اچھی طرح جب معلوم ہوتی ہی کہ جب اسکے گھر جاکر اچھی طرح کھانا کھاوے
پنجم - یہ کہ ہاتھون کے طشت مین دھونے کا کچھ مضائقہ نہین اور اگر تنہا
کھاوے تو آستین تھوکنے کا اختیار ہی مگر مجمع مین ایسا نہ کرنا چاہیے - اور جب

کوئی شخص طشت کو اُسکے سامنے تعظیم کی جہت سے کردے تو قبول کرلے حضرت انس ابن مالک
اور ثابت بنانی رضہ ایک بار ایک کھانے پر اکٹھے ہوئے جب طشت ہاتھ دھونے کے لیے
آیا تو حضرت انس رضہ نے حضرت ثابت رضہ کی طرف کو کر دیا وہ ہاتھ دھونے سے
رکے حضرت انس رضہ نے فرمایا کہ جب تمھارا بھائی تمھاری تعظیم کرے تو اُسکو
منظور کرو اور انکار مت کرو کیونکہ تعظیم اللہ تعالی کرتا ہی۔ اور مروی ہی کہ ہارون رشید
نے ابو معاویہ نابینا کی دعوت کی اور اُنکے ہاتھ خود دھلائے جب ہاتھ دھلا چکے
تو کہا کہ آپ کو معلوم ہی کہ ہاتھ کسنے دھلائے اُنھون نے کہا کہ نہین کہا کہ
امیر المؤمنین نے ہاتھ دھلائے اُنھون نے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین تمنے
علم کی تعظیم و توقیر کی خدا تعالی تمھاری بھی ایسی ہی تعظیم و توقیر کرے جیسے تمنے علم اور
اہل علم کا اکرام کیا۔ اور اگر طشت مین چند شخص ایک ہی بار اکٹھے ہاتھ دھوئین تو کچھ
مضائقہ نہین کہ یہ امر فروتنی کے قریب تر ہی اور زیادہ انتظار بھی نہین کرنا پڑتا اور
اگر اسطرح نہ کرین تو یہ نہ چاہیے کہ ایک کے ہاتھ دھلائے اور پانی پھینک دیا پھر
دوسرے کے دھلائے اور پھینک دیا بلکہ پانی طشت مین اکٹھا ہونے دین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ اِجْمَعُوْا وَضُوْءَكُمْ جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمْ یعنی اپنے وضو کا پانی اکٹھا کرو
خدا تعالے تمھاری ابتری کو اکٹھا کردیگا۔ بعض محدثین نے وضو کے پانی سے مراد یہی
لی ہی کہ کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے پانی سے غرض یہ ہی کہ ایک جگہ جمع رہے۔ اور حضرت
عمر بن عبد العزیز رضہ نے اپنے عاملون کو لکھا کہ لوگون کے سامنے سے طشت اُسوقت
اُٹھایا جاوے کہ پانی سے لبریز ہوجاوے اور عجم کی مشابہت ہرگز مت کرنا۔ اور حضرت
ابن مسعود رضہ نے فرمایا ہی کہ ایک طشت مین سب مل کر ہاتھ دھویا کرو اور عجم کی عادت
اختیار نہ کرو۔ اور جو خادم کہ ہاتھون پر پانی ڈالے بعضون نے اُسکا کھڑا ہونا مکروہ کہا ہی
بیٹھکر پانی ڈالنے کو اچھا سمجھا ہی کہ تواضع سے قریب بھی ہی اور بعضون نے اُسکے
بیٹھنے کو برا اور مکروہ کہا ہی چنانچہ مروی ہی کہ کسی بزرگ کے ہاتھ ایک خادم نے
بیٹھکر دھلائے وہ بزرگ کھڑے ہوگئے اُنسے کسی نے پوچھا کہ آپ کھڑے کیون ہوئے
فرمایا کہ ہم دونون مین سے ایک کو کھڑا ہونا ضرور چاہیے۔ اور ہمارے نزدیک پانی
ڈالنے والے کا کھڑا ہونا بہتر ہی کہ اس سے ہاتھ دھلانے مین آسانی ہی اور

دھلانے والے کی تواضع نکلتی ہی۔ اور جب اُسکی نیت بھی ہاتھ دھلانے مین تواضع کی ہو تو اِس خدمت کے دینے مین کچھ تکبر نہین کہ اسکی عادت ہو رہی ہی۔ غرض کہ طشت مین اب سات آداب ہوے اول اُسمین نہ تھوکنا۔ دوم پیشوا کے سامنے کر دینا لیکن اگر وہ کی تعظیماً دوسرے کے سامنے کر دے تو منظور کر لینا تیسرے دہنی طرف کو دورا کرنا چوتھے کئی آدمیون کا ملکر ہاتھ دہونا پانچوین اُسمین پانی کا اکٹھا کرنا چھٹے ہاتھ دھلانے والے کا کھڑا ہونا ساتوین کلّی اور ہاتھون کے پانی کو آہستہ اُسمین ڈالنا کہ فرش پر اور دوسرے شخصون پر نہ گرے۔ اور چاہیے کہ مہمان کے ہاتھ خود میزبان ہی دھلاوے کہ حضرت امام مالک رضہ نے حضرت امام شافعی رضہ کے ساتھ جس وقت آپ اول دفعہ امام مالک کے یہان گئے تھے ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ جو مین نے کام کیا اس سے تم گھبرانا مت اسلیے کہ مہمان کی خدمت فرض ہی ششم یہ کہ ساتھ کے کھانے والون کی طرف نہ تاکے اور نہ اُنکے کھانے کو دیکھے تاکہ ایسا نہو کہ وہ شرما جاوین بلکہ اُنکی طرف سے آنکھ نیچی رکھے اور اپنے کھانے مین مشغول رہے اور ساتھ کھانے والون سے پیشتر اپنا ہاتھ نہ روکے جس صورت مین کہ وہ اُسکے بعد کھانے مین تامل کرین بلکہ اُنکا ساتھ دینے کو تھوڑا تھوڑا کھاتا رہے یہان تک کہ وہ شکم سیر ہو جاوین اور اگر کم خوراک ہو تو چاہیے کہ ابتدا مین توقف کرے اور تھوڑا تھوڑا کھاوے یہان تک کہ جب لوگ خوب کھا چکین تو اخیر مین اُنکے ساتھ بقدر بھوک کھا لیوے کہ بہت سے اصحاب رضہ نے ایسا ہی کیا ہی۔ اور اگر کسی وجہ سے نہ کھا سکے تو لوگون سے عذر کر دے تاکہ وہ کھانے مین نہ شرماوین۔ ہفتم یہ کہ جو بات دوسرے کو بُری معلوم ہو اُسکو نہ کرے مثلاً پیالہ مین ہاتھ نہ جھاڑے اور نہ لقمہ لیتے وقت اُسپر اپنا منہ جھکا دے اور جب منہ سے کوئی چیز نکالنی ہو تو کھانے کی طرف سے منہ پھیر کر بائین ہاتھ مین نکالے اور چکنائی کا لقمہ سرکہ مین اور نہ سرکہ کا چکنائی مین کہ یہ بھی بعض لوگ برا جانتے ہین اور جو ٹکڑا دانت سے کترا ہو اُسکو شوربا مین اور سرکہ مین نہ ڈالے اور نہ ایسی باتین کرے جنسے گھن آوے

تیسری فصل۔ اُن آداب کے ذکر مین جو ملاقات کو آنے والون کے سامنے کھانا رکھنے مین چاہیین۔ واضح ہو کہ اپنے بھائی مسلمانون کے سامنے کھانا پیش کرنے کا بہت ثواب ہی حضرت امام جعفر صادق رضہ فرماتے ہین کہ جب تم بھائیون کے ساتھ

دسترخوان پر بیٹھو تو زیادہ دیر تک بیٹھے رہو کیونکہ یہ ایسی ساعت ہے کہ تمہاری عمرون مین سے
اسکا حساب نہ لیا جاویگا - اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ آدمی جو نفقہ اپنے اوپر
اور اپنے ماباپ وغیرہ رشتہ دارون پر کرتا ہے اسکا حساب یقیناً لیا جاویگا مگر جو نفقہ
کہ برادران دینی پر کھانے مین اٹھاتا ہے اسکا حساب نہوگا کہ خدا تعالی اس امر کا حساب
لینے سے شرم کرتا ہے - اور کھانا کھلانے کے باب مین احادیث وارد ہین - چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے ۱ح تم مین سے ایک شخص پر ہمیشہ دعائے رحمت
کرتے رہتے ہین جب تک کہ اسکے سامنے اسکا دسترخوان بچھا رہے اور اٹھ نہ جاوے
اور بعض علماء خراسان کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ اپنے ملنے والون کے سامنے
بہت سا کھانا پیش کرتے تھے کہ سب سے کھایا نہ جاتا تھا اور فرمایا کرتے کہ ہمکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت پہونچی ہے کہ آپ ۲ح نے فرمایا کہ جب کوئی مجمع
کھانے سے اپنے ہاتھ اٹھالے تو جو شخص انکا بچا ہوا کھانا کھالیگا اس سے اسکی
بازپرس نہوگی اسی نظر سے مجکو یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز تمہارے سامنے کرون
وہ بہت سی ہو تاکہ بچی ہوئی ہم کھا دین - اور ایک ۳ح حدیث مین ہے کہ آدمی جو بھائیون
کے ساتھ کھانا کھاتا ہے اسکا حساب اس سے نہین ہوتا اور اسی وجہ سے بعض اکابر
مجمع کے ساتھ مین تو زیادہ کھاتے تھے اور تنہائی مین کم - اور ایک ۴ح حدیث مین ہے کہ
تین باتون کا حساب بندہ سے نہ لیا جاویگا ایک سحر دن کا کھانا دوسرے افطار کی چیز
تیسرے جو ساتھیون کے ہمراہی مین کھاوے - اور حضرت علی رض فرماتے ہین کہ اگر مین
اپنے بھائیون کو ایک صاع کھانے پر اکٹھا کرون تو یہ امر میرے نزدیک اس سے
بہتر ہے کہ ایک بردہ آزاد کرون - اور حضرت ابن عمر رض فرمایا کرتے تھے کہ سفر مین عمدہ
توشے کا ہونا اور اپنے یارون کے لیے خرچ کرنا آدمی کے کرم مین سے ہے - اور
صحابہ رض فرمایا کرتے تھے کہ کھانے پر اکٹھا ہونا مکارم اخلاق مین سے ہے - اور یہ بھی
دستور تھا کہ قرآن کی تلاوت کے لیے اکٹھے ہوتے اور جب جدے ہوتے تو کچھ چکھ کر جدے
ہوتے - اور کہتے ہین کہ بھائیون کا کفایت کے طور پر اکٹھا ہونا اور انس والفت کے ساتھ جمع
ہونا دنیا مین سے نہین ہے بلکہ دین مین سے ہے - اور ایک ۵ح حدیث مین ہے کہ اللہ تعالی بندہ
کو قیامت کے روز فرماویگا کہ اے ابن آدم مین بھوکا ہوا تو نے مجھے کھانا نہ دیا

۱ح طبرانی در اوسط بروایت عائشہ رض بسند ضعیف ۱۲
۲ح عراقی نے کہا کہ مجکو اسکی اصل نہین ملی ۱۲
۳ح اسکی سند اگلی حدیث مین آویگی ۱۲
۴ح ازدی نے ضعفا مین بروایت جابر بالفاظ دیگر بروایت ...
۵ح مسلم نے بروایت ابوہریرہ رض الی آخرہ ... کے نیچے تین ... نے مجھے کھانا نہ دیا ۱۲

کہیگا کہ الٰہی تو تو رب العالمین ہی ہین تجھکو کیسے کھانا دیتا ارشاد کریگا کہ تیرا بھائی مسلمان
بھوکھا تھا تو نے اسکو نہ کھلایا اگر تو اسکو کھلاتا تو گویا مجھکو کھلاتا۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جب تمھارے پاس کوئی ملنے کو آوے تو اسکی تعظیم کرو۔ اور
فرمایا کہ جنت مین ایسے صاف دریچے ہین کہ انکے باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر
کی چیز سوجھتی ہی اور وہ ان لوگون کے لیے ہین کہ گفتگو نرم کرین اور کھانا کھلاوین اور
رات کو نماز پڑھین جسوقت لوگ سوتے ہون۔ اور فرمایا کہ تم مین سے بہتر وہ ہی جو کھانا
کھلاوے۔ اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو اتنا کھانا کھلاوے کہ اسکا پیٹ بھردے
اور پانی پلادے یہانتک کہ اسکی پیاس جاتی رہے تو اللہ تعالی اسکو دوزخ سے
سات خندقین دور کردیگا جنمین سے دو خندقون کے درمیان کا فاصلہ پانسو برس
کی راہ ہوگی۔ اور آداب ملنے اور کھانا پیش کرنے کے کچھ تو آنے کے باب مین ہین اور
کچھ کھانا پیش کرنے مین۔ آنے کے باب مین یہ مسنون نہین کہ کسی کے پاس آوے
تو کھانے کا وقت تاک کر آوے کہ جب وہ کھانا کھانے لگے اسوقت موجود ہوجاوے
اسلیے کہ یہ اچانک آجانے مین داخل ہی اور اسکی ممانعت ہوگئی ہی چنانچہ اللہ تعالی
فرماتا ہی لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرَ نَاظِرِينَ إِنَاهُ یعنی کھانے کے وقت
اور پکنے کا انتظار نہ کرو۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ جو شخص ایسے کھانے کی طرف جاوے
کہ اسکے لیے بلایا نہ گیا ہو تو جانے کی حالت مین فاسق ہوگا اور حرام کھاویگا۔ ولیکن اگر
کوئی شخص بدون کھانے کی تاک کے چلا آیا اور اتفاقاً کھانے کے وقت پہونچا تو اسکو
مناسب یہ ہی کہ جب تک گھر والا اجازت نہ دے کھانا نہ کھاوے۔ اور اگر مالک مکان
کھانے کو کہے تو تامل کرے اگر یہ جانے کہ تواضع براہ محبت کرتا ہی اور ساتھ کھلانا دل
چاہتا ہی تب تو شریک ہوجاوے اور اگر شرم کے باعث تواضع ہوئی ہو تو کھانا
نہ چاہیے کچھ عذر کردینا چاہیے۔ اور جس صورت مین کہ بھوکا ہو اور اپنے کسی بھائی کے
پاس اسی غرض سے جاوے کہ وہ کھانا کھلاویگا اور اسکے کھانے کے وقت کا منتظر نہ رہے
تو اسکا کچھ مضائقہ نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما
بھوکے تھے پس آپ نے تشریف لے گئے ابی الہیثم ابن التیہان اور ابو ایوب انصاری کے
مکان پر تشریف لے گئے کہ کچھ وہان کھاوین اور ایسی حالت مین دوسرے کے یہان جانا

اسکی مدد کھانا کھلانے کے ثواب لینے مین کرنی ہے اکابر سلف کی عادت یہی تھی —
عون بن عبد اللہ مسعودی کے تین سو ساٹھ دوست تھے سال بھر مین سب کے پاس
ایک ایک روز رہتے تھے اور کسی دوسرے بزرگ کے تیس دوست تھے کہ ایک مہینے مین
ہر ایک کے یہان ہو آتے تھے اور ایک اور بزرگ کے سات دوست تھے کہ ہفتہ مین سب کے
پاس پھیرا کرتے تھے اور ان بزرگوارون کے دوستون کی آمدنی ہاتھ کی کمائی ہوتی تھی اور
انکو ان اکابر کی خدمت کرنی تبرک کی نیت سے عبادت مین داخل تھی - پس اگر
اپنے دوست کے مکان پر آوے اور اسکو مکان پر نہ پاوے اور اسکی دوستی پر وثوق
رکھتا ہو اور جانتا ہو کہ اگر مین اسکے یہان سے کچھ کھاؤنگا تو وہ میرے کھانے سے خوش
ہوگا تو اسکو اختیار ہے کہ بدون اسکی اجازت کے کھالیوے کیونکہ اجازت سے مقصود
راضی ہونا ہے خصوصاً کھانے کی چیزون مین اور انکا معاملہ وسعت پر مبنی ہے کہ بہت
سے شخص صریح اجازت دے دیتے ہین اور قسم دیا کرتے ہین مگر راضی نہین ہوتے ایسے
شخصون کا کھانا کھانا باوجود اجازت کے مکروہ ہے اور کچھ ایسے ہین کہ وہان موجود نہین ہوتے
اور اجازت نہین دیتے مگر انکا کھانا کھالینا اچھا ہوتا ہے اور اللہ تعالی نے دوستون کے
یہان سے کھانے کے لیے ارشاد فرماتا ہے اوصدیقکم یعنی خواہ اپنے دوستون کے
یہان سے کھاؤ تو کچھ گناہ نہین - اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بریرہ رضہ کے
مکان پر تشریف لیگئے وہ اس وقت موجود نہ تھین اور کھانا خیرات کا موجود تھا اسمین سے
آپ نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ صدقہ اپنے ٹھکانے لگا اور اسکی وجہ یہ تھی کہ
آپ کو معلوم تھا کہ وہ ہمارے کھانے سے خوش ہونگی - اور اسی لحاظ سے جسکو معلوم ہو
کہ صاحب مکان مجھکو ضرور اجازت دیگا اسکو پوچھکر اندر جانے کی ضرورت نہین بدون
پوچھے گھس جاوے اور اگر یہ معلوم نہو تو پہلے پوچھے پھر اندر جاوے - اور محمد بن واسع
اور انکے ساتھی حضرت حسن بصری رح کے گھر مین جاتے اور جو پاتے بدون اجازت
کھا جاتے اور اگر اسوقت حسن رح آتے اور یہ حال دیکھتے تو فرماتے کہ ہم ایسے ہی
رہا کرتے تھے - اور مروی ہے کہ حضرت حسن رح بازار مین میوہ فروش کی دکان پر
کھڑے ہوئے اسکا مال کھا رہے تھے کبھی اس ٹھلیا مین سے خشک خرما نکالتے اور
کبھی اسمین سے ہشام نے آپ سے کہا کہ اے ابو سعید ورع کے باب مین اب آپ کو

(۱) رواہ مسلم ...

کیا سوجھتا ہو کہ اس شخص کو مال بدون اُسکی اجازت کے کھاتے ہین آپ نے فرمایا کہ ذرا
میرے سامنے کھانے کے باب مین آیت تو پڑھو ہشام نے سورۂ نور کی آیت
او صدیقکم تک پڑھی اور کہا کہ صدیق سے غرض کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جس سے نفس کو
راحت ملے اور دل کا اطمینان اُسکی طرف ہو۔ اور کچھ لوگ حضرت سفیان ثوری کے
مکان پر گئے اُنکو موجود نہ پایا دروازہ مکان کا کھول کر دسترخوان اُتار لیا اور
کھانے لگے اتنے مین سفیان ثوری آگئے اور کہنے لگے کہ تمنے مجھکو اگلے لوگون کی عادات
یاد دلائین وہ لوگ بھی یون ہی کرتے تھے۔ اور کچھ لوگ ایک تابعی کی زیارت کو گئے
اُسوقت اُنکے پاس کچھ نہ تھا کہ اُسکو اُنکے سامنے رکھتے پس آپ اپنے کسی دوست کے
مکان پر گئے وہ گھر پر نہ تھے آپ نے اندر جاکر جو دیکھا تو ہنڈیا پکی ہوئی جدا رکھی اور
روٹی وغیرہ جدا طیار ہی آپ سب اُٹھا لائے اور ملنے والون کے سامنے لاکر رکھدیا کہ
کھاؤ جب اُنکا دوست اپنے مکان پر آیا تو کھانا کچھ نہ پایا لوگون نے اُس سے کہا کہ
فلان شخص لے گیا ہی اُسنے کہا کہ خوب کیا اور جب اُنسے ملاقات ہوئی تو کہا کہ بھائی
اگر تمھارے پاس یہ لوگ پھر آوین تو تم پھر جو کچھ پاؤ لیجانا۔ غرضکہ آنے کے
آداب تو سُن چکے اب کھانا پیش کرنے کے آداب معلوم کرو اُنمین سے اول یہ ہی
کہ تکلف نہ کرے اور جو کچھ حاضر ہو سامنے کردے اور اگر کچھ نہو اور نہ پیسا پاس ہو تو اُسکے
لیے قرض نہ لیوے کہ نفس کو تردد مین ڈالے اور اگر کھانا موجود ہو مگر اپنی غذا کی قدر ہو
اور اُسکو پیش کرنے کو جی نہ چاہے تو پیش نہ کرے۔ کوئی بزرگ کسی زاہد کے پاس گئے
وہ اُسوقت کھانا کھاتے تھے فرمانے لگے کہ اگر مین نے یہ کھانا قرض نہ لیا ہوتا تو تمکو بھی
اسمین سے کھلاتا۔ اور بعض اکابر نے تکلف کے معنی یہ بیان کیے ہین کہ اپنے ملنے والے کو
وہ چیز کھلا دے جو آپ نہ کھا دے یعنی اپنی غذا سے عمدہ اور قیمتی اُسکو کھلاوے۔
اور فضیل رح فرمایا کرتے کہ لوگون نے آپس کا ملنا تکلف کے باعث چھوڑ دیا
ایک شخص اپنے بھائی کی دعوت کرتا ہی اور اُسکے لیے تکلف کرتا ہی اسی وجہ سے وہ دوبارہ اُسکے
پاس نہین آتا۔ اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ میرے دوستون مین سے جو کوئی میرے پاس
آتا ہی مجھکو کچھ دقت نہین ہوتی اسلیے کہ مین اُسکے لیے تکلف نہین کرتا جو میرے پاس
ہوتا ہی اُسکے سامنے رکھدیتا ہون اور اگر مین تکلف کرون تو اُسکے یہ معنی ہون کہ

اُسکے آنے کو بُرا سمجھون اور اُس سے اُکتا جاؤن - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ مین اپنے ایک دوست کے پاس جایا کرتا تھا مین نے اُس سے کہا کہ نہ تو اکیلا ایسا کھانا کھاوے اور نہ مین ایسا کھاتا ہون تو پھر کیا بات ہی کہ اکٹھا کھانے مین یہ صورت ہو اب یا تو اس تکلف کو تو چھوڑ دے یا مین آنا موقوف کرون دو باتون سے ایک ہونی چاہیے اُسنے تکلف نہ کر دیا اور اس بے تکلفی کی جہت سے ہم ہمیشہ اکٹھے رہا کیے - اور یہ بھی تکلف مین داخل ہی کہ جو کچھ اپنے پاس ہو سب کا سب سامنے لا رکھے اور اپنے عیال کے واسطے کچھ نہ چھوڑے اور اُنکے دلون کو آزار دے - مروی ہی کہ کسی شخص نے حضرت علی رضؓ کی دعوت کی آپ نے فرمایا کہ مین تین شرطون پر تیری دعوت مانتا ہون ایک یہ کہ بازار مین سے میرے لیے کچھ نہ لانا دوسرے یہ کہ جو کچھ گھر مین ہو اُسے اُٹھا مت رکھنا تیسرے یہ کہ ایسا مت کرنا کہ اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑے - اور بعض اکابر گھر مین جتنے اقسام کھانے کے ہوتے ہین سب مین سے تھوڑا تھوڑا لا رکھتے - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ ہم جابر بن عبد اللہ کے پاس گئے اُنھون نے روٹی اور سرکہ ہمارے سامنے لا رکھا اور فرمایا کہ اگر ہمکو ممانعت تکلف کی نہوتی تو مین تمھارے واسطے تکلف کرتا - اور کسی بزرگ نے فرمایا ہی کہ اگر کوئی تیرے یہان آپ سے ملنے آوے تو جو چیز تیرے یہان موجود ہو پیش کر دے اور اگر تو اپنی خواہش سے کسی کو بُلاوے تو جو کچھ تجھ سے ہو سکے اُسمین دقیقہ باقی نہ رکھ - اور حضرت سلمان رضؓ نے فرمایا ہی کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہی کہ مہمان کے لیے ایسی چیز کا تکلف نہ کرین جو ہمارے پاس نہو اور جو چیز موجود ہو وہ اُسکے سامنے رکھدین - اور حضرت یونس علیہ السلام کے حال مین ہی کہ اُنکے بھائی بند اُنسے ملنے آئے آپ نے روٹی کے ٹکڑے اُنکے سامنے رکھدیے اور ساگ جو آپ بویا کرتے تھے اُنکے واسطے کاٹ لائے پھر فرمایا کہ کھاؤ اگر خدا تعالیٰ نے تکلف کرنے والون کو لعنت نہ کی ہوتی تو مین تمھارے لیے تکلف کرتا - اور حضرت انس بن مالک رضؓ اور اُنکے سوا دوسرے اصحاب رضؓ سے مروی ہی کہ اُن لوگون کا دستور تھا کہ ملنے والون کے سامنے خشک روٹی کے ٹکڑے اور خشک خرما رکھ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمکو معلوم نہین کہ دو شخصون مین زیادہ گناہگار کونسا ہی آیا وہ ہی کہ جو کچھ اُسکے سامنے پیش ہوا اُسکو حقیر جانے یا وہ ہی کہ جو کچھ اپنے پاس رکھتا ہی اُسکو سامنے کرنا حقیر جانے

دوسرا ادب آنے والے کے واسطے یہ ہی کہ میزبان پر کچھ معین کھانے کی فرمایش اور زبردستی نہ کرے کہ بعض اوقات اُسکو اُس چیز کے موجود کرنے مین دقت ہوتی ہی اور اگر میزبان اُسکو دو کھانون مین اختیار دے دے تو دونون مین سے جونسا میزبان سے بہ آسانی بن سکے اُسکو اختیار کرے کہ طریق سنت یہی ہی چنانچہ حدیث مین آیا ہی کہ جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو چیزون مین اختیار دیا گیا ہی تو آپ نے ایسی ہی چیز کو اختیار کیا ہی جو بہ آسانی ہوسکے ۔ اور اعمش ابی وائل سے نقل کرتے ہین کہ انھون نے فرمایا کہ مین اپنے ایک دوست کے ساتھ حضرت سلمان کے ملنے کو گیا انھون نے ہمارے سامنے جو کی روٹی اور کچھ بے مزہ نمک رکھدیا میرے ساتھی نے کہا کہ اگر اس نمک مین پودینہ ہوتا تو خوب ہوجاتا حضرت سلمان باہر گئے اور اپنا وضو کا لوٹا گرو کرکے پودینہ لائے جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا کہ شکر ہی اُس خدا کا جسنے ہمکو قناعت دی اُس چیز پر کہ ہمکو روزی کی حضرت سلمان رض نے فرمایا کہ اگر جو کچھ روزی ہوا تھا اُسپر تم قناعت کرتے تو میرا لوٹا گرو نہ ہوتا ۔ یہ فرمایش نہ کرنے کی صورت اُسوقت مین ہی کہ مہمان کو معلوم ہوجاوے کہ میزبان پر اسکا بہم پہونچانا دشوار ہوگا یا اُسکو فرمایش کرنا برا معلوم ہوگا اور اگر یہ جانے کہ فرمایش سے وہ خوش ہوگا اور اُسکو اُس چیز کا بہم پہونچانا آسان ہی تو اس صورت مین فرمایش مکروہ نہین ۔ حضرت امام شافعی رض نے جسوقت کہ بغداد مین زعفرانی کے پاس فروکش تھے ایسا کیا تھا زعفرانی کا دستور تھا کہ جتنے اقسام کھانے کے پکتے تھے اُنکی فہرست لکھکر لونڈی کو دے دیتے کسی روز وہ فہرست امام شافعی نے لیکر اپنے قلم سے ایک قسم کھانے کی زیادہ کردی جب زعفرانی نے وہ قسم دسترخوان پر دیکھی تو کہا کہ اسکی مین نے اجازت نہین دی پھر وہ فہرست پیش ہوئی جسمین امام شافعی نے کچھ بڑھا دیا تھا جب زعفرانی کی نگاہ آپ کے خط پر پڑی نہایت خوش ہوئے اور لونڈی کو اس خوشی کے مارے آزاد کردیا کہ امام شافعی رح نے ہمسے فرمایش کی اور ابوبکر کتانی کہتے ہین کہ مین سری سقطی کے پاس گیا وہ کچھ ٹکڑے اُٹھا لائے اور اُنمین سے آدھے پیالہ مین گھولنے لگے مین نے کہا کہ یہ آپ کیا کرتے ہین مین تو ایک دفعہ مین سب پی جاؤنگا آپ ہنس پڑے اور فرمایا کہ محبت کرنے کی نسبت کرنا تمھارے لیے بہتر ہی جو مین کرتا ہون ۔ اور کسی بزرگ نے کہا ہی کہ کھانا تین طرح پر ہی

البخاری و مسلم بروایت عائشہ صدیقہ رض

فقیرون کے ساتھ مین تو انکو اپنے نفس پر ترجیح دینا چاہیے اور بھائی بندون کے ساتھ
کھیل کھیل کر کھانا چاہیے اور دنیا دارون کے ساتھ مین ادب کے ساتھ تیسرا ادب
یہ ہی کہ میزبان اپنے بھائی مہمان سے التماس فرمایش کرے بشرطیکہ اُسکی فرمایش
بجالانے کو جی بھی چاہتا ہو کہ یہ بات اچھی ہی اور اسمین ثواب اور فضیلت بہت ہی
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص اپنے بھائی کی خواہش کو
پورا کر دے اُسکی مغفرت ہوگی اور جو شخص اپنے بھائی مسلمان کو خوش کرے
اُسنے گویا خدا تعالی کو خوش کیا۔ اور حضرت جابر رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کو وہ چیز کھلا دے جو وہ
چاہتا ہی تو اللہ تعالے اُسکے لیے دس لاکھ نیکیان لکھتا ہی اور دس لاکھ برائیان
اُسکے نامۂ اعمال سے دور کرتا ہی اور دس لاکھ درجے اُسکے بلند کرتا ہی اور اُسکو
تین جنتون سے کھانا کھلاتا ہی یعنی فردوس اور عدن اور خلد سے چوتھا ادب
یہ ہی کہ آنے والے سے یہ نہ کہے کہ آپ کے واسطے کھانا لاؤن بلکہ کھانا اگر موجود ہو
تو بن پوچھے سامنے رکھ دے۔ ثوری رح فرماتے ہین کہ جب تمھارا بھائی تمسے
ملنے آوے تو اُس سے یہ نہ کہو کہ کچھ کھاؤگے یا کھانا لاؤن بلکہ بلا استفسار کھانا سامنے
رکھ دو اگر کھالے فبہا ورنہ اُٹھا لو۔ اور اگر ملنے والون کو کھانا کھلانا منظور نہو تو نہ چاہیے
کہ کھلانے کو اُنپر ظاہر کرے یا اُنکے سامنے اُسکا بیان کرے۔ حضرت سفیان ثوری کا
قول ہی کہ جب آدمی کو یہ منظور ہو کہ اپنے عیال کو اپنی خوراک مین سے نہ کھلا وے
تو چاہیے کہ اُنکے سامنے اُسکا ذکر نہ کرے اور نہ اُنکو دکھاوے اور بعض صوفیون کا
قول ہی کہ جب فقیر تمسے ملنے آوین تو اُنکے سامنے کھانا رکھ دو اور اگر فقیہ آوین
تو اُنسے کوئی مسئلہ پوچھو اور اگر قاری آوین تو اُنکو جانماز بتا دو

چوتھی فصل ۔ ضیافت کے آداب کے ذکر مین ۔ چونکہ ضیافت مین چھ چیزین آداب
کی جگہین ہین اول دعوت کرنا دوم قبول کرنا سوم کھانے کیلیے آنا چہارم کھانا پیش کرنا
پنجم کھانا ششم بعد کھانے کے لوٹ جانا اسلیے اس فصل کو چھ بیانون مین لکھینگے۔

پہلا بیان ۔ ضیافت کی فضیلت مین ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مہمان کے
لیے تکلف نہ کرو [illegible] اُسکو برا جانوگے اور جو شخص مہمان کو برا جانتا ہی

وہ اللہ کو بُرا جانتا ہی اور جو اللہ تعالے کو بُرا جانتا ہی اللہ تعالے اُسکو بُرا جانتا ہی
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہی کہ جو شخص مہمان کی ضیافت نہ کرے اُسمین کچہ
خیر نہین - اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کے پاس تشریف لیگئے
جسکے یہان اونٹ اور گائین بہت تہین اُسنے آپکی ضیافت نہ کی اور ایک عورت
کے پاس تشریف لیگئے کہ اُسکے یہان چند بکریان تہین اُسنے بکری آپ کے لیے
ذبح کی آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ ان دونون کے حال کو دیکھو یہ خلاق خدا تعالی کے
قبضہ مین ہین جسکو نیک عادت دینی چاہتا ہی دے دیتا ہی - اور ابو رافع آپ کا مولی
راوی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہان ایک مہمان اُترا آپ نے مجکو ارشاد فرمایا
کہ فلان یہودی سے کہو کہ میرے یہان ایک مہمان آگیا ہی مجکو تہوڑا آٹا جب تک
قرض دیدے یہودی نے کہا کہ واللہ مین بدون کوئی چیز گرو رکہے نہ دونگا مین نے
آپکی خدمت مین ماجرا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ بخدا مین آسمان مین امین ہون اور
زمین مین امین ہون اگر وہ مجکو قرض دیتا بیشک مین ادا کرتا اب میری زرہ لیجاؤ اور اُسکے پاس
گرو رکہدو - اور حضرت ابراہیم علیہ السلام جب کہانا چاہتے تو ایک یا دو کوس باہر جاتے
کہ کوئی ساتہ کہانے والا ملے اور اسی وجہ سے اُنکی کنیت ابو الضیفان ہوگئی تہی اور چونکہ
ضیافت مین آپکی نیت سچی تہی اسی وجہ سے آج تک ضیافت کی رسم آپ کے
مقام مین جاری ہی کہ کوئی رات ایسی نہین گذرتی کہ اُس جگہ پر تین سے لیکر دس
اور سو آدمیون تک کہانا نہین کہاتے اور اُس مقام کے منتظمون کا قول ہی کہ اب تک
کوئی شب مہمان سے خالی نہین گذری - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے
سوال کیا کہ ایمان کیا چیز ہی آپ نے فرمایا کہ کہانا کہلانا اور سلام کا افشا کرنا - اور
کفارات اور درجات مین آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ کہانا کہلانا اور رات کے وقت
لوگون کے سونے کی حالت مین نماز پڑہنا ہی - اور کسی شخص نے آپ سے حج مقبول کا
حال پوچہا تو فرمایا کہ کہانا کہلانا اور اچہا ہی - اور حضرت انس رض فرماتے ہین
کہ جس گہر مین مہمان نہین آتا اُسمین فرشتے داخل نہین ہوتے - اور چونکہ
ضیافت اور کہانا کہلانے کی فضیلت مین اخبار بیشمار وارد ہین لہذا اُنہین سے
اسی قدر پر اکتفا کرکے ضیافت کے اداب ذکر کرتے ہین - اول یہ کہ ضیافت کرنے والا

متقیون کی دعوت کرے نہ بدکارون کی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو کسی نے
دعوت کی تھی تو اُسکے لیے آپ نے دعا مانگی کہ تیرا کھانا نیک بندے کھاوین۔ اور ایک
حدیث میں ارشاد فرمایا کہ بجز متقی کے اور کسی کا کھانا مت کھانا اور نہ تیرا کھانا متقی کے
سوا اور کوئی کھاوے۔ دوسرے یہ کہ فقرا کی دعوت کرے تو انگرون کو خاص نہ کرے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب کھانون مین بُرا اُس ولیمہ کا کھانا ہے جسمین تونگرون کی
دعوت ہو فقیرون کی نہو۔ تیسرے یہ کہ دعوت مین اپنے اقارب کو نہ چھوڑے
کہ اُنکے چھوڑ دینے مین اُنکو وحشت مین ڈالنا اور قرابت کو توڑنا ہے اسی طرح اپنے
دوستون اور آشناؤن کی دعوت مین ترتیب کا لحاظ رکھے کہ بعض کی خصوصیت کرنے سے
اورون کے دل کو دحشت مین ڈالنا ہے۔ چوتھے یہ کہ دعوت سے فخر اور شیخی کی نیت
نہ کرے بلکہ بھائیون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنا اور کھانا کھلانے مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر چلنا اور ایمانداروں کے دلون مین خوشی پہونچانی
مدنظر رکھے۔ پانچوین یہ کہ ایسے شخص کی دعوت نہ کرے کہ جسکو جانتا ہو کہ قبول کرنے مین
اُسکو دشواری ہوگی اور جب آویگا تو حاضرین سے کسی سبب سے ایذا پاویگا۔
چھٹے یہ کہ دعوت اُسی شخص کی کرے جسکا قبول کرنا اچھا معلوم ہو حضرت سفیان رح
فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کی دعوت کرے اور دل سے اُسکا قبول کرنا بُرا جانتا ہو تو
دعوت کرنے والے پر ایک گناہ ہے اور دوسرا شخص اگر اُسکی دعوت منظور کرے
تو اس صورت مین اُسپر دو گناہ ہین کیونکہ اس شخص نے دوسرے کو باوجود بُرا جاننے کے
کھانے پر آمادہ کر دیا اگر وہ جانتا کہ میرا کھانا اُسکو بُرا معلوم ہوتا ہے تو کبھی نہ کھاتا۔
اور متقی کو کھانا کھلانے مین یہ فائدہ ہے کہ تقوی پر مدد ہوتی ہے اور بدکار کو کھلانے سے
بدکاری پر قوت دیتا ہے۔ ایک درزی نے حضرت ابن مبارک رح سے پوچھا
کہ مین بادشاہون کے کپڑے سیتا ہون تو تمکو یہ خوف تو نہین کہ مین ظالمون کا مددگار ہون
آپ نے فرمایا کہ ظالمون کے مددگار تو وہ ہین جو تیرے ہاتھ سوئی دھاگا بیچتے ہین
تو تو خود ظالم ہے مددگار ہونے کو کیا پوچھتا ہے

دوسرا بیان۔ دعوت کے قبول کرنے مین۔ دعوت کا منظور کرنا سنت موکدہ ہے
اور بعض جگہون مین لوگ اُسکو واجب بھی کہتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

۱ ابوداؤد
۲ بروایت انس رض
۳ ... باب ... جلد اول ...

لَوْ دُعِيتُ اِلَى كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ وَلَوْ اُهْدِيَ اِلَيَّ ذِرَاعٌ لَقَبِلْتُ اور اجابت کے لیے پانچ ادب ہین۔
اول یہ کہ توانگری اور افلاس مین اس بات مین فرق نہ کرے کہ توانگر کے یہان ہو تو قبول کرے
اور فقیر کے یہان ہو تو نہ مانے اسلیے کہ ایسا کرنا تکبر ہی اور اُسکی ممانعت ہی اور اسی تکبر کی
جہت سے بعض لوگون نے سرے سے دعوت کا قبول کرنا ہی چھوڑ دیا اور کہتے ہین
کہ شوربا کا انتظار کرنا ایک ذلت ہی اور دوسرے نے کہا ہی کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے
پیالہ مین پڑا تو اُسکے لیے میری گردن جھک گئی اور بعض متکبر توانگرون کی دعوت
قبول کرتے ہین فقیرون کی نہین کرتے یہ بھی سنت کے خلاف ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم غلام اور مسکین سب کی دعوت قبول فرماتے تھے۔ اور ایک بار حضرت امام حسن رض
کچھ مسکینون کے پاس کو گذرے جو سڑک پر لوگون سے سوال کرتے تھے اُنھون نے
اُسوقت روٹی کے ٹکڑے زمین کی ریت پر پھیلا رکھے تھے اور سب بیٹھے کھا رہے تھے
اور آپ اپنے خچر پر سوار تھے اُنھون نے آپ سے کہا کہ ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
نواسے آیئے کھانا کھایئے آپ نے فرمایا بہتر اللہ تعالی متکبرون کو نہین چاہتا یہ کہکر
خچر پر سے اُتر پڑے اور اُنکے ساتھ زمین پر بیٹھ کر تناول فرمایا پھر سلام کرکے سوار ہوئے
اور فرمایا کہ مین نے تمھاری دعوت منظور کی تم بھی میری دعوت منظور کرو اُنھون نے
کہا بسر و چشم آپ نے اُنکو ایک وقت معین کر دیا جب وہ آئے تو خوب عمدہ کھانا
اُنکے سامنے لائے اور آپ بھی اُنکے ساتھ کھانے کو بیٹھ گئے۔ اور یہ جو کسی کا قول اوپر
گذرا ہی کہ جب میرا ہاتھ دوسرے کے پیالہ مین پڑا تو اُسکے لیے میری گردن جھک گئی
تو اُسکے جواب مین بعضون نے فرمایا ہی کہ یہ قول خلاف سنت ہی اور واقع مین ایسا نہین
کیونکہ دعوت کا منظور کرنا ذلت اُس صورت مین ہی کہ دعوت کرنے والا دعوت کے
قبول کرنے سے خوش اور منت کش نہو بلکہ اپنی دعوت کرنے کو دوسرے پر
احسان جانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو دعوت مین تشریف لیجاتے تھے تو
یہی وجہ تھی کہ آپ کو معلوم تھا کہ دعوت کرنے والا احسان مانیگا اور ہمارے جانے کو
دارین مین اپنا فخر اور شرف سمجھیگا۔ غرض کہ دعوت کا قبول کرنا احوال کے اختلاف سے
مختلف حکم رکھتا ہی اگر کسی کو یہ گمان ہو کہ دعوت کرنے والا کھانا کھلانے کو گران جانتا ہی
اور دعوت صرف فخریہ اور تکلف کے طور پر کرتا ہی تو اُسکی دعوت کا قبول کرنا

x اگر میری دعوت کی جائے بکری کے ایک پائے کی تو مین اُسکو قبول کرون اور اگر میری طرف بکری کی ایک دستی تحفہ بھیجی جائے تو قبول کرون ۱۲

بخاری بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲
ترمذی و ابن ماجہ بروایت انس رض مگر مسکین کا ذکر اُس مین نہین ۱۲

مسنون نہین بلکہ حیلہ کر دینا بہتر ہی اور اسی لیے کسی صوفی نے ارشاد فرمایا ہی کہ دعوت
ایسے ہی آدمیون کی کھاؤ جو یہ سمجھے کہ تم اپنا رزق کھاتے ہو اور جو تمھاری امانت
اُسکے پاس تھی اُسکو تمھارے حوالے کرتا ہی اور تمھاری اس امانت کے لینے سے ممنون ہوتا
ہی - اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ مین ایسے لقمہ کا طالب ہون کہ اسمین خدا تعالیٰ
کا گناہ کوئی مجھ پر نہوا اور نہ کسی مخلوق کی منت پس جس صورت مین کہ مدعو کو معلوم ہو
کہ اس دعوت مین منت نہین تو اُسکو رد نہ کرنا چاہیے - اور ابو تراب نخشبی فرماتے ہین
کہ ایک بار میرے سامنے کھانا آیا مین نے نہ کھایا اور انکار کر دیا پھر چودہ روز مین بھوک مین
مبتلا ہوا اور جانا کہ یہ اُس کھانے سے انکار کرنے کی سزا ہی - اور حضرت معروف کرخی رح
سے کسی نے کہا کہ آپ کی دعوت جو کوئی کرتا ہی آپ چلے جاتے ہین فرمایا کہ مین مہمان
ہون جہان مجھے اُتارتے ہین وہان اُترتا ہون - دوم یہ کہ فاصلے کے دور ہونے کی
جہت سے دعوت سے انکار نہ کرے جیسے اُس صورت مین انکار نہ چاہیے کہ دعوت کرنیوالا
مفلس ہو اور وجاہت نہ رکھتا ہو بلکہ جو فاصلہ اتنا ہو کہ اُسقدر کی برداشت عادت ہو
تو پھر دوری کے عذر سے انکار نہ کرے - کہتے ہین کہ توریت مین یا کسی دوسری کتاب آسمانی
مین ہی کہ ایک کوس چل مریض کو پوچھ دو کوس چل جنازہ کے ہمراہ ہو تین کوس چل
دعوت کو منظور کر چار کوس چل ایسے بھائی کی ملاقات کر جو بھائی چارہ فی اللہ رکھتا ہو -
دعوت کے منظور کرنے اور بھائی کی ملاقات کو اسیلیے فضیلت ہوئی کہ اُسمین زندہ کے حق کا
ادا کرنا جو مردہ کے نسبت کرا دے ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری
کوئی دعوت کراع الغمیم مین کرے تو قبول کر لون - اور کراع الغمیم ایک جگہ ہی مدینہ
منورہ سے چند کوس پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان مین جب اُس جگہ پہونچے تھے
تو روزہ افطار کیا تھا اور آپ نے سفر مین اُسی جگہ نماز کا قصر فرمایا تھا - تیسرے یہ کہ روزہ دار
ہونے کی جہت سے دعوت سے انکار نہ کرے بلکہ دعوت مین جاوے اگر صاحب دعوت
کی خوشی اپنے افطار کرنے مین جانے تو افطار کرے اور مسلمان کے دل خوش کرنے
کے ارادہ سے افطار مین بھی اُسی ثواب کا خواہان ہو جو روزہ سے ہوتا - اور یہ بات
نفل روزہ مین ہی اور اگر صاحب دعوت کی دل کی خوشی ثابت نہو تو اُسکے ظاہر حال ہی کو
سچا کر دے اور افطار کرلے لیکن جس صورت مین کہ ثابت ہو کہ وہ تکلف کرتا ہی تو بہانہ

کردیوے اور افطار نہ کرے - اور ایک شخص نے جو روزہ کے عذر سے کھانے سے انکار
کیا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو ارشاد فرمایا کہ تیرے بھائی نے تیرے واسطے
محنت اٹھائی اور تو کہتا ہی کہ مین روزہ دار ہون - اور حضرت ابن عباس رض نے ارشاد
فرمایا ہی کہ اپنے ہمنشینون کی خاطر سے افطار کر لینا بہت عمدہ حسنات مین سے ہی
پس اس نیت سے افطار کرنا عبادت اور خوش خلقی ہی تو اسکا ثواب روزہ کے ثواب سے
زیادہ ہی اور جس صورت مین کہ افطار نہ کرے تو خوشبو اور انگیٹھی اور عمدہ گفتگو اسکی
ضیافت ہی اور کہتے بھی ہین کہ سرمہ اور تیل بھی دو دھوتون مین سے ایک ہی - چوتھے یہ کہ
اگر کھانا شبہہ کا ہو یا جگہ خواہ فرش حلال کا نہو یا اس مقام مین کسی طرح کی برائی یا
ہو مثلاً ریشمی فرش ہو یا چاندی کے برتن خواہ جاندارون کی تصویر چھت یا دیوارون
مین لگی ہون یا کچھ ستار بانسری وغیرہ اور لہو ولعب کی چیزین اور ڈھول تاشے یا نرلیات
اور غیبت اور چغلی اور بہتان اور جھوٹ وفریب کے سننے مین مشغول ہونا پڑے یا اور کوئی اسی
قسم کی بدعت ہو تو انکے باعث دعوت کو نہ مانے اور ایسی صورتون مین قبول دعوت مستحب نہین رہتا
بلکہ یہ امور اسکی حرمت اور کراہت کے موجب ہوتے ہین اور یہی حال ہی اگر صاحب دعوت ظالم یا
بدعتی یا فاسق یا شریر ہو یا فخر وشیخی کے طور پر دعوت بہ تکلف کرتا ہو - پانچوین یہ کہ دعوت کے قبول
کرنے سے یہ قصد نہ کرے کہ ایک وقت پیٹ بھر جاویگا ورنہ یہ عمل دنیا کے لیے ہوگا بلکہ نیت کو
قبول کرنے مین درست رکھے تاکہ آخرت کے لیے عامل ہو اور اسکی یہ صورت ہی کہ قبول دعوت مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کی پیروی کا قصد کرے کہ آپ نے فرمایا ہی کہ لَوْ دُعِيْتُ اِلٰى كُرَاعٍ لَاَجَبْتُ
اور یہ نیت کرے کہ اگر دعوت کو منظور کرونگا تو خدا تعالی کی نافرمانی سے بچونگا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ لَمْ يُجِبِ الدَّاعِيَ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور یہ نیت کرے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بموجب مَنْ اَكْرَمَ اَخَاهُ الْمُؤْمِنَ فَكَاَنَّمَا اَكْرَمَ اللّٰهَ اپنے بھائی مومن کا اکرام
کرتا ہون اور نیز یہ نیت ہو کہ بمضمون حدیث شریف مَنْ سَرَّ مُؤْمِنًا فَقَدْ سَرَّ اللّٰهَ ایک مومن
کے دل کو سرور پہونچاتا ہون - اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی نیت کرے کہ صاحب دعوت کی ملاقات
کو جاتا ہون اس نیت سے یہ فائدہ ہی کہ نیت کرنے والا ان لوگون مین سے ہوجاویگا جو باہم
محبت فی اللہ رکھتے ہین اسلیے کہ اسطرح کی محبت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالی کے واسطے
ایک دوسرے کے پاس جانا اور آپس مین ایک دوسرے پر خرچ کرنا شرط کیا ہی تو جب صاحب دعوت کے

ح ۲ [illegible]
ح ۳ [illegible]
ح ۴ [illegible]
اللہ تعالی کا اکرام کیا [illegible] بروایت [illegible] ۱۲ منہ
ح ۵ جس نے کسی مومن کو خوش کیا اسکو اللہ تعالی خوش کریگا ۱۲ منہ
ح ۶ [illegible] ابوہریرہ ۱۲

خرچ کیا تو مدعو کی طرف سے ملاقات کو جانا ہو جاویگا - اور یہ نیت کرے کہ دعوت قبول کرنے سے کوئی میری طرف سے بدگمان نہوگا اور یہ طعنہ زبان زد نہ کریگا کہ تکبر یا بد خلقی یا مسلمان کو حقیر جان کر دعوت قبول نہ کی غرض کہ دعوت کے قبول کرنے میں یہ چھ نیتیں ایسی ہیں کہ اگر ایک بھی آدمی کرلے تو قبول دعوت موجب قربت ہوگا اور اگر سب نیتیں کوئی کرے تو پھر کیسے باعث قربت نہونگی - اور سلف کے ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے ہر عمل میں ایک نیت ہو یہانتک کہ کھانے اور پینے وغیرہ میں بھی نیت ہوا کرے اور اسی جہت سے نیت کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوِامْرَاَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ اور نیت صرف مباح اور طاعت کی چیزوں میں اثر کرتی ہے ممنوع چیزوں میں تاثیر نہیں کرتی مثلاً اگر ساتھیوں کی خوشی کے لیے شراب پیوے خواہ اور کسی حرام کام مرتکب ہو اور نیت کرے کہ مسلمانوں کی خوشی کرتا ہوں تو یہ نیت مفید نہوگی اور نہ یہ کہنا درست ہوگا کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے بلکہ جہاد جو طاعت ہے اگر اس سے بھی نیت فخر کی یا مال حاصل کرنے کی کریگا تو طاعت نہ رہیگی یہی حال مباح کا ہے کہ جو چیز خیرات میں بھی مل سکتی ہو اور غیر خیرات میں بھی وہ نیت سے خیرات میں لاحق ہو جاتی ہے پس نیت کا اثر انہیں دو قسموں میں ہوتا ہے کسی تیسری قسم میں نہیں ہوتا

تیسرا بیان - دعوت کھانے کے لیے حاضر ہونے کے بیان میں - اسکے آداب یہ ہیں کہ جب مکان میں آوے تو صدر مقام میں نہ بیٹھے بلکہ فروتنی کرے - دوسرے یہ کہ بہت دیر نہ لگاوے کہ لوگ منتظر رہیں اور نہ اتنا جلد ہی جاوے کہ ابھی صاحب دعوت سامان بھی نہ کرنے پاوے اور جا موجود ہو - تیسرے یہ کہ بیٹھنے کے وقت ایسی طرح نہ بیٹھے کہ دوسروں کو تنگی ہو بلکہ اگر مالک مکان کسی جگہ بیٹھنے کا اشارہ کرے تو اسکے خلاف ہرگز نہ کرے کیونکہ بعض اوقات صاحب مکان اپنے دل میں ہر ایک شخص کی جگہ تجویز کر لیتا ہے تو اسکے خلاف کرنے میں اسکی ترتیب ٹوٹ جاویگی اور تردد ہوگا اور اگر بعض حاضرین اسکی تعظیم کے لیے کوئی اونچی جگہ بتاویں تو اسوقت تواضع کرنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِنَّ مِنَ التَّوَاضُعِ لِلّٰہِ الرِّضَاءَ بِالدُّوْنِ مِنَ الْمَجْلِسِ چوتھے یہ کہ جس کوٹھری میں عورتیں ہوں اور بے پردہ پڑی ہوں اوسکے دروازہ کے سامنے

نہ بیٹھے۔ پانچوین یہ کہ جس جگہ کھانا اترتا ہو وہان بہت نہ تاکے کہ یہ دلیل حرص اور بے صبری کی ہی۔ چھٹے یہ کہ جب بیٹھے تو جو شخص پاس ہو اُس سے سلام علیک اور پرسش احوال کرے۔ اور جب مہمان میزبان کے یہان آوے تو میزبان کو چاہیے کہ اُسکو قبلہ کی سمت اور پاخانہ اور وضو کی جگہ بتا دے حضرت امام مالک رض نے حضرت امام شافعی رح کے ساتھ ایسا ہی کیا تھا اور حضرت امام مالک رح نے کھانے سے پیشتر ہاتھ دھونے مین لوگون سے پہلے خود دھوئے اور فرمایا کہ کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے اول مالک مکان کو چاہین اسلیے کہ وہ لوگون کو اپنے کرم کی طرف بلاتا ہی تو مناسب یہ ہی کہ ہاتھ پہلے دھووے اور کھانے کے بعد سب سے پیچھے ہاتھ دھووے کہ شاید اگر کوئی کھانے والا رہ گیا ہو اور وہ آجاوے تو اُسکے ساتھ کھاوے۔ ساتوین یہ کہ جب دعوت کی جگہ پہونچکر کوئی بُری بات دیکھے تو اگر اُسکے دور کرنے پر قادر ہو تو دور کردے ورنہ زبانی اُسکی بُرائی بیان کرکے لوٹ جاوے اور بُری باتین یہ ہین کہ فرش ریشمی کا ہونا یا چاندی سونے کے برتنون کا استعمال یا تصویرون کا دیوارون پر ہونا یا باجے گاجے ستار وغیرہ کا سننا یا عورتون کا منہ کھلے وہان موجود ہونا یا اور کوئی حرام چیز کا پایا جانا۔ یہان تک کہ امام احمد رح نے فرمایا ہی کہ جب سرمہ دانی ایسی دیکھے جسکے سر پر چاندی لگی ہو تو نکل جانا چاہیے اور اُس مجلس مین بیٹھنے کی اجازت نہین دی صحن مین بیٹھنے کو فرمایا اور جب کوئی شخص باریک پردہ مچھردون کے بچاؤ کا دیکھے تب بھی یہی کہا ہی کہ وہان سے چلا آوے کہ بےفائدہ کا تکلف ہی نہ اُس سے گرمی جاوے نہ سردی نہ کوئی شی اِسکے سبب سے چھپ سکے اور اسی طرح جب گھر کی دیوارون کو ریشمی کپڑے سے کعبہ کی طرح مڑھا ہوا دیکھے وہان بھی نہ بیٹھنا چاہیے۔ اور یہ بھی اُنکا قول ہی کہ جب کوئی شخص ایک مکان کرایہ لے جس مین تصویر ہو یا حمام مین جاوے اور اُسمین تصویر پاوے تو چاہیے کہ اُس تصویر کو اگر قدرت ہو تو دور کردے اور اگر قابو نہو تو اُسمین سے نکل آوے اور جتنی باتین آپ نے فرمائی ہین سب درست ہین لیکن پردہ مسہری کا دیکھنا اور دیوارون پر ریشمی کپڑے زینت کے لیے لگانے داخل حرمت نہین کیونکہ حریر کا پہننا مردون کو حرام ہی جیساکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی هٰذَانِ حَرَامٌ عَلٰى ذُكُوْرِ اُمَّتِىْ حِلٌّ لِاِنَاثِهَا[ح] اور جو دیوارون پر کپڑے ہین وہ مردون کی طرف منسوب نہین اور اگر بالفرض دیوارون کی

ح یہ دونون چیزین میری امت کے مردون پر حرام ہین اور عورتون کے لیے حلال ہین روایت کی اس کو ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ نے بروایت علی مرتضی رضی اللہ عنہ اور اسمین ابو افلح ہمدانی مجہول ہے ۱۲

ریشمی کپڑا اوڑھانا حرام ہوتا تو کعبہ شریفہ کی زینت بھی حرام ہوتی بلکہ بہتر یہ ہی کہ اسطرح کی زینت
مباح مین داخل رہے کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ خصوصاً ایسی
صورت مین کہ اس فعل سے زینت مقصود ہو اور فخر کے لیے عادت نہ ٹھہرالی ہو گو یہ بات سچ ہی
ہو کہ لوگون کو اسکے دیکھنے سے نفع ہوگا اسلیے کہ مردون کو حریر کی طرف دیکھنا حرام
نہین جس صورت مین کہ لونڈیان اور عورتین اُسکو پہنے ہوئے ہون تو دیوارون پر پڑا ہوا
دیکھنا بھی ایسا ہی ہی کہ اُن مین بھی مردیت کا وصف نہین

چوتھا بیان - کھانا لانے کے آداب مین اور وہ پانچ ہین **اول** کھانا جلد پیش کرنا کہ
اس مین مہمان کی تعظیم ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین ؎ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ اور جس صورت مین کہ اکثر لوگ آگئے ہون اور ایک
یا دو وقت مقرری پر نہ آئے ہون تو حاضرین کی خاطر سے جلد کھانا پیش کرنا اس سے
بہتر ہی کہ غیر حاضرین کی خاطر سے کھانا کھلانے مین دیر کی جاوے ہان جس صورت مین
کہ غیر حاضر فقیر ہو یا پیچھے رہ جانے مین اُسکی دل شکنی متصور ہو تو اُسکا انتظار کرنے مین
کچھ مضائقہ نہین اور اللہ تعالی کے اس قول مین ؎ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ
الْمُكْرَمِيْنَ ایک معنی یہ بھی کئے مین کہ اُنکی تعظیم یہ کی گئی تھی کہ کھانا اُنکو جلد کھلایا گیا تھا چنانچہ دوسری
آیت اسپر دلیل ہو کہ ارشاد فرمایا فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ اور ایک جا فرمایا فَرَاغَ
اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ اور روغان کے معنی جلد جانے کے ہین اور بعض کہتے ہین
کہ خفیہ جانے کے معنی ہین اور کہتے ہین کہ حضرت ابراہیم ایک ران گوشت کی لائے تھے اور
اُسکا نام عجل اسلیے رکھا کہ عجلت کے ساتھ لائے اور دیر نہ کی - حاتم اصم رح فرماتے ہین
کہ جلدی کرنا بجز پانچ باتون کے شیطان کی طرف سے ہی اور ان پانچ امور مین سنت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی یعنی مہمان کو کھانا کھلانا اور مردہ کو تجہیز و تکفین کرنا اور کنواری
عورت کو بیاہ دینا اور قرض ادا کرنا اور گناہ سے توبہ کرنا - اور ولیمہ مین بھی جلدی کرنا
مستحب ہی اور کہتے ہین کہ اول روز کا ولیمہ سنت ہی اور دوسرے روز کا معروف
یعنی سلوک کے طور پر ہی اور تیسرے روز کا نمود ہی - **دوم** کھانون کو ترتیب وار
پیش کرنا یعنی اگر فواکہ ہو تو اول اُسکو پیش کرے اسلیے کہ طب کے رو سے یہ ہی مناسب ہی
کیونکہ فواکہ جلد ہضم ہوتا ہی اسلیے معدہ مین سب سے نیچے اُسکا ہونا اچھا ہی اور

قرآن مجید مین بھی تنبیہ ہو کہ فاکہہ کو اول پیش کرنا چاہیے چنانچہ ارشاد ہو وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ
پھر فرمایا وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ پھر بعد فاکہہ کے پیش کرنا گوشت اور ثرید کا افضل
اور ثرید اُس کھانے کو کہتے ہین کہ شوربا مین روٹی توڑ دی جاوے اور یہ کھانا عرب مین
افضل ہوتا ہو چنانچہ حدیث شریف مین ارشاد ہو کہ حضرت عائشہ کو اور عورتون پر ایسا
فضل ہو جیسا ثرید کو اور کھانون پر ہو اور اگر کھانے کے بعد کچھ شیرینی بھی ہو تو سب
عمدہ چیزین جمع ہو گئین - اور گوشت سے اکرام کے ہونے پر یہ آیت دلالت کرتی ہو جو
ابراہیم علیہ السلام کے مہمانون کی شان مین ہو فَمَا لَبِثَ أَن جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيذٍ اور
حنیذ اُس گوشت کو کہتے ہین کہ خوب پکا ہو اس سے معلوم ہوا کہ پیشتر گوشت لانے مین
بھی اکرام کی صورت ہو اور عمدہ چیزون کے باب مین ارشاد فرمایا وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ
اسمین من کے معنی شہد کے ہین اور سلوی اس سے مقصود گوشت ہو اور گوشت کو سلوی
اسلیے فرمایا کہ اُسکے ہونے ہونے اور سالنون سے تسلی ہو جاتی ہو اور دوسری کوئی
چیز اُسکے قائم مقام نہین اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ
سَيِّدُ الْإِدَامِ اللَّحْمُ یعنی گوشت سالنون کا سردار ہو پھر من وسلوی کے ذکر کے بعد
خدا تعالی نے ارشاد فرمایا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُم اس سے معلوم ہوا کہ شیرینی
اور گوشت دونون عمدہ غذاؤن مین سے ہین - ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ
طیب چیزون کا کھانا رضاء الہی کا موجب ہوتا ہو اور یہ طیب چیزین ٹھنڈا پانی پینے اور
ہاتھ دھونے کے وقت گنگنا پانی ہاتھون پر ڈالنے سے پوری ہو جاتی ہین - مامون نے
کہا ہو کہ برف کا بجھا پانی شکر کو خالص کر دیتا ہو یعنی یہ نعمت شکر خالص چاہتی ہو -
اور بعض ادبا کا قول ہو کہ جس صورت مین تم نے اپنے بھائیون کی دعوت کی اور انکو
بادام کا حلوا اور بورانی کھلا کے اور ٹھنڈا پانی پلایا تو دعوت کامل کی - اور کسی شخص نے
ضیافت مین بہت سے روپیہ لگائے ہین ایک حکیم نے کہا کہ تم کو اس خرچ کرنے کی ضرورت
نہ تھی بشرطیکہ روٹی عمدہ اور پانی ٹھنڈا اور سرکہ چاشنی دار تمھارے پاس موجود ہوتا اسلیے
کہ یہی چیزین ضیافت کو کافی تھین - اور بعض حکما کا یہ قول ہو کہ کھانے کے بعد شیرینی کا
ہونا بہت قسم کے کھانے تیار کرنے سے بہتر ہو اور دستر خوان پر سب کو کھانا ہو جانا
اس سے بہتر ہے کہ کئی قسم کا کھانا ہو اور کسی کے سامنے کچھ ہو اور کسی کے سامنے کچھ

اور سلوی ۱۲
ح - ابن حبان بروایت ابن سمعان و ابن ماجہ بروایت ابی درداء رض بسند ضعیف ۱۲
ف کھاؤ ستھری چیزین جو ہم نے تم کو دی ہین ۱۲

اور کہتے ہیں کہ جس دستر خوان پر بقولات ہوتے ہیں اسپر فرشتے آتے ہیں اس سے معلوم ہوا
کہ انکا رکھنا بھی دستر خوان پر مستحب ہی اور اسمین سبز چیزون سے ایک طرح کی زینت بھی ہی
اور حدیث مین ہی کہ جو دستر خوان بنی اسرائیل پر آترا تھا اسمین گندنا کے سوا سب بقولات
تھے اور ایک مچھلی تھی کہ جسکے سر کے پاس سرکہ اور دم کے پاس نمک تھا اور سات روٹیان
تھین اور ہر ایک روٹی پر روغن زیتون اور دانہ انار رکھا تھا تو اگر یہ سب چیزین ضیافت مین
جمع کی جاوین تو اس دستر خوان کے مطابق ہونے کے اعتبار سے بہتر ہونگی - سوم -
یہ کہ کھانون کے اقسام مین سے جو زیادہ لطیف ہو اسکو پہلے پیش کر دے تاکہ جسکو منظور ہو
وہ اسی کو بھر پور کھالیوے اسکے بعد اور کھانون کو بہت نہ کھاوے اور عادت اہل رفاہیت
کی یون ہی کہ اول کثیف تر غذا پیش کرتے ہین تاکہ اسکے بعد لطیف سامنے آوے تو
رگ شہوت جنبش کرے اور یہ امر سنت کے خلاف ہی کیونکہ بہت کھانا کھانا ایک حیلہ ہی
اور پہلے لوگون کا طریق یہ تھا کہ کھانے کے سب اقسام کو ایک ہی دفعہ لار کھتے تھے اور پیالے
رکابیان کھانون کی دستر خوان پر چن دیتے تھے تاکہ ہر شخص جس چیز کی رغبت رکھتا ہو اسمین
سے کھاوے اور اگر صاحب خانہ کے یہان ایک قسم کے سوا دوسرا کھانا نہوتا تھا تو اسکو ذکر
کر دیتا تھا تاکہ لوگ اسی کو شکم سیر ہو کر کھالین اس سے بہتر کا انتظار نہ کرین - اور بعض
اہل مروت کا حال منقول ہی کہ وہ ایک پرچہ پر جتنے اقسام کھانے کے لانے منظور ہوتے
لکھ کر اول مہمانون کے سامنے پیش کر دیا کرتے تھے - اور ایک شیخ فرماتے ہین کہ میرے سامنے
شام کے بعض مشائخ نے ایک کھانا پیش کیا مین نے کہا ہمارے یہان عراق مین یہ کھانا
سب کے بعد پیش ہوتا ہی اسنے کہا کہ ہمارے یہان بھی شام مین یہی دستور ہی اور اس
کھانے کے سوا دوسری قسم اسنے تیار نہ کرائی تھی مجکو اس سے نہایت شرمندگی ہوئی
اور کسی دوسرے کا قول ہی کہ ہم چند لوگ ایک ضیافت مین تھے صاحب خانہ نے بکرے
کے سر بھنے ہوئے اور شوربا دار ہمارے سامنے لار کھے ہم نے انکو اس انتظار مین کہ اور
کوئی کھانا یا گوشت آویگا نہ کھایا آخر کو صاحب خانہ نے ہمارے سامنے طشت لار کھا اور
کچھ پیش نہ کیا تب ہم ایک دوسرے کے منہ دیکھنے لگے ایک صاحب جو ظریف تھے انہون نے
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو قدرت ہی کہ بدوان بدنون کے سر پیدا کر دیوے راوی کہتا ہی کہ اس رات
ہم بھوکے رہے اور سحر تک روٹی کے طالب - اسی لحاظ سے مستحب ہی کہ سب اقسام

پیش کر دے یا جو اپنے پاس ہو اُسکی اطلاع کر دے تاکہ مہمان انتظار نہ کرین - چہارم
یہ کہ جب تک کھانے کے اقسام سے اچھی طرح نہ کھا لیوین اور ہاتھ نہ کھینچ لین تب تک
اُنکو اُٹھانا نہ چاہیے کیونکہ شاید بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ جو قسم سب سے بعد آئی ہوگی وہ پیشتر
کے اقسام کی نسبت کر اُنکو زیادہ مرغوب ہوگی یا ابھی شکم سیر نہ ہوئے ہونگے تو برتن
اُٹھانے سے اُنکا حرج ہوگا اور دسترخوان پر ممکن کہ جو دو رنگ کے کھانون سے بہت
کہتے ہین اُسکے یہی معنی ہین کہ برتن جلد نہ اُٹھائے جاوین اور یا یہ معنی ہین کہ جگہ فراخ
ہو - سنوری جو ظریف صوفی تھے اُنکے حال مین لکھا ہے کہ کسی دنیادار کے یہان ضیافت
کھانے گئے ایک بکرا بھنا ہوا اُنکے سامنے آیا اور یہ شخص بخیل تھا لوگون نے جو اُس
بکرے کو چیر پھاڑ بکا بوٹی کیا تو وہ گھبرایا اور غلام سے کہا کہ یہ بکرا لڑکون کے لیے اٹھا لیجا
غلام نے اُسکو اُٹھا اندر جانے کا قصد کیا سنوری اُسکے پیچھے دوڑے کسی نے اُنسے
کہا کہ کہان جاتے ہو کہا کہ لڑکون کے ساتھ کھاؤنگا تب تو صاحب خانہ شرمایا اور اُس
بکرے کو واپس منگایا اور اسی ادب کے متعلق یہ ہے کہ ضیافت کرنے والا لوگون سے
پیشتر اپنا ہاتھ نہ کھینچے کہ وہ حیا کرینگے بلکہ یون چاہیے کہ سب کے بعد خود موقوف کرے -
بعض اہل سخاوت کا دستور تھا کہ لوگون سے سب کھانون کے اقسام ذکر کر دیتے اور اُنکو
کھانے دیتے جب لوگ قریب شکم سیری کے ہوتے تو خود دو زانو ہو کر کھانے پر بسم اللہ کہہ کر ہاتھ
بڑھاتے اور کہتے کہ میرا ساتھ دو خدا تم مین اور تم پر برکت کرے اور اگلے لوگ اُنکی اس عادت
کو اچھا جانتے تھے - پنجم یہ کہ کھانے کی مقدار اتنی ہو کہ کھانے والون کو کافی ہو جاوے
اسلیے کہ مقدار کفایت سے کم کرنے مین تو مروت مین بٹا لگیگا اور اُس سے زیادہ کرنے مین
بناوٹ اور نمود ہے خصوصاً ایسی صورت مین کہ دل پر گوارا نہو کہ سب کھا جاوین ہان اگر بہت کھانا
اسطرح رکھے کہ اگر سب کھا جاوین تو بھی خوش ہو اور اگر چھوڑ دین تو اُنکے اولش کو باعث برکت جانے
تو کچھ مضائقہ نہین کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ اس کھانے پر حساب نہین ہوتا - حضرت ابراہیم
بن ادہم نے اپنے دسترخوان پر بہت سا کھانا حاضر کیا اُنکو سفیان ثوری رح نے کہا کہ
اے ابو اسحق تم کو خوف نہین کہ یہ کثرت فضول خرچی نہو جاوے اُنھون نے فرمایا کہ
کھانے مین فضول خرچی نہین ہے غرض کہ اگر کثرت اس نیت سے ہو تو بیشک تکلف ہے
حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ ہم کو منع کیا گیا ہے اس سے کہ ایسے شخص کی دعوت

ل ح ا اسکی سنداول ادری

قبول کرین جو اپنے کھانے سے فخر کرتا ہو اور صحابہ رضہ مین سے بہت سے لوگون نے بابات سے کر
کھانے کو مکروہ جانا ہے اور قدر کیفیت پیش کرنے ہی کی وجہ سے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سامنے سے بچا ہوا کھانا نہین اٹھایا گیا اسواسطے کہ اصحاب رضہ مقدار حاجت سے
زائد پیش نہ کرتے تھے اور خوب پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے اس صورت مین مقدار کفایت بہت
تھوڑی ہی ہوتی تھی اور نوبت بچ رہنے کی نہ آتی تھی - اور چاہیے کہ اول گھر والون کا حصہ
علیحدہ کر دے ایسا نہو کہ انکو مہمانون کے پاس سے کچھ بچنے کا انتظار ہو اور جس صورت
مین کہ شاید نہ بچے تو وہ دل تنگ ہون اور مہمانون کو صلواتہ سنائین تو انکو ایسا کھانا کھلانا
کیا ضرور ہے جس سے اور لوگ برا مانین یہ امر انکے حق مین خیانت ہے - اور کھانا اگر کچھ بچ رہے
تو مہمان کو اسکو لینا نہ چاہیے اور یہ وہ کھانا ہے جسکو صوفی زلہ کہتے ہین ہان جس صورت
مین کہ صاحب خانہ تطییب خاطر اس امر کی اجازت دے دے یا حال کے قرینہ سے
اسکا خوش ہونا معلوم ہو تو لینے کا مضائقہ نہین لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ میزبان برا مانیگا
تو اس صورت مین لینا نہ چاہیے اور اسکی رضامندی کی صورت مین بھی عدل و انصاف
کی رعایت رفیقون کے ساتھ ملحوظ چاہیے یعنی ہر ایک شخص وہی کھانا لیوے جو اپنے سامنے
بچا ہو یا اپنے ساتھی کے سامنے کا بشرطیکہ وہ بخوشی خاطر اسکے لینے پر راضی ہو اور حیا
کے سبب سے راضی نہو گیا ہو -

پانچوان بیان - لوٹنے کے آداب مین اور وہ تین ہین - اول یہ کہ مہمان کے ساتھ
مکان کے دروازہ تک نکلے کہ یہ امر مسنون ہے اور مہمان کی تعظیم اس سے ہوتی ہے اور اسکی
تعظیم کا حکم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ تعالی اور آخرت کے
دن پر یقین رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی تعظیم کرے - اور فرمایا کہ مہمان کی پاسداری یہ ہے
کہ گھر کے دروازہ تک اسکی ہمراہی کی جاوے - حضرت ابو قتادہ رضہ فرماتے ہین
کہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے قاصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے
آپ خود بہ نفس نفیس انکی خدمت کو اٹھے اصحاب رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم ہم انکی خدمت بجا لاوینگے آپ تکلیف نہ فرماوین آپ نے فرمایا کہ ایسا
نہین ہو سکتا انہون نے میرے اصحاب کی تعظیم کی تھی مین چاہتا ہون کہ انکی مکافات
کرون - اور پوری تعظیم یہ ہے کہ کشادہ پیشانی رہنا اور آنے اور جانے کے اوقات مین

ح۱ بخاری و م بروایت ابو ہریرہ
ح۲ بیہقی و ابن ماجہ بروایت ابو ہریرہ ضعیف

اور دسترخوان پر اچھی طرح انسے کلام کرنا چاہیے اوزاعی رح سے کسی نے کہا کہ مہمان کی تعظیم کیا ہی فرمایا کہ کشادہ رو اور عمدہ گفتگو سے پیش آنا۔ اور یزید بن ابی زیاد کہتے ہین کہ ہم جب کبھی عبدالرحمن بن ابی لیلی کے پاس آئے تو انھون نے ہم سے گفتگو بھی اچھی ہی کی اور کھانا بھی اچھا ہی کھلایا۔ دوم۔ یہ ہی کہ مہمان کو چاہیے کہ میزبان کے پاس سے خوشدل جاوے اگرچہ اسکی خاطرداری مین کوتاہی ہوئی ہو اسلیئے کہ یہ امر خوش خلقی اور تواضع مین سے ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آدمی اپنی خوش خلقی سے روزہ دار شب بیدار کا مرتبہ حاصل کرلیتا ہی۔ پہلے زمانہ کے اکابرین سے کسی کے پاس ایک شخص نے آدمی بھیجا کہ کھانا کھانے کو بلا لاوے وہ بزرگ گھر پر نہ ملے جب انھون نے سنا کہ فلان شخص نے بلوایا تھا تو اسکے یہان گئے اس وقت لوگ کھانا کھا کر چلے گئے تھے صاحب مکان انکے پاس آیا اور کہا کہ اب تو لوگ کھا کر چلے گئے پوچھا کہ کچھ بچا ہی اسنے کہا کہ نہین کہا کہ ایک آدھ ٹکڑا روٹی کا ہو تو لے آؤ اسنے کہا کہ کوئی نہین کہا کہ ہانڈی لے آؤ کہ اسی کو پونچھ لون اسنے کہا کہ وہ مین نے دھو ڈالی پس شکر خدا کہتے ہوے وہان سے اپنے مکان کو چلے آئے لوگون نے انسے کہا کہ یہ کیا بات ہی کہ تم کو کچھ کھلایا بھی نہین اور تم اس شخص سے راضی اور خوش ہو فرمایا کہ اسنے بہر حال اچھا کیا کہ ایک نیت صاف سے ہم کو بلایا اور ویسی ہی صاف نیت سے ہم کو جواب دے دیا پس تواضع اور خوش خلقی اسی کا نام ہی اور کہتے ہین کہ استاد ابوالقاسم جنید کو چار بار ایک لڑکا بلا لیگیا کہ میرا باپ تمھین کھانا کھلانے کو بلاتا ہی اور چارون دفعہ مین اسکے باپ نے انکو جواب صاف دیا مگر وہ ہر دفعہ بلانے پر چلے آتے تھے کہ اس لڑکے کا بھی دل خوش ہو جاوے کہ میرا کہنا مانا اور اسکا باپ بھی راضی رہے کہ اسکے جواب دے دینے سے چلے گئے یہ نفوس قدسیہ ہین کہ اللہ تعالی کے لیے تواضع کرنے مین دب گئے ہین اور توحید سے اطمینان انکو حاصل ہی اور ہر ایک رد و قبول مین بجز اپنے خالق کے اور کی طرف نظر نہین کرتے نہ کسی کے ذلیل سمجھنے سے شکستہ دل ہون اور نہ کسی کی تعظیم سے خوشدل بلکہ ہر ایک بات کو واحد قہار کی طرف سے سمجھتے ہین اور اسی وجہ سے کسی بزرگ نے کہا ہی کہ مین دعوت کو اسلیے منظور کرتا ہون کہ اسکے سبب سے مجکو جنت کا کھانا یاد ہوتا ہی یعنی وہ کھانا بھی ایسا ہی عمدہ ہوگا کہ ہم کو اسمین کچھ محنت و مشقت نہ ہوگی اور نہ اسکا حساب ہم سے لیا جاویگا

سوم ۔ یہ کہ بدون رضا اور اجازت میزبان کے اُسکے یہان سے نہ آوے ٹھہرنے کی مقدار مین اُسکے دل کی رعایت رکھے اور جب مہمان ہوکر فروکش ہو تو تین دن سے زیادہ نہ بڑھاوے کہ عجب نہین کہ میزبان اُکتا جاوے اور چلے جانے کے نہ کہنے کی ضرورت پڑے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اَلضِّيَافَةُ ثَلٰثَةُ اَيَّامٍ فَمَا زَادَ فَصَدَقَةٌ ہان اگر صاحب خانہ خالص دل سے ٹھہرنے کا اصرار کرے تو ٹھہرنا جائز ہی اور صاحب خانہ کے پاس ایک بچھونا مہمان کے لیے رہنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ایک بچھونا خود مرد کے لیے ہی اور ایک عورت کے لیے اور ایک مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے

خاتمہ ۔ طبی اور شرعی آداب و مناہی متفرقہ کے بیان مین ۔ اور وہ نو ہین ۔ اول یہ ہی کہ ابراہیم نخعی رح سے منقول ہی کہ فرمایا بازار مین کھانا کمینگی ہی اور اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہی اور اسکی سند غریب ہی اور اسکے خلاف پر ایک روایت حضرت ابن عمر رض سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین چلتے پھرتے کھا لیا کرتے تھے ۔ اور بعض شخصون نے کسی معروف صوفی کو بازار مین کھاتے دیکھا اور اُنسے اسکی وجہ پوچھی اُنھون نے کہا کہ کیا خوب مجکو بھوک لگی بازار مین اور کھانا کھاؤن گھر پر سائل نے کہا کہ تو آپ مسجد مین چلے جاتے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہی کہ خدا تعالی کے گھر مین کھانے کے واسطے جاؤن ۔ اور ان دونون باتون کے مطابق کرنے کی صورت یہ ہی کہ بازار مین کھانا بعض لوگون کے اعتبار سے تواضع اور بے تکلفی ہی اس صورت مین بازار مین کھا لینا اچھا ہی اور بعض اشخاص کے لحاظ سے بے غیرتی ہی اُنکے حق مین مکروہ ہی پس یہ امر شہرون کی عادتون اور لوگون کی حالتون کے اختلاف سے مختلف طور پر ہوگا یعنی اگر کسی شخص کے سب اعمال ایسے ہونگے تو بازار مین کھانا اُسکے حق مین بے غیرتی اور زیادتی حرص پر دال ہوگا اور گواہی مقبول ہونے کا مانع متصور ہوگا اور جس شخص کے سب اعمال اسی کے مناسب ہونگے اور ہر حال مین بے تکلفی ٹپکتی ہوگی اُسکا بازار مین کھانا تواضع شمار کیا جاویگا دوم ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہی کہ جو شخص صبح کا کھانا نمک سے شروع کرے اللہ تعالی ستر قسم کی بلا اُسپر سے ٹال دیتا ہی اور جو کوئی ایک روز مین سات

رح سلمان بن داؤد الاحوص ماذاد ابو داؤد مسند ح م بسند ثابت جابر ۱۲ ح عراقی ح ابیت ابو امامہ بسند ضعیف ۱۲ ح ترمذی ابن ماجہ ۱۲

چھوہ کبھو مین کھاوے تو اُسکے پیٹ کے کیڑون کو ہلاڈالیگی اور جو کوئی ہر روز اکیس سرخ کشمش کھالیوے وہ اپنے بدن مین ایسی چیز نہ دیکھیگا جو اُسکو بُری معلوم ہو اور گوشت کھانا گوشت زیادہ کرتا ہی اور ثرید عرب کی غذا ہی اور حلوے کھانے سے پیٹ بڑھتا ہی اور خصیے لٹک جاتے ہین اور گاے کا گوشت مرض ہی اور اُسکا دودھ شفا ہی اور اُسکا گھی دوا ہی اور چربی اپنے برابر روگ بدن سے باہر کر دیتی ہی اور نفاس والی عورت کو خرما تر سے بہتر کسی چیز سے شفا نہین ہوتی اور مچھلی سے جسم گھل جاتا ہی اور قرآن مجید کی تلاوت اور مسواک کرنا بلغم دور کرتی ہین اور جو شخص بقا یعنی دیر پائی چاہے حالانکہ بقا ہو نہین سکتی اُسکو چاہیے کہ صبح کا کھانا سویرے کھاوے اور شام کو کم کھاوے اور جوتا پہنے اور آدمیون کے حق مین گھی سے بہتر کوئی علاج نہین اور عورتون سے اختلاط کم کرے اور جتنی چادر دیکھے اتنے پاؤن پھیلاوے یعنی قرض اپنے ذمہ نہ کرے سوم حجاج نے کسی طبیب سے کہا کہ مجھے ایسی بات بتاؤ کہ اُسکو عمل مین لاؤن اور اُس سے عدول یا تجاوز نہ کرون اُسنے کہا کہ عورتون مین سے جوان کے سوا کسی سے شادی مت کرنا اور گوشت سواے جوان حیوان کے مت کھانا اور پکی چیز جب تک خوب نہ پک لے مت کھانا اور بدون مرض کے دوا مت پینا اور میوہ مین سے خوب پکا ہوا کھانا اور جو غذا کھاوے اُسکو اچھی طرح چبانا اور غذا وہ کھانا جسکو دل چاہتا ہو اور اُسپر پانی مت پینا اور پانی جب پی چکو تو پھر کچھ مت کھانا اور بول و براز کو مت روکنا اور جب دن کی غذا کھانا تو سو رہنا اور رات کی غذا کے بعد سونے سے پیشتر چہل قدمی کرنا گو سو قدم ہی چلو اور عرب والے بھی یہی مضمون کہتے ہین تَغَدَّ تَمَدَّ تَعَشَّ تَمَشَّ یعنی دن کی غذا کھا کر لیٹی تانو اور رات کا کھانا کھاؤ تو چلو پھرو۔ اور کہتے ہین کہ پیشاب کا بند رکھنا بدن مین خرابی پیدا کرتا ہی جیسے چلتی نہر کو روک دو تو اُسکے گرد کی چیزین خراب ہو جاتی ہین۔ چہارم کہتے ہین کہ رگون کا تانتا مرض لاتا ہی اور رات کو نہ کھانا بوڑھا کرتا ہی اور عرب والون کا قول ہی کہ صبح کا کھانا چھوڑ دینا سُرین کی چربی دور کر دیتا ہی اور کسی حکیم نے اپنے لڑکے سے کہا کہ جب تک اپنی عقل ساتھ نہ لے لو تب تک گھر سے مت نکلنا یعنی بدون کچھ کھاے صبح کو مت نکلو اور اسکو عقل اسلیے کہا کہ عقل کھانے ہی سے ٹھکانے رہتی ہی اور اُسی سے طیش دور ہوتا ہی اور ایک یہ فائدہ ہی کہ شکم سیری پر بازار کی چیزون پر

نیت کم ہوسکتی ہی۔ اور ایک حکیم نے کسی موٹے آدمی کو کہا کہ تیری ڈاڑھون کی کارگاہ کا بنا ہوا
کپڑا تیرے بدن پر معلوم ہوتا ہی کیسی یہ صورت ہوئی اُسنے کہا کہ مین گیہون کا میدا
اور حلوان کا گوشت کھاتا ہون اور بنفشہ کا تیل ملتا ہون اور ریشمی کپڑا پہنتا ہون۔ پنجم
یہ کہ پرہیز تندرست کو ایسا مضر ہی جیسے بدپرہیزی بیمار کو۔ اور بعضون کا قول ہی کہ جو پرہیز
کرتا ہی اُسکو بیماری کا یقین اور تندرستی کا شک ہی اور صحت کے حال مین ایسا حال ہونا
اچھا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صہیب رومی رضؓ کو دیکھا کہ خرما کھاتے تھے اور
اُنکی ایک آنکھ پر آشوب تھی فرمایا کہ تمھاری آنکھ دکھتی ہی اور خرما کھاتے ہو عرض کیا کہ
یا رسول اللہ مین دوسری ڈاڑھ کی طرف سے کھاتا ہون آپ یہ سُنکر ہنس پڑے
ششم۔ یہ کہ میت والون کے لیے کھانا بھیجنا مستحب ہی چنانچہ جب خبر مرگ حضرت جعفر
بن ابی طالب کی آئی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جعفر کے کنبے والے میت
کے شغل مین کھانا نہ تیار کر سکینگے اُنکے پاس کچھ کھانے کو بھیج دو اسی لیے یہ امر مسنون ہی
اور جب اس قسم کا کھانا مجمع مین آوے تو اُسکو کھا لینا جائز ہی لیکن اگر نوحہ کرنے والیون
اور واویلا کرنے پر مدد کرنے والیون کے لیے ہو تو اُسمین سے کھانا نہ چاہیے ہفتم ظالم
شخص کے کھانے کو کھانے نہ جاوے اور اگر کوئی زبردستی کرے تو تھوڑا کھا رہے اور جو
کھانا بہت عمدہ ہو اُسپر ہاتھ نہ ڈالے کسی مزکی نے ایسے شخص کی گواہی نہ قبول کی جسنے
ظالم بادشاہ کی دعوت کھائی تھی اُسنے کہا کہ مین دعوت کھانے مین مجبور تھا مزکی نے کہا
کہ مین دیکھتا تھا کہ تو عمدہ ہی کھانے کی طرف جھکتا تھا اور بڑے بڑے لقمے کھاتا تھا
اُسمین تو کسی کا جبر تجھپر نہ تھا اور کہتے ہین کہ بادشاہ مذکور نے اس مزکی کو بھی جبراً کھانے کو
کہا تھا مگر اُسنے جواب دیا کہ اگر مین کھانا کھاؤنگا تو گواہون کا تزکیہ نہ کرونگا اور اگر تزکیہ کرونگا
تو کھانا نہ کھاؤنگا اور چونکہ اُسکے تزکیہ کے بدون بہت حرج تھا اسلیے اُسکا عذر بادشاہ نے مان لیا
اور کہتے ہین کہ ذوالنون مصری رح قید ہو گئے چند روز قید خانہ مین کھانا نہ کھایا اُنکی ایک
دینی بہن تھی اُسنے اپنا سوت کات کر داروغہ محبس کے ہاتھ کھانا پکا کر بھیجا اُنھون نے
اُسکو بھی نہ کھایا رہائی کے بعد اُس عورت نے اُن سے شکایت کی فرمایا کہ کھانا حلال تھا مگر ظالم کے
برتن اور ہاتھ مین آیا تھا اسلیے مین نے نہ کھایا یعنی داروغہ محبس کی معرفت اگر نہ آتا تو کھاتا
اور یہ نہایت درجہ کا تقوی ہی ہشتم۔ فتح موصلی کے حال مین لکھتے ہین کہ وہ بشر حافی کے

لہ - ابن ماجہ بروایت صہیب رضؓ
ع - ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ بروایت عبداللہ بن جعفر رضؓ ۱۲

یہان بطور ملاقات تشریف لائے بشر نے کچھ درہم نکال کر احمد جلاء اپنے خادم کو دیے اور فرمایا
کہ انکا عمدہ کہانا اور اچھا سالن لے آؤ احمد کہتے ہین کہ مین نے بہت ستھری روٹی مول لی
اور پھر اپنے دل مین کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کے سوا اور کسی چیز کے لیے
نہین فرمایا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ اسی نظر سے کچھ دودھ اور کچھ عمدہ چھوہارے مول
لیے اور ان سب کو لا کر فتح موصلی رح کے سامنے رکھ دیے انھون نے کھانا کھایا اور باقی
اپنے ساتھ لیگئے بشر حافی رح نے ہم کو فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مین نے عمدہ کھانا مول لینے کو
کس لیے کہا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ اچھا کھانا موجب شکر خالص کرنے کا ہوا کرتا ہی اور تم کو
یہ معلوم ہی کہ فتح رح نے مجھسے کیون نہ کہا کہ کھاؤ اسکا یہ سبب ہی کہ مہمان کے لیے ضرور
نہین کہ میزبان کو کہے کہ آؤ کھاؤ اور تم جانتے ہو کہ باقی بچا ہوا کھانا ساتھ کیون لیگئے اسکی وجہ
یہ تھی کہ جب توکل صحیح ہوتا ہی تو توشہ لینا ضرر نہین کرتا ان افعال سے یہ مسائل گویا
تم کو تعلیم کیے۔ اور ابو علی رودباری رح نے ایک شخص کا حال نقل کیا ہی کہ انھون نے ضیافت
کی اور اسمین ہزار چراغ جلائے کسی نے انپر اعتراض کیا کہ تمنے اسراف کیا انھون نے
کہا کہ اندر جا کر جو چراغ مین نے خدا کے لیے روشن نہ کیا ہو اسکو گل کردو وہ شخص اندر گیا
اور بہت کوشش کی مگر کوئی چراغ گل نہوا آخر کو قائل ہوگیا۔ اور ابو علی رودباری نے
بہت سے پلے شکر کے لیے اور حلوائیون سے کہکر شکر کی دیوار مع کنگرون اور محرابون کے
تیار کرائی اور اسمین کھمبے منقش لگوائے کہ سب شکر کے تھے پھر صوفیون کو بلا کر انسے
اسکے کھانے کو کہا سب نے اسکو گرا کر لوٹ لیا نہم۔ یہ کہ کھانا امام شافعی رض کے قول
کے بموجب چار طرح پر ہی اول ایک انگلی سے کھانا اور یہ موجب خدا تعالی کی خفگی کا ہی
دوم دو انگلیون سے کھانا داخل تکبر ہی سوم تین انگلیون سے کھانا یہ طریقہ مسنون ہی
چوتھے چار یا پانچون انگلیون سے کھانا یہ شدت حرص پر دال ہی۔ اور چار چیزین بدن
کی مقوی ہین گوشت کھانا اور خوشبو سونگھنا اور بدون صحبت کے بہت نہانا اور کتان کا
پہننا۔ اور چار چیزین بدن کو سست کرتی ہین بہت صحبت کرنا اور بہت رنج کرنا اور نہار منھ
اکثر پانی پینا اور کثرت سے ترشی کا کھانا۔ اور چار چیزین بینائی کو قوت دیتی ہین قبلہ رخ بیٹھنا
اور سونے کے وقت سرمہ لگانا اور سبزہ کو دیکھنا اور لباس صاف رکھنا۔ اور چار چیزین بینائی کو
سست کرتی ہین نجاست کا دیکھنا اور سولی دیے ہوئے کو دیکھنا اور عورت کی شرمگاہ کو

دیکھنا اور قبلہ کو پیٹھ کرکے بیٹھنا - اور چار چیزین مقوی باہ ہین چڑیون کا کھانا اور اطریفل اکبر کا کھانا اور پستہ کا کھانا اور ترہ تیزک کا کھانا - اور سونا چار طرح پر ہی چت لیٹنا انبیا کا سونا ہی کہ آسمان وزمین کی پیدائیش مین فکر کرتے ہین اور دہنی کروٹ پر علما اور عابد سوتے ہین اور بائین کروٹ پر بادشاہ سوتے ہین کہ کھانا ہضم ہو اور منھ کے بل سونا شیطانون کا ہی اور چار چیزین عقل بڑھاتی ہین کلام لغو کو منھ سے نہ نکالنا اور مسواک کرنی اور علما کے پاس بیٹھنا اور صلحا کی ہمنشینی کرنی - اور چار چیزین داخل عبادت ہین وضو کرکے پینا اور کثرت سجدہ کرنا اور مسجدون مین بیٹھا رہنا اور اکثر قران مجید پڑھنا - اور یہ بھی امام شافعی رح کا قول ہی کہ مجھکو تعجب ہی کہ جو شخص نہار منھ حمام مین نہاوے اور نکلنے کے بعد کھانا دیر کرکے کھاوے وہ مرتا کیون نہین اور مجھکو تعجب ہی کہ جو پچھنے لگواوے اور اسی وقت جلدی سے کھالیوے وہ کیون نہین مرتا - اور فرمایا کہ وبا مین کوئی چیز اس سے زیادہ مفید مین نے نہین دیکھی کہ بنفشہ کا تیل ملنے اور پینے مین مستعمل ہووے واللہ اعلم و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ اولاً و اخراً

دوسرا باب آداب نکاح کے بیان مین

رباعی - سنت ہی نکاح اور ہی دین پہ معین
قرآن مین وانکحوا الایامی کو دیکھ
اس امر کا منکر جو ہو وہ ہی بد دین
کر دل پہ حدیث سنتی نقش نگین

واضح ہو کہ نکاح دین پر مددگار اور شیطانون کا ذلیل کنندہ اور انکے مکرون سے بچنے کو ایک مضبوط حصار ہی اور باعث امت کے بہت ہونے کا ہی جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور نبیون پر فخر کرینگے اس لحاظ سے اسکے اسباب کی جستجو اور سنتون کی یادداشت اور آداب کی گفتگو نہایت زیبا ہی اور ہم اسکے مقاصد اور اقسام اور ضروری احکام کو تین فصلون مین بیان کرتے ہین

فصل اول - نکاح کی ترغیب اور اعراض کے ذکر مین - واضح ہو کہ نکاح کی فضیلت مین علما نے اختلاف کیا ہی بعضون نے اسکی فضیلت یہان تک بیان کی ہی کہ کہا ہی کہ نکاح کرنا عبادت الٰہی کے لیے تنہائی اختیار کرنے سے بہتر ہی اور بعضے فضیلت کے مقر ہین مگر عبادت الٰہی کے واسطے تنہائی کو اس سے بڑھ کر سمجھتے ہین بشرطیکہ نفس مین اتنا جوش نہو جس سے حال پریشان ہو اور صحبت کا خواہان اور کچھ لوگون نے یہ کہا ہی

کہ اس ہمارے زمانہ مین نکاح کا نہ کرنا ہی بہتر ہی اور اس مین فضیلت اگلے وقتون مین تھی کہ کمائیون کے طریقے حرام اور ممنوع نہ تھے اور عورتون کی عادتین بری نہ تھین۔ یہ قول علما کے ہین اور امر واقع اور صحیح جب ہی معلوم ہوگا کہ اول اخبار اور آثار نکاح کی ترغیب اور اعراض کے باب مین بیان کیے جاوین پھر نکاح کے فوائد اور آفات کی شرح کرین تاکہ اُسکے بعد جس شخص کے حق مین کہ اُسکی آفتون سے محفوظ ہو اُسکی فضیلت ظاہر ہو اور جو ایسا نہو اُسکے حق مین اُسکا نہ کرنا مناسب ٹھہرے اسلیے اس فصل کو ہم چار بیانون مین منحصر کرتے ہین

بیان اول۔ نکاح کی ترغیب کے ذکر مین۔ آیتین اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ یہ بصیغہ امر ارشاد ہوا ہی جو مفید وجوب ہی اور فرمایا فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ اَنْ یَّنْکِحْنَ اَزْوَاجَھُنَّ اسمین روک اور باز رکھنے سے ممانعت اور نہی فرمائی اور رسولون کی مدح وثنا مین ارشاد فرمایا وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّۃً اس امر کو سنت جتانے کے اور فضل ظاہر کرنے کے مقام مین بیان فرمایا۔ اور اپنے اولیا کی مدح یہی فرمائی کہ ہم سے اولاد کی درخواست کرتے ہین چنانچہ فرمایا وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا ھَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا اور کہتے ہین کہ خدا تعالی نے اپنی کتاب مجید مین انھین انبیا کا ذکر فرمایا ہی جو بال بچے والے ہین ہان دو پیغمبر حضرت یحیی اور حضرت عیسی علیہ السلام اس سے مستثنی ہوے جاتے ہین تو اُنکے لیے یہ کہا ہی کہ حضرت یحیی نے شادی کی تھی اور اتفاق صحبت نہین ہوا اور شادی کا کرنا صرف فضیلت نکاح کے حاصل کرنے اور طریق نکاح کے قائم رکھنے کے لیے تھا اور بعض کہتے ہین کہ آنکھین نیچی رکھنے کے لیے کی تھی اور حضرت عیسی علیہ السلام کا حال یہ ہی کہ وہ جب زمین پر تشریف لاوینگے اُسوقت نکاح کرینگے اور اولاد بھی ہوگی۔ اور اخبار اسکی فضیلت مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلنِّکَاحُ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَقَدْ رَغِبَ عَنِّیْ۔ اور فرمایا اَلنِّکَاحُ سُنَّتِیْ فَمَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ اور فرمایا تَنَاکَحُوْا تَکْثُرُوْا فَاِنِّیْ اُبَاھِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ حَتّٰی بِالسِّقْطِ اور فرمایا وَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَاِنَّ مِنْ سُنَّتِی النِّکَاحَ فَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ اور فرمایا کہ جو کوئی مفلسی کے خوف سے نکاح کو ترک کرے وہ ہم مین سے نہین ہی۔ اس حدیث مین نکاح سے رکنے کی وجہ کی برائی ارشاد فرمائی

اصل نکاح کے ترک کی مذمت نہین فرمائی اور فرمایا کہ جو شخص قدرت رکھتا ہو اُسکو چاہیے کہ نکاح کرے - اور فرمایا مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَا فَلْيَصُمْ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ نکاح کی ترغیب کی وجہ آنکھ اور شرمگاہ کے خراب ہونے کا خوف ہو اور وجاء لغت مین نر کے خصیے ملنے کو کہتے ہین کہ اُسکا نر ہونا جاتا رہے اور یہان روزہ کے باعث قوت جماع کے کم ہو جانے سے غرض ہو اور فرمایا کہ جب کوئی تمھارے پاس ایسا شخص آوے جسکی دیانت و امانت سے تم خوش ہو تو اُسکا نکاح کر دو اور اگر ایسا نہ کروگے تو زمین مین فتنہ اور بڑا فساد ہوگا - اسمین بھی ترغیب کی علت فساد کے خوف کو بیان فرمایا - اور فرمایا کہ جو شخص خدا کے واسطے اپنا نکاح کرے یا دوسرے کا نکاح کر دے وہ اللہ تعالی کی ولایت کا مستحق ہوتا ہو - اور فرمایا کہ جو شخص نکاح کرے وہ اپنا آدھا دین لے چکا اب چاہیے کہ دوسرے آدھے مین خدا تعالی سے ڈرے - اسمین بھی اسی کی طرف اشارہ ہو کہ نکاح کی فضیلت مخالفت سے بچنے اور فساد سے علحدہ رہنے کے باعث ہو اسلیے کہ آدمی کے دین کو فساد کرنے والی چیزین اکثر شرمگاہ اور پیٹ ہی ہوتی ہین اور شادی کرنے سے ایک کی آفت سے بچ جاتا ہو اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک عمل منقطع ہو جاتا ہو مگر تین چیزین باقی رہتی ہین ایک نیک بخت لڑکا جو اُسکے لیے دعا مانگے آخر حدیث تک اور ظاہر ہو کہ لڑکے کے ہونے کا ذریعہ بجز نکاح کے اور کچھ نہین - اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت عمر فاروق رضہ فرماتے ہین کہ نکاح سے صرف دو چیزین روکتی ہین یا عاجز ہونا یا بدکار ہونا اسمین آپ نے بیان فرمادیا کہ دینداری مانع نکاح نہین اور اُسکے مانع کو دو بری باتون مین منحصر کر دیا اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ عابد کی عبادت پوری نہین ہوتی جب تک کہ شادی نہ کر لے اس سے غرض یہ بھی ہوتی ہو کہ نکاح عبادت کا تتمہ ہو مگر ظاہرا یہ معلوم ہوتا ہو کہ آپ کی غرض اس سے یہ ہو کہ غلبہ شہوت کے باعث سے دل کی سلامتی بدون نکاح کے متصور نہین اور عبادت بدون فراغ دل کے نہین ہوسکتی اور اسی وجہ سے اپنے غلامون حضرت عکرمہ اور کریب وغیرہما کو بالغ ہونے کے بعد آپ نے اکٹھا کیا اور فرمایا کہ اگر تم نکاح کرنا چاہتے ہو تو مین تمھارا نکاح کر دون کیونکہ بندہ جب زنا کرتا ہو تو ایمان اُسکے دل مین سے نکال لیا جاتا ہو - اور حضرت ابن مسعود رضہ فرمایا کرتے کہ اگر بالفرض میری عمر مین سے صرف

ع ۔ متفق علیہ بروایت ابن مسعود ۔ ع ۔ جو شخص کہ طاقت رکھتا ہو تم مین سے شہوت کی اُسکو چاہیے کہ نکاح کرے کیونکہ اس سے آنکھ زیادہ بچتی ہو اور شرمگاہ زیادہ محفوظ رہتی ہو اور جو نہ کر سکے اُسکو روزہ رکھنا چاہیے کہ روزہ اسکا خصی ہونا ہو ۔ ع ۔ ترمذی بروایت ابی حاتم المزنی ۔ ع ۔ احمد بروایت معاذ بن انس ۔ ع ۔ ابن الجوزی ۔ ع ۔ مسلم بروایت ابی ہریرہ

دو سرے روز رہ گئے ہون تو مجھے یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ نکاح کر لون تاکہ خداے تعالی کے
سامنے مجرد نہ جاؤن اور حضرت معاذ بن جبل رضہ کی دو بیبیان وبا ر طاعون مین مرگئی تھین اور
خود بھی مرض وبائی مین مبتلا تھے مگر فرمایا کہ میرا نکاح کردو کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالی
سے مجرد ملون ان دونون اثرون سے معلوم ہوتا ہی کہ ان دونون صاحبون کے نزدیک شہوت
کے رفع سے بچنے کے سوا نفس نکاح مین فضیلت تھی۔ اور حضرت عمر فاروق رضہ نکاح
بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین صرف اولاد کے لیے نکاح کرتا ہون اور ایک
صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے اور رات کو بھی آپ کے پاس ہی
رہتے کہ شاید کوئی ضرورت ہو آپ نے انکو فرمایا کہ تم شادی نہین کر لیتے انھون نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایک تو مین مفلس ہون کچھ مایہ نہین رکھتا دوسرے آپ کی خدمت
سے علیحدہ ہوجاؤنگا آپ نے سکوت فرمایا پھر آنسے دوبارہ اسی طرح ارشاد فرمایا اور
انھون نے وہی جواب عرض کیا پھر انھون نے اپنے دل مین سوچا کہ بخدا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم میرے فائدہ کو مجھسے زیادہ سمجھتے ہین جو بات میرے لیے دین و دنیا مین
مناسب ہی اور اللہ تعالی سے قریب کریگی اسکو زیادہ جانتے ہین اگر تیسری بار مجھے ارشاد
فرماوینگے تو مین نکاح کرونگا آپ نے انکو تیسری بار ارشاد فرمایا کہ تم نکاح نہین کر لیتے
انھون نے عرض کیا کہ آپ میرا نکاح کرادیجیے فرمایا کہ فلان قبیلہ مین جاؤ اور کہو کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم فرماتے ہین کہ تم اپنی لڑکی سے میرا نکاح کردو انھون نے عرض
کیا کہ حضور میرے پاس کچھ نہین آپ نے اصحاب رضہ سے فرمایا کہ اپنے بھائی کے لیے
ایک گٹھلی کے برابر سونا جمع کردو لوگون نے جمع کردیا اور آن صحابی کو آن لوگون کے
پاس لیگئے انھون نے انکا نکاح کردیا لوگون نے آنسے ولیمہ کو کہا اوسا ایک بکری ولیمہ
کے لیے سب نے ملکر آنکو دے دی اس حدیث مین مکرر آپ کا ارشاد فرمانا اسی بات پر
دلالت کرتا ہی کہ نفس نکاح مین فضیلت ہی اور یہ بھی ہوسکتا ہی کہ آپ نے آنکے اندر
کوئی بات نکاح کے حاجت کی معلوم فرمائی ہو۔ اور کہتے ہین کہ پہلی امتون مین سے ایک
عابد عبادت مین اپنے اقران وہم عصرون پر فائق تھا آسکا ذکر اس وقت کے پیغمبر
کے سامنے ہوا آنھون نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص خوب تھا بشرطیکہ ایک سنت کو
نہ چھوڑتا عابد نے جو پیغمبر کا ارشاد سنا رنجیدہ ہوا اور پیغمبر کی خدمت مین حاضر ہو کر پوچھا

کہ مین کونسی سنت کا تارک ہون آنھون نے فرمایا کہ تو نکاح کا تارک ہی عابد نے عرض کیا کہ مین نے اسکو اپنے اوپر حرام نہین کیا ہی مگر مین مفلس ہون اور اپنا خرچ لوگون پر رکھتا ہون اس وجہ سے کوئی اپنی لڑکی مجھے نہین دیتا پیغمبر نے فرمایا کہ تجکو مین اپنی لڑکی دیتا ہون چنانچہ آسکے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔ اور بشر بن حارث رح نے فرمایا کہ تین باتون مین احمد بن حنبل مجھپر فضیلت رکھتے ہین اول یہ کہ حلال روزی اپنے لیے اور غیر کے لیے تلاش کرتے ہین اور مین فقط اپنے ہی لیے طالب ہون دوسرے یہ کہ انکو نکاح کی گنجایش ہی مجکو اس امر مین تنگی ہی تیسرے یہ کہ وہ عوام کے لیے امام ہین اور کہتے ہین کہ امام احمد رح کی بی بی یعنی عبد اللہ کی ماں کا جس روز انتقال ہوا تھا تو آپ نے آسکے دوسرے روز نکاح کر لیا اور فرمایا کہ مجھے برا معلوم ہوتا ہی کہ رات کو مجرد رہون اور بشر رح کا حال یہ ہی کہ لوگون نے جب آنسے کہا کہ آدمی آپ پر اعتراض کرتے ہین کہ آپ سنت نکاح کے تارک ہین تو آپ نے فرمایا کہ معترضون سے کہدو کہ مین فرض کے باعث سنت سے رکا ہوا ہون اور دوبارہ آنسے جو کسی نے نکاح پر اعتراض کیا تو فرمایا کہ مجھے تو نکاح سے صرف یہ آیت روکتی ہی وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ یہ امر امام احمد رح کے سامنے ذکر کیا گیا آپ نے فرمایا کہ بشر جیسا آدمی ہو تو لے وہ ایک بھالے کی نوک پر بیٹھا ہوا ہی اور باوجود اسکے یہ بھی مروی ہی کہ بشر رح کو مرنے کے بعد کسی نے خواب مین دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالی نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا فرمایا کہ جنت مین میرے مراتب بلند ہوئے اور انبیا کے مقامات تک مجکو جھکا دیے مگر نکاح والون کے درجہ کو نہین پہونچا۔ اور ایک روایت یہ ہی کہ بشر رح نے یہ جواب دیا کہ مجکو یہ ارشاد ہوا کہ ہم کو یہ پسند نہ تھا کہ تو ہمارے سامنے مجرد آویگا راوی کہتا ہی کہ مین نے بشر رح سے پوچھا کہ ابو نصر تمار کا کیا حال ہی فرمایا کہ مجھسے سو درجے زیادہ انکو دیے گئے مین نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ دنیا مین تو ہم آپ کو انسے زیادہ دیکھتے تھے فرمایا کہ اسکی وجہ یہ ہوئی کہ انھون نے اپنی لڑکیون اور عیال پر صبر کیا تھا۔ اور سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ بیبیون کی کثرت دنیا مین سے نہین اسلیے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اصحاب رض کی نسبت کر زیادہ زاہد تھے حالانکہ آپ کی چار بیبیان اور نو حرم تھین ۔ حاصل یہ کہ نکاح ایک پہلی سنت اور انبیا کی عادتون مین سے ایک عادت ہی۔ اور ایک شخص نے حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کہا

ف اور عورتون کا بھی حق ہی جیسا ان پر مردون کا

آکہ خوش حال ہو تم لوگ کہ تجرد کے باعث سے تم عبادت ہی کے لیے ہو رہے ہو آپ نے فرمایا
کہ تمھارے عیال کے ہوتے ہوئے ایک طلب میری سب حالتون سے بہتر ہی اسنے
کہا کہ پھر کون چیز آپ کو نکاح سے مانع ہی فرمایا کہ مجھکو عورت کی حاجت نہین اور نہ یہ منظور ہی
کہ کسی عورت کو اپنی طرف منسوب کرون اور کہتے ہین کہ نکاح والے کی فضیلت مجرد پر ایسی ہی
جیسے جہاد کرنے والے کو نہ جانے والے پر ہی اور بی بی والے کی ایک رکعت مجرد کی

ستر رکعتون سے بہتر ہی

دوسرا بیان - نکاح سے اعراض کرنے کی وجھون کے ذکر مین - آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین کہ دوسو برس کے بعد لوگون مین سے بہتر وہ ہوگا جو مایہ اور عیال
کم رکھتا ہو اور اسکے نہ بی بی ہو نہ بچہ - اور فرمایا لوگون پر ایک ایسا زمانہ آویگا کہ آدمی کی تباہی
اسکی بی بی اور ماباپ اور اولاد کے ہاتھ ہوگی وہ اسکو مفلسی کا ننگ ولاوینگے اور اسکو ایسی
بات کی تکلیف دینگے جسپر اسکا قابو نہو اسی وجہ سے وہ ایسی راہون مین گھسیگا جنمین
اسکا دین جاتا رہے اور اسلیے تباہ ہوگا - اور حدیث مین ہی کہ عیال کا کم ہونا بھی دو توانگریون
مین سے ایک ہی اور کنبہ کا زیادہ ہونا دو مفلسیون مین سے ایک ہی - اور ابو سلیمان
دارانی رح سے جو کسی نے نکاح کا حال پوچھا تو فرمایا کہ عورتون سے صبر کرنا اس سے
بہتر ہی کہ انکی حرکات پر صبر کیا جاوے اور انکی حرکات پر صبر کرنا آگ پر صبر کرنے سے
بہتر ہی اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ تنہا آدمی کو عمل کا مزہ اور دل کا فراغ اس قدر حاصل
ہوتا ہی کہ بی بی والے کو نہین ہوتا - اور یہ بھی وہی فرماتے ہین کہ ہم نے اپنے یارون مین سے
کسی کو ایسا نہین پایا کہ نکاح کرنے کے بعد اپنے پہلے مرتبہ پر ثابت رہا ہو اور یہ بھی
فرمایا ہی کہ تین باتین ایسی ہین کہ جس نے انکو تلاش کیا اسنے دنیا کی طرف میل کیا
اول یہ کہ معاش کا طالب ہوا دوم کسی عورت سے نکاح کیا سوم یہ کہ حدیث کو لکھا - اور
حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالی کسی بندہ سے بہتری کیا چاہتا ہی تو اسکو
مال اور زن و فرزند مین مشغول نہین کرتا اور ابن ابی الحواری کہتے ہین کہ ایک جماعت نے
اس قول مین مناظرہ کیا آخر کو انکی رائے اسپر ٹھہری نہ اسکے یہ معنی نہین کہ مال اہل آدمی
بالکل نہ رکھتا ہو بلکہ یہ مراد ہی کہ ہو وین تو سہی مگر اسکو اللہ تعالی سے روک نہ دین اور
یہی بات ابو سلیمان دارانی رح کے اس قول مین پائی جاتی ہی کہ جو چیز تجکو اللہ تعالی سے

ح ابو یعلی از حذیفہ از حدیث ضعیف
حدیث ضعیف
ح ۲م
خطابی ... ابن مسعود بسند ضعیف
ح ابو منصور دیلمی در مسند فردوس ... بسند ضعیف

روک دے خواہ مال ہو یا زن و فرزند وہ تجھپر منحوس ہی۔ حاصل یہ کہ نکاح سے اعراض نے کیا جو کسی نے اکابر سلف سے فرمایا ہی تو مطلق نہین فرمایا بلکہ ایک شرط کے ساتھ فرمایا ہی اور نکاح کی ترغیب مطلق بھی مذکور ہی اور شرط کے ساتھ بھی ہی اسلیے ہم کو ضرور ہوا کہ نکاح کی آفتون اور فوائد کا حصر کر کے اسکی تشریح اچھی طرح کرین

تیسرا بیان۔ نکاح کے فوائد کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ نکاح کے فائدے مجملاً پانچ ہین اولاً اولاد کا ہونا دوم شہوت کا توڑنا سوم گھر کا انتظام کرنا چہارم اپنے جتھے کا زیادہ ہونا پنجم عورتون کے ساتھ رہنے مین نفس پر مجاہدہ کرنا اب انکو مفصل سننا چاہیے کہ فائدہ اول یعنی اولاد کا ہونا یہ سب مین اصل ہی اور نکاح اسی کے لیے موضوع ہوا ہی اور نسل کا باقی رکھنا اس سے مقصود ہی کہ جنس انسان سے عالم خالی نہ جاوے اور شہوت جو مرد و عورت مین رکھ دی گئی ہی یہ ایک لطیف تدبیر اولاد کے ہونے کی ہی جیسے جانور کو جال کے اندر پھنسانے کے واسطے دانہ پھیلا دیا جاتا ہی کہ اسکی چاہ مین جال مین آجاوے اسی طرح خواہش جماع مرد و عورت کو ذریعہ حصول اولاد کر دیا گیا ہی قدرت ازلی آدمیون کو بدون ان بکھیڑون کے بھی ابتداءً اپیدا کر سکتی تھی مگر حکمت الٰہی اسی بات کی مقتضی ہوئی کہ مسببات کا وجود اس بات پر منحصر کیا جاوے گو اسکی حاجت اسکو نہ تھی مگر اپنی قدرت کے ظاہر کرنے اور عجائب صنعت کے پورا کرنے اور جس طور پر پہلے مشیت ہو چکی ہی اور حکم ہو گیا ہی اور قلم لکھ چکا ہی اس طرح پر موجود کرنے کو ایسا ہی سامان اسکے لیے فرمایا اور جس صورت مین کہ شہوت کے شبہات سے امن ہو تو نکاح کا ذریعہ ولد ہونا چار طرح سے موجب ثواب ہی جو ترغیب کے باب مین اصل ہین حتی کہ اکابر نے انھین کے باعث پسند نہین کیا کہ خدا تعالی کے سامنے مجرد جائیے اول یہ کہ اولاد ہونے مین سعی کرنے سے باعتبار بقاء جنس انسانی اللہ تعالی کی مرضی کی موافقت ہوتی ہی دوسرے یہ کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پائی جاتی ہی کہ جنکی کثرت سے آپ فخر فرماوینگے انکی کثرت مین سعی کی جاوے تیسرے یہ کہ بعد اپنے مرنے کے نیک بخت لڑکے کی دعا کی توقع ہی چوتھے یہ کہ لڑکا اگر صغر سنی مین مر جاویگا تو اسکے سفارشی ہونے کی توقع ہی ان چارون وجھون مین سے وجہ اول سب سے باریک اور عوام کی سمجھ سے دور تر ہی حالانکہ جو لوگ اللہ تعالی کی عجیب مصنوعات اور مجاری احکامات مین بصیرت رکھتے ہین انکے نزدیک

ح [illegible]

سب سے زیادہ درست اور قوی اول ہی وجہ ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ اگر کوئی آقا اپنے غلام کو
بیج اور کھیتی کے اوزار سپرد کرے اور اسکے لیے زمین کھیتی کے لیے تیار کر دے اور غلام
زکو کھیتی پر قادر ہو اور آقا اسپر ایک گماشتہ معین کر دے کہ اسکو کھیتی کے لیے تقاضا کرتا رہے
تو اس صورت مین اگر غلام سستی کرے اور کھیتی کا سامان بیکار رہنے دے اور بیج کو ضائع
ہونے دے یہان تک کہ خراب ہو جاوے اور گماشتہ کو اپنے اوپر سے کسی بہانہ سے
ٹال دے تو ظاہر ہے کہ یہ غلام مستوجب آقا کی خفگی اور عتاب کا ہوگا اب دیکھنا چاہیے کہ
اللہ تعالیٰ نے آدمی کو جوڑا بنایا اور مرد کے لیے آلۂ تناسل اور خصیے خاص کیے اور نطفہ کو
پشت کی ہڈی مین پیدا کرکے انثیین مین اسکے رگ و پے تیار کیے اور عورت کے رحم کو
نطفہ کے ٹھہرنے اور رکھنے کی جگہ ٹھہرایا اور مرد و عورت دونون پر شہوت کو مسلط کیا تو
سب افعال اور سامان بزبان فصیح خالق کی مراد پر شہادت دیتے ہین اور عقل والون کو بتاتے ہین
کہ ہم کو اس غرض سے بنایا گیا ہے اور یہ بھی اس صورت مین ہے کہ خداوند کریم نے اپنے
رسول مقبول کی زبانی اپنے مقصود کو ارشاد نہ فرمایا ہو اور جس صورت مین کہ آپ کی
زبان مبارک سے اپنا مقصود بھی ظاہر کر دیا ہو جیسا کہ آپ نے ارشاد فرمایا تناکحوا تناسلوا
تب تو جو شخص کہ نکاح سے رکیگا وہ کھیتی سے روگردان اور بیج کا تلف کرنے والا اور اللہ تعالیٰ
سامان کو بیکار رکھنے والا ہوگا اور فطرت کے مقصود اور اس حکمت کے خلاف کریگا جو خلق کے
مشاہدہ سے سمجھ مین آتی ہے اور ان اعضا پر خط تقدیر سے لکھی ہوئی ہے جسمین نقوش
اور حروف اور آواز کو دخل نہین اسکو وہی پڑھتا ہے جسکی بصیرت خداداد حکمت ازلی کے
دقائق کے سمجھنے مین چلتی ہو اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے اولاد کے قتل کرنے اور زندہ
درگور کرنے مین سخت ممانعت فرمائی اسلیے کہ یہ صورت بھی وجود کے پورا ہونے کی مانع ہے
اور اسی کی طرف اشارہ ہے کسی کے اس قول مین کہ صحبت مین انزال کے وقت آلۂ تناسل کو
بخوف حمل رہ جانے کے باہر نکالنا بھی ایک قسم کا زندہ درگور کرنا ہے۔ حاصل یہ کہ نکاح کرنے والا
اس چیز کے کامل کرنے مین کوشش کرتا ہے جسکا پورا ہونا خدا تعالیٰ کو محبوب ہے اور نکاح سے
اعراض کرنے والا اس چیز کو ضائع اور بیکار کرتا ہے جسکا تلف کرنا اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے
اور یہی وجہ کہ خدا تعالیٰ کو جانون کا باقی رکھنا محبوب ہے کھانا کھلانے کو حکم
فرمایا اور اسپر ترغیب دی اور اسکو قرض دینے سے تعبیر فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا اب اگر یہ کہو کہ تمھارے اس کہنے سے
کہ نسل اور جان کا باقی رکھنا خدا تعالی کو محبوب ہی یہ شبہہ ہوتا ہی کہ انکا فنا ہونا خدا تعالی
کو برا معلوم ہوتا ہو اور اس سے یہ لازم آتا ہی کہ خدا تعالی کے ارادہ کے لحاظ سے موت اور
حیات مین کچھ فرق ہو حالانکہ یہ صاف ظاہر ہی کہ سب چیزین خدا تعالی کی خواہش سے ہین
اور خدا تعالی عالم کے لوگون سے غنی ہی اُسکے نزدیک اُنکی موت اور حیات اور بقا
اور فنا مین کچھ فرق نہین ہو سکتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ تقریر تو ظاہرا ٹھیک ہی مگر اسکی
مراد باطل ہی اسلیے کہ جو کچھ ہم نے کہا ہی وہ اسکے منافی نہین کہ دنیا کی سب چیزین یعنی خیر و شر
اور نفع اور ضرر خدا تعالی کے ارادہ سے منسوب ہون بلکہ محبت اور کراہت آپس مین ایک دوسرے
کی ضد ہین نہین کہ ارادہ کی ضد ہون کیونکہ بعض اوقات ارادہ کی چیز مکروہ ہوتی ہی اور
بعض مرتبہ محبوب ہوتی ہی مثلاً معاصی مکروہ ہین مگر باوجود اسکے ارادہ سے ہوتے ہین
اور طاعات بھی ارادہ سے ہوتی ہین لیکن اسکے ساتھ ہی محبوب اور پسند ہین اور کفر اور شرک
کو ہم پسند اور محبوب نہین کہتے بلکہ یہ کہتے ہین کہ ارادہ سے ہوتے ہین اور انکے ناپسند
ہونے کو خود خدا تعالی فرماتا ہی وَلَا یَرْضٰی لِعِبَادِہِ الْکُفْرَ پس کیسے ہو سکتا ہی کہ
محبت اور کراہت کے لحاظ سے فنا اور بقا خدا تعالی کے نزدیک ایک سی ہون تو وہ حدیث
قدسی مین فرماتا ہی کہ مجھکو کسی چیز مین اتنا تردد نہین ہوتا جتنا اپنے بندہ فرمانبردار کی جان
قبض کرنے مین ہوتا ہی کہ وہ موت کو برا جانتا ہی اور مجھکو اسکی برائی ناپسند ہی اور موت اسکو ضروری
پس موت کا ضروری ہونا جو ارشاد فرمایا اس سے اشارۃً معلوم ہوتا ہی کہ ارادہ اور تقدیر
پہلے گذر چکے ہین جنکو اس آیت مین ذکر فرمایا ہی نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ اور اس
قول مین خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ اور نَحْنُ قَدَّرْنَا بَیْنَکُمُ الْمَوْتَ مین اور اس قول
مین کہ مجکو اسکی برائی ناپسند ہی کچھ منافات نہین مگر امر حق واضح کرنے کے لیے ارادہ اور
محبت اور کراہت کے معنون کو تحقیق کرنا اور انکی حقیقتون کا بیان کرنا درکار ہی اسلیے
کہ ان الفاظ سے ذہنون مین یہی متبادر ہوتا ہی کہ خدا تعالی کا ارادہ اور محبوب جاننا اور ناپسند
کرنا خلق کے ارادہ اور محبوب جاننے اور ناپسند کرنے کے مشابہ ہی حالانکہ یہ بات نہین اسلیے
کہ خدا تعالی کی صفات اور مخلوق کی صفات مین ایسا ہی فرق ہی جیسا اسکی ذات اور
مخلوق کی ذات مین ہی اور جسطرح کہ مخلوق کی ذاتین جوہر اور عرض ہوتی ہین اور

اللہ تعالی کی ذات جوہر اور عرض ہونے سے منزہ ہے اور جو چیز کہ جوہر و عرض نہو وہ مشابہ ان دونون کے بھی نہین ہو سکتی اسی طرح خدا تعالی کی صفات بھی مشابہ خلق کی صفات کے نہین اور چونکہ یہ حقائق علم مکاشفہ مین داخل ہین اور انھین کی آڑ مین تقدیر کا راز ہے جسکے ظاہر کرنے کی ممانعت ہے اسی لیے ہم اس مضمون سے عنان قلم کو روکتے ہین اور جو کچھ نکاح کرنے پر جرأت کرنے اور اُس سے رکنے مین فرق ہم نے بتایا ہے اُسی قدر پر اکتفا کرتے ہین یعنی نکاح سے رُکنے والا اپنی اُس نسل کو کھوتا ہے جسکو اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے نسلاً بعد نسل اُس شخص تک موجود رکھا تھا اور اپنے آپ سے وہ تدبیر کرتا ہے کہ مرنے کے بعد اُسکی اولاد اُسکی قائم مقام نہو۔ اور اگر بالغرض نکاح کے باعث شہوت کا ٹالنا ہی ہوتا تو حضرت معاذ رضہ وبا مین مبتلا ہوکر یہ نہ فرماتے کہ میرا نکاح کردو کہ اللہ تعالی کے سامنے مجرد نہ جاؤن اور اگر یہ پوچھو کہ حضرت معاذ رضہ کو اُسوقت مین توقع اولاد کی نہ تھی پھر نکاح کی خواہش کی کیا وجہ تھی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاد صحبت سے ہوتی ہے اور صحبت کا باعث شہوت ہے اور یہ امر بندہ کے اختیار مین داخل نہین بندہ کے اختیار مین صرف اسی قدر ہے کہ جو چیز محرک شہوت ہو اُسکو موجود کرے اور یہ ہر حال مین ہو سکتا ہے پس جو شخص عقد کریگا تو جو بات اُسکے ذمہ تھی وہ اُسکو ادا کر چکا اور باقی باتین اُسکے قبضۂ اختیار سے خارج ہین اور اسی وجہ سے نامرد کو بھی نکاح کرنا مستحب ہے اسلیے کہ شہوت کے اُبھار پوشیدہ ہین اُنپر اطلاع نہین ہوتی یہان تک کہ خصیہ مالیدہ شخص کے حق مین بھی نکاح کا مستحب ہونا منقطع نہین گو اُسکو توقع اولاد کی نہین جسطرح کہ افعال حج مین گنجہ کے لیے سر پر استرہ پھروانا مستحب ہے گو سر پر بال نہون مگر غیرون کی پیروی اور سلف صالح کی اقتدا اس باب مین اُسکو مستحب ہے یا جسطرح آج کل حج مین طواف کے وقت تین پھیرون مین چادر کو بغل کے نیچے سے نکال کر بائین شانہ پر ڈالنا اور اکڑ کر دوڑ کر چلنا مستحب ہے حالانکہ شروع مین یہ اعمال اس غرض سے تھے کہ کافرون کی نظرون مین اہل اسلام کی شجاعت اور بہادری ظاہر ہو مگر جن لوگون نے داد شجاعت دی تھی اُنکا یہ فعل پچھلے لوگون کے حق مین مستحب ہوگیا۔ اور اگر ان دونون شخصون کو اس لحاظ سے دیکھا جاوے کہ صحبت پر قادر نہین تو استحباب نکاح مین ضعف آجاتا ہے اور یہ استحباب اس اعتبار سے اور بھی ضعیف ہے کہ اُنکے نکاح سے ایک شی بیکار ہوئی جاتی ہے اور اُس سے

جو مطلب نکلتا وہ تلف ہوتا ہی اور اُسکی حاجت بھی نہین پوری ہوتی اور اسمین ایک طرح کا خطرہ ہی تو یہ وجہ ایسی ہی کہ جو لوگ شہوت کے ضعیف ہونے کی جہت سے نکاح نہین کرتے اور شدت سے انکار کرتے ہین اُنکے عذر پر آگاہ کرتی ہی۔ وجہ دوم نکاح کے ذریعہ اولاد ہونے کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور رضا مین کوشش کرنا ہی کہ جس چیز سے آپ مباہات فرماوینگے اُسکی کثرت نکاح ہی سے ہی کیونکہ آپ نے اس امر کی تصریح فرما دی ہی اور اولاد کے لحاظ رکھنے پر بہمہ وجوہ مجملاً یہ روایت دال ہی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حال مین مروی ہی کہ آپ نکاح بہت کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین اولاد کے واسطے نکاح کرتا ہون اور مذمت بانجھ عورت کی جو حدیث مین مروی ہی اُس سے بھی یہی پایا جاتا ہی کہ اولاد کا لحاظ ہونا چاہیے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر کے کونے مین بوریا بانجھ عورت کی نسبت کر اچھا ہی اور فرمایا خَيْرُ نِسَائِكُمُ الْوَلُودُ الْوَدُودُ اور فرمایا کہ کالی عورت اولاد والی خوبصورت سے بہتر ہی جس سے اولاد نہو ان روایتون سے صاف ظاہر ہی کہ نکاح کی فضیلت حاصل کرنے مین اولاد کی طلب کو بہت دخل ہی بہ نسبت صرف جوش شہوت دور کرنے کے اسلیے کہ خوبصورت عورت مرد کی پارسائی قائم رکھنے اور نگاہ نیچی کرنے اور شہوت دور کرنے کے لیے زیادہ زیبا ہی لیکن تاہم اولاد کے لحاظ سے اُسپر بدصورت کو ترجیح دی گئی۔ وجہ سوم بعد کو اولاد نیکبخت کا ہونا ہی جو باپ کے لیے دعاء خیر کرے چنانچہ حدیث مین وارد ہی کہ آدمی کے سب عمل تمام ہو جاتے ہین صرف تین باقی رہتے ہین اور اُن مین ایک نیکبخت لڑکی کو ذکر فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ دعائین مُردون کے سامنے نور طباقون مین رکھکر پیش کی جاتی ہین اور بعض لوگ جو یہ کہتے ہین کہ اولاد بعض اوقات نیکبخت نہین ہوتی تو یہ قول اُنکا لغو ہی اسلیے کہ مسلمان دیندار کی اولاد غالباً نیکبخت ہی ہوگی خصوص اُس صورت مین کہ اُسکی تربیت کا قصد کرے اور نیکبختی کے کام لیوے۔ حاصل یہ کہ ایماندار کی دعا ماباپ کے حق مین مفید ہی ہوتی ہی خواہ نیکبخت ہو یا بدکار اور اگر لڑکا نیکیان کریگا اور دعا مانگیگا تو باپ کو اُسکا ثواب ملیگا اس نظر سے کہ لڑکا اُسی کی کمائی ہی اور اگر بُرائیان کریگا تو باپ سے اُسکی بازپرس نہوگی اس وجہ سے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ قرآن مجید مین موجود ہی اور اسی مضمون کو خدا تعالی نے ارشاد فرمایا ہی أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ

ح ۱ ابو عمرو توقانی نے منقطع عمر فاروق پر موقوفا روایت کیا ہی اور مسند مرفوع مجکو نہین ملی ۱۲
ح ۲ ... ۱۲
ح ۳ ابن حبان ...

یعنی ہم نے اُنکے اعمال مین سے کچھ نقصان نہین کیا بلکہ اُنکے احسان پر یہ بات زائد کردی
کہ اُنکی اولاد کو اُنکے ساتھ کردیا وجہ چہارم یہ ہے کہ لڑکا پیشتر مرجاویگا تو سفارشی ہوگا اسلیے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لڑکا اپنے ماباپ کو جنت کی طرف کھینچیگا اور بعض
اخبار مین ارشاد فرمایا کہ بچہ ماباپ کا کپڑا پکڑیگا جیسے مین اب تیرا کپڑا پکڑتا ہون اور فرمایا کہ بچہ کو
حکم ہوگا کہ جنت مین داخل ہو وہ جنت کے دروازہ پر توقف کریگا اور غصہ مین بھر کر کہیگا کہ
مین جنت مین جب ہی جاونگا کہ میرے ماباپ میرے ساتھ ہون حکم ہوگا کہ اسکے ماباپ کو
اسکے ساتھ جنت مین داخل کرو۔ اور دوسری حدیث مین ہے کہ لڑکے قیامت کے میدان مین
جس وقت کہ خلقت حساب کے لیے درپیش ہوگی جمع ہونگے فرشتون کو حکم ہوگا کہ انکو جنت
مین لیجاؤ وہ لڑکے جنت کے دروازہ پر ٹھہرینگے اور اُنسے کہا جاویگا کہ خوب ہوا تم آئے
مسلمانون کے بچو اندر جاؤ تم سے کچھ حساب نہین وہ کہینگے کہ ہمارے ماں باپ کہان ہین
جنت کے فرشتے اُنسے کہینگے کہ وہ تم جیسے نہین ہین بلکہ اُنکے ذمہ گناہ اور برائیان ہین
اُنسے اُنکا حساب اور مطالبہ ہوگا یہ سنکر وہ لڑکے یکبارگی چیخینگے اور فریاد وزاری جنت
کے دروازون پر کرینگے پس خدا تعالیٰ باوجودیکہ اُنکے حال سے خوب واقف ہوگا ارشاد
فرماویگا کہ یہ فریاد کیسی ہے فرشتے عرض کرینگے کہ الٰہی مسلمانون کے بچے ہین کہتے ہین کہ ہم
جنت مین بدون اپنے ماباپ کے ساتھ لیے نہ جاوینگے خدا تعالیٰ حکم فرماویگا کہ اس جماعت
کے اندر جاؤ اور اُنکے ماباپون کے ہاتھ پکڑو اور اُنکو جنت مین داخل کرو۔ اور فرمایا مَنْ
مَاتَ لَهُ اثْنَانِ مِنَ الْوَلَدِ فَقَدِ احْتَظَرَ بِحِظَارٍ مِنَ النَّارِ۔ اور فرمایا مَنْ مَاتَ لَهُ
ثَلَاثَةٌ لَمْ يَبْلُغُوا الْحِنْثَ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ اِيَّاهُمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ وَ
اثْنَانِ قَالَ وَاثْنَانِ حکایت ہے کہ کسی نیکبخت سے لوگ نکاح کرنے کو کہا کرتے تھے اور وہ بزرگ
کچھ دنون انکار کرتے رہے ایک روز جو سوکر اُٹھے تو کہنے لگے کہ میرا نکاح کردو میرا بیاہ کردو
لوگون نے اُنکا نکاح کردیا اور وجہ پوچھی کہ اب کس لیے خواہان نکاح کے ہوے فرمایا کہ شاید
اللہ تعالیٰ مجھے لڑکا دیوے اور صغرسنی مین اُسکو وفات دے تو آخرت مین میرے کام آوے
پھر کہا کہ مین نے خواب مین دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہے اور تمام خلق کے ساتھ مین بھی قیامت
کے میدان مین کھڑا ہون اور میرا پیاس کے مارے لبون پر دم آرہا ہے اور اسی طرح مخلوق بھی
سخت تشنگی اور کرب مین گرفتار ہے پھر دیکھتا ہون کہ کچھ بچے صفون کو چیرتے پھرتے ہین

اُنکے سر پہ نور کی مندیل ہین اور ہاتھون مین چاندی کی چھاگل اور سونے کے آبخورے لیے ایک ایک کو پانی پلاتے ہین اور اندر گھسے جاتے ہین اور بہتون کو چھوڑتے بھی جاتے ہین مین نے اپنا ہاتھ اُنمین سے ایک لڑکے کی طرف پھیلایا اور کہا کہ پیاس کے مارے بُرا حال ہی مجکو پانی پلا اُسنے کہا کہ ہم مین تیرا لڑکا کوئی نہین ہم تو اپنے باپون کو پانی پلاتے ہین مین نے پوچھا کہ تم کون ہو اُسنے کہا کہ ہم مسلمانون کے لڑکے ہین جو صغرسن مین مرگئے تھے- اور اللہ تعالی کے اس قول مین وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ کے ایک معنی یہ بھی سکے ہین کہ اس سے مراد بچون کا آخرت مین آگے بھیجنا ہی غرض کہ ان چارون وجھون سے معلوم ہوا کہ نکاح کی فضیلت زیادہ تر اسی جہت سے ہی کہ وہ اولاد ہونے کا سبب ہی- دوسرا فائدہ نکاح سے یہ ہی کہ شیطان سے محفوظ رہنا اور جوش اشتیاق کو دبانا اور شہوت کو ٹالنا اور نگاہ کو نیچا رکھنا اور شرمگاہ کو بچانا اس سے حاصل ہوتا ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس حدیث مین کہ جس شخص نے نکاح کیا اُسنے آدھا دین بچا لیا پس چاہیے کہ دوسرے نصف مین خدا تعالی سے ڈرے اور اس حدیث مین بھی اسی طرف اشارہ ہی عَلَيْكُمْ بِالْبَاءَةِ فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وِجَاءٌ اور جو آثار و اخبار کہ ہم لکھ آئے ہین اُن مین بھی اشارہ اس مضمون کی طرف ہی- اور یہ فائدہ اول فائدہ کی نسبت کم ہی اسلیے کہ شہوت اولاد کے ہونے کے تقاضا کرنے کو ایک گماشتہ ہی اسکی آفت سے بچنے اور شر سے محفوظ رہنے کو تو نکاح ہی کافی ہی مگر جو شخص اپنے آقا کا کہنا مانے اس نظر سے کہ اُسکی رضا جوئی کا طالب ہو اور دوسرا شخص بھی مانے مگر اس خیال سے کہ گماشتہ کی آفت سے محفوظ رہے یہ دونون برابر نہین ہین بلکہ فضیلت اول ہی کو ہی غرضکہ شہوت اور اولاد دونون حکم الہی سے ہین اور ایک کو دوسرے سے علاقہ ہی لیکن یہ نہین کہہ سکتے ہین کہ مقصود نکاح سے لذت ہی اور اولاد اسکو لازم ہی جیسے کھانے سے مثلاً پاخانہ پھرنا لازم آجاتا ہی اور وہ مقصود بالذات نہین ہوتا بلکہ واقع مین مقصود بالذات فطرت اور حکمت کے رو سے اولاد ہی اور شہوت اُسپر ترغیب دہندہ ہی ہان شہوت مین سوا اولاد کی ترغیب کے ایک اور حکمت بھی ہی یعنی اُسکے پورا کرنے مین وہ لذت ہی کہ اگر اُسکو بقا ہو تو اُسکے جوڑ کی کوئی لذت نہین اور یہی لذت اُس لذت کی خبر دیتی ہی جسکا وعدہ جنت مین ہوا ہی اور اسکے موجود کرنے کی

وجہ یہ ہو کہ جس لذت کا ذائقہ معلوم نہو اُسکی ترغیب بیکار ہوتی ہو مثلاً اگر نامرد کو صحبت کی لذت پر ترغیب دیجاوے یا لڑکے کو ملک وسلطنت کی لذت پر اُبھارا جاوے تو مفید نہیں ایس آدمی میں اس لذت کو اس لیے پیدا کیا گیا کہ اسکے مزہ سے آگاہ ہو کر جنت میں اُسکے دوام کا خواہان ہو جسکا حصول عبادت الٰہی پر موقوف ہو اب غور کرو کہ خدا تعالی نے اسمین کیسی حکمت اور کس طرح کی رحمت رکھی ہو کہ ایک شہوت کے اندر دو زندگیان ظاہر و باطن کی پوشیدہ کر دی ہین ظاہر کی زندگی تو اسطرح ہو کہ اسکے ذریعہ سے نسل باقی رہتی ہی اور یہ بھی ایک طرح کا دوام آدمی کے لیے ہو اور باطنی زندگی حیات اخروی ہو کہ اُسکی باعث بھی یہی شہوت ہوتی ہو یعنی اسکے سریع الزوال ہونے کو دیکھ کر آدمی لذت دائمی اور کامل کا فکر کرتا ہو اور اُسکے حاصل ہونے کے لیے عبادت پر آمادہ ہوتا ہو تو گویا شہوت ہی کی رغبت کرنے سے جنت کی نعمت کی طلب آسان ہوجاتی اسی طرح انسان کے بدن مین کوئی ذرہ ظاہری و باطنی ایسا نہین بلکہ آسمان و زمین کے ملکوت مین کوئی جز اسطرح کا نہین کہ اُسکے عجائب اور حکمتون کے اندر عقلیں حیران نہون مگر یہ اسرار دلہاے پاک پر اُسی قدر کھلتے ہین جسقدر وہ صاف اور دنیا کی طرف سے اعراض کرنے والے اور اُسکے مغالطے اور فریبون سے روگردان ہوتے ہین حاصل یہ کہ جوش شہوت کے مانع کے سبب سے نکاح کرنا دین مین ایک مہم امر ہو اس شخص کے حق مین جو عاجزی اور نامردی نہ رکھتا ہو اور یہ حال اکثر خلق کا ہو اور وجہ اسکے مہم ہونے کی یہ ہو کہ شہوت جب غالب ہوتی ہو اور اُسکی روک پر تقوی کی قوت نہین ہوتی ہو تو بری بری باتون مین آدمی مبتلا ہوجاتا ہو اور اسی کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے اشارہ فرمایا الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر اور اگر غلبہ شہوت کی صورت مین تقوی کی روک بھی ہو تو اُسکا انجام یہ ہوگا کہ آدمی اعضاء ظاہری کو شہوت سے روکیگا یعنی آنکھ نیچی اور شرمگاہ کو محفوظ رکھیگا مگر دل کا بچانا وسوسہ اور فکر سے اُسکے اختیار مین نہین اسی سے اُسکا نفس ہمیشہ اُس سے کشاکش رکھیگا اور جماع کی باتین کریگا اور شیطان وسوسہ اندازاکثر وقتون مین ایسے خطرون کے دل مین ڈالنے سے کوتاہی نہ کریگا اور بعض اوقات یہ بات نماز کے اندر پیش ہوتی ہو حتی کہ دل پر جماع کے معاملے ایسے گذرتے ہین کہ اگر مخلوقات مین ادنی شخص کے سامنے بھی انکی تصریح کرے تو اُس سے شرما وے اور اللہ تعالی

دل پر خبردار ہو دل کا حال اُسکے سامنے ایسا ہی جیسا زبان کا حال ہو خلق کے نزدیک
اور مرید کے لیے طریق آخرت کے چلنے مین اصل سرمایہ دل ہی ہو پس اُسکا وساوس
مین مبتلا رہنا نہایت بُرا ہو اور ہمیشہ روزہ رکھنا بھی قائم مقام نکاح کے نہین کیونکہ
اکثر لوگون کے حق مین ہمیشہ کے روزہ سے بھی وسوسہ کی جڑ نہین کٹتی ہان اگر روزہ رکھنے سے
بدن مین کمزوری اور مزاج مین خرابی آجاوے تو وسوسہ کا دور ہونا ممکن ہو اور انھین
وجھون کے لحاظ سے حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا ہو کہ عابد کی عبادت نکاح ہی سے
پوری ہوتی ہو اور غلبۂ شہوت ایک مصیبت عام ہو کم تر شخص اُس سے محفوظ رہتے ہین
اور قتادہ رضہ وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ جوش
شہوت سے مراد ہو۔ اور عکرمہ اور مجاہد رضہ نے خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا کی تفسیر مین فرمایا ہو
کہ ضعیف سے یہ غرض ہو کہ عورتون سے صبر نہین کرتا۔ اور فیاض بن نجیح نے فرمایا ہو
کہ جب آدمی کا عضو تناسل کھڑا ہوتا ہو تو اسکی عقل دو تہائی جاتی رہتی ہو اور بعض اکابر
فرماتے ہین کہ اُسکا تہائی دین جاتا رہتا ہو۔ اور نوادر التفسیر مین حضرت ابن عباس سے
منقول ہو کہ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ کی تفسیر مین فرمایا کہ آلۂ تناسل کے کھڑے
ہونے سے غرض ہو۔ غرض کہ یہ وہ بلا ہو کہ جب ہیجان مین آتی ہو تو نہ عقل اُسکا مقابلہ
کرے اور نہ دین اور باوجودیکہ اُسمین یہ لیاقت ہو کہ دو زندگیون کا باعث ہو سکتی ہو
جیسے اوپر مذکور ہوا لیکن شیطان کے لیے آدمیون کے بہکانے کو نہایت زبردست
سامان ہو اور اسی بات کی طرف اشارہ ہو اس حدیث شریف مین مَا رَأَيْتُ مِنْ
نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِيْنٍ اَغْلَبَ لِذَوِي الْاَلْبَابِ مِنْكُنَّ اور یہ عقل کا دور ہونا ہیجان شہوت ہی
کے باعث ہو اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مین یہ ارشاد فرماتے تھے اَللّٰهُمَّ
اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ وَقَلْبِيْ وَشَرِّ مَنِيِّيْ اور فرماتے اَسْئَلُكَ اَنْ تُطَهِّرَ
قَلْبِيْ وَتُحَصِّنَ فَرْجِيْ اب دیکھنا چاہیے کہ جس چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پناہ
مانگتے ہون دوسرے شخص کو اُس بات مین تساہل کیسے درست ہوگا کہتے ہین کہ کوئی
نیک بخت نکاح بہت کرتے تھے حتیٰ کہ دو یا تین بیبیون سے خالی نہین رہتے تھے بعض
صوفیون نے اس امر کا اُنپر اعتراض کیا اُنھون نے کہا کہ تم مین کوئی ایسا ہو کہ اگر خدا
تعالیٰ کے سامنے ایک نشست بیٹھے یا کسی معاملہ مین کچھ دیر کھڑا رہے اور اس عرصہ مین

اُسکے دل پر شہوت کے وسوسہ کا گذر ہوا اُنھون نے جواب دیا کہ یہ بات تو ہمکو اکثر ہوتی ہو اُنھون نے کہا کہ جیسا حال تمھارا صرف ایک وقت مین ہوتا ہو اگر یہ حال میرے اوپر ساری عمر مین بھی کبھی ہوتا اور مین اُسکو اچھا جانتا تو ہرگز نکاح نہ کرتا مگر میرا حال یہ ہو کہ جب میرے دل پر کوئی وسوسہ ایسا ہوا کہ اُسنے مجکو میرے حال سے روک دیا تو مین نے اُسکو پورا کر دیا اور اپنے کام پر رجوع کیا اور چالیس برس سے میرے دل پر گناہ کا وسوسہ نہین ہوا۔ اور کسی شخص نے صوفیون پر کچھ اعتراض کیا ایک دیندار نے اُس سے کہا کہ تمکو اُنکی کونسی بات پر اعتراض ہو اُسنے کہا کہ بہت کھاتے ہین اُس بزرگ نے کہا کہ اگر تم بھی ایسے بھوکے رہو جیسے وہ رہتے ہین تو تم بھی اُسی طرح کھاؤ جیسے وہ کھاتے ہین اُسنے کہا کہ صوفی نکاح بہت کرتے ہین اُسنے جواب دیا کہ اگر تم بھی اپنی آنکھ اور شرمگاہ کی حفاظت اُنکی طرح کرو تو اُنھین کی طرح نکاح کرنے لگو۔ اور حضرت جنید بغدادی رح فرمایا کرتے کہ مجھکو جماع کی حاجت ایسی ہی ہو جیسی غذا کی۔ غرض کہ واقع مین بی بی غذا اور دل کی طہارت کا سبب ہو اور اسی وجہ سے جس شخص کی نظر اجنبی عورت پر پڑے اور اُسکا نفس اُسکی طرف شائق ہو اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ اپنی بی بی سے صحبت کرے اسلیے کہ صحبت کرنا دل سے وسوسہ کو دور کر دیگا۔ اور حضرت جابر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کو دیکھ کر حضرت ام المومنین زینب رضہ کے پاس گئے اور اُنسے ہم بستر ہو کر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ عورت جب سامنے آتی ہو تو شیطان کی صورت مین آتی ہو پس جب کوئی تم مین سے کسی عورت کو دیکھے اور وہ اُسکو اچھی معلوم ہو تو چاہیے کہ اپنی بی بی سے ہم بستر ہو کہ اُسکے پاس بھی وہی بات ہو جو دوسری کے پاس ہو۔ اور فرمایا کہ جن عورتون کے خاوند اُنکے پاس نہون اُنکے پاس تنہا نہ جاؤ کہ شیطان تمھارے اندر خون کی جگہ مین پھرتا ہو صحابہ نے عرض کیا کہ آپ کی خون کی جگہ مین بھی پھرتا ہو آپ نے فرمایا کہ ہان مگر اللہ تعالی نے مجکو اُسپر غالب کر دیا تو مین اُس سے بچا رہتا ہون۔ سفیان بن عیینہ رح اس حدیث مین فرماتے ہین کہ لفظ اسلم جو وارد ہو اُسکے معنی یہ ہین کہ مین شیطان سے بچا رہتا ہون یعنی صیغہ ماضی نہین جسکے معنی ہین کہ وہ مسلمان ہو گیا بلکہ مضارع متکلم ہو اور وجہ اس معنی کی یہ ہو کہ شیطان

ح ... ابن ... رواہ ... ح ... ح ترمذی بروایت جابرؓ م بروایت جابر ... ۱۲۱

مسلمان نہین ہوتا - اور حضرت عمر رضہ جو صحابہ مین سے بڑے زاہد اور عالم تھے انکے حال مین منقول ہی کہ روزہ کا افطار صحبت سے کیا کرتے اور کھانا بعد کو کھاتے اور بعض اوقات مغرب پڑھنے سے پیشتر ہم بستر ہوتے پھر نہا کر نماز پڑھتے اور اسکی وجہ یہی تھی کہ دل عبادت الٰہی کے لیے فارغ ہوجاوے اور شیطان کا سامان اسمین سے نکل جاوے اور کہتے ہین کہ ماہ رمضان مین انھون نے نماز عشا سے پیشتر اپنی تین تین لونڈیون سے صحبت کی ہی - اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ بہتر شخص اس امت مین وہ ہی جسکی بی بیان زیادہ ہون - رواہ البخاری اور چونکہ عرب کے لوگون کے مزاج پر شہوت غالب تھی اسیلئے انمین سے نیک بخت لوگ نکاح بہت کرتے تھے اور دل کے فارغ ہونے کے لیے گناہ کے خوف کے وقت لونڈی سے نکاح مباح کیا گیا ہی باوجودیکہ اس صورت سے لڑکے کا غلام کرنا لازم آتا ہی جو ایک قسم کا ہلاک کرنا ہی اور یہین وجہ ایسے شخص کو جو آزاد عورت کے نکاح کرنے پر قادر ہو لونڈی سے نکاح کرنا حرام ہی مگر لڑکے کا غلام کرنا بہ نسبت دین کے تباہ کر ڈالنے کے بہت آسان ہی اسیلئے کہ لڑکے کے غلام بنا دینے مین تو صرف یہی خرابی ہی کہ چند روز کی اسکی زندگی تلخ طور پر دوسرے کے زیر حکم گذریگی اور زنا کر بیٹھنے مین آخرت کی زندگی جاوید ہاتھ سے جاتی ہی جسکے ایام سے ایک دن کے مقابلہ مین دنیاوی عمرین بڑی بڑی ہیچ ہین - اور مروی ہی کہ ایک روز حضرت ابن عباس رضہ کی مجلس سے سب لوگ چلے گئے صرف ایک جوان بیٹھا رہا آپ نے اس سے پوچھا کہ تم کو کچھ ضرورت ہی اسنے عرض کیا کہ مین ایک مسئلہ پوچھا چاہتا ہون پہلے تو لوگون کی شرم مانع تھی اور اب آپ کی ہیبت اور تعظیم مجکو کہنے نہین دیتی آپ نے فرمایا کہ عالم کا درجہ باپ کا سا ہوتا ہی تو جو بات تو اپنے باپ سے کہدیتا وہ مجھسے بھی کہدے اسنے عرض کیا کہ مین جوان ہون اور بی بی نہین رکھتا اکثر ہتھیلیون سے قضاء حاجت کر لیتا ہون اسمین کچھ گناہ ہوتا ہی کہ نہین حضرت ابن عباس رضہ نے اسکی طرف سے منھ پھیر لیا اور فرمایا چھی چھی لونڈی سے نکاح تیری اس حرکت سے بہتر ہی اور وہ زنا سے بہتر ہی اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ مجرد آدمی پر از شہوت کو تین خرابیون مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوگی سب سے کمتر لونڈی سے نکاح کر لینا ہی جسمین اپنی اولاد کو دوسرے کا غلام کرنا ہی اور اس سے زیادہ خرابی ہاتھ سے منی نکالنی یعنی مٹھ مارنا ہی اور سب سے زیادہ زنا کرنا ہی اور حضرت ابن عباس رضہ نے اسمین سے کسی چیز کو

مطلق مباح نہین فرمایا اسلیے کہ اول کی دونون خرابیان ممنوع ہین اُنکی طرف ضرورت اُس وقت ہوتی ہو کہ خوف اُس سے زیادہ ممنوع چیز مین مبتلا ہونے کا ہووے جیسے مردار کھانا حرام ہو مگر بخوف جان جانے کے اُسکا کھانا مباح بہ مجبوری ہوجاتا ہو پس ایک خرابی کو جو دوسری سے بہتر فرمایا اسکے یہ معنی نہین کہ وہ مباح مطلق ہو یا مطلق بہتر ہو بلکہ یہ غرض ہو کہ اضطرار کے وقت اُسکو اختیار کیا جاوے اسی طرح سڑے ہوے ہاتھ کا کاٹ ڈالنا کچھ خیر مطلق نہین مگر جان پر بنتی ہو تو اُسکی اجازت دیدیتے ہین۔ غرض کہ نکاح کرنے مین ایک فضیلت اس وجہ سے بھی ہو کہ ان تینون خرابیون سے آدمی محفوظ رہتا ہو مگر یہ فضیلت سب کے حق مین نہین بلکہ اکثر شخصون کے حق مین ہو کیونکہ بہت آدمی ایسے بھی تو ہین کہ اُنکی شہوت بوڑھاپے یا مرض وغیرہ کے باعث سست پڑجاتی ہو تو ایسے لوگون کے حق مین یہ سبب فضیلت کا نہین رہتا ہان اولاد کی توقع اُنکے لیے بھی باقی ہو اور یہ بات سب مردون مین عام ہو البتہ نامردون کے حق مین یہ بھی نہین مگر نامردی شاذ و نادر ہو۔ اور بعض طبیعتون پر غلبہ شہوت اس قدر ہوتا ہو کہ اُنکو ایک عورت پارسا نہین رکھ سکتی تو ایسی طبیعت والے کو ایک سے زیادہ چار تک نکاح کرنا مستحب ہو اگر خدا تعالی اُنسے موافقت اور دوستی نصیب کردے تب تو چین کرے ورنہ مستحب ہو کہ ناموافق کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح کرلے چنانچہ حضرت علی رضہ نے حضرت فاطمہ رضہ کی وفات کے سات دن بعد نکاح کرلیا تھا اور کہتے ہین کہ حضرت امام حسن رضہ بڑے نکاح کرنے والے تھے یہان تک کہ اُنھون نے اپنی زندگی مین سو سے زیادہ عورتون سے نکاح کیا تھا اور بعض اوقات ایک ہی وقت مین چار عورتون سے عقد کیا اور کبھی ایک ہی وقت مین چارون کو طلاق دیکر اور چار سے نکاح کرلیا اور آپ کے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ اَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي اور نیز فرمایا حَسَنٌ مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ اس سے لوگون نے یہ نکالا ہو کہ حضرت امام حسن رضہ کا زیادہ نکاح کرنا بھی ایک عادت ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت سے زیادہ ملتی ہو۔ اور مغیرہ بن شعبہ رضہ نے اسّی عورتون سے نکاح کیا تھا اور صحابہ رضہ مین سے ایسے لوگ تھے جنکی تین تین اور چار چار بیبیان تھین اور دو دو والے تو بیشمار تھے۔ اور جس وقت کہ سبب معلوم ہوجاوے اُسوقت چاہیے کہ علاج سبب ہی کی مقدار کے موافق ہو کیونکہ مقصود نفس کا ساکن کرنا ہو تو کثرت اور قلت نکاح مین

[illegible] چنانچہ صحیحین مین بروایت ابی جحیفہ اور ترمذی مین بروایت انس مذکور ہو [illegible] حسن مجھسے ہو اور حسین علی سے [illegible]

اسی کا لحاظ رکھنا چاہیے تیسرا فائدہ نکاح کرنے سے نفس کو راحت پہونچانا اور بی بی کے پاس بیٹھنے سے اسکو انس دلانا ہی اور روے نگار کو دیکھنا اور چہل کرنا دل کے لیے راحت اور عبادت پر قوت پیدا کرتا ہی اسلیے کہ نفس بار بہت مانتا ہی اور حق سے زیادہ بھاگتا ہی کیونکہ یہ اسکی سرشت کے خلاف پڑتا ہی پس اگر نفس کے مخالف امر پر اسکو بزور لایا جاویگا اور ہمیشہ خلاف سرشت پر دباؤ دیا جاویگا تو کہنا نہ مانیگا اور سرکشی کریگا اور اگر کبھی کبھی لذتون سے راحت اسکو ملتی رہیگی تو خوب بنیگا اور خوش رہیگا اور عورتون کے ساتھ دل بہلانے مین وہ راحت ہوتی ہی جس سے کرب دور ہوتا ہی اور دل مسرور اور متقیون کے نفس کو مباح چیزون سے کچھ راحت پہونچنی بھی ضرور ہی اور اسی لیے اللہ تعالی فرماتا ہی هُوَ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا اور حضرت علی مرتضی رض فرماتے ہین کہ اپنے دلون کو راحت دو گو ایک ساعت ہی کو ہو اسلیے کہ جب دلون سے زبردستی کام لیا جاتا ہی تو اندھے ہو جاتے ہین۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ عاقل کے لیے ضرور ہی کہ تین ساعتین ہون ایک وہ جسمین اپنے رب سے مناجات کرے اور ایک وہ کہ جسمین اپنے نفس سے حساب لے اور ایک وہ کہ جسمین اپنے کھانے پینے مین لگا رہے اسلیے کہ اس اخیر ساعت سے پہلی دو ساعتون پر مدد ملتی ہی اور اسی طرح ایک اور روایت ہی کہ عاقل آدمی بجز تین باتون کے اور چیز کا حریص نہین ہوتا اول آخرت کے لیے توشہ بہم کرنا دوم فکر معیشت سوم لذت حلال چیز سے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا لِكُلِّ عَامِلٍ شِرَّةٌ وَلِكُلِّ شِرَّةٍ فَتْرَةٌ فَمَنْ كَانَتْ فَتْرَتُهُ عَلٰى سُنَّتِي فَقَدِ اهْتَدٰى اس حدیث مین شرۃ کے معنی کوشش اور غایت درجہ کی محنت کرنی ہی اور یہ بات ابتدا ارادہ مین ہوا کرتی ہی اور فترۃ کے معنی دم لینے اور ٹھہرنے کے ہین۔ اور حضرت ابو درداء رض فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے نفس کو کسی قدر کھیل سے بہلا دیتا ہون تاکہ آیندہ کو امر حق پر اس سے قوت پاؤن۔ اور بعض اخبار مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یون وارد ہی کہ مین نے جبریل علیہ السلام سے اپنی قوت باہ کے ضعیف ہونے کی شکایت کی انھون نے مجھکو ہریسہ بتا دیا اور یہ حدیث اگر صحیح ہو تو اس سے بھی مقصود استراحت کی قوت ہی۔ دفع شہوت اسکی تعلیل نہین ہو سکتی کہ اس صورت مین شہوت کے لیے شورہ لینا لازم آتا ہی۔ اور جس شخص کی شہوت جاتی رہی ہو اسکو اسطرح کے

انس مین سے بھی اکثر معدوم ہو جاویگا۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ اَلطِّیْبُ وَالنِّسَاءُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ غرض کہ یہ فائدہ نفس کو راحت دینے کا بھی ایسا ہی کہ جس شخص نے اپنے نفس کو فکروں اور ذکروں اور اقسام اعمال کی مشقتوں مین ڈال کر تجربہ کیا ہو وہ اس فائدہ کا منکر نہوگا اور یہ فائدہ پہلے دو فائدوں سے علاوہ ہی یہان تک کہ مرد ازکار رفتہ کے حق مین بھی ہو سکتا ہی البتہ اتنا ہی کہ نکاح کی فضیلت اسکے اعتبار سے جب ہی ہوگی کہ نکاح کرنے مین اس فائدہ کی بھی نیت ہو اور ایسے لوگ کم ہین جو نکاح مین یہ نیت کرتے ہون ہان اولاد اور دفع شہوت وغیرہ کی نیت بہت ہوا کرتی ہی۔ پھر بعض اشخاص ایسے ہین کہ انکو آب رواں اور سبزہ وغیرہ کے دیکھنے سے دل کو راحت پہونچتی ہی انکو اس بات کی حاجت نہین ہوتی کہ عورتون سے باتین اور چہل کرکے دل بہلاوین تو اُنکے حال کے اختلاف سے اس فائدہ کا حکم بھی جدا ہو جاویگا اسکو یاد کر لینا چاہیے۔ **چوتھا فائدہ** نکاح سے یہ ہی کہ گھر کے انتظام اور کھانا پکانے اور جھاڑو دینے اور فرش بچھانے اور برتن مانجنے اور لوازم خانہ داری کے مہیا کرنے سے دل کو فراغت ہوتی ہی کیونکہ بالفرض اگر آدمی کو شہوت جماع نہو اور گھر مین اکیلا رہے تو بڑی مشکل پڑے اسلیے کہ گھر کے سب کامون کی کفالت اگر خود کرے تو اُسکے اکثر اوقات اسی مین تلف ہو جاوینگے اور علم اور عمل کے لیے فارغ نہوگا پس اس اعتبار سے نیک بخت عورت گھر کا انتظام کرنے والی دین کی مددگار ہی اور لوازم خانہ داری کا خلل پذیر ہونا دل مین تشویش پیدا کرتا ہی اور عیش کو مکدر کرتا ہی اور اسی وجہ سے حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہی کہ نیک بخت بی بی دنیا مین سے شمار نہین کی جاتی اسلیے کہ اُس سے آدمی کو آخرت کے لیے فراغت ملتی ہی تدبیر منزل سے جدا بے فکر کرتی ہی اور قضاء شہوت سے جدا اور محمد بن کعب قرظی اس آیت کی تفسیر مین رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً فرمایا ہی کہ دنیا کی خوبی سے نیک بخت عورت مراد ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ تم مین سے ہر کسی کو چاہیے کہ دل شاکر اور زبان ذاکر اور بی بی ایماندار نیکبخت جو دین پر مدد کرے پیدا کرے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ آپ نے نیکبخت بی بی کو شکر اور ذکر کے ساتھ کیسے اکٹھا فرمایا ہی اور اس قول خداوندی کی فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً تفسیر مین بعض

۱ح تمہاری دنیا مین سے تین چیزین مجھکو محبوب کی گئی ہین خوشبو اور عورتین اور نماز مین میری آنکھ کی ٹھنڈک ۱۲
۲ت اے ہمارے رب ہمکو دنیا مین خوبی دے
۳ح ترمذی کا ابن ماجہ روایت قرآن اور اسکی سند مین انقطاع ہے ۱۲
۴ت تو اسکو ہم جلاوینگے اچھی زندگی ۱۲

مفسرین نے فرمایا ہی کہ اس سے مراد نیکبخت بی بی ہی اور حضرت عمر رض فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو ایمان کے بعد کوئی چیز نیکبخت عورت سے بہتر نہین مرحمت ہوئی اور عورتون مین بعض ایسی غنیمت ہوتی ہین کہ کوئی عطا انکا عوض نہین ہوسکتی اور بعضی طوق گردن ہوتی ہین کہ انسے کسی فدیہ کے عوض رہائی نہین ہوتی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ مجکو حضرت آدم علیہ السلام پہ دو باتون سے فضیلت عطا ہوئی ایک یہ کہ انکی بی بی معصیت پر انکی مددگار تھی اور میری بیبیان طاعت پر میری امانت کرتی ہین دوم یہ کہ انکا شیطان کافر تھا اور میرا شیطان مسلمان ہی کہ بجز خیر کے اور کچھ نہین امر کرتا - اس حدیث مین بی بی کی امانت طاعت پر باعث فضیلت ارشاد فرمایا غرض کہ یہ فائدہ بھی ان فوائد مین سے ہی جسکو نیکبخت چاہا کرتے ہین مگر یہ فائدہ صرف ان لوگون کے حق مین ہی جنکے لوازم خانہ داری کا کوئی کفیل اور تدبیر کرنے والا نہو اور یہ فائدہ اس بات کا بھی مقتضی ہی کہ دو بیبیان نہون کیونکہ دو کے ہونے سے اکثر امور خانگی ابتر ہوجاتے ہین اور عیش مکدر رہتا ہی - اور اس فائدہ کے ضمن مین یہ بھی داخل ہی کہ آدمی نیت کرلے کہ نکاح کرنے سے عورت کے کنبے والے میری طرف ہوجاوینگے اور میرے اور اسکے قبیلے مل کر زور پکڑینگے کیونکہ شر کے دفع کرنے اور سلامتی کی طلب مین اس بات کی حاجت ہوا کرتی ہی اور اسی واسطے کہتے ہین کہ جسکا کوئی مددگار نہین وہ ذلیل ہی اور جس شخص کو کوئی ایسا آدمی مل جاوے کہ اسپر سے برائی ٹال دیا کرے تو اسکا حال سلامت رہیگا اور دل عبادت کے لیے فارغ اسلیے کہ بیکسی دل کو تشویش مین ڈالتی ہی اور جتھے کے باعث عزت حاصل ہوتی ہی ذلت اور بیکسی کو ٹالتی ہی - **پانچوان فائدہ** نکاح سے یہ ہی کہ نفس پر مجاہدہ اور ریاضت ہوتی ہی یعنی گھر کی رعایت اور ولایت اور گھر والیون کے حقوق کو ادا کرنا اور انکی عادتون پر صبر کرنا اور انسے تکلیف اٹھانی اور انکی اصلاح مین کوشش کرنی اور انکو طریق دین بتانا اور انکی خاطر کسب حلال مین جانفشانی کرنی اور بعد کو اولاد کی تربیت کرنی یہ سب امور بڑے مرتبے کے ہین کیونکہ یہ سب رعایت اور ولایت ہین اور زن و فرزند رعیت ہین اور رعیت کی حفاظت کا بڑا رتبہ ہی اس سے احتراز وہی کریگا جسکو خوف ہوگا کہ مجھسے اسکے حق کی بجا آوری مین قصور ہوگا ورنہ اسکے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ یَوْمٌ مِنْ

ذِي عِيَالٍ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ سَبْعِيْنَ سَنَةً پھر فرمایا اَلَا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ
رَعِيَّتِهٖ اور ظاہر ہی کہ جو شخص اپنے نفس کی درستی اور غیر کے نفس کی اصلاح مین مشغول
ہوگا وہ ایسا نہوگا جو خود اپنے ہی نفس کی اصلاح مین لگا رہے اسی طرح جو شخص ایذا پر
صبر کرے وہ اُس جیسا نہین کہ اپنے نفس کو رفاہیت اور راحت مین رکھے غرض کہ زن و
فرزند کی فکر اُٹھانی ایسی ہی جیسے خدا کی راہ مین جہاد کرنا اور اسی وجہ سے بشر حافی رح
نے فرمایا تھا کہ امام احمد بن حنبل رح کو مجھ پر تین باتون مین فضیلت ہی جنمین سے ایک یہ ہی
کہ وہ طلب حلال اپنے لیے اور غیر کے لیے کرتے ہین اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ہی
کہ آدمی جو اپنے گھر والون پر خرچ کرتا ہی وہ خیرات ہی اور آدمی کو اُس لقمہ مین ثواب
ملتا ہی جسکو اُٹھا کر اپنی بی بی کے منھ مین دیوے۔ اور بعض علما سے کسی بزرگ نے
ذکر کیا کہ مجکو خدا تعالی نے ہر عمل مین سے کچھ حصہ دیا ہی یہان تک کہ حج اور جہاد وغیرہ کا
ذکر کیا عالم نے فرمایا کہ تم کو ابدال کا عمل تو ملا ہی نہین اُسنے پوچھا کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ
حلال کمانا اور عیال پر خرچ کرنا۔ اور ابن مبارک رح جس وقت کہ اپنے بھائیون کے ساتھ
جہاد مین تھے فرمانے لگے کہ تم کو وہ عمل معلوم ہی جو ہمارے اس جہاد سے افضل ہی
اُنھون نے کہا کہ ہم کو معلوم نہین فرمایا کہ مین جانتا ہون اُنھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہی
فرمایا کہ جو شخص عیال دار ہو اور کسی سے کچھ نہ چاہتا ہو اور رات کو اُٹھ کر اپنے بچون کو کھلا ہوا
دیکھے اور اُنکو اپنے کپڑے سے ڈھانپ دیوے تو اُسکا عمل ہمارے اس جہاد سے
افضل ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ حَسُنَتْ صَلٰوتُهٗ وَكَثُرَ عِيَالُهٗ
وَقَلَّ مَالُهٗ وَلَمْ يَغْتَبِ الْمُسْلِمِيْنَ كَانَ مَعِيَ فِي الْجَنَّةِ كَهَاتَيْنِ اور ایک دوسری
حدیث مین ہی کہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْفَقِيْرَ الْمُتَعَفِّفَ اَبَا الْعِيَالِ اور یہ بھی حدیث مین ہی
کہ بندہ کے جب گناہ بہت ہو جاتے ہین تو اللہ تعالی اُسکو عیال کی فکر مین مبتلا کر دیتا ہی
تاکہ اُن گناہون کو اُس پر سے دور فرما دے۔ اور بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ گناہون
مین سے بعض ایسے ہین کہ اُنکا کفارہ بجز عیال کی فکر کے اور کچھ نہین اور یہ امین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث بھی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ بعض گناہ
ایسے ہین کہ اُنکو سوا سے فکر طلب معیشت کے اور کوئی چیز دور نہین کرتی اور فرمایا مَنْ
كَانَ لَهٗ ثَلٰثُ بَنَاتٍ فَاَنْفَقَ عَلَيْهِنَّ وَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ حَتّٰى يُغْنِيَهُنَّ اللّٰهُ عَنْهُ اَوْجَبَ اللّٰهُ

لہ الجنۃ البتۃ الا ان یعمل عملا لا یغفر لہ حضرت ابن عباس رض
جب اس حدیث کو بیان فرماتے تو کہتے کہ بخدا یہ حدیث عجیب وغریب اور عمدہ ہی۔ اور
کہتے ہین کہ کوئی عابد اپنی بی بی کے ساتھ بہت سلوک سے رہتے یہان تک کہ وہ مر گئی
پھر لوگون نے آنسے نکاح کرنے کو کہا اُنھون نے انکار کیا اور کہا کہ ایک ہی میرے
دل کی راحت اور جمعیت کے لیے بس ہی پھر بعد چند روز کے کہا کہ مین نے اُس عورت
کے مرنے کے ہفتہ بھر بعد خواب مین دیکھا کہ گویا آسمان کے دروازے کھلے ہین اور کچھ
آدمی اترتے ہین اور ایک دوسرے کے پیچھے ہوا مین چلے آتے ہین اور جب ایک میرے
پاس آترتا ہی مجکو دیکھکر اپنے پیچھے والے سے کہتا ہی کہ منحوس یہی ہی وہ کہتا ہی کہ ہان
اسی طرح تیسرا چوتھے سے کہتا ہی اور وہ ہان کہتا ہی اور مین ڈر کے مارے یہ امر اُنسے
پوچھ نہین سکتا یہان تک کہ سب کے بعد ایک لڑکا میرے پاس کو گذرا مین نے اُس سے
کہا کہ میان وہ بدبخت کون ہی جسکی طرف تم اشارہ کرتے ہو اُسنے کہا کہ وہ تم ہو مین نے
کہا کہ اسکی کیا وجہ اُسنے کہا کہ ہم تیرے اعمال کو اُن لوگون کے اعمال کے ساتھ اوپر
لیجاتے تھے جو اللہ کی راہ مین جہاد کرتے ہین مگر ایک ہفتے سے ہمکو حکم ہوا ہی کہ
تیرے اعمال اُن لوگون کے اعمال مین مندرج کرین جو عمداً جہاد سے پہلو تہی کرتے ہین
ہمکو نہین معلوم کہ تو نے کیا نئی حرکت کی ہی کہ جسکے باعث یہ حکم ہوا پھر اُس عابد نے اپنے
یارون سے کہا کہ میرا نکاح کر دو اور عمر بھر دو یا تین بیبیان ہمیشہ رکھین۔ اور انبیا کے
حالات مین مروی ہی کہ کچھ لوگ حضرت یونس علیہ السلام کے پاس آئے آپ نے اُنکی
ضیافت کی اور گھر مین آمد و رفت کے وقت اُنکی بی بی اُنکو ستاتی اور زبان دراز ی
اور زیادتی کرتی مگر آپ خاموش رہتے مہمان آپ کی اس بردباری سے متعجب ہوئے آپنے
فرمایا کہ تعجب مت کرو اسلیے کہ مین نے اللہ تعالی سے درخواست کی تھی کہ جو کچھ تجکو آخرت
مین مجھے سزا دینی منظور ہو وہ دنیا مین دے دے اُسپر ارشاد ہوا کہ تیری سزا فلان شخص کی
لڑکی ہی اُس سے نکاح کر لے پس مین نے اُس سے نکاح کر لیا ہی اور جو باتین تم نے دیکھین
اُنپر صبر کرتا ہون۔ اور ان امور پر صبر کرنے سے نفس کی جفاکشی اور غصہ کو مارنا اور
عادت کی درستی حاصل ہوتی ہی اسلیے کہ جو شخص خود تنہا رہتا ہی یا کسی خوش خلق کا
شریک ہو کر رہتا ہی تو اُس سے اُسکے نفس کے تون کی خباثتین منترشح نہین ہوتین

اور نہ باطن کے عیب ظاہر ہوتے ہین وجہ سالک طریق آخرت کو لازم ہی کہ اپنے نفس کو ایسے بکھیڑون مین ڈال کر آزماوے اور آنپر صبر کا عادی ہو تاکہ اسکی عادات معتدل اور نفس مرتاض اور باطن صفات ذمیمہ سے صاف ہوجاوے۔ اور عیال پر صبر کرنا قطع نظر ریاضت اور مجاہدہ سے بذات خود ایک عبادت اور آنکی کفالت ہی غرضکہ یہ بھی نکاح کا ایک فائدہ ہی مگر اس سے دو طرح کے شخصون کو صرف فائدہ ہو سکتا ہی یا تو وہ شخص کہ مجاہدہ اور ریاضت اور تہذیب اخلاق کا قصد کرے اس نظر سے کہ وہ راستہ کے شروع مین ہی عجب نہین کہ اس ذریعہ سے اسکو مجاہدہ کا طریق معلوم ہوجاوے اور نفس جفاکش بن جاوے یا کوئی عابد ہو جسکو سیر باطن حاصل نہو اور فکر و دل کی حرکت سے بے بہرہ ہو صرف اعضاء ظاہری سے اعمال مثل نماز و حج وغیرہ کے کرلیتا ہو تو ایسے شخص کے حق مین زن و فرزند کے لیے کسب حلال کرنا اور آنکی تربیت کو بجالانا بہ نسبت اسکی عبادات بدنی کے افضل ہی اسلیے کہ ان عبادات کا نفع غیر کی طرف تجاوز نہین کرتا۔ اور جو شخص اپنی اصل سرشت کی روسے اخلاق درست رکھتا ہو یا پہلے مجاہدہ کے باعث اسکی عادات مہذب ہون تو ایسے شخص کو جس صورت مین کہ باطن کی سیر اور فکر قلبی سے علوم و مکاشفات مین حرکت حاصل ہو نکاح کرنا اس فائدہ کے لیے ضرور نہین اسلیے کہ ریاضت بقدر کفایت اسکو حاصل ہی باقی رہی عبادت عملی اسطرح کہ زن و فرزند کے لیے کچھ کمائیے تو اسکی نسبت کر علم افضل ہی اسلیے کہ علم بھی عمل ہی اور اسکا فائدہ بہ نسبت زن و فرزند کے لیے کمانے کے زیادہ ہی کہ یہ خاص عیال کے واسطے ہی اور وہ تمام خلق کے لیے۔ غرض کہ جن فوائد دینی کے اعتبار سے نکاح کو فضیلت ہی وہ بھی پانچ فائدے ہین جو مذکور ہوئے

چوتھا بیان۔ نکاح کی آفتون مین اور وہ تین ہین اول آفت جو سب سے قوی ہی حلال روزی سے عاجز ہونا ہی کہ وہ ہر شخص کو بہم نہین پہونچتی خصوص اس زمانہ مین کہ معیشت کے اطوار ابتر ہو رہے ہین تو جب آدمی نکاح کریگا تو نکاح ہی کی جہت سے طلب بھی زیادہ ہوگی اور وجہ حرام سے گھر والون کو کھلادیگا اور اس سبب سے خود بھی ہلاک ہوگا اور آنکو بھی ہلاک کریگا اور مجرد آدمی اس آفت سے مامون ہی اکثر یون ہی ہوتا ہی کہ عیالدار بری بری جگھون مین گھستا پھرتا ہی اور اپنی بی بی کی خواہش کی پیروی کرکے اپنی آخرت کو دنیا کے بدلے مین بیچ ڈالتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ بندہ

میزان کے پاس کھڑا کیا جاویگا اور اسکے پاس حسنات پہاڑون کے برابر ہونگے اُس وقت
اُس سے عیال کی خبر گیری اور خدمت سے سوال ہوگا اور مال کا حال پوچھا جاویگا کہ
کہان سے پیدا کیا اور کس چیز مین خرچ کیا یہان تک کہ ان مطالبات مین اُسکی تمام نیکیان تمام
ہوجاوینگی اور اسکے پاس کوئی نیکی نہ رہیگی اسوقت فرشتے پکارینگے کہ یہ وہ شخص ہی
کہ دنیا مین اسکے عیال نے اسکے حسنات کو کھالیا اور آج اپنے اعمال کے [illegible] مین گرو
ہوگیا - اور کہتے ہین کہ قیامت مین سب سے پہلے آدمی سے جو لوگ لپٹینگے وہ اسکے
زن و فرزند ہونگے کہ اسکو اللہ تعالی کے سامنے کھڑا کرینگے کہ الٰہی تو ہمارا بدلا اس سے
لے کہ جو چیز ہم کو معلوم نہ تھی اُسکو ہم کو نہ بتایا اور ہم کو نادانستگی مین حرام کھلایا -
پھر اُس سے بدلہ لیا جاویگا - اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ اللہ تعالی جب کسی
بندہ سے بُرائی کرنا چاہتا ہی تو دنیا مین اسکے اوپر ڈنک مسلط کردیتا ہی جو اسکو ڈستے
رہتے ہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کوئی شخص خدا تعالی کے سامنے
اس سے بڑا گناہ نہ لیجاویگا کہ اسکے سامنے جاہل ہون - حاصل یہ کہ یہ آفت ایسی پھیلی ہی
کہ اس سے کم کوئی چھوٹا ہوگا ہان جسکے پاس مال موروثی یا وجہ حلال سے کمایا ہوا بقدر ہو
کہ اسکو اور اسکے گھر والون کو کافی ہو اور قدر کفایت پر اسکو قناعت بھی ایسی ہو کہ وہ زیادہ
طلبی سے باز رہے تو ایسا شخص اس آفت سے برکنار رہیگا یا کوئی حرفہ والا جو مباح
چیزون سے کسب حلال پر قادر ہو مثل لکڑیان جمع کرنے اور شکار پکڑنے کے یا ایسا پیشہ
رکھتا ہو جسکو بادشاہون سے علاقہ نہو اور ایسون ہی سے معاملہ کرتا ہو جو اہل خیر ہین یا
بظاہر سلامت رو ہین اور غالباً مال حلال رکھتے ہین تو یہ دونون شخص بھی اس آفت سے
محفوظ ہین - ابن سالم رح سے کسی نے نکاح کرنے کا حال پوچھا تو انھون نے جواب دیا
کہ ہمارے اس زمانہ مین نکاح کرنا ایسے شخص کے حق مین افضل ہی جسکو غلبۂ شہوت اتنا
ہوگیا ہو جیسا گدھے کو ہوتا ہی کہ اگر مادہ کو دیکھ پاوے تو مار کھانے پر بھی اس سے
نہین ہٹتا اور اسکا نفس قابو مین نہ رہا ہو اور اگر نفس پر قابو باقی ہو تو نکاح نہ کرنا بہتر ہی
دوسری آفت نکاح کی یہ ہی کہ گھر والیون کے حقوق ادا کرنے اور انکی عادتون پر
صبر کرنے اور ایذا اسکے برداشت کرنے سے قاصر ہو اور یہ آفت پہلی آفت کی نسبت کم
عام ہی یعنی سب مین نہین ہوتی کیونکہ اسپر قادر رہونا بہ نسبت پہلی پر قادر ہونے کے آسان ہی

اور عورتون کے ساتھ اچھی طرح رہنا اور اُنکے حقوق کا بجالانا طلب حلال کی نسبت کر سہل ہی مگر اندیشہ بھی ضرور ہی اسلیے کہ زن و فرزند بجاے رعیت ہین اور ہر شخص سے اسکی رعیت کی بازپرس ہوتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُّضَیِّعَ مَنْ یَّعُوْلُ اور مروی ہی کہ جو شخص اپنے عیال سے بھاگے وہ ایسا ہی جیسا غلام اپنے آقا سے بھاگے اُسکا روزہ اور نماز کچھ مقبول نہین جب تک کہ اپنے عیال مین پھر نہ آوے اور جو شخص اپنے عیال کے حقوق بجالانے سے قاصر ہو گو وہ اُن مین موجود رہے مگر وہ ایسا ہی ہی جیسا بھاگا ہوا ہوتا ہی اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا اسمین ہم کو حکم فرمایا کہ گھر والون کو آگ سے بچاوین جیسے اپنے نفسون کو اُس سے بچاتے ہین- اور آدمی سے کبھی اپنے ہی نفس کے حق ادا نہین ہوتے اس صورت مین اگر نکاح کریگا تو اُسپر دونے حق ہوجاوینگے اُسکے نفس کے ساتھ دوسرے کا نفس شامل ہوگا اور چونکہ نفس بدی کا حکم کرتا ہی بہت تو جب ایک سے دو ہوجاوینگے تو غالب یہی ہی کہ بدی کا حکم بھی زیادہ ہوجاویگا اور یہین وجہ کسی بزرگ نے نکاح کرنے سے عذر کیا اور کہا کہ مین اپنے ہی نفس مین پھنسا ہوا ہون اُسپر دوسرے نفس کو کیسے اضافہ کرون چنانچہ کسی کا شعر ہی ؎ موش سکے رہنے کو تنہا نہین بل ہی کا فی ✽ اُسکی دم مین جو بندھے جھاڑو تو پھر کیسے رہے ✽ اور اسی طرح حضرت ابراہیم ادہم رح نے نکاح سے عذر کیا اور فرمایا کہ مین اپنے نفس کے باعث کسی عورت کو خطرہ مین نہین ڈالتا ہون اور نہ اُنکی کچھ حاجت ہی یعنی مین اُنکے حقوق کی بجاآوری اور پارسا رکھنے اور اُنکو نفع پہونچانے سے عاجز ہون اور ایسا ہی عذر بشر حافی رح نے کیا تھا اور فرمایا کہ مجکو نکاح سے مانع یہ ارشاد خداوندی ہی وَلَھُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْھِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ اور یہ کہا کرتے تھے کہ اگر بالفرض مین ایک مرغی کو نفقہ دون تو یہ خوف ہی کہین پل پر جلاد نہ ہوجاؤن اور ایکبار سفیان بن عیینہ رح کو کسی نے بادشاہ کے دروازے پر دیکھکر پوچھا کہ یہان آپ کیسے کھڑے ہین آپکا مقام یہ نہین آپ نے فرمایا کہ کہین عیالدار کو بھی فلاح پاتے دیکھا ہی- اور آپ اِس مضمون کے اشعار پڑھا کرتے تھے اشعار

ہووے عزلت اور اپنے پاس ہو گھر کی کلید	جھونپڑا ایسا ہو باد تند سے ہونا پدید
شور و غل اُسمین نہو ہرگز زن و فرزند کا	یہ مزہ کی بات ہی اور اُسمین ہی لذت مزید

ترجمہ بچاؤ اپنی جانوں اور اپنے گھر والون کو آگ سے ۱۲ ترجمہ اور عورتون کا بھی حق ہی جیسا اُنپر حق ہی موافق دستور کے ۱۲

خلاصہ یہ کہ یہ بھی ایک آفت عام ہی اگرچہ پہلی آفت کی نسبت کر اسکا عموم کم ہی جس سے بھی اُس سے ایسا ہی شخص محفوظ رہیگا جو مدبر اور عقلمند اور خوش اخلاق اور عورتون کی عادتون کا تجربہ کار اور اُنکی زبان پر صابر اور اُنکی خواہشون کی پیروی سے طرح دینے والا اور اُنکے حقوق کو پورا کرنے کا حریص ہو اور اُنکی لغزشون سے دیدہ و دانستہ غفلت کرجاوے اور اپنی عقل سے اُنکے اخلاق کی مدارات کرے اور اب تو اکثر لوگ کم عقل اور سخت گو اور تند خو خفیف الحرکات اور بدمزاج اور بے انصاف ہین گو اپنے لیے انصاف کامل کے خواہان ہین پس ایسے شخصون کو نکاح سے بہین بلحاظ بیشک خرابی پڑیگی ایسون کے لیے تجرد ہی مین زیادہ سلامتی ہی تیسری آفت نکاح کی جو پہلی دو آفتون سے کم ہی یہ ہی کہ زن و فرزند یاد الٰہی سے باز رکھین اور آدمی کو دنیا کی طلب کا مائل کردین اور پھر یہی سوجھے کہ انتظام اولاد کی معیشت کا بہت سا مال جمع کرنے اور رکھ چھوڑنے سے کیجیے اور ان کے سبب سے ہمچشمون مین وزن کی لیجیے اور ظاہر ہی کہ جتنی چیزین یاد خدا سے مانع ہون خواہ اہل یا مال یا اولاد وہ سب مالک پر منحوس ہین اور ہماری غرض اس سے یہ نہین کہ یہ اشیاء اُسکو کسی امر ممنوع کا مرتکب کردین کیونکہ یہ بات تو پہلی اور دوسری آفت مین مندرج ہی بلکہ غرض یہ ہی کہ اہل و عیال اس بات کے باعث ہون کہ مباح سے تنعم اور کامرانی حاصل کرے اور اُنسے کھیل اور دل لگی اور نفع اُٹھانے مین بالکل مستغرق ہوجاوے۔ اور نکاح کے باعث اس قسم کے اشغال بہت سے ہوجاتے ہین کہ دل اُنہین ڈوب جاتا ہی اور صبح سے شام اور شام سے صبح ہوجاتی ہی اور آدمی کو فرصت نہین ملتی کہ فکر آخرت اور اُسکی تیاری کا موقع ملے اور اسی جیسے موقع مین ابراہیم بن ادہم رح نے فرمایا ہی کہ جو شخص اس بات کا عادی ہوجاوے کہ عورتون کے گھٹنے سے لگا بیٹھا رہے اُس سے کچھ نہ ہوسکیگا۔ اور ابوسلیمان دارانی رح نے فرمایا ہی کہ جس شخص نے نکاح کیا وہ دنیا کا مائل ہوا یعنی نکاح کرنا باعث میلان دنیا ہوتا ہی۔ اب بالکل آفتین اور فوائد نکاح کے بیان ہوچکے باقی رہی یہ بات کہ کسی شخص معین پر یہ حکم کرنا کہ اسکے حق مین نکاح بہتر ہی یا مجرد رہنا تو یہ امر مطلق نہین کہا جاسکتا اور ان سب امور سے قطع نظر نہین کی جاسکتی بلکہ یون چاہیے کہ ان فوائد اور آفات کو وہ شخص اپنے حق مین کسوٹی سمجھے اور اپنے نفس کو انپر مطابق کرے پھر اگر آفات اپنے حق مین نہ پاوے اور فوائد موجود ہون اسطرح کہ اُسکے پاس حلال کا

مال موجود ہو اور خوش اخلاق ہو اور دین مین ایسا پکا کہ نکاح کرنے سے یاد خدا مین فرق
نہ پڑیگا اور ان سب امور کے ساتھ یہ بھی ہو کہ جوانی کے باعث حاجت شہوت کے دبانے کی
اور تنہائی کے سبب ضرورت انتظام خانہ کی رکھتا ہو اور کنبے کے ہونے سے اپنی پارسائی
متصور ہو تو یقیناً جان لے کہ نکاح اُسکے حق مین افضل ہی اور اُسپر ایک فائدہ اور بھی ہی
کہ اولاد کے حاصل کرنے مین سعی بھی پائی جاویگی- اور اگر فوائد مفقود اور آفات موجود پاوے
تو اسمین شک نہین کہ اُسکے لیے مجرد رہنا افضل ہی- اور اگر فوائد اور آفات دونون ہون
جیساکہ فی زماننا غلبہ اسی شق کو ہی تو اُس وقت یہ چاہیے کہ میزان عدل سے تولا جاوے
کہ فوائد سے اُسکے دین مین زیادتی کس قدر ہی اور آفات سے نقصان کس قدر جب ظن غالب
ایک طرف کی زیادتی کا ہو تو اُسی کے بموجب حکم کرنا چاہیے مثلاً فوائد مین سے ظاہرتر دو ہین
اولاد کا ہونا اور شہوت کا دبانا اور آفات مین سے بھی دو ظاہرتر ہین ایک طلب حرام کی
ضرورت دوم رُک جانا یاد خدا سے اب ہم ان چارون کو ایک دوسرے کے مقابل
فرض کرکے کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص شہوت کی تکلیف مین نہو اور نکاح کا فائدہ صرف اولاد
کا ہونا ہی ہو اور دونون آفتین مذکورہ بالا موجود ہون تو اُسکے حق مین مجرد رہنا ہی افضل ہی
کیونکہ جو چیز مانع عن اللہ ہو نہ اُس مین بہتری ہی اور نہ طلب حرام مین کچھ خیر ہی اور جتنا
نقصان ان دونون آفتون سے ہوگا وہ صرف اولاد کے لیے سعی کرنے کے فائدہ سے
پورا نہوگا اسلیے کہ نکاح اولاد کے لیے کرنے سے اولاد کی زندگی مین سعی کرنی پائی جاتی ہی
مگر یہ زندگی ایک امر وہمی ہی اور ان دونون آفتون کا نقصان دین مین سردست یقینی ہی اسلیے
اپنی خود کی زندگی کے لیے دین کو محفوظ رکھنا اور ہلاک ابدی سے اپنے آپ کو بچانا اولاد
کے لیے سعی کرنے کی نسبت کہ زیادہ اہم ہی کہ نفع اسی مین ہی کہ دین سلامت رہے کیونکہ
وہ راس المال ہی اُسکے بگڑ جانے سے زندگانی آخرت کی بربادی اور راس المال کا ہاتھ سے
جاتا رہنا ہی اور ظاہر ہی کہ فائدہ اولاد ان آفتون مین سے ایک کے مقابل بھی نہین ہوسکتا
ہان اگر اولاد کے ساتھ یہ بھی بات پائی جاوے کہ آدمی کو شہوت کے دبانے کی بھی ضرورت
اشد ہو تو اُس وقت دیکھنا چاہیے کہ اگر تقوی کی پابندی اُسکو خوب نہو اور نکاح نہونے کی
صورت مین اپنے نفس پر زنا کرنے کا خوف رکھتا ہو تو اس صورت مین نکاح اُسکے لیے
افضل ہی اسلیے کہ اب دو طرفہ کی بُرائیون مین پھنس گیا اگر نکاح نہین کرتا تو زنا مین داخل ہوگا

اور اگر کرتا ہی تو طلب حرام کریگا تو ان دونون تباہیون مین سے طلب مال حرام زنا کی نسبت کم
کم ہی اسلیئے نکاح کو ترجیح ہی اور اگر اپنے نفس پر یقین کرتا ہو کہ نکاح نہ کرنے سے بھی زنا مین تو
مبتلا نہو گا مگر آنکھون کے نیچا رکھنے پر قادر نہو گا یعنی نظر حرام سے باز نرہیگا تو اس صورت مین
نکاح نہ کرنا بہتر ہی اسلیئے کہ اگرچہ نظر کرنا اور حرام پیدا کمانا دونون حرام ہین مگر اتنا فرق ہی کہ مال
حرام پیدا کرنا ہمیشہ کو ہوتا ہی اور اس سے گناہ اسکو اور اسکے گھر والون کو دونون کو ہوتا ہی
اور نظر حرام کبھی ہو جاتی ہی اور اسکا گناہ خاص اسی کو ہی دوسرا اسمین شریک نہین
علاوہ ازین جلد منقطع بھی ہو جاتی ہی اور گو نظر حرام آنکھ کا زنا ہی لیکن اگر شرمگاہ سے
اسکی تصدیق نہوگی تو حرام کھانے کی نسبت کر جلد معاف بھی ہو سکتا ہی ہان اگر نظر سے
شرمگاہ کے گناہ کرنے کی نوبت آجانے کا خوف ہو تو اسکا حال ویسا ہی ہی جیسا زنا مین
مبتلا ہونے کا خوف ہو اور جب یہ معلوم کر چکے تو اب جان لو کہ ایک تیسری حالت یعنی
جس صورت مین کہ آدمی نیچی نگاہ رکھنے پر تو قادر ہو مگر دل کے اوپر سے فکرون کے ٹالنے
پر قادر نہو نکاح کرنے کی نسبت کر بہتر ہی کیونکہ دل کا عمل معاف ہو جانے کے زیادہ
قریب ہی اور علاوہ برین دل کا فارغ ہونا عبادت کے لیے مقصود ہوا کرتا ہی حرام کمائی
کے کھانے اور کھلانے کے ساتھ عبادت پوری ہی نہوگی جسکے لیے فراغ دل چاہیے
غرضکہ آفات مذکورہ کو فوائد کے ساتھ تول کر اسطرح اسکے بموجب حکم کرنا چاہیے اور جو شخص
اس رمز سے واقف ہو گا اسپر وہ حالات سلف کے جو ہمنے لکھے ہین کہ کبھی نکاح مین ترغیب تھی
اور کبھی اعراض معلوم ہو جانے کچھ مشکل نہ پڑیگا اسلیئے کہ رغبت اور اعراض کا ہونا بحسب اختلاف حالات
درست ہی۔ اب اگر یہ پوچھو کہ جو شخص آفات سے معصوم اور مامون ہو اسکے حق مین عبادت
الٰہی کے لیے مجرد رہنا بہتر ہی یا نکاح کرنا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ اسکو دونون باتین
کرنی چاہیین اسواسطے کہ نکاح عقد کے لحاظ سے مانع عبادت الٰہی کا نہین بلکہ اس
لحاظ سے ہی کہ اسمین ضرورت مال کمانے کی ہوتی ہی پس اگر آدمی وجہ حلال سے
مال کمانے پر قادر ہو تو نکاح بھی افضل ہی کیونکہ عبادت الٰہی کے لیے رات اور دن
کے تمام اوقات مین اور ایسی طرح عبادت کرنی کہ دم بھر آرام نہ کرے ہو نہین سکتی اور
اگر یہ فرض کیا جاوے کہ اسکے تمام اوقات مال حاصل کرنے مین مستغرق ہین یہان تک
کہ بجز اوقات فرائض نبچگانہ اور اکل و شرب اور قضاء حاجت کے کوئی وقت خالی نہین

جنمین فرائض کے سوا اور قسم کی عبادت کرے تو ایسا شخص اگر ان لوگون مین سے ہو جو راہ آخرت کو نفل نماز اور حج وغیرہ اعمال بدنی ہی سے طے کیا کرتے ہین تو اسکو بھی نکاح کرنا افضل ہی کیونکہ مال حلال کمانے اور زن و فرزند کی خدمت کرنی اور اولاد کی تحصیل مین سعی کرنی اور عورتون کی عادات پر صبر کرنے مین بھی طرح طرح کی عبادتین ہین جنکا ثواب عبادات نفل سے کم نہین اور اگر وہ شخص ان لوگون مین سے ہو جو علم اور فکر اور باطن کے سیر سے عبادت کرتے ہین اور مال کمانے سے اسکو اس عبادت مین پریشانی ہوتی ہو تو اسکے حق مین نکاح نہ کرنا افضل ہی۔ پھر اگر یہ کہو کہ اگر نکاح اچھی بات ہی تو حضرت عیسی علیہ السلام نے اسکو کیون نہ کیا اور اگر عبادت الٰہی اسکی نسبت کر بہتر ہی تو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بیبیان کیون کین تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص صاحب قدرت ہو اور ہمت عالی اور قوت زیادہ رکھتا ہو اسطرح کہ کوئی مانع و مزاحم اسکو اللہ تعالی سے روک نہ سکے تو اسکے حق مین دونون باتون کا مجتمع ہونا افضل ہی اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت درجہ کی قوت و ہمت تھی اسلیے آپ نے دونون بزرگیان حاصل کین کہ باوجود نو بیبیون کے عبادت الٰہی مین بھی ویسے ہی لگے رہے اور نکاح سے قضاء حاجت آپ کے حق مین مانع و مزاحم نہوئی جیسے دنیا کے بڑے بڑے مردون کو پاخانہ مین جانا مانع تدبیر دنیاوی کا نہین ہوتا بظاہر تو قضاء حاجت مین مشغول ہوتے ہین اور انکے دل اپنے مقاصد مین مستغرق رہتے ہین اور انسے غفلت نہین کرتے اسی طرح انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بسبب علو مرتبہ اور رفعت شان کے اس دنیا کے کام خدا تعالی کے ساتھ حضور دل کے مانع نہ تھے اور یہی وجہ آپ کے اوپر وحی نازل ہوتی تھی ایسے وقت مین کہ آپ اپنی بی بی کے بستر پر ہوتے تھے اور اگر بالفرض کسی دوسرے کے لیے یہ مرتبہ فرض کیا جاوے تو ممکن ہی مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ہی کہ نالیان تھوڑے سے خس و خاشاک سے بگڑ جاتی ہین اور سمندر مین ایسی باتون سے تبدیل نہین ہو سکتی اسلیے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حال پر دوسرون کو قیاس نہ کرنا چاہیے۔ باقی رہا حضرت عیسی علیہ السلام کا حال تو آپنے اپنی قوت پر لحاظ نہ کرکے طریقہ احتیاط اختیار کیا یا شاید آپ کی حالت ایسی ہوگی کہ خانہ داری کے اشغال آپمین تاثیر کر جاتے یا اس حالت مین طلب حلال مین دقت پڑتی یا نکاح اور عبادت دونون جمع نہو سکتے اس وجہ سے عبادت ہی اختیار کرنے کو پسند فرمایا اور

ہم نے بیان کیا تھا بروایت انس [illegible] بیبیون کے پاس دورہ کرتے [illegible] بخاری بروایت انس ۱۲

انبیا علیہم السلام اپنے احوال کے اسرار سے خوب واقف ہین اور اپنے زمانہ مین وجہ حلال سے کمانے کے احکام اور عورتون کے عادات کو خوب جانتے ہین اور جو باتین کہ نکاح کرنے والے کو مضر اور مفید ہین آنپر روشن ہین اور چونکہ انسان کے حالات مختلف ہین حتی کہ بعض حالتون مین اسکے حق مین نکاح افضل ہی اور بعض مین ترک نکاح تو ہم کو مناسب یہی ہی کہ انبیا علیہم السلام کے معاملات کو ہر حال مین افضل صورت پر ہی محمول کرین واللہ اعلم

دوسری فصل - اس بات کے ذکر مین کہ عقد کے وقت عورت کے احوال اور عقد کی شرطون مین سے کس کس کا لحاظ کرنا چاہیے اور اسمین دو بیان ہین

بیان اول - عقد کی شرطون مین جنسے عقد ہوجاتا ہی اور عورت مرد پر حلال ہوجاتی ہی ایسی شرطین چار ہین اول ولی کی اجازت اور اگر عورت کا ولی نہو تو بادشاہ کا اذن اسکا قائم مقام ہی دوم عورت کا راضی ہونا بشرطیکہ بالغ اور مرد رسیدہ ہو یا کنواری ہی ہو مگر باپ خواہ دادے کے سوا اور کوئی اسکے عقد کا متولی ہو سوم دو گواہون کا موجود ہو جو بظاہر عادل ہون یعنی برائیون کی نسبت کر نیکیان زیادہ کرتے ہون اور اگر دو ایسے ہی گواہ ہون جنکا حال کچھ معلوم نہو تب بھی نکاح ہوجانے کا حکم کرینگے کہ ضرورت اسی کی مقتضی ہی چہارم - ایجاب اور اسکے ساتھ ہی قبول کا ہونا اور اسمین یہ قید ہی کہ بلفظ نکاح یا تزویج یا اور کوئی لفظ جو ان معنون مین ہو ایجاب ہو اور اسی طرح قبول ہو اور ایجاب و قبول مین دو مرد بالغ عاقل ہون عورت نہو اور مردون مین خود شوہر ہو یا ولی یا دونون کے وکیل ہی ہون کفایت کرتا ہی - اور عقد کے آداب مین اول یہ مناسب ہی کہ عورت کے ولی سے پیشتر پیام نسبت کیا جاوے لیکن اگر عورت عدت مین ہو تو پیام نہ چاہیے بلکہ اس صورت مین بعد عدت گذرنے کے پیام کرے اسی طرح اگر دوسرے شخص نے نسبت کا پیام دے رکھا ہو تب بھی خود پیام نہ کرے کہ اس سے حدیث مین ممانعت آئی ہی - دوسرا ادب یہ ہی کہ نکاح سے پہلے خطبہ ہو اور ایجاب و قبول کے ساتھ حمد و نعت ہو مثلاً ولی عقد یون کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ مین نے اپنی فلان لڑکی کا نکاح تجھسے کیا اور شوہر کہے کہ الحمد للہ والصلوٰۃ علی رسول اللہ مین نے اسکا نکاح اس مہر کے عوض قبول کیا اور مہر معین اور تھوڑا ہونا چاہیے اور حمد و نعت خطبہ کے پیشتر بھی مستحب ہی - سوم یہ کہ شوہر کا حال منکوحہ کے

اگر شوہر لڑا اسکو دینا چاہیے گو کنواری ہو کیونکہ یہ امر موافقت اور آپس کی الفت کے لیے زیادہ مناسب ہی اور بہین وجہ نکاح سے پیشتر زوجہ کا دیکھ لینا بھی مستحب ہی کہ الفت باہمدگر کے واسطے زیبا پڑتا ہی - چہارم یہ کہ دو گواہون کے سوا جو درستی عقد کے لیے شرط ہین اور کچھ نیک بندے بھی نکاح مین اکٹھے کرنے چاہئین پنجم یہ کہ نکاح سے یہ نیت کرے کہ سنت کی بجا آوری اور نگاہ کا تلے رکھنا اور اولاد کا حاصل کرنا اور جتنے فوائد کہ ہم ذکر کر چکے ہین منظور ہین صرف خواہش نفس اور کامرانی ملحوظ نہو ورنہ یہ نکاح دنیا کے کامون مین شمار ہوتا اور خواہش نفس کا ہونا کچھ ان تینون کا مانع بھی نہین اکثر امر حق خواہش نفس کے مطابق پڑ جاتا ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جب کوئی امر حق خواہش نفس کے مطابق پڑے تو ایسا ہی کہ چپڑی اور دو دو - اور یہ بات محال نہین کہ حظ نفس اور دین کا حق دونون مل کر کسی چیز کی علت پڑین - اور مستحب یہ ہی کہ نکاح مسجد مین اور ماہ شوال مین کیا جاوے - حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے عقد بھی شوال مین کیا اور ہم بستر بھی ماہ شوال مین ہوئے

دوسرا بیان - منکوحہ کے حالات کے ذکر مین - منکوحہ کے احوال مین دو قسم کا لحاظ چاہیے اول اسکے حلال ہونے مین دوم اچھی طرح گذران کرنے اور مقاصد کے حاصل ہونے مین اول قسم سے یہ غرض ہی کہ جتنی باتین نکاح کی مانع ہین اُنسے عورت بری ہو اور وہ باتین انیس ہین - اول یہ کہ کسی دوسرے شخص کی منکوحہ نہو - دوم یہ کہ دوسرے شوہر کی عدت مین نہو اور عدت خواہ مرنے کی ہو یا طلاق کی شبہہ سے صحبت ہو جانے کی سب برابر ہین اور یہی حکم ہی لونڈی کا جس صورت مین کہ آقا کی صحبت سے اُسکا حمل سے بری معلوم کرنا منظور ہو - سوم یہ کہ کوئی کلمہ کفر زبان سے نکل جانے کے باعث دین سے مرتد نہ ہو گئی ہو - چوتھے یہ کہ مجوسی نہو - پانچوین یہ کہ بت پرست اور زندیق نہو کہ کسی کتاب آسمانی اور پیغمبر کی طرف منسوب نہو اور اسی مین وہ عورتین داخل ہین جنکا مذہب حرام چیزون کے حلال جاننے کا ہو یا ایسے امور کی معتقد ہون کہ شریعت اُسکے معتقد ان کو کافر کہے کہ ان مین سے کسی کے ساتھ نکاح درست نہین - چھٹے یہ کہ ایسی کتابیہ نہو کہ اہل کتاب کا دین تحریف کے بعد یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بعد اختیار کیا ہو اور باوجود اسکے نبی اسرائیل مین سے بھی نہو اگر یہ دونون خصلتین اُسمین

پائی جاوینگی تو اُسکا نکاح درست نہین اور اگر صرف بنی اسرائیل مین سے نہو تو اُسمین علما کا اختلاف ہی۔ ساتوین یہ کہ لونڈی نہو اسمین یہ قید ہی کہ نکاح کرنے والا آزاد اور زنا کے خوف سے مامون اور آزاد عورت کے نکاح پر قادر ہو اور درصورت مفقود ہونے کسی شرط کے منکوحہ کا لونڈی ہونا مانع نہوگا۔ آٹھوین یہ کہ شوہر کی ملک مین منکوحہ پر نہو نہ اُسکے کل پر اور نہ کسی جزء پر۔ نوین یہ کہ منکوحہ اُن قرابت دارون مین سے نہو جنکا نکاح مرد کو حرام ہی یعنی ما اور نانی اور دادی اور بیٹی اور پوتی اور نواسی اور بہن اور بھتیجی اور بھانجی اور ان سب کی اولاد اور پھوپھی اور خالہ نہو۔ دسوین یہ کہ دودھ کی جہت سے حرام نہو اور دودھ کی جہت سے وہی رشتے حرام ہین جو قرابت کی رو سے اوپر گذرے لیکن دودھ پینے مین حرمت جب ہوتی ہی کہ پانچ بار دودھ پیوے اس سے کمتر مین امام شافعی رح کے نزدیک حرمت نہین۔ گیارھوین یہ کہ عورت مذکور رد بوجہ دامادی حرام نہو گئی ہو مثلاً شوہر اُسکی بیٹی یا پوتی یا نواسی وغیرہ سے نکاح کر چکا ہو یا اُنکا مالک عقد کی رو سے یا بوجہ شبہہ عقد کے ہو گیا ہو یا شبہہ عقد مین اُنسے صحبت کر چکا ہو یا منکوحہ کی ما خواہ نانی دادی سے بوجہ عقد یا شبہہ عقد ہم بستر ہو گیا ہو تو ان صورتون مین اُس سے نکاح نہین کر سکتا اسلیے کہ کسی عورت سے صرف نکاح کر لینے کی وجہ سے اُسکی مان وغیرہ حرام ہو جاتی ہین اور جب اُس سے صحبت بھی کر لیتا ہی تو اُسکی اولاد بھی حرام ہو جاتی ہی یا ایسی عورت نہو کہ اُس سے شوہر کے باپ یا بیٹے نے پیشتر نکاح کر لیا ہو تو وہ بھی شوہر پر حرام ہی۔ بارھوین یہ کہ وہ عورت پانچوین نہ ہو یعنی شوہر کے نکاح مین اُسوقت چار عورتین نہون اگر ہونگی تو اب کسی پانچوین سے نکاح درست نہوگا۔ تیرھوین یہ کہ شوہر کے نکاح مین اس عورت کی بہن یا پھوپھی یا خالہ پہلے سے نہو کہ دونون نکاح مین ساتھ نہو جاوین کیونکہ ایسی دو عورتون کو ایک ساتھ نکاح مین رکھنا حرام ہی جنمین اسطرح کی قرابت قریبہ ہو کہ اگر ایک کو اُنمین سے مرد فرض کرین تو دوسرے سے اُسکا نکاح نہو سکے۔ چودھوین یہ کہ اُس عورت کو مرد نے تین طلاقین دی ہون ورنہ وہ شوہر پر حلال نہوگی جب تک کہ دوسرا مرد اُس سے نکاح صحیح کے بعد صحبت نہ کر چکے۔ پندرھوین یہ کہ شوہر نے اُس سے لعان نہ کیا ہو کہ ایسی عورت بعد لعان کے ہمیشہ کو شوہر پر حرام ہو جاتی ہی۔ سولھوین یہ کہ حج یا عمرہ کا احرام نہ باندھے یا شوہر محرم نہو

کہ دونون مین سے ایک کے محرم ہونے سے بھی نکاح نہوگا جب تک کہ حلال نہو جاوین سترھوین یہ
ہے کہ عورت سن رسیدہ خرد سال نہو کہ اسکا نکاح بالغ ہونے کے بعد ہی درست ہوگا - اٹھارھوین یہ کہ یتیم
نہو کہ اس صورت مین بھی نکاح بالغ ہونے کے بعد درست ہوگا - انیسوین شرط جو فی زمانا مفقود ہے یہ ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مین سے نہو کہ وہ سب بنص قطع سب ایماندارون
کی مائین ہین غرض کہ موانع نکاح کی یہی باتین ہین جو مذکور ہوئین - اب قسم دوم کی باتون کا ذکر
کیا جاتا ہے یعنی وہ عمدہ خصلتین جنکا لحاظ عورت مین عقد کی مداومت اور اسکے مطالب کی زیادتی
کے لیے ہونا چاہیے پس اسطرح کی باتین آٹھ ہین - اول یہ کہ عورت نیک بخت و دیندار ہو یہ بات
سب کی جڑ ہے اسکا خیال بہت ضروری ہے کیونکہ اگر بالفرض عورت اپنی ذات اور شرمگاہ کی
حفاظت کے باب مین کچی اور دین کی ہلکی ہوگی تو خاوند کو حقیر کریگی اور لوگون مین اسکا
منہ کالا کریگی غیرت کے مارے اسکا دل پریشان اور زندگی تلخ ہوگی اگر وہ حمیت
اور غیرت کا کاربند ہوگا تو ہمیشہ بلا اور رنج کے دام مین گرفتار رہیگا اور اگر سہولت برتیگا
تو اپنے دین اور آبرو کو بٹہ لگا دیگا اور بے غیرت و بے شرم کہلاویگا اور جس صورت مین
کہ بد اطواری کے ساتھ عورت خوبصورت بھی ہو تو سخت مصیبت ہے کیونکہ نہ اسکی مفارقت
گوارا ہوگی نہ اسکی حرکات پر صبر آویگا اور ایسے شخص کا حال اُس مرد کا سا ہوگا جسنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آکر عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ؐ وہ شخص ایک زوجہ
رکھتا ہے کہ کسی کو ہاتھ لگانے سے مانع نہین آپ نے فرمایا کہ تو اسکو طلاق دیدے اُسنے
عرض کیا کہ مین اسکو چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ اسکو رہنے دے - اس حدیث مین جو اسکے
رہنے دینے کو ارشاد فرمایا تو اس وجہ سے کہ آپ کو خوف ہوا کہ اگر یہ شخص اسکو طلاق دیدیگا
تو فریفتگی کے مارے اسکا پیچھا کریگا اور خود بھی خراب ہو جاویگا اسلیے نکاح کا باقی رہنا
اور اُسپر سے خرابی کو ٹالنا ہی بہتر معلوم فرمایا - اور اگر بالفرض عورت کے دین مین یہ
خرابی ہو کہ شوہر کا مال تلف کرے یا اور کوئی صورت سوا اول صورت کے ہو تب بھی
عیش مکدر رہیگا کہ اگر اُسکی حرکات پر سکوت اختیار کریگا اور منع نہ کریگا تب تو گناہ مین
اُسکا شریک ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا یعنی اپنی
جانون کو اور اپنے گھر والون کو آگ سے بچاؤ تو منع کرنا حرکات ناشایستہ سے اس آیت
کے بموجب ضروری ورنہ عدول حکمی ہوگی اور اگر منع کریگا اور جھگڑتا رہیگا تو عیش

ح روایت کیا ابوداؤد و نسائی نے جابر سے ابن عباس اور نسائی نے کہا کہ یہ حدیث ثابت نہین اور احمد نے کہا منکر ہے اور ابن جوزی نے اسکو موضوع کہا ہے ۱۲

شخص رہیگا اور بعض لحاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیندار عورت کے لیے مبالغہ
فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِمَالِهَا وَجَمَالِهَا وَحَسَبِهَا وَدِينِهَا فَعَلَيْكَ بِذَاتِ
الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ اور ایک دوسری حدیث مین ہی کہ جو شخص عورت سے نکاح اسکے
مال اور جمال کے واسطے کرتا ہی تو وہ اسکے مال وجمال سے محروم کیا جاتا ہی اور جو کوئی
اسکی دینداری کی جہت سے نکاح کرتا ہی تو اللہ تعالی اسکو اسکا مال اور جمال دونون عنایت
فرماتا ہی اور نیز ارشاد فرمایا کہ عورت سے بوجہ خوبصورتی کے نکاح مت کر کہ شاید
اسکی خوبصورتی اسکو تباہ کردے اور نہ مال کے لحاظ سے اسکے ساتھ نکاح کرنا
چاہیے کہ شاید اسکا مال اسکو سرکش کردے بلکہ نکاح عورت کے ساتھ اسکی دیانت
کے لحاظ سے کرنا چاہیے۔ اور آپ نے دیانت پر اس وجہ سے زیادہ ترغیب فرمائی کہ
متدین عورت دین کی مددگار رہتی ہی اور جس صورت مین کہ متدین نہوگی تو شوہر کو بھی
دین سے روکیگی اور باعث اسکی پریشان خاطری کا ہوگی **دوسری خصلت**
خوش خلق ہونا ہی جو شخص کہ فارغ البال رہنے کا طالب اور دین پر مدد کا خواہان ہو
اسکے لیے خوش خلق عورت کا ہونا بہت بڑی غنیمت ہی کیونکہ اگر عورت زبان دراز
سخت گو تند خو نعمت کی ناشکر ہوگی تو نفع کی نسبت کر اُس سے نقصان زیادہ ہوگا چنانچہ
سعدی کا قول ہی ؎ زن بد در سرائے مرد نکو ٭ ہم درین عالم ست دوزخ او ٭ اور عورتون
کی زبان پر صبر کرنا ان باتون مین سے ہی کہ اُنسے اولیا کا امتحان لیا جاتا ہی کسی عرب کا
قول ہی کہ چھ قسم کی عورتون سے نکاح مت کرو اول انانہ دوم منانہ سوم حنانہ
چہارم حداقہ پنجم براقہ ششم شداقہ۔ انانہ اسکو کہتے ہین جو ہر وقت کراہتی اور
آہ آہ کرتی رہتی ہی اور ہر گھڑی اپنا سر پٹی سے باندھے رہے یعنی جو عورت دائم المرض
یا بتکلف مریض ہی رہے اسکے نکاح مین کچھ برکت نہین اور منانہ اسکو کہتے ہین کہ
خاوند پر اکثر احسان جتاوے کہ مین نے تیری خاطر یہ کیا اور وہ کیا۔ اور حنانہ وہ ہی
جو اپنے پہلے شوہر پر یا اپنی اولاد پر جو شوہر اول سے ہو فریفتہ رہے تو ایسی سے بھی
اجتناب مناسب ہے۔ اور حداقہ وہ ہی کہ ہر چیز پر نظر ڈالتی رہے اور اسکی خواہش
کرے پھر شوہر کو اسکے خریدنے کے لیے تکلیف دیوے اور براقہ کے دو معنی ہوسکتے ہین
ایک اہل حجاز کے موافق یعنی جو عورت دن بھر اپنے چہرے کے بناؤ سنگار مین رہے تاکہ بناوٹ سے

آسمین آب و تاب ہوجاوے اور دوسرے اہل یمن کے محاورہ کے موافق یعنی جو عورت کھانے پر وٹھے اور اکیلے ہی کھاوے اور ہر چیز مین سے اپنا حصہ جدا کرلے او شدقہ انکو کہتے ہین جو بہت بکتی رہے اور اسی لحاظ سے تشدق بھی نکلا ہی جو اس حدیث شریف مین وارد ہی اِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الثَّرثَارِينَ الْمُتَشَدِّقِينَ اور کہتے ہین کہ سیاح ازدی نے اپنی سیاحت مین حضرت الیاس علیہ السلام کی زیارت کی آپ نے ازدی کو نکاح کے لیے ارشاد فرمایا اور مجرد رہنے سے ممانعت کی اور فرمایا کہ چار قسم کی عورتوں سے نکاح مت کرنا اول طالب خلع سے کہ ہر گھڑی بلا سبب خلع کی درخواست کرے دوم شیخی والی کہ دوسری عورتون پر دنیا کے لوازم سے فخر کرے تیسرے فاسقہ جو خفیہ آشنا رکھتی ہو اور اس بات مین مشہور ہو ایسی ہی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہی وَلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ چوتھی زبردست کہ خاوند پر قول و فعل مین بڑھ چڑھ کر رہے۔ اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہی کہ جو عادتین مردون مین بری ہین وہ عورتون مین اچھی ہوتی ہین اور وہ بخل اور تکبر اور نامردی ہی اسلیے کہ عورت اگر بخیل ہو گی تو اپنا مال اور شوہر کا مال بچاویگی اور اگر متکبر ہوگی تو ہر شخص سے نرم اور فریفتہ کرنے والے کلام سے نفرت کریگی اور جب نامرد ہوگی تو ہر چیز سے ڈریگی اور اپنے گھر سے نہ نکلیگی اور شوہر کے ڈر کے مارے تہمت کی جگہون سے اجتناب کریگی۔ غرضکہ یہ حکایتین اس بات کی ہدایت کرتی ہین کہ نکاح مین کونسے اخلاق مطلوب ہوتے ہین تیسری خصلت خوبصورتی ہی یہ بھی اس نظر سے مطلوب ہی کہ اسکی جہت سے آدمی زنا سے محفوظ رہتا ہی اور اگر عورت بدصورت ہو تو سرشت انسانی اسپر کفایت نہین کرتی اور ایک وجہ یہ ہی کہ اکثر یہ قاعدہ ہی کہ صورت اور سیرت کا اچھا ہونا لازم ملزوم ہین جسکی صورت اچھی ہوگی غالباً سیرت بھی اچھی ہوگی۔ اور ہمنے جو اوپر لکھا ہی کہ عورت کی دیانت پر لحاظ ضرور ہی اور خوبصورتی کے باعث اس سے نکاح نہ کرنا چاہیے اسکے یہ معنی نہین کہ خوبصورتی کا لحاظ بالکل ممنوع ہی بلکہ یہ غرض ہی کہ جس صورت مین کہ دین مین خرابی ہو تو صرف خوبصورتی پر فریفتہ ہو کر نکاح نہ کرنا چاہیے کیونکہ صرف خوبصورت ہونا نکاح مین راغب البتہ کرتا ہی مگر دین کے امر مین ڈھیلا کر دیتا ہی۔ اور ایک وجہ خوبصورتی کے لحاظ کرنے کی یہ ہی کہ اسکے باعث سے زن و شو مین اکثر الفت محبت ہوتی ہی اور اسباب الفت کی رعایت

کرنے کے لیے شریعت بھی امر فرماتی ہی اور یہین وجہ قبل نکاح عورت کو دیکھ لینا مستحب ہی
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جس وقت اللہ تعالی تم مین سے کسی کے
دل مین کسی عورت سے نکاح کرنے کا خیال ڈال دے تو چاہیے کہ اُسکو دیکھ لے اسلیے
کہ دیکھ لینا الفت طرفین کے لیے شایان تر ہی اور اس حدیث مین جو لفظ اَنْ یُؤْدَمَ بَیْنَھُمَا آیا ہی وہ مشتق اُدُمہ بفتحتین سے ہی جسکے معنی جلد باطنی یعنی متصل گوشت کے ہین
یعنی جیسے وہ جلد گوشت سے مالوف ہی ایسے ہی زن وشو مالوف ہینگے اور فرمایا۔
اِنَّ فِیْ اَعْیُنِ الْاَنْصَارِ شَیْئًا فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُکُمْ اَنْ یَتَزَوَّجَ مِنْهُنَّ فَلْیَنْظُرْ اِلَیْهِنَّ
کہتے ہین کہ انکی آنکھین چندھی تھین اور بعضون نے کہا ہی کہ چھوٹی تھین۔ اور سلف
کے کچھ پرہیزگار ایسے تھے کہ شریف زادیون سے بھی نکاح جبھی کرتے تھے کہ جب اول انکو
دیکھ لیتے تھے تاکہ دھوکے سے محفوظ رہین۔ اور اعمش رح فرماتے ہین کہ جو نکاح بدون
پیشتر دیکھ لینے کے ہوتا ہی تو اُسکا انجام رنج وغم ہوا کرتا ہی۔ اور ظاہر ہی کہ اول نظر
کرنے سے سیرت اور دیانت تو معلوم ہی نہین ہوتی صرف جمال ظاہری پہچانا جاتا ہی
اس سے معلوم ہوا کہ جمال کا لحاظ بھی شریعت کے مطابق ہی۔ اور مروی ہی کہ کسی مرد نے
حضرت عمر رض کے عہد مین خضاب کرکے شادی کرلی بعد چندے اُسکا خضاب کھل گیا
اُسکی سسرال والون نے حضرت عمر رض کی خدمت مین اُسکی نالش کی کہ ہمنے اِسکو
جوان جان کر شادی کی تھی آپ نے اُسکو سزا دی کہ تو نے لوگون کو مغالطہ دیا۔ اور مروی ہی
کہ حضرت بلال رض اور حضرت صہیب رومی رض عرب کے کسی خاندان مین گئے اور اُنسے
پیام اپنی شادی کا دیا اہل مکان نے پوچھا کہ تم کون ہو حضرت بلال رض نے کہا کہ مین
بلال ہون اور یہ میرا بھائی صہیب ہی ہم گمراہ تھے اللہ تعالی نے ہمکو ہدایت کیا اور ہم
غلام تھے اللہ تعالی نے ہمکو آزاد کیا اور ہم مفلس تھے اللہ تعالی نے ہمکو تونگر کیا پس
اگر تم ہماری شادی اپنے یہان کرو تو الحمد للہ اور اگر انکار کرو تو سبحان اللہ لوگون نے
کہا کہ تمھاری شادی ہوجاویگی والحمد للہ حضرت صہیب رض نے حضرت بلال رض سے کہا
کہ تم کاش وہ خدمات اور جانفشانیان بھی ذکر کردیتے جو ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ہمراہی مین کی ہین حضرت بلال نے فرمایا کہ چپ رہو تمنے سچ کہا اسی سچائی نے
تمھارا نکاح کردیا۔ اور سدھو کا خوبی ظاہری اور سیرت باطنی دونون مین ہوتا ہی تو

ل ابن ماجہ بروایت محمد بن مسلمہ بسند ضعیف

خوبصورتی کا دھوکا تو دیکھنے سے دور کرنا مستحب ہی اور اخلاق کا دھوکا وصف سننے سے
منع ہو سکتا ہی اسلیے ان دونون باتون کو نکاح سے پیشتر کر لینا چاہیے مگر اسکا وصف اخلاق
اور جمال کا ایسے ہی شخص سے دریافت کرنا چاہیے جو عاقل اور راست گو اور ظاہر و باطن کے
حال سے واقف ہو نہ تو عورت کا طرفدار ہو کہ اسکی تعریف مین مبالغہ کرے اور نہ اس سے
بغض رکھتا ہو کہ گھٹا کر بیان کرے کیونکہ اب لوگون کی طبیعتین نکاحون سے پیشتر نکحون
مین اور منکوحات کے وصف بیان کرنے مین افراط و تفریط کی طرف مائل ہین ایسے لوگ
بہت کم ہین جو اس باب مین سچ بولتے ہون بلکہ فریب اور مغالطہ دینے کا رواج بہت ہو رہا ہی
اسی نظر سے جو شخص کہ اپنے نفس پر زن اجنبیہ کی طرف تاکنے کا خوف رکھتا ہو اسکو
اس باب مین احتیاط کر لینی بہت ضرور ہی ہان اگر کسی شخص کو منکوحہ سے غرض صرف اقامت سنت
اور اولاد کا ہونا اور گھر کا انتظام مقصود ہو تو وہ شخص اگر جمال کا راغب نہو تو مرتبۂ زہد سے
قریب تر ہی کیونکہ خوبصورتی بھی ایک امر دنیاوی ہی گو بعض اوقات کسی کسی شخص کے
حق مین دین پر ممد ہوتی ہی۔ حضرت ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا ہی کہ زہد ہر چیز مین ہوتا ہی
یہان تک کہ بی بی مین بھی ہوتا ہی کہ دنیا مین زہد اختیار کرنے کے لیے آدمی بوڑھیا سے
نکاح کرے۔ اور مالک بن دینار رح فرمایا کرتے کہ لوگ یتیم اور مفلس عورت سے تو نکاح نہین کیا
کرتے کہ جسکے کھانا کھلانے اور کپڑا پہنانے مین ثواب ملے اور اسکا نفقہ دنیا سہل ہی جو
تھوڑے سے مال پر راضی رہے بلکہ دنیاداروں کی بیٹیون سے نکاح کرتے ہین کہ ہمیشہ
نئی خواہش انکے سامنے بیان کرتی ہین اور کہتی ہین کہ ہمکو فلان کپڑا پہناؤ اور فلان
چیز کھلاؤ اور امام احمد رح نے دو بہنون کا حال پوچھا کہ ان مین سے عقلمند کونسی ہی لوگون نے
کہا کہ جو عقلمند ہی اسکی آنکھین نہین آپ نے فرمایا کہ میرا نکاح اس اندھی سے کر دو غرض کہ
جو شخص لذت سے غرض نہ رکھتا ہو۔ نہ حاجت ہی چاہتا ہو اسکا قاعدہ ایسا ہی ہونا چاہیے
جیسے ان بزرگون کے اقوال ہین مگر جس شخص کو بدون لذت کے اپنے دین پر امن نہو
اسکو جمال بھی طلب کرنا چاہیے کیونکہ امر مباح سے لذت کا حاصل کرنا دین کے لیے ایک قلعہ ہی
اور کہتے ہین کہ عورت جس وقت خوبصورت خوش خلق سیاہ چشم و سیاہ مو بڑی آنکھ کی رنگ
مین گوری شوہر دوست کہ اپنی نظر شوہر ہی پر منحصر کر دے کسی کو میسر ہو تو اسکو گویا حور
مل گئی کیونکہ اللہ تعالی نے اہل جنت بیبیون کی صفت انھین صفات کے ساتھ فرمائی ہی

چنانچہ فرمایا خیرات حسان خیرات سے مراد خوش خلق عورتین ہین اور حسان سے خوبصورت
اور فرمایا قاصرات الطرف عربا اترابا اول قول سے غرض وہ عورتین ہین کہ اپنے
شوہرون پر نظر کو منحصر رکھین اور دوسرے قول مین عرب جمع عروب کی ہی یعنی عاشق اپنے
شوہر کی اور خواہشمند اسکی ہم بستری کی اور ظاہر ہی کہ ایسی صفت سے لذت کو کمال ہوتا ہی
اور فرمایا حور عین حورا اس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھ کی سفیدی خوب سفید ہو اسی طرح
آنکھ کی سیاہی مثل بالون کی سیاہی کے ہو اور عیناء اس عورت کو کہتے ہین جسکی آنکھین
بڑی ہون - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی خیر نسائکم من اذا نظر الیہا
زوجہا سرتہ واذا امرہا اطاعتہ واذا غاب عنہا حفظتہ فی نفسہا
ومالہ اور مرد اپنی منکوحہ دیکھکر اسی وقت خوش ہوگا کہ عورت اسکو چاہتی ہو —
چوتھی صفت یہ ہی کہ مہر تھوڑا ہو - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عمدہ بیبیان وہ
ہین جنکی صورتین اچھی ہون اور مہر تھوڑے ہون اور مہر کو حد سے زیادہ بڑھانے سے
منع فرمایا - اور آپ نے اپنی بعض ازواج طاہرات کو دس درم اور اثاث البیت کے عوض
نکاح کیا اور اثاث البیت ایک چکی تھی اور ایک گھڑا اور ایک گدا جسمین ریشہ خرما بھرا تھا
اور کسی بی بی کے نکاح کے بعد آپ نے ولیمہ جو کی روٹی کا اور کسی کا ولیمہ خرما کا اور کسی کا
ستو کا کیا - اور حضرت عمر رضہ مہر کو زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا کرتے اور فرماتے کہ نہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نکاح چار سو درم سے زیادہ مہر پر کیا اور نہ اپنی بیٹیون کا نکاح اس مقدار
سے زائد پر کیا اگر مہر کے زیادہ کر دینے مین کچھ بزرگی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسپر
ضرور مبادرت فرماتے - اور بعض صحابہ رضہ نے نکاح مین مہر اتنا سونا ٹھہرایا کہ اسکی قیمت
پانچ درم ہوتے ہین - اور سعید بن مسیب رضہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت ابو ہریرہ رضہ سے
دو درم مہر پر کر دیا اور رات کے وقت اسکو اپنے ساتھ لیجا کر انکے دروازہ مین پہونچا کر پھر آئے
سات روز کے بعد بیٹی کے پاس گئے اور اس سے سلام علیک کیا - اور اگر مہر دس درم
مقرر کیا جاوے اس نظر سے کہ سب علما کے نزدیک نکاح ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہین
اور حدیث مین ہی کہ عورت کا مبارک ہونا یہ ہی کہ جلد نکاح ہو اور جلد اولاد ہو اور مہر کم ہو
اور فرمایا کہ عورتون مین زیادہ برکت والی وہ ہی کہ جسکا مہر سب سے کم ہو - اور جسطرح کہ
عورت کی جانب سے مہر مین نہایت زیادتی کا ہونا مکروہ ہی اسی طرح مرد کی جانب سے

ح تمھاری بیبیون مین بہتر وہ ہی کہ جب اسکا شوہر اسکو دیکھے تو اسکو خوش کر دے اور جب اسکو کچھ امر کرے تو کہنا مانے اور جب اسکے پاس سے چلا جاوے تو اسکی حفاظت اپنے نفس اور اسکے مال مین کرے

سنی میت کا قول بیہقی نے لکھا ہی ۱۲ ح احمد و بیہقی بروایت عائشہ رضہ باندک اختلاف ۱۲ و ح ابو عمر توقانی بروایت عائشہ و احمد و بیہقی نیز ۱۲

عورت کے مال کا حال دریافت کرنا مکروہ ہی اور مال کی طمع سے عورت سے نکاح نہ کرنا چاہیے سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جب کوئی آدمی نکاح کرے اور یہ پوچھے کہ عورت کے پاس کیا کیا چیز ہی تو جان لو کہ وہ چور ہی اور جب مرد کچھ تحفہ سسرال مین بھیجے تو یہ نیت نہ کرے کہ اُنکے یہان سے اسکے بدلہ مین مجھے زیادہ ملیگا اور اسی طرح اگر بیٹی والے شوہر کو کچھ بھیجین وہ بھی یہ نیت نہ کرین کہ زیادہ طلبی کی نیت خراب ہوتی ہی باقی رہا ہدیہ بھیجنا تو وہ البتہ مستحب اور دوستی کا سبب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تَهَادُوْا تَحَابُّوْا اور زیادہ طلبی اللہ تعالیٰ کے اس قول مین داخل ہی وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ یعنی اس نیت سے نہ دو کہ بہت سا لو یا اس مین داخل ہی وَمَا آتَيْتُمْ مِنْ رِبًا لِيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ کیونکہ ربوٰ زیادتی کا نام ہی اور اس صورت مین بھی فی الجملہ زیادتی کا طلب کرنا پایا جاتا ہی گو اُن چیزون مین نہین جنمین ربوا ہوتا ہی بہرحال نکاح مین اسطرح کی صورت مکروہ اور بدعت ہی اور تجارت اور قمار کی طرح ہی کہ مقصود نکاح کو خراب کرتی ہی۔

پانچوین خصلت یہ ہی کہ عورت بانجھ نہو پس اگر اُسکا بانجھ ہونا معلوم ہوجاوے تو اُس سے نکاح نہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین عَلَيْكُمْ بِالْوَلُوْدِ الْوَدُوْدِ یعنی نکاح ایسی عورت سے کرو جسکے اولاد ہوتی ہو اور شوہر دوست ہو پس اگر اُسکی شادی نہوئی ہو اور اُسکا حال معلوم نہو کہ اولاد ہوگی یا نہین تو تندرست اور جوان ہونے کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ جب یہ دونون باتین اُسمین ہونگی تو غالباً اُس سے اولاد ہوگی۔

چھٹی خصلت یہ ہی کہ کنواری ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضہ کو ارشاد فرمایا جبکہ اُنھون نے ایک مردرسیدہ عورت سے شادی کی تھی کہ کنواری سے نکاح کیون نہ کیا کہ تم اُس سے دل خوش ہوتے اور وہ تم سے۔ اور کنواری ہونے مین تین فائدے ہین اول کہ عورت کو خاوند سے محبت اور اُلفت ہوتی ہی تو جو مضمون حدیث شریف مین لفظ ودود سے تعبیر کیا گیا ہی وہ اس صورت مین خوب اثر کرتا ہی علاوہ ازین طبیعتون مین یہ امر سرشتی ہی کہ اول مالوف پر دل لگتا ہی اور جو عورت کہ مرد آزمودہ اور احوال دیدہ ہوتی ہی عجب نہین کہ جن امور کی پہلے سے مالوف ہو اُنکے خلاف پر راضی نہو اور یہی وجہ شوہر ثانی کو بُرا جاننے کی ہوجاوے۔ دوم یہ کہ کنواری ہونے سے شوہر کو عورت کے ساتھ محبت کامل ہوتی ہی اسلیے کہ یہ امر سرشتی ہی

نکاح بانجھ ... ع ابوداؤد و نسائی بروایت معقل بن یسار ۵ ع ... بروایت جابر ...

کہ جس عورت کو شوہر کے سوا اور کسی نے ہاتھ لگایا ہو اُس سے کسی قدر نفرت ہو نگرانی ہی
اور جب دوسرے کے ہاتھ لگانے کا خیال بندھتا ہی تو طبیعت پر گران معلوم ہوتا ہی دوسر
اس باب مین بعض طبیعتون کو بہت نفرت ہوا کرتی ہی۔ سوم یہ کہ کواری ہونے سے عورت
پہلے شوہر کو یاد نہین کیا کرتی ورنہ اس سے بھی عیش مین ایک طرح کی تلخی ہو جاتی ہی اور
محبت غالباً سب سے زیادہ وہی پختہ ہوتی ہی جو محبوب اول سے ہوا کرتی ہی
ساتوین خصلت یہ ہی کہ عورت حسب اور نسب والی ہو یعنی ایسے خاندان والی ہو جسمین
دیانت اور نیکبختی پائی جاوے کیونکہ ایسے خاندان کی عورت اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت
کیا کرتی ہی اور اگر خود مودب نہین ہوتی تو اُس سے تربیت اور تادیب بخوبی نہین بن پڑتی
اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[ح1] خضراء الدمن یعنی گھورے اوپر کی
سبزی سے علیحدہ رہو لوگون نے عرض کیا کہ خضراء الدمن کیا ہی آپ نے فرمایا کہ خوبصورت
عورت جو بُری جگہ پیدا ہوئی ہو۔ اور نیز[ح2] فرمایا کہ اپنے نطفون کے لیے اچھی عورتین پسند
کرو کہ رگ قرابت اصول کے اخلاق کو اولاد مین کھینچ لاتی ہی۔ آٹھوین صفت یہ ہی
کہ عورت قرابت قریبہ مین سے نہو اسلیے کہ یہ امر شہوت کو کم کرتا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا[ح3] کہ قرابت قریبہ والی سے نکاح مت کرو کہ لڑکا ضعیف پیدا ہوتا ہی۔ اور لڑکے کے
ضعیف ہونے کی وجہ یہی ہی کہ شہوت ضعیف ہوتی ہی کیونکہ شہوت نظر اور لمس کی قوت سے
اٹھتی ہی اور ان حاسون کا اثر اُس وقت قوی ہوتا ہی کہ معاملہ نیا اور اجنبی ہو اور
جو عورت ہمیشہ ایک مدت تک نظرون مین رہتی ہی اُسکو دیکھتے دیکھتے مساوات ہو جاتی ہی
اثر حس کا کامل نہین رہتا اسی جہت سے شہوت اچھی طرح نہین اُبھرتی۔ غرضکہ
عورتون مین یہی خصلتین ہین جنکے باعث سے نکاح کی رغبت ہوتی ہی اور عورت کے
ولی پر بھی واجب ہی کہ شوہر کی عادتون کو دیکھ بھال لے اور اپنی لڑکی پر شفقت کرے
یعنی اُسکا نکاح ایسے شخص سے نہ کرے جسکی پیدائش جسمی مین کوئی قصور ہو یا عادت بھی نہ
یا دین مین ضعیف ہو یا عورت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہو یا نسب مین عورت کا کفو نہو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نکاح کرنا عورت کو کنیز کر دینا ہی تو دیکھ لیا کرو کہ اپنی
لڑکی کو کہان دیتے ہو اور احتیاط عورت کے حق مین بہت ضرور ہی کہ نکاح کے
باعث وہ ایسی قید مین پڑتی ہی کہ پھر اُس سے چھوٹ نہین سکتی بخلاف مرد کے

ح1 دارقطنی نے اوسکو بروایت ابوسعید خدری اور کہا کہ واقدی اسکی روایت مین منفرد ہی اور وہ ضعیف ہی
ح2 ابومنصور دیلمی نے مسند فردوس مین بروایت انس [illegible]
ح3 [illegible] حربی نے غریب الحدیث مین [illegible] عبداللہ بن مبارک [illegible] میں اسکو مرفوع نہین پہچانتا بلکہ عمر سے موقوف ہی

کہ وہ ہر حال مین طلاق پر قادر ہی اور جب کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح ظالم یا فاسق یا بدعتی یا شرابخوار سے کریگا تو وہ اپنے دین مین بٹہ لگائیگا اور خدا تعالی کے غصہ کا مستحق ہوگا کیونکہ اس شخص نے قرابت کو منقطع کیا اور اُسکے لیے ایسا امر تجویز کیا - اور ایک شخص نے حضرت حسن بصری رح کی خدمت مین عرض کیا کہ چند لوگون نے میری لڑکی کے لیے پیام نسبت دیا ہی مین اُسکا نکاح کس سے کرون آپ نے فرمایا کہ جو شخص اُنمین سے خدا تعالی کا خوف رکھتا ہو اُس سے شادی کرنا اسلیے کہ اگر وہ تیری لڑکی کو چاہیگا تو اُسکی خاطرداری کریگا اور اگر ناپسند کریگا تو اُسپر ظلم نہ کریگا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جس شخص نے اپنی لڑکی کو فاسق سے بیاہ دیا پس اُسنے اُسکی قرابت قطع کردی

تیسری فصل آداب معاشرت کے ذکر مین اور اُن امور کے بیان مین جو نکاح کے باقی رہتے مین زن وشوہر کو برتنے چاہیین اور اس فصل مین دو بیان ہین

پہلا بیان اُن حقوق کے ذکر مین جو شوہر کو مرعی رکھنے چاہیین

جاننا چاہیے کہ شوہر پر بارہ چیزون مین اعتدال اور ادب کا لحاظ ضروری ہی اور وہ ولیمہ اور حسن خلق اور مزاح اور سیاست اور غیرت اور نفقہ دینا اور تعلیم کرنا اور عدل کرنا اور نافرمانی پر سزا دینی اور صحبت کرنا اور اولاد کا ہونا اور طلاق دینا ہین - اب ان سب کو تفصیل معلوم کرنا چاہیے

اول ادب ولیمہ ہی وہ مستحب ہی چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رض پر زردی کا نشان دیکھا اور پوچھا کہ یہ کیا ہی انھون نے عرض کیا کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا ہی اور مہر کھجور کی گٹھلی کے وزن کے برابر سونا ٹھہرا ہی آپ نے فرمایا بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ اَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ یعنی خدا تعالی تجکو مبارک کرے ولیمہ کر اگرچہ ایک ہی بکری ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ سے نکاح کے بعد خرما اور ستو سے ولیمہ کھلایا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اول روز کا کھانا حق ہی اور دوسرے کا سنت اور تیسرے کا نمود ہی اور جو شخص لوگون کے سننے کے لیے شہرت کا کام کریگا اللہ تعالی اُسکو فضیحت کریگا یہ حدیث غریب ہی بجز زیاد بن عبد اللہ کے اور کسی نے اسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً نہین بیان کیا - اور مستحب ہی کہ شوہر کو مبارکباد دیجاوے تو جو شخص اُسکے پاس آوے یون کہے بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ حضرت ابو ہریرہ رض سے

بھی نقل کیا ہی اور ... ۱۲
ح
خدا تجکو مبارک کرے
اور تجھپر برکت کرے
اور تم دونون کا
خیر کے ساتھ اتفاق
کرے ۱۲ ابو داؤد
و ترمذی ۱۲

مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کے لیے ارشاد فرمایا ہو۔ اور نکاح کا
علان ہیر کرنا مستحب ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فَصْلُ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ
الدُّفُّ وَالصَّوْتُ اور فرمایا اَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ
بِالدُّفُوْفِ۔ اور ربیع بنت معوذ رضہ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
میرے پاس شب زفاف کی صبح کو تشریف لائے اور میرے بستر پر بیٹھ گئے اور ہماری چند
لونڈیان اپنے دف بجاتی تھین اور جو لوگ بدر کی لڑائی مین میرے بزرگون سے مارے گئے تھے
انکا ذکر کر رہی تھین یہان تک کہ ایک نے انمین سے کہا کہ ہم مین وہ نبی ہین کہ جو بات
کل کو ہوگی اسکو جانتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو فرمایا کہ اس بات سے
خاموش ہو اور جو پہلے کہہ رہی تھی وہی کہہ۔ دوسرا ادب عورت کے ساتھ خوش خلقی سے
رہنا اور انکی ایذا کو برداشت کرنا بنظر ترحم کہ انکی عقل مین قصور ہو اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہو
وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اور انکے حق کی تعظیم کے باب مین ارشاد فرمایا وَاَخَذْنَ
مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا اور فرمایا وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ اس سے غرض بعضون نے
بیان کی ہو کہ زوجہ ہو۔ اور سب سے آخر وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تین باتین
تھین کہ انھین کو فرماتے فرماتے آپ کی زبان گنگنا گئی اور آواز آہستہ پڑگئی آپ
فرماتے تھے کہ اَلصَّلٰوةَ اَلصَّلٰوةَ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ لَا تُكَلِّفُوْهُمْ مَا لَا يُطِيْقُوْنَ
اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِي النِّسَاءِ فَاِنَّهُنَّ عَوَانٌ فِيْ اَيْدِيْكُمْ اَخَذْتُمُوْهُنَّ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ وَاسْتَحْلَلْتُمْ فُرُوْجَهُنَّ بِكَلِمَةِ اللّٰهِ
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنی بی بی کی بدخلقی پر صبر کریگا اللہ تعالی
اسکو اتنا ثواب عطا فرماویگا جتنا حضرت ایوب علیہ السلام کو انکی مصیبت پر عطا فرمایا
اور جو عورت اپنے خاوند کی بدمزاجی پر صبر کریگی اللہ تعالی اسکو ایسا ثواب دیگا جیسا آسیہ
فرعون کی بی بی کو ملا۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بی بی کے ساتھ خوش خلقی کے یہ معنی نہین
کہ اسکو ایذا نہ دے بلکہ یہ معنی ہین کہ اگر وہ ایذا دے تو اسکی برداشت کرے اور جب وہ
غصہ کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کر کے اسکے غصہ پر حلم کرے یعنی آپ کی
ازواج مطہرات آپ کے سامنے جواب دیا کرتی تھین اور کبھی انمین سے کوئی ایک
دن رات آپ سے بات نہ کرتی تھی اور آپ ان باتون پر حلم فرماتے تھے اور آن پر تشدد
نہ کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضہ کی بی بی نے ایک بار انکے کلام کا جواب دیا آپ نے فرمایا

کہا کہ گستاخ مجکو جواب دیتی ہو آسنے عرض کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات آپ کے کلام کا جواب دیتی ہین حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمسے کہین بہتر ہین حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ اگر حفصہ نے بھی جواب دیا ہوگا تو اُسکا بڑا نقصان ہوا پھر بیٹی کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ ای حفصہ صدیق کی بیٹی کی حرص مت کرنا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری ہی تو ہرگز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب مت دینا اور مروی ہی کہ کسی نے ازواج طاہرات مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک پر ہاتھ رکھکر آپ کو دھکا دیا اُنکی مان نے انکو ڈانٹا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جانے دو کچھ نہ کہو یہ بیبیان تو اس سے بھی زیادہ حرکات کرتی ہین - اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضہ کے درمیان کچھ گفتگو ہوئی یہانتک کہ دونون نے حضرت ابوبکر رضہ کو اپنے درمیان حکم اور شاہد قرار دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا کہ یا تم اول کہو یا مین کہون اُنھون نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماوین لیکن سچ ہی سچ فرمانا حضرت ابوبکر رضہ نے حضرت عائشہ کے مُنھ پر ایک ایسا طمانچہ مارا کہ خون نکلنے لگا اور فرمایا کہ ای دشمن جان کیا حضرت سچ کے سوا کچھ اور فرماوینگے حضرت عائشہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ چاہی اور آپ کی پُشت کے پیچھے جا بیٹھین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضہ سے فرمایا کہ ہمنے تمکو اسلیے نہین بلایا اور نہ تمسے یہ ہمارا مقصود تھی - اور ایکبار کسی کلام پر غصہ ہوکر حضرت عائشہ رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہی کہتے ہین کہ مین پیغامبر خدا ہون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور حلم وکرم کی راہ سے اس امر کو برداشت کیا اور آپ حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا کرتے کہ تمھاری خفگی اور رضامندی مین جانتا ہون اُنھون نے عرض کیا کہ آپ کیسے پہچانتے ہین فرمایا کہ جب تم راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو کہ قسم ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی اور خفگی کی حالت مین کہتی ہو کہ قسم ہی ابراہیم علیہ السلام کے خدا کی حضرت عائشہ رضہ نے عرض کیا کہ آپ بجا فرماتے ہین مین حالت غضب مین آپ کا نام ترک کرتی ہون - اور کہتے ہین کہ اسلام مین جو اول دوستی ہوئی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تھی حضرت عائشہ رضہ کے ساتھ اور آپ آنکو فرمایا کرتے کہ مین تیرے ساتھ ایسا ہون جیسا ابوزرع اپنی بی بی ام زرع کے ساتھ تھا

ع ابن عساکر ۱ سکو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہی اور سند حسن ہی ۱۲ ع طبرانی اوسط مین ۱۲ ابوبکر ... تخریج نہین ملی ۱۲ ع ضعیف ہی ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہی عائشہ رضہ سے ۱۲ ع بخاری مسلم ... ع ... یہ قول صحیح نہین کیونکہ اسلام مین اول محبت ہوئی وہ آپ کی محبت حضرت خدیجہ رضہ سے مشہور و معروف ہی ۱۲ ع ... ساتھ ایسا ہون ... بخاری و مسلم نے بروایت عائشہ رضہ نقل کیا ہی ۱۲

مگر مین تجکو طلاق نہ دونگا۔ **ف** مترجم کہتا ہی کہ حدیث ام زرع کی مشہور ہی اور شمائل ترمذی مین مذکور کہ حضرت عائشہ رضہ کے پاس گیارہ عورتون نے جمع ہو کر اپنے شوہرون کا احوال بیان کیا انمین سے ایک ام زرع تھی کہ انکے خاوند نے انکے ساتھ بہت سلوک کیا تھا پھر طلاق دے دی تھی حضرت عائشہ رضہ نے ان سب کا احوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا اسوقت آپ نے ارشاد مذکورہ بالا فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون کو ارشاد فرمایا کرتے کہ عائشہ کے باب مین مجکو ایذا نہ دو کہ بخدا میرے اوپر جب وحی آئی ہی مین اسی کے لحاف مین ہوا ہون (یعنی تم مین سے کسی کے پاس یہ امر نہین ہوا)۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عورتون اور لڑکون پر سب لوگون کی نسبت کر زیادہ رحیم تھے۔ ادب سوم یہ ہی کہ ایذا کی برداشت کے ساتھ عورتون سے ہنسی اور چہل بھی کرے کہ اس سے انکا دل خوش ہوتا ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ اپنی ازواج طاہرات سے مزاح فرماتے تھے اور اعمال واخلاق مین انہین کے عقلون کے مراتب پر نزول فرماتے تھے حتی کہ مروی ہی کہ آپ حضرت عائشہ رضہ کے ساتھ دوڑا کرتے تھے ایک روز حضرت عائشہ آگے نکل گئین اور پھر جو کسی روز دوڑے تو آپ آگے نکل گئے اسوقت آپ نے فرمایا کہ یہ اس روز کا عوض ہی۔ اور حدیث شریف مین ہی کہ اور لوگون کی نسبت کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیون سے زیادہ چہل فرماتے تھے۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ مین نے حبش کے لوگون وغیرہ کی آواز سنی کہ وہ عاشورا کے دن کھیل رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ کیا تو انکا کھیل دیکھا چاہتی ہی مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے انکو بلوایا جب وہ آئے تو آپ دونون کواڑون کے بیچ مین کھڑے ہوئے اور اپنا ہاتھ ایک کواڑ پر رکھکر پھیلا دیا مین نے اپنی ٹھوڑی آپ کے ہاتھ پر رکھ لی اور دیکھنے لگی وہ لوگ تماشا کرنے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ بس مین نے دو یا تین بار عرض کیا کہ ذرا ٹھہریے پھر آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ بس کر مین نے عرض کیا کہ بہتر آپ نے ان لوگون کو اشارہ کیا وہ چلے گئے اور نیز آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا وَاَلْطَفُهُمْ بِاَهْلِهٖ اور فرمایا خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِنِسَائِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِنِسَائِیْ اور حضرت عمر رضہ باوجود اپنی تیزی مزاج کے ارشاد فرماتے ہین کہ مرد کو چاہیے

ح ۱ بخاری بروایت عائشہ ۱۲
ح ۲ مسلم نے عورتون اور لڑکون کی بابت لکھا ہی ۱۲
ح ۳ ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ بروایت عائشہ رضہ ۱۲
ح ۴ حسن بن سفیان در مسند خود بروایت انس اور اسمین انساء کا ذکر نہین ۱۲ کہ مزاح زیادہ فرماتے بیبیون سے
ح ۵ بخاری و مسلم مین یہ قصہ اور طرح ہی جسکا بیان باب آداب سماع مین آویگا اور اسمین عید کا دن ہی اور نسائی نے کبری مین بروایت عائشہ اسی طرح بیان کیا ہی
ح ۶ ترمذی و نسائی و حاکم بروایت عائشہ
ح ۷ ترمذی بروایت ابو ہریرہ

کہ اپنے گھر مین مثل بچے کے رہے اور جس وقت اسکے پاس کی چیز طلب کی جاوے اُس وقت
مرد ہو جاوے۔ اور لقمان رح کا قول ہی کہ عاقل کو چاہیے کہ اپنے گھر مین بچے کی طرح رہے
اور جب اپنی قوم مین ہو تو مرد ہو اور یہ جو حدیث مین آیا ہی اِنَّ اللّٰہَ یَبْغِضُ الْجَعْظَرِیَّ
الْجَوَّاظَ اسکی تفسیر مین بعضون نے یون کہا ہی کہ وہ شخص مراد ہی جو اپنے گھر والون پر
سخت ہو اور اپنے دل مین متکبر ہو۔ اور بعضون نے قرآن مجید مین جو لفظ عُتُلّ آیا ہی
اُسکے یہی معنی لکھے ہین کہ سخت زبان اور گھر والون پر سخت دل ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حضرت جابر رض کو ارشاد فرمایا تھا کہ کواری سے نکاح کیون نہ کیا کہ تم اُس سے مزاح کرتے
اور وہ تم سے چہل کرتی۔ اور ایک بدوانی کا شوہر مرگیا تھا اُسنے اُسکا اسطرح ذکر کیا کہ بخدا
جب گھر مین آتا تو ہنستا آتا اور باہر جاتا تو چپکا جاتا جو کچھ کھانے کو پاتا اُس سے پیٹ بھرتا
کوئی چیز جاتی رہتی تو سوال نہ کرتا۔ ادب چہارم یہ ہی کہ مزاح اور حسن خلق اور عورت
کی خواہش کی متابعت اِس درجہ کو نہ بڑھاوے کہ اُسکا مزاج بگڑ جاوے اور اُسکے سامنے
اپنی کچھ ہیبت نہ رہے بلکہ اس بات مین اعتدال کا لحاظ رکھے اسطرح کہ جب کوئی بری بات دیکھے
تو ہیبت اور خفگی سے درگذر نہ کرے اور بری بات پر کبھی راضی نہو بلکہ جب کوئی بات مخالف
شریعت یا مروت کے دیکھے فوراً آگ بگولا ہو جاوے حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ
جو شخص اپنی بی بی کا مطیع بنا رہے کہ جو وہ چاہے وہی کرے تو اللہ تعالی اُسکو دوزخ مین
اوندھا کرادیگا۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ عورتون کی مرضی کے خلاف کیا کرو کہ اُنکے
خلاف کرنے مین برکت ہوتی ہی۔ اور یہ بھی منقول ہی کہ عورتون سے مشورہ لو اور جو کچھ وہ
مشورہ دین اُسکے خلاف کرو۔ اور حدیث مین ہی کہ ہلاک ہوا جورو کا غلام اور یہ اسلیے
فرمایا کہ جب اُسکی خواہش کے امر مین اُسکی اطاعت کریگا تو اُسکا غلام ہوا اور وجہ
ہلاکی کی یہ ہی کہ اللہ تعالی نے اُسکو بی بی کا مالک کیا تھا اُسنے اپنے نفس کو اُسکا
مملوک کردیا اور معاملہ معکوس اور الٹا مقدمہ ہوگیا اور شیطان کا قول جو قرآن مین
نقل ہی وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَیُغَیِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰہِ اس قول کی بھی اطاعت کی کہ مرد کا
حق متبوع ہونے کا تھا نہ تابع ہونے کا حالانکہ اللہ تعالی نے مردون کو عورتون پر حاکم فرمایا ہی
جیسا کہ ارشاد ہی اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ اور شوہر کو سید اور آقا فرمایا ہی چنانچہ فرمایا
وَاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَی الْبَابِ پس جس صورت مین کہ سید کو مسخر اور تابع حکم کردیا

تو گویا اللہ تعالی کی نعمت کو ناشکری سے بدل ڈالا۔ اور عورت کے نفس کو اپنے نفس امارہ کے مثال جاننا چاہیے کہ اگر تھوڑی سی باگ نفس کی ڈھیلی کر دو تو بہت سی شوخی کرے اور اگر ایک بالشت اسکی لگام ڈھیلی کر دو تو تمکو ہاتھون گھسیٹ لیجاوے اور اگر لگام کو تانے رہو اور اسپر اپنا ہاتھ سختی کے موقع پر سخت رکھو تو قابو مین رہیگا حضرت امام شافعی رح فرماتے مین کہ تین چیزین ایسی ہین کہ اگر تم انکا اکرام کرو تو وہ تمکو ذلیل کرینگی اور اگر تم انکو ذلیل کرو تو تمھاری تعظیم کرینگی اول عورت دوم خادم سوم نبطی۔ اس سے مراد آپ کی یہ ہی کہ اگر صرف اکرام کرو اور کبھی نرمی کے ساتھ گرمی نہ کرو اور سخت لفظ نہ کہو تو بیشک سر چڑھ جاوینگے۔ اور کہتے ہین کہ عرب کی عورتین اپنی لڑکیون کو انکے شوہرون کا امتحان اسطرح سکھاتی تھین کہ لڑکی سے اسکی مان کہدیتی کہ شوہر پر جرأت اور مبادرت کرنے سے پہلے اسکو آزما لینا یعنی اسکے نیزہ کی بھال توڑ دینا اگر وہ اسپر خاموش ہو جاوے تو اسکی سپر پر گوشت کاٹنا اگر اسپر بھی نہ بولے تو اسکی تلوار سے ہڈیان توڑنا اگر اسپر بھی سکوت کرے تو وہ تیرا گدھا ہو چکا پالان اسکی پشت پر ڈال کر اسپر سوار ہونا حاصل یہ کہ آسمان و زمین عدل ہی کی جہت سے قائم ہین اگر ذرا عدل سے ہٹین تو معاملہ برعکس ہو جاوے اسلیے عاقل کو چاہیے کہ عورت کے ساتھ موافقت اور مخالفت مین میانہ روی کا راستہ چلے اور ہر ایک بات مین حق کی پیروی رکھے تاکہ انکی شر سے محفوظ رہے کہ انکے داو برے ہین اور خرابی فاش ہی اور انکے مزاج پر بد خلقی اور عقل کا کم ہونا غالب ہی اور یہ بات انکی اعتدال پر اسی وقت آویگی کہ کچھ لطف انکے ساتھ کیا جاوے اور کچھ سیاست برتی جاوے ؎ درشتی و نرمی بہم در بہ ست * چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ ست * اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نیکبخت عورت عورتون مین ایسی ہی جیسے سو کوون مین سفید پیٹ کا کوا۔ اور لقمان رح نے جو اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی اسمین یہ بھی تھا کہ بیٹا بری عورت سے بچنا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے تجکو بوڑھا کردیگی اور شریر عورتون سے بھی کنارہ کرنا کہ وہ تجکو کوئی نیک کام کرنے کو نہ کہینگی اور نیکبخت عورتون سے ڈرتے رہنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین بلاؤن سے پناہ مانگو اور انمین سے ایک کو زن بد ارشاد فرمایا کہ وہ بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کردیتی ہی۔ اور ایک روایت مین یون ہی کہ جب تو اسکے پاس جاوے تو گالی دے اور جب اسکے پاس نہو تو تیری خیانت کرے۔ اور ان

عورتون کے حق مین جو بہتر سب عورتون سے ہین یعنی اپنی ازواج طاہرات کو ارشاد فرمایا
اِنَّکُنَّ صَوَاحِبَاتُ یُوْسُفَ ۔ مترجم کہتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض سخت
مین مبتلا ہوے اور طاقت نماز پڑہانے کی نرہی تو ارشاد فرمایا کہ ابوبکر رضی سے کہو کہ نماز پڑہاوے
حضرت عائشہ رضی نے عرض کیا کہ میرا باپ نرم دل بہت ہی جب آپ کی جگہ خالی دیکھے گا تو
بیتاب ہو جاویگا اُس وقت آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا یعنی تم جو ابوبکر رضی کو نماز کی امامت
نہین کرنے دیتی ہو تو یہ امر حق بات سے خواہش نفس کی طرف رغبت کرنا ہی۔ اور جس وقت
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راز آپ کی ازواج نے فاش کر دیا تو اللہ تعالے نے یہ آیت
نازل فرمائی اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا یعنی تمھارے دل ایل
کر گیے اور یہ آپ کی ازواج مین سے بہتر کی شان مین ارشاد فرمایا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد
فرمایا لَا یَفْلَحُ قَوْمٌ تَمْلِکُھُمْ اِمْرَأَۃٌ اور حضرت عمر رضی کو جب انکی بی بی نے جواب دیا تو آپ نے
اسکو جھڑکا اور فرمایا کہ تو گھر کے کونے مین ایک کھلونے کی طرح ہی اگر ہمکو تیری حاجت ہوئی
تو خیر ورنہ چپ چاپ بیٹھی رہا کر۔ غرضکہ عورت مین دو امر ہوتے ہین ایک برائی دوسر
کمزوری اور اُسکی برائی کا علاج تو سیاست اور خشونت ہی اور اُسکی کمزوری کا علاج
دل لگی کرنا اور رحم کرنا ہی تو جس طرح طبیب ماہر جتنا مرض دیکھتا ہی اُتنا ہی علاج کرتا ہی اسیطرح
اول آدمی کو عورت کے عادات کا حال تجربہ سے معلوم کرنا چاہیے پھر اُس سے
ویسا معاملہ برتنا چاہیے جیسا اُس کا حال مقتضی ہو۔ **پانچوان ادب** غیرت مین اعتدال
رکھنا ہی یعنی جن اُمور کی خرابی کا اندیشہ ہو اُنکی ابتدا سے غفلت نکرنی اور عورتون پر
بدگمانی اور باطن کی تلاش مین مبالغہ نکرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتون
خفیہ امور کے درپے ہونے سے منع فرمایا ہی اور بعض روایتون مین یہ ہی کہ عورتون کے
پاس اچانک چلے جانے سے منع فرمایا ہی۔ اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اپنے کسی سفر سے مراجعت فرمائی تو مدینہ منورہ مین داخل ہونے سے پیشتر ارشاد فرمایا کہ
رات کو عورتون کے پاس مت جانا اس حکم کے خلاف دو شخص آگے بڑھ گئے اور ہر ایک نے
اپنے گھر مین بری بات دیکھی اور ایک حدیث مشہور مین ہی اَلْمَرْأَۃُ کَالضِّلَعِ اِنْ
قَوَّمْتَہٗ کَسَرْتَہٗ فَدَعْہُ تَسْتَمْتِعْ بِہٖ عَلٰی عِوَجٍ اور یہ عورت کے اخلاق کی تہذیب مین ارشاد فرمایا
اور غیرت مین فرمایا اِنَّ مِنَ الْغَیْرَۃِ غَیْرَۃً یُبْغِضُھَا اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَھِیَ غَیْرَۃُ الرَّجُلِ عَلٰی اَھْلِہٖ

مِنْ غَيْرِ رِيبَةٍ اسلیے کہ ایسی غیرت از قبیل بدگمانی ہو جسکی ہمکو ممانعت ہی کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہین — اور حضرت علی رض ارشاد فرماتے ہین کہ اپنی گھر والی پر زیادہ غیرت نکرو ایسا نہو کہ تمھارے ہی سبب سے وہ بدنام ہوجاوے — اور غیرت اپنے موقع پر اچھی چیز ہی وہ آدمی مین ضرورت ہونی چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی غیرت کرتا ہی اور ایماندار غیرت کرتا ہی اور اللہ تعالی کی غیرت ایک یہ ہی کہ اُس نے جو چیز آدمی پر حرام فرماوی آدمی اُسکا مرتکب ہو اور نیز فرمایا کہ تم لوگ سعد کی غیرت سے کیا تعجب کرتے ہو مین بخدا سعد کی نسبت کر زیادہ غیرت رکھتا ہون اور اللہ تعالی مجھسے زیادہ غیرت والا ہی اور یہ اللہ تعالی کی غیرت کا باعث ہی کہ اُسنے ظاہر اور باطن کی برائیون کو حرام فرمایا اور اللہ تعالی کی نسبت کر کوئی ایسا نہین کہ جسکو عذر کرنا زیادہ پسند ہو اور یہی وجہ ہی کہ اُسنے ڈرانے والے اور بشارت دینے والے مبعوث فرمائے اور نہ کوئی ایسا ہی کہ اُس سے بڑھکر اسکو تعریف پسند ہو اور یہین بہت جنت کا وعدہ فرمایا — اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مین نے شب معراج مین جنت کے اندر ایک محل دیکھا اور اُسکے صحن مین ایک لونڈی تھی مین نے پوچھا کہ یہ محل کسکا ہی کسی نے جواب دیا کہ عمر کا ہی مین نے چاہا کہ اُسکو دیکھون مگر ای عمر رض مجھکو تیری غیرت یاد آئی حضرت عمر رض رو پڑے اور عرض کیا کہ مین کیا آپ پر غیرت کرونگا حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے کہ کیا تم اپنی عورتون کو چھوڑ دیتے ہو کہ بازارون مین کافرون سے رگڑ کر چلین خدا تعالی برا کرے اُسکا جو غیرت نہ رکھتا ہو — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین إِنَّ مِنَ الْغَيْرَةِ مَا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُهُ اللّٰهُ وَمِنَ الْخُيَلَاءِ مَا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَمِنْهَا مَا يُبْغِضُهُ اللّٰهُ فَأَمَّا الْغَيْرَةُ الَّتِي يُحِبُّهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي الرِّيبَةِ وَالْغَيْرَةُ الَّتِي يُبْغِضُهَا اللّٰهُ فَالْغَيْرَةُ فِي غَيْرِ رِيبَةٍ وَالْاِخْتِيَالُ الَّذِي يُحِبُّهُ اللّٰهُ اِخْتِيَالُ الرَّجُلِ بِنَفْسِهِ عِنْدَ الْقِتَالِ وَعِنْدَ الصَّدَمَةِ وَالْاِخْتِيَالُ الَّذِي يُبْغِضُهُ اللّٰهُ الْاِخْتِيَالُ فِي الْبَاطِلِ اور نیز فرمایا کہ مین غیرت والا ہون اور جو مرد کہ غیرت نکرتا ہو وہ اندھے دل کا آدمی ہی — اور غیرت کی ضرورت نہو نیکی یہ تدبیر ہی کہ اُسکے پاس مرد نہ آوین اور نہ وہ بازارون مین نکلے — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رض سے پوچھا کہ عورت کے لیے کون سی چیز بہتر ہی انھون نے عرض کیا کہ بہتر یہ ہی کہ نہ وہ کسی مرد کو دیکھے اور نہ کوئی اُسکو مرد دیکھے آپ نے

انکو چھاتی سے لگالیا اور فرمایا شِنْشِنَۃٌ اَعْرِفُھَا مِنْ اَخْزَمَ یعنی کیون نہو کس باپ کی بیٹی ہے
اور اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیوارون کے تابدان اور سوراخ بند کر دیا کرتے تھے
کہ عورتین مردون کو نہ جھانکین — اور حضرت معاذ رض نے اپنی بی بی کو روشندان سے جھانکتے ہوئے
دیکھکر سزا دی اور ایک دفعہ دیکھا کہ انکی بی بی نے ایک سیب مین سے کچھ کھا کر بقیہ اُسکے
غلام کو دیدیا آپ نے اسپر بھی سزا دی — اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ عورتون کو عمدہ پوشاک ندو
گھرون مین بیٹھی رہینگی — اور یہ اسلئے فرمایا کہ عورتین خراب خستہ حالت مین باہر جانے کی رغبت
نہین کرتین گویا یہ مثل فارسی حضرت عمر رض کے قول سے ماخوذ ہی عصمت بی بی بے چادری
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اپنی بیبیون کو گھرون مین رہنے کی عادت ڈالو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول عورتون کو مسجد مین جانے کی اجازت دی تھی اور اب
بڑھیون کے سوا اورون کو اجازت نہونی بہتر ہی بلکہ یہ امر صحابہ رض کے زمانہ مین بھی قرین صواب
تھا یہان تک کہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتین معلوم ہوتین
جو آپ کے بعد عورتون نے پیدا کی ہین تو انکو باہر نکلنے سے بیشک منع فرماتے
اور جب کہ حضرت ابن عمر رض نے یہ حدیث بیان کی لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مَسَاجِدَ اللّٰهِ تو اُنکے
کسی لڑکے نے کہا کہ ہم تو بخدا انکو منع کرینگے پس آپ نے اُسکو مارا اور غصہ ہوئے اور
فرمایا کہ تو میرا کہنا نہین سنتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے ہین پھر اُسکے نہ ماننے
کے کیا معنے — اور حضرت ابن عمر رض کے لڑکے نے جو مخالفت پر جرأت کی تو یہی وجہ تھی کہ
زمانہ کے بدل جانے کا حال انکو معلوم تھا اور اُنکے پدر بزرگوار کی خفگی کا یہ سبب تھا کہ ظاہر
لفظ مخالف حدیث منھ سے نکالا اور کچھ عذر بیان نہ کیا — اور اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عورتون کو عیدین بالخصوص نکلنے کی اجازت دی تھی مگر بشرط بہ اجازت اپنے خاوندونکے
اور اس زمانہ مین بھی پارسا عورت کو باجازت اپنے شوہر نکلنا مباح ہی مگر نہ نکلنے مین احتیاط
زیادہ ہی — اور عورت کو چاہیے کہ بدون کسی امر ضروری کے نہ نکلے کیونکہ تماشون اور
غیر ضروری کامون کے لیے نکلنا شرافت کا مخل ہی اور بعض اوقات فساد بھی اُٹھ کھڑا ہوتا ہی
پھر اگر گھر سے نکلے تو چاہیے کہ مردون اور عورتون سے اپنی آنکھین نیچی رکھے اور یہ ہم
نہین کہتے کہ مرد کا چہرہ عورت کے حق مین داخل ستر ہی جیسے عورت کا چہرہ
مرد کے حق مین ہی بلکہ اُسکو ایسا جاننا چاہیے کہ جیسے امرد کا چہرہ مرد کے حق مین ہی

ح بخاری و مسلم نے بروایت ابن عمر نقل کیا ہی کہ عورتون کو راتکو وقت مسجد مین جانیکی اجازت دو ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت عائشہ ۱۲
ح اللہ تعالی کی کنیزون کو اسکی مسجدون سے مت روکو بخاری و مسلم بروایت ابن عمر ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت ام عطیہ ۱۲

کہ فتنہ کے خوف کے وقت مرد کو اُسکا دیکھنا حرام ہی اسی طرح عورت کو مرد کا چہرہ فتنہ کے خوف کی حالت مین دیکھنا حرام ہی اور اگر خوف فتنہ نہین تو حرمت بھی نہین اسلیے کہ مرد زمانہ پیشین مین ہمیشہ کھلے منھ پھرتے تھے اور عورتین نقاب ڈالکر نکلتی تھین اگر مردون کے چہرے عورتون کے حق مین داخل ستر ہوتے تو یا مردون کو نقاب ڈالنے کا حکم ہوتا یا بدون ضرورت عورتون کو نکلنے سے منع کر دیا جاتا۔ چھٹا ادب یہ ہی کہ نفقہ مین اعتدال کرے یعنی نہ تو نفقہ تنگی کے طور پر دیوے اور نہ اُسمین اسراف کرنا چاہیے بلکہ متوسط طور پر دیوے اللہ تعالے فرماتا ہی کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اور فرمایا وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْهَا کُلَّ الْبَسْطِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَهْلِهٖ اور دوسری جا ارشاد ہی دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِکَ اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِکَ اور کہتے ہین کہ حضرت علی رض کی چار بیبیان تھین آپ اُنمین سے ہر ایک کے لیے ہر چار روز مین ایک درم کا گوشت مول لے دیا کرتے تھے اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہی کہ سلف کے اکابر مردون مین فراخ حال رہتے تھے اور لوازم خانگی اور کپڑون مین میانہ روی اور متوسط چال برتتے تھے۔ اور ابن سیرین رح کا قول ہی کہ مرد کو مستحب ہی کہ ہر ہفتہ مین اپنے گھر والون کے لیے فالودہ بنادیا کرے اور رم شیرینی کوئی ضروریات مین سے نہین مگر اُسکا بالکل ترک کر دینا عادت کے بخل مین داخل ہی اور مرد کو چاہیے کہ اپنی بی بی سے کہدے کہ بچا ہوا کھانا اور وہ چیز جو رکھنے سے بگڑ جاوے خیرات کر دیا کرے کہ یہ خیرات کا ادنی درجہ ہی اور عورت کو جائز ہی کہ اس قسم کی خیرات بدون شوہر کے حکم صریح کے بھی کر دیا کرے۔ اور مرد کو نہ چاہیے کہ اپنے آپ عمدہ کھانا کھاوے اور گھر والون کو اُسمین سے نہ کھلاوے کہ یہ امر سینہ کو کینہ سے پر کرتا ہی اور اچھی طرح اہل وعیال کے ساتھ رہنے سے بعید ہی پس اگر مرد کو ایسی ہی تنہا خوری منظور ہو تو چاہیے کہ چھپکر کھاوے کہ گھر والون کو اُسکی اطلاع نہو اور یہ بھی نہین چاہیے کہ گھر والون کے سامنے ایسے کھانے کا ذکر کرے جسکا اُنکو کھانا منظور نہو۔ اور جب کھانا کھانے بیٹھے تو سب گھر والون کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھالے کہ حضرت سفیان ثوری سے منقول ہی کہ فرماتے ہین کہ ہمنے ایسا سنا ہی کہ اللہ تعالی اور اُسکے فرشتے اُن گھر والون پر رحمت بھیجتے ہین

جو ایک جا ہو کر کھانا کھاتے ہین - اور نفقہ کے باب مین زیادہ تر لحاظ اس بات کا چاہیے کہ
عورت کو حلال کمائی سے کھانا کھلاوے اور اسکے نفقہ کی وجہ سے بُری بُری آمدنیون مین
مبتلا نہ ہووے ورنہ اس صورت مین رعایت اہل دریکنار خطاوار ٹھہریگا اور ہم نکاح کی آفتون
کے بیان مین جو اخبار اس باب مین ہین انکو بیان کر چکے ہین - **ساتوان ادب** یہ ہی
کہ مرد کو حیض کے احکام سیکھنے چاہئین کہ اس عرصہ مین کس کس بات سے احتراز رکھنا
واجب ہی اور عورت کو نماز کے احکام سکھانے چاہئین کہ ان ایام مین کونسی نماز قضا پڑھے
اور کونسی کی قضا نہ پڑھے کیونکہ قرآن مجید مین مرد کو حکم ہی کہ اپنی اہل کو دوزخ سے بچاوے
چنانچہ ارشاد ہی قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا اسلیے مرد پر لازم ہی کہ عورت کو اہل سنت
کا عقیدہ سکھلائے اور اگر اسنے بدعت پر کان دیا ہو تو اسکو اسکے دل سے دور کرے
اور اگر دین کے معاملے مین سستی کرتی ہو تو اسکو اللہ تعالی کے عذاب سے ڈراوے اور
حیض اور استحاضہ کے مسائل مین سے جنکی اسکو ضرورت ہو بتاوے اور ہر چند استحاضہ
کا علم بڑا ہی لیکن تاہم عورتون کو حیض کے احکام مین سے ان نمازون کو ضرور بتا دینا چاہیے
جنکو وہ قضا پڑھے مثلاً اگر اسکو حیض مغرب سے پیشتر ایسی طرح بند ہوا ہو کہ ایک رکعت
پڑھ سکتی ہی تو اسکو ظہر اور عصر کی قضا لازم ہی اور جس صورت مین کہ صبح کے ہونے سے
ایک رکعت کی مقدار پیشتر بند ہوا ہو تو اسپر مغرب اور عشا کی قضا چاہیے اور یہ بات ایسی ہی
کہ عورتین اسکا لحاظ کم کرتی ہین - پھر جس صورت مین کہ شوہر اسکی تعلیم کا متکفل ہو تو اسکو
جائز نہین کہ مسائل کے پوچھنے کے لیے عالمون کے پاس جاوے اور اگر مرد کم علم ہو مگر
اسکی طرف سے سوال کا جواب مفتی سے پوچھ کر اسکو کہ دیتا ہی تب بھی اسکو باہر نکلنا
درست نہین اور اگر یہ امر بھی نہو تب البتہ اسکو سوال کے لیے نکلنا جائز بلکہ واجب ہی
اور مرد اگر منع کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر اسقدر سیکھ چکی ہو کہ فرائض آگئے ہون تو پھر کسی
مجلس وعظ مین خواہ زیادہ سیکھنے کے لیے اسکو نکلنا بدون اجازت شوہر کے درست نہین
اور جس صورت مین کہ عورت حیض اور استحاضہ کے احکام مین سے کوئی حکم نہ جانتی ہو اور
اسپر عمل نہ کرے اور شوہر نے اسکو تعلیم نہ کیا ہو تو شوہر خود اسکے ساتھ جاوے ورنہ
گناہ مین اسکا شریک ہوگا **آٹھوان ادب** یہ ہی کہ جب مرد کے کئی بیبیان ہون تو
چاہیے کہ انکے درمیان عدل کرے اور ایک کی طرف زیادہ نہ جھکے اور ایسی صورت مین

اگر سفر کو نکلے اور آنمین سے ایک کو ساتھ لیجانا چاہے تو چاہیے کہ قرعہ ڈال کر جسکا نام نکلے اُسکو ساتھ لے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے - پھر اگر کسی بی بی کی باری چھوڑ دے تو اُسکی قضا کرے کہ باری کا قضا کرنا اُسپر واجب ہی اور بیبیون کی کثرت کی صورت مین عدل کے احکام جاننے کی ضرورت ہی جنکا بیان طویل ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی مَنْ کَانَ لَهٗ امْرَأَتَانِ وَمَالَ اِلٰی اِحْدٰهُمَا دُوْنَ الْاُخْرٰی جَآءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَاَحَدُ شِقَّیْهِ مَائِلٌ اور ایک روایت مین بجاے مَالَ اِلٰی اِحْدٰهُمَا کے لَمْ یَعْدِلْ بَیْنَهُمَا ہی یعنی دونون مین عدل نہ کیا ہو اور مرد پر عدل صرف دینے مین اور سونے مین واجب ہی مگر دوستی اور صحبت مین واجب نہین کیونکہ یہ امر آدمی کے اختیار مین داخل نہین اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَنْ تَسْتَطِیْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ یعنی خواہش قلبی اور جی کی رغبت مین عدل مت کرو اور صحبت بھی اسی کی تابع ہوتی ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات کو نفقہ دیتے اور رات کو آنکے پاس رہنے مین عدل فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ الٰہی جس چیز مین میرا قابو ہی اُسمین میری کوشش یہ ہی جو مین نے کی اور جس چیز کا مالک تو ہی اور میرے بس کی نہین اُسکی طاقت مجکو نہین یعنی محبت قلبی میرے اختیار مین نہین اور حضرت عائشہ رضہ سب ازواج طاہرات کی نسبت کر آپ کو زیادہ محبوب تھین اور سب اس بات کو جانتی تھین اور مرض اخیر مین ہر روز آپ کی چارپائی جس بی بی کی نوبت ہوتی تھی اُسکے یہان پہونچا دیتے تھے آپ رات کو رہتے اور پوچھتے کہ صبح کو مین کہان رہونگا ایک بی بی نے آنمین سے جان لیا کہ آپ کی مرضی حضرت عائشہ رضہ کی باری پوچھنے سے ہی پھر سب بیبیون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہمنے آپ کو اجازت دی کہ آپ حضرت عائشہ رضہ کے گھر مین رہین کہ ہر شب آٹھا کر پہونچانے مین آپ کو تکلیف ہوتی ہی آپ نے فرمایا کہ سب اس امر پر راضی ہین عرض کیا کہ سب راضی ہین فرمایا کہ مجکو عائشہ کے گھر لے چلو - اور جب کوئی عورت اپنی باری دوسری کو بخش دے اور شوہر بھی راضی ہو جاوے تو اُسکا حق ثابت ہو جاویگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین سودہ رضہ کو عمر کے زیادہ ہونے کی جہت سے طلاق دینے کا ارادہ فرمایا اُنھون نے اپنی باری حضرت عائشہ رضہ کو ہبہ کر دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی درخواست کی کہ مجکو طلاق نہ دیجیے تاکہ قیامت مین آپکی

بیبیون کے زمرہ مین میرا حشر ہو آپ نے اُنکی درخواست منظور فرمائی اور نوبت اُنکے لیے مقرر نہ فرماتے تھے بلکہ حضرت عائشہ رضہ کی نوبت دو راتین اور باقی بیبیون کی ایک ایک رات فرماتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حسن عدل اور قوت کے باعث صحبت مین بھی عدل فرماتے تھے یعنی اگر اپنی بیبیون مین سے کسی پر آپ کا نفس راغب ہوتا اور اُسکی باری اُس روز نہوتی اور اُس سے آپ صحبت کرتے تو اُس روز یا اُس شب مین سب بیبیون سے صحبت فرماتے جیسا کہ حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب مین اپنی ازواج سے صحبت فرمائی اور حضرت انس رضہ سے مروی ہی کہ آپ نے ایک دن مین دوپہر کے وقت نو بیبیون سے صحبت کی **نوان ادب** یہ ہی کہ جس صورت مین زن وشوہر مین جھگڑا واقع ہو اور نا اتفاق کی صورت جاتی رہے تو اگر ناموافقت دونون کی طرف سے ہو خواہ صرف مرد کی جانب سے تو اس صورت مین نہ تو عورت کو اپنے شوہر پر قابو اور نہ مرد کو عورت کے درست کرنے کا اختیار ہی اسلیے دو پنچون کا ہونا ضرور ہوا ایک تو شوہر کے گھرانے کا اور دوسرا عورت کے گھرانے کا کہ یہ دونون پنچ اُن دونون کا حال دیکھکر اگر آپس مین صلح چاہتے ہون تو صلح کرا دین۔ اور حضرت عمر رضہ نے زن وشوہر مین صلح کرنے کے لیے ایک حکم مقرر فرمایا وہ شخص واپس آیا اور اصلاح نہ کی آپ نے دُرّہ سے اُسکی خبر لی اور فرمایا کہ خدا تعالی تو فرماتا ہی اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا یعنی اگر زن وشوہر کو صلح کرنی منظور ہوگی تو اللہ تعالی اُن دونون مین موافقت پیدا کر دیگا پھر تو بدون صلح کرائے کیسے چلا آیا وہ شخص دوبارہ گیا اور نیت کو درست کرکے مرد و عورت سے بملایمت پیش آیا اور دونون مین صلح کرا دی۔ اور اگر نافرمانی خاص عورت کی جانب سے ہو تو مرد عورتون کے زبردست ہین مرد کو چاہیے کہ اُسکو ادب دیوے اور زبردستی اُسکو فرمانبردار کرے اور اسی طرح اگر عورت نماز نہ پڑھتی ہو تو مرد کو چاہیے کہ اُس سے زبردستی نماز پڑھوا دے لیکن تادیب مین تدریج کا لحاظ رکھنا چاہیے اور وہ یہ ہی کہ اول نصیحت کرے اور عذاب اخروی اور اپنی سزا سے ڈراوے اور اگر یہ امر مفید نہو تو سونے مین اُسکی طرف پشت پھیر کر لیٹے یا اپنا بستر علیحدہ کرے مگر ایک ہی گھر مین رہے اور تین راتون تک یہی معاملہ کرے اگر یہ بھی اُسکو کچھ اثر نہ کرے تو پھر ایسی طرح مارے کہ اُسکو تکلیف تو ہو لیکن زخم نہ پہونچے اور ہڈی ٹوٹے اور منھ پر نہ مارے کہ اُس سے ممانعت آئی ہی۔ اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

ح
بخاری ومسلم
بخاری عن انس
ح
ابن عدی
[illegible]
ح
ابن ماجہ
ونسائی در
کبری بروایت
معاویہ
بن حیدہ

کی خدمت مین عرض کیا کہ عورت کا حق مرد پر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جب آپ کھاوے اُسکو کھلاوے اور جب آپ پہنے اُسکو پہناوے اور اُسکو یون کہے کہ خدا تیرا منھ بُرا کرے اور اُسکو جب مارے تو سخت مار نہ مارے اور جب اُسکے پاس سونے سے علیحدگی کرے تو اُسی گھر مین رہے اور مرد کو درست ہے کہ عورت کو دین کے امور مین سے کسی مین غصہ کر بیٹھے اور پاس سونا دس بیس روز خواہ مہینا بھر چھوڑ دے یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کیا ہے یعنی جب آپ نے ام المومنین زینب رضہ کے پاس کچھ تحفہ بھیجا اور انھون نے اُسکو ہٹا دیا تو جس بی بی کے گھر مین آپ تشریف رکھتے تھے انھون نے عرض کیا کہ آپ کی زینب نے بے قدری کی کہ آپ کا تحفہ پھیر دیا آپ نے فرمایا کہ تم اللہ تعالے کے نزدیک زیادہ ذلیل ہو اس سے کہ میری بیقدری کرو پھر آپ ایک مہینے بھر اپنی سب بیبیون پر غصہ ہوے بعد ایک مہینے کے اُنکے پاس گئے دسوان ادب صحبت کے آداب مین ہے مستحب ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرے اور سورۂ اخلاص پڑھے اور تکبیر اور تہلیل نہ کہے پھر یون کہے بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنْ كُنْتَ قَدَّرْتَ اَنْ تُخْرِجَ ذٰلِكَ مِنْ صُلْبِيْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا اَتٰى اَهْلَهٗ قَالَ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنِي الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنْ كَانَ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ لَمْ يَضُرَّهُ الشَّيْطَانُ غرضکہ یہ پڑھکر صحبت کرے اور جب انزال کے قریب ہو تو اپنے جی مین یہ پڑھے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا اور بعض اصحاب حدیث اللہ اکبر ایسے پکار کر کہتے کہ گھر والے انکی آواز سنتے۔ اور صحبت کے وقت قبلہ کی جانب سے ہٹ جاوے کہ تعظیم قبلہ اسی کی مقتضی ہے اور چاہیے کہ اپنے آپ کو اور اپنی بی بی کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر مبارک ڈھانپ لیتے تھے اور آواز پست کرتے تھے اور بی بی سے ارشاد فرماتے تھے کہ وقار کے ساتھ رہو۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب میان بی بی صحبت کیا چاہین تو گدھون کی طرح ننگے نہون اور صحبت کے پیشتر نرم گفتگو کرنی اور بوسہ دینا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مین سے کوئی اپنی بی بی پر ایسی طرح نہ جا پڑے جیسے چوپایہ پڑتا ہے بلکہ ان دونون مین اول ایلچی ہونا چاہیے لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ایلچی کیا ہے آپ نے فرمایا کہ بوسہ اور کلام۔ اور فرمایا کہ مرد مین تین باتین عاجزی پر دلالت کرتی

ح ابو داؤد و ابن ماجہ بروایت معاویہ بن حیدہ ۱۲ ح ابن ماجہ بروایت عائشہ

ف ازواج کے چھوڑ دینے کا مذکور ہے کہ آپ نے سب پر غصہ ہو کر قسم کھائی تھی کہ مہینے بھر اُنکے پاس نہ جاوینگے ۱۲

[illegible]

ح [illegible]

ح ابو منصور دیلمی [illegible] بروایت انس باختصار ۱۲

اول یہ کہ جسکی آشنائی پسند کرتا ہو اُس سے ملاقات کرے اور پیشتر اس سے کہ اُسکے نام
اور نسب سے واقف ہو اُس سے جدا ہو جاوے دوسرے یہ کہ کوئی شخص اُسکی تعظیم کرے
اور کچھ ہدیہ دیوے اور یہ وہ چیز نہ لیوے اور رہنا دیوے تیسرے یہ کہ اپنی لونڈی خواہ بی بی
سے صحبت کرنی چاہیے اور بدون اس بات کے کہ اُس سے بات کرے اور اُنس پیدا کرے
اور پاس لیٹے اُس سے صحبت کرنے لگے اور اپنی حاجت پوری کرے اُسکی حاجت پوری
نہ ہونے دے - اور تین راتوں میں صحبت کرنی مکروہ ہے ایک مہینے کی اول شب دوم
آخر شب سوم پندرھویں شب کہتے ہیں کہ ان تین راتوں میں صحبت کے وقت شیطان
موجود ہوتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ ان راتوں میں شیطان صحبت کیا
کرتے ہیں اور اس امر کی کراہت ان راتوں میں حضرت علی اور معاویہ اور ابوہریرہ
رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور بعض علمانے جمعہ کے دن اور اُسکی شب میں صحبت
کو مستحب کہا ہے اِس حدیث کے ایک معنی کے لحاظ سے [5] رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ غَسَلَ
وَاغْتَسَلَ پھر جب مرد کو انزال ہو جاوے تو چاہیے کہ اُسی طرح کچھ ٹھہرا رہے تاکہ
عورت کا مطلب بھی پورا ہو جاوے کیونکہ بعض اوقات عورت کو انزال دیر کر
ہوتا ہے تو اُس وقت مرد کا اُس سے کنارہ کرنا اُسکو ایذا دینا ہے اور انزال
میں سرشت کی رو سے اختلاف ہونا نفرت کا باعث ہوتا ہے بشرطیکہ مرد کو
انزال پیشتر ہوتا ہو اور انزال کا ایک ساتھ ہونا عورت کو زیادہ اچھا معلوم
ہوتا ہے اس وجہ سے کہ اس صورت میں مرد کو عورت کے انزال کی خبر نہیں ہوتی ورنہ
وہ مرد کی اطلاع سے حیا کرتی ہے - اور مرد کو چاہیے کہ ہر چار روز میں ایک بار عورت کے
پاس آوے کیونکہ عورتوں کی تعداد چار ہو سکتی ہے اور سب میں عدل کے لحاظ سے
اِس حد تک تاخیر جائز ہے ہاں اِس حد سے زیادہ اور کم کر سکتا ہے بلحاظ عورت کی حاجت
اور اُسکے پارسا رکھنے کے اس لیے کہ عورت کا عفیفہ رکھنا مرد پر واجب ہے گو صحبت کا
مطالبہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اُسکا مطالبہ اور اُسکا پورا کرنا مشکل ہے اور ایام حیض
میں اور اُسکے گذرنے کے بعد نہانے سے پیشتر عورت سے صحبت نہ کرے کہ نص قرآنی
سے اُسکی حرمت ثابت ہے اور کہتے ہیں کہ اِس سے اولاد مجذوم یعنی کوڑھی ہو جاتی ہے
اور سوا صحبت کے ایام حیض میں عورت کے تمام بدن سے فائدہ لینا جائز ہے اور پشت کی طرف

[5] ... یہ معنی کہ وضو کرے اور نہا دے یا یہ کہ غسل جنابت کا کرے اور غسل جمعہ کرے سوم یہ کہ دونوں کے معنی ایک ہیں تاکید کے لئے آئے ہیں ۱۲ اور اسکی سند باب الجمعۃ کی فصل دوم میں گذر چکی ۱۲

صحبت کرنی یعنی لواطت درست نہین اسلیے کہ حیض والی عورت سے صحبت کرنی ایذا کی جہت سے حرام ہوئی ہو اور دوسرے مقام مین صحبت کرنے سے ہمیشہ تکلیف ہوتی ہو تو اُسکی حرمت زیادہ سخت ہو بہ نسبت حیض والی کی صحبت کے - اور اللہ تعالی نے جو فرمایا ہو فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ اسکے یہ معنے ہین کہ جس وقت چاہو اپنی کھیتی کو آؤ یہ غرض نہین کہ جس طرف سے چاہو صحبت کرو - مترجم کہتا ہو کہ یہ مطلب مصنف نے لفظ حرث سے نکالا یعنی کھیتی وہی ہو جسمین تخم ریزی سے کچھ اُگے اور چونکہ دوسری طرف کی صحبت سے یہ غرض حاصل نہین ہوتی اسلیے وہ اسمین داخل بھی نہین ہوسکتی مہ

اور مرد کو جائز ہو کہ عورت کے ہاتھ سے اپنی منی نکلوا دے اور سوائے صحبت کے پاجامہ کے اندر جس جگہ سے چاہے تمتع لے اور عورت کو چاہیے کہ ایام حیض مین ناف سے لیکر گھٹنون کے اوپر تک ایک کپڑا باندھ لے کہ مستحب ہو - اور مرد کو درست ہو کہ ایام حیض مین عورت کے ساتھ کھانا کھاوے اور پاس لیٹنے وغیرہ مین اُس سے میل رکھے یعنی اُس سے علیحدہ رہنا واجب نہین - اور اگر یہ منظور ہو کہ ایک بار صحبت کرکے پھر کرے تو چاہیے کہ اپنا ذکر دھو ڈالے اور اگر احتلام ہوجاوے اور اُسکے بعد صحبت کرنا چاہے تو اول ذکر دھو ڈالے یا پیشاب کرلے اور بدون ان دونون باتون مین سے ایک کے کرنے کے صحبت نہ کرے - اور اول شب مین صحبت مکروہ ہو اس نظر سے کہ ناپاکی کی حالت مین سونا نہ پڑے اور جس صورت مین کہ صحبت کے بعد سونا یا کچھ کھانا منظور ہو تو چاہیے کہ نماز کے لیے جیسے وضو کرتے ہین ویسے وضو کرلیوے کہ یہ امر مسنون ہو چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم مین سے کوئی ناپاکی کی حالت مین سو سکتا ہو کہ نہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہان اگر وضو کرلے اور اس باب مین اجازت بھی وارد ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت مین سو رہتے تھے بدون اسکے کہ پانی کو ہاتھ لگاوین اور جبکہ اپنے بستر پر آوے تو اُسکو پونچھ دے یا جھاڑ ڈالے اسلیے کہ اُسکو کیا معلوم ہو کہ پیچھے اُسپر کیا چیز پڑ گئی ہوگی - اور جنابت کی حالت مین سر منڈانا اور ناخن کٹوانے اور استرہ لینا یا خون نکالنا یا اپنے بدن سے کوئی چیز علیحدہ کرنا نہین چاہیے کیونکہ آخرت مین تمام اجزا اُسکے پاس واپس آوینگے پس ناپاک اجزا کا ملنا اچھا نہین اور

لکھتے ہین کہ ہر ایک بال آدمی سے اپنی ناپاکی کا مطالبہ کریگا۔ اور صحبت کے آداب مین سے
یہ ہو کہ منی کا اخراج باہر نہ کرے بلکہ پانی کو کھیتی کی جگہ یعنی رحم مین ہی چھوڑے کہ جو روح
خداتعالی کو پیدا کرنی منظور ہو وہ تو ہوکر رہیگی پھر باہر انزال سے کیا فائدہ ہو۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس باب مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہو۔ پھر اگر انزال باہر
کرے تو علما اس فعل کے مباح و مکروہ ہونے مین چار مذہب مختلف رکھتے ہین بعض ہر حال مین
مباح مطلق فرماتے ہین اور بعض ہر صورت مین حرام کہتے ہین اور بعض کا قول ہو کہ عورت
کی رضامندی سے جائز ہو اور بدون اُسکی رضا کے ناجائز انکا مطلب گویا یہ ہو کہ
ایذا دینی حرام ہو نہ باہر انزال کرنا اور بعض یہ کہتے ہین کہ یہ فعل لونڈی کے ساتھ مین
درست ہو آزاد عورت کے ساتھ صحبت کرنے مین درست نہین۔ اور ہمارے نزدیک صحیح
یہ ہو کہ یہ فعل مباح ہو اور اسمین کراہت بمعنی ترک اولی ہو یعنی کراہت کا اطلاق تین معنون پر
ہوتا ہو ایک نہی تحریمی ایک نہی تنزیہی ایک ترک اولی۔ تو اس فعل مین تیسرے معنون
کی کراہت ہو جیسے کہتے ہین کہ مسجد مین بیٹھنے والے کو خالی بیٹھا رہنا بدون ذکر اور نماز کے
مکروہ ہو یا جو شخص مکہ معظمہ مین رہتا ہو اُسکو ہر سال حج کا نہ کرنا مکروہ ہو تو اس جگہ بھی
مکروہ کے معنی یہی ہین کہ امر افضل اور اولی کا ترک ہو اور جو فضیلت کہ اولاد کے باب مین
ہمنے بیان کی ہو اُس سے یہ مضمون پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتا ہو اور اس حدیث سے بھی
ثابت ہوتا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی اپنی بی بی سے صحبت کرتا ہو
تو اُسکے لیے اس صحبت کے عوض مین اُس مذکر بچے کا ثواب لکھا جاتا ہو جو خدا
کی راہ مین لڑکر مارا جاوے۔ اور یہ اسلیے ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض اُسکے ایسا ہی
لڑکا پیدا ہو تو اس شخص کو اُسکے سبب ہونے کا ثواب ملیگا باوجودیکہ بچہ کا پیدا کرنے والا
اور زندہ رکھنے والا اور جہاد پر قدرت دینے والا خداتعالی ہو مگر جو کام آدمی کا تھا
یعنے سبب ظاہری بنجانا اور صحبت کا کرنا اُسکو آدمی نے کیا اور اُسکا صحبت کرنا بچہ کی
پیدایش کا سبب جب ہی ہوگا کہ جب منی کو رحم کے اندر ڈالیگا۔ اور یہ جو ہمنے کہا کہ اس
فعل مین کراہت تحریمی اور تنزیہی نہین اُسکی وجہ یہ ہو کہ نہی کا ثبوت نص سے یا منصوص
چیز پر قیاس کرنے سے ہی ہوسکتا ہو اور یہان نہ کوئی نص صریح ہو اور نہ کوئی اصل ہو
جسپر قیاس نہی کا کیا جاوے بلکہ ایک اصل ہو جسپر اباحت کا قیاس ہوسکتا ہو

دو یہ ہی کہ سے نکاح نہ کرنا یا نکاح کے بعد صحبت کو ترک کرنا یا دخول کے بعد انزال
اندر نہ ہونے دینا کہ یہ سب باتین افضل بات کے ترک کرنے کی ہین نہ نہی کے ارتکاب کی اور
ان تینون مین کچھ فرق نہین اسلیے کہ بچہ رحم مین نطفہ کے پڑنے سے بنتا ہی اور اُسکے چار
سبب ہین اول نکاح دوم صحبت سوم بعد صحبت کے انزال تک توقف چہارم انزال کے بعد
ٹھہرنا تاکہ نطفہ رحم مین پڑ جاوے اور ان سببون مین سے کوئی سبب زیادہ قریب بہ نسبت
دوسرے کے پس چوتھے سبب سے رُک رہنا ایسا ہی جیسے تیسرے سے رُکا اور تیسرا سبب
دوسرے کے مانند ہی اور دوسرا اول جیسا ہی اور ان سببون سے رکنا ایسا نہین جیسا
حمل کا گرانا اور زندہ بچے کو داب دینا ہی اسلیے کہ یہ دونون صورتین ایک موجود چیز پر
ستم کرنے کی ہین پھر اسکے بھی کئی مراتب ہین کیونکہ وجود کے مراتب مین سے اول یہ ہی
کہ نطفہ رحم مین واقع ہو اور عورت کی منی سے مل کر زندگی کی قابلیت بہم پہونچاوے
اس حالت مین اُسکا تلف کرنا خطا ہی پھر اگر وہ نطفہ خون منجمد یا گوشت کا لوتھڑا ہوجاوے
تو خطا پہلے کی نسبت کر زیادہ ہوگی اور جب پیدائش کامل ہوجاوے اور روح بھی پڑجاوے
تو اُس وقت مین ضائع کرنا اور بھی بُرا ہوگا اور سب سے زیادہ قصور اُسوقت ہوگا کہ بچہ
جب زندہ ماں کے پیٹ سے علیحدہ ہووے اور اُس وقت اُسکو تلف کیا جاوے۔ اور
وجود کے مراتب کا شروع جو ہم نے رحم مین نطفہ کے پڑنے کو کہا اور منی کے جدا ہونے کو
سوراخ ذکر سے نہ کہا اسکی وجہ یہ ہی کہ بچہ صرف مرد کی منی سے پیدا نہین ہوتا بلکہ زن وشو
دونون کے پانی ملنے سے یا مرد کے پانی اور خون حیض سے پیدا ہوتا ہی بعض اہل تشریح
نے کہا ہی کہ گوشت کا لوتھڑا خدا تعالی کے حکم سے حیض کے خون سے بنتا ہی اور خون کو
اُس سے وہ نسبت ہی جو دودھ کو دہی سے اور خون حیض کے جمنے کے لیے مرد کا
نطفہ شرط ہی جیسے جاون دودھ کے منجمد ہونے اور دہی بننے کے لیے شرط ہی تو جس طرح
جاون سے دودھ بستہ ہوجاتا ہی اسی طرح مرد کے نطفہ سے خون حیض بستہ ہوجاتا ہی
بہرحال عورت کا پانی نطفہ کے منجمد ہونے مین ایک رکن ہی اور یہ دونون پانی وجود انسانی
مین ایسے ہین جیسے معاملات کے وجود حکمی مین ایجاب و قبول ہوتے ہین پس اگر کوئی
شخص ایجاب کرے اور طرف ثانی کے قبول سے پیشتر اُس سے پھر جاوے تو اُسکے ذمہ
قصور معاملہ کے فسخ کرنے خواہ توڑنے کا نہ ہوگا ہان اگر ایجاب و قبول دونون ہوچکینگے

تو اسوقت پھر جانا معاملہ کا برطرف کر دینا اور فسخ کرنا اور توڑنا کہلائیگا اور جسطرح کہ مرد کی پشت مین نطفہ رہنے سے لڑکا نہین پیدا ہوتا اسی طرح بعد ذکر سے نکلنے کے بھی نہین بنتا جب تک کہ عورت کے پانی یا خون حیض سے نہ ملے۔ غرض کہ اس باب مین قیاس جلی یہ ہی جو مذکور ہوا اب اگر یہ کہو کہ ہر چند باہر منی کا ڈالنا اس نظر سے تو مکروہ نہین کہ اس فعل سے لڑکے کے وجود مین خلل ہوتا ہو مگر کچھ بعید نہین کہ اسکی کراہت اس وجہ سے ہو کہ نیت فاسد کی جہت سے اس فعل کا مرتکب ہوا اسلیے کہ ایسی حرکت کا باعث خراب نیت ہی ہوگی جسمین کچھ شرک خفی کا شائبہ ہووے پس اسکا جواب یہ ہی کہ جو نیتین اس فعل کا باعث ہوتی ہین وہ پانچ ہین۔ اول تو لونڈیون کے حق مین یعنی مرد کو یہ منظور ہوتا ہی کہ اس سے اولاد ہونے کی صورت مین مستحق آزادی کی ہو جاویگی اور مال ہاتھ سے جاتا رہیگا اسلیے ایسی صورت کرنی چاہیے کہ یہ ہمیشہ اپنے پاس رہے اور آزاد نہو تو اپنی ملک کے تلف ہونے کے اسباب کو دور کرنا ممنوع نہین۔ دوم عورت کا حسن وجمال بنا رہنا منظور ہوتا ہی کہ ہمیشہ موٹی تازی رہے اور زندہ رہے کہ دردزہ مین خطرہ بہت ہی پس اسطرح کی نیت بھی ممنوع نہین۔ سوم اولاد کی کثرت کے باعث زیادتی خرچ کا خوف کرنا اور اس بات سے بچنا کہ کمانے کی محنت نہ پڑے اور بری آمدنی کی جگہون مین جانا نہو اور یہ بات بھی ممنوع نہین اسلیے کہ خرچ کا کم ہونا دین پر مدد کرتا ہی ہان فضل اور کمال اسمین ہی کہ خدا تعالی نے جو کفالت رزق کی فرمائی ہی اس ارشاد مین وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اسپر اعتماد اور بھروسا کرے پس بلاشبہ اس تیسری قسم کی نیت کرنے سے کمال کے مرتبہ سے گرنا اور افضل بات کا چھوڑنا ہی لیکن انجام کار کا نظر کرنا اور مال کی حفاظت اور ذخیرہ کا چھوڑنا گو کہ توکل کے خلاف ہی مگر ہم اسکو ممنوع نہین کہہ سکتے۔ چہارم اس بات کا خوف کہ لڑکیان پیدا ہونگی اور انکی شادی کرنے سے دامادی کا بٹا لگیگا جیسے عرب کے لوگ اسی وجہ سے لڑکیون کو مار ڈالتے تھے (اور ہندوستان مین بھی یہ دستور بکثرت جاری تھا) تو اس نیت کی جہت سے اگر نکاح نہ کریگا یا نکاح کے بعد صحبت چھوڑ دیگا تو البتہ نیت خراب ہوگی اور گناہگار ہوگا صرف نکاح چھوڑنے یا صحبت کرنے سے گناہ نہین بلکہ اس نیت بد کی جہت سے ہی اور یہی صورت منی کے باہر ڈالنے کی ہی کہ اسمین اگر یہ نیت ہوگی تو گناہگار ہوگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مین عیب کا اعتقاد رکھنا نہایت خراب ہی اور اس عورت کو ایسا تصور کر لیا جاویگا

اگر کوئی عورت نکاح اس وجہ سے ترک کرے کہ مرد کا اسیر بیٹھنا اسکو ناگوار ہو تو گویا وہ مردان
مشابہت پیدا کرتی ہے اسی وجہ سے ترک نکاح اسکے حق مین برا ہے اور یہ برائی جماع مین
ترک نکاح پر راجع نہین جب تک کہ کوئی نیت فاسد اسکے ساتھ نہو پنجم یہ کہ عورت خود انزال
انزال ہونے کی مانع ہو اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو عزت دار سمجھتی ہو اور ستھرائی مین اور
در دزہ اور نفاس اور دودھ پلانے سے بچنے مین مبالغہ کرتی ہو اور یہ عادت خارجیون کی عورتون
کی تھی کہ پانی بہت استعمال کیا کرتین اور ایام حیض کی نمازین قضا پڑھتین اور پاخانہ مین ننگی جایا
کرتین پس یہ حرکت بدعت اور سنت کے مخالف ہے اور اسطرح کی نیت خراب ہے چنانچہ
حضرت عائشہ رض جب بصرہ مین تشریف لائین تو اس طرح کی ایک عورت
آپ سے ملنے کو آئی مگر آپ نے اسکو اپنے پاس نہ آنے دیا غرض کہ اس نیت مین
فساد ہے بچہ ہونے کو روکنے مین کچھ خرابی نہین اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے مَنْ تَرَكَ النِّكَاحَ مَخَافَةَ الْعِيَالِ فَلَيْسَ مِنَّا
اور تم ترک نکاح اور منی باہر ڈالنے کو یکسان کہتے ہو اور خوف عیال سے اسکو مکروہ
نہین بتاتے تو اسکا جواب یہ ہے کہ لیس منا کے معنی یہ ہین کہ وہ شخص ہمارا موافق اور
ہمارے طریق و سنت پر نہین کہ ہماری سنت افضل بات کا بجالانا ہے۔ پھر اگر یہ کہو کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری جا اس حرکت کے باب مین ارشاد فرمایا ہے ذَاكَ
الْوَءدُ الْخَفِي اور اسکے بعد یہ آیت پڑھی وَإِذَا الْمَوْؤدَةُ سُئِلَتْ اور یہ روایت حدیث صحیح
مین وارد ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ روایت صحیح مین اس فعل کی اباحت بھی موجود ہے
اور آپکا فرمانا الوءدُ المخفي یہ ایسا ہے جیسا اَلشِّرْكُ الْخَفِي فرمایا ہے اور اس سے
کراہت ثابت ہوتی ہے کراہت تحریمی نہین ثابت ہوتی۔ اب اگر یہ کہو کہ حضرت ابن عباس
فرمایا ہے کہ منی کا باہر ڈالنا چھوٹا سا زندہ درگور کرنا ہے کیونکہ اس حرکت سے جس بچہ کے
وجود کو روک دیا وہ گویا چھوٹا سا زندہ درگور ہوا تو اسکے جواب مین ہم کہتے ہین کہ حضرت
ابن عباس کا یہ ارشاد ایک قیاس ہے کہ وجود کو یقینی فرض کرکے اسکے دور کرنے کو زندہ درگور
کرنا فرمایا اور یہ قیاس ضعیف ہے اور اسکے ضعیف ہونے کی وجہ سے جب حضرت علی رض نے
یہ قول سنا تو نہ مانا اور فرمایا کہ زندہ درگور ہونا بدون سات کیفیتون کے گذرے ثابت
نہوگا پھر یہ آیت پڑھی جس مین ساتون کیفیتون کا مذکور ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ

مِن سُلَالَةٍ مِن طِينٍ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ اور خلق آخر سے مراد یہ ہو کہ اُسمین روح کو پھونکا اور یہ آیت پڑھی وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ اور جو کچھ طریقہ قیاس کا اور عبرت حاصل کرنے کا ہم اوپر لکھ آئے ہین اُسکے تامل کرنے سے تمکو ظاہر ہو گا کہ معانی کے اندر خوض کرنے اور علوم واسرار کے نکالنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابن عباس رضہ کے منصب مین بہت فرق ہی اور یہ قیاس حضرت ابن عباس رضہ کا کیسے صحیح ہو سکتا ہی کیونکہ بخاری و مسلم مین حضرت جابر رضہ سے مروی ہی کُنَّا نَعْزِلُ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقُرْآنُ يَنْزِلُ اور دوسری طرح یون آیا ہی کُنَّا نَعْزِلُ فَبَلَغَ ذَٰلِكَ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَنْهَنَا اور ایک روایت صحیح حضرت جابر رضہ سے یہ بھی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ میرے یہان ایک لونڈی ہی کہ وہ خدمت کرتی ہی اور درختون کو پانی دیتی ہی اور مین اُس سے صحبت کرتا ہون اور یہ نہین چاہتا کہ اُسکو حمل رہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اَعْزِلْ عَنْهَا إِنْ شِئْتَ فَإِنَّهُ سَيَأْتِيهَا مَا قُدِّرَ لَهَا پھر وہ شخص چند روز کے بعد حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ وہ لونڈی حاملہ ہو گئی آپ نے فرمایا کہ مین نے تو کہدیا تھا کہ جو کچھ اُسکے مقدر مین ہی وہ اُسکو پہونچیگا یہ سب روایتین بخاری و مسلم مین موجود ہین **گیارھوان ادب** بچہ ہونے کے باب مین ہی اور وہ پانچ باتین ہین۔ اول یہ کہ لڑکا پیدا ہونے سے زیادہ خوش نہو اور نہ لڑکی کے ہونے سے رنجیدہ ہو کیونکہ اُسکو کیا معلوم ہی کہ اُسکے حق مین اُن دونون مین سے بہتری کس مین ہی بہت سے پسر والے تمنا کیا کرتے ہین کہ ہمارے پسر نہو یا یہ چاہتے ہین کہ دختر ہو بلکہ اگر بتامل دیکھا جاوے تو لڑکیون سے سلامت رہنا اکثر ہی اور اُنکے باب مین ثواب بہت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جس شخص کے ایک لڑکی ہو اور وہ اُسکو ادب سکھاوے اور اچھی طرح تادیب کرے اور کھانا کھلاوے اور بخوبی پرورش کرے اور جو نعمت کہ اللہ تعالی نے اُسپر کامل کی ہو اُسمین سے اُس لڑکی پر نعمت پوری کرے تو وہ لڑکی اُس شخص کے لیے دہنے اور بائین دوزخ کی آڑ ہو کر اُسکو جنت مین پہونچادیگی اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ جسکو

دو لڑکیاں ملیں اور جب تک اُسکے ساتھ رہیں تب تک اُنسے سلوک کرتا رہے تو وہ دونوں
اُسکو جنت میں داخل کرینگی۔ اور حضرت انس رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا مَنْ كَانَتْ لَهُ اِبْنَتَانِ اَوْ اُخْتَانِ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِمَا مَا صَحِبَتَاهُ كُنْتُ اَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ
كَهَاتَيْنِ اور یہ بھی اُنھیں سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی مسلمانوں کی بازاروں
میں سے کسی بازار میں جاکر کوئی چیز خریدے اور اُسکو اپنے گھر لاکر خاص لڑکیوں کو دیوے
نہ لڑکوں کو تو اللہ تعالی اُسکی طرف نظر عنایت کریگا اور جسکی طرف وہ نظر عنایت کریگا اُسکو
عذاب نہ دیگا۔ اور یہ بھی اُنھیں سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص بازار سے کوئی
عجیب اپنے عیال کے لیے لیجاوے تو وہ گویا اُنکے واسطے خیرات لیے جاتا ہی یہانتک کہ
اُس چیز کو اُنمیں تقسیم کرے اور چاہیے کہ لڑکوں سے پیشتر لڑکیوں سے شروع کرے اسلیے
کہ جو کوئی لڑکی کو خوش کرتا ہی وہ گویا خدا تعالی کے خوف سے روتا ہی اور جو کوئی خدائے تعالی
کے خوف سے روتا ہی اللہ تعالی اُسکے بدن کو دوزخ پر حرام کر دیتا ہی۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضہ
فرماتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَانَتْ لَهُ ثَلَاثُ بَنَاتٍ اَوْ اَخَوَاتٍ فَصَبَرَ عَلٰى لَاْوَائِهِنَّ
وَضَرَّائِهِنَّ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِفَضْلِ رَحْمَتِهِ اِيَّاهُنَّ ایک شخص نے عرض کیا کہ اگر دو ہی
ہوں آپ نے فرمایا کہ دو کا بھی یہی حال ہی پس ایک شخص نے کہا کہ خواہ ایک ہو آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہو
دوم یہ کہ بچہ کے کان میں اذان کہے رافع اپنے باپ سے راوی ہیں کہ آنھوں نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت فاطمہ رضہ سے پیدا ہوے تو آپ نے
اُنکے کان میں اذان کہی اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ وُلِدَ لَهُ مَوْلُوْدٌ
فَاَذَّنَ فِي اُذُنِهِ الْيُمْنٰى وَاَقَامَ فِي اُذُنِهِ الْيُسْرٰى دُفِعَتْ عَنْهُ اُمُّ الصِّبْيَانِ اور مستحب ہی کہ جب بچے کی زبان کھلے
تو سب سے پہلے اُسکو لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سکھلاویں تاکہ اول گفتگو یہی ہووے اور ساتویں روز ختنہ کرنا مستحب
اس باب میں ایک حدیث آئی ہی۔ سوم یہ کہ اُسکا نام اچھا رکھے کہ یہ بھی بچہ کا حق ہی اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِذَا سَمَّيْتُمْ فَعَبِّدُوْا اور فرمایا اَحَبُّ الْاَسْمَاءِ اِلَى اللّٰهِ عَبْدُ اللّٰهِ
وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ اور فرمایا سَمُّوْا بِاسْمِيْ وَلَا تُكَنُّوْا بِكُنْيَتِيْ علما فرماتے ہیں کہ منع کرنا
صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک تک تھا اسلیے کہ آپ کو یا ابا القاسم کہکر پکارتے تھے
اور اب دوسرے کے لیے یہ کنیت مقرر کرنی کچھ مضائقہ کی بات نہیں ہاں آپ کے نام اور
کنیت کو ایک شخص کے لیے اکٹھا کرنا نہیں چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا ہی کہ میرے نام اور کنیت کو جمع مت کرو۔ اور بعض کہتے ہین کہ یہ نہی بھی مخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک تک تھی۔ اور ایک شخص کا نام ابو عیسیٰ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تو باپ نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو عیسیٰ نام رکھنا مکروہ ہی۔ اور جو بچہ کہ پیدا ہوا اور ایام معین سے پہلے ہی گر جاوے تو اسکا بھی نام رکھنا چاہیئے عبد الرحمن بن یزید کہتے ہین کہ مین نے ایسا سنا ہی کہ گرا ہوا بچہ قیامت کو اپنے باپ کے پیچھے فریاد کریگا اور کہیگا کہ تو نے مجھکو کھو دیا اور بے نام چھوڑ دیا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ یہ کیسے ہوگا باپ کو کبھی معلوم بھی نہین ہوتا کہ حمل ساقط لڑکا ہی یا لڑکی تو وہ نام کس طرح رکھے عبد الرحمن نے جواب دیا کہ بہت نام ایسے ہین کہ عورت مرد دونون کے ہو سکتے ہین جیسے عمارہ اور طلحہ اور عتبہ وغیرہ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّكُمْ تُدْعَوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِأَسْمَائِكُمْ وَأَسْمَاءِ آبَائِكُمْ فَأَحْسِنُوا أَسْمَاءَكُمْ اور جس شخص کا نام برا ہو اسکو اسکا بدل ڈالنا مستحب ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عاص کا نام عبد اللہ سے بدل دیا تھا اور حضرت زینب رض کا نام برہ تھا لیکن آپ نے فرمایا کہ اپنے آپ کو اچھا کہتی ہی اسلیے انکا نام زینب فرمایا۔ اور اسی طرح افلح اور یسار اور نافع اور برکت نام رکھنے سے منع وارد ہی کیونکہ جب پوچھا جاویگا کہ یہان برکت ہی اور وہ نہوگا تو جواب مین کہا جاویگا کہ نہین یعنی برکت کا انکار کرنا پڑیگا۔ چہارم عقیقہ کرنا پسر کے لیے دو بکریان اور دختر کے واسطے ایک اور کچھ مضائقہ نہین کہ عقیقہ مین جانور نر ہو یا مادہ۔ حضرت عائشہ رض روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہی کہ پسر کے عقیقہ مین دو بکریان برابر کی بے عیب ذبح کی جاوین اور دختر کے عقیقہ مین ایک بکری۔ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن علیہ السلام کا عقیقہ ایک بکری سے کیا اس سے یہ نکلا کہ ایک بکری پر اکتفا کرنا بھی درست ہی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا مَعَ الْغُلَامِ عَقِيقَةٌ فَأَهْرِيقُوا عَنْهُ دَمًا وَأَمِيطُوا عَنْهُ الْأَذَى اور سنت یون ہی کہ بچہ کے بالون کے برابر سونا یا چاندی خیرات کر دے کہ اس باب مین ایک حدیث وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی پیدائش کے ساتوین روز حضرت فاطمہ رض کو ارشاد فرمایا کہ انکے بال منڈواکر بالون کی برابر چاندی صدقہ کر دو۔ اور حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈی نہ توڑی جاوے۔ پنجم یہ کہ بچہ کے تالو مین خرما

یا شیرینی حل دی جاوے۔ حضرت اسما بیٹی حضرت صدیق اکبر کی فرماتی ہین کہ قبا مین عبد اللہ
بن زبیر مجھسے پیدا ہوے مین نے انکو لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مین رکھ دیا آپ نے
ایک خرما منگا کر چبایا اور اپنا لب مبارک عبد اللہ کے مُنہ مین ڈال دیا پس سب سے اول چیز
جو اُنکے پیٹ مین گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لب مبارک تھا پھر آپ نے خرما اُنکے
تالو مین ملا اور دعا اور برکت اُنکے لیے فرمائی اور مسلمانون مین سب سے اول یہی پیدا ہوے تھے
اسلیے اُنکے پیدا ہونے سے مسلمان بہت خوش ہوے کیونکہ لوگون نے یہ کہہ رکھا تھا کہ
یہودیون نے تم پر جادو کر دیا ہی تمھارے اولاد نہوگی **بارھوان ادب** طلاق کے
باب مین ہی۔ اول یہ کہ معلوم کر لینا چاہیے کہ طلاق مباح ہی مگر مباح چیزون مین سے
خداے تعالی کے نزدیک اس سے زیادہ بُری اور کوئی نہین اور یہ مباح اُسوقت ہوتی ہی
کہ اس سے ناحق ایذا منظور نہو یعنی جب عورت کو طلاق دیگا تو اُسکو ایذا دیگا اور دوسرے
شخص کو ایذا پہونچانا درست نہین بجز اِسکے کہ کوئی خطا عورت کی ہو یا ضرورت مرد کی جانب
سے چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہی فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا یعنی
اطاعت کی صورت مین کوئی تدبیر جدا ہونے کی تلاش نہ کرو۔ اور اگر مرد کا باپ اُس عورت
کو بُرا سمجھے تو اُسکو طلاق دے دینی چاہیے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ میرے
نکاح مین ایک عورت تھی جس سے مجکو محبت تھی اور حضرت عمر رض اُسکو ناپسند کرتے تھے
اور مجکو فرماتے تھے کہ اُسکو طلاق دے دو مین نے اس باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین رجوع کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابن عمر اپنی بی بی کو طلاق دے دے
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ باپ کا حق مقدم ہی مگر اُسی صورت مین ہی کہ باپ کے
ناپسند کرنے کی کوئی غرض فاسد نہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے کہ ایسے باپ کا حکم
بلاشک مقدم ہی۔ اور جب عورت اپنے خاوند کو ایذا دے یا اُسکے گھر والون کو بُرا کہے
تو وہ خطاوار ہی اور اسی طرح جب کہ بدخلق اور دین کی خراب ہو۔ حضرت ابن مسعود رض
اس آیت کی تفسیر مین وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ ارشاد فرماتے ہین
کہ جب عورت اپنے شوہر کے گھر والون کو بُرا کہے اور شوہر کو ایذا دیوے تو اُسکی یہ حرکت
فاحشہ ہی اور ہر چند یہ مضمون عدت کے باب مین بیان ہوا ہی مگر اُس سے اصل مقصود پر
تنبیہ ہی۔ اور اگر ایذا دینا شوہر کی جانب سے ہو تو عورت کو مناسب ہی کہ کچھ مال اُسکو دیکر

اور وہ بھی
[illegible]
[illegible]
[illegible]
۱۲

اپنی گردن چھڑادے اور مرد کو مکروہ ہی کہ جس قدر عورت کو دیا ہی اُس سے زیادہ لیوے کیونکہ زیادہ لینے کی صورت مین عورت کو تنگ کرنا اور زیبا کرنا اور غلان پر سوداگری کرنی لازم ہوگی اور عورت کی جانب سے مال دیا جانا اس آیت مین مذکور ہی فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهٖ نظر کہ جسقدر عورت نے خاوند سے پایا ہو اُسقدر یا اُس سے کم ہٹا دینا فدیہ کے لائق ہی پس اگر عورت بلا وجہ طلاق کی درخواست کرے تو وہ گنہگار ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ۲ع أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلَاقَهَا مِنْ غَيْرِ مَا بَأْسٍ لَمْ تَرَحْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ اور دوسری روایت مین یون وارد ہی کہ ۳ع فَالْجَنَّةُ عَلَيْهَا حَرَامٌ اور ایک حدیث مین ۴ع ارشاد ہی اَلْمُخْتَلِعَاتُ هُنَّ الْمُنَافِقَاتُ اب خاوند کو طلاق کے باب مین چار باتون کی رعایت کرنی چاہیے۔ اول یہ کہ طلاق عورت کو ایسے طہر مین دیوے کہ اُسمین اُس سے صحبت نہ کی ہو اسلیے کہ حیض مین اور ایسے طہر مین جسمین صحبت کر لی ہو طلاق دینی بدعت اور حرام ہی اگرچہ دینے سے پڑجاتی ہی لیکن بدعی اور حرام ہوتی ہی اس وجہ سے کہ اس صورت مین عورت کی عدت بڑھی ہو جاتی ہی پس اگر ایسی طرح طلاق دے دے تو چاہیے کہ اُس سے رجوع کرے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بی بی کو حیض مین طلاق دی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضہ کو ارشاد ۵ع فرمایا کہ اُس سے کہو کہ رجعت کرے یہانتک کہ وہ عورت حیض سے پاک ہو پھر حیض سے ہو پھر پاک ہو پھر اگر چاہے طلاق دے چاہے رہنے دے پس یہ وہ عدت ہی کہ خدا تعالیٰ نے اُسپر عورتون کو طلاق دیے جانے کا حکم فرمایا ہی۔ اور حضرت ابن عمر کو جو رجعت کے بعد دو طہر ٹھہرنے کا امر فرمایا اُس سے یہ غرض ہی کہ رجعت کا مقصود صرف طلاق نہو جاوے۔ دوم یہ کہ ایک طلاق پر اکتفا کرے دو یا تین طلاقین ایک ساتھ نہ دیوے کیونکہ ایک طلاق بھی عدت کے بعد وہی فائدہ دیتی ہی جو دو یا تین سے ہوتا ہی یعنی عورت کا نکاح سے نکل جانا مگر ایک طلاق دینے مین دو فائدے اور بھی ہین ایک تو یہ کہ اگر طلاق کے بعد نادم ہو تو عدت کے دنون مین رجوع کر سکتا ہی دوسرے یہ کہ عدت کے بعد پھر از سر نو اُس عورت سے نکاح کر سکتا ہی اور اگر تین طلاقون کے بعد نادم ہوگا تو اس بات کی حاجت ہوگی کہ اسکا حلالہ کیا جاوے اور مدت تک اُسکے لیے ٹھہرنا پڑیگا اور عقد حلالہ کی ممانعت ۶ع ہی اور اُسکا باعث یہی شخص ہوگا پھر ایک یہ خرابی ہی کہ دوسرے کی بی بی مین نیت لگی رہیگی اور اُسکی طلاق کا منتظر رہیگا

[illegible] عمرو بن شعیب ۱۲ نسائی بروایت ابوہریرہ ۱۲ ۵ع بخاری و مسلم بروایت ابن عمر رضہ ۱۲ ۶ع دارمی بروایت ابن مسعود و ابن ماجہ بروایت علی مرتضیٰ رضہ و ابن عباس رضہ ۱۲

یعنی حلالہ کرنے والا نکاح کے بعد اُسکو طلاق دے تو اُسپر حلال ہو اور ایک یہ خرابی ہو کہ اس حرکت سے بی بی سے نفرت ہوجاویگی غرض کہ یہ ساری خرابیان اکٹھی طلاقین دینے کی ہین ایک طلاق دینے مین مطلب بھی نکل آتا ہو اور کوئی خرابی بھی لازم نہین آتی اور ہم یہ نہین کہتے کہ طلاقون کا اکٹھا دینا حرام ہو بلکہ یہ غرض ہو کہ ان خرابیون کی جہت سے مکروہ ہو اور کراہت سے یہ مراد ہو کہ اس فعل مین اپنا لحاظ نہین رہتا سوم یہ کہ اُسکے طلاق دینے مین کوئی لطیف بہانہ کرے درشتی اور حقارت کے ساتھ نہ چھوڑے بلکہ جو رنج ناگہانی جدائی کا اُسکو ہوگا اُسکے دور کرنے کے لیے کوئی چیز ہدیہ اور متعہ کے طور پر اُسکو دیکر اُسکا دل خوش کرے اللہ تعالی فرماتا ہو وَمَتِّعُوهُنَّ یعنی متعہ دو اُنکو اور متعہ کا دینا اُس عورت کے لیے واجب ہو جسکے عقد نکاح کے وقت مہر کا نام نہ لیا گیا ہو حضرت امام حسن علیہ السلام طلاق بہت دیتے اور نکاح بہت کرتے ایک روز آپ نے اپنے ایک ساتھی کو بھیجا کہ ہماری دو بیبیون کو طلاق دے دو اور ہر ایک کو دس ہزار درم حوالہ کردو وہ شخص حکم بجا لایا اور جب لوٹ کر آیا تو آپ نے پوچھا کہ اُنکا کیا حال ہوا اُسنے عرض کیا کہ ایک نے درم لیکر گردن جھکالی اور کچھ نہ بولی اور دوسری روئی اور چیخی اور مین نے سُنا کہ یون کہتی تھی ع یہ درہم قلیل ہین وداع فراق یار پر حضرت امام حسن علیہ السلام نے سر جھکایا اور اُسپر ترس کھایا اور فرمایا کہ اگر چھوڑنے کے بعد مین کسی عورت سے رجعت کرتا تو اسی سے کرتا۔ اور ایک روز آپ عبد الرحمن بن حارث بن ہشام کے پاس گئے جو مدینہ منورہ کے فقیہ اور رئیس تھے اور اپنا نظیر نہ رکھتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اُنھین کو ضرب المثل کرکے فرمایا تھا کہ اگر مین اپنی اس راہ مین نہ آتی تو میرے نزدیک یہ بہتر تھا کہ میرے پاس سولہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یادگار مثل عبد الرحمن بن حارث کے ہوتے پس جب حضرت امام حسن علیہ السلام اُنکے گھر گئے تو اُنھون نے بہت تعظیم کی اور اپنی جگہ آپ کو بٹھلایا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھسے کہلا بھیجا ہوتا مین خود حاضر ہوتا آپ نے فرمایا کہ ضرورت مجکو ہی تھی اُنھون نے پوچھا کہ وہ کیا ہو فرمایا کہ تمھاری لڑکی کا خواستگار ہوکر آیا ہون اُنھون نے سر جھکا لیا اور کچھ دیر کے بعد سر اُٹھاکر کہا کہ بخدا روے زمین پر چلنے والا ایسا کوئی نہین کہ جو مجکو تمسے زیادہ محبوب ہو مگر تم جانتے ہو کہ میری لڑکی میرا جگر پارہ ہو جس بات سے اُسکو رنج ہوگا

اُس سے مجکو رنج پہونچیگا اور جس بات سے وہ خوش ہوگی اُس سے مین خوش ہونگا اور آپ طلاق بہت دیتے ہین مجھے یہ خوف ہی کہ مبادا آپ اُسکو طلاق دیدین تو پھر میرا دل آپ کی محبت مین بدل جاوے اور مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ آپ کے باب مین میرے دل مین کچھ تبدیل آوے اسلیے کہ آپ جگر پارۂ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین اس صورت مین اگر آپ شرط کرلین کہ مین اُسکو طلاق نہ دونگا تو مین آپ سے عقد کردونگا آپ خاموش ہوے اور اُٹھکر باہر چلے آئے عبد الرحمن کے گھروالون مین کسی نے ذکر کیا ہی کہ مین نے سُنا کہ آپ چلے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ عبد الرحمن کو یہی منظور تھا کہ اپنی بیٹی کو میرے گلے کا طوق کردے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسن علیہ السلام کے زیادہ طلاق دینے سے تنگ ہوتے اور برسرِ منبر انکی طرف سے عذر کرتے اور اپنے خطبہ مین فرماتے کہ حسن طلاق بہت دیتے ہین پس تم اُنکو اپنی بیٹیان مت دو یہان تک کہ ایک بار ہمدان کی قوم مین سے ایک شخص اُٹھا اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین بخدا جسقدر امام حسن علیہ السلام نکاح کرنا چاہینگے ہم انکو لڑکیان دینگے چاہین وہ رکھین اور چاہین چھوڑین اس بات سے حضرت علی نہ خوش ہوئے اور فرمایا

شعر

اگر مجکو ملے جنت کے دروازون کی دربانی	تو ہمدان سے کہون اندر رہئے اور آسانی

اِس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ اگر کسی شخص کے اہل یا اولاد سے کسی حیا کی بات کا قصد کیا جاوے تو اُس شخص کو چاہیے کہ اپنے زن و فرزند کی ترجیح نہ کرے کیونکہ یہ بُرا ہی بلکہ مستحب یہ ہی کہ جہان تک ممکن ہو اُسکی مخالفت اس باب مین کرے کہ اِس سے اپنا دل مسرور رہیگا اور اُسکے دل کے روگ کا علاج ہوجاویگا۔ اور اِس قصہ کے بیان کرنے سے یہان اتنی ہی غرض تھی کہ طلاق مباح ہی اللہ تعالیٰ نے غنی کرنے کا وعدہ نکاح اور جدائی کی صورت مین دونون مین فرمایا ہی مثلاً نکاح کے باب مین ارشاد ہی وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ اور جدائی کی صورت مین ارشاد ہی وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ

چہارم یہ کہ عورت کا راز ظاہر نہ کرے نہ طلاق مین نہ نکاح مین کیونکہ عورتون کے راز فاش کرنے کے باب مین صحیح حدیث مین بڑا وعید آیا ہی اور بعض صلحا سے مروی ہی

کہ اُنھون نے اپنی بی بی کو طلاق دینا چاہا لوگون نے آپسے پوچھا کہ اُسکے باب مین آپ کو کیا شک ہوا ہی فرمایا کہ عاقل آدمی اپنی بی بی کے راز کا پردہ نہین کھولتا جب اُنھون نے طلاق دے دی تو پوچھا گیا کہ آپ نے اُسکو طلاق کیون دی فرمایا کہ مین اجنبی عورت کا حال کیون کھولون حاصل یہ کہ جو حقوق و آداب شوہر پر ہونے چاہیین وہی تھے جن کا بیان ہو گیا

دوسری قسم اُن حقوق کے بیان مین کہ عورت پر ہونے چاہیین - اور قول شافی اس باب مین یہ ہی کہ نکاح ایک طرح کا لونڈی ہونا ہی تو وہ شوہر کی لونڈی ہو چکی اسلیے اُسپر شوہر کی فرمانبرداری مطلقاً واجب ہی جس بات کا وہ اُس سے خواہان ہو بشرطیکہ معصیت نہو اور شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہونے مین بہت سی حدیثین وارد ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح اَیُّمَا امْرَأَۃٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا عَنْهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّۃَ اور ایک شخص سفر کو گیا اور اپنی بی بی سے کہ گیا کہ بالاخانہ سے نیچے مت اُترنا اور اُس عورت کا باپ نیچے رہتا تھا اتفاقاً وہ بیمار ہوا اُس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اجازت لینے کے لیے آدمی بھیجا کہ اپنے باپ کے پاس اُتر آؤن آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے خاوند کی اطاعت کر اُسکا باپ مر گیا پھر اُسنے اُترنے کی اجازت چاہی پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے شوہر کی اطاعت کر غرض کہ اُسکا باپ دفن ہو گیا اور وہ نہ اُتری پس آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اُس عورت سے کہلا بھیجا کہ تونے جو اپنے شوہر کی اطاعت کی اِسکے عوض مین اللہ تعالی نے تیرے باپ کی مغفرت فرمائی - اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا ح اِذَا صَلَّتِ الْمَرْأَۃُ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَحَفِظَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ زَوْجَهَا دَخَلَتْ جَنَّۃَ رَبِّهَا اس حدیث مین زوج کی فرمانبرداری کو ارکان اسلام پر زیادہ کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایکبار عورتون کا ذکر فرمایا کہ پیٹ والیان جننے والیان دودھ پلانے والیان اپنی اولاد پر رحم کرنے والیان اگر اپنے شوہرون سے جو افعال کرتی ہین نہ کرتین تو اُنمین کی نمازی عورتین جنت مین داخل ہوتین اور فرمایا ح اِطَّلَعْتُ فِی النَّارِ فَاِذَا اَکْثَرُ اَهْلِهَا النِّسَاءُ فَقُلْنَ لِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ یُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَیَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ عشیر سے غرض شوہر سے ہے جو اُنکے ساتھ معاشرت کرتا ہے

اور ایک دوسری حدیث مین ہی کہ مین نے جنت مین جھانک کر دیکھا تو تمام جنتیون کی
نسبت کر عورتین بہت کم تھین مین نے پوچھا کہ عورتین کہان ہین فرمایا کہ اُنکو دو سرخ
چیزون نے روک دیا سونے اور زعفران نے یعنی زیور اور رنگین کپڑون نے۔ اور حضرت
عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایک جوان عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جوان ہون اور لوگ میرے ساتھ
عقد کا پیام کرتے ہین اور مجکو شادی کرنی اچھی نہین معلوم ہوتی پس شوہر کا حق عورت پر
کیا ہی آپ نے فرمایا کہ اگر بالفرض شوہر کے سر سے پانون تک پیپ ہو اور عورت اُسکو
چاٹے تب بھی اُسکا شکر ادا نہ کریگی اُسنے عرض کیا کہ مین نکاح کر لون فرمایا کہ کر لے
کہ نکاح کرنا بہتر ہی۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ ایک عورت قبیلۂ خثعم کی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئی اور عرض کیا کہ مین بے شوہر ہون اور نکاح
کرنا چاہتی ہون پس شوہر کا حق کیا ہی آپ نے فرمایا کہ ایک حق شوہر کا یہ ہی کہ اگر اونٹ
کی پیٹھ پر ہو اور اُسوقت اُس سے طلبگار صحبت کا ہو تو اُس سے انکار نہ کرے اور ایک
حق اُسکا یہ ہی کہ کوئی چیز اُسکے گھر سے بدون اُسکی اجازت کے نہ دیوے اگر دیویگی تو
اُسپر گناہ ہوگا اور شوہر کو ثواب ملیگا اور ایک حق اُسکا یہ ہی کہ نفل روزہ بدون اُسکے
اذن کے نہ رکھے اگر رکھیگی تو بھوکی پیاسی رہیگی اور روزہ قبول نہوگا اور اگر اپنے گھر سے
بدون شوہر کے حکم کے نکلیگی تو جب تک گھر مین پھر کر آویگی یا توبہ کریگی اُسکو فرشتے
لعنت کرتے رہینگے۔ اور فرمایا کہ لَوْ اَمَرْتُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ
اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا اور یہ اسلیے فرمایا کہ شوہر کا حق عورت پر زیادہ ہی اور فرمایا کہ عورت
خداے تعالی کی ذات مقدس سے زیادہ تر قریب اُس وقت ہوتی ہی کہ جب اپنی کوٹھری کے
قعر مین ہو وے اور عورت کی نماز اپنے گھر کے صحن مین بہ نسبت مسجد مین نماز پڑھنے کے
بہتر ہی اور اپنی کوٹھری مین نماز پڑھنی بہ نسبت گھر کے صحن مین نماز پڑھنے کے
اور کوٹھری در کوٹھری مین نماز پڑھنی کوٹھری کی نماز کی نسبت کر افضل ہی اور یہ اسلیے
فرمایا کہ مدار عورت کے حال کا پردہ پر ہی جس صورت مین پردہ زیادہ ہوگا وہی اُسکے
حق مین افضل ہی۔ اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَرْاَۃُ عَوْرَۃٌ
فَاِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَھَا الشَّیْطَانُ اور فرمایا کہ عورت کی دس برہنگیان ہین

جب وہ نکاح کر لیتی ہی تو شوہر ایک برہنگی کو چھپا دیتا ہی اور جب مر جاتی ہی تو قبر دوسری برہنگی کی پردہ پوش ہوتی ہی غرض کہ شوہر کے حق عورت پر بہت سے ہین انمین سے زیادہ اہم دو ہین ایک بچاؤ اور پردہ دوسرے زائد از حاجت چیز کا مطالبہ نہ کرنا اور جس وقت کہ اسکی کمائی حرام کی ہو تو اس سے بیچے رہنا چنانچہ زمانۂ سلف مین عورتون کی عادت ایسی ہی تھی کہ جب آدمی اپنے گھر سے باہر جاتا تھا تو اسکی بی بی یا بیٹی اس سے کہتی تھی کہ خبردار حرام کمائی مت کرنا کہ ہم بھوک اور تکلیف پر صبر کر لینگے مگر دوزخ کی آگ پر صبر نہ کر سکینگے۔ اور ایک شخص نے سلف کے لوگون مین سے سفر کا ارادہ کیا اور اسکے ہمسایون کو اسکا سفر برا معلوم ہوا سب نے اسکی بی بی سے کہا کہ تو اسکے سفر پر کیون راضی ہوتی ہی یہ تو تیرے نفقہ کے لیے کچھ چھوڑے نہین جاتا اسنے جواب دیا کہ مین نے اپنے شوہر کو جب سے دیکھا ہی کھانے والا ہی پایا ہی رزاق نہین پایا میرا رب میرا رزاق ہی کھانے والا چلا جاویگا رزاق میرے پاس رہیگا اور رابعہ بنت اسمٰعیل نے احمد بن ابی الحواری سے پیام اپنے نکاح کا کیا انکو بوجہ اپنی عبادت کے برا معلوم ہوا اور فرمایا کہ بخدا مجکو عورتون کی خواہش نہین کہ مین اپنے دھندے مین لگا ہون رابعہ نے کہا کہ مین اپنے حال مین تمسے زیادہ مشغول ہون اور مجکو مرد کی خواہش نہین مگر مجکو اپنے شوہر سے مال بہت ملا ہی مین یہ چاہتی ہون کہ تم اس مال کو اپنے یارون پر خرچ کرو اور تمھارے سبب سے مین نیکبختون کو پہچان جاؤن اور مجکو بھی خدا کی طرف کی راہ مل جاوے احمد رح نے فرمایا کہ مین اول اپنے استاد سے اجازت لے لون پس آپ حضرت ابوسلیمان دارانی کے پاس گئے اور انسے یہ ماجرا کہا جب آپ نے اس عورت کی گفتگو سنی تو فرمایا کہ اس سے نکاح کر لے کہ وہ خدا کی ولی ہی کیونکہ اسکی یہ گفتگو صدیقون کی ہی احمد رح کہتے ہین کہ آپ مجکو نکاح سے منع فرمایا کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہمارے یارون مین سے جس کسی نے نکاح کیا ہی وہ بدل گیا ہی خلاصہ یہ کہ مین نے اس سے نکاح کیا اور اسنے اسقدر کھانا پکوا کر کھلوایا کہ ہمارے گھر مین ایک چونہ کارتہ خانہ تھا لوگ جو جلد ہی نکلنے کے مارے کھانے کے بعد ہاتھ اسمین دھو دیتے تھے اس پانی کی تری سے وہ خراب ہو گیا اور جو لوگ اشنان وغیرہ سے ہاتھ دھوتے تھے انکا تو کیا ذکر ہی اور مین نے اسکے بعد تین عورتون سے اور شادی کی تو اسکا یہ دستور تھا کہ مجکو عمدہ چیزین کھلاتی اور

خوشبو لگاتی اور کہتی کہ جاؤ اب اپنی بیبیون مین مزے کرو۔ اور یہ رابعہ شام مین ایسی تھی جیسے بصرہ مین رابعہ بصری تھین۔ اور عورت پر واجبات مین سے ہی کہ شوہر کے مال مین سے فضول خرچی نہ کرے بلکہ اُسکے مال کی حفاظت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ عورت کو حلال نہین کہ شوہر کے گھر سے بدون اُسکی اجازت کے کھانا دے ڈالے بجز تر خوراک کے جسکے بگڑنے کا خوف ہو پس اگر اُسکی رضامندی سے کھلاویگی تو شوہر کے برابر اُسکو بھی ثواب ہوگا اور اگر بدون اُسکی اجازت کے کھلاویگی تو ثواب شوہر کو ہوگا اور گناہ اُسپر رہیگا۔ اور عورت کا حق ماں باپ پر یہ ہی کہ اُسکو دوسرے لوگون کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور شوہر کے ساتھ اچھی طرح رہنا سکھلاوین چنانچہ مروی ہی کہ اسماء بنت خارجہ فزاری نے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت اُسکو یون کہا کہ جس گھر مین تو آئی تھی اب اُس سے نکلتی ہی اور ایسے بستر پر جاتی ہی جس سے تو واقف نہ تھی اور ایسے آدمی کے پاس رہیگی جس سے پہلے سے الفت نہ تھی تو بیٹی تو اُسکی زمین بننا کہ وہ تیرا آسمان بنجاویگا اور تو اُسکے لیے باعث آرام ہونا وہ تیرے لیے باعث آرام ہوگا اور تو اُسکی لونڈی ہونا وہ تیرا غلام رہیگا اپنی طرف سے اُسکے پاس مت جانا کہ تجھسے نفرت کرے اور نہ اُس سے دور ہونا کہ تجھکو بھول جاوے بلکہ وہ اگر تیرے پاس ہو تو اُسکے قریب ہونا اور اگر علیحدہ رہے تو دور رہنا اور اُسکی ناک اور کان اور آنکھ کا لحاظ رکھنا کہ تجھسے بجز خوشبو کے اور کچھ نہ سونگھے اور جب سُنے تب اچھی بات سُنے اور جب دیکھے اچھی بات دیکھے

اور ایک شخص نے اپنی بی بی کو یون کہا **نظم**

درگذر کر مجھسے تا ہو تو حبیب جاودان ہو غضب مجھکو تو سر گز مت ہلا اپنی زبان
ڈھول کے مانند مجھکو مت بجا یہ یاد رکھ تجھکو کیا معلوم ہی آواز کیسی ہو عیان
کثرت شکوہ نہ کر اُس سے ہو زائل حب قلب ہی مسلم دل بدلنے مین نہین لگتی ہی آن
مین نے دیکھا ہی نہین رہتی ہی باقی دوستی دل مین جب تبدیل وایذا کا ہوا کچھ درمیان

اور دسوین ایک بات عورت کے آداب مین یہ ہی کہ اپنے گھر مین بیٹھی چرخہ وغیرہ کا شغل رکھے چھت پر چڑھنے اور جھانکنے کی کثرت نہ کرے ہمسایون سے بات کم کرے اور بدون ضرورت شدید اُنکے گھر مین نہ جاوے شوہر کے پیچھے اور سامنے اُسکا لحاظ رکھے اور ہر کام مین اُسکی خوشی کی خواہان رہے اپنے نفس مین اور اُسکے مال مین خیانت نہ کرے

اور نہ بدون اُسکی اجازت کے گھر سے باہر قدم رکھے اور اگر اُسکی اجازت سے بھی باہر نکلے
تو پُرانے کپڑون مین چھپی ہوئی نکلے اور خالی جگہون مین چلے بیچ سڑک اور بازار سے بچی رہے
اور اس بات سے احتراز کرے کہ کوئی اجنبی اُسکی آواز پہچانے یا اُسکے جسم پر واقف ہو نیز یہ
نہ کرے کہ شوہر کے دوست سے اگر کوئی اپنا کام کہے تو وہ اُسکو پہچان جاوے بلکہ اگر گمان
کرتی ہو کہ یہ مجکو پہچانتا ہی تو آواز بدل دے۔ ہمہ تن اپنے حال کی بہتری اور گھر کے انتظام
مین مصروف رہے اور نماز روزہ سے سروکار رکھے اور اگر شوہر کا کوئی دوست دروازہ پر
آواز دے اور شوہر گھر مین نہو تو اپنی اور شوہر کی غیرت کا مقتضی یہ ہی کہ اُس سے کچھ سوال اور
کلام نہ کرے۔ اور شوہر کو جو کچھ خدا نے دیا ہو اُسپر قناعت کرے اور اُسکے حق کو اپنے
حق پر اور اپنے تمام رشتہ دارون کے حق پر مقدم کرے اور خوب صاف و شستہ رہے اور
ہر ایک حال مین جب شوہر اس سے تمتع چاہے مستعد رہے اور اپنی اولاد پر شفقت کرے
اور اُنکے راز کا افشا نہ کرے اور اُنکو بُرا کہنے مین زبان کم کھولے اور شوہر کی بات کا جواب
نہ دیوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین اور وہ عورت کہ اُسکے رخسارون کا
رنگ تیرہ ہو گیا ہو جنت مین پاس پاس مانند دو انگلیون کے ہونگے اور یہ وہ عورت ہی کہ
شوہر سے اُسکے اولاد ہوئی ہو اور اپنے نفس کو اُسنے اپنی بیٹیون پر بند رکھا ہو یہانتک
کہ وہ بالغ ہو جاوین یا مر جاوین اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے
ہر ایک آدمی پر جنت حرام فرمائی ہی اسطرح کہ مجھسے پیشتر اُسمین داخل ہو لیکن مین ایک
عورت کو دیکھونگا کہ جنت کے دروازہ کی طرف مجھسے آگے جاتی ہوگی مین پوچھونگا کہ یہ کیا
بات ہی کہ یہ عورت مجھسے آگے جاتی ہی مجکو کہا جاویگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ایک
عورت حسین و خوبصورت تھی اور اُسکے پاس یتیم بچے تھے اُسنے اُنپر صبر کیا یہانتک
کہ اُنکا حال جو کچھ ہونا تھا وہ ہو گیا اللہ تعالی نے یہ بات اُسکی پسند فرمائی اور اُسکے
ثواب مین یہ رتبہ دیا۔ اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہی کہ شوہر پر اپنی خوبصورتی
سے فخر نہ کرے اور نہ اُسکو بدصورتی کے باعث حقیر سمجھے۔ اصمعی کہتے ہین کہ مین جنگل مین
گیا دیکھا تو ایک عورت نہایت خوبصورت ہی اور اُسکا شوہر ویسا ہی بدصورت مین نے
اُس سے کہا کہ عجیب بات ہی کہ تو اس جیسے شخص کی بی بی ہونے پر خوش ہو اُسنے کہا کہ
خاموش تم غلطی پر ہو اصل یہ ہی کہ شاید اس مرد نے کوئی کام خالق کی رضا کا کیا ہو

جسکے عوض مین مین اُسکو ملی اور شاید مجھسے کوئی حرکت اُسکی مرضی کے خلاف ہوئی جسکی سزا مین مجکو یہ شوہر ملا ہی پس جس چیز کو خدا تعالی نے میرے لیے پسند فرمایا اُسپر مین بھلا راضی نہون اصمعی کہتے ہین کہ اُس عورت نے مجکو لاجواب کردیا۔ اور یہ بھی اصمعی کا قول ہی کہ مین نے جنگل مین ایک عورت دیکھی کہ سُرخ کرتا پہنے ہی اور خضاب کیے ہاتھ مین تسبیح لیے ہی مین نے کہا کہ یہ امور تو اسپر زیبا نہین اُسنے جواب دیا شعر حق جو خالق کا ہی مجھپر نہین کرتی ہون تلف ٭ اور ادھر لہو بطالت کا بھی ہی مجکو خیال ٭ مین نے جان لیا کہ یہ ایک نیک بخت عورت ہی اور شوہر دار ہی اُسی کے لیے بناؤ سنگار کرتی ہی۔ اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہی کہ جب شوہر نہو تو نیک بخت اور شرمندہ رہے اور اُسکے سامنے پھر وہی رنگ رلیان اور سامان عیش کرے اور یہ مناسب نہین کہ کسی حال مین شوہر کو ستا دے چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُؤْذِي امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِي الدُّنْيَا إِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهُ مِنَ الْحُورِ الْعِينِ لَا تُؤْذِيهِ قَاتَلَكِ اللهُ فَإِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِيلٌ يُوشِكُ أَنْ يُفَارِقَكِ إِلَيْنَا اور حقوق نکاح مین سے عورت پر ایک یہ واجب ہی کہ جب اُسکا شوہر مرجاوے تو اُسپر چار مہینے دس روز سے زیادہ سوگ نہ کرے اور اس عرصہ مین خوشبو اور زینت سے اجتناب کرے زینب بنت ابی سلمہ کہتی ہین کہ مین ام المومنین ام حبیبہ رضہ کی خدمت مین اُسوقت گئی کہ اُنکے باپ ابو سفیان بن حرب مرگئے تھے پس حضرت ام حبیبہ رضہ نے ایک خوشبو منگائی جسمین زردی زعفران یا کسی اور چیز کی ملی تھی ایک لونڈی وہ خوشبو لائی آپ اُسکو اپنے گالون پہ ملا اور فرمایا کہ بخدا مجکو خوشبو کی حاجت نہ تھی مگر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ أَكْثَرَ مِنْ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا اور آخر عدت تک اُسی گھر مین رہنا لازم ہی یہ جائز نہین کہ اپنے گھر چلی جاوے یا بدون ضرورت اُس گھر مین سے نکلے اور عورت کے آداب مین سے ایک یہ ہی کہ گھر کے جتنے کام ہون اور اُس سے ہوسکتے ہون اُنکو بجا لاوے چنانچہ حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہین کہ حضرت زبیر رضہ نے مجھسے شادی کی اور اُنکے پاس نہ کچھ مال تھا نہ کوئی غلام یا باندی

بجز اسکے کہ ایک گھوڑا اور پانی لانے کا اونٹ تھا تو مین ہی انکے گھوڑے کو دانہ گھاس دیتی اور ملتی اور مین ہی اونٹ کے لیے خرما کی گٹھلیان کوٹتی اور اسکو چارہ دیتی اور پانی بھر کر لاتی اور ڈول سیتی اور آٹا گوندھتی اور گٹھلیان اپنے سر پر دو کوس سے لاتی یہان تک کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے میرے پاس ایک لونڈی بھیجدی جسنے گھوڑے کے ملنے وغیرہ سے مجکو بچا دیا تو گویا مجکو آزاد کردیا۔ اور ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی کہ آپ کے ساتھ اصحاب تھے اور میرے سر پر گٹھلیان تھین آپ نے اپنے ناقہ کو بٹھنے کا اشارہ کیا کہ مجکو اپنے پیچھے سوار کرین مگر مجکو مردون کے ساتھ چلنے سے شرم آئی اور اپنے شوہر کی غیرت یاد کی کہ وہ بہت غیرت ناک تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حیا کرنے کو پہچان لیا اور تشریف لے گئے جب مین آئی تو حضرت زبیر رضہ سے ماجرا کہا انھون نے فرمایا کہ بخدا تیرا سر پر گٹھلیون کا لادنا آپ کے ساتھ سوار ہونے کی نسبت کر مجھپر نہایت سخت ہی باب آداب النکاح خدا ے تعالی کی عنایت سے تمام ہوا والحمد للہ اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا و صلی اللہ علی محمد مصطفی

تیسرا باب کسب اور معاش کے بیان مین

رباعی بہتر وہ معاش ہی جو ہو زاد معاد	بدتر ہی وہ کسب جس سے ہو دین برباد
ہر پیشہ مین سنکر نفع عقبی پر کر	ہی مزرعۃ الآخرۃ دنیا رکھو یاد

واضح ہو کہ رب الارباب اور مسبب الاسباب نے دارین کی تقسیم اسطرح فرمائی ہی کہ آخرت کو جزا اور سزا کا مقام ٹھہرایا ہی اور دنیا کو محنت اور اضطراب اور مستعد ہو کر کمانے کا مکان مقرر فرمایا ہی اور دنیا مین مستعد ہونا یہی نہین کہ صرف معاد ہو اور معاش نہو بلکہ معاش معاد کا ذریعہ اسکا مددگار ہی چنانچہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ قول مشہور ہی اور دنیا ہی سے بہ تدریج آخرت کی نوبت آتی ہی۔ اب دنیا کے آدمی اس باب مین تین طرح کے ہین ایک وہ کہ معاش مین ایسے مشغول ہین کہ معاد سے غافل ہین یہ فرقہ تو تباہ کارون اور ہلاک شدون کا ہی دوم وہ لوگ کہ معاد کے شغل مین معاش سے بے پروا ہین یہ لوگ اعلی رتبہ کے پہونچنے والے ہین سوم وہ ہین کہ اعتدال سے بہت قریب ہین یعنی معاش کا شغل معاد ہی کے واسطے کرتے ہین یہ لوگ مقتصدین اور متوسطین مین سے ہین اور ظاہر ہی کہ جو شخص معاش کی طلب مین راستی کی راہ اپنے اوپر لازم نہ کریگا

بیان تین قسم کے لوگون کا

اُسکو میانہ روی کا رتبہ کبھی نہ ملیگا اور جب تک کہ طلب معاش مین آداب شرعیہ کا پابند نہوگا اُسکے حق مین دنیا وسیلۂ آخرت کبھی نہوگی اسی نظر سے ہم تجارتون اور پیشون کے آداب اور کسبون کے اقسام اور طریقے پانچ فصلون مین مشرح بیان کرتے ہین

فصل اول معاش کے پیدا کرنے کی فضیلت اور اُسکی ترغیب کے بیان مین

آیات اس باب مین یہ ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا اسکو احسان جتانے کی جگہہ مین ذکر فرمایا ہی۔ اور فرمایا وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ اس آیت مین معیشت کو نعمت فرمایا اور اُسپر شکر کی طلب کی۔ اور فرمایا لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ اور فرمایا آخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ اور فرمایا فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ اور احادیث یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ مِنَ الذُّنُوبِ ذُنُوبٌ لَا يُكَفِّرُهَا إِلَّا الْهَمُّ فِي طَلَبِ الْمَعِيشَةِ اور فرمایا التَّاجِرُ الصَّدُوقُ يُحْشَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَعَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ اور فرمایا مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا تَعَفُّفًا عَنِ الْمَسْأَلَةِ وَسَعْيًا عَلَى عِيَالِهِ وَتَعَطُّفًا عَلَى جَارِهِ لَقِيَ اللَّهَ وَوَجْهُهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اتنے مین اصحاب نے ایک جوان قوی و چالاک کو دیکھا کہ علی الصبح کام کرنے لگا سبھون نے کہا کہ ہا کاش اسکی جوانی اور چالاکی راہ خدا مین صرف ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مت کہو اسلیے کہ یہ شخص اگر اپنے نفس کے لیے کام کرتا ہی اس غرض سے کہ اُسکو سوال کرنے سے باز رکھے اور لوگون سے بے پروا کردے تو وہ راہ خدا مین ہی اور اگر اپنے ضعیف ماں باپ اور کمزور بچون کے لیے کرتا ہی تاکہ وہ محتاج نہون تب بھی وہ راہ خدا مین مصروف ہی اور اگر اسلیے کرتا ہی کہ مال کی کثرت مین دوسرون سے مقابلہ اور فخر کرے تو اس صورت مین راہ شیطان مین مصروف ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی البتہ اُس بندہ کو پسند فرماتا ہی جو کوئی کام اسلیے کرے کہ اُسکے باعث لوگون سے بے پروا ہوجاوے اور اُس بندہ کو ناپسند فرماتا ہی جو علم اسلیے سیکھے کہ اُس سے خدمت لے اور ایک خبر مین ہی کہ اللہ تعالی ایماندار حرفت والے سے محبت رکھتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَحَلُّ

مَا اَکَلَ الرَّجُلُ مِنْ کَسْبِہٖ وَکُلُّ بَیْعٍ مَبْرُوْرٍ اور دوسری حدیث مین ارشاد ہو
اَحَلُّ مَا اَکَلَ الْعَبْدُ کَسْبُ یَدِ الصَّانِعِ اِذَا نَصَحَ اور فرمایا عَلَیْکُمْ بِالتِّجَارَۃِ فَاِنَّ فِیْھَا
تِسْعَۃُ اَعْشَارِ الرِّزْقِ اور مروی ہو کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکہ کر اُس سے
پوچھا کہ تو کیا کام کرتا ہو اُسنے عرض کیا کہ خداے تعالی کی عبادت کرتا ہون آپ نے
فرمایا کہ تیرے نفقہ کی کفالت کون کرتا ہو اُسنے عرض کیا کہ میرا ایک بھائی کرتا ہو آپنے
فرمایا کہ تیرا بھائی تجھسے زیادہ عابد ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو
کہ جو چیزین مجکو ایسی معلوم تھین کہ تمکو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرین وہ مین نے
تمکو بدون حکم کیے نہین چھوڑین اور جتنی باتین مین ایسی جانتا تھا کہ تمکو جنت سے دور اور
دوزخ سے قریب کرین اُنسے بدون منع کیے نہین چھوڑا اور جبرئیل نے میرے دل مین
پھونک دیا ہو کہ کوئی نفس نہین مریگا جب تک کہ اپنا رزق پورا نہ لے اگرچہ رزق اُسکے
اُسکے پاس دیر کر آوے پس اللہ سے خوف کرو اور طلب رزق اچھی طرح کرو۔ اس حدیث
مین رزق کو اچھی طرح طلب کرنے کا حکم فرمایا اور یہ نہین فرمایا کہ طلب مت کرو پھر اس حدیث
کے آخر مین ارشاد فرمایا کہ کسی رزق کا دیر کر ملنا تمکو اس بات کا باعث نہونا چاہیے کہ تم اُسکو
خداے تعالی کی نافرمانی کرکے طلب کرو اسلیے کہ جو چیز خداے تعالی کے پاس ہو وہ اُسکی
نافرمانی سے نہین ملتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ بازار اللہ تعالی کے دسترخوان
ہین جو شخص اُنمین آویگا کچھ اُن مین سے پاویگا۔ اور فرمایا تم مین سے کوئی شخص
رسّی لیکر لکڑیان اپنی پیٹھ پر لادلاوے تو اس سے بہتر ہو کہ کسی شخص کے پاس
جاوے جسکو خداے تعالی نے مال دیا ہو اور اُس سے سوال کرے وہ اُسکو دے
یا نہ دے اور فرمایا مَنْ فَتَحَ عَلٰی نَفْسِہٖ بَابًا مِنَ السُّؤَالِ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَبْعِیْنَ بَابًا مِنَ الْفَقْرِ
اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا حلال کمائی کرنے سے
مفلسی دور کرنا کیونکہ جو فقیر ہوجاتا ہو اُسکے اندر تین باتین پیدا ہوتی ہین اول دین
کی نرمی دوسرے ضعف عقل تیسرے مروت کا جاتا رہنا اور ان تینون سے بڑھ کر یہ ہو کہ
آدمی اُسکو حقیر جانتے ہین۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تمکو نہ چاہیے کہ طلب رزق
مین تقاعد کرو اور یون کہو کہ بار خدایا ہمکو رزق دے اسلیے کہ تم جانتے ہو کہ آسمان سے
سونا اور چاندی نہین برستا۔ اور زید بن سلمہ اپنی زمین مین درخت لگا رہے تھے

ح ۱ سب سے زیادہ حلال جو بندہ کھاوے کاریگر کے ہاتھ کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہی کرے ح ۲ تم تجارت کیا کرو کہ اس میں رزق کے دس حصوں میں سے نو ہیں

حضرت عمر رضہ نے اُنکو فرمایا کہ یہ تم خوب کرتے ہو آدمیون سے بے پروا ہوجانا چاہیے کہ
اس سے تمہارا دین زیادہ محفوظ رہیگا اور اسی صورت مین اُنپر کرم زیادہ کر سکوگے
جیسے کہ اچھے شاعر نے کہا ہی شعر خدمت زورِ شہ آمین ہون معروف دائم اسلیے
ہو نہین سکتا کرم لوگون پہ گر ہووے نہ مال * اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ مجکو
برا معلوم ہوتا ہی کہ کسی آدمی کو بیکار دیکھون نہ دنیا کا کام کرتا ہو نہ دین کا - اور حضرت
ابراہیم نخعی سے کسی نے سوال کیا کہ یہ فرمائیے کہ سچا سوداگر آپ کو زیادہ پسند ہی یا وہ
شخص کہ عبادت کے لیے فارغ ہو رہا ہو آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سچا سوداگر زیادہ
محبوب ہی اسلیے کہ وہ شخص جہاد مین مصروف ہی کہ شیطان کبھی اُسکو ناپنے مین اور کبھی
تولنے مین اور کبھی لینے اور دینے مین دھوکا دیا چاہتا ہی اور وہ اُس سے لڑتا ہی اور
اُسکی اطاعت نہین کرتا - اور حضرت حسن بصری رح نے اس باب مین اُنکے خلاف
بیان کیا ہی - اور حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ مجکو اور کسی جگہ مین اپنا مرنا خوش نہین آتا
بجز اُس جگہ کے کہ آسمین مین بازار کرتا ہون اور اپنے گھر والون کے لیے خرید و فروخت
کرتا ہون - اور ہیثم رح نے فرمایا ہی کہ بعض اوقات مین سنتا ہون کہ فلان شخص مجکو برا
کہتا ہی تو یاد کرتا ہون کہ مجکو اُسکی حاجت نہین اس یاد سے اُسکی بات مجھ پر آسان
ہوجاتی ہی - اور ایوب رح نے فرمایا ہی کہ کوئی پیشہ کرنا جس سے کچھ مل جاوے میرے
نزدیک لوگون سے مانگنے کی نسبت کہ اچھا ہی - اور ایک بار سمندر مین طوفان آیا
کشتی والون نے حضرت ابراہیم ادہم رح سے جو کشتی مین اُنکے ساتھ تھے عرض کیا کہ
دیکھیے کیسی شدت ہی آپ نے فرمایا کہ شدت اِسکا نام نہین شدت یہ ہی کہ لوگون کا محتاج ہو
اور ایوب رح کہتے ہین کہ مجکو ابو قلابہ رح نے فرمایا کہ بازار کا بچھا رہنا کہ تونگری
ایک قسم کی سلامتی ہی یعنی لوگون سے سلامت رہتا ہی اور کسی کا محتاج نہین ہوتا -
اور امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے حق مین کیا فرماتے ہین جو اپنے
گھر مین یا مسجد مین بیٹھ رہے اور کہے کہ مین کچھ کام نہ کرونگا یہان تک کہ میری روزی میرے
پاس آوے آپ نے فرمایا کہ وہ شخص علم سے بیخبر ہی کیا اُسنے یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا نہین سنا کہ اللہ تعالی نے میرا رزق میرے نیزہ کے سایہ کے نیچے بنایا ہی
اور جس وقت آپ نے پرندون کا ذکر فرمایا تو ارشاد فرمایا تَغْدُو خِمَاصًا وَتَرُوحُ بِطَانًا

م
... ترمذی
وابن ماجہ
بروایت
عمر رض ۱۲

یعنے صبح کو بھوکے اٹھتے ہین اور شام کو پیٹ بھرے جاتے ہین غرض اس سے یہ ہی کہ رزق کی طلب مین یہ ندیکھی صبح کو ادھر اُدھر جاتے ہین - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب خشکی اور تری کی تجارت کیا کرتے اور اپنے باغون کی خدمت کرتے پس انکا اقتدا کافی ہی - اور ابو قلابہ نے ایک شخص کو کہا کہ مین تمکو اگر طلب معاش مین مصروف دیکھون تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ تمکو مسجد کے کونہ مین دیکھون - اور کہتے ہین کہ اوزاعی رح حضرت ابراہیم بن ادہم سے ملے اور دیکھا کہ اُنکے سر پر لکڑیون کا بوجھ ہی کہنے لگے کہ اے ابو اسحاق یہ مشقت کیون کرتے ہو تمہاری خدمت کو تمہارے بھائی کافی ہین حضرت ابراہیم نے جواب دیا کہ اے ابو عمر مجھے اس باب مین تعرض مت کرو کہ مین نے سنا ہی کہ جو شخص حلال کی طلب مین ذلت کی جگہ کھڑا ہوگا اُسکے لیے جنت واجب ہوگی اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح فرماتے ہین کہ ہمارے نزدیک عبادت اسکا نام نہین کہ اپنے پانون جوڑ رکھو اور دوسرا شخص تمکو کھانا کھلاوے بلکہ اول دو روٹیون کی فکر کر تب عبادت کرو اور حضرت معاذ بن جبل رض کا ارشاد ہی کہ قیامت کے روز ایک پکارنے والا پکاریگا کہ وہ لوگ کہان ہین جنسے تمام روے زمین مین خداے تعالی بغض رکھتا تھا اسوقت مسجدون کے سوال کرنے والے اُٹھینگے غرض کہ سوال کی مذمت اور دوسرے شخص کی خدمت پر بھروسا کرنے کی برائی شرع کے نزدیک یہ تھی جو بیان ہوئی اور جس شخص کے پاس مال موروثی نہو اسکو بجز کمانے اور تجارت کے کوئی چارہ نہین - اب اگر یون کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تو یون ہی کہ مجکو یہ حکم الٰہی نہین ہوا کہ مال اکٹھا کرو اور سوداگرون مین سے ہو بلکہ مجھی وحی بھیجی ہی کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ اور اسی طرح حضرت سلمان فارسی رض سے کسی نے کہا کہ آپ ہمکو وصیت فرمایئے آپنے فرمایا کہ تم مین سے جس کسی سے ہو سکے تو یہ کرے کہ حالت حج مین یا کفار سے لڑنے مین یا اپنے پروردگار کی مسجد بنانے مین اُسکی موت واقع ہو یہ نہو کہ سوداگری کرتے کرتے اور لوگون سے جھگڑا کرتے کرتے مرجاوے تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان احادیث کی تطبیق حالات کی تفصیل پر موقوف ہی ہم یہ نہین کہتے کہ تجارت ہر چیز سے مطلقاً افضل ہی بلکہ ہماری غرض یہ ہی کہ تجارت سے یا تو یہ مقصود ہی کہ بقدر کفایت مال حاصل ہو جاوے یا دولت اور زائد از قدر حاجت منظور ہی اگر تجارت سے یہی مطلوب ہی کہ زائد از حاجت ملے

تاکہ مال بہت سا ہو اور دفینہ جمع ہو جاوے نہ اسلیے کہ خیرات وصدقات مین دیا جاوے تو یہ تجارت بڑی ہے کیونکہ اسمین دنیا کی طرف ہمہ تن متوجہ ہونا پایا جاتا ہے جسکی چاہ تمام گناہون کی اصل ہے اور اگر باوجود اسکے لوگون سے باچھہ وصول کریگا تو ظلم اور فسق مین داخل ہے اور حضرت سلمان رضہ نے اسی قسم کی تجارت مراد لی ہے جسمین طلب زیادتی کی ہو لیکن جس صورت مین تجارت سے آدمی اسی بات کا طالب ہو کہ بقدر کفایت اپنی دم اور اپنی اولاد کے پیدا کرلے اور مانگنے سے بھی بقدر کفایت اوسکو ملسکتا ہو تو ایسی صورت مین سوال سے بچنے کے لیے تجارت افضل ہے اور اگر اوسکو سوال کی ضرورت نہ ہوتی ہو بدون مانگے لوگ اوسکو دیتے ہون تب بھی کچھہ پیشہ کرنا افضل ہے کیونکہ لوگ اوسکو اسی نظر سے دیتے ہین کہ وہ اپنی زبان حال سے سوال کرتا ہے اور لوگون مین اپنی احتیاج کھلا کھلی کہہ رہا ہے پس ہمین جہت اوسکو بچنا اور پردہ بھرم رکھنا بیکاری سے بہتر ہے بلکہ عبادات بدنی مین مشغول ہونے سے بھی افضل ہے اور پیشہ کا نکرنا چار شخصون کے لیے افضل ہے اول جو شخص کہ عبادات بدنی کا عابد ہو دوم وہ شخص کہ اوسکو باطن کی سیر اور علوم حالات اور مکاشفات مین دل کا عمل حاصل ہو سوم وہ عالم کہ علم ظاہر مین سے ایسی باتون مین مشغول ہو جو لوگون کو دین کی باب مین کارآمد ہون جیسے مفتی اور مفسر اور محدث ہین چہارم وہ شخص کہ لوگون کی بہتری مین مصروف ہو اور اونکے معاملات کا متکفل ہو جیسے بادشاہ اور قاضی اور گواہ۔ تو ان چارون قسمون کے لوگونکو کسب مین مشغول ہونیکی نسبت کراپنا دھندا کرنا افضل ہے بشرطیکہ بیت المال کے مال مین سے خواہ فقرا اور علما پر وقفی اشیا مین سے بقدر کفایت لیتے ہون اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئی سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ اور یہ حکم نہوا کہ کُنْ مِنَ التَّاجِرِينَ اسلیے کہ آپ مین یہ چارون وصف مع اور زیادہ اوصاف کے جو خارج از حیطۂ بیان مین موجود تھے۔ اور یہی وجہہ تھی کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضہ مسند آرا ے خلافت ہوئے تو اصحاب رضہ نے اونکو تجارت کے ترک کرنے کا مشورہ دیا اسلیے کہ شغل تجارت مین مسلمانون کے کام کی فرصت کم ہوتی تھی پس آپ نے یہ معمول کرلیا کہ بیت المال مین سے بقدر کفایت لیلیتے اور اوسکو بہتر سمجھا اور جب آپکی موت قریب ہوئی تو وصیت کردی کہ جسقدر مین نے بیت المال مین سے

لیا ہے اوسکو دینا اوسمین رکھدینا الا ابتداءً ہی مین اوسکا لینا ہی بہتر جانتا تھا اور ان چارون شخصون
کے لیے دو حالتین ہین ایک یہ صورت ہے کہ جب وہ پیشہ کچھ نکرین تو اونکی کارروائی
لوگون کے ہاتھ سے اور مال زکوۃ خواہ صدقہ و خیرات سے ہوئی جاوے اور اونکو سوال
کی حاجت نہ پڑے پس ایسی صورت مین پیشہ کا نکرنا اور اپنے کام مین مشغول رہنا بہتر ہے
اسلیے کہ اسمین لوگون کو خیرات پر مدد کرنا اور جو حق اونپر واجب ہے اوسکا قبول کرنا خواہ اُنکی
زائد از حاجت مال کو خیرات مین صرف کرانا پایا جاتا ہے۔ دوسری حالت یہ ہے کہ سوال کی
حاجت پڑے اور تامل اسی مین ہے اور جتنی تشدیدات کہ سوال اور اوسکی مذمت مین
ہمنے بیان کی ہین اونسے بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ سوال سے بچنا اولی ہے اور
بدون احوال اور اشخاص کے لحاظ کے اسباب مین حکم مطلق دینا مشکل ہے بلکہ آدمی کے
اجتہاد پر منحصر ہے کہ اپنے لیے جس بات مین بہتری جانے اوسکو اختیار کرے یعنی میزان عقل
سے ایک پلہ مین سوال کی ذلت اور مروت کا جاتا رہنا اور دوسرے کے سامنے کھڑا ہونا
اور [illegible] اور دوسرے پلہ مین علم و عمل مین مشغول ہونے سے فائدہ اپنے آپ کو
اور [illegible] ہوتا ہے اوسکو رکھے اور دیکھے کہ اونسا انمین سے [illegible] ہوتا ہے کیونکہ
بہت لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اونکا فائدہ اور خلق کا نفع اونکے علم و عمل مین مشغول ہونے سے
بہت ہوتا ہے اور قدر کفایت اونکی ادنی اشارہ اور کنایۃً سوال سے حاصل ہوجاتی ہے
اور بعضون کا معاملہ برعکس ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات مطلوب اور محذور دونون کا پلہ برابر
پڑتا ہے اوسوقت طالب کو اپنے دل سے فتوی لینا چاہیے گو مفتی کچھ ہی حکم لگا دین
اسلیے کہ فتوی مین سب صورتون کی تفصیل اور اصول باریک بعض اوقات مین نہین
ہوا کرتے۔ اور سلف مین بعض لوگ ایسے ہوئے ہین کہ اونکے تین سو ساٹھ دوست تھے
سال بھر مین ایک ایک روز ہر ایک کے یہان رہا کرتے تھے اور بعضون کے صرف تیس
دوست تھے کہ مہینہ مین ایک روز ہر ایک کے یہان رہتے اور خود کوئی کام بجز عبادت پروردگار
کے نکرتے اسلیے کہ جانتے تھے کہ جن لوگون کے یہان ہم رہتے ہین اور وہ ہماری خدمت
کرتے ہین اس خدمت کو وہ اپنی سعادت سمجھتے ہین اور ہمارے قبول کے باعث اپنی
گردنون پر بار منت جانتے ہین پس اونکی خیرات کا قبول کرنا اون اکابر کے حق مین
علاوہ اونکی عبادات کے منجملہ خیرات ہوتا ہے۔ غرضکہ طالب کو ان امور مین نظر دقیق

کرنی چاہیے کیونکہ لینے والے کو ثواب اوسیقدر ہوتا ہے جتنا دینے والے کو ہوتا ہے
بشرطیکہ لینے والا اوس مال سے اپنے امور دینی مین مدد لے اور دینے والا بطیب خاطر
دیوے۔ اور جو شخص کہ اِن باتون سے واقف ہو جاویگا اوسکو ممکن ہے کہ اپنا حال بیان
اور اپنی حالت اور مصلحتِ وقت کی نسبت کر جو بات اوسکے حق مین افضل ہو اپنے دل مین
اوسکو واضح پاوے واللہ اعلم یہان تک پیشہ کرنیکی فضیلت بیان ہوئی اب چونکہ جن معاملات
سے آدمی کچھ پیدا کرتا ہے اونمین چار باتین ضروری ہونی چاہیین اول درستی معاملہ
دوم عدل سوم احسان چہارم دین کا خوف پس ہم اِن چارون باتون کو اگلی چار
فصلون مین بیان کرینگے اور دوسری فصل مین درستی معاملہ کے اسباب سے شروع کرتے ہین

دوسری فصل بیع اور سودا اور بدنی اور ٹھیکہ اور مضاربت اور شرکت سے کمانے کی کیفیت اور اِن معاملات کی صحت مین شرع کی شرطون کے بیان مین کہ شرع مین مدار پیدا وار کا یہی چھ چیزین ہین

واضح ہو کہ اس فصل کا مضمون جاننا ہر مسلمان صاحب کسب پر فرض ہے کیونکہ یہ جو حدیث مین وارد ہے طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم اوس سے یہی غرض ہے کہ جس علم کی حاجت ہو اوسکا سیکھنا فرض ہے اور پیشہ ور کو پیشے کے علم کی حاجت ہوتی ہے اسلیے اوسکو سیکھنا اس علم کا واجب ہی کہ جب اس علم سے واقف ہو گا تو معاملہ کو فاسد کرنیوالی باتون کو معلوم کریگا اور معاملہ مین اون سے احتراز کریگا اور اگر کوئی مسئلہ جزئی مشکل پیش ہوگا تو جب تک اوسکو دریافت نہ کریگا تب تک اوسمین توقف کریگا کیونکہ جب تک مجملاً اسباب فساد کو نہ جان لیگا تو اوسکو کیسے معلوم ہو گا کہ توقف اور دریافت کرنا کس وقت اوسکے ذمہ واجب ہی اور اگر اہل معاملہ یہ کہے کہ مین علم کو اول نہین سیکھتا بلکہ اپنا کام کیے جاؤنگا جب تک کہ کوئی معاملہ سخت مجکو پیش آوے اوسوقت اوسکا مسئلہ پوچھہ لونگا اور فتوی دریافت کرلونگا تو اوسکو یون جواب دیا جاوے کہ جس صورت مین کہ تجکو مجمل علم معاملہ کی مفسد چیزون کا نہین تجکو کیسے معلوم ہو گا کہ یہ معاملہ قابل دریافت ہی کیونکہ تو معاملہ کیے جایگا اور اوسکو صحیح اور مباح جانیگا حالانکہ حقیقت مین شاید درست نہو اس نظر سے علم تجارت مین اسقدر کا جاننا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو کہ فلان معاملہ مباح ہے اور فلان ممنوع اور یہ معاملہ ظاہر ہے اور یہ مشکل۔ اور یہین وجہ حضرت عمر رضی سے مروی ہے

کہ آپ بازار مین پھرا کرتے اور بعض سوداگرون کو درہ سے مارتے اور فرماتے کہ ہمارے بازار مین وہی خرید و فروخت کرے جو علم خرید و فروخت کے مسائل کا رکھتا ہو ورنہ سود کھاجاویگا خواہ اوسکی مرضی ہو یا نہو۔ اور علم معاملات کا بہت ہے مگر ان چھہ عقد مذکورۂ بالا کی اکثر پیشیون مین ضرورت رہتی ہے اسلیے ہم انھین کی شرطون کو چھہ بیانون مین علیحدہ علیحدہ لکھتے ہین —

پہلا بیان بیع کے ذکر مین - بیع کو اللہ تعالی نے حلال فرمایا ہے اور اوسکے رکن تین ہین

رکن اول عاقد ہے یعنی معاملہ کرنے والا - اسمین تاجر کو چاہیے کہ چار شخصون سے بیع کا معاملہ نکرے ایک لڑکا دوم مجنون سوم غلام چہارم اندہا - اسلیے کہ لڑکا اور مجنون غیر مکلف ہین تو لڑکا اگر خرید و فروخت کریگا گو اوسکو ولی نے اجازت دیدی ہو اوسکی بیع امام شافعی کے نزدیک درست نہوگی اور لڑکے اور مجنون سے جو کچھ سوداگر لیگا اور اوسکے پاس سے ضائع ہوگا تو اوسپر تاوان آویگا اور اگر اپنی چیز اونکے حوالہ کریگا اور تلف ہوجاویگی تو اوسیکا مال جاویگا اونکو کچھ نہ دینا پڑیگا اور غلام عاقل کی خرید و فروخت بدون اوسکے آقا کی اجازت کے درست نہین تو کنجڑے اور نان بائی اور قصائی وغیرہ کو چاہیے کہ غلامون کے ساتھ کوئی معاملہ نکرین جب تک کہ اونکے مالک اون کو خرید و فروخت کی اجازت ندین اور مالک کی اجازت دو طرح سے معلوم ہوسکتی ہے یا تو اسطرح کہ خود سوداگر مالک کے مُنہ سے سُن لے یا شہر مین مشہور ہوجاوے کہ فلان غلام اپنے آقا کی طرف سے خرید و فروخت کا مجاز ہے یا کوئی عادل شخص اوس سے کہدے کہ یہ غلام مجاز ہے پس اگر بدون اجازت آقا کے اوس سے معاملہ کریگا تو یہ معاملہ باطل ٹھیریگا اور جو کچھ غلام سے لیگا بشرط جاتے رہنے کے اوسکا تاوان مالک کے حوالہ کرنا پڑیگا اور جو چیز غلام کو دیگا اگر اوسکے پاس سے جاتی رہیگی تو اوسکا تاوان نہ اوسپر ہوگا نہ آقا پر بلکہ جب غلام آزاد ہوجاویگا اوسوقت اوس سے مطالبہ پہونچیگا۔

اور اندھے کا معاملہ اسوجہ سے درست نہین کہ بن دیکھی چیز کی خرید و فروخت کرتا ہے اسلیے اوسکی تدبیر یہ ہے کہ اوس سے کہدیا جاوے کہ کسی واقف کار کو اپنا وکیل کردے تاکہ تیری طرف سے خرید و فروخت کرے اس صورت مین وکالت درست ہوگی اور وکیل کی خرید و فروخت بھی صحیح ہوگی لیکن اگر سوداگر خود اندھے سے معاملہ کریگا تو فاسد ہوگا

اور جو چیز اُس سے لیگا اگر جاتی رہیگی تو قیمت دینی پڑیگی اور جو اندھے کو دیگا اور اُسکے پاس سے جاتی رہیگی اُسکا دام بھی نرخ بازار سے ملیگا۔ اور کافر کے ساتھ معاملہ داد و ستد درست ہی مگر اُسکے ہاتھ قرآن مجید اور مسلمان غلام نہ بیچنا چاہیے اور جس صورت مین کہ وہ حربی ہو اُسوقت اُسکے ہاتھ ہتیار بھی فروخت نہ کیے جاوین اور اگر یہ معاملات کیے جاوینگے تو مردود ہونگے اور معاملہ کرنے والا خدا تعالی کا گنہگار ہوگا۔ اور ترکی سپاہی خواہ ترکمانی ہو بدو یا کرد اور چور اور خائن اور سود خوار اور ظالم یا اور شخص جسکا اکثر مال حرام کا ہو تو اُنکی چیز کو اپنی ملک مین نہ لانا چاہیے کیونکہ اُنکا مال حرام ہی ہان اگر کوئی خاص چیز ایسی معلوم ہو جاوے کہ بوجہ حلال اُنکے پاس آئی ہی تو اُسکے لینے کا مضائقہ نہین اور اسکی تفصیل

باب حلال اور حرام مین آویگی

دوسرا رکن بیع کا وہ چیز ہی جسکا معاملہ ہوتا ہی یعنی جس مال کا کہ ایک کے پاس سے دوسرے کے پاس چلا جانا مقصود ہی خواہ وہ ثمن ہو یا مبیع اُسمین چھہ شرطین معتبر ہین۔ **اول** یہ کہ وہ مال اپنی ذات سے نجس نہو اور اگر ہوگا تو بیع درست نہوگی مثلاً کتے اور سؤر اور گوبر اور پاخانہ اور ہاتھی دانت اور اُسکے برتنون کی بیع درست نہوگی ہاتھی دانت کی بیع درست نہونے کی یہ وجہ ہی کہ ہڈی مرنے سے ناپاک ہوجاتی ہی اور ہاتھی ذبح کرنے سے پاک نہین ہوتا اور نہ اُسکی ہڈی ذبح سے پاک ہو اور نیز شراب کی بیع اور جو جانور کہ کھائے نہین جاتے اُنکی چربی کی بیع درست نہین گو اُسکے چراغ مین جلانے اور کشتیون مین ملنے سے فائدہ ہوسکتا ہی اور پاک تیل اگر نجاست گرنے سے خواہ چوہے کے مرجانے سے نجس ہوجاوے تو اُسکی بیع درست ہی اس وجہ سے کہ کھانے کے سوا اور چیزون مین کام آسکتا ہی اور اُسکی ذات نجس نہین نجاست بیرونی سے نجس ہوگیا ہی اسی طرح ریشم کے کیڑون کے انڈون کی فروخت مین میرے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ وہ ایک جاندار کی اصل ہین جو کارآمد ہوتا ہی اور اُنکو بیضۂ مرغ سے تشبیہ دینا کہ وہ بھی پرند کی اصل مین اس سے بہتر ہی کہ بنجال اور لید سے تشبیہ دیوین۔ اور مشک کے نافہ کی بیع درست ہی اور جس صورت مین کہ وہ ہرن سے زندگی کی حالت مین علحدہ ہوا ہو تو اُسکی طہارت کا حکم کرنا چاہیے **دوسری شرط** یہ ہی کہ وہ چیز کارآمد ہو اس سے یہ نکلا کہ حشرات الارض کی بیع اور چوہے اور سانپ کی بیع

ناجائز ہی اور سانپ سے مداریون کو نفع پہونچنا یا سپیرون کا نفع کہ سانپ کو بامی سے نکال کر لوگون کو دکھلاتے پھرتے ہین قابل لحاظ نہین یعنی اس وجہ سے اُسکی جائز نہوگی۔ اور بلی کی بیع اور شہد کی مکھی اور چیتے اور شیر کی اور اُن جانورون کی جو شکار کی لیاقت رکھتے ہین یا اُنکا چمڑہ کار آمد ہی درست ہی اور بوجھ لادنے کے لیے ہاتھی کی بیع درست ہی اور طوطے اور مور اور خوشرنگ جانورون کی بیع گو وہ کھانے مین نہ آوین درست ہی اسلیے کہ اُنکی آواز سُننی اور صورت سے دل بہلانا ایک مباح غرض ہی ہان کُتا اگرچہ خوبصورت بھی ہو اُسکو نہ لینا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے ممانعت فرمائی ہی اور بین وسارنگی وچنگ اور تار کے باجون اور کھیل کے باجون کی بیع جائز نہین اسلیے کہ اُنمین شرعاً کوئی نفع نہین اسی طرح مٹی کے کھلونے جو عیدون اور میلون مین لڑکون کے لیے بکتے ہین اُنکا لینا جائز نہین اسلیے کہ شرعاً اُنکا توڑنا واجب ہی مگر درخت وغیرہ کی مورت کا مضائقہ نہین اور کپڑون اور رکابیون پر جو جانورون کی صورتین ہوتی ہین اُنکا بیچنا درست ہی اور یہی حال تصویردار پردون کا ہی مگر اتنا فرق ہی کہ ان چیزون کا استعمال رکھے ہوئے درست ہی اور لٹکا کر درست نہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا کہ اُسکا بچھونا بنالو۔ پس چونکہ من وجہ اُنسے نفع لینا درست ہی تو اسی وجہ کے باعث اُنکی بیع بھی صحیح ہی تیسری شرط یہ ہی کہ معقود علیہ عاقد کی ملک ہو یا مالک کی اجازت سے اُسکا عقد ہوتا ہو پس اگر کوئی چیز غیر مالک سے مول لے اس توقع پر کہ مالک اجازت دیدیگا تو یہ عقد صحیح نہوگا بلکہ اگر بالفرض مالک بعد کو راضی بھی ہوجاوے تو از سر نو معاملہ کرنا واجب ہی اسی طرح اگر زوجہ سے شوہر کا مال مول لے یا شوہر سے زوجہ کا یا باپ سے بیٹے کا خواہ بیٹے سے باپ کا اس بھروسے پر کہ اگر مالک کو علم ہوجاویگا تو راضی ہوجاویگا تو یہ معاملہ صحیح نہوگا اسلیے کہ رضاء مالک بیع سے مقدم ہونی چاہیے اور وہ ان صورتون مین پائی نہین گئی اور ایسے معاملہ بازارون مین ہوتے ہین مگر بندہ دیندار کو چاہیے کہ اُنسے احتراز کرے۔ چوتھی شرط یہ ہی کہ معقود علیہ ایسی چیز ہو جسکو شرعاً اور حساً حوالہ کرسکتا ہو تو جو چیز حساً حوالہ نہ کرسکیگا اُسکی خرید وفروخت درست نہوگی جیسے بھاگا ہوا غلام اور پانی کے اندر مچھلی اور پیٹ کے اندر بچہ اور نر کا مادہ پر ڈالنا اسی طرح جانور کے

ع بخاری و مسلم عن ابن مسعود ایضاً بخاری

پشت پر کی اون کو بیع کرنا اور تھنون کے اندر کے دودھ کو بیچنا درست نہین اسلیے کہ اسکا مشتری کو دینا دشوار ہی کہ مبیع اور غیر مبیع ملے جلے ہین اور جن چیزون کا مشتری کو دینا شرعًا متعذر ہی وہ ایسی ہین جیسے مرہون اور وقف کی چیز اور ام ولد تو انکی بیع بھی درست نہین اسی طرح مان کا بیچنا بدون اسکے بچہ کے جبکہ بچہ چھوٹا ہو خواہ بچہ کو فروخت کرنا بدون اسکی والدہ کے جائز نہین کیونکہ بیع کی صورت مین اگر بیع حوالہ مشتری کریگا تو دونون مین جدائی ہوجائیگی اور بچہ کو اسکی مان سے جدا کرنا حرام ہی پانچوین شرط یہ ہی کہ مبیع کی تعیین اور مقدار اور وصف معلوم ہو تعیین کے علم سے یہ مراد ہی کہ معین چیز کی طرف اشارہ کردے اس سے یہ نکلا کہ اگر بائع یون کہے کہ تیرے ہاتھ اس گلہ مین سے ایک بکری مین نے بیچی جونسی تو چاہے یا ان تھانون مین سے جو تیرے سامنے ہین ایک تھان بیچا یا اس کپڑے مین ایک گز فروخت کیا جدھر سے چاہے لے لینا یا اس زمین مین سے دس گز زمین بیچی جدھر سے چاہے ناپ لینا تو بیع باطل ہوگی اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ دین مین سستی برتنے والے انکے عادی ہین ہان اگر یون کہے کہ اس چیز کا آدھا یا چوتھائی یا دسوان حصہ فروخت کرتا ہون تو بیع جائز ہوگی اور مقدار بیع کا علم ناپنے یا تولنے یا اسکے دیکھنے سے ہوتا ہی پس اگر بائع یون کہے کہ اس کپڑے کو تیرے ہاتھ اسقدر پر بیچتا ہون جتنے پر فلان شخص نے اپنا کپڑا بیچا ہی حالانکہ دونون کو اسکا حال معلوم نہین تو یہ بیع باطل ہوگی اسی طرح اگر یون کہے کہ اس پتھر کے وزن کی برابر فروخت کیا اور معلوم نہین کہ وہ وزن مروج کی رو سے کتنا ہی تو بیع باطل ہی اور اگر یون کہے کہ تیرے ہاتھ یہ گیہون کا ڈھیر فروخت کیا یا اس ہمیانی کے روپیہ کی عوض یا سونے کے اس ٹکڑے کی عوض بیع کیا اور مشتری ان چیزون کو دیکھ رہا ہو تو بیع درست ہوگی اور مقدار پہچاننے مین صرف نظر کا اندازہ کافی ہوگا۔ اور وصف کا علم چیزون کو دیکھنے سے ہوا کرتا ہی تو غائب چیز کی بیع درست نہوگی لیکن اگر چیز کو پہلے دیکھ لیا ہو اور دیکھے ہوئے اتنے دن گذرے ہون کہ اس قدر عرصہ مین غالبًا وہ بدلی نہوگی تو بیع درست ہوگی مگر مذہب ٹھیک یہی ہی کہ وصف دیکھنے کے قائم مقام نہین ہوتا ع شنیدہ کے بود مانند دیدہ ؂ اور بنی ہوئی چیزون مین تو نئے کپڑے کی بیع اسکے نقوش کے اعتبار پر درست نہین جبتک کہ پیش نظر نہو اور گیہون کی بیع بالی کے اندر ناجائز ہی۔ اور چاول کی بیع

اُس پوست کے اندر جس سمیت وہ ذخیرہ کیا جاتا ہی اور وہان کھلاتا ہی درست ہی اور ایسا ہی بادام اور ناریل کی بیع اندرونی چھلکے کے اندر درست ہی دونون پوست سمیت جائز نہین اور باقلاءِ تر کی بیع دونون پوستون مین ضرورت کی وجہ سے درست ہی اور فقاع کی بیع مین تسامح کیا جاتا ہی اس وجہ سے کہ سلف کے لوگ اسکی بیع کے عادی تھے اور ہم اس بیع کو بدلہ کی عوض مین اباحت ٹھہراتے ہین پس اگر اسلیے خریدیگا کہ اُسکو فروخت کرے تو قیاس یہی ہی کہ بیع باطل ہو اسلیے کہ وہ پیدائش کی روسے پوشیدہ نہین رہتا اور یہ بھی بعید نہین کہ تسامح کی وجہ یہ بیان کی جاوے کہ باہر نکالنے سے وہ انار کی طرح بگڑ جاتا ہی اسلیے اُسکو بدون نکالنے کے فروخت کرنے مین مضائقہ نہین جیسے اور مستور الخلقت چیزین ہین چھٹی شرط یہ ہی کہ اگر بیع پر ملک معاوضہ کی جہت سے ہوئی ہو تو وہ قبضہ مین آجانی چاہیے اور یہ ایک شرط خاص ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیز کی بیع سے منع فرمایا ہی جسپر بائع نے قبضہ نہ کیا ہو اور اس باب مین زمین اور منقول چیز یکسان ہی تو جس چیز کی خرید و فروخت قبض سے پیشتر ہو گی اُسکی بیع باطل ہو گی اور منقول چیز کا قبضہ اُٹھا لیجانے سے ہی اور زمین کا قبضہ اسطرح ہی کہ دوسرے کی چیز اُسمین کچھ نہ رہنے پاوے اور غیر کا تصرف اُٹھ جاوے اور جس غلہ کو ناپنے کی شرط پر خریدا ہو اُسکا قبضہ بدون ناپنے کے کامل نہ ہوگا۔ اور ترکہ کی بیع اور وصیت اور ودیعت کے مال کی اور ایسی چیزون کی جنمین ملک بوجہ عوض دینے کے نہوئی ہو قبضہ سے پہلے جائز ہی

تیسرا رکن بیع کا لفظ عقد ہی اِسمین ایجاب اور اُسکے متصل ہی قبول کا ہونا ایسے لفظون سے جنسے مقصود نکلتا ہو اور صراحۃً یا کنایۃً غرض سمجھ مین آتی ہو ضرور ہی مثلاً اگر یون کہے کہ مین نے تجکو یہ چیز اتنے کے بدلے دی بجاے یون کہنے کے کہ تیرے ہاتھ اتنے کو بیچی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے قبول کی تو بیع درست ہو گی بشرطیکہ دونون کا مقصود اِن الفاظ سے بیع ہو کیونکہ اگر یہ الفاظ دو کپڑون یا گھوڑون وغیرہ مین جاری ہونگے تو ان الفاظ سے منگنی کا احتمال بھی ہو سکتا ہی اور نیت کے باعث احتمال دور ہو جاتا ہی اور تصریح کر دینے سے کچھ خصومت ہی نہین رہتی مگر کنایہ سے جس چیز مین ہو وہ گے اُس سے ملک اور حلال ہونے کا فائدہ ہوگا۔ اور بیع مین ایسی شرط نہ لگانی چاہیے جو مقتضاے عقد کے خلاف ہو مثلاً یہ شرط کرے کہ کسی قدر زیادہ دینا یا یہ کہ بیع کو

ہمارے گھر پہونچا دینا یا لکڑیان خریدین اس شرط پر کہ گھر پر ڈلوا دینا تو یہ شرطین فاسد ہین ہان
اگر مبیع کے پہونچانے کی اُجرت بیع سے جداگانہ معین ہوگئی ہو تو مضائقہ نہین۔ اور جبکہ
بائع اور مشتری مین صرف دادوستد ہوئی ہو اور زبان سے کچھ نہ کہا ہو تو امام شافعیؒ کے
نزدیک اس طرح کی بیع مرے سے نہین ہوتی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک حقیر چیزون مین
ایسی بیع درست ہی مثلاً صراف کے ہاتھ مین پیسا حوالہ کیا اور ایک ڈھیر کوڑیون کا اُسنے
مشتری کو دے دیا اور زبان سے کچھ نہ کہا تو درست ہی اس صورت مین حقیر چیزون کا ضبط کرنا
کہ کون کونسی ہین مشکل ہی اگر اس امر کو عادت پر منحصر کیا جاوے تو لوگ حقیر چیزون سے
تجاوز کرکے نفیس مین بھی ایسا کرنے لگین مثلاً دلّال بزاز کے پاس آکر تھان دیکر
دس روپیہ کا مشتری کے پاس لیجاتا ہی اور دوبارہ اُس سے آکر کہتا ہی کہ مشتری دس روپیہ پر
راضی ہی بائع کہتا ہی کہ اُس سے دس لے آ وہ مشتری سے دس لے کر بزاز کو دیتا ہی
اور وہ اُنمین تصرف کرتا ہی اِدھر مشتری تھان کو قطع کرتا ہی حالانکہ دونون مین ایجاب
و قبول ہرگز نہین ہوا اسی طرح چند خریدار بائع کی دوکان پر جمع ہوتے ہین
اور وہ کوئی چیز مثلاً سو روپیہ کی نیلام کرتا ہی ایک اُسکے نوّے لگاتا ہی دوسرا
پچانوے کہتا ہی تیسرا سو کہتا ہی اُس سے کہتے ہین کہ اچھا گن دو وہ سو گن کر بائع کے
حوالہ کرتا ہی اور چیز کو لے لیتا ہی بدون ایجاب و قبول کے تو یہ ہمیشہ کی عادت ہو گئی ہی
اور ایسا روگ ہی جو علاج پذیر نہین اسلیے کہ ایسی صورت مین تین احتمالات ہو سکتے ہین
اوّل یہ کہ بدون ایجاب و قبول کے دادوستد سے بیع مطلق درست ہو جاوے خواہ
حقیر چیز کی ہو یا نفیس کی اور یہ محال ہی اسلیے کہ اسمین ایک کی ملک دوسرے کے پاس بدون
ایسے لفظ سے جس سے نقل ملک معلوم ہو چلی جاویگی اور خداے تعالے نے تو بیع کو
حلال فرمایا ہی جو ایجاب و قبول کا نام ہی اور وہ ہوا نہین اور صرف دینے اور لینے کے فعل پر
لفظ بیع بولا نہین گیا تو کیسے حکم کر دیا جاویگا کہ ایک کی ملک دوسرے کی ملک مین چلی گئی
خصوص لونڈیون اور غلامون اور زمینون اور عمدہ چوپایون اور اُن چیزون مین جن مین اکثر
نزع ہوا کرتا ہی یہ کیسے ہوگا کیونکہ دینے والے کو اختیار ہی کہ پھر جاوے اور کہے
کہ مین نادم ہوا اور مین نے فروخت نہین کیا مجھسے صرف یہی فعل ہوا کہ چیز دے دی
اور دے دینا بیع نہین ہی۔ دوسرا احتمال یہ ہی کہ اس قسم کی بیع کا باب بالکل

مسدود کیا جاوے جیسے امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ صرف داد وستد سے عقد باطل
ہوتا ہے اور اس احتمال مین دو وجہ سے مشکل پڑتی ہے اول تو یہ کہ قریب لقب داب
یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح کا معاملہ حقیر چیزون مین صحابہ رض کی عادت مین داخل تھا
اور اگر بالفرض وہ لوگ کنجڑے اور نانبائی اور قصائی وغیرہم سے ادنی ادنی معاملون مین ایجاب
وقبول کیا کرتے تو ایک تو یہ فعل اونپر گران گذرتا علاوہ ازین اونکا یہ فعل نقل متواتر سے
نقل کیا جاتا اور کوئی نکوئی ایسا وقت مشہور ہوتا کہ اوسمین یہ عادت بالکل متروک ہوتی
کیونکہ ایسی باتون مین زمانے مختلف ہوا کرتے ہین۔ دوسری مشکل یہ ہے کہ آدمی اب
اس عادت مین نہایت درجہ کو مبتلا ہین جو شخص کوئی سی چیز کھانے یا پینے وغیرہ کی
مول لیتا ہے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ بائع کی ملک اسپر معاطاۃ سے ہوئی ہے تو جس صورت
یہ نوبت ہے تو پھر الفاظ عقد بولنے سے کونسا فائدہ ہے۔ تیسرا احتمال یہ ہے کہ حقیر اور
نفیس چیزون مین حکم جداگانہ ہو جیسے کہ امام ابو حنیفہ رح ارشاد فرماتے ہین اسصورت مین
دو دقتین ہونگی اول حقیر چیزون کا ضبط کرنا دوم ملک کے بدلنے کا سبب بدون
زبان سے کوئی لفظ نکلنے کے جس سے تبدیل ملک پائی جاوے اور ابن شریح نے
امام شافعی رح کے قول کو موافق ارشاد امام اعظم رح کے نکالا ہے یعنی اس مسئلہ مین
امام اعظم کے قول کی بموجب فتوی دیا ہے اور یہ قول واقع مین اعتدال کے قریب تر ہے
اور چونکہ اس کی حاجت پڑتی ہے اور خلق مین بہت مروج ہو رہا ہے اور ظن غالب
یہی معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ صحابہ رض مین یہ امر معتاد تھا تو ان وجوہات کی نظر سے اگر
ہم اس قول کی طرف رجوع کرین تو کیا مضائقہ ہے باقی رہا ان دونون دقتون کا
جواب تو حقیر چیزون کے ضبط کرنے کے لیے ہم کہتے ہین کہ ہم پر ضروری نہین کہ بتکلف
اونکی مقدار معین کرین کیونکہ یہ امر غیر ممکن ہے بلکہ اس باب مین دو طرفین کھلی کھلی ہین
اول تو یہ کہ اگر کوئی شخص ساگ اور تھوڑا سا میوہ اور روٹی اور گوشت اور دوسری
چیزین جنمین صرف داد وستد مروج ہے اور زبان سے ایجاب وقبول کی عادت نہین
مول لیوے تو یہ طرف حقارت کی ہے اس مین مشتری اگر طالب ایجاب وقبول ہوتا ہے
تو لوگ اوسکو خسیس جانتے ہین اور اوسکے تکلف کو برا اور بیجا سمجھتے ہین اور کہتے ہین کہ
فلان شخص ادنی چیز کو تولتا ہے اور بال کی کھال نکالتا ہے اور دوسری طرف جو

جو نفاست کی ہے وہ سواری کے جانور اور غلام اور زمینین اور نفیس کپڑے ہین کہ اونمین
ایجاب و قبول کے تکلف کو لوگ بعید نہین جانتے اور ان دونون طرفون کے درمیان
مین جو چیزین رہین وہی مقام شک اور شبہہ مین رہین پس دیندار کو چاہیے کہ اونمین
راہ احتیاط کی چلے - اور شرع کے جتنے قواعد اس طرح کے ہین کہ عادات سے معلوم ہوتی
ہین وہ ایسی ہی ہوتے ہین کہ اونکے اطراف کھلے کھلے ہوتے ہین اور درمیانی امور مشکل
اور مشتبہ ہوا کرتے ہین - اور دوسرے وقت جو ملک کے بدلنے کی وجہ تلاش کرنیکی ہے
اوسکی یہ تدبیر ہے کہ ہاتھ سے لینے اور دینے کو سبب ملک کے انتقال کا ٹھہرانا چاہیے
گو لفظ بھی تو سبب بذات خود نہین ہوا کرتا بلکہ اوسکی دلالت ہی سبب پڑتی ہے اور ہاتھ کے
فعل سے بھی وہی مقصود بیع کا بلحاظ عادت دائمی کے پایا گیا اور اوسپر حاجت کا ہونا
اور پہلے لوگون کا اسکو برتنا ضمیمہ ہو گیا علاوہ ازین ہدیون کا قبول کرنا بدون ایجاب
و قبول سلف کی عادت ہی حالانکہ ملک کی تبدیل ہدیہ مین بھی ہے اور کوئی فرق معلوم نہین ہوتا
کہ جب چیز کی عوض مین ملک بدلے تب ایجاب و قبول ضروری ہو اور جب بدون
عوض بدلے تو ضرورت ایجاب و قبول کی نہ رہی ہان یہی ہے کہ پہلے لوگون کی عادت
اسی طرح تھی کہ ہدیہ حقیر چیز کا ہو یا نفیس کا اوسکو بلا ایجاب و قبول منظور کرتے تھے
بلکہ ہدیہ کسی طرح کا ہو اوس مین ایجاب و قبول کی طلب کو برا سمجھتے تھے اور بیع مین سوا
ادنی چیزون کے اور کسی مین ایجاب و قبول ہونے کو برا جانتے تھے - غرضکہ ہمارے
نزدیک یہ احتمال نہایت درست ہے اور معہذا متقی دیندار کو شایان ہے کہ ایجاب و قبول
ترک نکرے تاکہ شبہہ خلاف سے بری ہو جاوے یعنی جس صورت مین کہ اوسکو یہ معلوم ہو
کہ بائع اس چیز کا مالک بدون ایجاب و قبول کے ہوا ہے تو اوسکے لیے مناسب نہین
کہ اس وجہ سے خود ایجاب و قبول نکرے کیونکہ اصل حقیقت بائع کی ملک کی معلوم
نہین ہوتی کیا عجب ہے کہ اوسنے وہ چیز ایجاب و قبول ہی سے لی ہو ہان اگر اوس کے
لینے کے وقت یہ شخص خود موجود ہو یا بائع اپنی زبان سے اقرار کرے کہ مین نے بدون
ایجاب و قبول کے لی ہے تو اس صورت مین وہ چیز اوس سے خرید نکرے کسی اور سے
مول لے لے پس اگر مبیع حقیر چیز ہو اور مشتری کو اوسکی ضرورت بھی ہو تو زبان سے
ایجاب و قبول کر لے کیونکہ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ آگے کو بائع سے جھگڑا نہ ہوگا

اسوجہ سے کہ لفظ صریح سے پھرنا ممکن نہین اور فعل سے البتہ پھر جانا ممکن ہی - اب اگر یہ کہو
کہ یہ بات خریدنے کی چیز مین تو ہوسکتی ہی لیکن جس صورت مین کہ کسی ضیافت مین گیا خواہ
کسی کے یہان مہمان ہوا اور اُسکو معلوم ہی کہ وہ لوگ بیع مین صرف داد وستد پر اکتفا
کرتے ہین اور زبانی ایجاب وقبول نہین کرتے یا اُسنے اس امر کو سُنا خواہ اپنی
آنکھ سے اُنکے معاملات دیکھے تو اس صورت مین اُسکو کیا کرنا چاہیے اُنکے کھانے سے
دست کش ہونا چاہیے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہی کہ چیز کے خریدنے سے تو بلاشک احتراز
واجب ہی بشرطیکہ شی نفیس ہو اور حقیر نہو مگر کھانے سے دست کش ہونا واجب نہین
اسلیے کہ ہم فعل کو اگر نقل ملک کی دلیل کرنے مین تردد کرین تو اباحت کی دلیل ٹھہرانے مین
کیا تردد چاہیے اباحت کا حال زیادہ گنجایش رکھتا ہی اور ملک کی تبدیل کے معاملہ مین
اتنی گنجایش نہین پس جو کھانے کی چیز کہ اُسمین تعاطی سے بیع ہوئی ہو بائع کا اُسکو
دے ڈالنا اجازت اکل مین داخل ہوگا بقرینۂ حالیہ جیسے حمامی کی اجازت
حمام مین جانے کی قرینۂ حالیہ سے سمجھی جاتی ہی اسی طرح تسلیم بائع کی اس امر کی بھی
اجازت جانی جاویگی کہ مشتری جسکو چاہے اُس چیز کو کھا دے یعنی بائع کا بیع کو حوالہ
کردینا اس جملے کے قائم مقام کرلیا جاویگا کہ مین نے یہ کھانے کی چیز مشتری کو مباح
کردی چاہے خود کھاوے چاہے دوسرے کو کھلاوے تو اس صورت مین مشتری کو
اُسکا کھانا اور کھلانا حلال ہوگا - اور اگر بائع تصریح کردیتا اور کہتا کہ اس کھانے کو
کھالے اور کھانے کے بعد مجکو اُسکا عوض دے دینا تو کھانا حلال ہوجاتا اور کھانے کے بعد
اُسکو تاوان دینا پڑتا یہ ہی فقہ کا قیاس میری دانست مین لیکن تعاطی کے بعد مشتری
بائع کی ملک کھا دیگا اور اُسکو ضائع کریگا تو مشتری پر تاوان چاہیے اور نرخ بازار کے
موافق دام اُسکے ذمہ پر واجب الادا ہوے اور جو دام کہ مشتری نے بائع کو
دیے ہین اگر وہ بیع کی قیمت کے مثل ہین تب تو بائع اپنا حق پاچکا اُسکو اختیار ہی کہ اُنمین
تصرف مالکانہ کرے بشرطیکہ جسپر اُنکا مطالبہ ہی اُس سے مطالبہ کرنے مین عاجز ہو اور
اگر مطالبہ پر قادر ہی تو اس صورت مین جو دام پاچکا ہی اُنمین تصرف مالکانہ نہ کرے
اسلیے کہ ہو سکتا ہی کہ مشتری اُن دامون کو قرض مین دینے پر راضی
نہو تو ایسی صورت مین بائع کو چاہیے کہ مشتری سے اپنے دام مانگے مگر چونکہ

تعاطی کی صورت مین رضا طرفین بقرینۂ حالیہ چیز کے دینے کے وقت معلوم ہوتی ہی تو
اِس وجہ سے فعل کو دلیل رضا ٹھہرا اگر بائع مشتری کے دیے ہوے دامون سے
اپنا حق لے لیوے تو کچھ بعید نہین پھر بھی بہرحال بائع کی جانب زیادہ دقیق ہی کیونکہ
جو کچھ اُسنے مشتری سے پایا ہی اُسمین کبھی تصرف کرنا چاہتا ہی اور یہ تصرف اُسکا ہو نہین سکتا
جب تک کہ مشتری کے ہاتھ مین اُسکی چیز تلف نہ ہوے پھر بعض اوقات اُسکو یہ
حاجت پڑتی ہی کہ قصد تملک از سر نو کرے اور بعض اوقات صرف رضامندی
جو فعل سے مستفاد ہوتی ہی نہ قول سے اُسکی جہت سے مالک ہو جاتا ہی بلکہ کھانے کی
چیز جو مشتری کے پاس گئی اور اُسکو اُس سے اور کوئی غرض بجز کھا لینے کے نہین تو
اُسکی جانب اتنا کچھ ہرا نہین کیونکہ اباحت جو فعل سے بقرینۂ حال سمجھی جاتی ہی اُسی سے
کھانا مباح ہو جاتا ہی۔ لیکن تقریر گذشتہ سے کبھی یہ لازم آتا ہی کہ مہمان جو چیز کھا کر تلف
کروے اُسکا تاوان اُسکے ذمہ رہے اور یہ تاوان اُسوقت اُسکے ذمہ سے ساقط ہو
جبکہ چیز کا بائع مشتری یعنی میزبان کی دی ہوئی چیز پر تملک کرلے تو اُسوقت مین گویا
میزبان اُسکا قرض ادا کریگا اور جو اُسکے ذمہ تھا وہ اپنے ذمہ پر لے لیوےگا
غرض کہ تعاطی کا قاعدہ نہایت دقیق ہی اِس باب مین فتویٰ دینے کی بنا انھین
احتمالات اور ظنون پر ہی جو ہمنے بیان کیے اور پرہیزگار آدمی کے لیے اِتنا ہی چاہیے
کہ وہ اپنے دل سے فتویٰ لیوے اور شبہون کی جگہ سے احتراز کرے

دوسرا بیان سود کے معاملہ کے ذکر مین۔ اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام فرمایا اور اُسکے
باب مین تشدد کیا تو جتنے صرّاف اور سونے چاندی کا معاملہ کرنے والے ہین خواہ
غلّہ کی تجارت کرتے ہین اُنپر سود سے احتراز کرنا واجب ہی کیونکہ سود دو ہی چیزون
مین ہوتا ہی ایک نقد مین دوم غلہ مین۔ صراف کو چاہیے کہ اُدھار اور زیادتی سے
بچے۔ اُدھار سے بچنے کے یہ معنی ہین کہ چاندی سونے کی جو چیز چاندی سونے کی
کسی چیز کے بدلے مین بیچے تو چاہیے کہ اِس ہاتھ دے اِس ہاتھ لے یعنی بائع ثمن پر
اور مشتری مبیع پر اُسی مجلس پر قبضہ کرلین یہ نہو کہ بائع کی چیز آج لے اور اپنی چیز
مشتری کل کو دیوے یا کچھ عرصہ کے بعد حوالہ کرے غرضکہ سونے چاندی کی جنس مین
اُدھار نہ ہونا چاہیے اِس سے یہ نکلا کہ صراف جو سونا خواہ چاندی ٹکسال مین دیوین

اور اُسکے عوض اشرفیان خواہ روپیہ بعد کو لیوین تو اُدھار ہونے کی جہت سے یہ بیع حرام ہوگی اور اسی وجہ سے بھی حرمت ہی کہ برابری مبیع اور ثمن مین نہین ہوتی کیونکہ ٹکسال مین سونے چاندی کا وزن بعد ٹھپہ لگنے کے اسقدر نہین رہتا جتنا پیشتر تھا۔ اور زیادتی سے بچنا یہ ہی کہ تین باتون سے احتراز کرے اول سکہ کے ٹکڑے کو پورے سکہ سے بیچنے سے کہ دونون کی بیع درست نہوگی جب تک کہ دونون ایک سے نہونگے دوم کھوٹے سکہ کو کھرے کے بدلہ مین بشرطیکہ دونون کی تول مین فرق ہو تو ایسا نچاہیے کہ جس سکہ کا وزن کم ہو اور مال کھرا ہو اُسکو ایسے سکہ سے بدلے جسکا مال کھوٹا اور وزن زیادہ ہو اور یہ دونون اُس صورت مین ناجائز ہین کہ چاندی چاندی کے عوض اور سونا سونے کے بدلے بیچا جاوے لیکن اگر مبیع اور ثمن مختلف جنسین ہون کہ ایک طرف چاندی ہو اور دوسری طرف سونا تو زیادتی کا مضائقہ نہین۔ تیسری صورت یہ ہی کہ جو چیز چاندی اور سونے سے مرکب ہو مثلاً اشرفیان جن مین چاندی مخلوط ہو اگر سونے کی مقدار مجہول ہوگی تو اُسکا معاملہ ہرگز درست نہوگا ہان اگر وہ سکہ شہر مین رائج ہوگا تو ہم اُسکے معاملہ کی صحت کا حکم کرینگے اس شرط پر کہ نقد کے عوض معاملہ نہو اور یہی حال ہی اُن روپیون کا جنمین تانبا ملا ہو کہ اگر شہر مین چلتے نہونگے تو اُنسے معاملہ صحیح نہوگا اسواسطے کہ اُنسے مقصود چاندی ہی اور وہ معلوم نہین کہ کتنی ہی اور اگر شہر مین رائج ہونگے تو ہم اُنسے معاملہ کرنے کی اجازت دینگے حاجت کی وجہ سے اور نیز اس باعث سے کہ اس صورت مین اُنکی چاندی نکالنی مقصود نہین مگر چاندی کے عوض مین ہرگز اُنکی داد وستد نہونی چاہیے۔ اور اسی طرح جو زیور کہ سونے اور چاندی سے مرکب ہو اُسکا خریدنا سونے کے عوض درست نہین اور نہ چاندی کے عوض بلکہ اور اسباب کے عوض خریدنا چاہیے اگر سونے کی مقدار معلوم ہو لیکن جس صورت مین کہ زیور مذکور پر سونے کا ملمع ایسا ہو کہ آگ مین رکھنے سے جدا سونا نہ نکل سکے تو ایسے زیور کی بیع اُسکے ہموزن چاندی کے عوض خواہ سوا چاندی کے جس چیز کی عوض مشتری چاہے جائز ہی۔ اور اسی طرح صراف کو سونے کے عوض مین ایسا ہار خریدنا نچاہیے جسمین سونا اور پوت دونون ہون اور نہ اُسکو سونے کے عوض فروخت کرنا چاہیے بلکہ چاندی کے عوض اُسکی خرید و فروخت یداً بید کرے اگر اُسمین چاندی نہو۔

اور جو کپڑا کہ سونے کے تارون سے بنا ہوا ہو اسطرح کہ جلانے سے اُسکا سونا علٰحدہ ہو سکتا ہو اُسکو سونے کے عوض خریدنا جائز نہین چاندی وغیرہ کے بدلے مین درست ہی - اور کھانے کی چیزون کی سوداگری کرنے والون کو چاہیے کہ جنس طعام اگر مبیع اور ثمن ہون تو خواہ ایک ہی ہو یا مختلف مجلس عقد مین اُنکا تقابض کرلیا کرین جیسے گیہون کو گیہون کے بدلے فروخت کرین یا چنے کے عوض تو دونون صورتون مین اس ہاتھ دین اس ہاتھ لین اور اگر مبیع اور ثمن ایک ہی جنس ہو تو اتنا لحاظ اور ضروری ہی کہ دونون چیزین برابر بھی ہون اور اس باب مین کئی ایک معاملے لوگون مین رائج ہو رہے ہین حالانکہ وہ درست نہین مثلاً قصائی کو بکری زندہ دیتے ہین اور اُسکے عوض مین اُس سے نقد یا اُدھار لیتے ہین اور یہ حرام ہی یا نان بائی کو گیہون دے کر اُنکے عوض اُس سے روٹی نقد یا اُدھار لیتے ہین یہ بھی حرام ہی یا تیلی کو ناریل اور تل اور زیتون اور سرسون وغیرہ دیتے ہین تاکہ ان چیزون کے عوض اُس سے اُنکا تیل اسی وقت خواہ کچھ عرصہ کے بعد لیوین حالانکہ یہ بھی حرام ہی اسی طرح گھوسی کو دودھ دیتے ہین کہ اُس سے پنیر اور گھی اور مکھن خواہ اور کوئی چیز دودھ کی لیوین وہ بھی حرام ہی غرض کہ اشیاء خوردنی مین سے اگر کوئی چیز غیر جنس کے عوض بیچی جاوے تو اُسمین اُدھار نہونا چاہیے اور اگر اُسی جنس کی عوض ہو تو اُس مین برابری بھی ضروری ہی اور جو چیز کہ کسی خوردنی چیز سے بنتی ہی اُسکی بیع عوض مین اُس خوردنی کے درست نہین خواہ دونون برابر ہون یا کم و بیش مثلاً آٹا اور روٹی اور ستو جس غلہ کا ہو اُسکی بیع اُس غلہ کے عوض نہ چاہیے اور سرکہ اور شیرہ اور دوشاب جس میوہ کا ہو اُسکی بیع اُس میوہ کے عوض نہونی چاہیے اور گھی اور مکھن اور مٹھا اور پنیر اور کھویا جو دودھ سے بنتے ہین اُنکی بیع دودھ کے عوض نہ چاہیے اور مبیع اور ثمن کی برابری اشیاء خوردنی مین جبھی تک کارآمد ہی کہ وہ چیزین ذخیرہ کرنے کی ہون اور جب ایسی ہون کہ قابل ذخیرہ کرنے کے نہون اور ایک حال پر نہ رہتی ہون تو اُنمین برابری مفید نہوگی اس بنا پر خرما تر کی بیع خرما تر کے عوض مین اور انگور کی انگور کے بدلہ مین درست نہوگی خواہ مبیع و ثمن برابر ہون یا کم و بیش - پس یہ چند اُمور ہوئے جو بیع کی تعریف مین اور مقامات فساد پر تاجر کو واقف کرنے مین کافی ہین کہ جب اُسکو کچھ شک ہو

یا کوئی بات سمجھ مین نہ آوے تو دریافت کرلے اور اگر اسقدر باتین بھی نہ جانتا ہوگا تو سوال کی جگہون سے بھی ناواقف رہیگا اور نادانستہ سود اور حرام مین داخل ہوجاویگا۔

تیسرا بیان سلم یعنی بدنی کے ذکر مین۔ تاجر کو اس باب مین دس شرطون کا لحاظ چاہیے۔ اول یہ کہ راس المال جو پیشگی دیا جاوے وہ معلوم ہو مجہول نہو تاکہ اگر طرفثانی بدنی کی چیز نہ دے سکے تو مال والا اپنے مال کو اُس سے واپس لے سکے پس اگر اقل ایک مٹھی بھر روپیہ انکل سے دیے کہ اُنکے عوض اتنے گیہون لینگے تو ایک روایت کے بموجب یہ بدنی درست نہوگی۔ دوم یہ کہ راس المال کو جدا ہونے سے پیشتر عین عقد کی مجلس مین حوالہ کردینا چاہیے اگر دوسرا شخص راس المال پر قبضہ نہ کریگا اور دونون اُس مجلس سے علٰحدہ ہوجاوینگے تو بدنی ٹوٹ جاویگی۔ سوم یہ کہ مسلم فیہ یعنی جس چیز کی بدنی کی جاوے وہ ایسی شی ہو کہ اُسکے اوصاف کو بتلا سکین جیسے غلّہ اور حیوانات اور کان کی چیزین اور روئی اور اُون اور ریشم اور دودھ اور گوشت اور گندھیون کی چیزین اور جو اُنکی مثل ہو اور معجونون اور مرکب چیزون کی بدنی اور ایسے اشیا کی جنکی افراد مختلف ہوتی ہون جیسے کمانین اور تیر بنائے ہوے اور موزے اور جوتے جنکی افراد اور ساخت مختلف ہون اور حیوانات کے چمڑون کی بدنی درست نہین اور روٹی کی بدنی جائز ہے اور روٹی مین جو آب ونمک کم یا زیادہ پکانے سے مختلف ہوجاتا ہے وہ معاف ہے اور اُس سے چشم پوشی کرلیجاتی ہے۔ چہارم یہ کہ جو چیزین وصف کے قابل ہون اُنکے اوصاف کامل طور پر بیان کردیے جاوین یہانتک کہ ایسا وصف کوئی نہ رہنے پاوے جسکے سبب سے چیز کی قیمت مین اتنا فرق ہوجاوے کہ لوگ اُسکو ناگوار جانین اور اتنی گھٹی نہ اُٹھاوین کیونکہ ایسے اوصاف بیان کرنے قائم مقام دیکھ لینے بیع کے ہین بیع مین۔ پانچوین یہ کہ اگر بدنی مدت پر ٹھہرے تو مدت معین ہو یون نہ کہے کہ کھیت کٹنے یا پھل پکنے تک بدنی کرتے ہین بلکہ مہینون اور دنون کے شمار سے مدت مقرر کرنی چاہیے اسلیے کہ کھیت کا کٹنا اور پھل کا پکنا آگے پیچھے بھی ہوجاتا ہے۔ چھٹے یہ کہ مسلم فیہ ایسی چیز ہو جسکو آدمی وعدہ کے وقت دے سکے اور بظن غالب اُسوقت اُسکے معدوم ہونے سے مامون ہو تو یون نہ چاہیے کہ انگور اور دوسرے میوون کی بدنی ایسی مدت پر کرے جسمین وہ نہ پکین لیکن اگر مدت ایسی مقرر کی تھی کہ غالبًا اُسوقت

مسلم فیہ موجود ہوتے مگر وعدہ پر کسی آفت کی وجہ سے نہ دے سکا تو مالک مال کو اختیار ہی چاہے اُسکو مسلم فیہ کے بہم ہو جانے تک مہلت دے یا معاملہ کو فسخ کرکے اپنا مال پھیر واپس لے۔ ساتوین یہ کہ جس مکان مین مسلم فیہ کو دیگا اُسکا ذکر کر دینا چاہیے بشرطیکہ چیز مین مکان کے اختلاف سے اختلاف قیمت ہوتا ہو تاکہ اِسکے باعث نزاع نہ پیدا ہو آٹھوین یہ کہ مسلم فیہ کو معین چیز سے متعلق نہ کرے مثلاً یون نہ کہے کہ اِس کھیت کے گیہون یا اس باغ کا پھل لینگے کیونکہ اس قید سے مسلم فیہ کا دین ہونا باطل ہو جاتا ہی ہان اگر یون کہے کہ فلان شہر کا پھل یا فلان قصبہ کلان کا لینگے تو کچھ ضرر نہین اُس شخص کو وہی دینا پڑیگا۔ نوین یہ کہ مسلم فیہ کوئی ایسی چیز نہو جسکا وجود کمیاب ہو مثلاً موتی کے ایسے اوصاف کہہ دیے کہ اُسطرح کا کم ملے یا خوبصورتی لونڈی کو مسلم فیہ قرار دیا اور کہہ دیا کہ بچہ بھی اُسکے ساتھ ہو یا اور اسی طرح کی چیز کہ اکثر مل نہ سکے۔ دسوین یہ کہ جب راس المال اشیاے خوردنی مین سے ہو تو مسلم فیہ کھانے کی چیز نہونی چاہیے خواہ راس المال کی جنس ہو یا نہو اور راس المال اگر از قسم نقد ہو تو مسلم فیہ نقد نہ ہونا چاہیے

چنانچہ اِسکا ذکر سود مین ہم کر چکے ہین

چوتھا بیان معاملہ اجارہ کے بیان مین جسکو نوکری اور مزدوری اور کرایہ اور ٹھیکہ کہتے ہین۔ اِس معاملہ کے دو رکن ہین اوّل اجرت دوم منفعت معاملہ کرنے والا اور الفاظ معاملہ اِسمین ویسے ہی معتبر ہونگے جو ہم بیع مین ذکر کر چکے ہین اور اجرت اس معاملہ مین ایسی ہی جیسے ثمن ہی بیع مین اسلیے جو شرطین ہم بیع مین ثمن کے لیے لکھ آئے ہین انھین چیزون کے ساتھ اجرت کا معلوم اور معروف ہونا چاہیے بشرطیکہ اجرت نقد چیز ہو اور اگر دین ہو تو اُسکی صفت اور مقدار معلوم ہونی چاہیے۔ اور اِس معاملہ مین ان باتون سے احتراز کرنا چاہیے جنکی عادت لوگون کو پڑ رہی ہو اور اُنکی کچھ اصل نہین مثلاً گھر کو کرایہ دینا اُسکی تعمیر کے عوض مین کہ اِسمین مقدار تعمیر مجہول ہی۔ اور اگر کرایہ کے روپیے مقرر کیے اور کرایہ دار سے شرط کر لی کہ اِنکو تعمیر مین لگا دینا تو جائز نہوگا اسلیے کہ تعمیر مین لگانے کا عمل مجہول ہی۔ اور اگر جانور کی کھال کھچوائی اور اجرت مین کھال کو مقرر کر دیا خواہ مردار کو اُٹھوایا اور اجرت مین اُسکی کھال اُٹھانے والے کو دے ڈالے یا آٹا پسوایا اور بھوسی کو اجرت ٹھہرایا خواہ کچھ آٹے مین سے دینا کہا تو یہ معاملے باطل ہین

اور یہی حال ہی ہر ایک اجرت کا جو مزدور یا کرایہ دار کے عمل سے حاصل ہو تو چاہیے کہ ایسی چیز کو اجرت مقرر نہ کرے - اور ایک صورت یہ ہی کہ مکانون اور دوکانون کے کرایہ مین بہت سے دنون کا کرایہ اکٹھا ٹھہرا دوین پس اگر یہ کہہ دیوین کہ ہر مہینے پیچھے ایک دینار ہی اور مدت کرایہ کے مہینے نہ بیان کرین تو مدت مجہول رہیگی اور اجارہ منعقد نہوگا - دوسرا رکن اجارہ کا وہ منفعت ہی جو اجارہ سے مقصود ہو اور وہ صرف کام ہی اور جو کام کہ مباح اور معلوم ہو اور کرنے والے کو اسمین محنت پڑتی ہو اور ایک شخص دوسرے کی طرف سے اسکو سلوک کے طور پر کر دیتا ہو تو ایسے کام کے لیے اجارہ درست ہی اور اجارہ کے سب فروع اس قاعدہ کلیہ مین مندرج ہین مگر ہم انکی تفصیل سے کلام کو طول نہین دیتے اسلیے کہ فقہیات مین ہم اسکو مفصل لکھ چکے ہین اس کتاب مین صرف ان چیزون پر اشارہ کرتے ہین جو اکثر کام آوین پس جس کام پر اجارہ یا ٹھیکہ ہو اسمین پانچ باتون کو لحاظ رکھنا چاہیے - اول یہ کہ اس کام کی کچھ قیمت ہو یعنی اسمین کچھ کلفت اور مشقت ہو اس سے یہ نکلا کہ اگر اشیاء خوردنی اسلیے کرایہ لین کہ انسے دوکان کو سجاوے یا درخت اسلیے کرایہ لیے کہ اسپر کپڑے سکھاوے یا روپے اس غرض سے کرایہ لے کہ انسے دوکان کو زینت دے تو یہ معاملے درست نہونگے اسلیے کہ یہ منافع ایسے ہین جیسے چیزون مین تل اور گیہون کا ایک دانہ ہو جسکی بیع درست نہین اور اسی وجہ سے اگر کسی بیچنے والے کو مزدور مقرر کیا کہ ایسی بات کہے جس سے مال کی ترویج ہو تو یہ اجرت درست نہوگی اور یہ جو معمول ہوگیا ہی کہ بیچنے والے اپنی وجاہت اور حشمت کے عوض مین اور اس امر کے بدلے مین کہ مال اسکا فروخت مین ہمارا قول مانا جاتا ہی مالکان مال سے کچھ حیثیت سے زیادہ لیتے ہین وہ حرام ہی کیونکہ انکو بجز ایک بات کرنے کے اور کوئی محنت نہین پڑتی اور ایک بار زبان ہلادینے کی کچھ قیمت نہین ہان یہ اجرت انکو اس وقت درست ہوگی کہ معاملہ کے کرنے مین آمد و رفت کرنی پڑے یا بولتے بولتے منزل جاوے پھر بھی مستحق اجرت مثل کے ہونگے کہ جتنی محنت کی ہو اسقدر محنت کی جو مزدوری ہوتی ہو وہ پاوین الا انھون نے جو باتفاق ہو کر ایک دستور باندھ لیا ہی وہ ظلم ہی اور بوجہ حلال نہین لیتے - دوسرے یہ کہ اجارہ مین یہ نہو کہ کوئی شی مقصود کرایہ دار کی ملک مین آوے بجز نفع کے مثلاً

اگر انگور کا ٹھیکہ لیا اس غرض سے کہ اُسکی پیداوار ہم لینگے یا دودھ کے جانور کو کرایہ لیا دودھ کے واسطے خواہ باغ کو کرایہ پر لیا پھلون کے واسطے تو درست نہوگا۔ مگر دودھ پلانے والی کو اجرت پر مقرر کرنا درست ہی اس صورت مین دودھ تابع ہوجائیگا اصل چیز کے کہ اُسکو علٰحدہ نہین کرسکتے اور اسی طرح کاتب کی سیاہی اور درزی کے دھاگے کو تابع تصور کیا جاتا ہی کیونکہ یہ چیزین علٰحدہ مقصود نہین۔ تیسرے یہ کہ عمل ایسا ہو کہ اُسکو مزدور ظاہر مین اور شریعت کی رو سے مالک کو دے سکے تو اگر کسی کمزور آدمی کو ایسے کام کے لیے مزدور کیا جاویگا جو اُس سے نہو سکے تو یہ اجارہ درست نہوگا یا گونگے کو تعلیم وغیرہ کے لیے مزدور کرنا صحیح نہوگا اور جن امور کا کرنا حرام ہی وہ شریعت کی رو سے مزدور نہین دے سکتا مثلاً اس بات پر مزدور کرنا کہ صحیح سالم دانت کو اُکھاڑ ڈالے یا کسی عضو کو کاٹ ڈالے جسکے کاٹنے کے لیے شریعت مین اجازت نہین یا حائضہ عورت کو مسجد مین جھاڑو دینے کے لیے مزدور کرے یا معلم کو جادو اور فحش سکھانے کے لیے نوکر رکھے یا دوسرے کی بی بی کو بدون اُسکے شوہر کی اجازت کے دودھ پلانے کے لیے نوکر رکھے یا مصور کو جانداروں کی تصویرین بنانے کے لیے اجرت دے یا سونار کو سونے چاندی کے برتن ڈھالنے کے لیے مزدوری دے تو یہ سب باطل ہین۔ چوتھے یہ کہ وہ کام ایسا نہو کہ مزدور پر اُسکا کرنا واجب ہو اور نہ ایسا ہو کہ مالک کی طرف سے اِسمین نیابت نہ چلے تو اب اگر جہاد کرنے پر اجرت لیگا تو جائز نہوگی اسی طرح جن عبادات مین نیابت نہین ہوسکتی اُنپر بھی اُجرت ناجائز ہی اسلیے کہ وہ مالک کی طرف سے نہونگی بلکہ مزدور کی طرف سے ادا ہونگی۔ ہان دوسرے کی طرف سے حج کرنے اور میت کے نہلانے اور قبر کھودنے اور مردون کے دفن کرنے اور جنازہ اُٹھانے پر مزدوری لینی درست ہی اور نماز تراویح کی امامت اور اذان دینے اور تعلیم اور قرآن پڑھانے کی اجرت لینے مین اختلاف ہی مگر کوئی خاص مسئلہ سکھا دینے یا کوئی معین سورت کسی خاص شخص کو سکھا دینے کی اجرت درست ہی۔ پانچوین یہ کہ عمل اور منفعت معلوم ہو مثلاً درزی کا کام کپڑے سینے بتا دیا جاوے اور معلم کو سورہ کی تعلیم اور اُسکی مقدار معلوم کرادی جاوے اور جانورون کی باربرداری مین بوجھ کی مقدار اور مسافت کا حال کہدیا جاوے غرضکہ جو باتین عادت مین خصومت کی باعث ہون اُنکو گول نہ رکھنا چاہیے صاف صاف اول ذکر کردینا چاہیے

اور انکی تفصیل طویل ہی ہمنے اسی قدر پر اکتفا کی کہ اس سے احکام کھلے کھلے معلوم ہوجاوین اور مشکل موقعون پر واقفیت ہو تاکہ انکو عالم سے دریافت کیا جاوے علاوہ ازین سب مسائل کو کما حقہ مفصل جاننا مفتی کا کام ہی نہ عوام کا

پانچوان بیان معاملہ مضاربت کے ذکر مین- اس معاملے مین تین ارکان کا لحاظ کرنا چاہیے اول راس المال کا اسمین یہ شرط ہی کہ نقد اور معین ہو اور مضارب کو دے دیا جاوے نقد کی قید سے یہ فائدہ ہوا کہ اگر راس المال پیسے یا اسباب ہوگا تو مضاربت درست نہوگی کہ تجارت کا باب ان دونون مین تنگ ہی اور معین سے یہ نکلا کہ اگر راس المال مین ایک روپون کی تھیلی دے دے تو درست نہوگی اسلیے کہ اسمین نفع کی مقدار مجہول رہیگی اور مضارب کے دینے سے یہ نکلا کہ اگر راس المال کو مالک اپنے قبضہ مین رکھنے کی شرط کریگا تو مضاربت صحیح نہوگی کہ اس صورت مین بھی راہ تجارت تنگ ہی۔ دوسرا رکن مضاربت کا نفع ہی اسمین یہ شرط ہی کہ حصہ اور سہام سے مقرر ہووے مثلاً مضاربت کے لیے تہائی یا چوتھائی یا آدھا یا اور کوئی سہام مقرر کیا جاوے یہ نہ کہے کہ تجکو سو روپے دونگا اور باقی میرا رہیگا کہ اسطرح مضاربت درست نہوگی اسلیے کہ ہوسکتا ہی کہ نفع سو روپیہ سے زیادہ نہو تو محنت مضاربت کی رائگان جاویگی اسی لحاظ سے نفع کی مقدار شمار کی رو سے معین نہونی چاہیے بلکہ سہام کے لحاظ سے معین کیا جاوے. تیسرا رکن مضارب کا کام ہی اسکی شرط یہ ہی کہ کام اسطرح کا ہو جس سے تجارت کا باب اسپر تنگ نہو یعنی کسی مال معین اور وقت معین کی قید نہ لگائی جاوے مثلاً اگر یہ شرط کرے کہ راس المال کے بدلے مین مواشی خرید کرنا اور انسے نسل لینا اس نسل کو آپس مین تقسیم کر لینگے یا گیہون خرید کر روٹی پکانا اور پھر جو نفع ہوگا اسکو آپس مین بانٹ لینگے تو درست نہوگی اسلیے کہ مضاربت کی اجازت تجارت مین ہی اور وہ بیع و شرا اور انکے متعلق باتین کرنے سے ہوتی ہی اور روٹی پکانا اور مواشی کی رکھوالی داخل تجارت نہین بلکہ یہ حرفے ہین اسلیے مضاربت درست نہوگی- اور اگر مضاربت سے یہ شرط کرے کہ بجز فلان شخص کے اور کسی سے مت خرید کرنا یا بجز حریر کے سوا اور کوئی تجارت نہ کرنا یا اور کوئی ایسی شرط لگائے جس سے تجارت کی راہ اسپر تنگ ہوگئی تو عقد مضاربت فاسد ہوجاویگی۔ اور جب کہ عقد مضاربت دو شخصون مین ہوجاوے تو اب مضاربت

وہیں ہے راس المال مین تصرف وکیلون کی طرح کرے اور مالک جسوقت چاہے مضاربت
کے عقد کو فسخ کرسکتا ہے لیکن اگر ایسے وقت مین فسخ کریگا کہ مال مضاربت بالکل نقد ہی
تب تو نفع کا بانٹنا ظاہر ہے اور اگر مال مضاربت اسباب ہوا اور اوسمین کچھ نفع نہوا ہو
تو وہ مالک کو پھیر دیا جاویگا اور مالک کو یہ اختیار نہین کہ مضارب سے کہے کہ اس مال
کو نقد کرکے دو کیونکہ عقد مضاربت تو فسخ ہوگیا اوسکے سوا اور کوئی چیز مضارب کے
ذمہ پر لازم نہین اور اگر مضارب کہے کہ مین اسکو بیچے دیتا ہون اور مالک انکار کرے
تو مالک کی راے مانی جاویگی ہان جس صورت مین کہ مضارب کو کوئی ایسا گاہک ملے
جس کے باعث راس المال پر نفع ہوتا ہو تو اب مضارب کے قول پر عمل ہوگا- اور اگر
راس المال مین نفع بھی ہوا ہو اور سب اسباب ہو تو مضارب کو چاہیے کہ راس المال
کی قدر اوس مین سے بدلہ اوس نقد کے جو راس المال مین لگا تھا فروخت کر ڈالے
اور کسی نقد کے عوض نہ بیچے تاکہ بچتا ہوا مال فائدہ متصور ہو اور اوس مین دونون شریک
رہین اور مضارب پر یہ ضرور نہین کہ جو اسباب راس المال سے بڑھے اوسکو بیچ ڈالے
اور جب شروع سال ہوا کرے تو مالک اور مضارب زکوۃ کیلیے مال کی قیمت کا اندازہ کیا کرین
پس جس صورت مین کہ نفع کسیقدر ظاہر ہو تو قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ مضارب کے حصہ کی
زکوۃ مضارب کے ذمہ ہے اور نفع ظاہر ہونے پر وہ نفع کا مالک ہوجاتا ہے- اور مضارب
کو یہ اختیار نہین کہ مالک کی اجازت کے بدون مال مضاربت کو سفر مین لیجائے اگر لیجائیگا
تو اوسکے تصرفات تو درست ہونگے مگر درصورت تلف نقد اور چیز سب کا تاوان دینا پڑیگا
کیونکہ باہر لیجانے سے اسکی تعدی ثابت ہوگی- اور اگر اجازت سے سفر کریگا تو درست ہے
اس صورت مین خرچ باربرداری اور چوکیداری کا مال مضاربت پر ہوگا جیسے کہ ناپ تول
کی اور ایسے لادنے کی مزدوری جسکی عادت سوداگرون کو نہو راس المال پر ہوتی ہے
لیکن تھان کا کھولنا اور تہ کرنا اور تھوڑے سے کام کا کرنا جو اکثر خود کرلیا کرتے ہین
اونپر مزدوری خرچ کرنے کا اختیار مضارب کو نہین- اور جب تک کہ مضارب اوسی
شہر مین رہے جہان مضاربت ہوئی ہے تو اوسکا نفقہ اور مکان سکونت خود اوسکے
ذمہ ہے مگر دوکان کا کرایہ اوسکے ذمہ نہین اور جس صورت مین کہ خاص مال مضاربت
کے لیے سفر کرے اوسوقت اوسکا نفقہ مال مضاربت پر ہوگا اور جب سفر سے پھرے

توا وسکو چاہیے کہ سامان سفر کی جو چیزین رہگئی ہین مثلاً لوٹا اور دسترخوان وغیرہ وہ مال مضاربت مین شامل کردے

چھٹا بیان معاملہ شرکت کے ذکر مین اور اوسکی چار قسمین ہین اون مین سے تین باطل ہین

اول شرکت مفاوضہ ہے اوسکی یہ صورت ہے کہ دو شخصون کے مال جدا جدا ہین اور وہ آپس مین کہین کہ ہمنے شرکت مفاوضہ کی اس غرض سے کہ جتنا ہمکو نفع یا نقصان ہو اوس سب مین ہم شریک ہین تو یہ صورت باطل ہے **دوم** شرکت ابدان وہ یہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے کام کی اجرت مین ایک دوسرے کی شرکت شرط کرلین یہ بھی باطل ہے۔ **سوم** شرکت وجوہ وہ اسطرح ہے کہ دو شخصون مین سے ایک وجاہت رکھتا ہو اور اوسکا قول لوگ مانتے ہون وہ دوسرے کو اپنی وجاہت سے مال دلوادے اور فروخت دوسرا شخص کرے اور نفع مین دونون باہم شریک ہون یہ شرکت بھی باطل ہے **چہارم** شرکت عنان ہے جو درست اور جائز ہے اوسکی صورت یہ ہے کہ دو شخص اپنے اپنے مال آپس مین ایسی طرح ملا دین کہ بدون تقسیم اون مین تمیز دشوار ہو اور ہر شخص دوسرے کو تصرف کی اجازت دیدے۔ پھر اس شرکت کا حکم یہ ہے کہ نفع اور نقصان دونو حصہ رسد موافق دونون کے مالون کی تقسیم ہو جاوے اور یہ درست نہین کہ مالون کی نسبت کے سوا کوئی اور شرط تقسیم کی ٹھہرا دین مثلاً اگر ایک کا مال تہائی ہو تو اوسکی شرکت نفع نقصان مین تہائی ہی رہیگی یہ نہوگا کہ وہ آدھے کا شریک ہو جاوے۔ پھر جب ایک شخص کو معزول کردیا جاوے تو اوسکا تصرف ممنوع ہوگا اور بانٹنے سے ایک دوسرے کی ملک علیحدہ ہو جاویگی۔ اور صحیح یہ ہے کہ شرکت عنان اسباب مشترک سے بھی جائز ہے اسمین نقد کی بھی ضرورت نہین بخلاف مضاربت کے کہ اوسمین راس المال کا نقد ہونا چاہیے۔ حاصل یہ کہ علم فقہ مین سے اسقدر کا سیکھنا ہر پیشہ ور کو ضرور ہے ورنہ نادانستہ حرام مین مبتلا ہو جاویگا۔ اور قصائی اور نان بائی اور بقال کے معاملہ سے تاجر اور غیر تاجر کوئی خالی نہین سبکو ضرورت پڑتی ہے اور اس معاملہ مین تین دقتین پڑتی ہین۔ اول بیع کی شرطون کو ترک کرنا۔ دوم بدنی کی شرطون کو لحاظ نرکھنا سوم تعاطی پر اکتفا کرنا کیونکہ عادت یون ہوگئی ہے کہ جتنی ضرورت روزمرہ اشیا کی پڑتی ہے اوس قدر چٹھی ان لوگون کے پاس بھیجدی جاتی ہے پھر چند روز بعد حساب

اور ساری جنس کی قیمت ایسی لگا لی جاتی ہے جسپر طرفین راضی ہوجاوین اور حاجت کے سبب سے ان امور پر مباح ہونے کا حکم ہے اور یہ مان لیا جاتا ہے کہ ان لوگون کا روزمرہ چیزکا دیڈالنا بتوقع عوض ملنے کے اوس چیز کے کھانے کو مباح کردیتا ہے مگر کھانے کے بعد ضمان چاہیے اور جس روز چیز کھایا اوس روز کا دام اوسکا ذمہ پر ہوا تو یہ دام روزمرہ کے ذمہ پر جمع ہوگئے اب جو کسی قدر مدت کے بعد تراضی ہوئی تو چاہیے کہ اونسے مطلق فارغخطی کرائی جاوے تاکہ ایسا نہو کہ روزمرہ کی قیمتون کے تفاوت کو اوس مین کچھ دخل ہو تو ایسے معاملون مین اسی رواج پر قناعت کرنا چاہیے کیونکہ ثمن کا دینا ہر حاجت روزمرہ کے لیے ہر دم نہایت دقت ہے اسی طرح ہر گھڑی ادنی ادنی چیزون کے لیے ثمن مقرر کرنا اور ایجاب و قبول عمل مین آنا دشواری کی بات ہو پس جس صورت مین کہ اس قسم کے معاملے کثرت سے ہوتے ہین تو آسانی اسی مین ہے کہ اونکی قیمت یکجائی لگادی جاوے

تیسری فصل - معاملہ مین عدل کرنے اور ظلم سے احتراز کرنے کے بیان مین - واضح ہو کہ معاملہ کبھی ایسی طرح ہوتا ہے کہ مفتی اوسکو صحیح اور جائز بتاتا ہے مگر اوسمین ایسا ظلم ہوتا ہے جس کے سبب سے معاملہ کرنے والا خدا تعالی کے غصہ کا مستحق ہوتا ہے گو وہ معاملہ فی نفسہ فاسد نہو اور ظلم سے ہماری غرض یہ ہے کہ جس سے دوسرے کو ضرر ہو اور اوسکی دو قسمین ہین ایک وہ کہ اوسکا ضرر عام ہو دوسری وہ کہ اوسکا ضرر خاص معاملہ کرنیوالے کو ہو - قسم اول کی بہت سی انواع ہین جنمین سے ہم دو کو درج کتاب کرتے ہین - اول گرانی کی نیت سے غلہ کو روک رکھنا کہ غلہ کا بیچنے والا غلہ کو جمع کرتا ہے اور بھاو کے گران ہونے کا منتظر رہتا ہے اور یہ فعل ظلم عام ہے اور اسکا کرنے والا شرع مین مذموم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ تَكُنْ صَدَقَتُهٗ كَفَّارَةً لِاحْتِكَارِهٖ اور حضرت ابن عمر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنِ احْتَكَرَ الطَّعَامَ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللّٰهِ وَبَرِئَ اللّٰهُ مِنْهُ - اور بعض روایت مین فَقَدْ بَرِئَ الخ کے عوض فَكَاَنَّمَا قَتَلَ نَفْسًا ہے - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول مروی ہے کہ جو کوئی غلہ کو چالیس روز روک رکھے اوسکا دل سخت ہوجاتا ہے

اور یہ بھی نقل ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک غلہ کے روکنے والے کا غلہ آگ سے پھونک دیا تھا اور غلہ کے نہ روکنے کے ثواب مین یہ حدیث مروی ہے کہ جو شخص باہر سے غلہ خرید کر لاوے اور اوسی روز کے نرخ سے اوسکو بیچدے تو گویا اوس نے وہ غلہ خیرات کر دیا اور ایک روایت مین یون ہے کہ گویا اوسنے ایک بردہ آزاد کیا اور بعضون نے اس آیت کی تفسیر مین وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ فرمایا ہے کہ غلہ کا روکنا بھی ظلم ہے اور اس آیت کی وعید مین داخل ہے۔ اور بعض اکابر سلف سے مروی ہے کہ وہ واسط مین تھے وہان سے اونھون نے ایک کشتی گیہون کی بصرہ کو بھیجی اور اپنے وکیل کو لکھدیا کہ جس روز کشتی بصرہ مین داخل ہو اوسی روز غلہ فروخت کر دینا توقف دوسرے روز تک مت کرنا اتفاقاً جب کشتی پہونچی تو نرخ ارزان تھا سوداگرون نے وکیل سے کہا کہ اگر ایک ہفتہ ٹھہرو تو تمکو کئی گنا فائدہ ملیگا وہ ایک ہفتہ ٹھہر گیا اور اون کے کہنے کے بموجب کئی گنا نفع ہوا اور اپنے موکل کو یہ خبر لکھ بھیجی مالک غلہ نے اوس کے جواب مین لکھا کہ میان صاحب ہم نے تھوڑے سے نفع پر قناعت کی تھی کہ ہمارا دین بچا رہے تم نے ہمارے کہنے کے خلاف کیا ہمکو منظور نہین کہ نفع کئی گنا ملے اور ہمارے دین مین سے اوسکے عوض کچھ کم ہو جاوے یہ تم نے بڑا قصور کیا اب اوسکا تدارک یہ کرو کہ بمجرد میرے خط پہونچنے کے سب مال کو لیکر بصرہ کے فقیرون پر خیرات کر دو شاید اس تدبیر سے مجکو ثواب نہو تو غلہ روکنے کے گناہ سے تو بچ جاؤنگا۔ اب جاننا چاہیے کہ غلہ روکنے کی جو ممانعت ہے وہ مطلق ہے لیکن اوسمین وقت اور جنس کا لحاظ چاہیے پس جنس کے اعتبار سے ممانعت جنس غذا مین عام ہے خواہ کوئی شے ہو کسی کا روکنا نچاہیے ہان جو چیزین کہ آدمی کی غذا یا غذا پر مددگار نہین وہ اس ممانعت مین داخل نہین گو کھائی جاتی ہون جیسے دوا بوٹی زعفران وغیرہ ہین اور جو چیزین کہ غذا پر مددگار ہین مثل گوشت اور میوون کے یا ایسی چیزین کہ بعض اوقات مین غذا کی قائم مقام ہو جاتی ہین گو ہمیشہ اونکو غذا نہین کر سکتے تو ان مین محل تامل اور اختلاف ہے بعض علما نے ان اشیا کو بھی ممانعت مین شامل کیا ہے اور گھی اور شہد اور شیرہ اور پنیر اور زیتون کے تیل یا جو اس طرح کی چیزین ہون سب کے روکنے کو حرام فرمایا ہے اور بعض کے نزدیک ان چیزون کو روکنے مین کچھ قباحت نہین۔ اور وقت کے لحاظ سے بھی تو ممانعت

یا تو سب وقتون مین عام ہی اور وہ حکایت جو بصرہ مین غلہ پہونچنے کے وقت نرخ کے
ارزان ہونے کے باب مین مذکور ہوئی اُس سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہی اور یہ بھی
احتمال ہی کہ ممانعت سب وقتون مین نہ رہے بلکہ خاص اُن وقتون مین ہو جنمین
غلہ کی کمی ہو اور لوگون کو اُسکی حاجت ہو یہانتک کہ رُک کر بیچنے مین لوگون کا ضرر ہو
اور جس صورت مین کہ غلہ کی افراط ہو اور لوگون کی حاجت اُسکی طرف نہو اور اگر
کسی کو خواہش بھی ہو تو تھوڑے دام لگاوین ایسے وقت مین اگر غلہ والا صبر کرے
اور قحط کا امیدوار نہو تو اسمین کسی کا ضرر نہین۔ اور ایّام قحط مین شہد اور گھی وغیرہ کے
رکھ چھوڑنے سے ضرر ہوتا ہی تو چاہیے کہ اُنکا رکھ چھوڑنا حرام ہو اور مدار حرمت کے ہونے
اور نہونے کا ضرر پر کیا جاوے کہ طعام کی خصوصیت سے بھی سمجھا جاتا ہی اور جس صورت مین کہ
ضرر نہو اُس صورت مین بھی غلہ کا روک رکھنا خالی کراہت سے نہین اسلیے کہ اگرچہ غلہ والا
متوقع ضرر کا نہین مگر اُسکے آغاز کا متوقع ہر صورت ہی یعنی بھاو کا گران ہونا اُسکو منظور
رہتا ہی اور جیسے خود ضرر رسانی ممنوع ہی اور اسی طرح جو چیز اُسکی تمہید اور آغاز ہو سو
وہ بھی ممنوع ہی مگر اسکی برائی خود اُسکی نسبت کم ہی اور ضرر رسانی کا منتظر رہنا
خود ضرر رسانی کی نسبت کم ہی غرض کہ جس درجہ کی ضرر رسانی ہوگی اُسی کے موافق
کراہت اور حرمت کے درجات متفاوت ہونگے۔ حاصل یہ کہ غذا کی تجارت مستحب نہین
اسلیے کہ تجارت مین فائدہ مطلوب ہی اور غذائین قوام انسانی کے لیے اصل ہین اور چونکہ
فائدہ اصل پر مزید ہوتا ہی تو چاہیے کہ ایسی ہی چیز دن مین طلب کیا جاوے جو مخلوق
کی اصل ضرورت مین داخل نہوں اور خلق کو اُنکی حاجت نہو۔ اور اسی وجہ سے کسی
تابعی نے ایک شخص کو وصیت کی کہ اپنے لڑکے کو دو بیع مین مت سونپنا اور نہ دو پیشون مین
بیعون مین سے اول بیع غلہ کی ہی دوم کفن کی بیع کیونکہ غلے کا بیچنے والا گرانی چاہا کرتا ہی
اور کفن کا بائع لوگون کا مرنا چاہتا ہے اور دو پیشے یہ ہین کہ اول قصائی کا اوس سے دل
سخت ہو جاتا ہی دوم زرگری کہ وہ دنیا کو سونے اور چاندی سے زینت دیتا ہی۔
دوسری نوع ضرر عام کے نقد مین کھوٹے روپیون کا رواج دیتا ہی اور یہ ظلم ہی کیونکہ
اُس سے اہل معاملہ کو ضرر ہوگا بشرطیکہ ناواقف ہو اور اگر واقف ہوگا تو وہ دوسرون مین
اُسکو رائج کریگا اسی طرح جسکے ہاتھ وہ پڑتا جاویگا وہ دوسرے کو دیتا جاویگا اور

اور اُسکا ضرر اور فساد برابر پھیلتا جاویگا اور سب کا وبال اور گناہ اول شخص پر ہوگا
کہ اُسی نے یہ طریقہ نکالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعُمِلَ بِهَا
مِنْ بَعْدِهِ كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَمِثْلُ وِزْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْئًا
اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایک کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا سو روپیون کی چوری سے
زیادہ سخت ہی اسلیے کہ چوری ایک نافرمانی ہی کہ ہوگئی اور موت کے بعد منقطع ہوئی اور
کھوٹے روپیہ کا رائج کرنا ایک بدعت ہی جو رائج کنندہ دین مین ظاہر کرتا ہی اور ایک برا طریق جسکو
بعد والون کے واسطے بناتے جاتا ہی تو اُسکا گناہ موت کے بعد صدہا سال تک رہ سکتا ہی
جبتک کہ وہ روپیہ چلتا رہیگا اور اُسکے باعث جو کچھ خرابی اور نقصان لوگون کے مال
مین ہوگا اُس سب کا وبال اُسکی گردن پر رہیگا۔ اور خوش حال وہ شخص ہی کہ اُسکے
مرنے پر اُسکے گناہ بھی مرجاوین اور نہایت خرابی اُسکی ہی جو خود مرجاوے اور اُسکے گناہ
سو برس یا دو سو برس باقی رہین اور اُنکے سبب سے قبر مین اُسپر عذاب ہوتا رہے اور
جبتک اُسکا انقطاع ہو تب تک کی باز پرس اُسی سے رہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہی
وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ یعنی ہم اُنکے وہ اعمال جو پیچھے چھوڑ جاوینگے
وہ بھی لکھینگے جیسے وہ لکھینگے جنکو وہ اپنی زندگی مین کر گئے اور اسی طرح یہ ارشاد ہی
يُنَبَّأُ الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ کہ یا آخر سے وہی آثار اعمال مراد ہین
جو برے طریقہ کی جڑ باندھ گیا ہی اور دوسرے اُسکو کرتے ہین۔ اب جاننا چاہیے کہ کھوٹے روپیہ
کے متعلق پانچ باتین ہین اول یہ کہ جب ایسا روپیہ تاجر دیندار کے پاس آوے تو چاہیے
کہ اُسکو کوئین مین ڈال دے کہ پھر کسی کے ہاتھ نہ لگے اور اس بات سے نہایت احتراز
کرے کہ اُسکو دوسرے معاملہ مین رائج کرے۔ اور اگر اُسکو توڑ ڈالے اسطرح کہ اُس سے
پھر معاملہ نہ ہوسکے تو یہ بھی جائز ہی۔ دوسرے یہ کہ تاجر کو نقد کا پرکھنا سیکھ لینا چاہیے
نہ اس غرض سے کہ اپنے روپیون کو اچھا کھرا دیکھ لیا کریگا بلکہ اس نیت سے کہ کسی مسلمان
کو کھوٹا روپیہ اُسکے ہاتھ سے نادانستگی مین نہ دیا جاوے اور اُسکے باعث سے گناہگار
نہ ٹھہرے تو اگر اس علم کے سیکھنے مین قصور کریگا تو خطاوار ٹھہریگا کیونکہ جس عمل کے لیے
ایسا علم ہی جس سے مسلمانون کی خیرخواہی پوری ہوتی ہی تو اُس عمل مین اُس علم کا
سیکھنا واجب ہی اور اسی جیسی بات کے لیے اکابر سلف نقد کی علامتین سیکھ لیا کرتے تھے

ح جس شخص نے کوئی برا طریقہ نکالا اور اُسکے بعد اُسپر کسی نے عمل کیا تو اُس بانی پر مثل عامل کا گناہ ہوگا اور جو کوئی اُسکے بعد اُسپر عمل کریگا اُسکے گناہ کی قدر بھی اُسپر ہوتا رہیگا اور اُنکے گناہ [illegible]

کہ دیانت مین خلل نہو دنیا کا اُنکو کچھ لحاظ نہ تھا۔ تیسرے یہ کہ اگر اہل معاملہ کو ایسا روپیہ دیگا اور اِس سے کہدیگا کہ کھوٹا ہی تب بھی دائرہ گناہ سے باہر نہوگا کیونکہ دوسرا شخص جو اُسکو لیتا ہو وہ اِسی لیے لیتا ہی کہ کسی اور کو بے خبری مین دے دونگا اگر یہ نیت نہوتی تو وہ اُسکو ہرگز نہ لیتا ہان اطلاع کرنے سے اتنا فائدہ ہوگا کہ جو ضرر خاص اہل معاملہ کو ہوتا اُسکے گناہ سے البتہ بچ جاویگا۔ چوتھے یہ کہ اگر کھوٹے روپیہ کو اِس نیت سے لیگا کہ حسب اِس حدیث شریف کے کاربند ہو رَحِمَ اللّٰہُ سَهْلَ الْبَيْعِ سَهْلَ الشِّرَاءِ سَهْلَ الْقَضَاءِ سَهْلَ الْاِقْتِضَاءِ تو وہ اِس حدیث کی برکت دعا مین داخل ہوگا بشرطیکہ کھوٹا روپیہ لینے سے ارادہ مصمم ہو کہ اُسکو کوئین مین ڈال دونگا اور اگر یہ ارادہ رکھتا ہو گا کہ اسکو کسی اور جگہ چلا دونگا تو یہ ایک بُرائی ہی کہ شیطان نے نیکی کی جگہ مین اُسپر سوجھا دی اِس صورت مین اُن لوگون مین داخل نہوگا جو دام لینے مین سہل گیری کرتے ہین۔ پانچوین یہ کہ کھوٹے روپیہ سے ہماری غرض وہ روپیہ ہی جسمین بالکل چاندی نہو صرف ملمع کا ہو یا اشرفی ہو تو اُسمین سونا نام کو نہو بجز ملمع کے۔ اور جس روپیہ مین چاندی اور دوسری چیز ملی ہوئی ہو اور شہر مین وہ مروج ہو تو اُس سے معاملہ کرنے مین علما کا اختلاف ہی ہماری راے یہی ہی کہ اگر شہر مین اُسکا رواج ہی تو اُس سے معاملہ کرنا جائز ہی خواہ اُسکی چاندی کی مقدار معلوم ہو یا نہو اور اگر شہر مین وہ سکہ نہین چلتا تو اِس صورت مین اُس سے معاملہ جبھی درست ہوگا کہ اُسمین کی چاندی کی مقدار معلوم ہو پس اگر دامون مین کوئی روپیہ ایسا ہو کہ شہر کے رائج روپیہ سے اُسمین چاندی کم ہو تو تاجر کو چاہیے کہ جسکو وہ روپیہ دے اُسکو اُسکے نقصان کی اطلاع کر دے اور معاملہ ایسے لوگون سے کرے جنکو جان لے کہ یہ اِس روپیہ کو برابر مین نہ چلا دینگے اور دھوکا دوسرون کو نہ دینگے اور اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ یہ شخص اُسکو برابر مین چلا دیگا تو اُسکو وہ روپیہ حوالہ کرنا خود بانی فساد ہونا ہی اُسکی مثال ایسی ہوگی جیسے انگور ایسے شخص کے ہاتھ بیچے جسکو جانتا ہو کہ وہ انکی شراب بناویگا کہ یہ بیع ممنوع ہی اور بُرائی مین مدد کرنا اور اُسکا شریک ہونا ہی۔ اور ان جیسے امور کا تجارت مین خیال رکھنا نفل عبادت کی مواظبت سے زیادہ ہی اور اِسی جہت سے بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ سچا تاجر خداے تعالیٰ کے نزدیک عابد سے افضل ہی اور اکابر سلف معاملات مین ایسی باتون سے بہت احتیاط کرتے تھے چنانچہ

ع [illegible] [illegible] [illegible] اور اسکا ترجمہ یہ ہی کہ رحم کرے اللہ اُس شخص پر جو نرمی کرنیوالا ہو بیچنے مین اور خریدنے مین اور نرمی کرنیوالا ہو ادا کرنے اور تقاضا کرنے مین ۱۲ بخاری بروایت جابر باختلاف الفاظ ۱۲

چنانچہ کسی نمازی کا حال سُنا ہی کہ اُسنے اپنا قصہ بیان کیا کہ مین نے ایکبار جہاد مین اپنے
گھوڑے کو ایک کافر پر ڈپٹایا کہ اُسکو قتل کرون مگر گھوڑے نے قصور کیا مین لوٹ آیا
پھر وہ کافر میرے قریب آگیا مین نے دوبارہ حملہ کیا اُس دفعہ بھی گھوڑے نے کوتاہی
کی مین نے تیسری بار حملہ کیا اُس دفعہ بھی گھوڑا بدک گیا اور کہین کا کہین گیا حالانکہ
کبھی ایسا نہوا تھا مین معرکہ سے واپس آیا اور مجکو نہایت رنج تھا کہ ایک تو کافر ہاتھ سے
نکل گیا دوسرے گھوڑے مین جو عادت کبھی نہ دیکھی تھی وہ ظاہر ہوئی غرض کہ اپنا سا
منہ لیے خیمہ مین آیا اور اپنا سر خیمہ کی لکڑی پر رکھ کے گھوڑے کو کھڑا چھوڑ لیٹ گیا خواب
مین کیا دیکھتا ہون کہ گھوڑا مجھسے کہتا ہی کہ میان صاحب خدا کو یاد کرو تمنے تین بار
یہ چاہا کہ کافر کو مجھپر سوار ہو کر مار و حالانکہ کل جو تمنے میرا چارہ لیا تھا اُسمین ایک درم
کھوٹا دیا تھا تو ایسا کبھی نہوگا کہ تم مجھکو ایسی خوراک کھلا کر پھر مجھسے اطاعت چاہو اسکے
بعد مین جاگا اور بہت خوف کھایا اور گھاس والے کے پاس جا کر اُس درم کو بدلا۔
پس یہ دو مثالین ضرر عام کی لکھدی گئین انپر اورون کو قیاس کر لینا چاہیے
دوسری قسم ظلم کی وہ ہی جس کا ضرر خاص اہل معاملہ کو ہو تو جنبی باتون سے کہ اہل معاملہ کا
نقصان ہوتا ہو وہ ظلم مین داخل ہین عدل اسکا نام ہی کہ اپنے بھائی مسلمان کو ضرر
نہ پہونچاوے اور اس باب مین قاعدہ کلیہ یہ ہی کہ دوسرے کے لیے وہی بات چاہے
جو اپنے لیے چاہتا ہو اور اسی کے قریب یہ مثل فارسی کی ہی۔ ہرچہ برخود نہ پسندی
بر دیگرے مپسند۔ تو جو بات ایسی ہو کہ اگر اپنے ساتھ کوئی کرے تو بُری معلوم ہو اور دل پر
ناگوار گذرے مناسب ہی کہ وہ بات خود بھی دوسرون کے ساتھ نہ کرے بلکہ یون چاہیے
کہ اُسکے نزدیک اپنا روپیہ اور غیر کا روپیہ مساوی ہو بعض اکابر نے فرمایا ہی کہ جو شخص
اپنے بھائی کے ہاتھ ایک چیز ایک روپیہ کو بیچے اور اگر اُسکے ہاتھ کوئی وہ شی بیچتا تو
اپنے آپ چودہ آنہ سے زائد نہ لگاتا تو وہ شخص اُس خیرخواہی کا تارک ہوگا جسکا حکم
معاملہ مین بجالانے کا ہی اور ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگرے مپسند پر کاربند نہوگا یہ
بیان اس امر کا مجمل ہوا اور اُسکی تفصیل چار باتون مین منحصر ہی اول یہ کہ جو بات متاع مین نہو
وہ اُسکی صفت مین بیان نہ کرے دوسرے یہ کہ چیز مین جو عیب اور پوشیدہ صفات ہون
اُنکو مطلق نہ چھپاوے تیسرے یہ کہ چیز کی مقدار اور وزن مین کچھ پوشیدہ نہ کرے چوتھے یہ کہ

اسلیے نرخ کو پوشیدہ نہ رکھے ایسی طرح کہ اگر طرف ثانی نرخ کو معلوم کرلے تو پھر اُس چیز کو
رید نہ کرے اب ہر ایک کو مفصل سنو۔ اول بات یعنی چیز کی زیادہ تعریف نہ کرنی اسلیے
اہیے کہ مبیع کی تعریف کرنی دو حال سے خالی نہین یا تو وہ باتین آسمین بیان کرتا ہو جو
تع ہین ؟ اُسکے اندر نہین تو اس صورت مین صریح جھوٹ ہو اور اگر مشتری اسکی باتون کو
ان لیگا تو جھوٹ کے سوا ظلم اور دغا بازی بھی بائع کی گردن پر ہوگی اور اگر مشتری نہ مانیگا
و جھوٹ اور بے مروتی پھر بھی بائع کے ذمہ رہیگی اور دوسری صورت یہ ہو کہ چیز مین
یسی باتین بتاوے جو اُسمین موجود ہون۔ اس صورت مین اسکا کلام لغو اور بے فائدہ ہے
اور اُسکو سب کلمون کا حساب دینا ہو کہ فلانا کلمہ یون کہا تھا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے
مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ہان اگر چیز مین ایسی باتین بیان کرے جو
سکے اندر ہون اور بدون ذکر کیے ہوے مشتری کو اُنپر واقفیت نہو مثلاً لونڈی غلامون
ور جانورون کے پوشیدہ اوصاف بیان کرے تو مضائقہ نہین بشرطیکہ جس قدر موجود ہون
نکو بے کم و کاست بدون مبالغہ اور طوالت کے کہے اور اس بیان کرنے مین یہ نیت
ہونی چاہیے کہ بھائی مسلمان ان امور سے واقف ہوکر اُسکی رغبت کرے اور اس سبب سے
سکا کام نکلے مگر ان امور کے بیان کرنے مین قسم قطعاً نہ کھاوے اسلیے کہ اگر جھوٹ پر
سم کھاویگا تب یمین غموس کا مرتکب ہوگا جو ایسا بڑا گناہ ہو کہ شہر کے شہر چوپٹ
ر دیتا ہو اور اگر سچ پر قسم کھاویگا تو اللہ تعالی کو اپنی قسم کا نشانہ بناویگا اور یہ کمال
ستاخی ہو کیونکہ دنیا کمینی کا اتنا رتبہ کہان کہ بلا ضرورت خداے تعالی کے نام سے
سکی ترویج کا قصد کیا جاوے۔ اور حدیث مین ہو کہ خرابی ہو سوداگر کی ان کلمات سے
بتلے وَاللّٰہِ وَلَا وَاللّٰہِ اور خرابی ہو کاریگر کی کل اور پرسون کے وعدہ کرنے سے
ور ایک حدیث مین یون وارد ہو اَلْيَمِيْنُ الْكَاذِبَةُ مُنْفِقَةٌ لِلسِّلْعَةِ مُمْحِقَةٌ لِلْكَسْبِ
ور حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلٰثَةٌ
لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عُتُلٌّ مُسْتَكْبِرٌ وَمَنَّانٌ بِعَطِيَّتِهٖ وَمُنْفِقٌ سِلْعَتَهٗ بِيَمِيْنِهٖ
ور جس صورت مین کہ چیز کی تعریف کرنی باوجود راست ہونے کے اس لحاظ سے مکروہ ہو
ہ وہ ایک کلمہ لغو ہو بہ نرمی اُس سے زیادہ نہین ہوتی تو قسم کے باب مین سخت کا
ہونا اس سے صاف ظاہر ہو۔ یونس بن عبید جو حریر بیچا کرتے تھے اُنسے کسی نے

حریر مول لینے کے لیے مانگا انکے غلام نے حریر کے طاقون کی گٹھری نکالی آپ نے اُسکو پھیلایا اور دیکھ کر کہا کہ الٰہی ہم کو جنت نصیب کر یہ کہ کر غلام سے کہا کہ اسکو اپنی جگہ پر رکھ دے اور خریدار کے ہاتھ اُسمین سے کچھ نہ بیچا اس خوف سے کہ وہ دعا جو زبان سے نکل گئی تھی کہین کنایۂ اپنی چیز کی تعریف مین متصور نہو تو یہ لوگ ایسے ہین کہ انھون نے دنیا مین تجارت کی اور معاملات مین اپنے دین کو تلف نہین کیا بلکہ جان لیا کہ آخرت کا نفع طلب کرنا بہ نسبت دنیاوی نفع کے بہتر ہی **دوم** امر یہ چاہیے کہ مبیع کے تمام عیب خواہ ظاہر ہون یا پوشیدہ سب ظاہر کرے اُنمین سے کچھ نہ چھپا دے کہ یہ امر واجب ہی اگر کوئی عیب چھپا دیگا تو ظالم اور دغاباز ہوگا اور دغا دینا حرام ہی اور نصیحت یعنی مسلمانون کی خیرخواہی جو ضروری ہی اُسکا تارک ہی ہوگا اور جس صورت مین کپڑے کا اچھا رخ ظاہر کرے اور دوسرے کو چھپا ہوا رکھے تو دغاباز ہوگا اسی طرح اگر مبیع کو اندھیرے مکانون مین مشتری کے سامنے کریگا یا موزے اور جوتے وغیرہ کے جوڑے مین سے اچھی پوائی دکھا دیگا تو دغابازی ثابت ہوگی اور دغا و فریب کی حرمت پر یہ حدیث دلالت کرتی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص پر گذرے جو غلہ بیچ رہا تھا آپ کو وہ غلہ اچھا معلوم ہوا دست مبارک اُسکے اندر ڈالا تو تری معلوم ہوئی ارشاد فرمایا کہ یہ کیا ہی اُسنے عرض کیا کہ اسکو مینہ پہونچ گیا ہی آپ نے فرمایا کہ پھر تو نے بھیگے غلے کو اوپر کیون نہین کر دیا تاکہ لوگ دیکھتے جو ہم کو دغا دے وہ ہم سے نہین - اور عیب کے کہدینے سے مسلمانون کی خیرخواہی کا واجب ہونا اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جریر رضہ سے بیعت اسلام لی تو وہ چلنے کے لیے اٹھے آپ نے انکا کپڑا کھینچ لیا اور ہر مسلمان کی خیرخواہی انپر شرط کر دی پس جریر رضہ کا دستور تھا کہ جب اسباب بیچنے کھڑے ہوتے تو اُسکے عیب مشتری کو خوب دکھلا دیتے اور کہتے کہ اب تمکو اختیار ہی چاہو لو چاہو نہ لو لوگون نے اُنسے کہا تم کہ اگر ایسا کروگے تو تمھاری بیع کوئی نہ پوری ہوگی اُنھون نے فرمایا کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر عہد کیا ہی کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرینگے - یعنی اگر اس طرح بیع نہ کرین تو خلاف عہد ہوگا اور واثلہ بن الاسقع رضہ کھڑے تھے اور ایک آدمی اپنی اونٹنی بیچ رہا تھا مشتری نے اُسکے دام تین سو درم بائع کو دیے واثلہ رضہ کا خیال اور طرف تھا کہ مشتری اونٹنی لیکر چلا گیا

م مسلم بروایت ابی ہریرہ رضہ
ع بخاری و مسلم بروایت جریر بن عبداللہ ۱۲

جب انھون نے دیکھا کہ وہ چلا گیا اُسکے پیچھے دوڑے اور پکار کر پوچھنے لگے کہ تو نے یہ اونٹنی گوشت کے لیے لی ہی یا سواری کے لیے اسنے کہا کہ سواری کے لیے خریدی ہی آپ نے فرمایا کہ اسکے پانون مین مین نے ایک شگاف دیکھا ہی اس سے برابر منزلین نہو سکینگی وہ واپس آیا اور اونٹنی کو بائع کے حوالہ کیا بائع نے اُسکے دام سو درم کم کر دیے اور واثلہ رضہ سے کہا کہ خدا تم پر رحم کرے تمنے میرا معاملہ بگاڑا آپ نے فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر چکے ہین کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرینگے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ یَبِیعُ بَیعًا اِلَّا اَنْ یُبَیِّنَ مَا فِیهِ وَلَا یَحِلُّ لِمَنْ یَعْلَمُ ذٰلِكَ اِلَّا تَبْیِینُهُ غرض کہ اکابر سلف نے خیرخواہی سے یہی مضمون سمجھا تھا کہ اپنے بھائی مسلمان کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہے اور مسلمان کی خیرخواہی کو اپنے اعتقاد مین یہ نہین جانتے تھے کہ زوائد اور فضائل مین سے ہی بلکہ انکا اعتقاد یہ تھا کہ یہ مضمون اسلام کی شرطون مین سے ہی اور بیعت کے اندر داخل ہی اور یہ بات اکثر خلق پر دشوار ہی اسلیے اچھے محتاط لوگ ان بکھیڑون مین نہین پڑتے اور گوشہ گزینی اختیار کر کے عبادت مخلص کرتے ہین کیونکہ لوگون مین مل جل کر اللہ تعالی کے حقوق کی بجا آوری ایک ایسا سخت امر تھا کہ جسکو بجز صدیقون کے اور کوئی نہین کر سکتا۔ اور آدمی پر یہ امر بدون دو چیزون کے اعتقاد کیے آسان نہین ہوسکتا اول یہ سمجھنا کہ عیبون کو چھپا کر بیع کو بیچ دینے سے کچھ روزی نہ بڑھیگی بلکہ روزی کی برکت جاتی رہیگی اور یہ متفرق پاپ جمع ہوکر ایک روز یکایک سب سرمایہ لے ڈوبیگا۔ چنانچہ کہتے ہین کہ کسی شخص کے یہان ایک گاے تھی وہ اُسکے دودھ مین پانی ملا کر بیچ ڈالتا تھا ایک دفعہ ایک سیل آئی اور وہ گاے ڈوب گئی اُسکے کسی لڑکے نے کہا کہ وہی متفرق پانی جو ہمنے دودھ مین ملائے تھے دفعۃً جمع ہوگئے اور گاے کو بہا لیگئے۔ اور کیسے نہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی اَلْبَیِّعَانِ اِذَا صَدَقَا وَنَصَحَا بُورِكَ لَهُمَا فِی بَیْعِهِمَا وَاِذَا کَتَمَا وَکَذَبَا نُزِعَتْ بَرَكَةُ بَیْعِهِمَا اور ایک حدیث مین ہی یَدُ اللّٰهِ عَلَی الشَّرِیكَیْنِ مَا لَمْ یَتَخَاوَنَا فَاِذَا تَخَاوَنَا رَفَعَ یَدَهُ عَنْهُمَا غرض کہ مال خیانت سے بڑھتا نہین جیسے خیرات سے کم نہین ہوتا اور جو شخص کہ زیادتی اور کمی کو بجز تولنے کے دوسری طرح

نہین جانتا وہ اس بات کا باور نہ کریگا لیکن جسکو معلوم ہو کہ کبھی ایک روپیہ مین وہ برکت ہوتی ہو کہ آدمی کے دین و دنیا کی سعادت کا سبب ہو جاتا ہو۔ اور کبھی اللہ تعالی ہزارون مین سے اس طرح برکت اُڑا دیتا ہو کہ وہ مالک کی تباہی کے باعث ہوتے ہین یہانتک کہ تمنا کرنے لگتا ہو کہ کاش یہ ہزارون میرے پاس نہ ہوتے ہوتے اور بعض اوقات مین ان باتون کو اپنے مناسب جانتا ہو تو وہ شخص ہمارے قول کے معنی سمجھتا ہو کہ واقع مین خیانت سے مال بڑھتا نہین اور صدقہ دینے سے کم نہین ہوتا دوسری بات جسکا سمجھنا ضرور ہو اس امر کے لیے کہ مضمون خیر خواہی آدمی مین کامل اور سہل ہو جاوے یہ ہو کہ جان لے کہ آخرت کا نفع اور وہان کی تونگری دنیا کے نفع سے بہتر ہو اور مال کے فوائد عمر کے پورا ہو جانے سے ہو چکتے ہین اور بندون کے حقوق اور مال کا وبال گردن پر رہتا ہو اس صورت مین عاقل آدمی کیسے پسند کریگا کہ جو چیز ادنی ہو اُسکو لیوے اور اعلی چیز کو عوض مین دے اور دین کی سلامتی ظاہر ہو کہ سب چیزون سے اعلی اور بہتر ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ کلمہ اسلام لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہمیشہ خلق پر سے اللہ تعالی کا غضب دور کرتا رہتا ہو جب تک کہ لوگ دنیا کے معاملہ کو آخرت پر ترجیح نہ دین۔ اور ایک روایت مین یون ہو کہ جب تک یہ پروا نہ کرین کہ دین کی سلامتی کے مقابل انکی دنیا مین سے کیا جاتا رہا اور جب ایسا کرتے ہین اور پھر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہتے ہین تو اللہ تعالی فرماتا ہو کہ تم جھوٹے ہو یہ قول تم اعتقاد سے نہین کہتے ہو۔ اور ایک اور حدیث مین ہو کہ جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اخلاص سے کہے وہ جنت مین داخل ہوگا کسی نے عرض کیا کہ اُسکا اخلاص کیا ہو فرمایا کہ اخلاص یہ ہو کہ جو چیز اللہ تعالی نے حرام فرمائی ہو اُس سے اُسکو بچاوے اور فرمایا مَا اٰمَنَ بِالْقُرْاٰنِ مَنِ اسْتَحَلَّ مَحَارِمَهٗ اور جو شخص یہ جان لیگا کہ یہ باتین اُسکے ایمان مین مخل ہین اور تجارت اخروی کا راس المال اپنے لیے بلاشبہ ایمان ہو تو وہ شخص اپنی عمر جاوید کا سرمایہ ایسے نفع کے سبب سے کیون کھو دیگا جس سے انتفاع صرف چند روزہ ہو۔ اور بعض تابعین فرماتے ہین کہ اگر مین مسجد جامع مین جاؤن اور وہ نمازیون سے بھری ہو اور مجھسے کوئی پوچھے کہ ان سب مین بہتر کون ہو تو یہی کہون کہ جو سب سے زیادہ مسلمانون کا خیر خواہ ہو وہ سب سے اچھا ہو پھر اگر کوئی کہدے کہ

یہ شخص سب سے زیادہ خیر خواہ ہے تو کہدون کہ یہی سب مین اچھا ہے اور اگر کوئی یون پوچھے کہ نہیں بدتر کون ہے تو کہون کہ جو سب سے زیادہ لوگون سے دغا کرتا ہو اور جب کوئی بتادے کہ یہ شخص زیادہ دغاباز ہے تو کہدون کہ یہی سب مین بُرا ہے۔ اور دغا کرنی سب معاملات میں خواہ بیع ہو یا کاریگری حرام ہے تو کاریگر کو بھی نچاہیے کہ اپنے کام مین سستی کرے اسطرح کہ اگر خود وہی کام دوسرے کاریگر سے لے اور وہ ویسا ہی کرے جیسا اسنے کیا تو پسند نکرے بلکہ چاہیے کہ اپنا کام خوبی اور پایداری سے کردے اور اگر اوس مین کوئی برائی ہو تو اوسکو بیان کردے اسطرح کرنے سے مواخذہ سے بچا رہیگا۔ ایک شخص موچی نے ابن سالم سے پوچھا کہ اگر مین جوتیون کی بدنی کرون تو مجھکو کیا کرنا چاہیے۔ فرمایا کہ دونون رخ برابر بنانا اور دہنی پوائی کو بائین سے اچھی مت کرنا اور بھرت کی چیز ایسی ڈالنا کہ پوری ہو ٹکڑے نہون اور سیون پاس پاس کرنا اور ایک پوائی کو دوسری پر مت رکھنا۔ اور اسی قسم کا سوال حضرت امام احمد بن حنبل سے کسی نے کیا تھا کہ کپڑے مین رفو ایسا ہے جو معلوم نہین ہوتا اوسکی بیع کیسی ہے فرمایا کہ بائع کو اوسکا چھپانا درست نہین ہان اگر رفو ساز یہ جانے کہ دوسرا شخص رفو دیکھنے کو مانگتا ہے اور خرید کرنا نہین چاہتا تو اوسکو درست ہے کہ رفو کا اظہار نہ کرے۔ اب اگر یہ کہو کہ جب انسان پر بیع کے عیوب کا ذکر کرنا واجب ہوا تو کبھی معاملہ نہ بنیگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ معاملہ بننے کی صورت یہ ہے کہ تاجر آدمی ایسی ہی چیز خریدے جو عیب دار نہو اور اگر وہ فروخت نکرے تو اپنے لیے رکھ سکے پھر فروخت کی وقت تھوڑے سے نفع پر اکتفا کرے تو اللہ تعالی اوسکے مال مین برکت بھی کریگا اور دھوکا دینے کی ضرورت بھی نہ پڑیگی دقت تو یہی ہے کہ لوگ تھوڑے نفع پر قناعت نہین کرتے اور بہت بدون دغا کے ملتا نہین پس جو شخص تجارت کا ڈھنگ موافق مذکورہ بالا ڈالیگا وہ عیب دار چیز کیون خریدیگا کہ اوسکے بیان کرنے کی ضرورت ہو اور اگر اتفاق سے کوئی اس قسم کی چیز آجاوے تو اوسکے عیب کو ذکر کردینا چاہیے اور اوسکا جو دام اوٹھے اوسپر قناعت کرنی چاہیے۔ ابن سیرین رح نے ایک بکری فروخت کی اور مشتری سے کہا کہ اسمین ایک عیب ہے اوسکو بھی سُن لو وہ یہ ہے کہ چارہ کو پانون سے پلٹ دیتی ہے۔ اور حسن بن صالح نے ایک لونڈی بیچی اور مشتری سے فرمایا کہ ایک بار اسکی ناک سے ہمارے یہان خون آیا تھا۔ پس اکابر سلف کی عادت معاملات مین یہ تھی کہ ادنی بات

ذکر کر دیتے تھے اب جس شخص سے پابندی ان باتون کی نہو سکے اوسکو چاہیے کہ معاملہ کرنا
چھوڑ دے ورنہ عذاب اخروی اپنے اوپر ٹھان لے۔ سوم یہ کہ مقدار کو نہ چھپا دے
یہ امر ترازو کی برابری اور تولنے اور ناپنے مین احتیاط کرنے سے ہوتا ہے تو چاہیے کہ
جس طرح خود دوسرون سے لے اوسی طرح دوسرون کو دے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے
وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ
أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ - اور اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ دوسرون کو جھکتا دیوے
اور آپ اُترتا ہوا لیوے کیونکہ ٹھیک برابری بہت کم ہو سکتی ہے اسلیے زیادتی اور کمی مین
بچاؤ کی صورت نکل آتی ہے علاوہ ازین پورا حق لینے مین یہ احتمال بھی رہتا ہے کہ شاید
طرف ثانی کا زیادہ نہ آجاوے یا اوسکو کمتر پہونچے اسلیے تدبیر مذکور سے یہ احتمال بھی
نہین رہتا۔ بعض اکابر فرمایا کرتے کہ مین ایک رتی کے عوض مین اللہ تعالی سے ویل
یعنی خرابی کیون خرید کرون اسلیے جب اپنا حق لیتے تو آدھی رتی کم لیتے اور دیتے وقت
ایک رتی زیادہ دیتے اور فرمایا کرتے کہ خرابی ہے اوس شخص کو جو ایک رتی کے عوض
جنت بیچ ڈالے جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے اور نہایت خسارہ اوس
آدمی کو ہے جو طوبی بیچ کر ویل مول لے اور ان جیسی چیزون سے بچنے کے لیے جو
سلف نے نہایت تاکید کی اوسکی وجہ یہی ہے کہ یہ چیزین بندون کے حقوق مین جنسے
توبہ نہین ہو سکتی کیونکہ یہ معلوم نہین کہ کس کس کا حق رہگیا کہ وہ اکٹھے ہو جاوین اور انکو
اونکے حق دیدیے جاوین اور اسی لیے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کوئی چیز مول لی
تو دام تولنے والے سے فرمایا کہ زن وارجح یعنی دام کو وزن کر اور جھکتے تول۔ اور فضیل رح نے
اپنے بیٹے کو دیکھا کہ ایک اشرفی کو دہو رہے ہین منظور یہ تھا کہ اوسکو بھنا وین پس اوسپر جو
میل کچیل لگا تھا اوسکو صاف کیا تاکہ میل کے سبب سے اوسکا وزن زیادہ نہو فرمایا کہ بیٹا
تمھارا یہ کام دو حجون اور بیس عمرون سے بڑھکر ہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مجکو
تاجر اور بائع سے بڑا تعجب ہے کہ انکی نجات کیسے ہوگی دن کو تولتے اور قسم کھاتے ہین
اور رات کو سو رہتے ہین۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے
فرمایا کہ اے لخت جگر جیسے سانپ دو پتھرون کے بیچ مین گھس جاتا ہے ویسے ہی خطا
دو معاملہ کرنیوالون مین گھس جاتی ہے۔ اور کسی نیک بخت نے ایک مخنث پر نماز پڑھی

خرابی ہے گھٹانیوالونکی وہ کہ جب ناپ لین لوگون سے پورا بھر لین اور جب ناپ دیوین انکو یا تولدین تو گھٹا کر دین ۱۲

روایت کیا اصحاب سنن نے سوید بن قیس سے ۱۲

اون سے کسی نے کہا کہ یہ تو بدکار تھا وہ چپ ہو رہے دوبارہ پھر وہی کہا تو اونھون نے فرمایا کہ شاید تمہاری یہ غرض ہے کہ اسکے پاس دو ترازو یا دو باٹ تھے کہ ایک سے لیتا تھا اور دوسرے سے دیتا تھا اس جواب مین انھون نے یہ اشارہ کیا کہ اوس کی بدکاری صرف حق اللہ تھی اور روا داری مین فریب کرنا حق العباد کی کوتاہی ہے اسکا معاف ہونا البتہ دور از قیاس ہے حاصل یہ کہ میزان کا معاملہ بہت شدید ہے اوس سے نجات کی صورت ایک یا آدھی رتی سے ہو سکتی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود نے سورہ رحمن مین یون پڑھا ہے لَا تَطْغَوْا فِی الْمِیزَانِ وَاَقِیمُوا الْوَزْنَ بِاللِّسَانِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِیزَانَ یعنی زبان ترازو کو درست رکھو کہ کمی بیشی اوسکی ذرا سے ادھر ادھر ہونے سے ہو جاتی ہے بالجملہ جو شخص کہ اپنا حق غیر سے وصول کرتا ہے گو ایک کلمہ ہی کیون نہو اور دوسرے کا حق اوسی طرح نہین ادا کرتا جیسے اپنا وصول کیا تو وہ ان آیات کے مضمون مین داخل ہے وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِینَ الَّذِینَ اِذَا اکْتَالُوا عَلَی النَّاسِ یَسْتَوْفُونَ وَاِذَا کَالُوهُمْ اَوْ وَّزَنُوهُمْ یُخْسِرُونَ الخ کیونکہ ہر چند آیتون مین کیلی چیزون مین نابرابری کو حرام فرمایا ہے مگر غرض اوس سے یہی ہے کہ عدل و انصاف کا چھوڑنا حرام ہے اور ترک عدل ہر ایک کام مین ہو سکتا ہے اور میزان عدل ہر بالغ عاقل کے افعال و اقوال مین اور دل کے وسوسون مین چاہئے پس اگر کوئی شخص اپنے اقوال خواہ افعال وغیرہ مین عدل سے میل کریگا اوسکے لیے ویل ضرور ہوگا اور یہ عدل اگر دشوار بلکہ محال نہوتا تو اللہ تعالی یون کیون فرماتا وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُهَا کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بندہ اس میل سے خالی نہین کسی مین استقامت حقیقی پائی نہین جاتی مگر چونکہ میل کے درجون مین بہت فرق ہوتا ہے اسیلیے بندون کا دوزخ مین ٹھہرنا اور اوس سے نجات حاصل کرنا بھی مختلف ہوگا یہان تک کہ بعض اسقدر ٹھہرینگے کہ صرف قسم سچی ہو جاوے اور کچھ بھی دیر نہ لگے اور بعضے ہزارون برس پڑے رہینگے ہم خداوند کریم سے سوال کرتے ہین کہ ہمکو استقامت کے قریب کر دے کیونکہ ٹھیک صراط مستقیم پر استقامت نصیب ہونیکی تو طمع نہین کرنی چاہیے کہ وہ تو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اگر یہ نہوتا تو جو شخص اوسپر مستقیم رہتا وہ پل صراط پر سے گذر سکتا جو جہنم کی پشت پر بنا ہے

اور اوسکی صفت بھی یہی ہے کہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور جو
شخص دنیا مین جسقدر صراط مستقیم پر استقامت رکھتا ہوگا اوسیقدر قیامت مین پل صراط پر
جلد گذریگا اور جو شخص غلہ مین مٹی وغیرہ ملا کر اوسکو فروخت کریگا تو وہ مطففین مین داخل
ہوگا اور جو قصائی گوشت مین ایسی ہڈیان تولدیگا کہ ویسی عادۃً تولی نجاتی ہون تو اوسکا
بھی یہی حال ہے اسی طرح گز سے ناپنے وغیرہ کو خیال کر لینا چاہیے مثلاً بزاز جب ناپ کر
کپڑا مول لیتا ہے تو کپڑے کو ڈھیلا رکھتا ہے اور اوسکو خوب نہین تانتا اور بیچنے کے
وقت اوسکو کھینچکر ناپتا ہے کہ کسیقدر بڑھجاوے تو اسطرح کی سب باتین آدمی کو ویل
کا مستحق کرتی ہین۔ چہارم یہ کہ اوسوقت کا نرخ سچ سچ کہدے اوس مین سے کچھ چھپا
نرکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقی رکبان سے منع فرمایا ہے اور اوسکی صورت
یہ ہے کہ جب باہر سے کوئی قافلہ شہر مین کوئی چیز لاوے تو اوسکے شہر مین آنے کے
پیشتر ہی باہر نکل کر اونکی چیز دیکھے اور شہر کا بھاؤ اون سے جھوٹا بیان کرے اسکیلیے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا تَتَلَقَّوا الرُّكْبَانَ وَمَنْ تَلَقَّاهَا
فَصَاحِبُ السِّلْعَةِ بِالْخِيَارِ بَعْدَ اَنْ يُقْدِمَ السُّوقَ اور باہر جا کر اگر
مول لیگا تو بیع تو منعقد ہو جاویگی مگر جس صورت مین کہ بائع کو معلوم ہوگا کہ مشتری نے
بھاؤ سچ نہین کہا تھا تو اوسکو اختیار ہوگا چاہے بیع کو قائم رکھے یا مشتری سے اپنی چیز
واپس کر لے اور اگر بھاؤ وہی ہو جو مشتری نے بیان کیا تھا تو اس صورت مین بائع
کے لیے اختیار ثابت ہونے مین اختلاف ہے بعض علما حدیث مذکورہ بالا کے الفاظ عام
دیکھکر فرماتے ہین کہ خیار ہوگا اور بعضے اس نظر سے کہ اب کچھ فریب نہین رہا کہتے ہین کہ
خیار نہوگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امر سے بھی نہی فرمائی کہ کوئی شہری دہی
گانون والے کی طرف سے بیع کرے اوسکی صورت یہ ہے کہ کوئی باہر کا رہنے والا شہر مین
غلہ لاوے اسلیے کہ جھٹ پٹ لوگ خرید لین اور کوئی شہری اوس سے کہے کہ اس غلہ کو
میرے پاس چھوڑ دے کہ جب مہنگا ہو جاویگا تو اوسکو بیچ دونگا اور اسطرح کا کرنا غلہ مین
تو حرام ہے اور دوسری چیزون مین اختلاف ہے ظاہر یہ ہے کہ حرمت ہی ہو اسوجہ سے
کہ نہی عام ہے اوسمین غلہ کی قید نہین اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فی الجملہ لوگون کو تنگ
کرنے کو دیر کرتا ہے حالانکہ اس شہری تنگ کرنے والے کا کچھ فائدہ نہین۔ اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے نجش سے بھی ممانعت فرمائی یعنی بدون قصد خریدنے کے چیز کا نرخ
زیادہ کرنے سے منع فرمایا مثلاً ایک شخص برغبت ایک چیز مول لیا چاہتا ہو دوسرا بائع
کے سامنے ہو اور مشتری کی نسبت کر دام زیادہ کہہ دیے بدون اس بات کے کہ خود خرید
کرنا چاہتا ہو بلکہ اسلیے کہ مشتری کی رغبت اور زیادہ ہو تو ایسی صورت اگر بائع کی سازش سے
ہوئی ہو تب تو یہ فعل حرام ہو گو بیع منعقد ہو جاتی ہو اور اگر بائع کی سازش سے
نہو تو ثبوت خیار مین اختلاف ہو بہتر یہی ہو کہ مشتری کو خیار ملے اسلیے کہ یہ فعل ایک طرح
کا دھوکا ہو جیسے دودھ کے جانور کا دودھ کئی وقت نہ نکالا جاوے اور اسکے تھن
پھول جاوین اور فروخت کر دیا جاوے یا جیسے تلقی رکبان کی صورت اوپر مذکور ہوئی
پس ان باتون سے منع فرمانا اسپر دلالت کرتا ہو کہ اس وقت کے نرخ کو بائع اور مشتری
سے خفیہ کرنا اور ایسی بات کو پنہان رکھنا کہ اگر انکو اطلاع ہو تو ہرگز معاملہ نہ کرین ناجائز
اور داخل دغا اور حرام ہو اور جو خیر خواہی کہ مسلمان کے لیے ضروری ہو اسکے مخالف ہو
چنانچہ مروی ہو کہ کوئی تابعی بصرہ مین تھے اور انکا غلام سوس مین رہا کرتا تھا اسکے
پاس شکر خرید کر بھیج دیا کرتے تھے ایک بار غلام مذکور نے انکو لکھا کہ اس برس گنے پر آفت
پڑ گئی ہو تم شکر مول لے لینا انھون نے بہت سی شکر مول لی اور فروخت کے وقت
تیس ہزار درم کا نفع ہوا جب گھر کو ہٹ کر آئے تو رات بھر سوچا کیے کہ مین نے تیس ہزار
کما لیے اور ایک مسلمان کی خیر خواہی کا خسارہ ہوا صبح کو اٹھ کر شکر کے بائع کے پاس جا کر
تیس ہزار اسکے حوالہ کیے اور فرمایا کہ یہ تمھارے ہین خدا تعالی تمکو انہین برکت کرے
اسنے سوال کیا کہ یہ میرے کسطرح ہوے فرمایا کہ مین نے تمسے اصل حال نہین
کہا تھا جس وقت مین نے شکر خریدی تھی اسوقت نرخ گران ہو گیا تھا اسنے کہا
کہ خیر اب تو آپ نے مجکو اطلاع کر دی مین نے یہ روپیہ آپکو حلال کیا اسوقت اسکو
گھر لے آئے اور رات بھر بیداری اور فکر مین رہے کہ مین نے اسکی خیر خواہی نہین کی
شاید اسنے شرما کر مجھے دے دیے ہون صبح کو تڑکے سے بائع کے پاس گئے اور فرمایا کہ
خدا تعالی تم سے درگذر کرے یہ اپنا مال مجھسے لے لو میرے دل کی خوشی اسی مین زیادہ ہو
اسنے وہ مال واپس لے لیا غرض کہ ان مناہی اور اخبار سے یہی معلوم ہوتا ہو کہ آدمی
کو جائز نہین کہ چیز والے کی غفلت یا کہ بائع سے نرخ کے گران ہونے کا حال اور مشتری سے

رح بخاری و مسلم

نرخ کی ارزانی کا حال چھپا رکھے اور اگر ایسا کریگا تو عدل اور مسلمانون کی خیر خواہی کا تارک ہوگا اور جب کسی چیز کو نفع پر بیچے تو چاہیے کہ وہ چیز جتنے مین پڑی ہو سچ سچ بیان کردے اور یہ بھی واجب ہی کہ عقد کے بعد جو کچھ اسمین عیب یا نقصان ہو گیا ہو اسکو بیان کردے اسی طرح اگر چیز ادھار لی ہو تو اسکا بھی ذکر چاہیے اور اگر اپنے دوست خواہ لڑکے سے خریدی ہو اور انکی مروت کے سبب سے کچھ زیادہ دام دیا ہو تو وہ مشتری سے کہدے کیونکہ مشتری کو تو یہی اعتماد ہی کہ اسنے جو چیز لی ہوگی خوب ٹھوک بجا کر لی ہوگی اور کوئی دقیقہ نہین چھوڑا ہوگا پس اگر کسی وجہ سے کوئی دقیقہ چھوٹ گیا ہو تو اسکی اطلاع مشتری کو کردینی چاہیے کہ وہ اسی کی ایمانداری پر اعتماد رکھتا ہے

چوتھی فصل معاملہ مین احسان کرنے کے بیان مین - واضح ہو کہ اللہ تعالی نے عدل اور احسان دونون کا حکم فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ اور عدل صرف نجات کا سبب ہے اور اسکا حال ایسا ہی جیسے تجارت مین سرمایے کا بچ رہنا اور احسان باعث سعادت اخروی کے حاصل ہونے کا ہی اسکو ایسا جاننا چاہیے جیسے تجارت مین نفع ہوتا ہی تو جو شخص دنیا کے معاملون مین صرف اصل قیمت پر اکتفا کرے اور نفع کا طالب نہو وہ عاقل نہین شمار ہوتا اسی طرح معاملات اخروی مین بھی صرف عدل پر اور ظلم کے ترک پر کفایت کرنی اور احسان سے سروکار نہ رکھنا دیانت کے مناسب نہین حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۔ اور فرمایا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ اور احسان سے ہماری غرض یہ ہی کہ آدمی وہ کام کرے جس سے اہل معاملہ کو نفع ہو اور وہ کام اسپر واجب نہو بلکہ صرف اپنی طرف سے سلوک کے طور پر ہو کیونکہ جو باتین کرنی واجب ہین وہ عدل اور ترک ظلم مین داخل ہین جنکا بیان ہم لکھ چکے اور احسان کا رتبہ چھہ باتون مین سے ایک کے بجالانے سے حاصل ہوتا ہی اول یہ کہ دوسرے کو اتنا نقصان نہ دے جو عادۃ نہ دیا جاتا ہو اور کچھ نقصان کی تو اجازت ہی اسلیے کہ بیع نفع کے لیے ہوتی ہی اور نفع بدون کسی قدر زیادہ لینے کے ممکن نہین تو اس زیادہ لینے مین لحاظ رکھنا چاہیے کہ عادت سے زیادہ نہو جاوے کیونکہ مشتری جو عادت سے زیادہ نفع دیگا تو دو حال سے خالی نہین یا اسکی طبیعت اس شی پر زیادہ راغب ہوگی یا اسکی حاجت زیادہ رکھتا ہوگا اس صورت مین

ف اللہ تعالی حکم کرتا ہے عدل اور احسان کا ۱۲
ف بھلائی کی جیسے بھلائی کی اللہ تعالی نے تجھ سے ۱۲
ف بیشک رحمت اللہ کی نزدیک ہے نیکی کرنے والون سے ۱۲

اگر بائع زیادہ نفع کے قبول کرنے سے باز رہیگا تو یہ امر اسکی طرف سے احسان ہوگا ورنہ
اگر شائبہ دغا نہو تو زیادہ نفع لے لینا ظلم نہین۔ اور بعض علما کی راے یہ ہی کہ قیمت کی
تہائی سے زائد اگر نفع لیگا تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ بعد معلوم ہونے کے چیز واپس کر دے
مگر ہماری یہ راے نہین بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ نفع کم کرکے لینا داخل احسان ہی۔ کہتے ہین
کہ یونس بن عبید کے پاس مختلف قیمت کے حلّے تھے کوئی چارسو کا کوئی دوسو کا اور
علی ہذا القیاس ہر قسم کے تھے وہ اٹھ کر نماز کو گئے اور اپنے بھتیجے کو دوکان پر چھوڑ گئے
ایک اعرابی آیا اور اُسنے ایک حلّہ چارسو کا مانگا اُنکے بھتیجے نے دوسو والے حلون مین سے
اُسکو دکھلایا اُسنے پسند کرکے بخوشی چارسو دے دیے اور اُسکو ہاتھ پر دھرے ہوے
جاتا تھا کہ رستہ مین یونس بن عبید سے ملے اور اپنا حلّہ پہچان لیا اور اعرابی سے پوچھا کہ
کتنے کو خریدا اُسنے کہا کہ چارسو کو فرمایا کہ دوسو سے زیادہ کا نہین چل کر پھیر دے اُسنے
کہا کہ یہ ہمارے شہر مین پانسو کا مال ہی اور مین نے اپنی خوشی سے اِسکو پسند کرکے
چارسو دیے ہین اُنھون نے فرمایا کہ پھر چل کہ دین مین خیر خواہی دنیا اور مافیہا سے
بہتر ہی چنانچہ اُسکو دکان پر ہٹا لے گئے اور دوسو درم اُسکو پھیر دیے اور اپنے
بھتیجے سے لڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ تجکو شرم نہ آئی اور خداے تعالی سے خوف
نہ کیا اتنا نفع لیتا ہی اور مسلمانون کی خیر خواہی کو چھوڑتا ہی اُسنے کہا کہ یہ تو خود اتنے پر
راضی ہوگیا تھا فرمایا کہ پھر تونے اُسکے لیے وہ امر کیون نہ پسند کیا جو اپنے نفس کے لیے
پسند کرتا۔ اور یہی بات اگر بھاؤ کو چھپا کر دغا سے ہوتی تو وہ از قسم ظلم تھی جس کا ذکر
گذر چکا اور حدیث مین ہی کہ غَبْنُ الْمُسْتَرْسِلِ حَرَامٌ یعنی جو شخص اپنے اوپر اعتماد
رکھے اُسکو دھوکا دینا حرام ہی اور زبیر بن عدی فرمایا کرتے کہ مین نے اٹھارہ صحابی
ایسے دیکھے ہین کہ اُنکو ایک درم کا گوشت بھی اچھی طرح خریدنا نہ آتا تھا تو ایسے بھولے
لوگون کو نقصان دینا اور اُنکے ساتھ دھوکا کرنا ظلم ہی اور بدون دھوکا دینے کے
ترک احسان ہی اور زیادہ نفع لینے مین کسی قسم کا دھوکا یا وقت کے بھاؤ کا چھپانا کم
ہو کرتا ہی بلکہ احسان کی صورت یہ ہی جو سری سقطی رح سے مروی ہی کہ اُنھون نے
ایک بورہ بادامون کا ساٹھ دینار کو لیا اور اپنے روزنامچہ مین اُسکا نفع تین دینار
لکھ لیے یعنی دس دینار پر آدھا دینار نفع کا لگا لیا پھر بادامون کا بھاؤ چڑھ گیا

رح
نقصان دینا
جس شخص نے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ضعیف اور
بیہقی بروایت
جابر بسند جید
مگر اسمین
حرام کی جگہ
[illegible] ۱۲

اور ایک بورہ نوے دینار کو بکنے لگا آپ کے پاس ایک دلال آیا اور بادام کا بورہ طلب کیا فرمایا کہ لے لو اُسنے پوچھا کہ کتنے کو آپ نے فرمایا کہ ترسٹھ دینار کو دلال بھی نیک بخت تھا اُسنے کہا کہ بھاؤ اب نوے کا ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے جو عہد کیا ہو اُس سے زیادہ نہ لونگا مین تو ترسٹھ ہی کو فروخت کرونگا دلال نے کہا کہ مین نے بھی خدا سے تعالیٰ سے عہد کیا ہو کہ کسی مسلمان کو نقصان ندونگا مین نوے ہی کو لونگا راوی کہتا ہو کہ نہ سری سے نے نوے کو بیچا اور نہ دلال نے ترسٹھ کو مول لیا تو یہ امر دونون طرف سے احسان تھا کہ حقیقت حال جانتے تھے۔ اور کہتے ہین کہ محمد بن منکدر کے پاس چنے تھے کچھ پانچ روپیہ کے مول کے اور کچھ دس کے انکے غلام نے انکی غیبت مین پانچ کا چغہ دس کو بیچدیا جب انکو معلوم ہوا تو تمام دن مشتری کو ڈھونڈھتے پھرے آخر اُس سے ملاقات ہوئی فرمایا کہ غلام نے غلطی سے پانچ کی چیز دس کو بیچ ڈالی اُسنے کہا کہ کچھ مضائقہ نہین مین راضی ہون آپ نے فرمایا کہ تم تو راضی ہو مگر ہم تمھارے لیے وہی بات پسند کرتے ہین جو اپنے لیے کرتے ہین تم تین باتون مین سے ایک کر دیا تو دس والا چغہ لے لو یا پانچ روپیہ اپنے واپس کر لو یا ہماری چیز ہمکو دے دو اور اپنے دام پھیر لو اُسنے کہا کہ مجکو پانچ روپیہ پھیر دو آپ نے پانچ ہٹا دیے وہ مشتری اُنکو لیکر چلا اور لوگون سے پوچھنے لگا کہ یہ کون شخص ہین کسی نے کہا کہ محمد بن المنکدر ہین اُسنے کہا لا الٰہ الا اللہ انھین کی بدولت قحط سالی مین ہم پر بارش ہوتی ہی۔ غرض کہ احسان اسی کا نام ہی کہ جس جگہ مین جس چیز پر جتنا نفع لینے کی عادت ہو مثلاً دس پر ایک روپیہ خواہ کم و بیش اُس سے زیادہ نفع نہ لیوے اور جو شخص تھوڑے سے نفع پر قناعت کرتا ہی اُسکے معاملات بہت ہوتے ہین اور کثرت معاملات سے اُسکو فائدہ بھی بہت ہوتا ہی اور اسی وجہ سے برکت معلوم ہوتی ہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کوفہ کے بازار مین درہ لیے پھرا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اے سوداگرو اپنا حق لو اور دوسرون کا حق دو اس سے تم بچے رہوگے اور تھوڑے نفع کو مت پھیر دو ورنہ بہت سے محروم رہوگے۔ اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی دولت بڑھنے کا کیا سبب ہی فرمایا کہ تین باتین ہین اول یہ کہ نفع کو مین نے کبھی نہین پھیرا یعنی تھوڑا سا نفع بھی ملا تو چیز بیچ دی دوم یہ کہ جب مجھسے جانور کسی نے مانگا مین نے اُسکے بیچنے مین تامل نہین کیا

سوم یہ کہ کبھی آدھا نہین بیچا اور کہتے ہین کہ آپ نے ایکبار ہزار اونٹنیان بیچین اور انہین صرف انکی رسیان نفع مین بیچ رہین ہر ایک رسی کو ایک ایک درم مین بیچ دیا تو ہزار درم فائدہ ہوا اور ہزار اُس روز کی خوراک مین سے بچ رہے اسطرح دو ہزار مل گئے -

دوم اپنے آپ کسر اُٹھانی یعنی اگر مشتری کسی ضعیف یا مفلس سے کوئی چیز خریدکرے تو اسکا مضائقہ نہین کہ خود کچھ نقصان اُٹھا دے اور تسامح کر جاوے کہ اس وجہ سے اُس بیچارہ پر احسان ہوگا اور مشتری اس حدیث کے مضمون کا مصداق ہو جاویگا رَحِمَ اللّٰهُ سَهْلَ الْبَيْعِ سَهْلَ الشِّرَاءِ ہان جس صورت مین کسی ملدار سے خرید کرے جو نفع اپنی حاجت سے زیادہ لیتا ہو تو اُسکے ساتھ درگذر کرنا اچھا نہین بلکہ مال کا کھونا ہی بدون ثواب کے اور بدون اس بات کے کہ کوئی اُسکو اچھا کہے چنانچہ ایک حدیث شریف مین جو بطریق اہل بیت علیہم السلام مروی ہے وارد ہے اَلْمَغْبُوْنُ فِي الشِّرَاءِ لَا مَحْمُوْدٌ وَّلَا مَاجُوْرٌ اور ایاس بن معاویہ بن قرہ جو بصرہ کے قاضی اور تابعین مین سے بڑے ہوشیار تھے فرمایا کرتے تھے کہ نہ تو مین مکار ہون اور نہ کوئی مکار مجھے گھٹی دے سکتا ہے اور ابن سیرین کو بھی کوئی جُل نہین دے سکتا مگر حسن بصری اور میرے باپ دمون مین آجاتے ہین اور کسر کھا بیٹھتے ہین - اور کمال یہ ہے کہ نہ خود دوسرے کو گھٹی دے نہ دوسرے سے گھٹی کھاوے جیسے بعضون نے حضرت عمر رض کی تعریف مین کہا ہے کہ آپ کا کرم اس بات کا مقتضی نہ تھا کہ دوسرے کو فریب دین اور نہ عقل اس بات کی مقتضی کہ دوسرے سے فریب کھا دین - اور حضرات حسنین علیہما السلام اور دوسرے سلف کے اچھے لوگ خریدنے کے وقت خوب مبالغہ کرتے اور ذرا سی چیز کے لیے بہت سا جھگڑتے مگر دینے کے وقت بہت سا مال دے ڈالتے کسی نے انکی خدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ خریدنے مین آپ اتنا مبالغہ ادنی چیزون مین کرتے ہین اور دینے کے وقت بہت کچھ بے تامل دے ڈالتے ہین فرمایا کہ دینے والا اپنی فضیلت دیتا ہے جس قدر دیگا اُسی قدر اُسکی فضیلت معلوم ہوگی اور بیع مین گھٹی کھانے والا اپنی عقل کم کرتا ہے یعنی گھٹی کھانا عقل کا خلل ہے - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین اپنی عقل اور بصیرت کو جُل دیتا ہون مگر یہ نہین کرتا کہ دوسرا کوئی میری عقل کو گھٹی دے دے یعنی جب مین یہ کرتا ہون تو خدا تعالی کے لیے دیتا ہون اور اُس سے کچھ زیادہ نہین درخواست کرتا - سوم ثمن اور تمام

قرضون کے وصول کرنے مین احسان تین طرح سے ہوسکتا ہی اول کسی قدر چھوڑ دینے سے دوسرے کچھ مدت اور مہلت کے بعد وصول کرنے سے سوم کھرے دامون کے لینے مین سہولت برتنے سے اور یہ تینون باتین مستحب ہین اور انپر ترغیب شرعاً وارد ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح۱ رَحِمَ اللّٰہُ سَھْلَ الْبَیْعِ سَھْلَ الشِّرَاءِ سَھْلَ الْقَضَاءِ سَھْلَ الْاِقْتِضَاءِ تو آدمی کو چاہیے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مین داخل ہوجانے کو غنیمت جانے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ح۲ اِسْمَحْ یُسْمَحْ لَکَ اور فرمایا ح۳ مَنْ اَنْظَرَ مُعْسِرًا اَوْتَرَکَ لَهٗ حَاسَبَهُ اللّٰہُ حِسَابًا یَّسِیْرًا اور ایک روایت مین یہ ہی ح۴ اَظَلَّهُ اللّٰہُ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ذکر فرمایا ح۵ کہ وہ گناہگار تھا اُسکا حساب ہوا تو کوئی نیکی نہ پائی گئی اُس سے پوچھا گیا کہ تو نے کبھی کوئی نیکی کی ہی اُسنے عرض کیا کہ کبھی نہین لیکن ایک بات یہ ہی کہ مین لوگون کو قرض دیا کرتا تھا اور اپنے نوکرون سے کہدیتا تھا کہ تونگرون سے چشم پوشی کروا ور مفلسون کو مہلت دو اور ایک روایت یون ہی کہ مفلسون سے درگذر کرو اللہ تعالی نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ تیری نسبت کرہم ان باتون کے زیادہ لائق ہین پس اُس سے درگذر کی اور اُسکو بخش دیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین ح۶ کہ جو شخص قرض دے کسی مدت تک تو اُسکو اُس میعاد تک ہر روز خیرات کا ثواب ہوگا اور جب میعاد گذر جاوے اور وہ شخص پھر مدیون کو مہلت دیدے تو اُسکو ہر روز قرض کی برابر خیرات کرنے کا ثواب ہوگا۔ اور بعض اکابر اسی حدیث کے مضمون کی جہت سے یہ بات اچھی نہ جانتے تھے کہ مدیون اُنکا قرض ادا کردے اسلیے کہ جب تک قرض ذمہ پر رہیگا تو دینے والے کو وتنا ہی روپیہ ہر روز خیرات کرنے کا ثواب ملتا رہیگا۔ اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا ح۷ کہ مین نے جنت کے دروازہ پر لکھا دیکھا ہی کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہی اور قرض کا اٹھارہ گنا اسکی وجہ بعضون نے یہ بیان کی ہی کہ صدقہ محتاج اور غیر محتاج دونون کے ہاتھ مین پڑتا ہی اور قرض مانگنے کی ذلت بجز محتاج کے اور کوئی برداشت نہین کریگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا ح۸ کہ اپنا قرض دوسرے سے لینے کے لیے اُسکے پیچھے پڑا ہی تو اپنے دست مبارک سے قرضخواہ کو اشارہ کیا کہ آدھا چھوڑ دے اُسنے

ح ۱ فصل سوم مین گذری مع ترجمہ ۱۲
ح ۲ درگذر کر کہ تجھ سے بھی درگذر کی جاوے ۱۲ طبرانی بروایت ابن عباس ۱۲
ح ۳ جو شخص تنگدست کو مہلت دیوے یا اُسکو قرض چھوڑ دے تو اللہ اُس سے تھوڑا اور آسانی سے حساب کریگا ۱۲
ح ۴ اسکو اللہ تعالی اپنے عرش کے سایہ مین رکھیگا جس دن اُسکے سایہ کے سوا اور سایہ نہ ہوگا

ویسا ہی کیا پھر آپ نے قرضدار کو فرمایا کہ اب جا اور اسکو ادا کردے۔ اور جو شخص کہ مشتری
کے ہاتھ کوئی چیز بیچے اور اسکے دام اُس وقت نہ لیوے اور نہ اُسپر تقاضا کرے تو وہ بھی
ایسا ہی ہے جیسے قرض دینے والا ہوتا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رح نے
ایک خچر چارسو درم کو بیچا جب مشتری کے ذمہ پر ثمن واجب ہوگیا تو اُسنے عرض کیا کہ
اے ابو سعید کچھ رعایت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ مین نے سو درم تجھکو چھوڑ دیے اُسنے
عرض کیا کہ آپ اب کچھ احسان کرین فرمایا کہ سو درم مین نے اور تجھکو معاف کیے غرض کہ
دو سو درم باقی کے اُس سے لے لیے کسی نے عرض کیا کہ یہ تو نصف ثمن رہ گیا فرمایا کہ
احسان ہو تو اسی طرح ہونا چاہیے نہیں تو نہین۔ اور ایک خبر مین یون وارد ہے کہ اپنا
حق پورا ہو یا نہو عفت کے ساتھ لو کہ خداے تعالی تمسے محاسبہ سہولت سے لیگا۔
چہارم قرض کے ادا کرنے مین احسان کی صورت یہ ہے کہ حقدار کا حق اُسکے پاس
پہونچا دے یہ نہو کہ اُسکو تقاضا کے لیے تکلیف کرنی پڑے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین خَيْرُكُمْ أَحْسَنُكُمْ قَضَاءً یعنی تم مین بہتر وہ ہے جو ادا اچھی طرح کرے
اور جب قرض ادا کرنے کا مقدور ہو جاوے تو چاہیے کہ جلدی کرے گو وقت سے پیشتر ہو
اور جس طرح کا دینا شرط ہوا ہو اُس سے بہت عمدہ دیوے اور اگر ادا سے عاجز ہو تو
نیت یہی رہے کہ جب میرے پاس ہوگا اُسی وقت ادا کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین کہ جو شخص قرض لے اور اُسکی نیت مین یہ ہو کہ جس وقت پاؤنگا ادا کرونگا تو
اللہ تعالی اُسپر فرشتے مقرر کر دیتا ہے کہ اُسکی حفاظت کرین اور اُسکے لیے دعا مانگین
یہان تک کہ وہ قرض ادا کر چکے۔ اور کچھ لوگ سلف کے بدون ضرورت بھی اس حدیث
کے مضمون سے واقف ہو کر قرض لیا کرتے تھے۔ اور جب کوئی حقدار گفتگو سخت کرے
تو اُسکو برداشت کرنا چاہیے اور اُسکے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیے کہ اسمین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا ہے چنانچہ مروی ہے کہ ایک بار ایک قرض خواہ میعاد
گذرنے پر آپ کی خدمت مین آیا اور جب تک اُسکے قرض کے ادا کی نوبت نہ پہونچی تھی
اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین الفاظ سخت کہنے شروع کیے صحابہ نے
اُسکو تنبیہ کرنا چاہا آپ نے فرمایا کہ جانے دو حق والا کہا ہی کرتا ہے۔ اور جب قرض خواہ
اور قرضدار مین گفتگو آپڑے تو تیسرے شخص کو چاہیے کہ قرضدار کی طرفداری کرے

کرے اسلیے کہ قرض دینے والا جو قرض دیتا ہی تو جو روپیہ اُسکی حاجت سے زائد ہوتا ہی وہ دیتا ہی اور قرض دار اپنی حاجت کے لیے قرض لیتا ہی اسلیے حاجتمند کی رعایت مناسب ہی اسی طرح بائع و مشتری کے تصفیہ مین مشتری کی جانب زیادہ ملحوظ رہنی چاہیے کیونکہ بائع بیع سے بے غرض ہوکر اُسکو فروخت کرتا ہی اور مشتری کو اُسکی حاجت ہی ہان جس صورت مین کہ قرض دار حد سے تجاوز کرے تو اس صورت مین اُسکی اعانت ایسی طرح کرنی چاہیے کہ وہ تعدی سے باز آوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا یعنی مدد کر اپنے بھائی کی خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم کسی نے عرض کیا کہ ظالم ہونے کی صورت مین اُسکی مدد کیسے کرین فرمایا کہ اُسکو ظلم سے منع کرنا ہی اُسکی مدد ہی **پنجم** یہ کہ جو شخص بیع کو پھیرنا چاہے تو اُسکو منظور کرے اسلیے کہ پھیریگا وہی شخص جو بیع سے نادم ہوگا اور اپنے حق مین اُسکو مضر سمجھیگا تو آدمی کو نہ چاہیے کہ اپنے واسطے ایسی بات پسند کرے جو اپنے بھائی کے ضرر کا باعث ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ اَقَالَ نَادِمًا صَفْقَتَهٗ اَقَالَ اللّٰهُ عَثْرَتَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یا اور لفظون سے آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہی **ششم** یہ کہ اُدھار دے تو فقیرون کو دے اور معاملہ کرنے کے وقت نیت کرے کہ اگر اُنکو دسترس نہوگی تو اُنسے مطالبہ نکرونگا چنانچہ سلف کے نیک بندون تجارت پیشون کے یہان دو بہیان رہتی تھین ایک کا عنوان کچھ نہوتا تھا اور اُسمین ایسے لوگون کے نام لکھے رہتے تھے جو گمنام ضعیف اور فقیر ہوتے تھے یعنی جس وقت کوئی فقیر اُنکی دکان پر آیا اور غلہ یا میوہ کو اُسکا دل راغب ہوا اور اُسنے کہا کہ مثلاً مجکو اڑھائی سیر کی اسمین سے ضرورت ہی مگر میرے پاس دام نہین تو وہ بزرگ کہہ دیتے کہ لے جاو اور جب تمھارے پاس ہو تب دام دے جانا اور اُسکا نام اُس بہی مین لکھ دیتے اور سلف مین ایسے تاجرون کو بھی نیک نہ جانتے تھے بلکہ نیک اُسکو تصور کرتے تھے کہ فقیر کا نام ہی دفتر مین نہ لکھے اور نہ اُسکے ذمہ دام قرض کرے بلکہ یون کہے جتنا تجکو درکار ہی لے جا اگر تیرے پاس ہوجاوے تو دام دے دینا ورنہ یہ چیز تجکو حلال کردی غرض کہ اگلے لوگون کی تجارت کے طریق یہ تھے وہ سب اب مٹ گئے جو انپر اسوقت مین قائم ہو گویا وہ اُس طریق کو زندہ کریگا - الجملہ تجارت مردون کے حق مین ایک کسوٹی ہی کہ اُس سے اُنکا دین اور تقوی آزمایا جاتا ہی اور اسی لیے کسی نے

ف بخاری و مسلم بروایت انس رض

ف جو شخص نادم سے معاملہ اقالہ کریگا ...

ایک قطعہ کہا ہے جسکا مضمون یہ ہے قطعہ

گو آدمی کے جامہ مین پیوند ہو لگا	ماتھے پہ اوسکے گھٹا ہو اور ساق پر ازار
اِن باتون سے فریب مین اوسکے نا آیو	جب تک کہ مال سے نکرو اوسکا اختبار

اور اسی لیے کہا کرتے ہین کہ جب حالت اقامت مین آدمی کے ہمسایہ اوسکی ثنا کرین اور سفر مین اوسکے رفیق مدح خوان ہون اور بازارون مین اہل معاملہ اوس سے راضی ہین اور اچھا کہین تو اوسکی نیکبختی مین کچھ شک کرنا چاہیے اور حضرت عمر رض کے سامنے ایک گواہ آیا آپ نے اوسکو ارشاد فرمایا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لا جو تجکو پہچانتا ہو وہ ایک شخص کو بلا لایا اوسنے آکر اوسکی تعریف کی آپ نے اوس سے سوال کیا کہ تو کیا اسکے قریب رہتا ہے کہ اسکو آتے جاتے دیکھتا ہو اوسنے عرض کیا کہ یہ تو نہین ہوا پھر پوچھا کہ تو کسی سفر مین اسکے ساتھ رہا ہے کہ سفر مین مکارم اخلاق معلوم ہو جایا کرتے ہین اوسنے عرض کیا کہ یہ بھی نہین ہوا پھر آپ نے سوال کیا کہ تو نے اس سے کبھی روپیہ اشرفی کا معاملہ کیا ہے جس سے آدمی کی پرہیزگاری معلوم ہوا کرتی ہے اوسنے کہا کہ یہ بھی نہین ہوا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے اسکو مسجد مین کھڑا دیکھا ہے کہ قران کو آواز بنا کر پڑھتا ہوگا اور اپنا سر کبھی نیچے کرتا ہوگا کبھی اوپر اوسنے عرض کیا کہ بیشک یون ہی ہوا ہے آپنے فرمایا کہ تو جا اسکو تو نہین پہچانتا اور اوس گواہ سے فرمایا کہ تو جا کر دوسرے شخص کو لا جو تجکو پہچانتا ہو غرض کہ پہچاننے کی صورتین یہی تین باتین ہوا کرتی ہین

پانچوین فصل اس بات کے بیان مین کہ جو باتین خاص تاجر کے لیے ہین اور اوسکی آخرت مین کار آمد ہین اون مین اوسکو اپنے دین کا خوف کرنا چاہیے یعنی ہر ایک امر مین دین کا لحاظ رکھنا چاہیے تاجر کو نہ چاہیے کہ معاش مین پڑ کر معاد سے غافل ہو جاوے اور اپنی عمر اس وجہ سے برباد کرے اور تجارت مین گھٹی اوٹھاوے اور یہ آخرت کی گھٹی ایسی نہین کہ نفع دنیاوی سے پوری ہو سکے تو ایسے معاملات کرنے سے اون لوگون سے ہو جاویگا کہ آخرت کو بیچ کر دنیا کی زندگی خریدین بلکہ عاقل آدمی کو چاہیے کہ اپنے نفس پر ترس کھاوے اور ترس کھانے کی صورت یہ ہے کہ راس المال بچاوے اور آدمی کا راس المال اوسکا دین ہے جسکی تجارت کرتا ہے کسی بزرگ کا قول ہے کہ عاقل کے لیے سب سے زیادہ

شایان وہ چیز ہے جسکی حاجت اوسکو سردست سب سے زیادہ ہو اور جس چیز کی حاجت سب سے زیادہ بالفعل ہے وہ یہ ہے کہ آگے کو اوسکا انجام بہتر ہو۔ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت مین ارشاد فرمایا ہے کہ دنیا مین کوئی حصہ تیرا ضروری ہے مگر تجکو اپنی آخرت کے حصہ کی زیادہ حاجت ہے تو شروع اوسی سے کر اور اول آخرت کا حصہ لے کہ دنیا کا حصہ تو وصول ہی ہو گا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا اس سے یہ غرض ہے کہ دنیا مین سے اپنے آخرت کے حصہ کو مت بھولنا کہ دنیا مزرعہ آخرت ہے اور حسنات اوسی سے حاصل ہوتی ہین۔ اب معلوم کرنا چاہیئے کہ تاجر کو اپنے دین کا خیال رکھنا سات باتون کی رعایت سے پورا ہوتا ہے اول ابتداء تجارت مین نیت اور عقیدہ کو درست رکھنا کہ تجارت سے یہ نیت کرے کہ سوال کی ضرورت نہ پڑے اور لوگون کا دست نگر نہو بلکہ حلال کی کمائی سے اون سے غنی ہو جاوے اور اپنے مال سے اپنے دین پر مدد لیوے اور اہل و عیال کے حقوق ادا کرے تاکہ مال سے جہاد کرنے والون کے زمرہ مین داخل ہو اور چاہیئے کہ سب مسلمانون کی خیر خواہی کی نیت کرے اور دوسرون کے لیے وہی بات پسند کرے جو اپنے لیے چاہتا ہو۔ اور یہ نیت کرے کہ اپنے معاملہ مین عدل اور احسان کے طریق کی پیروی کرونگا جس صورت سے کہ ہمنے پیشتر ذکر کیا۔ اور یہ نیت کرے کہ بازار مین جو چیز دیکھونگا اوس مین اچھی بات کے حکم کرنے اور بری بات سے منع کرنے مین درگذر نکرونگا۔ جب اس طرح کے عقائد اور نیتین دل مین رکھیگا تو طریق آخرت کا عامل ہو گا اگر اس صورت مین کچھ مال ملجاویگا تو نفع ہے اور اگر دنیا کا کچھ نقصان ہو گا تو آخرت مین فائدہ اوٹھائیگا۔ دوم یہ کہ اپنی صنعت یا تجارت مین رہنے سے یہ قصد کرے کہ ایک فرض کفایہ ادا کرتا ہون کیونکہ اگر صنعتین اور تجارتین بالکل چھوڑ دیجاوین تو معاش کے کارخانے جاتے رہین اور اکثر لوگ تباہ ہو جاوین کہ سب کا انتظام سب کی معاونت سے ہو رہا ہے اور اس سے کہ ایک ایک فریق ایک ایک کام کا ذمہ دار ہے اگر سب کے سب ایک ہی صنعت کرنے لگین تو اور صنعتین چھوٹ جائین اور سبکے سب ہلاک ہو جائین اور بعض شخصون نے حدیث شریف اِخْتِلَافُ اُمَّتِيْ رَحْمَةٌ کو اسی بات پر حمل کیا ہے کہ اختلاف سے غرض جدا جدا صنعتون اور حرفون کے قصد کرنے سے ہے۔ پھر صنعتون مین بعض تو نہایت کار آمد

درست اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے ۱۲

ع میری امت کا اختلاف رحمت ہے اسکی سند باب العلم مین گذر چکی ۱۲

اور بعض ضروری نہین کہ انجام کو آرام طلبی اور زینت دنیاوی اونسے ہوتی ہے تو آدمی کو
چاہیے کہ ایسی صنعت اختیار کرے جس سے مسلمانون کا فائدہ ہو اور دین مین ضروری
اور جو پیشے کہ ظاہری زینت کی ہین اونسے احتراز کرے مثلاً نقش ونگار کرنا اور سادہ کاری
اور زرگری اور چونہ سے استرکاری وغیرہ اس قسم کی چیزون کو دینداروں نے مکروہ سمجھا ہے
اور لہو کی چیزین اور آلات جنکا استعمال حرام ہے اونکے بنانے سے اجتناب کرنا ترک
ظلم مین داخل ہے اور اونھین چیزون مین یہ بھی ہے کہ ریشم کی قبا مردون کے لیے سیوے
یا سونا سونے کی انگوٹھی وغیرہ مردون کے لیے بنا دے کہ یہ سب گناہ ہین اور انپر
مزدوری حرام ہے اور اسی وجہ سے ہم ایسے زیورون پر زکوۃ واجب کہتے ہین گو زیور خود
ہمارے نزدیک زکوۃ واجب نہین کیونکہ جب وہ مردون کے لیے مقصود ہوئے تو حرام
ٹھہرے اور جب تک عورتون کے لیے اونکے بنانے کی نیت نہو گی تب تک وہ زیور مباح
نہونگے غرضکہ زیورون کا حکم نیت سے ہوتا ہے اگر مردون کے لیے ہونگے تو حرام اور
موجب زکوۃ ہین اور عورتون کے لیے ہونے سے مباح ہونگے۔ اور یہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہین
کہ غلہ کا بیچنا اور کفن بیچنا مکروہ ہے اسلیے کہ کفن فروش کو لوگون کے مرنے کی تاک رہتی ہے
اور غلہ فروش کو نرخ کے گران ہونیکی۔ اور قصائی کا پیشہ مکروہ ہے اس نظر کہ دل کی
سختی کا موجب ہو اور پچھنے لگانا اور پاخانہ کمانا مکروہ ہے کہ ان دونون پیشون مین نجاست
کا اختلاط اکثر رہتا ہے اور یہی حال چمڑے پکانے کا ہے یا جو ایسا ہی کام ہو۔ اور حضرت
ابن سیرین رح نے دلالی کو مکروہ فرمایا ہے اور قتادہ رض نے دلال کی اجرت کو مکروہ
سمجھا ہے اور غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ دلال جھوٹ بولنے اور اسباب کی تعریف مین
مبالغہ کرنے کی پروا کم کیا کرتا ہے اوسکو غرض مال کی نکاسی سے ہوتی ہے اور ایک
وجہ یہ ہے کہ اس پیشہ مین کام معین نہین ہوتا کبھی کم ہوتا ہے کبھی زیادہ اور اجرت میں
کام کی مقدار پر لحاظ نہین ہوتا بلکہ مال کی قیمت دیکھی جاتی ہے اور روپیہ پیچھے کچھ اجرت
قرار پاتی ہے عادت اسی طرح ہو رہی ہے حالانکہ یہ ظلم ہے اجرت اسطرح ہونی چاہیے
کہ مقدار محنت دلال کے اعتبار سے ہو۔ اور بعض لوگون نے تجارت کے لیے جاندار
کے خریدنے کو مکروہ کہا ہے اس نظر سے کہ مشتری کو حکم الٰہی برا معلوم ہوتا ہے یعنی
جانور کا مرجانا جو حکم خدا سے ہوتا ہے اوسکو اچھا نہین معلوم ہوتا اور کہتے ہین کہ

کہ جانداروں کو فروخت کرے اور بے جان کی چیزیں مول لے - اور منجملہ مکروہ چیزوں کے
صرافی ہے اسلیے کہ اوس مین سود کے دقائق سے بچنا دشوار ہے اور نیز اون چیزون مین
دقیق صفتین تلاش کرنی پڑتی ہین جنکی ذات مقصود نہین صرف رواج مقصود ہے
علاوہ ازین صراف کو نفع ایسی ہی صورت مین ہوتا ہے کہ جان لیتا ہے کہ دوسرا شخص
نقد کے دقائق سے واقف نہین غرضکہ انھین باتون کے لحاظ سے صرّاون کو احتیاط
کرے مگر اوسکا سلامت رہنا کم ہے - اور صرّاف وغیرہ کو ثابت روپئے اور اشرفیان
گلا ڈالنی مکروہ ہین ہان اگر اون کے اچھے ہونے مین شک ہو یا کوئی اور ضرورت ہو
تو مضائقہ نہین - حضرت امام احمد رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے
اصحاب رض سے اس باب مین ممانعت آگئی ہے اور مین بھی ثابت سکہ کو توڑنا مکروہ جانتا ہون
اگر گلانا ہی ہو تو چاہیے کہ سکہ کے عوض سونا یا چاندی خرید کر گلا دے - اور کپڑے کی
تجارت کو مستحب کہتے ہین حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ اگر کپڑے کی سوداگری
مین قسمین نہون تو میرے نزدیک اس سے زیادہ کوئی اور پسندیدہ نہین - اور مروی ہے
کہ تمھاری تجارتون مین سے بہتر کپڑا ہے اور پیشون مین سے اچھا موزہ کا سینا ہے اور
ایک اور حدیث مین ہے کہ اگر جنت والے تجارت کرتے تو کپڑے کی کرتے اور اگر دوزخ
والے تجارت کرتے تو بیع صرف یعنی نقدین کی کرتے - اور سلف کی نیک بختون کے اکثر
اعمال دس صنعتین تھین موزہ دوزی اور تجارت اور پلہ داری اور کپڑا سینا اور جوتا بنانا اور
کپڑا دھونا اور آہنگری اور سوت کاتنا اور خشکی اور تری کا شکار کرنا اور کتابت - عبد الوہاب کاتب
کہتے ہین کہ مجھسے امام احمد رح نے پوچھا کہ تم کیا کام کرتے ہو مین نے کہا کہ کتابت آپنے
فرمایا کہ عمدہ پیشہ ہے اگر مین بھی اپنے ہاتھ سے کام کرتا تو تمھارا ہی پیشہ کیا کرتا پھر فرمایا کہ
جب لکھو تو ایسا لکھو کہ نہ بہت درا ور دہ ہو اور نہ بہت واضح اور حاشیے چھوڑ دیا کرو اور
اجزا کی پشت پر کچھ مت لکھا کرو - اور چار پیشہ ور ایسے ہین کہ لوگون مین کم عقل مشہور ہین
اول جولاہے دوم دھنیے سوم کاتنے والے چہارم میانجی - اور غالبًا اسکی وجہ یہ ہے
کہ ان پیشہ والون کا میل عورتون اور لڑکون سے زیادہ رہتا ہے اور یہ قاعدہ ہے
کہ کم عقلون کی اختلاط سے عقل ضعیف ہو جاتی ہے جیسے عقیلون کے پاس بیٹھنے سے
عقل بڑھجاتی ہے اور حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ حضرت مریم ع حضرت عیسی ع کو

ح ابو داود ترمذی و ابن ماجہ حاکم بروایت عمرو بن عبد اللہ عن ابیہ

ح جابر فردوس في اسکو قول حضرت علی م تقویم کا لکھا ہوا

ح ابو منصور ... ...

ڈھونڈنے جاتی تھین اُنکا گذر جولاہون پر ہوا اور اُنسے رستہ پوچھا انھون نے جو رستہ نہ تھا وہ بتا دیا تو آپ نے اُنکو بد دعا دی کہ الٰہی اِنکے پیشہ مین سے برکت دور کر اور ایسا کر کہ یہ مفلس مرین اور لوگون کی آنکھون مین اُنکو حقیر کریں اُنکی دعا قبول ہوگئی اور اکابر سلف نے ایسی چیزون پر اجرت لینے کو مکروہ فرمایا ہی جو قسم عبادت سے ہون یا فرض کفایہ مثلاً مُردون کا نہلانا اور اُنکو دفن کرنا اور اذان اور نماز تراویح وغیرہ اگرچہ ان امور کے لیے نوکر رکھنا صحیح ہی اور یہی حال قرآن پڑھانے اور علم شرع سکھانے کا ہی کہ یہ اعمال اس بات کے سزاوار ہین کہ اِنسے آخرت کی تجارت کی جاوے اور اگر اِنپر اجرت لی جاویگی تو دنیا کے بدلے مین آخرت کا دے ڈالنا ہوگا جو اچھی بات نہین۔ سوم یہ کہ دنیا کا بازار آدمی کو آخرت کے بازار کا مانع نہو آخرت کے بازار اللہ تعالیٰ کی مسجدین ہین جنکے حق مین وہ خود فرماتا ہی فِي بُيُوتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ تو یون چاہیے کہ دن کے اول وقت کو بازار کے وقت ہونے تک اپنی آخرت کے لیے کر دے یعنی اُس وقت مسجد مین بیٹھکر وظائف کا ورد کرے حضرت عمر رضہ تاجرون کو فرمایا کرتے تھے کہ دن کا شروع اپنی آخرت کے لیے کر دو اور اُسکے بعد کا وقت دنیا کے لیے رہنے دو۔ اور سلف کے نیک بندے دن کا اول و آخر آخرت کے لیے رکھتے تھے اور بیچ کا وقت سوداگری کے لیے چنانچہ صبح کو سر لیسہ اور نہاری اور سریان بکرے کی لڑکے اور ذمی بیچا کرتے تھے کیونکہ دوکاندار تو جب تک مسجدون مین رہا کرتے تھے۔ اور ایک حدیث مین وارد ہی کہ فرشتے جس وقت بندہ کا نامہ اعمال لے کر اوپر جاتے ہین اور اُسمین اول اور آخر روز مین ذکر اللہ اور نیکی ہوتی ہی تو اللہ تعالیٰ بیچ کے وقت کی برائیان دور فرماتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ رات اور دن کے فرشتے فجر کے اور عصر کے وقت حضور خداوندی مین جمع ہوتے ہین اُس وقت اللہ تعالیٰ اُنسے سوال فرماتا ہی حالانکہ اُسکو بندون کا سب کچھ حال معلوم ہی کہ تمنے میرے بندون کو کس حال مین چھوڑا تو وہ عرض کرتے ہین کہ ہم نے اُنکو نماز پڑھتے چھوڑا اور جب اُنکے پاس گئے تو نماز پڑھتے پایا پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اُنکو بخش دیا پھر آدمی جس وقت دن کے

ن: [illegible] کہ ذرے سے اور نماز عصر [illegible] ع ۳ ح ابو یعلی بروایت انس بسند ضعیف ۔ صح بخاری ومسلم بروایت ابی ہریرہ باختلاف الفاظ

درمیانی حصہ مین ظہر یا عصر کی اذان سنے تو چاہیے کہ کسی کام کی رغبت نہ کرے اور اپنی جگہ سے مسجد کی طرف کو حرکت کرے اور جو کام کرتا ہو اُسکو ترک کر دے کیونکہ اگر تکبیر اولے جماعت کی امام کے ساتھ اول وقت مین نہ ملیگی تو دنیا ومافیہا سے بھی اُسکا تدارک نہوگا تکبیر اولی کے سامنے یہ سب ہیچ ہے اور اگر جماعت مین حاضر نہوگا تو بعض علما کے نزدیک گناہگار ٹھہریگا اور اکابر سلف کا دستور یہ تھا کہ اذان ہوتے ہی مسجد کو دوڑتے تھے اور بازارین صرف لڑکون اور اہل ذمہ کو چھوڑ جاتے تھے اور اُنکو اوقات نماز مین دکان کی حفاظت پر کچھ اجرت دیا کرتے تھے اسی سے اُنکی گذر تھی اور رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ کی تفسیر مین یون آیا ہی کہ یہ لوگ لوہار اور سوت بید ھنے والے تھے انہین سے اگر کوئی اذان سنتا تو اگر ہتوڑا چوٹ کے لیے اٹھائے ہوتا یا برما بید ھنے کے لیے ہوتا تو ویسے ہی بدون چوٹ اور سوراخ کے ہاتھ سے ڈال دیتا تھا اور نماز کے لیے کھڑا ہوجاتا تھا۔ چہارم یہ کہ اسی پر کفایت نہ کرے بلکہ بازارین ہر وقت اللہ پاک کی یاد کرے اور تہلیل اور تسبیح مین مشغول رہے اسلیے کہ اللہ تعالی کی یاد بازارین غافلون کے درمیان بہت فضیلت رکھتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ غافلون کے درمیان اللہ تعالی کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا بھاگنے والون کے بیچ مین جہاد کرنے والا یا جیسا مردون کے بیچ مین زندہ شخص اور دوسری روایت مین یون ہی کہ جیسے سبز درخت سوکھی گھاس مین اور فرمایا کہ جو شخص بازارین جاوے اور کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ تو اُسکے لیے بیس لاکھ نیکیون کا ثواب لکھیگا۔ اور حضرت ابن عمر اور سالم بن عبد اللہ اور محمد بن واسع اور انکے سوا دوسرے حضرات بازارون مین صرف اسی ذکر کی فضیلت کے حاصل کرنے کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ اللہ کا ذکر کرنے والا بازارین قیامت کو ایسی روشنی سے آویگا جیسے چاندی اور اُسکی حجت آفتاب جیسی ہوگی اور جو شخص اللہ تعالی سے بازارین مغفرت کی درخواست کریگا اللہ تعالی اُسکے لیے بازاریون کے شمار کے موافق مغفرت کریگا۔ اور حضرت عمر رض جب بازارین داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھا کرتے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفُسُوْقِ وَمِنْ شَرِّ مَا اَحَاطَتْ بِهِ السُّوْقُ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ يَمِيْنٍ فَاجِرَةٍ وَّصَفْقَةٍ خَاسِرَةٍ

اور ابو جعفر فرغانی کہتے ہین کہ ہم حضرت جنید بغدادی کی خدمت مین تھے کہ ذکر ایسے لوگون کا ہوا جو مسجدون مین بیٹھکر صوفیون کے مشابہ بنتے ہین اور مسجد مین بیٹھنے کے حق کو ادا کرنے مین قاصر ہین اور بازار مین جانے والون کو برا کہتے ہین حضرت جنید نے سنکر ارشاد فرمایا کہ بازار والے اکثر ایسے بھی ہین کہ مسجد مین اگر بعض لوگ جو مسجد مین بیٹھے ہین انکا کان پکڑکر باہر نکال دین اور انکی جگہہ خود بیٹھ جاوین مین ایک ایسے شخص کو جانتا ہون کہ بازار مین جاتا ہی اور ہر روزہ تین سو رکعتین اور تیس ہزار بار سبحان اللہ کہنا اسکا معمول ہی ابو جعفر کہتے ہین کہ آپ کے اس ارشاد سے مجکو یہ وہم ہوا کہ یہ حال آپ اپنا ہی فرماتے ہونگے۔ غرض کہ جو لوگ کفایت کی طلب کے لیے تجارت کیا کرتے تھے نہ دنیا کی آرام طلبی کے لیے تو انکی تجارت کا یہ طریق تھا کیونکہ جو شخص دنیا کا طالب اس غرض سے ہو کہ اس سے آخرت پر مدد لے تو اس سے یہ نہوگا کہ آخرت کے نفع کو بیچ ڈالے اور اس باب مین بازار اور مسجد اور گھر سب کا حکم ایک ہی اور بچاؤ کی صورت صرف تقوی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ مَا کُنْتَ پس تقوی کا وظیفہ خالص دینداروں سے کبھی نہین چھوٹتا انپر کوئی حال کیون نہو اور اسی سے انکی زندگی اور عیش ہی کیونکہ وہ اپنی تجارت اور نفع اسی مین سمجھتے ہین۔ اور یہی وجہ کہتے ہین کہ جو شخص اللہ تعالی سے محبت کرتا ہی وہ عیش کرتا ہی اور جو دنیا سے محبت رکھتا ہی وہ خفیف ہوتا ہی اور احمق آدمی صبح اور شام بجز انکی باتون کے اور کچھ نہین کرتا اور عاقل شخص اپنے نفس کے عیبون کا جویا رہتا ہی۔ پنجم یہ کہ بازار اور تجارت پر زیادہ حریص نہو کہ بازار مین سب سے پہلے جاوے اور سب کے بعد آوے یا تجارت مین سمندر کا سفر کرے کہ یہ دونون باتین مکروہ ہین کہتے ہین کہ جو شخص دریا کا سفر کرے تو وہ رزق کی طلب مین حد سے زیادتی کرتا ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ سمندر کا سفر بجز تین باتون کے اورون کے لیے نہ کرنا چاہیے اول حج کرنا دوم عمرہ کرنا سوم جہاد کرنا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص فرمایا کرتے کہ بازار مین نہ اول گھسو نہ پیچھے نکلو کہ انمین شیطان انڈے بچے دے دیتا ہی۔ حضرت معاذ بن جبل اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ ابلیس اپنے لڑکے زلنبور سے کہتا ہی کہ تو اپنے لشکر بھیجا تو بازارون پر حاکم ہوا بازاریون کے لیے جھوٹ اور قسم اور دغا اور مکر اور خیانت کو

رح ... بروایت عبداللہ بن عمرو ... کہتے ہین کہ یہ حدیث منقطع ہی ۱۲

زینت دنیا اور جو اول بازار مین آوے اور سب کے بعد اُسمین سے نکلے اُسکے ساتھ رہنا - اور
ایک حدیث مین ہی کہ جگہون مین سے بد تر بازار ہین اور بازاریون مین سے سب سے بدتر وہ ہین
جو سب سے اول داخل ہون اور سب کے بعد خارج ہون - اور یہ احتراز کامل اس صورت مین
ہوگا کہ آدمی اپنی گذراوقات کی مقدار معین کرے کہ جب اُس قدر مل جاوے اُسی وقت
بازار سے چلا آوے اور آخرت کی تجارت مین مشغول ہو سلف کے نیک بندون کا یہی دستور
تھا چنانچہ بعض آدمی ایسے تھے کہ جب اُنکو پون آنہ کے قریب مل جاتا تو بازار سے چلے آتے
اور اسی قدر پر قناعت کرتے اور حماد بن سلمہ ریشمی کپڑے کا بقچہ بیچنے کو سامنے رکھو لیتے اور
جب قریب چھہ آنے کے ہوجاتے تو اپنا بقچہ اُٹھوا لیتے اور گھر چلے آتے - اور ابراہیم بن بشار
کہتے ہین کہ مین نے ابراہیم بن ادہم رح کی خدمت مین عرض کیا کہ آج مین جا کر
گارے کا کام کرونگا فرمایا کہ اے ابن بشار تو ایک چیز کا طالب ہی اور ایک کا مطلوب
تو ایسی چیز کو طلب کرتا ہی جو تجھسے فوت نہو گی اور تجکو وہ شخص طلب کرتا ہی جس سے
تو بچ نہ رہیگا کیا تو نے حرص والے کو محروم اور کم زور کو رزق ملتے نہین دیکھا پھر مین نے
عرض کیا کہ میرا پون آنہ بقال کے پاس ہی آپ نے فرمایا کہ یہ حرکت تمہاری اور بھی مجکو زیادہ
گران معلوم ہوئی کہ پون آنہ کے مالک ہوکر کام کی طلب کرتے ہو - اور اگلے لوگون مین
بعض ایسے تھے کہ ظہر کے بعد پھرتے تھے اور بعض عصر کے بعد اور بعض اشخاص ہفتہ مین
صرف ایک یا دو روز کام کرنے پر کفایت کیا کرتے تھے ششم یہ کہ صرف حرام سے بچنے ہی پر
کفایت نہ کرے بلکہ شبہون کی جگہ اور شک کے مقامات سے بھی احتراز کرے اور یہ
نہ دیکھے کہ اس بات مین لوگ کیا فتوی دیتے ہین بلکہ اپنے دل سے فتوی پوچھے جب
اُسمین کسی طرح کی خلش پاوے تو اُس سے اجتناب کرے اور جس وقت اُسکے پاس
کوئی اسباب آوے کہ اُسمین اُسکو شبہہ ہو تو اُسکا حال لوگون سے پوچھ کر دریافت کرے
ورنہ شبہہ کا مال کھاویگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لوگ دودہ
لائے تو آپ نے پوچھا کہ یہ دودہ تمہارے پاس کہان سے آیا اُنھون نے عرض کیا
کہ بکری کے تھنون سے آپ نے فرمایا کہ وہ بکری کہان سے آئی اُنھون نے عرض کیا
کہ فلان جگہ سے تب آپ نے دودہ پیا اور فرمایا کہ ہم انبیا کے گروہ کو یہ حکم ہی کہ نہ کھاوین
بجز عمدہ مال کے اور نہ کرین بجز نیک کام کے اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنا نذرون کو

۱ ح ابو نعیم در کتاب حرمۃ المساجد بحدیث ... ۲ ح طبرانی ... ۳ ح ... ۴ ح ...

اُسی بات کا حکم فرمایا ہی جسکا پیغمبرون کو حکم کیا ہی چنانچہ فرمایا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ اور رسولون کو ارشاد فرمایا یَا اَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس دودھ کی اصل اور اصل کی اصل تک پوچھی اس سے زیادہ سوال نہین فرمایا اسلیے کہ اس سے زیادہ مین دقت ہی اور ہم عنقریب باب حلال اور حرام مین لکھینگے کہ اس سوال کا کرنا کس جگہ واجب ہوا کرتا ہی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک چیز مین جو انکی خدمت مین آتی یہ سوال نہین کیا کرتے تھے اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ ہر جگہ اسکا دریافت کرنا ضروری نہین تاہم بس اتنا ضرور ہی کہ جس سے معاملہ کرے اُسکو دیکھ لے اگر وہ ظالم یا چور یا خائن یا سود خوار ہو تو اُس سے معاملہ نہ کرے اسی طرح اگر لشکری ہو خواہ انکا کوئی ساتھی یا مددگار رہے تو اُس سے بھی معاملہ نہ کرے اسلیے کہ ایسے شخص سے معاملہ کرنے مین ظلم پر مدد کرنے والا ہوگا۔ ایک بزرگ کا ذکر ہی کہ اُنکو مسلمانون کے کسی مورچہ کی دیوار بنوانے کی خدمت ملی پھر اُنکے دل مین اس نوکری سے کچھ تردد ہوا گو یہ کام خیرات کا بلکہ اسلام کے فرائض مین سے تھا مگر چونکہ جس امیر نے نوکر رکھا تھا وہ ظالم تھا اسلیے اُنکو تردد ہوا چنانچہ اُنھون نے سفیان ثوری سے اُسکا حال دریافت کیا اُنھون نے فرمایا کہ ظالمون کی مدد نہ تھوڑی کرنہ بہت اُنھون نے کہا کہ یہ دیوار تو فی سبیل اللہ مسلمانون کے لیے بنتی ہی سفیان رح نے فرمایا کہ درست ہی مگر اسمین ادنیٰ خرابی تمھارے لیے یہ ہی کہ تم یہ چاہوگے کہ کسی طرح حاکم جیتا رہے تو ہماری تنخواہ وصول ہوجاوے تو اپنے نفع کے لیے ایسے شخص کے باقی رہنے کو چاہوگے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہی اور حدیث مین آچکا ہی کہ جو شخص ظالم کے باقی رہنے کی دعا مانگتا ہی اُسکو یہ منظور ہی کہ اللہ تعالیٰ کی زمین مین اُسکی نافرمانی کی جاوے اور ایک حدیث مین یہ آیا ہی کہ اللہ تعالیٰ غصہ ہوتا ہی جس وقت کوئی بدکار کی تعریف کرتا ہی۔ اور ایک دوسری حدیث مین ارشاد ہی کہ جس شخص نے بدکار کی تعریف کی اُسنے اسلام کی تباہی پر اعانت کی۔ اور ایکبار سفیان ثوری رح خلیفہ مہدی کے پاس گئے اور اُنکے ہاتھ مین ایک سفید کاغذ تھا سفیان رح سے کہا کہ مجکو دوات دیدیجیے کہ لکھون آپ نے فرمایا کہ اول مجکو بتادو کہ کیا چیز لکھوگے اگر وہ حق ہوگی تو مین دوات دونگا اسی طرح کسی حاکم نے ایک عالم محبوس کو

اپنے پاس بلایا اور اُنسے کہا کہ ذراسی مٹی گھول دو کہ خط پر مہر کردون اُنھون نے فرمایا کہ اول مجکو خط دے دو کہ پڑھ دیکھون غرض کہ پہلے لوگ ظالمون کی امانت سے اتنا احتراز کرتے تھے اور معاملہ کرنا تو سب سے زیادہ امانت ہے اسلیے دینداروں کو چاہیے کہ حتی الوسع ظالمون سے معاملہ نہ کیا کرین حاصل یہ کہ یہ زمانہ ایسا نازک ہے کہ تاجر کو چاہیے کہ ابناء زمانہ کی دو قسمین کرے کچھ لوگون سے معاملہ کرے اور بعض سے معاملہ نہ کرے اور جنسے کرے وہ دوسرے فریق کی نسبت کم ہووین۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ لوگون پر ایک وہ زمانہ گذرا تھا کہ اگر آدمی بازار مین جاکر پوچھتا کہ مین کسی سے معاملہ کرون تو یہی جواب پاتا تھا کہ جس سے چاہے معاملہ کرلے پھر وہ وقت آیا کہ اسکو یون کہنے لگے کہ جس سے چاہے معاملہ کر مگر فلان اور فلان شخص سے مت کرنا پھر اور زمانہ آیا تو یون کہنے لگے کہ کسی سے معاملہ مت کرنا مگر فلان اور فلان سے کرنا اور اب مجکو یہ خوف ہے کہ آیندہ کو یہ بات بھی جاتی رہے اور جس بات سے وہ بزرگ ڈرا کرتے تھے وہ اب موجود ہے اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ہفتم یہ کہ اپنے معاملہ کے سب حالات کو ہر ایک اہل معاملہ کے ساتھ نگران رہے کہ اسکی بازپرس ہوگی قیامت کے روز اسکا جواب سوچ رکھے کہ ہر بات اور ہر کام پر پوچھا جاویگا کہ کیون کہی اور کس واسطے کیا چنانچہ کہتے ہین کہ قیامت کو سوداگر ہر شخص کے ساتھ کھڑا کیا جاویگا جنسے اُسنے معاملہ کیا ہوگا اور جتنے آدمیون سے داد و ستد ہوئی ہوگی وتنے ہی محاسبے دینے پڑینگے۔ بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے ایک سوداگر کو مرنے کے بعد خواب مین دیکھکر پوچھا کہ خداے تعالی نے تجھسے کیا سلوک کیا اُسنے کہا کہ میرے سامنے پچاس ہزار نامہ اعمال کھول دیے مین نے عرض کیا کہ یہ سب گناہ ہین ارشاد ہوا کہ یہ تیرے معاملات ہین جو لوگون سے کیے ہین جن لوگون سے معاملہ کیا ہے اُنمین سے ہر ایک کا نامہ جدا جدا ہے اور اُسمین ابتدا سے آخر تک تیرا اور اُسکا معاملہ لکھا ہوا ہے۔ یہان تک اُن امور کا ذکر ہوا جو کسب کرنے والون کو معاملہ کرنے مین ضرور ہین یعنی عدل اور احسان اور اپنے دین پر دھیان رکھنے کا پس اگر تاجر صرف عدل پر اکتفا کریگا تو نیک نجتون مین سے ہوگا اور اگر عدل کے ساتھ احسان بھی کریگا تو مقرب بندون مین داخل ہوگا اور اگر اِن دونون باتون کے ساتھ دین کے وظائف کا لحاظ بھی رکھیگا جیسا ہمنے پانچوین فصل مین لکھا ہے تو صدیقون

مین سے ہوگا واللہ اعلم تیسرا باب تمام ہوا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاہِرًا وَّبَاطِنًا وَّصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰی

چوتھا باب حلال اور حرام کے بیان مین

رباعی۔ مقبول عبادت نہین بے اکل حلال
ہی حکم خدا کہ کھاؤ تم طیب مال
کافی ہی فضیلت کو کہ اہل ایمان
اس حکم مین انبیا کے ہین شامل حال

واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اسکو حضرت ابن مسعود رضہ نے روایت کیا ہی اس فرض کا سمجھنا عقلون پر دوسرے فرضون کی نسبت کر مشکل اور اسکا کرنا اعضا پر نہایت ثقیل ہی اسی وجہ سے اسکا علم اور عمل دونون بالکل مٹ گئے اور اسکے علم کے دقیق ہونے کی جہت سے عمل اور بھی معدوم ہوگیا کیونکہ جاہلون نے یہ گمان کر لیا کہ حلال دنیا سے مفقود ہی اور اُس تک پہونچنے کی راہ مسدود ہی اور مال پاک مین سے بجز نہرون کے پانی اور غیر مملوک زمین کی نباتات کے اور کوئی چیز نہین رہی اور ان دونون کے سوا جتنے مال ہین اُنہین معاملات کی خرابی سے خباثت آگئی ہی اور چونکہ صرف پانی اور گھاس پر قناعت دشوار ہی تو بجز اسکے اور کیا کیا جاوے کہ محرمات مین خوب پانون پھیلائے جاوین اس خیال سے اُنھون نے اس فرض دین کو پس پشت ڈال دیا اور مالون مین کچھ فرق دریافت نہ کیا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ حلال صاف کھلا ہی اور حرام بھی ظاہر وجدا ہی اور ان دونون کے درمیان مین مشتبہ چیزین ہین اور جتنے حالتون کے انقلاب ہوتے رہتے ہین یہ تینون باتین ایک دوسرے سے ملی رہتی ہین اور از انجا کہ اس بدعت تازہ کا ضرر دین مین عام ہوگیا اور اسکی آگ سب خلق مین پھیل گئی لہٰذا ضرور ہوا کہ اسکے دور کرنے مین کوشش کی جاوے اور فرق حلال اور حرام اور شبہہ مین مشرح اور محقق بتلا دیا جاوے کہ سب صورتون کو شامل ہو سکے اور ہم اس مضمون کو سات فصلون مین بیان کرتے ہین وباللہ التوفیق

... طبرانی نے اوسط مین ... واجب ہر مسلم پر بروایت انس نقل کیا ہی اور اسکی سند ضعیف ہی ۱۲

فصل اول۔ حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت اور اسکے اقسام اور درجات کے ذکر مین مشتمل تین بیانون پر

پہلا بیان۔ حلال کی فضیلت اور حرام کی مذمت مین۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہی

كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اس آیت میں عمل کرنے کے پیشتر مال پاکیزہ کھانے کا حکم فرمایا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اُس سے مراد مال حلال ہے۔ اور فرمایا وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اور فرمایا اِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ پھر فرمایا فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ پھر فرمایا وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ پھر فرمایا وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ اول میں سود کے کھانے کو خدائے تعالیٰ نے لڑائی ٹھہراتی فرمایا اور انجام کو باعث دخول دوزخ اور حلال اور حرام کے باب میں آیتیں بیشمار ہیں اب احادیث کا ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ اور چونکہ دوسری حدیث میں طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ آیا ہے تو بعض علما نے فرمایا ہے کہ مراد علم سے حلال و حرام کا علم ہے اور دونوں حدیثوں سے مقصود ایک ہی چیز ہے اور فرمایا کہ جو شخص اپنے عیال کو حلال مال کما کر کھلاوے وہ ایسا ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور جو شخص کہ دنیا کو بوجہ حلال پارسائی کے ساتھ طلب کرے وہ شہیدوں کے درجہ میں ہوگا۔ اور فرمایا مَنْ أَكَلَ الْحَلَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا نَوَّرَ اللَّهُ قَلْبَهُ وَأَجْرَىٰ يَنَابِيعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهِ عَلَىٰ لِسَانِهِ اور ایک روایت میں زَهَّدَهُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا ہے۔ اور مروی ہے کہ حضرت سعد رضی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التجا کی کہ آپ میرے لیے دعا فرماویں کہ خدائے تعالیٰ میری دعا قبول کر لیا کرے آپ نے فرمایا أَطِبْ طُعْمَتَكَ تُسْتَجَبْ دَعْوَتُكَ یعنے اپنی غذا پاک و حلال کر تیری دعا مقبول ہوگی۔ اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر حرص کرنے والے کا ذکر فرمایا تو اُسکے بعد ارشاد فرمایا رُبَّ أَشْعَثَ أَغْبَرَ مُشَرَّدٍ فِي الْأَسْفَارِ مَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فَيَقُولُ يَا رَبِّ يَا رَبِّ فَأَنَّىٰ يُسْتَجَابُ لِذَٰلِكَ اور حضرت ابن عباس رضی کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ بیت المقدس پر ہر رات پکارتا ہے کہ جو شخص حرام کھاویگا اسکا فرض و نفل کچھ مقبول نہوگا۔ اور فرمایا کہ جو شخص ایک کپڑا دس درم کو مول لے اور

اوسکے قیمت مین ایک درہم حرام ہو تو جب تک وہ کپڑا اوسکے بدن پر رہیگا اللہ تعالی اوسکی نماز قبول نکریگا۔ اور فرمایا کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ حَرَامٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ اور فرمایا جو شخص اس بات کی پروا نہین کرتا کہ کہان سے مال کماتا ہے اللہ تعالی اسکی پروا نکریگا کہ کہانسے اوسکو دوزخ مین داخل کرے۔ اور فرمایا عبادت دس جز ہین نو اون مین سے طلب حلال ہے یہ روایت مرفوعا بھی آئی ہے اور موقوفا بھی۔ اور فرمایا کہ جو شخص شام کرے طلب حلال سے تھک کر وہ رات کریگا اوس حال مین کہ اوسکے گناہ بخشے جاوینگے اور صبح کو اوٹھیگا اس کیفیت سے کہ اللہ تعالی اوس سے راضی ہوگا۔ اور فرمایا جو شخص گناہ سے مال پیدا کرے پھر اوس سے صلہ رحم کرے یا صدقہ دے یا اللہ کی راہ مین خرچ کرے تو اللہ تعالی ان سب خرچون کو اکٹھا کریگا پھر اونکو دوزخ مین ڈالدیگا۔ اور فرمایا خَیْرُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ۔ اور فرمایا جو شخص اللہ تعالی سے حالت ورع مین ملیگا اللہ تعالی اوسکو ثواب تمام اسلام کا عنایت کریگا۔ اور مروی ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی بعض کتابون مین ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ پرہیزگار ہین اونکا حساب لیتے ہوئے مجکو شرم آتی ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ ایک درم سود کا اللہ تعالی کے نزدیک مسلمانی کی حالت مین تیس زنا کی نسبت کر سخت ہے اور حضرت ابوہریرہ رض کی حدیث مین ہے کہ معدہ بدن کی حوض ہے اور رگین اوسکی طرف پیاسی جاتی ہین پس اگر معدہ اچھا ہوتا ہے تو رگین بھی صحت کے ساتھ پانی لیکر لوٹتی ہین اور اگر بیمار ہوتا ہے تو رگین بیمار ہو کر پھرتی ہین اور غذا کو دین سے وہ نسبت ہے جو بنیاد کو ہے عمارت سے تو اگر بنیاد مستحکم اور سیدھی جمی ہوئی ہوگی تو عمارت سیدھی اور اونچی ہوگی اور جس صورت مین بنیاد کمزور اور ٹیرھی ہوگی تو عمارت گر پڑیگی اور اللہ تعالی فرماتا ہے اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَہٗ عَلٰی تَقْوٰی مِنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانٍ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْیَانَہٗ عَلٰی شَفَا جُرُفٍ ہَارٍ فَانْہَارَ بِہٖ فِیْ نَارِ جَہَنَّمَ اور حدیث شریف مین وارد ہے جو شخص مال وجہ حرام سے پیدا کرے تو اگر اوسکو صدقہ دیگا تو قبول نہوگا اور اگر اپنے پیچھے چھوڑ مریگا تو اوسکے لیے دوزخ کا توشہ ہوگا اور باب آداب الکسب مین ہمنے کچھ حدیثین لکھی ہین جنسے کسب حلال کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ ایکبار حضرت ابوبکر صدیق رض نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پی لیا پھر جو اوس سے دریافت کیا تو اوسنے کہا کہ مین نے ایک قوم کے لیے کہانت کی تھی اونھون نے

مجکو یہ دودہ دیا تھا آپنے اپنے منہ مین انگلی ڈالکر قے کرنا شروع کیا یہان تک کہ غلام کو یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کا دم نکلجاویگا پھر آپ نے فرمایا کہ الہی مین تیرے سامنے عذر کرتا ہون اوس دودہ سے جو رگون اور آنتون مین رہ پہچ گیا ہو اور بعض روایت مین یہ بھی آیا ہے کہ اس قصہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی تو آپنے ارشاد فرمایا کہ کیا تمکو معلوم نہین کہ صدیق اپنے پیٹ مین بجز مال طیب کے اور کچھ نہین ڈالتا۔ اسی طرح ایکبار حضرت عمر رض نے زکوۃ کی اونٹنی کا دودہ پی لیا تھا اور معلوم ہونے پر حلق مین اونگلی ڈال کر قے کردی۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو جسکا نام حرام سے بچنا ہے۔ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے چلہ کی طرح دبلے ہوجاؤ تو اللہ تعالی تمہاری یہ اعمال قبول نہ کریگا جب تک کہ حرام سے نہ بچوگے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ جسکو کچھ ملا ہے تو اسیطرح ملا ہے کہ جو پیٹ مین ڈالا سمجھکر ڈالا۔ اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے کھانے کی چیز کو سمجھ لیتا ہے اوسکو اللہ تعالی صدیق لکھتا ہے تو اے مسکین جب روزہ افطار کیا کرے تو دیکھ لیا کر کہ کس کے پاس افطار کرتا ہے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح سے کسی نے پوچھا کہ تم زمزم کا پانی کیون نہین پیتے فرمایا کہ اگر خود میرا ڈول ہوتا تو پیتا۔ اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ جو شخص اللہ کی طاعت مین مال حرام خرچ کرے اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنا کپڑا پیشاب سے پاک کرے حالانکہ کپڑا بجز پاک پانی کے پاک نہین ہوتا اسی طرح گناہون کو سوائے مال حلال کے اور چیز دور نہین کرتی۔ اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ طاعت اللہ تعالی کا ایک خزانہ ہے اور اوسکی کنجی دعا ہے اور اس کنجی کے دندانے حلال لقمے ہین۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اوس شخص کی نماز نہین قبول کرتا جس کے پیٹ مین حرام ہوتا ہے اور سہل تستری رح فرماتے ہین کہ آدمی ایمان کی تہ کو نہین پہونچتا جبتک کہ اوس مین چار خصلتین نہون اول فرائض کا ادا کرنا مع سنتون کے دوم حلال کھانا ورع کے ساتھ سوم ظاہر وباطن کی ممنوعات سے بچنا چہارم ان باتون پر موت تک جاری رہنا اور فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ صدیقون کی علامتین اوس پر روشن ہو جاوین تو چاہیے کہ بجز حلال کے اور کچھ نہ کھاوے اور بجز سنت اور ضروری امور کے کوئی کام نہ کرے۔ اور کہتے ہین کہ جو شخص

چالیس دن تک مال مشتبہ کھاتا ہے اوسکا دل سیاہ ہوجاتا ہے اور یہی معنی ہین اس آیت
کے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ شبہ کے
ایک درم کا پھیر دینا میرے نزدیک ایک لاکھ سے چھ لاکھ درم تک خیرات کرنے سے
بہتر ہے۔ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ آدمی ایک لقمہ کھاتا ہے اور اوس سے اوسکا
دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہے اور پھر کبھی اپنی حالت اصلی پر نہین آتا۔ اور سہیل تستری فرماتے ہین
کہ جو شخص مال حرام کھاتا ہے اوسکے اعضا خواہ مخواہ نافرمان ہوجاتے ہین اوسکو خبر ہو یا
نہو اور جسکی غذا حلال ہوتی ہے اوسکے اعضا اطاعت کرتے ہین اور اوسکو خیرات کی
توفیق ہوتی ہے۔ اور کسی بزرگ نے فرمایا ہے کہ آدمی غذاء حلال کا جب اول لقمہ کھاتا ہے
تو اوسکے پہلے کے گناہ بخشدیے جاتے ہین اور جو شخص حلال کی طلب مین ذلت کے
مقام پر اپنے آپ کو کھڑا کرتا ہے اوسکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے درخت کے پتے
جھڑتے ہین اور اکابر سلف کی آثار مین ہے کہ جب واعظ لوگون مین وعظ کو بیٹھتا تو علما
فرماتے کہ اس مین تین باتین دیکھو اگر بدعت کا معتقد ہو تو اوس کے پاس نہ بیٹھو کہ وہ
شیطان کی زبان سے بولتا ہے اور اگر برا کھانا کھاتا ہو تو خواہش نفس سے کلام کرتا ہے
اور اگر عقل کا پکا نہو تو اوسکے وعظ سے خرابی زیادہ ہوگی اور اصلاح کم اوسکے پاس بھی
مت بیٹھو۔ اور حدیث مشہور مین بروایت حضرت علی مرتضی ع وغیرہم سے آیا ہے۔
اِنَّ الدُّنْیَا حَلَالُہَا حِسَابٌ وَحَرَامُہَا عَذَابٌ اور دوسرے راویون نے وَشُبْہَتُہَا عِقَابٌ
بھی زیادہ کیا ہے اور کہتے ہین کہ کسی سیاح نے کچھ کھانا کسی ابدال کو دیا اونھون نے
نکھایا سیاح نے اوسکا سبب پوچھا اونھون نے فرمایا کہ ہم بجز حلال کے اور کچھ نہین
کھاتے اور اسی وجہ سے ہمارے دل مستقیم رہتے ہین اور حالت یکسان رہتی ہے اور
عالم ملکوت کی سیر کرتے ہین اور آخرت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اگر ہم تین دن وہ غذا کھاوین
جو لوگ کھاتے ہین تو نہ تو کچھ علم یقین ہمکو نصیب ہو اور نہ خوف اور مشاہدہ ہمارے دلمین
باقی رہے اوس سیاح نے کہا کہ مین ہمیشہ روزہ رکھتا ہون اور ہر مہینے مین تیس قرآن
ختم کرتا ہون ابدال نے فرمایا کہ یہ چیز جو مین نے تیرے سامنے رات رہے سے پی ہے
میرے نزدیک تیرے تیس ختم سے جو تین سو رکعتون مین ہون بہتر ہے اور انھون نے
رات کو جنگلی ہرنی کا دودھ پیا تھا۔ اور امام احمد بن حنبل کو یحیی بن معین سے بہت الفت تھی

اور مدتوں تک ساتھ رہے ایکبار امام احمد رح نے سنا کہ یحیی بن معین کہتے ہیں کہ میں کسی سے سوال نہیں کرتا لیکن اگر بادشاہ مجھے کچھ دے تو لیلوں آپ نے یہ حال سنکر اون سے ملاقات چھوڑ دی یہانتک کہ انھوں نے عذر کیا اور عرض کیا کہ میں تو ہنستا تھا فرمایا کہ تم دین کی بات میں ہنستے ہو تمکو معلوم نہیں کہ غذا دین میں سے ہے اللہ تعالی نے اوسکو عمل نیک پر مقدم بیان فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے کُلُوا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اور ایک روایت میں ہے کہ توریت میں مذکور ہے کہ جو شخص اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ میری غذا کہاں سے ہے خدائے تعالی اس بات کی پروا نکریگا کہ اوسکو دوزخ کے کس دروازہ سے اوس میں داخل کرے اور حضرت علی رض سے مروی ہے کہ آپ نے حضرت عثمان رض کے قتل ہونے اور دار الخلافت کو لٹ جانے کے بعد جو غذا کھائی تو اوسپر اپنی مہر دیکے لیتے تھے تا کہ شبہ سے محفوظ رہیں۔ اور ایک بار فضیل بن عیاض اور ابن عیینہ اور ابن مبارک مکہ معظمہ میں وہیب بن الورد کے پاس جمع ہوئے اور خرما کا ذکر کیا وہیب رح نے فرمایا کہ خرما مجکو نہایت محبوب ہے مگر میں اوسکو کھاتا نہیں اسلیے کہ مکہ معظمہ کے خرما زبیدہ وغیرہ کے باغوں میں ملگئے ہیں اسپر عبد اللہ بن مبارک نے اونسے کہا کہ اگر آپ اسطرح کے دقائق کا لحاظ کرینگے تو روٹی کھانی دشوار ہوجاویگی اونھوں نے پوچھا کہ کیا وجہ کہا کہ اصل زمینیں اطراف و جوانب کی زمینوں میں ملگئی ہیں یہ سنتے ہی وہیب رح کو غش آگیا سفیان ثوری نے عبد اللہ بن مبارک سے فرمایا کہ تم نے اس شخص کو مار ڈالا اونھوں نے کہا کہ میری غرض تو یہ تھی کہ یہ دقت چھوڑ دیں جب وہیب رح کو ہوش ہوا تو قسم کھائی کہ میں عمر بھر روٹی نہ کھاؤنگا بھوک کیوقت دودہ پی لیا کرتے ایکبار اونکی ماں دودہ لائیں آپنے پوچھا کہ یہ کہاں کا ہے اونھوں نے جواب دیا کہ فلاں شخص کی بکری کا ہے آپ نے پوچھا کہ وہ بکری اوسکے پاس کہاں سے آئی اور دام کہاں سے دیا اونھوں نے بتادیا جب منہ کے پاس لیگئے تو فرمایا کہ ایک بات رہگئی کہ یہ بکری کہاں چرا کرتی تھی اونکی ماں خاموش ہوگئیں آپ نے وہ دودہ نہ پیا اسلیے کہ وہ ایسی جگہ چرتی تھی جس میں کچھ حق مسلمانوں کا تھا اونکی مادر مشفقہ نے فرمایا کہ پی لو اللہ تعالی تمکو بخش دیگا اونھوں نے کہا کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اوسکی نافرمانی کرکے اوسکی مغفرت کا خواہاں ہوں یعنی پینے سے اوسکی نافرمانی یقیناً ہوگی تو ایسی طرح اپنے اختیار سے نافرمانی کرکے

حلال کی تمیز میں بزرگان دین اور علماء کا حال

جو باعث مغفرت ہونا اچھا نہین - اور بشر حافی رح بھی پرہیزگارون مین سے تھے آنسے کسی نے پوچھا کہ آپ کہان سے کھاتے ہین فرمایا کہ جہان سے تم کھاتے ہو مگر جو کھاوے اور روتا جاوے وہ اُس جیسا نہین جو کھاوے اور ہنستا جاوے اور نیز میرا ہاتھ دوسرون کی نسبت کوتاہ ہے اور لقمہ بھی اورون سے چھوٹا ہے یعنی بقدر حاجت اور ضرورت پر اکتفا کرتا ہون غرض کہ پہلے لوگ شبہات سے اسطرح بچا کرتے تھے

دوسرا بیان - حلال اور حرام کے اقسام اور مداخل کے ذکر مین - واضح ہو کہ حلال اور حرام کی تفصیل فقہ کی کتابون مین مشرح ہوتی ہے اور اگر طالب حق اپنی غذا ایسی طرح معین کرے کہ فتوی کے رو سے حلال ہو اور اُسکے سوا اور کسی جگہ سے نہ کھاوے تو اُسکو اس بحث طویل کی ضرورت نہین لیکن جو شخص اپنا کھانا چند وجوہ متفرق سے کھاوے تو اُسکے لیے حلال اور حرام کو مفصل جاننے کی ضرورت پڑیگی چنانچہ اُسکی تفصیل ہمنے فقہ کی کتابون مین لکھی ہے یہان ہم مجملاً تقسیم کے طور پر اشارۃً مال حلال کی آمدنی کی وجہین بیان کرتے ہین اور وہ یہ ہے کہ مال دو حال سے خالی نہین یا تو خود اپنی ذات سے حرام ہوگا یا اس جہت سے کہ اُسکے حاصل کرنے مین کوئی خلل ہوگیا ہو- قسم اول یعنی جسکی ذات مین کوئی صفت حرمت کی ہے وہ ایسی چیزین ہین جیسے شراب اور سور وغیرہ اور اُسکی تفصیل یہ ہے کہ جو چیزین روے زمین پر کھانے مین آتی ہین وہ تین طرح کی ہوتی ہین اول معدنیات جیسے نمک اور مٹی وغیرہ دوم نباتات سوم حیوانات - معدنیات وہ ہین جو زمین کے اجزا اور کانون مین سے نکلتی ہین وہ اسی وجہ سے حرام ہین کہ کھانے مین مضر ہین اور بعض بمنزلہ زہر کے ہین اگر بالفرض روٹی کا کھانا مضر ہوتا تو وہ بھی حرام ہوتی اور جیسے مٹی کے کھانے کی عادت پڑ گئی ہو وہ بھی ضرر ہی کے لحاظ سے حرام ہوتی ہے اس سے کہ اگر کوئی کوئی چیز معدنیات مین سے شوربا یا اور کسی سائل غذا مین گر جاوے تو وہ اُسکے سبب سے حرام ہوگا اور نباتات مین سے وہ چیزین حرام ہین جو عقل کو یا زندگی کو یا تندرستی کو زائل کرین عقل کی دور کرنے والی جیسے بنگ اور شراب اور دوسری نشے آور چیزین اور زندگی کی زائل کرنے والی جیسے بیش وغیرہ زہر ہین اور تندرستی کی دور کرنے والی وہ دوائین ہین جنکا بے وقت استعمال کیا جاوے غرض کہ شراب اور نشہ کی چیزون کے سوا سب مین حرمت کی علت ضرر ہے اور مسکرات مین یہ بات نہین آئمین سے تھوڑی بھی حرام ہے گو نشہ نہ کرے انمین علت

تیزی ہی جو سرور پیدا کرتی ہی ور زہر کی چیزون مین سے اگر صفت ضرر جاتی رہے خواہ
مقدار کی کمی یا دوسری چیز مین ملانے سے تو وہ حرام نہونگی ۔ باقی رہے حیوانات انکی
دو نوع ہین ایک ماکول دوسرے غیر ماکول اور اسکی تفصیل باب الاطعمہ مین ہی اور انکا
مفصل بیان کرنا ایک بحث طویل ہی خصوص اقسام پرند اور حیوانات خشکی اور تری کا
بیان ۔ اور جن حیوانات کا گوشت کھایا جاتا ہی وہ بھی اسطرح ہی کہ شرعی طور پر ذبح ہوا ہو
اور ذبح کرنے والے اور آلہ ذبح اور مقام ذبح کی شرطون کا لحاظ کیا گیا ہو اور
یہ باتین باب الصید والذبائح مین مذکور ہین اور جو جانور کہ شرعی طور پر ذبح نہوا ہو یا مر گیا ہو
تو وہ حرام ہی انمین سے سوائے ٹیڑی اور مچھلی کے اور کوئی حلال نہین اور انھین کے حکم مین
وہ کیڑے ہین جو غذا کے بنجاتے ہین جیسے سیب اور گولر اور پنیر اور سرکے کہ انسے
احتراز کرنا غیر ممکن ہی ہان اگر انکو علیحدہ کرکے کھایا جاوے تو انکا حکم مکھی اور گوبریلے
اور بچھو وغیرہ جانورون کا ہی جنمین خون روان نہین یعنے انکی حرمت کی کوئی وجہ
بجز کراہت طبعی کے نہین اگر کراہت طبعی نہوتی تو یہ مکروہ نہوتے اور اگر کوئی شخص ایسا ہو
کہ وہ ان چیزون سے کراہت نہ کرے تو خاص اسکی طبیعت پر التفات نہ کیا جاویگا بلکہ اکثر
طبائع کے اعتبار سے ان چیزون کا کھانا مکروہ ہوگا جیسے کوئی تھوک یا سنک کو جمع کرکے
پی لیوے تو مکروہ ہی حالانکہ کراہت نجاست کے سبب نہین اسلیے کہ صحیح یہی ہی کہ یہ
چیزین مرنے سے ناپاک نہین ہوتین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہی
کہ مکھی اگر کھانے مین گر جاوے تو اسکو غوطہ دے دو اور کھانا بعض وقت گرم ہوتا ہی کہ ۱ بخاری بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲ منہ
مکھی گرتے ہی مر جاتی ہی اور اگر کوئی چیونٹی یا مکھی ہانڈی مین پک کر پاش پاش ہو جاوے
تو اسکا گرا دینا ضرور نہین اسلیے کہ مکروہ صرف اسکا جسم ہی وہ ناپاک نہین ہی کہ ہانڈی کو
ناپاک کردے غرض کہ ان امور سے معلوم ہوتا ہی کہ ان چیزون کی حرمت مکروہ جاننے کی
جہت سے ہی اور اسی لیے ہم کہتے ہین کہ اگر مردہ آدمی کا کوئی ٹکڑا ہانڈی مین پڑ جاوے
گو کوڑی بھر ہو تو سب کھانا حرام ہو جاویگا نہ اس جہت سے کہ وہ نجس ہوگیا کیونکہ آدمی تو
مرنے سے ناپاک نہین ہوتا بلکہ اس وجہ سے کہ آدمی کا کھانا تعظیم کی وجہ سے حرام ہی
نہ کراہت طبعی کی وجہ سے ۔ اور جو جانور کہ کھائے جاتے ہین شرائط شرع کے بموجب
ذبح ہونے سے بھی انکے سب اجزا کا کھانا حلال نہین ہوتا بلکہ خون اور غلیظ اور جتنی چیزین

انمین نجس ہین حرام ہین اور نجاست کا کھانا مطلق حرام ہی لیکن نجس عین یا تو حیوانون مین سے
ہین یا مسکرات ہین نباتات مین سے اور جو چیزین کہ عقل کو دور کرتی ہین اور نشہ نہین
لاتین وہ نجس عین نہین جیسے بھنگ کیونکہ نشہ اور چیز کا پلید ہونا اُس سے باز رکھنے
کے لیے کیا گیا ہی کہ ایسی چیز کی طرف لوگون کا دل چلتا ہی - اور جب کہ بہنے والی نجاست
کا ایک قطرہ یا بستہ نجاست کا کوئی حصہ شوربا خواہ کھانے یا تیل مین اگر جاوے تو ان سب کا
کھانا حرام ہوجاویگا مگر اور کام مین لانا حرام نہوگا مثلاً ناپاک تیل کا جلانا یا کشتیون مین
ملنا یا جانورون وغیرہ پر لگانا درست ہی غرض کہ جو چیزین ذات مین کوئی حرمت کی صفت
پائی جانے سے حرام ہوتی ہین وہ اسی قدر تھین - اب دوسری قسم کو معلوم کرنا چاہیے
یعنے جن چیزون کے حاصل کرنے مین کوئی خلل واقع ہوا ہو اور اسکی بحث وسیع ہی
اسطرح کہ مال کا لینا یا تو مالک مال کے اختیار سے ہوگا یا بدون اختیار کے دوم کی
مثال مال ارث ہی کہ بدون اختیار وارث کے اُسکی ملک مین آجاتا ہی اور اختیار سے مالک
ہونا بھی دو طرح ہی یا تو کسی مالک کے پاس سے اسکی ملک مین آیا یا بدون مالک کے جیسے
کان کا ملنا اور جو مالک کے پاس سے آیا وہ اُس سے زبردستی لے لیا یا رضامندی سے
اور زبردستی کی صورت مین بھی یا مالک مال کی عصمت اسیر سے دور ہوگئی جیسے غنیمت ہی
خواہ لینے کا استحقاق ثابت ہوگیا ہو جیسے زکوٰۃ اور واجب نفقات کے نہ دینے والون سے
مال حاصل کرنا اور جو مال رضامندی سے لیا جائے اُسکے بھی دو طور ہین یا عوض مین
لیا جاوے جیسے بیع اور مہر اور اُجرت ہی یا بدون عوض ہو جیسے ہبہ اور وصیت پس اس
تقسیم سے چھہ قسمین حاصل ہوتی ہین اول وہ جسکا کوئی مالک نہو جیسے کان مین سے
کچھ نکالنا یا افتادہ زمین کو آباد کرنا جو کسی ملک مین یا شکار کرنا یا لکڑیان لانا یا ندیون
مین سے پانی لے لینا گھاس کھود لانا تو یہ سب چیزین حلال ہین بشرطیکہ کسی آدمی کی ملک کا
علاقہ نہو پس جس صورت مین کہ کسی کی ملک کی خصوصیت ان اشیا مین نہوگی تو لینے والا
اُنکا مالک ہوجاویگا اور اسکی تفصیل زمین لاوارث کے آباد کرنے کے باب مین ہوا کرتی ہی
دوم وہ مال کہ زبردستی لیا جاوے ایسے لوگون سے جنکی حرمت نہین جیسے مال غنیمت
جو لڑائی سے ملے یا مال فی جو بدون لڑائی کے کفار سے حاصل ہو یہ مال اُس صورت مین
حلال ہوتا ہی کہ مسلمان اُسمین سے خمس نکال کر مستحقون مین عدل کے ساتھ تقسیم کر دین

اور ایسے کافرون سے اسکو نہ لیا ہو جو حرمت رکھتے ہین مثلاً ذمی اور امن اور عہد والے اور تفصیل اُن شرطون کی غنیمت اور جزیہ کے باب مین مذکور ہوتی ہی۔ سوم وہ مال جو زبردستی لیا جاوے ایسے لوگون سے کہ حق واجب کو ادا نہ کرین اور بدون رضامندی کے دے لیے جانے کے مستحق ہون یہ مال بھی حلال ہی جس صورت مین کہ استحقاق کا سبب پورا ہو جاوے اور مستحق مین وصف استحقاق کامل ہو اور مقدار واجب پر اکتفا کرے اور لینے والا قاضی یا بادشاہ یا مستحق ہو اور اس مال کی تفصیل تفریق صدقات اور کتاب وقف اور نفقات کے بیان مین ہوتی ہی اسلیے کہ انمین یہی بحث ہوتی ہی کہ مستحق زکوٰۃ کے اوصاف کیا ہین اور وقف ونفقات وغیرہا کے مستحق کیسے لوگ ہوتے ہین پس جب کہ یہ شرائط پوری ہونگی تو جو مال لیا جاویگا وہ حلال ہوگا۔ چہارم وہ مال جو معاوضہ کی صورت مین مالک کی رضامندی سے لیا جاوے یہ اُس صورت مین حلال ہی کہ عوض کی دونون چیزون کی شرطین اور عاقدین اور ایجاب وقبول کی شروط ملحوظ رہین اور علاوہ جو شروط مفسدہ شارع نے مقرر فرما دی ہین اُنسے احتراز کیا جاوے ان امور کا بیان کتاب البیع اور سلم اور اجارہ اور حوالہ اور ضمان اور مضاربت اور شرکت اور مساقاۃ اور شفعہ اور صلح اور خلع اور کتابت اور مہر اور دوسرے معاوضات مین مشرح ہوتا ہی۔ پنجم وہ مال جو مالک کی رضامندی سے بے عوض لیا جاوے یہ اُس صورت مین حلال ہوتا ہی کہ معقود علیہ اور عاقدین او عقد کی شروط کی رعایت کی جاوے اور کسی وارث وغیرہ کو ضرر نہوتا ہو یہ ہبہ اور وصیتون اور صدقات کے ابواب مین لکھا رہتا ہی۔ ششم وہ مال جو بے اختیار ادمی کو ملے جیسے ترکہ مورث کا یہ اُس صورت مین حلال ہوتا ہی کہ مورث نے اُسکو بوجہ حلال وجوہ پنجگانہ مذکورہ بالا سے پیدا کیا ہو علاوہ ازین ترکہ مذکورہ سے اول مورث کا قرض اور وصیتین ادا ہو چکی ہون اور وارثون کے حصے عدل کے ساتھ ہوے ہون اور حقوق واجب مثل زکوٰۃ اور حج اور کفارہ ادا ہو گئے ہون اسکی تصریح کتاب الوصایا اور فرائض مین ہوا کرتی ہی۔ غرض کہ آمدنی کی کل صورتین مجملاً یہی ہین جنسے بطور اجمال انکی طرف اشارہ کر دیا تاکہ طالب حق کو معلوم ہو جاوے کہ اگر اسکی غذا ایک وجہ معین سے نہوگی بلکہ متفرق صورتون سے حاصل ہوتی ہوگی تو اسکو بدون ان سب امور کے جانے چارہ نہین اور جس جہت سے ان صورتون مین سے

اُسکو غذا لے جا ہیے کہ اہل علم سے اُس باب مین حکم پوچھ لے اور بدون جانے ہوے
اُسپر جرأت نہ کرے اسلیے کہ جیسے عالم سے قیامت مین کہا جاویگا کہ تو نے اپنے علم کے
خلاف کیون کیا ویسے ہی جاہل سے کہا جاویگا کہ تو اپنی جہالت پہ کیون اڑا رہا سکم
کیون نہ لیا سمجھے تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد معلوم ہو چکا تھا طَلَبُ
الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ

تیسرا بیان حلال اور حرام کے درجون کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ حرام سب خبیث ہی
لیکن بعض مین خباثت زیادہ ہی اور بعض مین کم اسی طرح حلال سب پاک وصاف ہی
مگر بعض زیادہ ستھرا ہی اور بعض کم اسکی مثال ایسی سمجھو کہ طبیب کہتا ہی کہ سب مٹھائیان
گرم ہین مگر اُسکے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہی کہ بعض اول درجہ کی گرم ہین جیسے شکر ہی اور
بعض دوم درجہ کی جیسے گڑ اور بعض سوم درجہ کی جیسے دوشاب اور بعض چہارم درجہ
کی جیسے شہد اسی طرح حرام کی خباثت کو جانو کہ بعض کی اول درجہ کی ہی اور بعض کی
دوم وسوم وچہارم درجہ کی اور ایسا ہی کچھ حلال کی پاکی کا حال ہی اور ہم اس جگہ
طبی اصطلاح کا اقتدا کر کے چار ہی درجے تخمیناً بیان کرتے ہین گو حقیقت مین درجات
کا حصر ہونا ممکن نہین اسلیے کہ ایک درجہ سے لیکر دوسرے درجہ تک بھی بہت تفاوت
ہو سکتا ہی مثلاً بعض شکر مین حرارت زیادہ ہوتی ہی اور بعض مین کم اسی طرح اور
چیزون کا حال ہی غرض کہ اعتبار مذکورہ بالا سے حرام سے پرہیز کرنے کے چار درجے ہین
اول عادل شخصون کا ورع ہی یہ اُس حرام سے بچنے کو کہتے ہین کہ اگر آدمی اُسمین مبتلا
ہو تو فاسق ہو جائے اور اُسکا عادل ہونا جاتا رہے اور موجب دخول نار ہو اور
گنہگار کہلائے یہ ورع اُسوقت حاصل ہوتا ہی کہ جنبی باتون کو فقہا حرام کہین اُنسے
اجتناب کرے دوسرا ورع صالحین کا ہی یہ اُس چیز سے بچنے کو کہتے ہین جسمین
حرمت کے شبہہ کو دخل ہو گو مفتی ظاہر حال کی رو سے اُسکی حلت کا فتوی دے
غرض کہ شبہہ کے موقعون سے بچنے کا نام ہم ورع صالحین کہتے ہین اور یہ دوسرے
درجہ مین ہی تیسرا ورع متقین کا وہ اسطرح ہی کہ کوئی چیز نہ تو فتوی کی رو سے حرام ہی اور
نہ اُسکی حلت مین شبہہ ہی مگر اُس سے یہ خوف ہی کہ نوبت حرام چیز کی طرف پہونچے
یعنی جن چیزون مین کچھ خوف نہین اُنکو خوف کی چیزون کے خاطر چھوڑ دینا اسی کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین لَا يَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَةَ الْمُتَّقِينَ حَتّٰى يَدَعَ مَالَا بَاْسَ بِهٖ مَخَافَةً مِمَّا بِهٖ بَاْسٌ چوتھا ورع صدیقین کا ہی کہ نہ چیز مین کچھ خوف ہو اور نہ اِس بات کا خوف کہ اُس سے نوبت دوسری چیز خوف والی کی پہونچیگی مگر اُسکو خاص اللہ کے لیے لینے کی نیت نہو یا اُسکی عبادت پر قوت حاصل کرنے کی یا جن اسباب سے کہ وہ حاصل ہوئی اُنمین کسی طرح کی کراہت ہو تو ایسی چیز سے احتراز کرنا صدیقین کا ورع ہی پس یہ درجے حلال کے بالاجمال ہوئے اور جبکہ حرام سے درجہ اول مین بچنے کا ہمنے ذکر کیا ہی یعنے جسکے بچنے سے عدالت بنی رہتی ہی اور فسق کا اطلاق نہین ہوتا خباثت مین اُسکے بھی کئی درجے ہوسکتے ہین مثلاً جن چیزون مین صرف دادستد سے بیع حرام ہی اگر اُنکو بدون ایجاب و قبول زبانی کے تعاطی سے لیا تو وہ حرام ہونگی مگر ایسی حرام نہونگی جیسے کسی سے زبردستی چیز چھین لینی حرام ہی بلکہ چھینی ہوئی چیز کی حرمت زیادہ ہی کہ اُسمین دو باتین ہوئین ایک تو جو راہ شریعت نے چیز کے حاصل کرنے کے لیے مقرر کی تھی اُسکو چھوڑ دیا دوم غیر شخص کو ایذا دی اور تعاطی مین گو اول بات موجود ہی مگر دوسرے کو ایذا دینا نہین پایا جاتا پھر طریق شرع کو ترک کرنا بھی تعاطی مین سہل ہی بہ نسبت سود سے مال حاصل کرنے کے اور اِس طرح کا فرق یون معلوم ہوتا ہی کہ جن ممنوعات مین شریعت نے تشدد اور وعید اور تاکید زیادہ کی ہی اُنکا اختیار کرنا سخت گناہ ہی اور جنمین تشدد کم ہی اُنکا کم چنانچہ اس کا بیان باب التوبہ مین گناہ کبیرہ اور صغیرہ کے فرق کے ذکر مین آویگا اسی طرح اگر کوئی چیز کسی فقیر یا نیکبخت یا یتیم سے زبردستی لیجاوے تو وہ اُس شی کی نسبت کہ زیادہ خبیث ہوگی جو کسی قوی یا تو انگر یا فاسق سے لیجاوے اسلیے کہ ایذا کے درجے بھی موافق حال ایذا رسیدہ شخصون کے جدا جدا ہوتے ہین پس خباثت کی تفصیل مین اِن باتون سے غافل نہونا چاہیے اور ایک یہ نکتہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر گناہگارون کے مختلف درجے نہوتے تو دوزخ کے طبقے بھی جدا جدا نہوتے اور نیز جب یہ جان چکے کہ خباثت منحصر شریعت کے تشدد پر ہی تو پھر اُسکو تین یا چار درجون مین حصر کرنا زبردستی ہی علاوہ ازین درجات حرام کا اختلاف خباثت مین وہان خوب معلوم ہوتا ہی جہان ممنوع چیزون مین تعارض پڑتا ہی اور پھر بعض کو بعض پر ترجیح دی جاتی ہی مثلاً ایک شخص

بھوک سے مضطر ہوا اور مردار اور مال غیر اور شکار حرام مل سکتا ہی تو خواہ مخواہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دینا پڑیگا چنانچہ اسکا بیان آگے آویگا - اب ورع کے چار درجون کی مثالون اور شواہد کو معلوم کرنا چاہیے - ورع کے اول درجہ یعنی عادل شخصون کے ورع کے باب مین تو یہ جاننا چاہیے کہ جو چیزین ایسی ہین کہ بمقتضائے فتوے حرام ہین اور جو چیزین طریق حرام کی آمد کے اوپر ذکر ہوئے ہین داخل ہون یعنی وجوہ حلال کی شرائط کو ملحوظ نہ رکھنے سے وہی طریق حرام کا ہوجاتا ہی پس اوپر ذکر وجوہ حلال کی آمد کا ہوا ہی انھین کو حرام کی آمد کا بھی کہہ سکتے ہین اگر شرائط حلت مرعی نہ رہین تو ایسی چیزین حرام مطلق ہین انکا مرتکب فاسق اور گناہگار رہی اور ہماری غرض حرام مطلق سے اسی طرح کے اشیا ہین انمین کچھ حاجت مثالون اور شواہد کی نہین - اور دوسرے درجہ کے ورع کی مثالین وہ شبہات ہین جنسے بچنا واجب نہین بلکہ مستحب ہی چنانچہ شبہات کے باب مین اسکا ذکر آویگا کیونکہ بعض شبہات سے بچنا واجب ہوتا ہی تو اسطرح کے شبہات حرام مین داخل ہین اور بعض شبہون سے بچنا مکروہ ہوتا ہی اس سے احتراز کرنا وسوسہ والون کا ورع ہی اسکی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص شکار مارنے سے احتیاط کرے اس خوف سے کہ شاید یہ شکار کسی آدمی سے چھوٹ کر نہ بھاگ آیا ہو تو دوسرے کی ملک کو قبضہ کرنا پڑیگا تو اسطرح کی احتیاط وسوسہ ہی اور بعض شبہات سے اجتناب کرنا مستحب ہی واجب نہین اور اسی طرح کے شبہہ پر اس حدیث شریف کو محمول کیا جاتا ہی دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَىٰ مَا لَا يُرِيبُكَ اور ہم اسکو نہی تنزیہی پر محمول کرتے ہین اور اسی طرح یہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کُلْ مَا أَصْمَيْتَ وَدَعْ مَا أَنْمَيْتَ یعنی جب شکار پر تیر لگے اور آنکھ کے سامنے مرجاوے اسکو کھاوے اور جو زخمی ہوکر نظر سے غائب ہوجاوے اور پھر مردہ ملے اسکو مت کھا اسلیے کہ ہوسکتا ہی کہ وہ گر نے یا اور کسی سبب سے مرگیا ہو تو ایسی صورت مین ہمارے نزدیک مختار یہی ہی کہ یہ شکار حرام نہین بلکہ اسکا نہ کھانا دوم درجہ کا ورع ہی اور ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بصیغہ امر یعنی دَعْ مَا أَنْمَيْتَ امر تنزیہی ہی اسلیے کہ بعض روایات مین وارد ہوا ہی کہ اس شکار مین سے کھا اگرچہ تیری نظر سے غائب ہوجاوے بشرطیکہ سوا اپنے تیر کے اور کوئی علامت اسمین نہ پاوے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عدی بن حاتم کو سگ معلم کے باب مین

ح [illegible]

ح۲ طبرانی در اوسط بروایت ابن عباس رض مرفوعا و بیہقی موقوفا علی ابن عمر ۱۲

ح۳ بخاری و مسلم بروایت عدی ابن حاتم ۱۲

قد اتی اکل فلا تاکل فانی اخاف ان یکون انما امسک علی نفسہ بطور نہی تنزیہی
اور خوف کی وجہ سے تھا کیونکہ ابو ثعلبہ خشنی کو یون ارشاد فرمایا کہ کُل مِنْہُ فَقَالَ وَ
اِنْ اَکَلَ قَالَ وَاِنْ اَکَلَ اور اسکی وجہ یہ تھی کہ ابو ثعلبہ خشنی فقیر پیشہ تھے ایسے
یہ احتیاط نہو سکتی تھی اور عدی بن حاتم البتہ اسکو نباہ سکتے تھے۔ حضرت ابن سیرین
کی نقل ہو کہ انھون نے اپنے شریک کو چار ہزار درم چھوڑ دیے تھے اس وجہ سے
کہ انکے دل مین کچھ کھٹکا ہو گیا تھا باوجودیکہ علما کا اتفاق تھا کہ انمین کچھ مضائقہ
نہین تو اس درجہ کی مثالین ہم شبہات کے درجات کے بیان مین ذکر کرینگے یہان
اتنا ہی کافی ہو کہ جو بات شبہہ کی ہو اور اس سے احتراز کرنا واجب نہو وہ مثال اس درجہ
کی ہو۔ اور درجہ سوم متقیون کے ورع کا شاہد یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو
کہ آپ نے فرمایا لَا یَبْلُغُ الْعَبْدُ دَرَجَۃَ الْمُتَّقِیْنَ حَتّٰی یَدَعَ مَا لَا بَاْسَ بِہٖ مَخَافَۃً
مِمَّا بِہٖ بَاْسٌ اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ ہم حلال کے نو دسوین حصے چھوڑ دیا کرتے تھے
اس خوف سے کہ کہین حرام مین مبتلا نہو جاوین اور حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ
تقوی کے قائم رہنے کی یہ صورت ہو کہ آدمی ذرہ بھر چیز مین بھی تقوی کرے یہان تک
کہ بعض چیزین جنکو حلال جانتا ہو اس ڈر سے چھوڑ دے کہ کہین حرام نہون تاکہ یہ
چھوڑنا آسین اور دوزخ کی آگ مین آڑ ہو جائے۔ اور اسی لیے کسی بزرگ کے سو درم
ایک شخص پر آتے تھے جب وہ دینے کو لایا تو ننانوے لیے اور کل کے لینے سے ورع کیا
کہ کہین زیادہ نہو جائین۔ اور بعض اکابر تجارت کرتے تھے جب اپنا دام لیتے تو ایک رتی
کم لیتے اور دوسرے کو دیتے تو رتی زیادہ دیتے تاکہ یہ امر مانع دوزخ کی آگ کا ہو۔ اور
اسی درجہ مین ان چیزون سے احتراز کرنا داخل ہو جنمین لوگ چشم پوشی کر جاتے ہین
ہر چند وہ فتوے کی رو سے حلال ہین لیکن اگر انکا باب مفتوح ہو تو نوبت اور چیزون
کی طرف پہونچتی ہو اور نفس کاہل ہو کر ورع کو چھوڑ دیتا ہو چنانچہ اسی قسم کی یہ حکایت ہو
کہ علی بن معبد فرماتے ہین کہ مین ایک کرایہ کے مکان مین رہتا تھا ایک بار مین نے
ایک خط لکھا اور چاہا کہ دیوار کی مٹی لیکر اسکو خشک کر دون پھر مین نے سوچا کہ دیوار
میری ملک نہین میرے نفس نے کہا کہ دیوار مین سے اتنی مٹی کی کیا حقیقت ہو بس
مین نے مٹی لیکر اپنا کام کیا جب مین سویا تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہون

ع ۱ ... بخاری و مسلم بروایت عدی ابن حاتم
ع ۲ ابو داؤد بروایت ...
ع ۳ ...

کہتا ہے کہ میان صاحب کل کو حال معلوم ہوگا کہ اوس شخص کو جو کہتا ہے کہ دیوار کی تھی
مٹی کی کیا حقیقت ہے - اور شاید اسکے یہ معنی ہین کہ قیامت مین اوسکا درجہ کم ہوجاویگا یعنی
ورع متقین کا درجہ اوسکو نہ ملیگا یہ غرض نہین کہ اس فعل پر کوئی سزا و عذاب ملے - اور
اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ حضرت عمر رض کے پاس بحرین سے مشک آیا آپنے فرمایا کہ مجھکو
یون اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عورت اوسکو تول دیتی تو اوسکو مسلمانون مین بانٹ دیتا
اونکی بی بی عاتکہ نے کہا کہ مجھکو تولنا خوب آتا ہے آپ نے کچھ جواب ندیا پھر یہی فرمایا کہ
اسکو کوئی عورت تول دیتی تو مین مسلمانون مین تقسیم کرتا اونکی بی بی نے پھر وہی کہا
آپنے فرمایا کہ مین یہ نہین چاہتا کہ تو جب تول چکے تو پلہ ترازو کے غبار کو اپنی گردن پر
مل لے اور اس وجہ سے اور مسلمانون کی نسبت کر مجکو زیادہ فائدہ مشک سے پہونچے -
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے سامنے مشک مسلمانون کے لیے تل رہا تھا آپ نے
اپنی ناک بند کرلی کہ خوشبو نہ آوے لوگون نے یہ امر آپ سے بعید جانا فرمایا کہ اسکا فائدہ
تو صرف خوشبو ہی سے ہے مین کس طرح اورون سے زیادہ متمتع ہون - اور ایام طفلی مین
حضرت امام حسن علیہ السلام نے صدقہ کے چھوہارون مین سے ایک اوٹھا لیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو فرمایا کہ چھی چھی یعنے اوسکو ڈال دو - اور کسی بزرگ سے روایت ہے
کہ اونکی وفات شب کو ہوئی حالت نزع مین فرمایا کہ چراغ گل کردو اسلیے کہ تیل مین وارثون کا
حق متعلق ہوگیا - اور سلیمان تیمی نعیمہ عطارہ سے روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر رض اپنی
بی بی کو کچھ خوشبو مسلمانون کی خوشبو مین سے بیچنے کے لیے دیدیا کرتے تھے ایک بار
اونھون نے میرے ہاتھ خوشبو بیچی اور بڑھانے گھٹانے مین کسی قدر اونکی اونگلی مین
لگ رہی اونھون نے اوسکو اپنے دوپٹے مین پونچھ لیا اتنے مین حضرت عمر رض تشریف لائے
پوچھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے اونھون نے ماجرا عرض کیا آپنے فرمایا کہ مسلمانون کی خوشبو
لیتی ہو پھر سر پر سے دوپٹہ اوتار لیا اور ایک ٹھلیا مین پانی لیکر دوپٹے پر ڈالتے جاتے تھے
اور زمین مین ملتے تھے پھر سونگھتے تھے پھر زمین مین ملکر دھوتے تھے یہان تک کہ اوس مین
خوشبو نہ رہی پھر جو مین ایک بار اونکی بی بی کے پاس آئی تو خوشبو تولنے کے بعد جو
اونگلی مین لگی اونھون نے اونگلی اپنے منہ مین ڈال کر مٹی مین رگڑ دی - پس یہ فعل
حضرت عمر رض کا ورع تقوی تھا کہ کہین زیادہ کی نوبت نہ پہونچے ورنہ دوپٹے کے

دھونے سے کچھ مسلمانون کو نہ پہونچگیا مگر اسلیے دھو ڈالا کہ آگے کو اونکو جرأت نہو اور خود کو زیادہ تمتع نہ حاصل ہو - اور اسی طرح کی یہ حکایت ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین کہ وہ مسجد مین موجود ہے اور کسی پادشاہ کی انگیٹھی مین عود سلگا کر مسجد کو بسایا جاتا ہے فرمایا کہ اوس شخص کو مسجد مین سے نکل آنا چاہیے اسلیے کہ عود سے نفع خوشبو ہی کے ساتھ ہوتا ہے - اور یہہ صورت کبھی حرام کے قریب ہو جاتی ہے اسلیے کہ جتنی خوشبو مین اوسکے کپڑے بس جاینگی کبھی ایسی ہوگی کہ مالک کی طرف سے مباح ہو اور کبھی زیادہ ہوگی معلوم نہو گا کہ مالک اوسکو گوارا کرے یا نکرے - اور یہ بھی امام احمد صاحب سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کے پاس سے ایک پرچہ گر پڑا جسمین حدیثین مکتوب ہین تو پانے والے کو جائز ہے کہ اون کو نقل کر کے مالک کو واپس کرے آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ اول اجازت لے پھر نقل کرے - او - اس مین بھی شک رہتا ہے کہ مالک نقل پر راضی ہوگا کہ نہین حاصل یہ کہ جو چیز محل شک مین ہو اور اصل اوسکی حرمت ہو تو وہ حرام ہی رہیگی اور اوسکا چھوڑنا پہلے درجہ کے ورع مین ہے - اور تیسرے درجہ کے ورع مین زینت سے اجتناب کرنا ہے اسلیے کہ اس مین بھی خوف اس امر کا ہے کہ اوس سے زیادہ کسی اور امر مین مبتلا کر دے ورنہ زینت بذات خود مباح ہے - اور حضرت امام احمد رح سے کسی نے لوکدار جوتیون کا حال پوچھا آپ نے فرمایا کہ مین اونکو نہین پہنتا لیکن اگر کیچ گارے کے لیے پہنی جاوین تو مضائقہ نہین زینت کے لیے نہین چاہیین - اور اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ حضرت عمر رض جب خلیفہ ہوئے تو ایک بی بی سے آپکو محبت تھی اوسکو آپنے طلاق دیدی اس خوف سے کہ کہین کسی کی سفارش ناحق نہ کر بیٹھے اور مین اسکی خوشی کے لیے اسکا کہنا مان لون - اور یہ بے خطرہ کی چیز کو اس خوف سے ترک کرنا ہے کہ کہین خطرناک امر کی نوبت پہونچے - اور اکثر مباح چیزین ممنوع چیزون کی طرف داعی ہوا کرتی ہین یہانتک کہ بہت کھانا اور مجرد آدمی کو خوشبو لگانا شہوت کا محرک ہے پھر شہوت فکر کا سبب پڑتی ہے اور فکر باعث نظر ہوتا ہے اور نظر سے اور خرافات ہوتی ہے اسیطرح توانگرون کے گھرون اور اونکے تجمل کو دیکھنا فی نفسہ مباح ہے مگر اوس سے حرص اوٹھتی ہے اور ویسی ہی باتون کی طلب پیدا ہوتی ہے اور حرام چیزون کی تحصیل کا مرتکب ہونا پڑتا ہے

اور سب مباحات کا یہی حال ہے کہ اگر دو باتون کا لحاظ نہ رہے تو اونکا انجام خطرے
کم خالی ہوگا اول یہ کہ حاجت کی وقت بقدر ضرورت لیجاوین اور اونکی آفات کو جان لیا جاوے
دوم آفات سے ہمیشہ حذرناک رہین - اور اسی طرح جو شخص کہ زیادتی حرص سے کوئی چیز
لیگا وہ بھی خطر سے کم خالی ہوگا - حضرت امام احمدرح نے زینت کے لیے دیوارون کی
استرکاری کو مکروہ فرمایا ہے اور فرماتے ہین کہ زمین پر گچ کرنے سے تو یہ فائدہ ہے کہ مٹی اڑتی
دیوارون کی استرکاری سے بجز زینت کی اور کیا فائدہ ہے یہانتک کہ مسجد کی دیوارون
کی استرکاری کو بھی برا فرماتے ہین اور دلیل اس روایت کو کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے کسی نے پوچھا کہ مسجد کو دھونی کا روغن لگایا جاوے آپ نے فرمایا کہ عریش موسیٰ
کی عریش کے برابر نہین یعنے صرف سایہ دار ہونا کافی ہے غرضکہ اس حدیث مین
آپ نے روغن ملنے کی اجازت نہ دی - اور اکابر سلف نے باریک کپڑے کو بھی مکروہ فرمایا ہے
اونکا قول ہے جس شخص کا کپڑا پتلا ہوتا ہے اوس کا دین بھی پتلا ہوتا ہے - اور یہ سب
باتین اسی لیے ہین کہ مباحات سے بڑھکر اور شہوات مین نہ جا پڑین کیونکہ مباح اور
ممنوع دونون کو نفس ایک ہی خواہش سے چاہتا ہے اور جب خواہش مین چشم پوشی
کا عادی ہو جاتا ہے تو پانون پھیلاتا ہے اسی لیے خوف مقتضی اس امر کا ہوا کہ اس
قسم کی سب مباح چیزون سے اجتناب کیا جاوے اور جس مال حلال مین یہ خوف نہو کہ کسی
گناہ کی طرف لیجاویگا تو وہ تیسرے درجہ کا پاک اور حلال ہے چوتھا درجہ صدیقین
کے ورع کا باقی رہا انکے نزدیک حلال مطلق وہ مال ہے جسکے حاصل ہونے مین
کوئی معصیت نہوئی ہو اور نہ اوس سے معصیت پر مدد لیجاوے اور نہ حال اور مآل مین
اوس سے تضاء حاجت مقصود ہو بلکہ صرف خدا کے لیے اور اوسکی عبادت پر قوت
حاصل کرنے کے لیے اور زندگی قائم رہنے کو لیا جاوے ان لوگون کے نزدیک جو
چیز خدا کے واسطے نہو وہ حرام ہے ان کا عمل اس آیت پر ہے قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ
فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ اور یہ رتبہ اون لوگون کا ہے جو اللہ تعالیٰ کو ایک کہتے ہین
اور اپنے نفس کے حظون سے جدا ہو کر قصداً خاص خدا تعالیٰ کے لیے ہو رہی ہین
اور اس مین شک نہین کہ جو شخص اوس بات سے اجتناب کریگا جو اوس کے پاس
کسی معصیت کو لاوے یا اوس پر کسی معصیت کی استعانت کیجاوے تو وہ ایسے امور سے بھی

جتنا احتراز کریگا جنکے کرنے کے سبب سے کوئی معصیت یا کراہت مقترن ہو چنانچہ حضرت یحیی بن یحیی سے مروی ہے کہ اونھون نے دوا پی اونکی بی بی نے کہا کہ اگر تم صحن مین کچھ ٹہل لو تو بہتر ہے کہ دوا اپنا اثر کرے آپ نے فرمایا کہ مین اپنے نفس کا حساب تیس برس سے کر رہا ہون یہ رفتار مجکو معلوم نہین ہوتا کہ کچھ دین سے متعلق ہو غرض کہ اونھون نے اس خیال سے کہ یہ رفتار متعلق بدین نہین اوسپر جرأت کرنا جائز نہ سمجھا۔ اور سری سقطی رح فرماتے ہین کہ ایکبار کسی پہاڑ مین مین نے گھانس دیکھی اور پانی پہاڑ مین سے روان تھا مین نے وہ سبزہ کھایا اور پانی پیا اور اپنے دل مین کہا کہ اگر مین نے کسی روز حلال طیب کھایا ہوگا تو وہی روز ہے پس مجکو ایک ہاتف نے آواز دی کہ جس قوت سے تو یہانتک پہونچا وہ کیسی تھی اور کہان سے پیدا ہوئی تھی مین نے اوس قول سے رجوع کیا اور نادم ہوا۔ اور حضرت ذوالنون مصری رح ایکبار بھوکے اور محبوس تھے ایک عورت نیک بخت نے اونکے لیے کھانا داروغہ محبس کے ہاتھ بھجوایا آپ نے نہ کھایا پھر اوس عورت سے عذر کیا کہ میرے پاس ظالم کے ہاتھ پر پہونچا تھا یعنے جس قوت نے مجکو کھانا پہونچایا وہ اچھی نہ تھی اسلیے مین نے نہ کھایا اور یہ نہایت درجہ کا تقوی ہے۔ اور اسی قسم کی یہ حکایت ہے کہ بشر حافی رح اون نہرون کا پانی نہین پیا کرتے تھے جو امرا نے کھدوائی ہین کیونکہ نہر پانی کے روان ہونے اور اون تک پہونچنے کا سبب تھی اگرچہ پانی بذات خود مباح تھا مگر گویا کہ کھدی ہوئی نہرون سے فائدہ لینا پڑتا اور اونکی کھودنے کی اجرت مال حرام سے دی گئی تھی۔ اور اسی وجہ سے بعض اکابر نے انگور کھانے سے اجتناب کیا اور باغ والے سے کہا کہ تم نے انکو خراب کردیا کیونکہ ظالمونکی کھودی نہر کا پانی انکو دیا اور یہ ورع پانی پینے سے بھی بڑھکر ہوا کیونکہ اوس پانی سے جو چیز پیدا ہوئی اوس سے بھی احتراز کیا۔ اور بعض اکابر حج کے رستہ مین جو کنوئین اور چشمے کہ ظالمون نے بنائے ہین اونکا پانی نہ پیتے تھے باوجودیکہ پانی مباح ہے مگر چونکہ ایسے چشمہ مین محفوظ رہا جو مال حرام سے بنایا گیا تھا اسلیے نہ پیتے تھے کہ گویا اوس سے فائدہ لینا ہوگا اور ان سب سے بڑھکر حضرت ذوالنون مصری رح کا ورع ہے کہ داروغہ محبس کے ہاتھ سے جو کھانا آیا اوسکو نکھایا اسلیے کہ داروغہ کے ہاتھ کو نہین کہہ سکتے کہ حرام ہے ہان اگر غصب کی رکابی مین آتا تو کہہ سکتے تھے کہ مال حرام مین رکھا گیا

مگر اُن تک اُسوقت سے پہونچا تھا جو غذا رحرام سے پیدا ہوئی تھی اور اسی لیے حضرت صدیق رضہ نے دودھ کو قے کر دیا اس خوف سے کہ کہین قوت پیدا نہ کرے باوجودیکہ آپ نے نادانستگی مین پیا تھا اور اسکا نکالنا واجب نہ تھا لیکن پیٹ کا خالی ہونا خبیث مال سے صدیقون کا ورع ہی - اور اسی قبیل سے ہی احتیاط کرنی درزی کی کمائی سے جو مسجد مین بیٹھکر سیتا ہو اگرچہ اُسکا پیشہ حلال ہی مگر اُسکا مسجد مین بیٹھکر سینا مکروہ ہی امام احمد رح اُسکو مکروہ فرماتے ہین اور آپ سے کسی نے پوچھا کہ مینہ کے خوف سے اگر سوت کاتنے والا کسی مقبرہ مین بیٹھ جاوے تو اُسکا کیا حکم ہی فرمایا کہ مقبرے صرف اسی لیے ہین کہ کوئی آخرت کا کام کیا جاوے اسیلیے ایسے شخص کا بیٹھنا مکروہ ہی - اور بعض اکابر کا غلام چراغ ایسے لوگون کے پاس سے جلا لایا جنکا مال مکروہ تھا آپ نے چراغ کو گل کر دیا - اور بعضے بزرگ نے تنور مین مکروہ لکڑی کی چنگاری رہی ہوئی سے آگ نہین جلائی - اور بعضون نے بادشاہ کی مشعل کی روشنی مین اپنی جوتی کے تسمہ کو مضبوط باندھنے سے احتراز کیا - غرض کہ یہ باریکیان ورع کی راہ آخرت کے چلنے والون کے نزدیک ہین اور تحقیق اسمین یہ ہی کہ ورع مین ایک تو ابتدا ہی یعنی جس چیز کو فتوی حرام کہے اس سے اجتناب کرنے کو تو عادلون کا ورع کہتے ہین اور ایک اُسکی انتہا ہی جو صدیقون کا ورع ہی یعنے جتنی چیزین کہ خدا ے تعالی کے واسطے نہون اور شہوت کے طور پر لی گئی ہون یا مکروہ طور سے پہونچی ہون یا اُنکے سبب سے کوئی کراہت ہوئی ہو اُن سب سے اجتناب کرنا اور ان دونون درجون کے درمیان مین احتیاط کے بہت سے درجے ہین تو جسقدر آدمی اپنے نفس پر احتیاط مین مبالغہ کریگا اسی قدر قیامت کے دن ہلکا ہوگا اور پل صراط پر سے جلد گذریگا اور برائی کے پلّے کے جھکنے سے دور رہیگا اور آخرت کے درجے اسی طرح مختلف ہوتے ہین جس طرح ورع کے درجے دنیا مین ہونگے جیسے ظالمون کے حق مین دوزخ کے طبقات جداگانہ ہونگے جتنا حرام اور خبیث مال مین اُنکا تفاوت ہوگا جب اس تحقیق کو جان چکے تو اب تمکو اختیار ہی چاہے احتیاط بہت کرو یا تھوڑی اگر احتیاط کروگے تو اپنے لیے کروگے اور نہ کروگے تو اپنے لیے نہ کروگے مصرع

بر رسولان بلاغ باشد و بس

دوسری فصل شبہون کے مرتبون اور اُنکے پیدا ہونے کے مقامات مین اور حلال

اور حرام سے انکے جدا ہونے کے ذکر مین

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْحَلَالُ بَیِّنٌ وَالْحَرَامُ بَیِّنٌ وَبَیْنَهُمَا اُمُوْرٌ مُتَشَبِّهَاتٌ لَا یَعْلَمُهَا كَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ فَقَدِ اسْتَبْرَءَ لِعِرْضِهٖ وَدِیْنِهٖ وَمَنْ وَقَعَ الشُّبُهَاتِ وَاقَعَ الْحَرَامَ كَالرَّاعِیْ حَوْلَ الْحِمٰى یُوْشِكُ اَنْ یَّقَعَ فِیْهِ اس حدیث مین تینون قسمون کی نص صریح ہی اور مشکل انمین درمیانی قسم ہی جسکو بہت لوگ نہین جانتے یعنی شبہہ اسلیے اسکا بیان کرنا اور اسکی حقیقت کا واضح کرنا ضروری ہی کیونکہ جس چیز کو اکثر لوگ نہین جانتے اسکو کمتر لوگ جانتے ہین پس ہم کہتے ہین کہ حلال مطلق تو وہ چیز ہی جسکی عین ذات سے تحریم کی صفات علحدہ ہون اور اسکے اسباب مین ان چیزون کا گذر نہو جنمین حرمت یا کراہت کو دخل ہو اسکی مثال یہ ہی کہ پانی جس وقت برسے اسی وقت آدمی اسکو اپنی زمین خواہ مباح زمین مین کھڑا ہو کر جمع کرے - اور حرام محض وہ ہی جس مین کوئی صفت حرام کرنے والی پائی جاوے جیسے تیزی سرور لانے والی شراب مین یا نجاست پیشاب مین یا یہ کہ وہ چیز کسی سبب قطعی ممنوع سے حاصل ہوئی ہو جیسے ظلم اور سود وغیرہ سے چیز حاصل ہو یہ دونون طرفین ظاہر ہین کچھ شبہہ کو انمین دخل نہین اور وہ انھین دونون طرفون مین وہ بھی داخل ہین جنکا حال تو معلوم ہی کہ مثلاً حلال ہین مگر یہ بھی احتمال ہی کہ غیر کی ہون لیکن اس احتمال کے لیے کوئی سبب نہین بجز فرض و وہم کے جیسے شکار خشکی اور تری کا کہ حلال ہی مگر جو کوئی مثلاً ہرن پکڑے تو احتمال یہ بھی ہی کہ اسکو کسی نے پہلے پکڑا ہو اور اس سے چھوٹ گیا ہو اسی طرح مچھلی اگر مارے تو احتمال ہی کہ کسی اور شخص نے پکڑی ہو اور اس سے پھسل کر پھر پانی مین جا رہی ہو ہر چند اس طرح کا احتمال مینھ کے پانی مین نہین ہو سکتا مگر چونکہ اس احتمال کا کوئی سبب نہین اسلیے یہ شکار بھی حلال مطلق مین داخل ہی اور اس احتمال کو وسواس سمجھنا چاہیے اور جو ہم اس سے احتراز کرنے کو وہمیون کا ورع کہینگے کیونکہ اس احتمال کی کوئی دلیل بجز وہم کے نہین ہان جس صورت مین کہ احتمال کی کوئی دلیل قطعی ہو مثلاً مچھلی کے کان مین بالی پڑی دیکھے یا کوئی دلیل شکی ہو مثلاً ہرن کے زخم ایسا پایا کہ داغ کا بھی ہو سکتا ہی اور دوسری طرح بھی ویسا ہو سکتا ہی تو اس صورت مین البتہ

ورع کرنا بجا ہی اور جب کہ کسی طرح کی دلالت نہو نہ یقینی نہ شکی تو دلالت کا نہونا ایسا ہی ہی جیسا احتمال کا نہونا اسی لیے اسکو وہم اور وسواس کہا جاویگا - اور اسی طرح یہ صورت ہی کہ کسی شخص نے دوسرے سے گھر مانگ لیا اور مالک کہین کو چلا گیا تو وہ مکان سے نکل جاوے اور کہنے لگے کہ احتمال ہی کہ مالک مر گیا ہو اور اسکے وارثون کا حق مکان سے متعلق ہو گیا ہو اس نظر سے مین نہین رہتا ہون تو یہ بھی وسواس ہی کیونکہ مالک کی موت پر کوئی سبب قطعی یا شکی نہین پایا گیا اور شبہہ ممنوع وہی ہی جو شک سے پیدا ہو اور شک اسکو کہتے ہین کہ دو اعتقاد ایک دوسرے کے خلاف دو سببون جداگانہ سے پیدا ہون تو جس بات کا سبب ہی نہوگا اسکا اعتقاد دل مین کیسے جمیگا کہ دوسرے اعتقاد کے مخالف ہو سکے اور شک بنجاوے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ اگر کسی کو شک ہوا کہ مین نے تین رکعتین پڑھی ہین یا چار تو وہ تین کو اختیار کرے کیونکہ چوتھی کی اصل معدوم ہی اور اگر کسی شخص سے سوال کیا جاوے کہ تمنے ظہر کی نماز دس برس پیشتر فلان روز تین پڑھی تھی یا چار تو اسکو یقیناً یاد نہوگا کہ چار ہی پڑھی تھی اور جب یقین نہوا تو وہم اسکا بھی کریگا کہ شاید تین ہون مگر یہ وہم شک نہین اسلیے کہ اسکا کوئی سبب نہین جس سے تین رکعتون کا اعتقاد ہو - غرض کہ شک اور وہم کی حقیقت کو خوب سمجھ لینا چاہیے وہ اشیا جنمین صرف وہم اور تجویز پائی جاوے اور کوئی وجہ حرمت کی نہو وہ حلال مطلق مین داخل ہین اسی طرح اگر حرمت قطعی ہو اور حلت کی وجہ وہم کے طور پر ہو اور اسکا کوئی سبب نہو تو وہ حرام محض ہین مثلاً ایک شخص کے ہاتھ مین اسکے مورث کی چیز ہی اور اسکا کوئی دوسرا وارث نہین اور وہ چلا جاوے اور شخص مذکور کہنے لگے کہ ہو سکتا ہی کہ وہ مر گیا ہو اور یہ چیز میری ہی ملک مین آگئی ہو اور اسی وہم سے اس چیز مین تصرف کر ڈالے تو مرتکب حرام محض کا ہوگا کیونکہ اسکے وہم کا کوئی سبب نہین پس ایسی طرح کی اشیا کو شبہات مین نہ جاننا چاہیے بلکہ شبہہ کی چیزین وہی ہین جنکا حال ہم پر مشتبہ ہو جاوے یعنے دو اعتقاد دو سببون سے پیدا ہون اور کسی کو ترجیح نہو تو اس صورت کو شبہہ کہینگے اب معلوم کرنا چاہیے کہ شبہہ کے پیدا ہونے کے چار مقام ہین

مقام اول سبب حلت اور حرمت مین شک ہونا - اور یہ دو حال سے خالی نہین یا دونون احتمال برابر ہونگے یا ایک غالب ہوگا اگر دونون برابر ہونگے تو جو امر پہلے سے

معلوم ہوگا وہی رہیگا شک سے کوئی دوسرا حکم نہ کیا جاویگا اور یہ یعنے حکم سابق کو دیکھکہ
حال پر ویسا ہی حکم رکھنا استصحاب کہلاتا ہے اور اگر کوئی احتمال غالب ہوگا اور اسکا غلبہ
بھی دلالت معتبر سے ہوا ہوگا تو غالب پر حکم کیا جاویگا اور یہ بات بدون مثالون
اور دلائل کے واضح نہوگی اسلیے ہم اسکو چار قسمون مین منقسم کرتے ہین۔ پہلی قسم یہ کہ
حرام ہونا پیشتر سے معلوم ہو پھر جس وجہ سے کہ چیز حلال ہوتی اسمین شک پڑ گیا
تو ایسے شبہہ سے احتراز کرنا واجب ہے اور اسپر جرأت کرنی حرام ہے مثلاً ایک شخص نے
شکار کے تیر مارا اور وہ زخمی ہوکر پانی مین گرا اور اسکو مردہ ملا اور یہ نہین معلوم کہ
ڈوب کر مرا یا زخم سے مرا تو یہ حرام ہوگا اسلیے کہ اصل مین حرام تھا بجز ایک خاص طرح
مرنے کے اور اس طریق معین مین شک پڑ گیا تو یقینی بات شک سے نہ چھوڑی جاویگی
جیسے طہارتون اور نجاستون اور نماز کی رکعات وغیرہ مین یہی صورت کرتے ہین اور
ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عدی بن حاتم کو اسی صورت پر محمول کیا جاویگا
یعنے اس شکار کو مت کھا[ح۱] شاید اسکو تیرے کتے کے سوا اور کسی نے قتل کیا ہو اور
اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس[ح۲] جب کوئی چیز آتی اور اسکا حال
آپ پر مشتبہ ہوتا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ تو اسکو دریافت فرماتے یہان تک کہ معلوم ہوجاتا
کہ دونون مین سے کونسا ہے۔ اور مروی ہے[ح۳] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات
جاگے آپ کی ازواج مطہرات مین سے کسی نے پوچھا کہ آپ جاگے آپ نے فرمایا کہ ہان
مین نے ایک خرما پایا اور کھایا پس یہ خوف ہوا کہ کہین صدقہ کا نہو اور ایک روایت
مین یہ ہے کہ مین نے اسکو کھا لیا اور خوف کیا۔ اور اسی قسم کی یہ حکایت ہے جو کسی
صحابی سے مروی ہے[ح۴] کہ ہم ایک سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے
ہم کو بھوک لگی اور ایک منزل مین آ رہے جسمین گوہ مین بہت تھین ہمنے انکو ذبح کرکے
ہنڈیون مین چڑھا دیا وہ پک ہی رہی تھین کہ اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ایک امت بنی اسرائیل مین مسخ ہوگئی تھی سو مجھے ڈر ہے کہ یہ اسی مین سے نہون
ہمنے ہانڈیون کو اوندھا دیا پھر بعد کو خداے تعالے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو بتا دیا کہ ہمنے کسی مخلوق کو ایسی طرح مسخ نہین کیا کہ اسکی نسل رہی ہو
اور اول آپ کا رکنا اس وجہ سے تھا کہ اصل مین حلال نہ تھی مگر ذبح کی وجہ سے اور

ح۱ بخاری و مسلم بروایت عدی بن حاتم ۱۲
ح۲ بخاری بروایت ابی ہریرہ ۱۲
ح۳ احمد بروایت عمرو بن شعیب [illegible]
ح۴ ابو داؤد و نسائی [illegible]

محل ذبح ہونے مین شک تھا - دوسری قسم یہ ہو کہ چیز پیشتر حلال ہو اور وجہ حرمت مین شک ہو جاوے تو اسمین اصل حلت ہی کا حکم رہیگا اُسکی مثال یہ ہو کہ دو شخصون نے دو عورتون سے نکاح کیا اور ایک پرندا اُڑتا ہوا دیکھ کر ایک نے کہا کہ اگر یہ کوا ہو تو اُسکی بی بی پر طلاق ہی دوسرے نے کہا کہ اگر یہ کوا نہو تو اُسکی زوجہ کو طلاق ہی اور اُس پرند کا حال نہ کھلا کہ کوا تھا یا نہین تو کسی عورت کی حرمت کا حکم نہ نکلیگا اور نہ اُن مردون کو اُنسے اجتناب کرنا واجب ہوگا بلکہ ورع کی رو سے احترازکرنا اور دونون کو طلاق دے دینا مناسب ہوگا تاکہ اور شوہرون کو حلال ہوجاوین اور مکحول رح نے اس مسئلہ مین اجتناب کرنے کا حکم فرمایا ہی - اور اس مسئلہ مین کہ دو شخصون نے تنازع کیا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ تو حاسد ہی اُسنے جواب دیا کہ ہم مین سے جو زیادہ حاسد ہو اُسکی جورو پر تین طلاق اُسنے کہا ہان اور یہ معلوم ہونا مشکل پڑا کہ زیادہ حاسد کون ہی - شعبی رض نے فرمایا کہ دونون کو اپنی بی بی سے اجتناب چاہیے تو اگر شعبی اور مکحول رض کی غرض اجتناب سے وہی ہو کہ ورع کی رو سے احتراز چاہیے تب تو درست ہی اور اگر یہ غرض ہی کہ حرمت ثابت ہوگئی تو حرمت کی کوئی وجہ ثابت نہین کیونکہ طہارات اور نجاسات اور پانیون اور نمازون مین ثابت ہو کہ شک سے یقین کا ترک کرنا واجب نہین تو یہ معاملہ بھی ویسا ہی ہو جہان بھی وہی حکم ہوگا - اب اگر یہ کہو کہ اس مسئلہ مین اور طہارات کے مسئلہ مین مناسبت کیا ہی جو اسکا اور اُسکا ایک حکم کتے ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ مناسبت کی ضرورت نہین بعض صورتون مین یہ حکم بدون مناسبت بھی لازم آجاتا ہی مثلاً جس صورت مین کہ آدمی کو پانی کے پاک ہونے کا یقین ہو پھر اُسکو اُس کی نجاست مین شک پڑجاوے تو اُس صورت مین اُس پانی سے اُسکو وضو کرنا جائز ہی علی ہذا القیاس پینا کیسے ناجائز ہوجائیگا وہ بھی درست ہوگا اور جب پینا درست ہوا تو ثابت ہوا کہ یقین شک سے نہین دور ہوتا ہان یہان ایک اور نکتہ ہی وہ یہ ہو کہ پانی کی نظیر جب درست ہوتی کہ آدمی اس بات مین شک کرتا کہ مین نے اپنی بی بی کو طلاق دی ہی یا نہین تو اُس وقت یون جواب ہوسکتا تھا کہ اصل یہی ہو کہ طلاق نہین دی مگر مسئلہ پرند کی نظیر اس پر منطبق نہین ہوتی کہ یقین شک سے نہین جاتا بلکہ اُسکی نظیر یہ ہوسکتی ہی کہ دو برتنون مین سے ایک یقینی نجس ہوا اور یاد نہ رہے کہ کونسا ہی تو اب اُن مین سے کسی کا استعمال درست نہین جبتک کہ اجتہاد اور اٹکل نہ کرے اسلئے کہ اسمین طہارت

ایک کی یقینی ہی اور نجاست دوسرے کے بھی یقینی تو دو یقینیون کے مقابل ہونے سے استعمال درست نہوگا مگر یہ کہ ایک یقین کو اٹکل سے ترجیح دیجاوے یہی معاملہ مسئلہ پرندین ہی کہ ایک بی بی پر طلاق یقینی پڑگئی اور یہ معلوم نہین کہ کونسی پر پڑی تو چاہیے تھا کہ اجتہاد سے ایک ہی حلال رہتی دوسری حرام ہوجاتی ۔ پس اس نکتہ کے باب مین ہم کہتے ہین کہ دو برتنون مین شافعیون کے تین قول ہین بعض تو فرماتے ہین کہ بدون اجتہاد ایک سے وضو درست ہی اور بعض کہتے ہین کہ جب یقین نجاست طہارت کے یقین کے مقابل ہوا تو دونون سے اجتناب چاہیے اور اجتہاد کرنا اس مین مفید نہ پڑیگا اور کچھ بیچ کی راہ چلے ہین اور فرماتے ہین کہ اجتہاد کرکے ایک کا استعمال جائز ہی اور یہی قول صحیح ہی مگر اسکی نظیر مسئلہ پرند اس صورت مین ہی کہ ایک شخص کی دو بیبیان ہون اور وہ پرند کو دیکھ کر کہے کہ اگر یہ کوا ہو تو ہندہ کو طلاق ہی ورنہ خالدہ کو تو اس صورت مین البتہ اسکو دونون سے علحدگی کرنی پڑیگی اور استصحاب کی وجہ سے دونون سے صحبت کرنی ناجائز ہوگی اور اجتہاد جائز نہوگا کیونکہ کوئی علامت نہین ہی اور ہم اسپر دونون کو حرام کہتے ہین اسلیے کہ اگر وہ دونون سے صحبت کریگا تو قطعی حرام کا مرتکب ہوگا اور اگر ایک سے کریگا اور کہیگا کہ مین اسی پر کفایت کرتا ہون تو ترجیح بلا مرجح روبتی لازم آویگی اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اس مسئلہ پرند مین اگر ایک شخص ہو تو اسکا حکم جدا ہی اور دو ہون تو حکم اور ہی کیونکہ ایک شخص مین تو حرمت یقینی ہی اور دو مین ہر ایک شخص کو حرمت مین شک ہی ۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین برتن دو شخصون کے ہون تو چاہیے کہ وہان بھی اجتہاد مفید نہ پڑے اور ہر ایک شخص اپنے اپنے برتن سے وضو کرے اسلیے کہ طہارت ہر ایک کی یقینی ہی اور نجاست مین شک ہوگیا تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین احتمال نفی تو اسی طرح ہی مگر ظن غالب کی رو سے اس صورت مین یہ حکم ہی کہ کوئی شخص وضو ان دونون برتنون سے نہ کرے پانی کی صورت مین دو شخصون اور ایک کا حکم یکسان ہی اسلیے کہ وضو کا درست ہونا اس بات کو نہین چاہتا کہ پانی اس شخص کی ملک بھی ہو بلکہ اگر کوئی شخص غیر کے پانی سے وضو کرلیگا تب بھی رفع حدث کے لیے ایسا ہی ہوگا کہ گویا اپنے پانی سے وضو کیا پس پانی کے باب مین ملک کا جدا جدا نہ ہونا کچھ موثر نہوا بخلاف دوسرے کی زوجہ سے

صحبت کرنے کے کہ وہ ناجائز ہی اور دوسری وجہ یہ ہی کہ نجاسات کے باب مین علامتون کو دخل ہی اور اجتہاد اُس مین ہوسکتا ہی اور طلاق مین یہ بات نہین ہوسکتی اسلیے پانی مین استصحاب کی تقویت کسی علامت سے ضرور ہی تاکہ اُسکی نجاست کے یقین کو جو طہارت کے یقین کے مقابل ہی دفع کردیا جاوے اور یہ اقسام استصحابات اور ترجیحات کے فقہ کے دقائق مین سے ہین ہمنے اُنکو فقہ کی کتابون مین مکمل لکھا ہی اس مقام پر اسکے سوا اور کچھ مقصود نہین کہ اُسکے قواعد پر تنبیہ کردین۔ تیسری قسم یہ ہی کہ اصل مین حرمت ہو مگر اُسپر کوئی ایسی شئے طاری ہوئی ہو جو ظن غالب کی رو سے موجب حلت ہو تو ایسی چیز مشکوک ہوتی ہی اور غالب یہی ہی کہ حلال ہو اسکا حکم یہ ہی کہ دیکھنا چاہیے کہ غلبۂ ظن کا سبب اگر شرعی وجہ اور معتبر ہی تو ایسی صورت مین مختار یہ ہی کہ وہ چیز حلال ہی اور اُس سے اجتناب کرنا ورع مین داخل ہی مثلاً ایک شکار پر تیر مارا اور وہ نظر سے غائب ہوگیا بعد اُسکے مردہ ملا اور بجز تیر کے اور کوئی نشان زخم وغیرہ کا نہین لیکن ہوسکتا ہی کہ وہ گر کر مر گیا ہو یا کسی اور سبب سے مرا ہو اگر کسی دوسرے صدمہ یا زخم کا نشان بھی ہوگا تب تو وہ اول قسم مین لاحق ہو جاویگا مگر جب اور نشان نہو تو امام شافعی رح کا قول اس مین مختلف ہی اور مختار یہی ہی کہ حلال ہی اسلیے کہ تیر کا زخم سبب ظاہر اور یقینی ہی اور اصل یہی ہی کہ اُسپر اور کوئی امر مہلک طاری نہین ہوا فقط شک ہی کہ طاری ہوگیا ہو تو یقین شک کے باعث سے دور نکیا جاویگا۔ اب اگر یہ کہا جاوے کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہی کہ کُلْ مَا اَصْمَيْتَ وَدَعْ مَا اَنْمَيْتَ اور حضرت عائشہ رض نے روایت کی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خرگوش لایا اور عرض کیا کہ یہ میرا شکار ہی مین نے اسمین اپنا تیر پہچانا آپ نے پوچھا کہ یہ تیر لگتے ہی تیرے سامنے گر گیا تھا یا نظر سے غائب ہوگیا تھا اُسنے عرض کیا کہ نظر سے غائب ہوگیا تھا آپ نے فرمایا کہ رات اللہ تعالی کی مخلوق ہی اُسکا اندازہ سوا اُسکے خالق کے اور کوئی نہین کرتا شاید اُس کے قتل پر کسی اور چیز نے مدد کی ہو اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم کو اُنکے کتے تعلیم یافتہ کے باب مین فرمایا کہ اگر وہ کھاوے تو مت کھا کہ مجھے یہ خوف ہی کہ کہین اُسنے اپنے ہی لیے شکار نہ پکڑا ہو حالانکہ غالب یہی ہی کہ کتا تربیت یافتہ

اپنی عادت نہین بھولتا اور مالک ہی کے لیے شکار پکڑتا ہی مگر باوجود اسکے انکو ممانعت فرمائی اور اسکی وجہ یہ ہی کہ حلت جب ثابت ہوتی ہی کہ اُسکا سبب کامل تحقق ہوجائے اور سبب کا پورا ہونا اسطرح ہی کہ بدون دوسرے سبب کے طاری ہونے کے وہی موت کا باعث ہوا اور جب اسمین شک ہوگا تو سبب کے کامل ہونے مین شک پڑیگا یہان تک کہ یہ امر مشتبہ ہوجائیگا کہ اُسکی موت علت پر ہوئی یا حرمت پر غرضکہ یہ شکار اُس طرح کا نہوگا جسکا فرنا یقینی علت پر اُسی دم ہوا ہو پھر شک سبب طاری مین واقع ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت ابن عباس کا منع فرمانا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا ورع پر اور نہی تنزیہی پر محمول ہی کیونکہ بعض روایات مین یہ بھی تو وارد ہی کہ ایسے شکار مین سے کھائے گو تجھسے غائب ہوجاوے بشرطیکہ اپنے تیر کے سوا کوئی اور نشان مرنے کا نہ پاوے اور یہ روایت اُسی علت کی تنبیہ ہی جو ہمنے ذکر کی ہی یعنی اگر دوسرا نشان پاویگا تو سبب مین تعارض ہوجاویگا اور اسی لیے گمان غالب مین تعارض ہوگا اور اگر اپنے زخم کرنے کے سوا کوئی نشان نہ پائیگا تو غلبہ ظن حاصل ہوجائیگا اور اُسی کے لحاظ سے علت کا اور استصحاب کا حکم کیا جاویگا جیسے خبر واحد اور قیاس ظنی وغیرہ کے بموجب عمل کرنے کا حکم ہوتا ہی۔ باقی معترض نے یہ جو کہا تھا کہ یقینی متحقق نہین ہوا کہ اُسکی موت اُسی دم علت پر ہوئی تو سبب مین شک واقع ہوگیا پس یہ اسطرح نہین ہی جیسا معترض نے خیال کیا بلکہ سبب تو یقینی ہوگیا کیونکہ زخم ہی موت کا باعث ہوا ہی ہان دوسرے سبب کے طاری ہونے مین شک ہی۔ اور ہمارے اس قول کی صحت پر اجماع دلالت کرتا ہی یعنی اگر کوئی شخص زخمی ہوکر غائب ہوجاوے اور پھر مردہ ملے تو اس بات پر اجماع ہی کہ اُسکے زخمی کرنے والے پر قصاص واجب ہی بلکہ اگر وہ غائب بھی نہو تب بھی معترض کے قول کے بموجب قصاص نہونا چاہیے کیونکہ ہوسکتا ہی کہ اُسکی موت اُسکی باطن کی کسی خلط کے ہیجان سے ہوئی ہو جیسے آدمی اچانک مرجاتا ہی تو چاہیے کہ قصاص ایسی صورتون مین نہوا کرے بلکہ جب ایک شخص دوسرے کی گردن کاٹ ڈالے یا ایسا زخم کاری لگاوے کہ فوراً ٹھنڈا کردے اُسی صورت مین قصاص لازم آوے کیونکہ باطن کے اسباب جو مہلک ہین اُنسے بچاؤ کی صورت نہین اور اُنکے باعث سے

تندرست آدمی دفعۃً مرجاتا ہی حالانکہ اسکا قائل کوئی نہین باوجودیکہ قصاص شبہہ کی صورت مین ساقط ہوجاتا ہی مگر یہان کوئی قصاص کو ساقط نہین کہتا اسی طرح ذبح کیے ہوئے جانور کے پیٹ مین سے جو بچہ نکلتا ہی وہ حلال ہوتا ہی حالانکہ ممکن ہی کہ وہ اپنی ماں کے ذبح ہونے سے پیشتر ہی مرگیا ہو اُسکے ذبح ہونے سے نہ مرا ہو یا اُسمین روح شروع ہی سے نہ پڑی ہو اسی طرح اگر حاملہ عورت کو کوئی شخص صدمہ پہونچاوے اور اُسکا بچہ مرا ہوا نکل پڑے تو اُس شخص پر غلام آزاد کرنا واجب ہوتا ہی اگرچہ ممکن ہی کہ بچہ مین پہلے ہی سے روح نہ پڑی ہو یا اُس شخص کے صدمہ سے پہلے کسی اور سبب سے مرگیا ہو لیکن ان سب باتون کی بنا ظاہری اسباب پر ایجابی ہی اور دوسرے احتمال کا اگر کوئی سبب نہ پایا جاویگا تو وہ وہم اور وسواس مین شامل ہی جیسا کہ ہم پیشتر ہی ذکر کیا ہی تو اسی طرح اس مسئلہ کو سمجھنا چاہیے۔ اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہی کہ کہین تعلیم یافتہ کُتے نے اپنے لیے شکار نہ پکڑا ہو تو اس باب مین امام شافعی رح کے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک انمین سے مختار قول حرمت ہی اسلیے کہ یہان سبب مین تعارض واقع ہوتا ہی کیونکہ تربیت یافتہ کُتے کا حال مثل آلہ اور وکیل کے ہی اگر خود چھوٹ کر اپنے لیے پکڑ لیتا ہی تو حرام ہوجاتا ہی اور مالک کے واسطے پکڑتا ہی تو حلال ہوتا ہی پس جس صورت مین کہ مالک کے اشارہ سے چھوٹے اور شکار کو پکڑ کر کھاوے تو شکار پر اشارہ سے جانا تو اس بات کو چاہتا ہی کہ کُتا مالک کی وکالت اور نیابت کرتا ہی اور بعد کو شکار مین سے کھانا اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اُسنے اپنے واسطے شکار پکڑا ہی نہ مالک کے لیے تو اب ان دونون سببون مین حلت اور حرمت کے تعارض ہوا اسلیے احتمال مین بھی تعارض ہوا اور اصل حرمت تھی تو وہی قائم رہیگی اور شک سے زائل نہو گی اور یہ ایسی صورت ہوئی کہ ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ میرے لیے ایک لونڈی خریدے پھر وکیل نے ایک لونڈی خریدی اور ابھی یہ کہنے نہین پایا تھا کہ اپنے لیے لی ہی یا مالک کے لیے کہ انتقال کر گیا تو موکل کو اس صورت مین اُس لونڈی سے صحبت کرنی حلال نہو گی کیونکہ وکیل کو اپنے لیے خریدنے کی بھی قدرت تھی

اور موکل کے لیے بھی اور ترجیح کی کوئی دلیل موجود نہین اور اصل حرمت ہی تو اُسیکا اعتبار ہوگا پس اسطرح کی صورت پہلی قسم مین ملحق ہی نہ تیسری مین - چوتھی قسم یہ کہ حلت معلوم ہو اور کوئی وجہ شرعی معتبر حرمت کی طاری ہوگئی ہو جس سے غلبہ ظن حرمت کا ہوجاوے پس اُسکی حلت سابقہ دور کیجاویگی اور حرمت کا حکم دیاجاویگا کیونکہ ہمکو معلوم ہوگیا کہ استصحاب کی وجہ ضعیف ہی اور غلبہ ظن کے ساتھہ مین اُسکا حکم باقی نہ رہیگا - اُسکی مثال یہ ہی کہ دو برتنون مین سے ایک کی نجاست اجتہاد سے معلوم کرے یعنی کسی علامت معین پر اعتماد کرکے ظن غالب اس بات کا کرے کہ یہ برتن نجس ہی تو یہ غلبہ ظن اُس پانی کے پینے اور اُس سے وضو کرنے کی حرمت کا موجب ہوگا یا یہ کہ یون کہا کہ اگر زید عمرو کو مار ڈالے یا شکار کو قتل کرے اور اسکے مارنے مین تنہا وہی ہو تو میری بی بی کو طلاق ہوجاے پھر زید نے عمرو کو خواہ شکار کو زخمی کیا اور مجروح غائب ہوگیا اور بعدہ مردہ ملا تو اُس شخص کی بی بی اُس پر حرام ہوجاویگی اسلیے کہ ظاہر یہی ہی کہ مقتول کو صرف زید ہی نے مارا ہی جیسا کہ پیشتر بیان ہوا - اور امام شافعی رح نے تصریح فرمادی ہی کہ اگر کوئی شخص حوضون مین پانی رنگ بدلا ہوا پاوے اور ہوسکتا ہو کہ زیادہ دنون کے رہنے سے بگڑگیا ہو یا یہ کسی نجاست کے باعث سے متغیر ہوا ہو تو اُس پانی کو استعمال کرے اور اگر کسی ہرن کو اُسمین پیشاب کرتے دیکھے پھر متغیر پاوے اور اب احتمال ہو کہ پیشاب سے متغیر ہوا ہی یا زیادہ ٹھہرنے سے تو اس صورت مین اُسکا استعمال درست نہین کیونکہ پیشاب کا دیکھنا غلبہ احتمال نجاست پر دلیل موجود ہی اور یہی مثال ہی قسم چہارم کی اور یہ غلبہ ظن اُس صورت مین معتبر ہی کہ کسی علامت سے متعلق ہو جو اُس شے مین موجود ہو اور جو غلبہ ظن اس طرح کی علامت سے متعلق نہ ہوگا تو اُسمین امام شافعی رح کا قول مختلف ہی کہ آیا اصل حلت اسطرح کے غلبہ ظن سے جاتی رہتی ہی یا نہین چنانچہ شرابیون اور دائم الخمر آدمیون کے برتنون سے وضو کرنے مین اور گندی ہوئی قبرستان مین نماز پڑھنے کے باب مین اور سڑکون کی کیچڑ کے ساتھہ نماز پڑھنے مین بشرطیکہ جس قدر سے احتراز دشوار ہی اُس سے زائد لگی ہووے اُنکا قول مختلف ہی اور اس مسئلہ کا نام اصحاب شافعی نے یہ رکھا ہی

کہ جب اصل اور غلبہ ظن کا تعارض ہو تو اسکا اعتبار ہوتا ہی غرضکہ یہ غلبہ ظن دائم الخمر اور مشرکون کے برتنون سے پانی پینے کی حلت مین جاری ہی کیونکہ نجس پانی کا پینا حلال نہین ہوتا پس معلوم ہوا کہ ماخذ نجاست اور حلت کا ایک ہی ہی اور اگر دونون مین سے ایک مین تردد ہوگا تو دوسرے مین بھی تردد کا موجب ہوگا اور جس بات کو ہمنے اختیار کیا ہی وہ یہ ہی کہ اعتبار اصل کا ہی اور علامت اگر چیز کی ذات سے متعلق نہوگی تو اصل کے دور کرنے کی موجب نہوگی اور قریب ہی کہ اسکا بیان اور دلیل شبہہ کے اُٹھنے کی دوسرے مقام مین مذکور کرینگے جسکو شبہہ خلط کہتے ہین - اوپر کی تقریر سے حکم اس حلال کا معلوم ہوگیا جسکے اندر حرمت کی وجہ طاری ہونیکا شک یا گمان غالب ہو اور اُس حرام کا حکم معلوم ہوا جسمین حلت کی وجہ طاری ہونیکا شک یا ظن ہوا ہو اور یہ فرق بھی معلوم ہوگیا کہ اگر ظن کسی ایسی علامت سے متعلق ہو جو چیز کی ذات مین پائی جاوے تو وہ اور ہی اور جو ایسی علامت سے متعلق نہو تو وہ اور ہی اور ان چارون قسمون مین جن چیزون کو ہمنے حلال کہا ہی وہ اول درجہ کی حلال ہین احتیاط یہی ہی کہ اُنسے اجتناب کیا جاوے اور جو کوئی اُنپر اقدام کریگا وہ متقیون اور صالحون سے نہوگا بلکہ عادلون کے زمرہ مین متصور ہوگا یعنی شرع کے فتوی کے بموجب بدکار اور گناہگار اور مستوجب سزا نہ ٹھہریگا ہان جن باتونکو ہم وسواس کے مرتبہ مین شامل کر چکے ہین اُنسے احتراز کرنا ورع مین ہرگز داخل نہین چنانچہ پہلے بھی ہم کہہ چکے ہین

دوسرا مقام شبہہ کے پیدا ہونیکا خلط ہی یعنے حلال اور حرام آپسمین ملجاوین اور تمیز نہ رہے اور امر مشتبہ ہوجاوے اب خلط کی تین صورتین ہین ایک یہ کہ دونون طرف معدود لا انتہا ہون دوم یہ کہ ایک ہی طرف ہون سوم یہ کہ دونون طرف محصور اور معدود ہون پھر اس تیسری صورت کی دو نوع ہین ایک یہ کہ اختلاط امتزاج کے ساتھ ہو کہ حلال اور حرام کے افراد کی طرف اشارہ جداگانہ کرسکین جیسے بہنے والی چیزین آپس مین ملجاوین یا اختلاط ابہام کے ساتھ ہو مگر افراد کی طرف جداگانہ اشارہ کرسکتے ہون جیسے غلامون اور مکانون اور گھوڑون وغیرہ کا ملجانا اور یہ دوسری صورت بھی دو حال سے خالی نہین کہ جو چیزین مختلط ہوئی ہین یا ایسی ہین کہ اُنکی ذات مقصود ہو جیسے

اسباب یا ایسے ہین کہ انکی ذوات مقصود نہین جیسے نقد تو اس تقسیم سے اسکی بہت سی قسمین پیدا ہوتی ہین قسم اول یہ کہ کوئی چیز چند محصور مین ملجاوے مثلاً ایک مردار بکری ذبح کی ہوئی ایک یا دس بکریون مین ملجاوے یا ایک عورت دودھ کی بہن دس عورتون مین ملجاوے یا دو بہنون مین سے ایک کے ساتھ نکاح کیا پھر شبہ ہوگیا کہ کسکے ساتھ کیا تھا تو اس قسم کے شبہ سے بالاجماع احتراز کرنا واجب ہی کیونکہ علامتون اور اجتہاد کو اسمین دخل نہین اور چونکہ اختلاط عدد محصور مین ہوا ہی تو سب ملکر ایک چیز کی طرح ہوگئے ہین اور اسمین یقین حلت اور یقین حرمت دونون ایک دوسرے کے متعارض بلا ترجیح ہین اور یہ اختلاط اگر ایسی طرح ہو کہ پہلے حلت ثابت ہوکر پھر حرمت کا اختلاط طاری ہوجاوے جیسے دو بیبیون مین سے ایک پر طلاق پڑنی مسئلہ پرند مین گذری یا اسطرح اختلاط ہو کہ حلت سے پیشتر ہی حرمت کا اختلاط ہوگیا ہو جیسے دودھ کی بہن اجنبی عورت کے ساتھ مشتبہ ہوجاوے اور ایک کا حلال کرنا چاہیے تو دونون صورتون مین کچھ فرق نہین دونون کا حکم حرمت ہی کا رہیگا۔ مگر حرمت کے طاری ہونے کی صورت مین کبھی مشکل ہوتی ہی مثلاً دو بیبیون مین سے ایک کی طلاق مین کہ بموجب بیان گذشتہ استصحاب ہوسکتا ہی لیکن ہمنے مسئلہ پرند مین جواب کی وجہ بھی لکھدی ہی کہ یقین حرمت مقابل الیقین حلت کے پڑا ہی اسوجہ سے استصحاب ضعیف ہی اور نظر شریعت مین خطر کی جانب غالب ہوتی ہی اسلیے ترجیح حرمت کو رہتی ہی اور یہ صورت اسی وقت ہی کہ حلال محصور حرام محصور مین مختلط ہو اور جس صورت مین کہ حلال تو محصور ہو اور حرام غیر محصور تو ظاہر ہی کہ اجتناب بطریق اولی ہوگا قسم دوم یہ کہ حرام محصور ہو اور حلال غیر محصور جیسے مثلاً ایک دودھ کی شریک یا دس عورتین دودھ کی شریک کسی بڑے شہر کی عورتون مین مختلط ہوجاوین تو اس صورت مین سارے شہر کی عورتون سے نکاح کرنے مین اجتناب کرنا لازم نہین بلکہ جائز ہی کہ جس سے چاہی نکاح کرلے اور اس قسم مین علت یہ ٹھہرانی کہ حلال کی کثرت کی صورت مین حلت کو ترجیح چاہیے جائز نہین کیونکہ اس صورت مین یہ لازم آویگا کہ اگر ایک دودھ کی شریک دس اجنبی عورتون مین مختلط ہوجاوے تو نکاح درست ہونا چاہیے حالانکہ اسکا کوئی قائل نہین بلکہ علت کثرت اور حاجت دونون ہین کیونکہ جس شخص کا دودھ کا شریک

یا اور کوئی محرم یا سسرال کے رشتہ سے یا اور کسی سبب سے حرام شخص مختلط ہو جاوے
تو یہ نہین ہو سکتا کہ اوس پر باب نکاح بالکل بند کر دیا جاوے - اور اسی طرح جس شخص کو یہ
معلوم ہو کہ مال دنیا مین قطعاً حرام ملا ہوا ہے تو اوسپر ضرور نہین کہ خریدنا اور کھانا چھوڑ دے
کیونکہ اس مین دقت اور حرج ہے حالانکہ دین اسلام مین کچھ حرج نہین ہے اور اس
امر کی دلیل یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین ایک ڈھال چوری
گئی تھی اور کسی شخص نے براہ خیانت غنیمت کے مال مین سے عبا لے لی تھی تو دنیا مین
کسی نے ڈھال اور عبا کے خریدنے سے امتناع نہین کیا تھا اور یہی حال ہر چیز کا ہے
جو چوری ہو جاوے کہ دوسرون پر اوسکی جنس کی بیع و شرا کا ترک کرنا لازم نہین اسیطرح
یہ بھی لوگون کو معلوم تھا کہ بعض لوگ روپیون اشرفیون پر سود لیتے دیتے ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے نیکبختون نے روپیون اشرفیون کو بالکل چھوڑ نہین دیا تھا
سبکے کاروبار اونسے ہوتے تھے - حاصل یہ کہ دنیا حرام سے جبھی بچتی ہے کہ جب تمام
دنیا کے لوگ گناہ چھوڑ دین اور یہ محال ہے پس جب اس طرح کا اجتناب دنیا مین
شرط نہین تو شہر مین بھی مشروط نہونا چاہیے ہان جس صورت مین کہ عدد محصور ہو تو
مضائقہ نہین اور عدد غیر محصور کی صورت مین اجتناب کرنا وسواسیون کا ورع ہے کیونکہ
نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے اور نہ کسی صحابی سے اور نہ کسی ملت اور
کسی زمانہ مین اسطرح کے اجتناب کا نباہنا خیال مین آوے - اب اگر یہ کہو کہ خدا تعالے
کے علم مین تو سب عدد محصور ہی ہین پھر عدد محصور کی حد کیا ہے اگر آدمی چاہے کہ کسی
شہر کے باشندون کی شمار کرے تو ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی اوسکے شمار مین مزاحم نہ ہو
تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان جیسے امور کی حد باندھنی ناممکن ہے مگر تقریباً حد کر دیا کرتے ہین
پس ہم کہتے ہین کہ عدد غیر محصور کی یہ حد ہے کہ اگر ایک میدان مین سب اکٹھے ہو جاوین
تو دیکھنے والے کو بمجرد نگاہ کرنے کے اونکا شمار مشکل ہو جیسے ہزار اور دو ہزار کہ عدد غیر محصور
ہین اور اگر شمار کرنے مین دقت نہو بلکہ آسانی سے گن لیے جاوین جیسے دس یا بیس ہین
تو وہ محصور ہین اور ان دونون حدون کے درمیان کے عدد اوساط متشابہ ہین کہ
گمان غالب کے ذریعہ سے کسیطرف انہین ملا دیتے جاتے ہین اور جس عدد مین شک واقع ہو اوسمین
فتوی دل سے لینا چاہیے کہ گناہ دل پر کھٹکا کرتا ہے اور اسی جیسے مقام مین آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے وابصہ کو ارشاد فرمایا کہ اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاِنْ اَفْتَوْكَ وَاَفْتَوْكَ اور اسی طرح جو چار قسمین کہ ہم نے مقام اول مین بیان کی ہین اون مین کچھ تو اطراف ایک دوسرے کے مقابل اور واضح ہوتی ہین حلت یا حرمت کے باب مین اور کچھ اوساط تشابہ ہوتے ہین اور مفتی اون مین ظن غالب سے فتوی دیدیتا ہے مگر سائل کو واجب ہے کہ اپنے دل سے فتوی پوچھے اگر اوسکے دل مین کچھ خلش رہیگی تو وہ امر اوسکے اور اللہ تعالی کے درمیان کے معاملہ مین گناہ ہوگا مفتی کا فتوی آخرت مین اوس گناہ سے اوسکو نجات نہ دیگا کیونکہ مفتی ظاہر کے لحاظ سے فتوی دیتا ہے اور اللہ تعالی باطن کے حالات کا مالک ہے۔ قسم سوم یہ کہ حرام غیر محصور حلال غیر محصور سے مختلط ہوجاوے جیسے کہ اس زمانہ کے مال ہین پس جو شخص کہ احکام کی صورتون سے لیتے ہین وہ یہ گمان کرتے ہین کہ غیر محصور کو غیر محصور کے ساتھ وہ نسبت ہے جو محصور کو ہے محصور سے اور چونکہ محصور کے محصور مین اختلاط ہونے کی صورت مین ہم حرمت لکھ آئے ہین تو چاہیے کہ یہان بھی حکم حرمت کا دین حالانکہ جو بات ہمارے نزدیک مختار ہے وہ اور ہے یعنی اسطرح کے اختلاط سے کوئی معین چیز حرام نہین ہوتی جسمین احتمال حرمت اور حلت دونون کا موجود ہو ہان اگر اوس چیز مین کوئی علامت ایسی ہو جس سے یہ معلوم ہو کہ یہ چیز حرام مین سے ہے تو مضائقہ نہین لیکن جس صورت مین کہ کوئی علامت نہو تو چیز کا ترک کرنا ورع ہے اور لینا حلال ہے اوسکے کھانے سے آدمی فاسق نہوگا اور علامتین مال حرام ہونے کی آگے مذکور ہونگی اون مین سے ایک یہ ہے کہ وہ چیز بادشاہ ظالم کے ہاتھ سے پہونچے اور یہ حکم جو ہمنے بیان کیا اس پر اثر اور قیاس دلالت کرتے ہین اثر تو اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور بعد آپ کے خلفاء راشدین کے زمانہ مین سود کے روپیے اور شراب کی ثمن ذمیون کے ہاتھ سے وصول ہو کر اون مین ملجاتے تھے اور غنیمت مین خیانت کا بھی یہی حال تھا اور جس وقت سے کہ آپ نے سود سے منع فرمایا تھا یعنی جب سے کہ یہ ارشاد فرمایا تھا اَوَّلُ رِبًا اَضَعُهُ رِبَى الْعَبَّاسِ سب لوگون نے ربوا کا لینا ترک نہین کیا تھا جیسے شراب کا پینا بالکل سے نہین ترک کیا تھا اور علی ہذا القیاس اور گناہون کے مرتکب بھی کچھ نہ کچھ ہوتے ہی تھے چنانچہ مروی ہے کہ کسی صحابی نے

پہنچی تو حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ خداے تعالی لعنت کرے فلان پر کہ اوس نے اول شراب کے بیچنے کی رسم نکالی اور اس بیع کی وجہ یہ تھی کہ بعض لوگون نے شراب کی حرمت سے یہ نہین سمجھا کہ اوسکا بیچنا اور ثمن حرام ہے اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فلان شخص دوزخ مین اوس عبا کو گھسیٹتا ہے جسکو براہ خیانت لے لیا تھا۔ اور ایک شخص مارا گیا اوسکے اسباب کو جو ڈھونڈھا تو اوس مین ایک مہرہ یہود کی مہرون مین سے کہ دو درم کا بھی نتھا خیانت کا نکلا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے ظالم حاکمون کا عہد پایا مگر بازار کی خرید و فروخت سے دست کش نہین ہوئے اس خیال سے کہ کہین یہ چیز مدینہ منورہ کی لوٹ کی نہو حالانکہ تین دن تک یزید کے لشکر نے مدینہ طیبہ کو لوٹا تھا اور اگر کوئی ایسے مال سے دست کش بھی تھا تو وہ ورع مین انگشت نما تھا لیکن اکثرون کا حال یہی تھا کہ باوجود کثرت مال لوٹ کے ظالمون کے عہد مین اوس سے دست کش نہین ہوئے اور اختلاط کو مانع نہین سمجھا۔ اب اگر کوئی شخص اپنے ذمہ پر وہ بات لازم کرلے جسکو سلف نے لازم نہین کیا تھا اور یہ گمان کرے کہ مین نے شریعت مین سے وہ بات سمجھ لی جو اگلے لوگون نے نہین سمجھی تھی تو وہ وہمی اور دیوانہ ہے اور اگر ان جیسی باتون مین اون لوگون سے بڑھکر کوئی بات کیجاوے تو یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن امور مین کوئی سند سوای اجماع اکابر کے نہین انمین بھی اونکا خلاف درست ہو مثلاً جیسے یہ مسئلہ کہ دادی مثل ماکے ہے حرمت مین یا یہ کہ پوتا مثل بیٹے کے ہے اور سور کے بال اور چربی کا حکم مثل گوشت کے ہے جسکا ذکر قرآن مجید مین ہے اور سود چھ چیزون کے سوا اورون مین بھی پایا جاتا ہے پس ان مسئلون مین مخالفت کرنی سراسر باطل اور محال ہے اسی طرح اون سے زیادہ شریعت کا سمجھنا بھی محال ہے کہ وہ فہم شرعی اورون کی نسبت کر زیادہ رکھتے تھے اور قیاس اسطرح ہے کہ اگر دنیا کے اموال کا ترک کرنا شروع کیا جاوے تو سب تصرفات مسدود ہو جاوین اور عالم خراب ہو جاوے اسلیے کہ لوگون مین بدکاری غالب ہے اور اوسی کے باعث سے معاملات مین شرعی شرطون کے ملحوظ رکھنے مین تساہل کرتے ہین اور آخر کو نوبت اختلاط کی اسی کے باعث سے پہونچتی ہے اب اگر یہ کہو کہ تم نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوسمار کے کھانے سے

انکار کیا تھا اور فرمایا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہین یہ جانور اون لوگون مین سے نہو جنکو
خداے تعالیٰ نے مسخ کر دیا تھا حالانکہ یہ صورت غیر محصور اختلاط کی ہے تو اسکا جواب
یہ ہے کہ یہ نہی ورع اور تنزیہہ پر محمول ہے یا یون کہین گے کہ سوسمار کی شکل عجیب ہوتی ہے
غالباً اوس سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ مسخ کی ہوئی ہو تو اس صورت مین نفس
چیزین علامت حرمت موجود ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
اصحاب رضؓ کے عہد مبارک مین سود اور چوری اور غارتگری اور غنیمت کی خیانت وغیرہ
کے اموال بہ نسبت مال حلال کے بہت کم تھے وہان حلت کے ہونے کا مضائقہ تھا
مگر ہمارے زمانہ مین کہ معاملات کی خرابی اور شروط کے لحاظ نہ رکھنے کے باعث سے
اور سود کی کثرت اور ظالم بادشاہون کی زیادتی سے اکثر مال لوگون کے خراب اور
حرام ہو رہے ہین تو اگر ان مالون مین سے کوئی مال کسی شخص کو ملے اور اوس مین کوئی
علامت خاص نہو تو اوسکو تم حرام کہوگے یا حلال تو اسکا جواب یہ ہے کہ مال مذکور
حرام نہین بلکہ اوسکا نہ لینا ورع مین داخل ہے اور اس قسم کا ورع اوس ورع سے
نہایت مشکل ہے جو مال حرام کم ہونے کی صورت مین ہو اور ٹھیک جواب اس کا
اس طرح ہے کہ یہ جو سائل کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ مین اکثر اموال حرام ہین یہ مقدمہ
غلط ہے اور اوسکی غلطی کی وجہ یہ ہے کہ کثیر اور اکثر کے معنون مین فرق نہین کرتا اور
سائل پر کیا منحصر ہے اکثر آدمی بلکہ اکثر فقہا کو یہ گمان ہے کہ جو چیز کمیاب نہین وہ اکثر ہے
اور کمیاب اور اکثر کو ایک دوسرے کی ضد سمجھتے ہین اونکے گمان مین ان دونون کے
بیچ مین کوئی تیسرا مرتبہ نہین حالانکہ واقع مین اشیا کی تین قسمین ہین ایک قلیل جسکو
نادر کہتے ہین دوم کثیر سوم اکثر۔ اب انکی مثالین معلوم کرنی چاہئین کہ خنثی خلق مین
نادر ہے اور اوسکی نسبت کرا گر مریض کو دیکھو تو کثیر ہونگے اور ایسے ہی مسافر بھی خنثی
کی نسبت کرکثیر ہین چنانچہ کہتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام ہین اور استحاضہ نادر
عذر ہے ظاہر ہے کہ مرض نہ تو نادر ہے اور نہ اکثر ہے بلکہ کثیر ہے اور فقیہہ سہلاً
کہدیتے ہین کہ مرض اور سفر عذر عام اور غالب ہے اوس سے اونکی مراد یہ ہوتی ہے
کہ نادر نہین ہین اور اگر یہ مراد نہو تو یہ قول غلط ہوگا کیونکہ اکثر تو تندرست اور مقیم ہوتے ہین
اور مسافر اور مریض کثیر ہین اور استحاضہ والی اور خنثی نادر ہین جب یہ سمجھ چکے تو ہم

کہتے ہین کہ سائل کا یہ کہنا کہ مال حرام اکثر ہی باطل ہی اسلیے کہ حرمت کی وجہ یا ظالمون اور سپاہیون کی کثرت کو کہیگا یا سود اور معاملات فاسد کی کثرت کو یا ملکون کی کثرت کو جو شروع اسلام سے آج تک ان موجود مالون کی اصلون پر بدلتے رہے ہین۔ پہلی وجہ باطل ہی اسلیے کہ ظالم کثیر ہو سکتا ہی اکثر ناممکن ہی کیونکہ ظالم غالباً سپاہی ہی ہوتے ہین کہ بدون زبادو اور شوکت کے ظلم ہو نہین سکتا اور سپاہیون کو اگر تمام جہان کے لحاظ سے خیال کرو تو دسوان حصہ بھی نہونگے مثلاً جس بادشاہ کی فوج ایک لاکھ ہوگی تو اُسکی ولایت مین کم سے کم دس لاکھ آدمی ہونگے اور غالباً ایک ہی بڑے شہر کے آدمی اُسکے تمام لشکر سے شمار مین زیادہ ہون اور اگر بادشاہون کا عدد رعایا کی گنتی سے زیادہ ہو تو سب ہلاک ہوجاوین کیونکہ اولی یہ ہی کہ رعیت کی افراد مین سے ایک سلطان دس خدمتگار رکھے حالانکہ بادشاہون کا گذر ہزار سے بھی نہین ہوتا اور یہی حال چورون کا ہی کہ وہ بھی بڑے شہرون مین تھوڑے ہی ہوتے ہین۔ اور دوسری وجہ بھی باطل ہی اسلیے کہ سود اور معاملات فاسدہ کثیر ہی ہین اکثر نہین کیونکہ اکثر اہل اسلام معاملے شریعت کی شرطون کے موافق کرتے ہین اور گنتی مین اُن لوگون کے شمار سے زیادہ مین جو سود وغیرہ کے معاملات کرتے ہین علاوہ ازین سود وغیرہ کے معاملات کرنے والے اور معاملات صحیح بھی کرتے ہین اگر خود اُنکے صحیح اور فاسد معاملون کو شمار کرو تو غالباً صحیح زیادہ نکلینگے ہان اگر شہر مین کوئی ایسا خبیث بد دین چھانٹ لیا جاوے جسکے معاملے فاسد زیادہ ہون تو اسطرح کے آدمی کم ہوتے ہین اور اگر کثیر بھی ہون تو اکثر نہین ہو سکتے جنکے معاملے فاسد ہون کیونکہ خود اُنکے معاملے بھی صحیح اسقدر ہونگے کہ معاملات فاسد کی برابر یا اُن سے زائد ہونگے اور یہ بات تامل کرنے والے کے نزدیک یقینی ہی مگر چونکہ دلون مین فساد کی بُرائی اور کثرت اور عظمت زیادہ بیٹھی ہوئی ہی اسلیے اگر فاسد کم بھی ہوتا ہی تو بہت معلوم ہوتا ہی یہان تک کہ کبھی یہ گمان ہوتا ہی کہ زنا اور شراب خواری مال حرام کی طرح پھیل گئی ہی اور اس سے یہ خیال ہوتا ہی کہ زانی اور شراب خوار اکثر ہونگے حالانکہ یہ غلط ہی وہ لوگ کم ہین گو کثرت کے ساتھ ہون۔ باقی رہی تیسری وجہ وہ البتہ قسم بقیاس ہی اسطرح کہ یون کہین کہ مال تین طرح حاصل ہوتے ہین یا

کان سے یا حیوانات سے یا نباتات سے حیوان اور نباتات تو نسل لینے سے حاصل ہوتے ہین
پس اگر بکری کو مثلاً دیکھین جو ایک برس مین بچہ دیتی ہی تو اُسکے اصول آنحضرت صلے اللہ علیہ
وسلم کے زمانہ تک ہمارے زمانہ سے پانسو کے قریب ہونگے اور ضرور ہی کہ انمین سے
کسی اصل مین غصب یا معاملہ فاسد ہوا ہی ہوگا تو کیسے فرض کیا جاوے کہ اُسکے اصول
مین ہمارے زمانہ تک کوئی تصرف باطل نہین ہوا اسی طرح غلہ اور میوون کی بھی پانسو یا
ہزار اصلین مثلاً ہونگی تو وہ بھی جبھی حلال ہونگی کہ اُنکی سب اصلین زمانۂ نبوت تک حلال
ہون - اور کان کی چیزون مین سے بعض تو ایسی ہین کہ ہر زمانہ مین ازسرنو نکالی
جاتی ہین وہ تو کم ہین مگر جنکا استعمال زیادہ ہی وہ روپیے اور اشرفیان ہین جو ٹکسال
مین بنتی ہین اور ٹکسالین سب ظالمون کے قبضہ مین ہین بلکہ کانین اُنھین کے قبضہ
مین ہین کہ لوگون کو اُنسے روکتے ہین اور فقیرون پر زبردستی کرکے کان کھدواتے ہین
پھر ان سے چاندی سونا چھین لیتے ہین تو جب ان باتون کا لحاظ کیا جاوے
تو کوئی روپیہ یا اشرفی ایسی کم ہوگی کہ نہ تو کان مین سے نکلتے وقت عقد فاسد
یا ظلم ہوا ہو اور نہ ٹکسال مین بننے کے وقت اور نہ بعد کو معاملات صرف اور
سود مین اُسکے عقد مین کوئی خرابی ہوئی ہو پس جس صورت مین کہ تینون قسمون کے
مال کا یہ حال ہی تو اب بجز شکار یا لاوارثی زمین خواہ جنگل کی گھاس اور لکڑی کے اور کوئی
چیز حلال نہ رہی پھر جو کوئی ان چیزون کو پیدا کرے تو ضرور ہی کہ کھانے کے لیے غلہ
وغیرہ اُنکے عوض مول لیگا جو تناسل سے پیدا ہوتا ہی تو گویا مال حلال دیکر حرام
خریدیگا غرضکہ یہ وجہ حرمت کی پہلی دو وجہون سے زیادہ مضبوط ہی اور اسکا
جواب یہ ہی کہ یہ غلبہ حرمت کا حرام کثیر کے حلال کثیر مین اختلاط سے نہین پیدا
ہوا تو جس قسم کا ہم بیان کر رہے ہین اُس مین سے خارج ہوگیا اور اُس صورت
مین ملگیا جسکا بیان ہم پہلے کر چکے ہین یعنے اصل اور سبب غالب کا تعارض کیونکہ
اصل ان اموال مین یہ ہی کہ تصرفات کو قبول کرین اور تراضی طرفین کی اُنپر ہو جاوے
اور اس اصل کے مخالف ایک احتمال غالب پڑا ہی جو اصل مذکور صلاحیت سابقہ
نہین چھوڑتا تو اسکی ایسی ہی صورت ہوگئی جیسے حکم نجاسات کے باب مین امام شافعیؒ
کے دو قول ہین اور ہمارے نزدیک صحیح یہی ہی کہ راستون مین جب نجاست کا نشان

معلوم ہو تو نماز پڑھنی درست ہے کیونکہ راستون کا کیچڑ پاک ہوتا ہے اور یہ بھی صحیح جانتے ہین
کہ مشرکون کے برتنون سے وضو کرنا جائز ہے اور کھدی ہوئی قبرون مین نماز پڑھنی درست
ہے پس ان مسئلون کو اول ثابت کرکے پھر اس مسئلہ مال کو ہم اُنپر قیاس کرینگے مسئلہ
وضو کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو کیا تھا
باوجودیکہ نصرانی شراب پیتے ہین اور سور کھاتے ہین اور جس چیز کو ہماری شریعت
نے نجس کہا ہے اُس سے احتراز نہین کرتے تو اُنکے برتن اُنکے ہاتھون سے کیسے صاف
بچ رہتے ہونگے علاوہ ازین ہم قطعاً جانتے ہین کہ اکابر سلف پوستین دباغت
دیا ہوا اور کپڑے رنگے ہوئے اور دھوئے ہوئے پہنا کرتے تھے اور جو شخص دباغت
دینے والون اور دھوبیون اور رنگریزون کے احوال کو تامل کرے تو جان لے کہ اکثر نجاست
ہی ہوتی ہے اور اُنکے یہان کپڑون کا طاہر رہنا محال یا کمتر ہے اسکے سوا ہمکو
یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ اکابر سلف گیہون اور جو کی روٹی کھایا کرتے تھے اور اُنکو دھوتے
نہ تھے باوجودیکہ بیل وغیرہ جو خرمن کو روندتے ہین اناج پر پیشاب اور گوبر کرتے
جاتے ہین ایسا غلہ کم ہوگا جسپر یہ کیفیت نہ گذرے اسی طرح گھوڑون پر پسینے کی حالت
مین سوار ہوا کرتے تھے اور اُنکی پیٹھون کو پاک نہ کرتے تھے باوجودیکہ سواریان اکثر
نجاستون مین لوٹا کرتی ہین بلکہ جو چوپایہ اپنی ماں کے پیٹ سے نکلتا ہے آلودہ نجاست
ہوتا ہے اور وہ نجاست کبھی تو مینہہ برسنے سے دھلجاتی ہے اور کبھی نہین دھلتی
اور اُس سے کوئی احتراز نہین کرتا تھا اور یہ بھی دستور تھا کہ راستہ مین ننگے
پانون اور جوتیون کے ساتھ چلتے تھے اور ویسے ہی نماز پڑھ لیتے تھے اور
مٹی پر بیٹھ جایا کرتے تھے اور بلا ضرورت گارے مین کو ہولیا کرتے تھے مگر پیشاب
اور پاخانہ مین کو نہ چلتے تھے اور نہ اُنپر بیٹھتے تھے بلکہ اُن سے کنارہ کرتے تھے حالانکہ
راستون کا نجاستون سے صاف رہنا ممکن نہین کہ کتے اور گھوڑے وغیرہ پیشاب
اور غلیظ کرتے رہتے ہین اور یہ گمان کرنا نچاہیے کہ اس باب مین ہر ایک زمانہ کا حال جدا ہوگا
تاکہ یہ سمجھا جاوے کہ اگلے زمانہ مین راستے دھوئے جاتے ہونگے یا جانورون کے گذر سے
محفوظ رکھے جاتے ہونگے کیونکہ یہ امر عادت کی رو سے قطعاً محال ہے غرضکہ معلوم ہوا
کہ اُن لوگون نے اُسی نجاست سے احتراز کیا ہے جو ظاہر ہو یا اُسکی کوئی علامت

واقع ہوا اور جو احتمال غالب کہ احوال پر وہم دوڑانے سے پیدا ہوتا ہی اسکا اعتبار
نہین کیا اور یہی مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ کا ہی کہ اُنکے نزدیک تھوڑا پانی بدون بدلنے اوصاف
کے نجس نہین ہوتا کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیشہ حماموں مین جاتے اور حوضون مین وضو
کرتے حالانکہ اُن مین پانی تھوڑا ہوتا تھا اور طرح طرح کے ہاتھ مدام پڑتے رہتے تھے
اور اس مین کسی طرح کا شبہہ نہین پس جب نصرانی عورت کی ٹھلیا سے وضو جائز ہوا
تو اس پانی کا پینا بھی درست ہوا اور حلت کا حکم طہارت کے حکم سے ملگیا - اب اگر یہ کہو
کہ حلت کا قیاس طہارت پر جائز نہین اسلیے کہ اکابر سلف امور طہارت مین تو بہت مسامحت
کرتے تھے مگر شبہات حرام سے نہایت درجہ کو احتراز کیا کرتے تھے اس صورت مین
ایک کا قیاس دوسرے پر کیسے ہو سکتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر طہارت کی سامحت
سے یہ غرض ہی کہ وہ لوگ نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لیا کرتے تھے حالانکہ نماز کی دین ہی
اور نجاست کے ساتھ اُسکا پڑھنا گناہ ہی تب تو اُنکی طرف نہایت بدگمانی ہی بلکہ یون اعتقاد
کرنا واجب ہی کہ جن نجاستون سے اجتناب کرنا واجب ہی اُن سب سے اکابر سلف
نے اجتناب کیا ہی صرف تسامح ایسی صورت مین کیا ہی جس سے اجتناب کرنا واجب نہین
اور وہ وہی صورت ہی جسمین کہ اصل اور احتمال غالب کا تعارض ہو پس اس سے صاف
ظاہر ہوا کہ جس احتمال غالب کی کوئی علامت مشتبہ چیز مین نہو اُسکا اعتبار نہین باقی
رہا اُنکا ورع تو وہ تقوی کے طور پر تھا یعنے جس چیز مین کچھ خوف نہین اُسکو
اُس چیز کے ڈر سے ترک کر دینا جسمین خوف ہو اسلیے کہ اموال کا حال خطرناک
ہی اور اگر نفس کو اُنسے نہ روکا جاوے تو اُنکی طرف جھکتا ہی اور طہارت کا معاملہ
ایسا نہین اسی وجہ سے کچھ لوگون نے محض حلال سے بھی دست کشی کی تھی کہ مبادا
دل مشغول نہو جاوے اور ایک شخص سے یہ بھی منقول ہی کہ سمندر کے پانی سے بھی وضو
کرنے سے احتراز کیا تھا حالانکہ طاہر محض ہی پس اس باب مین اختلاف کا ہونا ہمارے
مطلب کا مخل نہین علاوہ ازین ہم اس وجہ کا جواب اُسطرح بھی دیسکتے ہین جیسا
پہلی دونون وجہون کا دیا ہی یعنی ہم یہ نہین مانتے کہ حرام مال اکثر ہی اسلیے کہ
اموال کے اصول اگرچہ بہت ہون لیکن یہ کیا ضرور ہی کہ اُنکی اصول مین حرام بھی ہو
بلکہ جو مال اس زمانہ مین موجود ہین اُنین سے بعض ایسے بھی ہونگے کہ جنکی اصول مین

کچھ فساد آگیا ہو سب ایسے نہین ہو سکتے نہ اکثر ہو سکتے ہین کیونکہ جیسے غصب اور چوری کا مال ان وقتون مین بہ نسبت اور اموال کے کم ہے اسی طرح ہر زمانہ مین اسطرح کا مال اور اموال سے کم ہی تھا اور یہ معلوم نہین کہ ایک فرد معین کونسی قسم مین سے ہے اسلیے ہم یہ نہین کہہ سکتے کہ احتمال غالب اوسکی حرمت ہی کا ہے کیونکہ جیسے غصب اور چوری کی چیز نسل سے بڑھتی ہے ویسے ہی غیر مغصوب اور غیر مسروق بھی نسل سے زیادہ ہوتی ہے تو اکثر کی نسل بھی ہر زمانہ مین اکثر ہی ہوگی بلکہ غلہ مغصوب غالباً کھانے کیلیے چھینا کرتے ہین نہ بونے کے لیے اسی طرح حیوانات غصب اور چوری کے اکثر کھا لیے جاتے ہین اور نسل اون سے نہین لیجاتی تو کیسے کہہ سکتے ہین کہ حرام کی فروع اکثر ہین جس صورت مین کہ حلال کی اصول ہر زمانہ مین حرام کے اصول سے زیادہ رہے ہین۔ طالب علم کو چاہیے کہ اس تقریر سے معرفت اکثر کا طریق سمجھ لے کہ یہ قدم پھسلنے کی جگہ ہے اور اسمین اکثر علما غلطی کر جاتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہے۔ یہ حال حیوانات اور غلاون کا ہے جو تناسل سے ہوتے ہین۔ اور کانون کا یہ حال ہے کہ بلاد ترک وغیرہ مین چھوڑ رکھی ہین جس کا دل چاہے اون مین سے لے مگر حکام اوس مین سے کچھ لے لیا کرتے ہین سو وہ اقل ہوتا ہے نہ اکثر۔ اور بادشاہ جو کسی کان پر حاوی ہو جاتے ہین تو اونکا ظلم تو یہ ہے کہ لوگون کو اوس سے منع کرتے ہین مگر اور لوگ جو اوسمین سے لیتے ہین تو بادشاہ سے اجرت مین لیتے ہین اونکے مالک ہونے مین کچھ خرابی نہین کیونکہ مباحات پر ملک ثابت ہونے اور اونکے ٹھیکہ لینے کے باب مین صحیح یہی ہے کہ ٹھیکہ درست ہے مثلاً پانی لانے کا مستاجر جب پانی گھیر لیتا ہے تو جسکی طرف سے مستاجر ہوتا ہے پانی اوسکی ملک مین داخل ہو جاتا ہے اور اجرت کا مستحق ہوتا ہے اسی طرح اس مسئلہ کو سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ کی طرف سے لوگ مستاجر ہین پس اس تقریر سے یہ نکلتا ہے کہ سونے چاندی کی ذات مین کوئی حرمت نہین ہان بادشاہ کا ظلم یون ہو سکتا ہے کہ کام کی اجرت کم دے اور یہ معاملہ اول تو کم ہوتا ہے دوسرے اس سے بھی ذات نقدین مین کچھ خرابی نہین بلکہ اس نظر سے کہ اوسکے ذمہ پر اجرت باقی رہی ظالم ٹھیریگا۔ اور ٹکسال کا حال یہ ہے کہ جو سونا اوس مین سے بنکر نکلتا ہے وہ خاص سلطان کا نہین ہوتا جو غصب اور ظلم سے لیتا ہے بلکہ سوداگر سونے کی

ڈلیان یا خراب سکے اوسکو دیتے ہین تاکہ نیا سکہ اوسپر ہو جاوے اور اس کام کی اجرت سلطان کو مقرر کر دیتے ہین اور جسقدر سونا دیتے ہین اوسی قدر تول کر لے لیتے ہین صرف تھوڑا سا اجرت کی قدر چھوڑ دیتے ہین اور یہ جائز ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ اشرفیاں خاص بادشاہ کے سونے کی بھی بنتی ہین تب بھی سوداگرون کے مال کی نسبت کر بیشک کم ہونگی ہان سلطان جو ٹکسال جاری کرتا ہے اور سکہ لگانے پر اجرت لیتا ہے یہ ایک طرح کا ظلم ہے کہ چند لوگون کو تمام خلق مین سے اس کام کے لیے خاص کرتا ہے یہان تک کہ سلطان کی حشمت کی وجہ سے اونکے پاس مال زیادہ ہو جاتا ہے پس جو کچھ سلطان لیتا ہے وہ اپنی حشمت کا عوض لیتا ہے جو ظلم ہے لیکن یہ مقدار اون روپیون اشرفیون کی نسبت کر جو ٹکسال سے نکلتی ہین بہت کم ہے یعنی کہ مال والون اور سلطان کو سو پیچھے ایک روپیہ بچتا ہے سو اسقدر اکثر کیسے ہو سکتا ہے۔ غرضکہ اس طرح کو مغالطہ مال حرام کے اکثر ہونے کے دلون پر چھا گئے ہین اور کچھ لوگ دین کے ضعیف اس وہم مین اسقدر پڑے ہین کہ انھون نے ورع کو برا جانا ہے اور ورع کا باب بالکل بند کر دیا اور جو شخص ایک مال مین دوسرے مال سے فرق بتاتا ہے اوسکو برا جانتے ہین اور یہ عین بدعت اور گمراہی ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر غلبہ مال حرام کو ہوا اور غیر محصور غیر محصور مین مختلط ہو تو جس صورت مین کہ کسی مال مین علامت خاص نہو اوسکے باب مین تمھارا کیا قول ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوس مال کا ترک کرنا ورع ہے اور اوسکا لینا حرام نہین اسواسطے کہ اصل حلت ہے اور بدون علامت معین کے وہ دور نہین ہوگی جیسے کہ رستون کی کیچڑ وغیرہ مسائل مین حکم ہے بلکہ ہم اور بڑھا کر کہتے ہین کہ اگر بالفرض حرام دنیا کو ڈھانپ لے اسقدر کہ کہین یقیناً نشان حلال کا نہ رہے تب بھی ایسی صورت مین ہم از سر نو اپنے زمانہ سے شروط حرمت کی تمہید کرینگے۔ اور جو باتین گذر چکی ہین اونکو چھوڑ دینگے یعنی ہمارا مدعا یہ ہے کہ جب کوئی چیز اپنی حد سے بڑھجاتی ہے تو معکوس ہو کر اپنی ضد مین داخل ہو جاتی ہے تو اس صورت مین جب سب چیزین حرام ہو جائینگی تو سب حلال ہو جائنگی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جب یہ معاملہ واقع ہو تو پانچ احتمال ہو سکتے ہین اول یہ کہ سب آدمی کھانا چھوڑ دین یہان تک کہ مر جاوین دوم یہ کہ اشیاء مین سے بقدر ضرورت یا قناعت کرکے زندگی کاٹین سوم یہ کہ مقدار حاجت جس طرح سے مل سکے لے لیوین

خواہ چوری سے یا غصب سے یا تراضی سے اور کسی مال مین اور کسی وجہ سے لینے مین کچھ فرق نہو چہارم یہ کہ شرع کی شرطون کا اتباع کرکے اوسکے قواعد پر از سر نو عمل کرین اور قدر حاجت پر کفایت نہون پنجم یہ کہ باوجود شروط شرع پر اکتفا کرنے کے قدر حاجت پر بھی اکتفا کرین اب ظاہر ہے کہ احتمال اول باطل ہے اور دوسرا بھی قطعاً باطل ہے اسلیے کہ جب آدمی سد رمق پر اکتفا کرینگے اور زندگی کے دن کمزوری پر کاٹینگے تو بہت مرجائینگے کیونکہ کوئی کام اور پیشہ نہو سکیگا اور دنیا بالکل خراب ہوجایگی اور دنیا کی خرابی مین دین کی خرابی ہے اسلیے کہ دنیا آخرت کا مزرعہ ہے اور خلافت اور قضا اور سیاسات کے احکام بلکہ اکثر فقہ کے احکام سے مقصود دنیا کی مصلحتین ہین اس نظر سے کہ اونسے دین پورا ہوجاوے تو ظاہر ہے کہ دنیا کی خرابی باعث دین کی خرابی کا ہے اور تیسرا احتمال یعنی قدر حاجت پر اکتفا کرنا اور اوس سے زیادہ نہ لینا اور کسی مال اور جہت مین فرق نکرنا بلکہ غصب اور چوری اور تراضی یا کسی اور طرح سے حاصل ہونے کو برابر جاننا تو اسمین یہ خرابی ہے کہ باب شریعت مفسدون کے لیے بالکل بند ہوجایگا اور طرح طرح کے فساد کرینگے غصب اور چوری اور انواع ظلم کی طرف ہاتھ بڑھینگے اور اونکو زجر کرنا ممکن نہوگا کیونکہ وہ یہ جواب دینگے کہ مالکون کا استحقاق چیز کے لیے ہم سے زیادہ نہین اسلیے کہ وہ چیز ہمپر اور اوس پر دونون پر حرام ہے اوسکو اوسمین سے فقط مقدار حاجت ملسکتی ہے لیکن جیسے اوسکو حاجت ہے ہمکو بھی حاجت ہے اور اگر بالفرض جتنے اوسکے حق سے زیادہ بھی لیا ہو تو ایسے شخص سے لیا ہے جسکے پاس اوس روز کی حاجت سے چیز زائد تھی تو اب ایک روز کی حاجت کا ضبط کرنا چاہیے تاکہ زیادتی اور کمی معلوم ہو غرض کہ اس احتمال کے جاری ہونے سے شرع کی سیاست بالکل باطل ہوجائیگی اور فساد والے فساد کرنے پر ابھر کھڑے ہونگے اس صورت مین جب کہ تینون احتمال نہین ہوسکتے تو صرف چوتھا احتمال رہا یعنے یہ کہا جاویگا کہ جسکے قبضہ مین جو چیز ہو وہی اوسکا زیادہ مستحق ہے اوس سے براہ غصب اور زوری لینا درست نہین بلکہ تراضی سے لینا چاہیے اور تراضی طریق شریعت ہی مگر مطلق تراضی کا بھی اعتبار نہین بلکہ وہ تراضی جس سے مصلحتین متعلق ہین اور اوسکا دستور شریعت مین مقرر ہے اب باقی رہا پانچوان احتمال یعنی قبضہ والون سے چیز کو بموجب شرع کے طریق کے

حاصل کرنا اور بمقدار حاجت پر اکتفا کرنا تو یہ وہ بات ہے کہ سالک طریق آخرت کے لیے
ہمارے عندیہ مین ورع کی مناسب ہے مگر عوام پر اسکے واجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں اور
نہ فتوائے عام مین اسکو داخل کر سکتے ہین ورنہ ہم شقی لوگون کے مالون پر قدر حاجت سے
زیادہ دیکھکر ظالم دست درازی کرینگے اور چور بھی زائد از حاجت چورانے کا قصد کرینگے
اور جو شخص غالب ہوگا وہ دوسرے مغلوب کا مال چھین لیگا اور جس شخص کو موقع ملیگا
دوسرے کی چیز چرالیگا اور کہیگا کہ مالک کا حق صرف قدر حاجت مین ہے اور مین
محتاج ہون زائد از حاجت کو مین نے لے لیا اب سلطان پر یہ واجب ہوگا کہ قبضہ والون
کے پاس جو چیز زائد از حاجت پاوے اوسکو اون سے لیکر سب اہل حاجت کو دیدے
اور اسطرح سب کا وظیفہ یومیہ یا سالانہ شمار کیا کرے پس اس صورت مین بے انتہا
تکلیف اور مالون کا تلف کرنا ہے تکلیف تو خود ظاہر ہے کہ بادشاہ کو اتنی قدرت کہان
کہ سب خلق مین اس صورت کو جاری کرے بلکہ جاری کرنا غیر ممکن ہے اور مال کا تلف کرنا
اسطرح ہے کہ میوہ اور غلہ اور گوشت وغیرہ جو کچھ حاجت سے بچ رہیگا اوسکو سمندر مین
ڈالنا چاہیے یا چھوڑ دیا جاے یہان تک کہ سڑ جاوے کیونکہ میوہ اور غلہ خداے تعالی
اتنا پیدا کرتا ہے کہ قدر حاجت کیا معنے اگر تمام خلق خوب وسعت کے ساتھ برتین تب بھی
بچ رہے علاوہ ازین ایک خرابی اسمین یہ ہے کہ حج اور زکوۃ اور کفارہ مالی اور جتنی
عبادتین کہ توانگری سے متعلق ہین سب لوگون کے ذمہ سے ساقط ہو جائینگی کیونکہ
لوگون کے پاس بجز قدر حاجت کے اور کچھ نہ رہیگا اور یہ بھی نہایت بری بات ہے۔ بلکہ
ہم کہتے ہین کہ اگر فی المثل ایسے وقت مین کوئی نبی آوے تو اوسپر واجب ہوگا کہ
معاملہ کو از سر نو کرے اور ملکون کے اسباب کی تفصیل خواہ تراضی سے ہون یا اور
طریقون سے سبکی تمہید کرے اور وہی باتین کرے جو تمام مال حلال ہونیکی صورتمین
کرتا اسمین کچھ فرق نہوگا۔ اور یہ جو ہم نے کہا کہ اوسپر واجب ہے اس سے مراد وہ
صورت ہے کہ نبی موصوف اون لوگون مین سے ہو جو خلوق کے دین اور دنیا
کی مصلحت کے لیے بھیجے جاتے ہین کیونکہ بہتری اس سے تو پوری نہوگی کہ تمام خلق
کو قدر ضرورت اور حاجت پر پابند کر دیا جاوے تو ضرور ہے کہ اسباب ملک کی تفصیل از سر نو
ہونی چاہیے اور اگر نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہوگی تو اوسپر امر مذکور واجب بھی نہوگا

اور گو ہمارے نزدیک یہ امر ممکن ہے کہ نبی کی بعثت بہتری کے لیے نہو مثلاً خدای تعالے کوئی ایسا سبب مقدر فرما وے کہ اوس سے تمام خلق ہلاک ہو جاوے تو دنیا بھی اون سے فوت ہو جاوے اور دین مین بھی گمراہ رہین اسلیے کہ گمراہی اور ہدایت اور مارنا اور جلانا سب اوسکے اختیار مین ہے مگر پھر بھی ہم اس امر کو خدای تعالی کی عادت جاری کے بموجب فرض کرتے ہین کہ نبیون کا بھیجنا دین اور دنیا کی بہتری کے لیے ہوتا ہے۔ اور ہمکو اسکے فرض کرنے کی بھی ضرورت نہین کیونکہ جو امر ہم فرض کرتے ہین وہ موجود ہی ہو گیا ہے یعنی اللہ تعالی نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت مین مبعوث فرمایا کہ نبیون کا توڑا پڑ گیا تھا اور حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت کو گذرے قریب چھ سو برس کے ہو گئے تھے اور کچھ لوگ تو مثل یہودیون اور بت پرستون کے آپ کو نہ مانتے تھے اور کچھ مانتے تھے مگر اون مین فسق پھیل گیا تھا جیسے ہمارے زمانہ مین پھیل گیا ہے اور فروع شریعت کا خطاب کفار کو بھی ہوتا ہے اور مال نہ ماننے والون اور ماننے والون دونون کے قبضہ مین تھے پس نہ ماننے والے تو معاملات خلاف شریعت حضرت عیسی علیہ السلام کے کرتے تھے اور ماننے والے آپس کے معاملات مین تساہل برتتے تھے جیسے مسلمان اب کرتے ہین حالانکہ زمانہ نبوت کو گذرے بہت عرصہ نہین ہوا۔ غرضکہ اس وقت مین کل اموال یا اکثر یا کثیر حرام تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امور گذشتہ کو معاف فرمایا اور اونکے باب مین کچھ تعرض نہ کیا اور مال قبضہ والون کا ٹھہرا کر شرع کو تمہید کیا حالانکہ جس چیز کی حرمت شریعت مین ثابت ہو گئی ہو وہ نہ کسی رسول کے مبعوث ہونے سے حلال ہوا اور نہ اسطرح حلال ہو کہ جس شخص کے قبضہ مین حرام ہے وہ اوسکو دیڈالے چنانچہ جزیہ مین اہل ذمہ اگر ہم کو وہ مال دین جسکو ہم جانتے ہون کہ شراب کا دام ہے یا سود کا مال ہے تو اوس خاص کو ہم نہ لینگے اور پہلے لوگون کے مال بھی اوس وقت مین ایسے ہی تھے جیسے اب ہمارے مال ہین بلکہ عرب کا حال کچھ زیادہ ہی تھا کہ لوٹ کھسوٹ اون مین زیادہ تھی۔

پس اس تقریر سے ظاہر ہوا کہ احتمال چہارم فتوی کے لیے معین ہے اور احتمال پنجم طریقۂ ورع ہے بلکہ ورع کامل یون ہے کہ مباح مین بھی قدر حاجت پر اکتفا کیا جاوے

اور دنیا مین توسع کو بالکل ترک کیا جاوے اور یہ طریق آخرت کا ہے اور ہم اس وقت
اوس فقہ کی بحث کرتے ہین جو خلق کی بہتری سے متعلق ہے اور فتوی ظاہری کا رنگ
ڈھنگ موافق مقتضائے مصلحتون کے ہوا کرتا ہے اور دین کے طریق پر چلنا کسی ہی کسی
سے ہوسکتا ہے اور اگر سب مخلوق طریق آخرت مین مشغول ہو جاوے تو انتظام بیکار
اور عالم خراب ہو جاوے کیونکہ طریق آخرت کا چلنا وہان کی بڑی سلطنت کا طالب
ہوتا ہے اور اسکو دنیا کی سلطنت پر قیاس کر لینا چاہیے کہ اگر سب آدمی سلطنت
کی جستجو مین مشغول ہو جاوین اور ادنی حرفون اور خسیس صنعتون کو چھوڑ دین تو اول
انتظام بگڑیگا پھر انجام کو سلطنت بھی باطل ہو جاویگی تو جس طرح دنیا کے انتظام کرلیے
اہل حرفہ مسخر ہین اور اپنے پیشے اسی لیے کرتے ہین کہ بادشاہون کا انتظام بنا ہے
اسی طرح دنیا پر متوجہ ہونے والے اسلیے مسخر ہین کہ طریق دین دینداروں کے لیے
بنا رہے اور ملک آخرت کی طالبون کا انتظام ابتر نہونے پاوے اگر یہ بات نہ ہوتی
تو اہل دین کی سلامتی بھی نہوتی اسلیے کہ اونکے حق مین دین کی سلامت
رہنے کی یہ شرط ہے کہ اکثر لوگ اونکے طریق سے اعراض کرکے دنیا کے امور مین
مشغول رہین اور یہ امر تقدیر ازلی نے اسی طرح پر تقسیم کر دیا ہے کہ ایک کو ایسا
بنایا اور دوسرے کو دوسری طرح کا اور اسی تقسیم کی طرف اشارہ ہے اس آیت مین
نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ
دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا - اب اگر یہ کہو
کہ حرام کو ایسی طرح عام فرض کرنا کہ حلال باقی ہی نہ رہے اسکی کچھ ضرورت نہین اسلیے
کہ یہ امر واقع مین موجود نہین چنانچہ ظاہر ہے اور اس مین شک نہین کہ بعض حرام
موجود ہین اور یہ معلوم نہین کہ وہ بعض کمتر ہین یا اکثر اور تمنے جو کہا ہے کہ وہ بعض
کل کے اعتبار سے کمتر ہین ایک امر صاف ہے مگر اوسکے لیے کوئی دلیل قطعی چاہیے
جسکا نتیجہ یہ ہو کہ کل کی نسبت کر حرام کمتر ہے اور تمنے جو تقسیمین اس باب مین بیان
کی ہین وہ سب امور فرضی ہین اور بعض علماء دلائل فرضیہ کو نہین مانتے اسلیے
ضرور ہے کہ کوئی نظیر معین بیان کرو تاکہ اوسپر قیاس کر لیا جاوے اور دلیل
سبکے نزدیک مقبول ٹھہرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یون مان لیا جاوے کہ

حرام کمتر ہے تب تو ہماری دلیل کے لیے عہد مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے اصحاب رضی اللہ عنہم کا کفایت کرتا ہے کہ اوسمین بھی سود اور چوری اور خیانت اور لوٹ موجود تھی اور باوجود اسکے داد و ستد اموال کی بند نہ تھی اور اگر فرض کیا جائے کہ زمانہ حال مین حرام اکثر ہے تب بھی حرام کا لینا حلال ہو جاویگا اور اسکی دلیل تین باتین ہین اول وہ تقسیم جسکو ہم نے حصر کی صورت مین لکھا ہے اور چار قسمین باطل کر کے پانچوین قسم کو قائم رکھا ہے کیونکہ جس صورت مین کہ وہ تقسیم ایسی طرح مین جاری ہے کہ کل مال حرام ہو تو اگر حرام اکثر یا کمتر ہو گا تو اوس مین بطریق اولی جاری ہوگی اور یہ جو کہتے ہو کہ وہ دلیل فرضی اور وہمی ہے تو یہ خیال خام ہے اسلیے کہ امر وہمی مظنون باتون مین ہوا کرتا ہے اور یہان امر مظنون نہین بلکہ یقینی ہے کیونکہ ہم کو اس بات مین شک نہین کہ شریعت کا مقصود دین اور دنیا کی مصلحت ہے یہ امر بدیہۃً معلوم ہے ظنی بات نہین اور اس مین بھی کچھ شبہ نہین کہ اگر تمام لوگون کو مقدار ضرورت خواہ حاجت پر منحصر کر دیا جاے یا گھاس اور شکار ہی پر چھوڑا جائے تو یہ امر اول تو دنیا کو خراب کریگا اور دنیا کے ذریعہ سے پھر دین کی خرابی لاویگا پس جس بات مین کچھ شک نہو اوسکے لیے کسی اصل شاہد کی حاجت نہین شاہد اونھین خیالات کیلیے بیان ہوا کرتا ہے جو مظنون ہون اور جداگانہ فرد بشر سے متعلق ہون - دوم یہ کہ اس کی تعلیل مین ایک ایسا قیاس جزئی لکھا جائے جسکا مآل ایسی اصل پر ہو کہ جتنے فقہا جزئی قیاسون سے مانوس ہین سب اوسپر متفق ہو جائین ہرچند جزئیات ارباب تحصیل کے نزدیک بہ نسبت امور کلی کے حقیر متصور ہوتی ہین چنانچہ امر کلی ہم نے اول ذکر کیا ہے کہ اگر بالفرض حرام عام ہو جاوے اور ضرورت کسی نبی کے بھیجنے کی پڑے تو وہ بھی اوسی امر کلی کے موافق کاربند ہو گا حتی کہ اگر اوسکے خلاف حکم کریگا تو عالم خراب ہو جائیگا - یہان قیاس جزئی یون ہو سکتا ہے کہ اصل اور ظن غالب متعارض ہین اور انکا تعارض ایسی صورت مین ہوا ہے جو امور غیر محصور مین سے ہے اور اوسمین کوئی علامت معین بھی موجود نہین تو اس صورت مین حکم اصل پر کیا جائیگا نہ ظن غالب پر جیسے راستون کی کیچڑ اور نصرانیہ کے گھڑے اور مشرکون کے برتنون مین اصل پر حکم ہوتا ہے چنانچہ اسکو صحابہ کے فعل سے

ہم پہلے ثابت کر چکے ہین اور علامات معینہ کے نہونے کی قید ہمنے اسلیے کی کہ اس سے
وہ برتن نکلجاوین جن مین اجتہاد کو دخل ہے اور غیر محصور اسلیے کہا کہ مسئلہ مردار اور ذبح
جانور کے مشتبہ ہو جانے اور دودہ کی بہن اور اجنبی کے مختلط ہونے کا نکلجاوے -
اب اگر یہ کہو کہ اس جواب مین یہ خدشہ رہا کہ پانی کا طاہر ہونا یقینی ہے اور اصل ہے
لیکن یہ کون مانتا ہے کہ اموال مین اصل حلت ہو بلکہ اون مین تو اصل حرمت ہے پس
اسکا جواب یہ ہے کہ جو اموال ایسے ہین کہ اونکی حرمت اس وجہ سے نہین ہے کہ اونکی
ذات مین کوئی صفت خبیث ہو جیسے شراب اور سُور کی ذات مین ہے تو وہ ایسی صفت پر
مخلوق ہین جسمین استعداد معاملات کے قبول کرنے کی تراضی سے ہو جاتی ہے
جسطرح کہ پانی مین استعداد وضو کی مخلوق ہوئی ہے اور شبہ جو پڑا ہے وہ اسی استعداد
مین ہے تو دونون باتون مین کچھ فرق نہ رہا کیونکہ اموال پر جب ظلم آجاتا ہو تو اونمین
صفت معاملہ کے قبول کی نہین رہتی جیسے نجاست کر آنے سے پانی مین استعداد وضو
کے قبول کی نہین رہتی تو اب دونون مین کچھ فرق نہین - اور دوسرا جواب یہ ہے
کہ قبضہ ایک دلیل ظاہر ملک کی ہے اور قائم مقام استصحاب کے اور اوس سے قوی تر ہے
اس وجہ سے کہ شریعت نے استصحاب کو قبضہ کے ساتھ لاحق کیا ہو چنانچہ اگر کسی شخص پر دین کا
دعوی کیا جاوے تو مدیون کا قول ہی معتبر ہوگا کیونکہ اصل تو یہی ہے کہ اوسکے ذمہ کچھ نہو
تو یہ استصحاب ہوا کہ جو حکم پہلے تھا وہی اب باقی رہا اور جس شخص پر یہ دعوی ہو کہ جو چیز
اسکے قبضہ مین ہے وہ اسکی ملک ہو تو یہان بھی قابض کا قول معتبر ہے اسلیے کہ قبضہ
قائم مقام استصحاب کے ہے کیونکہ جو چیز کسی آدمی کے قبضہ مین ہو تو اصل یہی ہے
کہ اوسکی ملک ہوگی جب تک کہ اوسکے خلاف پر کوئی علامت معینہ دلالت نکرے -
تیسری وجہ یہ ہے کہ جو چیز کسی جنس غیر محصور پر دلالت کیا کرتی ہے اور معین چیز پر
دلالت نہین کرتی اوسکا اعتبار نہین کیا جاتا اگرچہ قطعی الدلالت ہو تو جس صورت مین
کہ دلالت ظنی ہوگی اوسکا اعتبار بطریق اولی نہونا چاہیے مثلاً اگر کسی چیز کی نسبت
معلوم ہو کہ یہ زید کی ملک ہو تو اوس چیز کا حکم یہ ہے کہ بدون اجازت زید کے
اوس مین تصرف نکیا جاوے اور اگر یہ معلوم ہو کہ اوسکا مالک جہان مین کوئی شخص ہے
مگر وہ یا اوسکا وارث معلوم نہین ہو سکتا تو ایسی ملکیت کا اعتبار نہوگا اور وہ چیز

مسلمانون کی مصلحت کے لیے قرار پائیگی اور بحکم مصلحت اوس مین تصرف کرنا درست ہوگا
اور اگر یہ معلوم ہو کہ اوس چیز کا مالک دس یا بیس شخصون مین ایک ہے تو اس صورت مین
تصرف ممتنع ہوگا غرض کہ جس چیز کے مالک مین شک ہو کہ قابض مالک ہی یا نہین
اور جس چیز کے مالک کی باب مین یقین ہو کہ کوئی مالک ہی مگر اوسکی تعیین معلوم نہ ہو
تو ایسی دونون چیزین برابر ہین اول کچھ دوسرے سے زائد نہوگی تو ایسی چیزون مین
تصرف بمقتضائے مصلحت درست ہونا چاہیے اور مصلحت وہ ہے جسکو ہم نے اقسام
پنجگانہ مین ذکر کیا ہے پس یہ اصل اوسکی شاہد ہوگی اور کیسے نہو حالانکہ ہر ایک مال
لاوارث جس کا مالک نہ ملے اوسکو بادشاہ مصلحتون مین صرف کیا کرتا ہے اور مصلحتون مین
فقرا وغیرہم بھی ہین تو جس فقیر کو بادشاہ وہ مال دیگا وہ اوسکا مالک ہو جائیگا اور
اوسکا تصرف اوس مین نافذ ہوگا اگر اوسکے پاس سے کوئی چور چرا لیگا تو چور کا ہاتھ
کاٹا جایگا تو دیکھو کہ غیر کی ملک مین کیسے اوسکا تصرف نافذ ہوا اسکی وجہ بجز اس کے
اور کچھ نہین کہ مصلحت اس بات کی مقتضی ہے کہ ملکیت اوسکی طرف رجوع کرے اور وہ
چیز اوسکو حلال ہو جاوے اسلیے ہم نے مصلحت کی بموجب حکم کیا اب اگر یہ کہو کہ یہ صورت
تو بادشاہ کے تصرف کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بادشاہ کو غیر کی ملک مین بدون
اوسکی اجازت کے تصرف کیون درست ہی اسکی وجہ بجز مصلحت کے اور کچھ نہین اور مصلحت
یہ ہے کہ اگر ترک کردے تو ضائع ہو جاوے پس اب دو صورتین بادشاہ کو پیش
ہوتی ہین یا تو ضائع کردے یا کسی امر ضروری مین صرف کرے اور امر ضروری مین
صرف کرنا ضائع کرنے کی نسبت کہ بہتر ہے اسلیے صرف کرنے کو ترجیح دی گئی۔
اور جس مین شک ہو اور اوسکی حرمت معلوم نہو اوس مین مصلحت یہ ہے کہ قبضہ
کی دلالت پر حکم کیا جاے اور قبضہ والون کی ملک مین چھوڑ دیا جائے اسلیے کہ
شک کی وجہ سے اونکو اونکے ہاتھ سے نکالنا اور اونکو یہ تکلیف دینی کہ قدر حاجت پر
اکتفا کرین اس سے وہ ضرر ہوگا جسکو ہم لکھ آئے ہین۔ اور مصلحت کی جہتین مختلف ہین
اسلیے کہ بادشاہ کو کبھی تو اس مین مصلحت معلوم ہوتی ہی کہ اوس مال سے پل بنا دے
اور کبھی لشکر اسلام مین اوسکا صرف کرنا اور کبھی فقرا کو دینا مصلحت سمجھتا ہے پس
جیسی مصلحت ہوتی ہے ویسا ہی اوسکا تصرف ہوتا ہے اور اس طرح کے مال تینا

فتوی بھی مصلحت کے موجب دائر ہے اس بیان سے یہ نکلا کہ اشیاء مالی مین خلق پرانی ظلمون کا مواخذہ نہین جنکی سند کوئی خاص دلالت اون اشیا مین نہو جیسے کہ بادشاہ سے اور فقیرون سے جو بادشاہ سے مال لیجاتے ہین مواخذہ نہین گو یہ جانتے ہین کہ اس مال کا کوئی مالک ہے لیکن چونکہ مالک معین مشار الیہ کا علم نہین اسلیے اونسے مواخذہ متعلق نہین اور اس باب مین ذات مالک اور ذات املاک مین کچھ فرق نہین یعنے اختلاط مین دونون کا حکم یکسان ہوتا ہے۔ یہ تھا بیان شبہہ اختلاط کا اب صرف اس بات کی بحث باقی رہی کہ مائعات اور دراہم اور اسباب ایک مالک کے قبضہ مین اگر ملجاوین تو اونکا کیا حکم ہے اور اسکا بیان عنقریب اوس فصل مین ہوگا جس مین مظالم سے بری ہونیکے طریق کی تفصیل مذکور ہے

تیسرا مقام شبہہ کے پیدا ہونے کا یہ ہے کہ جس سبب سے چیز حلال ہوئی ہے اوس مین کوئی معصیت ملجاوے اور یہ معصیت یا تو سبب کے قرائن یعنے ساتھ کی چیزون مین ہوگی یا نتائج مین یا مقدمات مین یا عوض مین اور اس مین یہ شرط ہے کہ ایسی معصیت نہو جو عقد کے فاسد ہونے یا سبب محلل کے باطل کرنے کا موجب ہو اب ان چارون معصیتون کی مثالین مذکور ہوتی ہین۔ قرائن مین معصیت کی مثال یہ ہے کہ جمعہ کے روز اذان کے وقت بیع کرنا یا چھینی ہوئی چھری سے ذبح کرنا یا چھینی ہوئی کلھاڑی سے لکڑیان کاٹنی یا غیر کی بیع پر بیع کرنا یا دوسرے کی چکائی چیز کو چکانا اسی طرح کی اور صورتین ہوسکتی ہین پس ایسے معاملات مین جو نہی وارد ہے اور اوس سے عقد کا فساد معلوم نہین ہوتا تو اون سے باز رہنا البتہ ورع مین داخل ہے یہ نہین کہ جو چیز اسطرح حاصل ہو اوس پر حکم حرمت کا لگجاوے اور اس قسم کا نام شبہہ رکھنا بھی تسامح ہے اسلیے کہ شبہہ اکثر ایسی ہی جگہہ بولتے ہین جہان اشتباہ اور جہل ہو اور یہان اشتباہ کچھ نہین اسلیے کہ غیر کی چھری سے ذبح کرنے مین گناہ کا ہونا معلوم ہے اور ذبیحہ کا حلال ہونا بھی معلوم ہے تو اشتباہ اور جہالت نہین کہ شبہہ کہا جاوے ہان یہ ہوسکتا ہے کہ شبہہ کو مشتق مشابہت سے کیا جاوے اور یون کہا جاوے کہ چونکہ اس طریق سے حاصل کی ہوئی چیز مکروہ ہے اور کراہت مشابہ حرمت کے ہے اسلیے اوسکو بھی شبہہ قرار دیا گیا اس صورت مین اسکو شبہہ کہنا البتہ درست ہوگا

ورنہ اسکا نام کراہت ہونا چاہیے نہ شبہہ بہرحال جب معنے معلوم ہوگئے تو اب نام مین
کچھ مضائقہ نہین کیونکہ فقہا کی عادت ہی کہ الفاظ کے اطلاق مین تسامح کیا کرتے ہین
پھر جاننا چاہیے کہ اس کراہت کے تین درجے ہین اون مین سے اول حرام کے قریب ہے
اور اوس سے ورع کرنا امر ضروری ہے اور درجۂ دوم کی انتہا ایک گونہ مبالغہ کیطرف ہے
کہ گویا اوس سے بچنا وسواسیون کے ورع مین لاحق ہوتا ہے اور ان دونون درجون
کے درمیان اور مدارج ہین کہ وہ انھین دونون طرفون کی طرف مائل ہین مثلاً اگر
شکاری کتے کو چھین کر اوس سے شکار کھیلے تو اسمین کراہت بہت زیادہ ہوگی نسبت
اوس ذبیحہ کے جو غصب کی چھری سے ذبح ہوا ہو یا غصب کے تیر سے شکار ہوا ہو کیونکہ
کتا ذی اختیار چیز ہے اور اس مین اختلاف ہی کہ جو کچھ اس کتے سے شکار ملے گا وہ
شکار کرنیوالے کا ہوگا یا کتے کے مالک کا اور اسی کراہت کے قریب یہ ہی کہ تخم کو غصب
کی زمین مین بووے ہرچند زراعت تخم والے کی ہوگی مگر اوس مین شبہہ ہے اور اگر
مالک زمین کے لیے ہم زراعت مین حق حبس ٹھہراوین تو ثمن حرام کے مانند ہوگا مگر
قیاس کے مطابق یہی ہے کہ حق زمین کے روکنے کا ثابت نہ رکھا جاوے جیسے کہ غصب
کی چکی سے آٹا کوئی پیسے یا غصب کے جال سے شکار کرے کہ جال والے کا حق شکار
مین کچھ نہین اور اسکے قریب یہ ہے کہ غصب کی کولھاڑی سے لکڑیان جمع کرے اور
اس سے کمتر کراہت اس مین ہے کہ اپنی خاص ملک کو غصب کی چھری سے ذبح
کرے کیونکہ ذبیحہ کی حرمت کا تو کوئی قائل نہین اور اسی کے قریب اذان جمعہ کے
وقت بیع کرنا ہے اسلیے کہ مقصود عقد سے اسکو علاقہ ضعیف ہی گو بعض شخص کہتے ہین
کہ عقد فاسد ہو جاتا ہے کیونکہ غایت ما فی الباب یہ ہے کہ بائع اپنے ذمہ کے دوسرے
واجب کو چھوڑ کر بیع مین مشغول ہوا اور اگر اسی قدر سے بیع فاسد ہو جایا کرے تو چاہیے
کہ جس شخص کے ذمہ ایک درم زکوۃ کا ہو یا کوئی نماز قضا ہو جسکا وجوب فوراً ہو یا
اوسکے ذمہ کسی کا حق ایک پیسا ہو تو اوسکی بیع فاسد ہو جاوے اسلیے کہ بیع مین مشغول ہونا
اوسکے حق مین دوسرے واجبات کی بجا آوری سے مانع ہے اور جمعہ مین بھی اذان
کے بعد صرف وجوب ہی ہوتا ہے تو جب اذان کے وقت کی بیع مانع جمعہ کے ادا کی
ہوئی اور فاسد ٹھہری تو ایسی ہی اور واجبات کی بھی مانع ہونی چاہیے اور آخر کو یہ گل

کہ ظالمون کی اولاد کا اور جن کے ذمہ ایک درم ہو اونکی اولاد کا نکاح درست نہو اسلیے
کہ وہ شخص نکاح کرنے مین مشغول ہوئی اور جو واجب اونکے ذمہ تھا اوسکے تارک ہوئے
ہان مگر چونکہ جمعہ کے دن مین خاص کر نہی وارد ہوئی ہے اسی لیے ذہن مین اس کی
خصوصیت جلد آتی ہے اور یہین وجہ اسکی کراہت زیادہ ہے اور اوس سے احتراز کرنیکا
کچھہ مضائقہ نہین مگر کبھی نوبت وسواس کی پہونچ جاتی ہے حتی کہ جن لوگون کے ذمہ
اورون کے حق ہوتے ہین اونکی بیٹیون کے نکاح اور تمام معاملات سے کنارہ کشی
ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ کسی بزرگ سے منقول ہے کہ اونھون نے ایک شخص سے
ایک چیز مول لی پھر سُنا کہ اوسنے یہ چیز جمعہ کے روز مول لی تھی تو وہ چیز اوسکو پھیری
اس خوف سے کہ کہین اوسنے اذان کے وقت نہ خریدی ہو اور یہ نہایت مبالغہ ہے
کہ شک سے چیز کو پھیر دیا اگر منہیات اور مفسدات مین اسطرح کا وہم کیا جاوے تو
جمعہ پر کیا منحصر ہے اور دنون مین بھی مشکل پڑیگی اور ورع اچھی چیز ہے اور مبالغہ کرنا
اوس مین زیادہ اچھا ہے مگر ایک حد معین تک ہی خوب ہو ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ یعنی ہلاک ہوئے مبالغہ کرنیوالے پس ان جیسی
مبالغات سے احتراز کرنا چاہیے کیونکہ ہرچند مبالغہ کرنے والے کو تو ایسا مبالغہ ضرر نہین
کرتا مگر غیر کو اس سے اکثر یہ وہم ہو جاتا ہے کہ ایسا مبالغہ ضروری ہے پھر اوس سے
کمتر سے بھی عاجز ہو جاتا ہے اور سرے سے ورع کو ترک کر دیتا ہے چنانچہ اس زمانہ کے
اکثر لوگون کو یہی حجت ہو گئی ہے کہ اول اپنے اوپر راہ تنگ کی اور جب اوس کی
بجا آوری سے ناامید ہوئے تو اوسکو چھوڑ دیا غرض کہ جیسے طہارت کے وسواسی
کبھی طہارت سے عاجز ہو کر اوسکو چھوڑ دیتے ہین اسی طرح جو لوگ حلال کے باب مین
وسواس کرتے ہین اور اونکے وہم مین جم گیا ہے کہ دنیا کا تمام مال حرام ہے اونھون نے
بھی تمیز حلال و حرام کی اوٹھا ڈالی ہے اور یہ عین گمراہی کی بات ہے۔ اور نتائج مین
معصیت کی مثال یہ ہے کہ جس تصرف کے کرنے سے آیندہ کو معصیت ہو وہ اوسکی
مثال ہو سکتا ہے اون مین سے زیادہ کراہت ان مسائل مین ہے کہ انگور کو شراب
بنانے والے کے ہاتھہ فروخت کرے یا غلام امرد کو ایسے کے ہاتھہ بیع کرے جو
اغلام مین مشہور ہو یا تلوار کو رہزنون کے ہاتھہ بیچے اور علما کو اس مین اختلاف ہے

کہ یہ معاملات صحیح ہین یا نہین اور ان سے جو ثمن آتا ہے وہ حلال ہے یا نہین اور قیاس
کے بموجب یہ ہے کہ یہ عقود صحیح ہین اور جو ثمن لیا جاتا ہے وہ حلال ہے ہان عاقد اس عقد
کے سبب سے گناہگار ہے جیسے غصب کی چھری سے ذبح کرنے سے گناہگار ہوتا ہے
اور ذبیحہ حلال ہوتا ہے اسلیے کہ عاقد کو گناہ اسی بات کا ہے کہ اوسنے معصیت پر دوسرے
کی اعانت کی مگر یہ بات ذات عقد سے کچھ علاقہ نہین رکھتی اور جو ثمن اس وجہ سے لیا جاتا ہے
وہ سخت مکروہ ہے اور اوس کا نلینا ورع مہم مین منتصور ہے مگر حرام نہین اور اسی کے
قریب کراہت اسمین ہے کہ انگور ایسے کے ہاتھ فروخت کرے جو شراب پیتا ہو اور نہیو
یا تلوار ایسے شخص کے ہاتھ بیچے کہ وہ جہاد بھی کرتا ہو اور ظالم بھی ہو کیونکہ اس صورت مین
ایک احتمال دوسرے سے متعارض ہے اور اکابر سلف نے فتنہ کے وقت مین تلوار کو
بیچنا مکروہ جانا ہے اس خوف سے کہ کہین ظالم مول نہ لیوے تو یہ ورع پہلے کی نسبت کر
زیادہ ہے اور اس مین کراہت کمتر ہے۔ اور اسکے بعد درجہ مبالغہ ہے کہ گویا وسواس
مین ملجاتا ہے اور وہ یہ صورت ہے کہ بعض لوگ فرماتے ہین کہ کشتکارون کے ساتھ
معاملہ آلات زراعت کا جائز نہین اسلیے کہ وہ ان آلات سے زراعت پر مدد لیتے ہین
اور غلہ کو ظالمون کے ہاتھ فروخت کرتے ہین اسوجہ سے اونکے ہاتھ بیلون اور ہلون
اور دوسرے آلات کا بیچنا نچاہیے تو یہ ورع وسوسہ کا ہے کیونکہ اسکا انجام یہ ہوگا
کہ کاشتکار کے ہاتھ غلہ فروخت نہ کیا جاوے کیونکہ اوس سے بھی تو وہ زراعت پر
تقویت پاویگا اور نہ اوسکو پانی دینا چاہیے جو خاص کاشتکارون کے لیے ہی ہوتا ہے
اور رفتہ رفتہ نوبت اوسی مبالغہ کی پہونچ جاویگی جس سے حدیث مین ممانعت ہوئی ہے
اور جو شخص کہ بقصد خیر کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے اگر علم محقق اوسکو نہین روکتا
تو وہ زیادتی ضرور کرتا ہے اور کیا عجب ہے کہ کسی ایسی بات پر اقدام کر بیٹھے جو دین مین
بدعت ہو اور اوسکے بعد لوگون کو اوس بدعت سے ضرر ہو اور وہ یہی خیال کرتا ہو
کہ مین خیر مین مشغول ہون اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى اَدْنٰى رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِي
وَالْمُتَنَطِّعُوْنَ هُمُ الَّذِيْنَ يَخْشٰى عَلَيْهِمْ اَنْ يَكُوْنُوْا مِنْ قِيْلِ فِيْهِمُ الَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا — حاصل یہ ہے کہ آدمی کو نچاہیے کہ

ورع کے دقائق مین بدون کسی عالم زبردست کے پوچھے مشغول ہو اسلیے کہ اگر بدون سمجھے اپنے ذہن سے کچھ بات تراشے گا اور جسقدر اوسکے لیے مقرر ہے اوس سے تجاوز کریگا تو جس قدر اسکے فعل سے خرابی ہوگی وہ اصلاح کی نسبت کر زیادہ ہوگی۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رض سے مروی ہے کہ آپنے اپنا انگور کا باغ جلادیا تھا اس خوف سے کہ کہین اسکے انگور ایسے شخص کے ہاتھ نہ فروخت ہون جو شراب بناتا ہو اسکی وجہ ہمکو معلوم نہین ہوتی شاید کوئی اور سبب خاص موجب جلانے کا آپ کو معلوم ہوا ہوگا ورنہ جو لوگ صحابہ رض مین آپ سے زیادہ رفیع القدر تھے اونھون نے ایسا نہین کیا علاوہ ازین اگر یہ بات درست ہو تو چاہیے کہ زنا کے خوف سے ذکر کا کاٹ ڈالنا اور جھوٹ کے ڈر سے زبان کا قلم کرنا اور اسی طرح اور اعضا کا تلف کرنا درست ہو جاوے۔ اور مقدمات مین معصیت کے آنے کے تین درجے ہین سب مین بڑا درجہ جسمین سخت کراہت ہے یہ ہے کہ معصیت کا اثر لی ہوئی چیز مین باقی رہے مثلاً جس بکری نے غصب کی گھاس کھائی ہو یا چراگاہ حرام مین چری ہو اوسکو کھانا کہ غصب سے گھاس کھلانا معصیت ہے اور یہی اوسکے بقا کا سبب ہے اور غالباً اوسکا گوشت اور خون اور اجزا اوس گھاس ہی سے ہون اور یہ ورع ضروری ہے گو واجب نہین اور سلف کی بہت لوگون سے ایسا ورع منقول ہے چنانچہ ابو عبداللہ طوسی بروغندی کے پاس ایک بکری تھی جس کا دودھ پیا کرتے تھے ہر روز اوسکو گردن پر لادکر جنگل مین چھوڑتے اور وہ چرتی رہتی اور خود نماز پڑھتے ایک دن ایک ساعت اوس سے غفلت ہوگئی وہ بکری ایک باغ کے کنارہ پر انگور کے پتے کھانے لگی اوسکو باغ ہی مین چھوڑکر چلے آئے اور پکڑ لانا حلال نہ سمجھا اب اگر یہ کہو کہ حضرت عمر رض کے بیٹون عبداللہ اور عبیداللہ نے کچھ اونٹ لیکر رمنہ مین چھوڑ دیے وہ چرکر موٹے ہوگئے حضرت عمر رض نے اون سے پوچھا کہ تم نے انکو رمنہ مین چرایا ہے اونھون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے اون سے نصف اونٹ لے لیے تو اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی رائے مین جو گوشت کہ گھاس سے پیدا ہوا وہ گھاس والے کا تھا پس اس صورت مین ایسا جانور حرام ہونا چاہیے نہ مکروہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ گوشت گھاس والے کا نہین ہوتا اسلیے کہ گھاس کھانے سے جاتی رہتی ہے

اور یہ گوشت ایک نئی پیدائش ہے عین گھاس نہین پس شرعاً گھاس والا اوس مین شریک نہین اور حضرت عمر رض نے لڑکون سے گھاس کی قیمت کا تاوان لیا اور گھاس کی قیمت آپ کی راے مین نصف اونٹون کے برابر تھی اسلیے تخمیناً اجتہاد سے نصف اونٹ لیلیے جیسے سعد بن ابی وقاص رض جب کوفہ سے آئے تھے تو اونسے بھی نصف مال لے لیا تھا اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رض سے نصف لے لیا تھا کیونکہ آپنے دیکھا کہ عامل سب کا مستحق نہین بقدر اجرت عمل اوسکو ملنا چاہیے تو نصف مال کو اونکے عمل کے عوض مین کافی سمجھا اور یہ نصف بھی اجتہاد ہی سے ٹھہرایا تھا۔ درجہ دوم وہ ہے جو بشر بن حارث سے منقول ہے کہ اونھون نے اوس پانی کو نہین پیا جو ظالمون کی کھدوائی ہوئی نہر مین کو بہتا تھا اسلیے کہ نہر کے باعث وہ پانی اون تک پہونچا اور نہر کے کھودنے مین خداے تعالی کی نافرمانی ہوئی تھی اور کسی دوسرے بزرگ نے اوس باغ کے انگور کھائے جسکو ظالمون کی کھودی ہوئی نہر سے پانی دیا گیا تھا یہ رتبہ اول کی نسبت کر بلند ہے اور ورع اس مین بہت زیادہ ہے اور ایک اور شخص اوس پانی کے پینے سے باز رہا جو سقا غیر بادشاہی چشمون مین رہتا ہے اور ان سب سے بڑھکر ذوالنون مصری کا ورع ہے کہ محبس مین حلال کھانا جو داروغہ محبس کے ہاتھہ اونکے پاس گیا تو نہ کھایا اور فرمایا کہ یہ کھانا ظالم کے ہاتھہ پر میرے پاس آیا اور ان رتبون کے درجے غیر منحصر ہین۔ تیسرا رتبہ جو قریب وسواس اور مبالغہ کے ہے یہ ہے کہ ایسے حلال کھانے سے باز رہے جو کسی گناہگار کے ہاتھون پہونچے مثلاً کسی نے زنا کیا ہو یا گالی دی ہو تو ایسے شخص کے ہاتھون اگر پہونچے تو اوسکو بھی نہ کھاوے اور اسکا حال ایسا نہین جیسا غذاء حرام کے کھانیوالے کا ہے کیونکہ اس صورت مین پہونچانیوالی چیز وہ قوت ہے جو غذاء حرام سے پیدا ہوئی اور زنا اور گالی ایسی چیز نہین جن سے قوت چیز کے لیجانے کی پیدا ہو غرض کہ حلال کھانا اگر کافر کے ہاتھہ پہونچے تو اوس سے باز رہنا بھی وسواس ہے بخلاف حرام کھانے کے کیونکہ کفر کھانا اوٹھانے سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اور اگر اس طرح کی احتیاط کیجاوے تو انجام کو یہ نوبت پہونچیگی کہ جس شخص نے غیبت یا جھوٹ یا کوئی اور ایسا ہی گناہ کیا ہوا وسکے ہاتھہ سے

بھی کوئی چیز نہ لیجاوے اور یہ نہایت درجہ کا غلو اور اسراف ہے غرض کہ ورع مین وہ بات لحاظ رکھنی چاہیے جو ذوالنون مصری رح اور بشر بن حارث کے ورع مین معلوم ہوچکی کہ جو سبب موصل مین معصیت سے ورع کیا تھا مثلاً نہر اور ہاتھ کا زور کہ غذا اُرحرام سے حاصل ہوا تھا سبب موصل تھے انسے ورع کرنے کا مضائقہ نہین اب اگر کوئی اسپر قیاس کرکے آبخورہ سے پانی نہ پیوے اسوجہ سے کہ جس کمھار نے یہ کوزہ بنایا تھا اوسنے ایک روز خدا کی معصیت کی تھی کہ کسی آدمی کو مارا تھا یا گالی دی تھی تو یہ ورع وسواس ہوگا اسی طرح اگر اوس بکری کا گوشت نکھاوے جسکو کوئی شخص حرام کھانے والا ہانک کر لایا ہو تو یہ بھی ویسی صورت نہین جیسے دارغہ مجلس کے ہاتھون کھانا گیا تھا اسلیے کہ کھانے کو داروغہ کی قوت پہونچاتی ہے اور بکری اپنے آپ چلی جاتی ہے ہانکنے والے کا صرف اتنا کام ہے کہ راستہ سے اور طرف نہین جانے دیتا پس اس سے ورع کرنا بھی وسواس کے قریب ہے اب دیکھو کہ یہ باتین جن امور کے بیان کی مقتضی تھین اونکو ہم نے کیسے درجہ وار بیان کردیا۔ اور اوسکے بعد یہ جاننا چاہیے کہ یہ درجات علماء ظاہر کے فتوے سے خارج ہین فقیہ کا فتوی صرف درجۂ اول پر خاص ہے جسکے لیے عام خلق کو حکم شرعی ہوسکتا ہے اور اگر سب اوسکی تعمیل کرنے لگین تو دنیا ویران نہو لیکن ورع متقیون اور صالحون کا ایسا نہین کہ علماء ظاہر کا فتوی اوسکے لیے ہوسکے بلکہ اس باب مین فتوی وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وابصہ رض کو فرمایا اِسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاِنْ اَفْتَوْكَ وَاَفْتَوْكَ وَاَفْتَوْكَ اور واقع مین دل سے معلوم بھی ہوجاتا ہے کیونکہ ارشاد ہے اَلْاِثْمُ حَوَازُّ الْقُلُوْبِ تو اگر مرید کے دل مین ان سبھون مین سے کوئی سا کھٹکے اور وہ باوجود دل کھٹکنے کے اوسپر اقدام کریگا تو بیشک ضرر پاویگا اور جتنا کھٹکا اوسکو معلوم ہوتا ہوگا اوسی قدر دل تاریک ہوجاویگا بلکہ جو چیز خدا کے علم مین حرام ہے اور مرید اوسکو حلال خیال کرکے بدون کھٹکے اوسپر اپنی دانست کی بموجب اقدام کریگا تو یہ امر اوسکے دل کی سختی مین موثر نہوگا اور اگر ایسی چیز پہ اقدام کریگا جو علماء ظاہر کے فتوے کی رو سے حلال ہے مگر خود اوسکے دل مین کھٹکتی ہے تو یہ اوسکو مضر ہوگی اور ہم نے جو غلو اور مبالغہ سے منع کیا ہے اوس سے ہمارا مقصود

یہ نہیں ہے کہ دل صاف اور معتدل ان جیسی باتون مین کچھ خلش نہین پاتا لیکن اگر کسی وسواسی کا دل اعتدال سے پھر جائے اور ان مین خلش دل پاوے اور باوجود دل کی خلش کے اوسپر جرأت کرے تو اوسکو ضرر ہوگا کیونکہ جو معاملہ اوس مین اور خدا تعالی مین ہے اوسکے دل کا فتوی معتبر ہوگا اور اوسی کے بموجب اوس سے مواخذہ ہوگا اور یہین وجہ جس شخص کو طہارت مین یا نماز کی نیت مین وسواس ہوتا ہے اوسپر تشدد کیا گیا ہے یعنے جب اوسکے دل پر یہ امر غالب ہو کہ تین دفعہ کے بہانے مین تمام اجزا پر پانی نہین پہونچا اسلیے کہ وسوسہ غالب ہی تو اوسپر واجب ہو کہ چوتھی بار پانی استعمال کرے اور یہ حکم خاص اوسی شخص کے حق مین ہے اگرچہ نفس الامر مین وہ اس باب مین خطا دار ہے غرض کہ ان لوگون نے خود تشدد کیا تو خدا تعالی نے بھی اون پر تشدد کیا اور اسی وجہ سے حضرت موسی علیہ السلام کی قوم نے جب گاے کے باب مین بہت سے سوال کیے تو اوس طرف سے بھی ویسا ہی تشدد ہوتا گیا اگر اول ہی دفعہ کے حکم مین لفظ بقرہ پر کاربند ہوتے اور کسی گاے کو ذبح کر دیتے تو کافی تھا۔ پس ان دقائق کو بھولنا نچاہیے جنکو ہمنے نفیا اور اثباتا مکرر لکھا ہے کیونکہ جو شخص کلام کی ماہیت پر مطلع اور اوسکے مضامین پر واقف نہین ہوتا وہ اوس کے مقاصد کے دریافت کرنے مین عجب نہین کہ لغزش کر جائے۔ اور عوض مین معصیت کی بھی کئی درجے ہین سب سے بڑا درجہ جسمین کراہت بہت ہی یہ ہے کہ کوئی چیز مول لے اور اوسکا ثمن مال غصب یا حرام سے ادا کرے اب اس صورت مین دیکھا جائیگا کہ اگر اوسکو بائع نے قبض ثمن سے پیشتر مبیع کو اپنے دل کی خوشی سے حوالہ کیا ہوگا اور مشتری نے ثمن ادا کرنیسے پہلے اوسکو کھا لیا ہوگا تب تو وہ حلال ہوگا اور اوسکا ترک کرنا بالاجماع واجب نہین یعنے ادا ے ثمن سے پیشتر کسی کے نزدیک یہ واجب نہین کہ ایسی چیز نہ کھاوے اور نہ ورع موکد مین داخل ہے پھر اگر ثمن بعد کھا لینیکے مال حرام سے ادا کیا تو ایسا ہوگا کہ گویا ادا ہی نہین کیا اور اگر بالفرض ادا ہی نہ کرتا تو حق بائع کا یعنے دین اوسکے ذمہ رہتا مگر وہ مال حرام نہو جاتا پھر حرام سے ثمن ادا کرنے پر اگر بائع اوسکو بری کر دے اور جانتا بھی ہو کہ اوس نے مجکو مال حرام دیا ہے

تومشتری بری الذمہ ہوجاویگا اور اوسپر صرف اتنا گناہ رہیگا کہ حرام کے روپیون مین اُسنے تصرف کیا اور بائع کے حوالہ کیے اور اگر بائع نے یہ سمجھکر بری کیا کہ ثمن حلال ہے تومشتری بری نہوگا کیونکہ وہ تو یہ جانکر بری کرتا ہے کہ مین نے اپنا حق بھر پایا اور حرام کا روپیہ اس قابل نہین کہ اس سے حق بھر پاوے - اور اگر بائع نے اوسکو بخوشی خاطر وہ چیز دی تھی مگر مشتری نے لی تو اب مشتری کو اوسکا کھانا حرام ہے خواہ ثمن مال حرام سے اول اوا کردے یا بعد کھانے کے کیونکہ اس باب مین فتوی جو ہم دیکھتے ہین وہ یہی ہے کہ بائع کو مبیع کے روکنے کا حق اوسوقت تک ثابت ہونا چاہیے جب تک کہ اوسکی ملک ثمن مین متعین ہوجاوے جیسے مشتری کی ملک متعین ہوگئی ہم اور اوسکے روکنے کا حق دوطرح سے ہی جاتا ہے یا مشتری کو معاف کردی یا اوس سے پورا حق بھر پاوے اور یہان دونون باتون مین سے کوئی سی نہین ہوئی تو اب مشتری جو اپنی ملک کھاتا ہے وہ اس کھانے سے گناہگار ہوتا ہے جیسے راہن غلہ گرو کرے اور بدون اذن مرتہن کے اوسکو کھا جاوے تو وہ بھی گو اپنی ملک کھاتا ہے مگر گناہگار ہے اور اسطرح اپنی ملک کھانے مین اور غیر کا مال کھانے مین فرق ہے مگر اصل حرمت دونون مین شامل ہے یہ صورت اوس وقت ہو کہ مبیع کو ثمن دینے سے پیشتر لیوے خواہ بائع کی دل کی خوشی سے خواہ بدون اوسکے دل کی خوشی کے لیکن جس صورت مین کہ ثمن مال حرام سے اولًا ادا کردے پھر مبیع کو لیوے تو اگر بائع جانتا ہو کہ ثمن حرام ہے اور باوجود اسکے مبیع حوالہ کردے تو اوسکا حق مبیع کے روکنے کا تو باطل ہوجاویگا اور اوسکا دام مشتری کے ذمہ پر رہیگا کیونکہ جو کچھ بائع نے لیا ہے وہ ثمن نہین اور ثمن کے باقی رہنے سے مشتری کو مبیع کا کھانا حرام نہوگا اور اگر بائع کو معلوم نہین کہ ثمن حرام ہے لیکن ایسا ہے کہ اگر معلوم ہوتا تو وہ مبیع کو نہ دیتا اور ثمن سے راضی ہوتا تو اس جہالت سے اوسکا حق مبیع کے روکنے کا باطل نہوگا اس صورت مین مشتری کو مبیع کا کھانا حرام ہے جیسے مرہون چیز کو بدون اذن مرتہن کے کھانا حرام ہے یہانتک کہ بائع اوسکو بری کردے یا مشتری بائع کو مال حلال سے ثمن ادا کردے یا خود بائع مال حرام سے راضی ہوکر مشتری کو دام معاف کردے تو معاف کرنا بائع کا درست ہوگا مگر حرام پر

راضی ہو جانا صحیح نہو گا غرضکہ مقتضاے فقہ اور حکم کا اس درجہ مین یہ ہے جو اوپر بیان
حلت اور حرمت کا کیا گیا اب ایسے درجہ سے احتراز کرنے کو معلوم کرنا چاہیے کہ
اوس سے احتراز ورع ضروری ہے کیونکہ معصیت جب سبب موصل سے شروع ہوکر
چیز مین جم جاتی ہے تو اوس مین کراہت بہت سخت ہو جاتی ہے جیسا پہلے گذرا اور
اس باب موصل مین سب سے قوی ثمن ہے اگر بالفرض ثمن حرام نہوتا تو بائع اپنی
چیز کو مشتری کے حوالہ کرنے پر کب راضی ہوتا لیکن ثمن حرام سے بائع کا راضی ہونا
مبیع کو سخت مکروہ ہونے سے خارج نہین کرتا صرف اتنی بات ہے کہ عدالت اوس سے
نہین جاتی مگر تقوی اور ورع کا درجہ اوس سے جاتا رہتا ہے اور اگر بادشاہ کوئی
تھان بازمین اودھار مول لے اور اوسکو بائع کی خوشی سے ثمن ادا کرنے سے پیشتر
قبضہ کرکے کسی عالم وغیرہ کو انعام خواہ خلعت مین دیڈالے اور اوسکو شک ہو کہ
اوسکا دام نہ معلوم حلال سے ادا کریگا یا حرام سے تو اسکی کراہت خفیف ہے بہ نسبت
پہلے درجہ کے اسلیے کہ یہان اس بات مین شک ہے کہ ثمن مین معصیت داخل
ہوگی یا نہین اور کراہت کا خفیف ہونا اوسی حساب سے ہوگا جتنا اوس بادشاہ
کے مال مین حرام کی قلت یا کثرت ہوگی یا غلبۂ ظن سے اوسکا حال معلوم ہوتا ہوگا
اور بعض صورت دوسری کی نسبت کرسخت تر ہوگی اور اوس مین اوس بات کی
طرف رجوع کرنا چاہیے جو دل مین خلش کرے۔ درمیانی درجہ یہ ہے کہ عوض
نہ غصب ہو نہ حرام ہو مگر کسی گناہ کا آمادہ کرتا ہو مثلاً ثمن کے عوض انگور ایسے
شخص کو دینے جو شراب پیتا ہے یا تلوار رہزن کو دینی تو ایسی طرح ثمن کی عوض
دینے سے وہ مبیع جو اودھاری تھی حرام نہین ہو جاتی مگر اوس پر حکم کراہت کا
لگتا ہے اور یہ کراہت اوس سے کم ہے جو غصب کے اندر تھی اور اس رتبہ کے
درجات بھی اوسی قدر متفاوت ہوتے ہین جتنا ثمن کے لینے والے پر معصیت کا
غلبۂ ظن یا احتمال کم ہوتا ہے۔ اور جس صورت مین کہ عوض عمل حرام ہو تو اوسکا
بدل حرام ہوتا ہے اور اگر اوسکی حرمت محتمل ہو اور ظن سے مباح کیا جاے تو اوسکا
بدل مکروہ ہوتا ہے اور میرے نزدیک کسب پچھنے لگانے والے کی کراہت اسی
قاعدہ کے بموجب ہے اسلیے کہ اوس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند با

منع فرمایا پھر یہ اجازت دی کہ اوسکو اپنے پانی کے اونٹ کو کھلا دے اور بعض لوگ
جو یہ وہم کرتے ہین کہ اوسکے کسب کی کراہت کا سبب نجاست اور غلاظت کی
مباشرت ہی تو یہ وہم فاسد ہے اسلیے کہ مباشرت نجاست باعث کراہت کسب کا ہو
تو چاہیے کہ دباغ اور جاروب کش کے کسب مین بھی کراہت ہو حالانکہ اسکا کوئی
قائل نہین اور اگر بالفرض انکی اجرت بھی کسی کے نزدیک مکروہ ہو تو قصائی کے
باب مین یہ قاعدہ نہ چل سکیگا کیونکہ اوسکا کسب تو گوشت کا بدل ہے اور گوشت
بذاتہ مکروہ نہین تو اوسکا بدل کیسے مکروہ ہوگا حالانکہ مباشرت نجاست اور غلاظت کی
قصائی مین پچھنے والے اور فصاد کی نسبت کر زیادہ ہے کیونکہ پچھنے والا خون شاخ سے نکالتا ہی
اور اوسکو روئی سے پوچھتا ہے اور قصائی اکثر ہاتھ سے ہی غلاظت کو دور کرتا ہے
بلکہ سبب یہ ہی کہ پچھنے لگانے اور فصد کھولنے مین خون کا نکالنا ہوتا ہے جس سے
آدمی کی حیات قائم ہے تو اصل اوس مین حرمت ہی اور حلال صرف ضرورت کی
جہت سے ہوتا ہے اور ضرورت کا معلوم ہونا گمان اور اجتہاد سے ہوتا ہے تو کیا
عجب ہی کہ فصد کو مفید گمان کیا جاوے اور وہ مضر پڑے اور خدا کے نزدیک حرام
ٹھہرے مگر ظن اور تخمین کے اعتبار سے اوس کی حلت کا حکم دیا جاتا ہے اور اسی وجہ
سے فصاد کو لڑکے اور غلام اور بیہوش کی فصد کھولنی بدون اونکے ولیون کی
اجازت اور طبیب کے کہنے کے درست نہین اور اگر فصد کھولنا ظاہر مین حلال نہوتا
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پچھنے لگانیوالے کو اجرت عطا نہ فرماتے اور اگر اوسمین
احتمال حرمت نہوتا تو اوس اجرت سے منع نہ فرماتے اب ان دونون صورتونکا جمع کرنا
بدون اوس علت کے جو ہم نے بیان کی ممکن نہین اور اس صورت کو چاہیے یون تھا
کہ ہم سبب کے قرائن مقرونہ مین لکھتے اس وجہ سے کہ یہ اونھین سے زیادہ قرب
رکھتی ہے۔ اور سب سے نیچے کا رتبہ وسواس کا درجہ ہے مثلاً کوئی شخص قسم کھاوے
کہ اپنی ماں کا کاتا نہ پہنونگا پھر اوسکا سوت بیچ کر اوس سے کپڑا مول لے کر پہنے تو
اس مین کچھ کراہت نہین اور اوس سے احتراز کرنا وسواس ہے اور حضرت مغیرہؓ
سے مروی ہے کہ یہ حیلہ درست نہین اور اونھون نے اپنے قول کا شاہد یہ کہا ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو لعنت کی اسلیے کہ اونپر شراب حرام کی گئی تھی

اح ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ بروایت محیصہ

سح بخاری و مسلم مین بروایت ابن عباس منقول ہو کہ آپ نے پچھنے لگانیوالے کو اجرت عنایت فرمائی

سح اصلاح جلکو نہین ملی ہو شاید یہ ہو کہ چربی اونپر حرام ہوئی تھی اونکو پگھلا کر اور بیچ کر اوسکے دام کھائے

چنانچہ صحیحین مین بروایت جابر منقول ہے

انگورون نے اسکو بیچا اور اسکا دام کھایا اس سے معلوم ہوا کہ جو شئے اپنے اوپر حرام ہوا سکو بیچ کر اسکی قیمت سے انتفاع بھی درست نہین - اور یہ قیاس منیر وغیرہ کا بیچنا درست نہین اسلیے کہ شراب کی بیع باطل ہی کیونکہ شریعت مین اسکا کوئی فائدہ باقی نہین رہا اور بیع باطل کا ثمن حرام ہوا کرتا ہی اور یہ صورت مردت کے بیچنے کی تہمت کے مانند نہین بلکہ اسکی مثال یہ ہی کہ آدمی ایک لونڈی کا مالک ہو جو اسکے دودھ کی بہن ہو - پھر اسکو ایک اور اجنبی لونڈی سے بدل لے تو اب اس اجنبی لونڈی سے وطی کرنا وسواس ہی اور اسطرح کا ورع نہایت غلو ہی اور ہمنے سب درجات کو اور انکے درمیان مین بتدریج داخل ہونے کی کیفیت کو بیان کر دیا ہی ہر چند ان درجات کا تفاوت تین یا چار اور کسی عدد مین منحصر نہین لیکن شمار سے مقصود تسہیل اور فہمایش ہی - اب اگر یہ کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو کوئی ایک کپڑا دس درم کو مول لے جنمین ایک درم حرام کا ہو تو اللہ تعالی اسکی نماز قبول نکریگا جب تک اسکے بدن پر وہ کپڑا رہیگا پھر حضرت ابن عمر رض نے اپنی انگلیان دونون کانون مین دین اور فرمایا کہ یہ دونون بہرے ہو جائیو اگر مین نے یہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس حدیث مین اس خرید کا ذکر ہی جو معین روپیون سے خریدے اُدھار خریدنے کا ذکر نہین اور جس صورت مین کہ اُدھار پر ہو تو ہمنے اکثر صورتون مین حرمت کا حکم کیا ہی اسپر اسکو بھی محمول کرنا چاہیے علاوہ اسکے بہت سی ملکین ایسی ہوتی ہین کہ انپر وعید نماز کے قبول نہونے کا پایا جاتا ہی کسی گناہ کے باعث سے جو اس ملک کے سبب مین آگیا ہی مگر باوجود اسکے فساد عقد نہین پایا جاتا جیسے اذان جمعہ کے وقت کی خریدی چیز وغیرہ

چوتھا مقام شبہہ کے اٹھنے کا دلیلون کا اختلاف ہی - اسلیے کہ دلیلون کا اختلاف ایسا ہی جیسے سببون مین اختلاف ہو کیونکہ سبب حلت اور حرمت کا سبب ہوتا ہی اور دلیل حلت اور حرمت کی معرفت کا سبب پڑتی ہی تو دلیل معرفت کے حق مین سبب ہوئی اور جب تک کہ دلیل بندہ کی معرفت مین ثابت نہوگی تب تک اس سے کچھ فائدہ نہین کیونکہ نفس الامر مین تو وہ ثابت ہی ہو اور دلیلون کا اختلاف

شریعت کی دلیلون کے تعارض سے ہوتا ہی یا علامات و الہ کے تعارض سے یا اشباہ ونظائر کے اختلاف سے۔ **قسم اول** یہ ہی کہ شریعت کی دلیلون کا تعارض ہو مثلاً دو آیتین عام قرآن مجید کی یا دو حدیثین یا دو قیاس ایک دوسرے کے متعارض ہون یا ایک قیاس اور ایک عام آیت یا حدیث متعارض ہون اور یہ سب قسمین تعارض کی شک کے موجب ہوتی ہین اور ان صورتون مین اسی اصل کی طرف رجوع کیا جاتا ہی جو پہلے سے معلوم ہو اگر کوئی ترجیح نہو پھر اگر حرمت کی جانب کے ترجیح ہوگی تو اس ترجیح کا اختیار کرنا واجب ہی اور اگر جانب حلت کو ترجیح ہو تو اسپر عمل کرنا جائز ہی مگر اس سے ورع کرنا اچھا ہی اور ورع کے باب مین خلاف کی جگہون سے بچنا مفتی اور مقلد دونون کے حق مین ضروری ہی گو مقلد کو جائز ہی کہ جس مفتی کو سمجھے کہ یہ تمام شہر کے علما سے افضل ہی اسکے قول اور فتوی پر عمل کرے اور مفتی کا افضل ہونا لوگون کے سننے سے معلوم ہوتا ہی جیسے کہ طبیب کا شہر کے طبیبون سے افضل ہونا سننے اور قرینون سے پہچانا جاتا ہی گو طب اچھی طرح نجانتا ہو اور فتوی لینے والے کو یہ جائز نہین کہ مذہبون مین سے جسمین زیادہ گنجایش اور اپنے لیے سہولت دیکھے اسکو چھانٹ لے بلکہ اسکو چاہیے کہ تلاش کرتا رہے یہان تک کہ اسکو ظن غالب کسی کے افضل ہونے کا ہو جاوے پھر اُس مذہب کا اتباع ایسی طرح کرے کہ ہرگز اسکی مخالفت نہ کرے ہان اگر اسکا امام کسی چیز کا فتوی دے اور اسمین کسی اور امام کا خلاف بھی پایا جاتا ہو تو ایسی طرح عمل کرنا کہ دونون قولون پر عمل ہو اور خلاف سے بچنا ورع موکد مین داخل ہی اسی طرح اگر مجتہد کے عندیہ مین دلیلین متعارض ہون اور ظن اور تخمین سے حلت کی جانب کو ترجیح معلوم ہوتی ہو تو اسکے حق مین ورع یہ ہی کہ اُس چیز سے خود اجتناب کرے چنانچہ سلف کے مفتی بہت چیزون کی حلت کا فتوی دیا کرتے تھے مگر ورع کی جہت سے خود اُنپر اقدام نکرتے تھے کہ شبہہ سے محترز رہین پس اسکو بھی ہم تین مرتبون پر منقسم کرتے ہین۔ پہلا مرتبہ وہ ہی کہ اُس سے احتراز کرنے مین نہایت درجہ کا استحباب ہو اور یہ وہ صورت ہی جسمین مخالف کی دلیل قوی ہو اور دوسرے مذہب کے ترجیح کی وجہ دقیق ہو تو ایسی صورت مین مستحب موکد یہی ہی کہ اُس سے

اجتناب کیا جاوے مثلاً شکاری کتا تربیت یافتہ جو شکار پکڑ کر خود کھانے لگے تو اُس شکار کے کھانے سے تورع ضروری ہی اگرچہ مفتی فتوی دے کہ وہ حلال ہی اسلیے کہ اس باب مین ترجیح بہت باریک ہی اور ہمنے اختیار کرلیا ہی کہ وہ شکار حرام ہی اور یہ امام شافعی رح کے دو قولون مین سے قیاس کے مطابق یہی ہی اور جس صورت مین کہ امام شافعی کا کوئی نیا قول موافق مذہب امام ابو حنیفہ رح یا کسی اور امام کے پایا جاوے تو اسمین ورع کرنا ضروری ہوگا گو مفتی دوسرے قول کے بموجب فتوی دیوے اور اسی قبیل سے ہی احتراز کرنا اُس جانور سے جسکے ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ کہی گئی ہو گو اس باب مین قول امام شافعی رح کا مختلف نہو اسلیے کہ آیت مین بظاہر بسم اللہ کہنے کا وجوب ہی اور اخبار اس باب مین متواتر ہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کسی نے شکار کا حال دریافت کیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ جب تو اپنے کتے تعلیم یافتہ کو چھوڑے اور اُسپر بسم اللہ کہے تو اُس شکار کو کھا اور مکرر ایسا ہی ارشاد منقول ہی اور ذبح کرنا بسم اللہ ہی پر مشہور ہو رہا ہی اور یہ سب باتین اس بات کی تائید کرتی ہین کہ بسم اللہ وقت ذبح مشروط ہو لیکن چونکہ یہ ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی صحیح ہی اَلْمُؤْمِنُ يَذْبَحُ عَلٰى اِسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى سَمّٰى وَلَمْ يُسَمِّ اور یہ حدیث دو احتمال رکھتی ہی ایک یہ کہ عام ہو اور آیت اور احادیث کو اُنکے ظاہری معنون سے بدل دیوے اور ایک یہ کہ یہ حدیث بھولنے والے کے لیے خاص ہو اور آیت اور دوسری احادیث اپنے معنے ظاہری پر رہین اور انمین کوئی تاویل نہ کیجاوے اس دوسرے احتمال کے ممکن ہونے کی یہ وجہ ہی کہ بھولنے والا بسم اللہ کے چھوڑنے مین معذور رہا اور احتمال اول کو رکھنا اور آیت کی تاویل کرنی زیادہ تر قریب الامکان تھی اس جہت سے ہمنے اسی کو ترجیح دی اور جو کوئی احتمال اسکے مقابل ہو اُسکا انکار نہین کیا جاتا غرضکہ ایسے جانور سے اجتناب کرنا ضروری ہی اور درجہ اول مین داخل ہی۔ دوسرا مرتبہ وہ ہو اس کے درجہ کے قریب ہی وہ یہ ہی کہ آدمی اُس بچہ کے کھانے سے ورع کرے جو مذبوح جانور کے پیٹ سے نکلے یا ضب کے یعنے سوسمار کے کھانے سے احتراز کرے حالانکہ صحیح حدیث مین آچکا ہی

ع ۱ متفق علیہ من حدیث عدی بن حاتم و ابی ثعلبۃ الخشنی ع ۲ بخاری و مسلم ... ع ۳ ... صحیح مسلم ... المؤمن یذبح ... مضمون حلال ... ع ۴ ابو داود و ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی سعید ...

کہ بچہ کا ذبح ہونا اُسکی ماکے ذبح ہونے سے ہوجاتا ہی اور اس حدیث کی صحت ایسی درجہ
پر ہو کہ نہ کوئی احتمال اسکے متن مین ہی اور نہ کوئی ضعف اُسکی سند مین اور اسیطرح
صحیح ہوا ہی کہ ضب یعنی گوہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر کھائی گئی
اور یہ روایت بخاری اور مسلم دونون مین منقول ہی پس امام ابو حنیفہ پر یہ گمان
کرنا کہ انکو یہ حدیث نہین پہونچی تھی اور اگر پہونچی تو اُسکے بموجب حکم دیتے
اگر کوئی منصف انصاف کرے یا نہ کرے انکا خلاف کرنا اس باب مین کچھ
نہین اور نہ کسی طرح کے شبہہ کا مورث ہی جیسے اس صورت مین کہ کسی چیز کا حکم
خبر واحد سے معلوم ہوا اور کوئی اُسکا مخالف نہو۔ تیسرا مرتبہ جو عین وسواس ہی
یہ ہی کہ مسئلہ مین ہرگز کوئی خلاف نہو مگر حلت خبر واحد سے معلوم ہوئی ہو تو اب کوئی
یون کہے کہ خبر واحد مین لوگون کو اختلاف ہی اور بعض اُسکو قبول نہین کرتے اسلیے
مین اُس سے ورع کرتا ہون کیونکہ حدیث کے راوی ہر چند عادل ہین مگر غلطی
اُنسے ممکن ہی اور کسی خفیہ غرض کے لیے جھوٹ بھی اُنسے ہوسکتا ہی اسلیے کہ عادل
بھی کبھی جھوٹ کہدیا ہی اور وہم بھی اُنپر ممکن ہی کیونکہ ہوسکتا ہی کہ کہنے والے
نے کچھ کہا ہو اور انھون نے کچھ اور سمجھا ہو تو اسطرح کا ورع صحابہ رضی اللہ عنہم
سے منقول نہین وہ لوگ جو عادل شخص سے سُنتے تھے اُنکے نفوس کو
اُسپر اطمینان ہوجاتا تھا ہان جب راوی کے حق مین کسی خاص سبب
یا دلالت معینہ سے تہمت کو دخل ہو تو البتہ توقف کی وجہ ظاہر ہی گو وہ راوی عادل
ہو مگر بلا وجہ اخبار احاد کا خلاف کرنا معتبر نہین جیسے نظام اجماع کے باب مین
مخالف ہی اور کہتا ہی کہ اجماع حجت شرعی نہین اور اگر بالفرض اسطرح کا ورع جائز
ہووے تو چاہیے کہ یہ بھی ورع مین شمار کیا جاوے کہ آدمی اپنے دادا کی میراث
نہ لے اور کہے کہ قرآن مین تو پوتے کا ذکر نہین آیا تو صرف بیٹون کا ذکر ہی اور پوتے
کو بیٹے کی جگہ قائم کرنا صحابہ کے اجماع سے ہوا ہی اور وہ لوگ معصوم نہ تھے
غلطی اُنسے بھی ہوسکتی ہی چنانچہ نظام اس باب مین خلاف کرتا ہی تو یہ
ایک خیال خام ہی اور اس سے یہ لازم آتا ہی کہ جو امور قرآن مجید
کے عام الفاظ سے معلوم ہوئے ہین وہ بھی چھوڑ دیے جاوین اسلیے

کہ بعض متکلمین کا یہ مذہب ہر کہ عمومات کے لیے کوئی لفظ نہین بلکہ جو بات اونہین سی
صحابہ رضنے قراین اور علامت سے سمجھی ہے وہی حجت ہر اور جب صحابہ رض
معاذ اللہ متہم ٹھہرے تو معانی عام آیتون پر کیسے عمل ہو گا اس سے معلوم ہوا کہ شبہ
کی کوئی طرف ایسی نہین جسمین غلو اور مبالغہ نہو تو اسکو سمجھ لینا چاہیے اور جب کوئی
امر ان امور مین سے مشکل ہو تو اوس مین دل سے فتوی لینا چاہیے اور مقتضاے
ورع کی بموجب مشکوک چیز کو چھوڑ کر یقینی بات پر عمل کرنا چاہیے اور جو امر دل مین
گڑے اور سینون مین کھٹکے اوس سے کنارہ کرنا چاہیے اور یہ امر اشخاص اور وقائع
کے اختلاف سے مختلف ہوا کرتا ہے مگر آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل کو ایسی چیز دن
سے بچاوے جو وسواس کی موجب ہون حتی کہ جب حکم کرے تو حق بات ہی کا کرے
اور وسواس کے مواضع مین ذرا خلش اوس مین نہ آوے اور کراہت کے مواقع مین
کھٹکے سے خالی نہو اور ایسا دل نہایت کمیاب ہر اور یہین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ہر شخص کو دل کے فتوے پر راجع نہین فرمایا بلکہ صرف حضرت وابصہ کو ارشاد فرمایا
کہ اونکے دل کا حال آپکو معلوم تھا۔ دوسری قسم تعارض اون علامات کا جو حل
اور حرمت پر دلالت کرین مثلاً کوئی متاع کی قسم ایسی ہو کہ کسی وقت مین لٹجاتی ہو
اور بدون لوٹ کی اوسکا ملنا کم ہوتا ہو پھر وہ چیز کسی نیک بخت شخص کے قبضہ مین
پائی جاوے تو یہان دونون علامتین موجود ہین قابض کی نیک بختی تو اس بات پر
دلیل ہے کہ یہ حلال ہے اور اوس شے کی قسم اور بدون لوٹ کے کم ملنا اس بات
کی دلیل ہے کہ وہ حرام ہے تو یہان دو باتین ایک دوسرے کے متعارض ہین
اسی طرح اگر ایک عادل کہدے کہ یہ چیز حرام ہے اور دوسرا کہے کہ حلال ہے یا دو
فاسق شخصون کی گواہی ایک دوسرے کے مخالف ہو یا لڑکے اور بالغ کے قول
متعارض ہون تو سب صورتون مین امر مشتبہ رہیگا پھر اگر کسی جانب کو ترجیح معلوم ہوگی
تو اوسکا حکم اوسپر لگیگا مگر ورع یہ ہے کہ اوس سے اجتناب کیا جاوے اور اگر ترجیح
ظاہر نہو تو توقف واجب ہو گا اور اسکی تفصیل عنقریب تعرف اور بحث اور سوال
کی فصل مین مذکور ہوگی۔ تیسری قسم یہ ہے کہ تعارض اشباہ کا اون صفات مین ہو
جن سے احکام متعلق ہین یعنے مسائل اشتباہ مین اوس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص مثلاً کسی مال کی وصیت

فقیہون کے لیے کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص فقہ مین فاضل ہے وہ
اس وصیت مین داخل ہے اور جس نے کہ ایک روز یا ایک مہینے سے فقہ شروع کیا ہے
وہ داخل نہین اور ان دونون کے بیچ مین درجات بیشمار ہین جنہین شک پڑتا ہے
پس مفتی اپنے ظن کے موافق حکم کرتا ہے اور ورع کا حکم اجتناب ہے اور یہ قسم
شبہ کے مقامات مین سے نہایت باریک ہر کیونکہ اسمین بعض صورتین ایسی بھی
ہوتی ہین کہ مفتی کو اوس مین حیرت لازم ہوتی ہے اور کچھ حیلہ اوسکو نہین سوجھتا
یعنے جس صورت مین کہ موصوف ایسی صفت رکھتا ہو کہ وہ دو درجون مقابل کے
ٹھیک درمیان مین ہو تو اس صورت مین اوسکو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرف کو
میل کیا جاوے بظاہر کوئی علامت کسی طرف میل کی موجود نہین یہی حال اون
صدقات کا ہے جو محتاجون مین صرف ہوتے ہین اسلیے کہ ظاہر ہے کہ جسکے پاس
کچھ نہین وہ قطعاً محتاج ہے اور جسکے پاس بہت سا مال ہے وہ غنی ہے اور ان
دونون کے درمیان مین بہت سے مسائل باریک ہین مثلاً ایک شخص کے پاس
ایک مکان اور اثاث البیت اور کپڑے اور کتابین ہین اب اگر یہ چیزین بقدر حاجت
ہین تو اوس شخص کو صدقہ ملنے کی مانع نہین اور اگر مقدار حاجت سی زائد ہین تو مانع
ہین اور حاجت کی کچھ حد مقرر نہین وہ تخمین سے معلوم ہوتی ہے اور اوس مین
بحث آپڑتی ہے کہ مکان کی وسعت اور عمارت کتنی ہو اور بیچ شہر مین یا کنارہ پر
ہونے سے مقدار قیمت کیا ہو اور ایک مکان سے کارروائی ہوتی ہے یا کم سے
اسی طرح اثاث البیت اور تانبے کے برتنون مین نظر کرنی پڑیگی اور اون کے شمار
اور قیمت مین گفتگو ہوگی پھر یہ کہ بعض چیزین ہر روز کی حاجت کی ہین اور بعض
سال بھر مین کارآمد ہین مثلاً لوازم سرمائی اور بعض ایسی ہین کہ برسون کے بعد اونکی
حاجت ہوتی ہے اور ان مین سے کسی چیز کی کچھ حد مقرر نہین اور اس صورت مین
کارآمد وہی حدیث ہر کہ دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَىٰ مَا لَا يُرِيبُكَ کیونکہ یہ سب چیزین محل
ریب مین ہین اور اگر مفتی اس باب مین توقف کرے تو شایان ہے کہ بدون توقف
کے اور کوئی صورت نہین اور اگر ظن اور تخمین سے کچھ حکم کرے تو ورع کی رو سے
توقف چاہیے اور ورع کے مقامات مین سے یہ مقام نہایت ضروری الورع ہے

اور یہی حال ان صورتون مین ہے کہ اقربا کا نفقہ اور بیبیون کا لباس کسقدر واجب ہے اور فقہا اور علما کو بیت المال مین سے کسقدر ملنا کافی ہے اسلیے کہ یہان بھی دو طرفین ہین جنکا حال معلوم ہے کہ ایک کم ہے اور دوسری زائد اور اون دونون کے درمیان مین متشابہ امور ہین کہ شخص اور حال کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتی ہین اور حاجات پر اطلاع رکھنے والا خدا ہی تعالیٰ ہے آدمی کو اوسکی حدود پر کچھ واقفیت نہین مثلاً اتنا تو جانتے ہین کہ ایک قوی الجثہ آدمی کے لیے آدہ سیر سے کمتر غذا شب و روز مین کم ہے اور ڈیڑھ سیر قدر کفایت سے زائد ہے اور اونکے درمیان کا اوزان کی کچھ حد نہین پس اہل ورع کو چاہیے کہ مشکوک چیز کو چھوڑے اور یقینی بات پر کاربند ہو جیسے حدیث مذکورۂ بالا مین مندرج ہے اور یہ قاعدہ اون سب حکمون مین چلیگا جو متعلق اسباب ہین اور راونکے سبب الفاظ سے معلوم ہوتے ہین اسلیے کہ عرب اور دوسری زبان والون نے لغات کے معانی کی ایسی حدود مقرر نہین کی ہین کہ اون سے اطراف مقابل ایک دوسرے سے جدا ہو جاوین جیسے حسابیات مین ہوتے ہین مثلاً عدد چھہ کا اپنے سے کمتر اور زائد دونون کا احتمال نہین رکھتا اسی طرح سب حسابیات کی باتین مقرر ہین مگر الفاظ لغوی کا یہ حال نہین اسلیے کہ کوئی لفظ قرآن مجید اور حدیث شریف مین ایسا نہین کہ اوس مین رتبہ درمیانی کا شک داخل نہو اور وہ اطراف متقابلہ کے بیچ مین واقع نہو بہین وجہ وصایا اور اوقاف مین اس فن کی حاجت زیادہ ہوتی ہے مثلاً اگر صوفیون پر وقف کیا جاوے تو درست ہوگا لیکن اس لفظ کی مصداق کے اندر بہت سی باریکیان ہین اسی طرح اور الفاظ کو سمجھنا چاہیے اور ہم خاص لفظ صوفیہ کے مقتضا پر اشارہ کرینگے تاکہ اوس سے الفاظ مین تصرف کرنے کا طریق معلوم ہو ورنہ سب لفظون کا حال لکھنا تو غیر ممکن ہے غرض کہ جو علامتین متعارض ہوتی ہین اور دو طرفون متقابل کی طرف کو کھینچتی ہین اونسے یہ اشتباہ پیدا ہوتے ہین اور یہ سب شبہہ ہین جنسے اجتناب کرنا واجب ہو جس صورت مین حلت کی جانب غلبۂ ظن کی دلالت سے یا بموجب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دع ما یریبک الخ کے استصحاب کرنے سے یا کسی اور دلیل سے جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے راجح نظر نہ آوے۔ پس مقامات شبہہ کے پیدا ہونے کے یہ تھے اور اون مین ایک دوسرے

کی نسبت کہ زیادہ سخت ہے اور جس صورت مین کہ ایک چیز پر مختلف شبہات جمع ہوجاوین تو معاملہ اور بھی دشوار ہوگا مثلاً ایسا کھانا مول لے جو مختلف فیہ ہو اور بائع نے اوسکو کسی شراب بنانے والے سے انگورون کے عوض جمعہ کی اذان کے بعد لیا ہو اور بائع کے مال مین بھی حرام مخلوط ہو اگرچہ اکثر مال حرام نہین مگر مشتبہ تو ہو گیا ہے حاصل یہ ہو کہ اسطرح کے شبھون کے جمع ہونے سے یہ نوبت ہوتی ہے کہ اوس امر پر اقدام کرنا بہت ہی دشوار ہوجاتا ہے پس ہم نے ان مراتب پر واقف ہونیکی طریقے تبلا دیے ہین اور آدمی کی قوت سے خارج ہے کہ اون سب کو حصر کرے تو اس شرح سے جو مرتبہ واضح ہوجاوے اوسکو اخذ کرے اور جو گول مول ہے اوس سے اجتناب کرے کہ گناہ وہی ہوتا ہے جو دل مین چبھے۔ اور جس جگہہ کہ ہمنے حکم کیا ہے کہ دل سے فتوی لے اوس سے ہماری یہ مراد ہے کہ جہان مفتی مباح کہتا ہو اور جس صورت کو وہ حرام کہتا ہو اوس سے باز رہنا واجب ہے پھر دل سے فتوی لینے مین بھی ہر ایک دل کا اعتبار نہین کیونکہ بہت لوگ سودائی ہوتے ہین کہ ہر چیز سے بھاگتے ہین اور بہت سے حریص تساہل والے ہر چیز پر اطمینان کرتے ہین اور مباح سمجھتے ہین تو ان دونون دلون کا اعتبار نہین بلکہ عالم توفیق یافتہ کے دل کا اعتبار جو احوال کی باریکیون کا نگران ہو اور وہ کسوٹی ہوتی ہے جس سے پوشیدہ امر امتحان کیے جاتے ہین مگر ایسا دل کہان پائیے پس جس شخص کو اپنے دل پر اعتبار نہ ہو اوسکو چاہیے کہ اس صفت کے دل سے نور کا خواہان ہو اور اپنے حال کو اوس پر ظاہر کرے۔ اور کہتے ہین کہ زبور مین ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت داؤد ؑ کو وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل سے کہدو کہ مین تمھاری نماز اور روزہ کو نہین دیکھتا بلکہ اوس شخص کو دیکھتا ہون جو کسی چیز مین شک کرے اور پھر اوس کو میری خاطر ترک کردے پس ایسے شخص کی تائید مین اپنی مدد سے کرتا ہون اور اپنے فرشتون پر اوس کے سبب سے فخر کرتا ہون

تیسری فصل اس بات کے بیان مین کہ جو مال آدمی کے سامنے آوے اوسکی تفتیش اور تلاش کرے یا بدون پوچھے اوسکو لے لے اور بحث اور کھوج کے

مقامات کون کون سے ہین - واضح ہو کہ جب کبھی کوئی شخص تمھارے سامنے کوئی کھانا یا ہدیہ پیش کرے یا تم اوس مین سے مول لینا یا ہبہ مین لینا چاہو تو تمکو یہہ ضرور نہین کہ اوسکا حال تحقیق کرو اور یون کہو کہ ہمارے نزدیک اسکی حلت ثابت نہین اسلیے نہین لیتے اور اسکی تحقیق کرتے ہین اور یہ بھی ضرور نہین کہ مطلق تفتیش نہ کرو اور جن چیزون کی حرمت یقینی نہو اونکو لے لیا کرو بلکہ سوال کرنا اور حال کا تحقیق کرنا بعض صورتون مین واجب ہے اور بعض مین حرام اور کسی صورت مین مستحب ہے اور کسی مین مکروہ اسلیے اوسکی تفصیل ضرور ہے اور قول فیصل اس باب مین یہ ہے کہ مقام سوال شبہہ کی جگہین ہین اور شبہہ کے اوٹھنے کی جگہہ یا تو ایسا امر ہوتا ہے جو مالک سے متعلق ہو یا ایسا کہ خود مال سے علاقہ رکھتا ہو اسلیے اوسکو دو بیانون مین تحریر کیا جاتا ہے -

پہلا بیان - مالک کے حالات مین - مالک کا حال تمھاری معرفت کے اعتبار سے تین طرح ہو سکتا ہے یا یہ کہ مجہول ہو یا مشکوک ہو یا کسی طرح کے ظن سے معلوم ہو جسپر کوئی دلالت ہے - پہلی حالت مجہول ہونے کی ہے یعنے مالک کے ساتھ کوئی قرینہ ایسا نہین جس سے اوسکا فساد اور ظلم معلوم ہو جیسے سپاہیون کا لباس یا تمغا ہوتا ہے اور نہ کوئی علامت صلاح کی ہے جیسے تصوف والون اور تاجرون اور اہل علم کا لباس ہوتا ہے اور نہ اور کسی طرح کی علامت ہے تو ایسی صورت مین وہ مجہول الحال ہوگا جیسے تم اگر کسی گانون مین جاؤ جسکا حال تمکو معلوم نہین اور اوس مین کسی آدمی کو دیکھو جس کے حال کی تمکو کچھ اطلاع نہو اور نہ اوس مین کوئی ایسی علامت ہو جس سے وہ اہل صلاح یا اہل فساد کہا جا سکے تو وہ شخص مجہول الحال ہوگا اور جب کسی اجنبی شہر مین جاؤ اور وہان کوئی نان بائی یا قصائی یا اور کوئی پیشہ ور پاؤ اور کچھ علامت نہو جس سے اوسکا فریبی یا خائن ہونا پایا جاوے اور نہ ایسی علامت ہو جس سے ثقہ ہونا ثابت ہو تو وہ مجہول الحال ہوگا اور اوسکو مشکوک نہین کہہ سکتے اسلیے کہ شک اسکو کہتے ہین کہ ایک امر مین دو اعتقاد ایک دوسرے کے متقابل ہون اور ان دونون اعتقادون کے سبب بھی ایک دوسرے کے متقابل ہون اور اس صورت مین نہ کوئی اعتقاد ہے

اور نہ سبب ہو اور اکثر فقہا کو مجہول اور مشکوک مین فرق نہین معلوم ہوتا حالانکہ دونون
جدا جدا چیزین ہین اور پہلے بیان سے تمنے جان لیا ہے کہ جس چیز کا حال معلوم ہو
اوس مین ورع کا مقتضا ترک کرنا ہے۔ یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ تیس برس سے
میرا یہ حال ہے کہ جس چیز نے میرے دل مین خلش کی اوسکو مین نے ترک کر دیا
اور کچھ لوگون نے باہم تذکرہ کیا کہ سب اعمال مین مشکل تر کونسا ہے اور یہ تجویز کیا
کہ مشکل تر ورع ہے حسان بن سنان نے کہا کہ میرے نزدیک ورع سے آسان تر
کوئی بات نہین جب کوئی چیز میرے سینہ مین خلش کرتی ہے مین اوسکو چھوڑ دیتا ہون
تو یہ صورت ورع کی ہے مگر ہم اوسکا حکم ظاہری لکھتے ہین وہ یہ ہے کہ مجہول شخص اگر
تمہارے سامنے کھانا پیش کرے یا تمکو ہدیہ بھیجے یا تم اوسکی دوکان سے کچھ خرید کرنا
چاہو تو تمکو اوسکا حال پوچھنا ضروری نہین بلکہ اوسکا چیز پر قابض ہونا اور مسلمان ہونا
اس بات کو کافی ہین کہ وہ چیز تم لیلو اور تمکو یہ کہنا لازم نہین کہ فساد اور ظلم لوگون مین
پھیل رہا ہے یہ مال بھی ایسا ہی ہوگا کیونکہ یہ وسوسہ ہے اور اس سے اس
مسلمان خاص کے ساتھ بدگمانی ہوتی ہے حالانکہ بعض ظن گناہ ہین اور وہ
مسلمان اپنے اسلام کی جہت سے تم پر یہ حق رکھتا ہے کہ تم اوسکے ساتھ بدگمانی
نکرو پس اگر تم اوس خاص شخص پر بدگمانی اس وجہ سے کروگے کہ دوسرون کو معاملہ
مین خراب پایا ہے تو تم اوسکے قصوروار ٹھہروگے اور اس بدگمانی کا گناہ تمسکو
سردست یقیناً بلاشبہہ ہو جاویگا اگر بالفرض اوس سے مال لیلو تو اتنی ہی خرابی ہے
کہ اوسکی حرمت مشکوک ہے یقینی تو نہین ہے اور گناہ بدگمانی کا یقینی ہے اور
مجہول الحال لوگون سے معاملہ کرنے کی دلیل یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ صحابہؓ
غزوات اور سفرون مین گانوؤن مین اوترتے تھے اور ضیافتون کو رد نہین کرتے تھے
اور شہرون مین جاتے تھے تو بازارون سے احتراز نکرتے تھے حالانکہ مال حرام
اونکے زمانہ مین بھی موجود تھا اون سے کبھی نہین سنا گیا کہ بدون شک کے کچھ
تفتیش کی ہو چنانچہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو چیز سامنے آتی تھی اوسکا
حال نہ پوچھتے تھے بلکہ ابتدا مین جو آپ مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوئے تو البتہ
جو کسی نے بھیجا اوسکا حال دریافت فرمایا کہ یہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ قرینہ حالیہ

اوس وقت ایسا ہی تھا اسلیے کہ مدینہ منورہ مین جو مہاجرین داخل ہوئے سب
مفلس تھے اسلیے غالب ظن یہی تھا کہ جو کچھ اونکو بھیجا جاتا ہے وہ صدقہ ہی ہوگا
علاوہ ازین دینے والے کا قبضہ اور مسلمان ہونا اس بات پر دلالت نہین کرتا
کہ وہ چیز صدقہ نہین اور آپ کی ضیافت اگر کوئی کرتا تھا تو مان لیتے تھے اوس مین
یہ استفسار نہ فرماتے تھے کہ صدقہ ہے یا نہین کیونکہ اس بات کی عادت نہین کہ
ضیافت صدقہ کی ہووے اور اسی وجہ سے آپکی دعوت ام سلیم نے کی اور انسؓ
کی روایت مین ہے کہ ایک درزی نے آپ کی دعوت کی اور آپ کے سامنے
کھانا رکھا جسمین کدو تھا اور ایک فارسی نے آپ کی دعوت کی تو آپ نے فرمایا کہ مین
مع عائشہ منظور کرتا ہون اوسنے عرض کیا کہ نہین صرف آپ ہی کی دعوت ہے آپنے
فرمایا کہ تو مین نہین مانتا پھر وہ شخص راضی ہوگیا چنانچہ آپ مع عائشہؓ کے ایک دوسرے کے پیچھے
تشریف لیگئے اوسنے دونون کے سامنے سالن چربی کا رکھا اور ان دعوتون مین سے
کسی مین یہ منقول نہین کہ آپنے سوال کیا ہو۔ اور حضرت ابو بکر رض نے جو اپنے
غلام سے اوسکے کسب کا حال پوچھا تو اوسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو اوسکے معاملہ مین
کچھ شک پڑگیا تھا اسی طرح حضرت عمر رض کو جس شخص نے زکوۃ کے اونٹون کا
دودھ پلا دیا تھا اوس سے سوال کیا کہ یہ کہان سے آیا کیونکہ آپ کو اسوجہ سے
شک پڑا کہ جیسا ہر شب پیا کرتے تھے اوس مزہ کا نتھا تو یہ وجہ شک کی تھی ورنہ
اگر کوئی شخص مجہول الحال کسی کی ضیافت کرے اور وہ دوسرا بدون تفتیش اوسکی
ضیافت مان لے تو گنہگار نہوگا بلکہ اگر اوسکے گھر مین تجمل اور بہت سامان دیکھے
تو یہ نہین کہہ سکتا کہ حلال مال بہت کم ہے اسکے پاس اتنا بہت کہان سے آیا
کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس شخص کو وراثت مین ملا ہو یا اوسنے کمایا ہو بہرحال وہ
اس بات کا مستحق ہے کہ اوسکے ساتھ حسن ظن کیا جاوے اور اس سے بڑھکر ہم
یہ کہتے ہین کہ اوس سے سوال کرنا نچاہیے بلکہ اگر دوسرا شخص یہ چاہے کہ اپنے پیٹ
مین کوئی چیز نڈالے جبتک کہ معلوم نہ کرلے کہ وہ کہان سے آئی تو یہ اچھی بات ہے
پس سیدھی طرح اوسکا کھانا نہ کھاوے سوال کی کیا ضرورت ہے اور اگر کھانا ہی
ضرور ہو تو بدون سوال کھالیوے کیونکہ سوال کرنا ایذا دینا اور پردہ دری اور

وحشت دلانا ہے اور وہ بلا شبہہ حرام ہے اب اگر یہ کہو کہ شاید وہ ایذا نپاوے تو اس کا
جواب یہ ہے کہ شاید کے ڈر سے تو تم سوال کرتے ہو اگر شاید ہی پر اکتفا کرو تو شاید اوسکا
مال حلال ہو اور شاید اوسکو ایذا بھی ہو اور مسلمان کے ایذا دینے میں گناہ مال حرام
اور شبہہ کے کھانے سے کم نہیں اور اکثر لوگون کا حال یہی ہے کہ تفتیش سے وحشت
پاتے ہیں اور یہ بھی جائز نہیں کہ اوسکا حال دوسرے کسی اور سے اس طرح پوچھا جاوے
کہ اوسکو بھی خبر ہو جاوے کیونکہ اس صورت میں اور زیادہ ایذا ہوتی ہے اور اگر ایسے طور
پوچھے کہ اوسکو علم نہو تو اس میں بدگمانی اور پردہ دری اور تجسس اور غیبت کی تمہید ہے
اور یہ سب باتیں ایک ہی آیت میں ممنوع ہیں اللہ تعالی فرماتا ہے یَا أَیُّهَا الَّذِینَ
آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِیرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا یَغْتَب
بَّعْضُكُم بَعْضًا - اور بہت سے جاہل زاہد ایسے ہیں کہ تفتیش سے دلون کو متوحش
کر دیتے ہیں اور کلام سخت اور موذی کہا کرتے ہیں اور یہ امر شیطان اونکے دلمین
اچھا کر دیتا ہے تاکہ حلال کے کھانے میں مشہور ہو جاوین اگر اس کا باعث صرف
دیانت ہوتی تو مسلمان کے دل کے ایذا پانے کا خوف اوسکو زیادہ ہونا بہ نسبت
اس خوف کے کہ پیٹ میں ایسی چیز نجاوے جسکا حال معلوم نہو علاوہ ازین اگر
ایسی چیز پیٹ میں جاویگی بھی تو اوس سے مواخذہ نہوگا پھر معلوم کرنا چاہیے کہ
جس چیز کا حال مجہول ہو اور کوئی علامت موجب اجتناب نہو تو طریق ورع اوسکو
ترک کرنا ہے نہ تجسس کرنا اور جب اوسکا کھانا ہی ضرور ہو تو ورع یہی ہے کہ کھاوے
اور حسن ظن مسلمان پر رکھے کیونکہ صحابہ رض کا طریق مالوف یہی ہے اور جو شخص کہ
ورع میں اونسے زیادہ ہوا چاہے وہ گمراہ اور بدعتی ہے اونکا پیرو نہیں کیونکہ
حدیث صحیح میں آگیا ہے کہ اگر کوئی کوہ احد کی برابر سونا خرچ کریگا تو صحابہ کے ایک
مد کے برابر نہوگا اور نہ اوسکے نصف کو پہونچیگا علاوہ ازین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بریرہ کا کھانا بھیجا ہوا تناول فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ یہ کھانا اوسکو صدقہ میں
آیا تھا آپ نے فرمایا کہ اوسکے لیے صدقہ تھا اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے اور یہ دریافت
نہ فرمایا کہ اوسکو صدقہ کس نے دیا تھا کیونکہ صدقہ دینے والا آپ کے نزدیک
مجہول تھا اور اوس کھانے سے دست کش بھی نہ ہوئے - دوسری حالت یہ ہے

ای ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتوں سے تحقیق بعض تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو ۱۲

۱؎ بخاری و مسلم بروایت ابی سعید خدری ۱۲

۲؎ بخاری و مسلم بروایت انس ۱۲

کہ مالک مشکوک فیہ ہو یعنے کسی وجہ کی دلالت اُسمین شک کی موجب ہوگئی ہو اول
ہم شک کی صورت لکھتے ہین پھر اُسکا حکم بیان کرینگے صورت شک یہ ہی کہ جو
چیز مالک کے قبضہ مین ہو اُسکی حرمت پر کوئی دلیل مالک کی خلقت یا لباس
یا فعل اور قول سے پائی جاوے خلقت مین اسطرح کہ مثلاً ترکون یا جنگلیون یا رہزنون
یا اور ظالمون کی خلقت پر مخلوق ہو اور مونچھین بڑی رکھتا ہو سر کے بال ایسے
اٹھے ہون جیسے فسادیون کے ہوا کرتے ہین اور لباس مین اسطرح کہ قبا
اور ٹوپی اور ظالم سپاہیون وغیرہ کی وضع کا ہو اور فعل اور قول مین اسطرح کہ اُسکے
کردار اور گفتار مین جرأت ایسی باتون کی پائی جاوے جو حلال نہین تو اُس سے سمجھا
جاویگا کہ یہ شخص مال مین بھی تساہل کرتا ہوگا اور جو حلال نہوتا ہوگا اُسکو بھی لیتا ہوگا
غرضکہ شک کی صورتین یہی ہوتی ہین پس جب کوئی شخص اس جیسے آدمی سے
کچھ مول لینا یا ہدیہ قبول کرنا یا اُسکی ضیافت کو ماننا چاہے اور سوا اِن علامات
کے اُسکا حال اور کچھ نہ جانتا ہو تو ایسی صورت مین دو احتمال ہو سکتے ہین ایک
تو یون کہ سکتے ہین کہ قبضہ ملک کی دلیل ہی اور یہ علامتین ضعیف ہین تو چاہیے
کہ اُس چیز پر اقدام درست ہو اور اُسکا ترک کرنا ورع مین متصور ہو اور ایک
احتمال یہ ہی کہ یون کہیے کہ قبضہ ایک دلالت ضعیف ہی اور اُسکے مقابل یہ علامات
موجود ہین جنسے شک پیدا ہوگیا تو چاہیے کہ اُسپر اقدام کرنا درست نہو اور
ہم اسی دوسرے احتمال کو پسند کرتے ہین اور اسی پر فتوی دیتے ہین اس جہت
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین حخ دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ
کہ بظاہر اس حدیث مین امر وجوبی ہی گو مستحب ہونے کا احتمال بھی پایا جاتا ہی اور ایک
یہ کہ آپ ارشاد فرماتے ہین حخ الاثم حوازّ القلوب یعنے گناہ وہ ہی جو دل مین کھٹکے
اور صورت مفروضہ مین دل پر وہ اثر ہی کہ اُسکا انکار کوئی نہین کرتا اور ایک وجہ یہ کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ وہ صدقہ ہی یا ہدیہ اور حضرت
ابو بکر صدیق رض نے اپنے غلام سے اُسکی کمائی کا حال پوچھا اور حضرت عمر رض نے
دودھ کا حال دریافت کیا یہ سب تحقیقات شک کے مقام مین ہوئین اور ہرچند انکا
ورع پر محمول کرنا بھی ممکن ہی مگر ورع پر محمول کرنا بدون قیاس حکمی کے نہین ہوسکتا

ح ان احادیث کا ترجمہ مع سند کے مطلع ح باب العلم مین گزری ۱۲

اور قیاس اسکی علت کا شاہد نہین اسلیے کہ قبضہ اور اسلام کی دلالت ان دلالتون کی
مزاحم ہی اور جب دونون ایک دوسرے کی متعارض ہوئین تو علت کی کوئی وجہ نہ رہی
اور قبضہ کا اور اصل سابق کا حکم اُس شک مین نہین چھوڑا کرتے جسکے لیے کوئی علامت
ہو مثلاً اگر پانی ہمکو متغیر ملے اور یہ احتمال ہو کہ زیادہ ٹھہرنے سے بدل گیا ہو گا اب
اگر ہم کسی ہرن کو اُسمین پیشاب کرتے دیکھین اور پھر یہ احتمال ہو کہ شاید پیشاب
سے بدل گیا ہو یا کسی اور طرح سے تو استصحاب یعنے حکم سابق ہم ترک کر دینگے اور
صورت معروض بھی اسی کے قریب ہی مگر ان دلالتون کے درمیان مین فرق
ہوتا ہی مثلاً موچھیل ہونا اور ظلم والون کی وردی کا پہننا اور لشکریون کی صورت بنانا
اس بات کی دلیل ہو کہ مال بھی ظلم سے لیتا ہو گا اور جو فعل اور قول کہ شریعت کے مخالف ہو اگر
وہ مال کے ظلم سے متعلق ہو گا تو وہ بھی ظاہر ہو کہ اسی بات کی دلیل ہو گی کہ مال ظلم سے لیا ہو جیسے
کسیکو سنا کہ وہ غصب کے لیے اجازت دیتا ہی یا ظلم کا امر کرتا ہی یا سود کا معاملہ کرتا ہی تو یہ باتین متعلق
بمال ہین انسے معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا مال ایسا ہی کچھ ہو گا لیکن اگر کسی کو دیکھا کہ غصہ کی
حالت مین دوسرے کو گالی دیتا ہی یا جو عورت اُسکے پاس کو نکلی اُسکو گھورتا ہی تو یہ
حرکات مال کے باب مین ضعیف دلالتین ہین اسلیے کہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین
کہ طلب مال مین تنگی کھینچتے ہین اور حلال کے سوا اور کچھ نہین لیتے مگر غصہ کی حالت مین
اپنے نفس کو نہین روک سکتے اور نہ شہوت مین نفس پر انکو اختیار رہتا ہی تو اس قسم کے
تفاوت کا لحاظ رکھنا چاہیے اور ممکن نہین کہ اُسکی کوئی حد مقرر کی جاوے تو
ایسی صورت مین آدمی کو چاہیے کہ اپنے دل سے فتوی لیوے۔ اور ایک بات اور
یاد رکھنے کی ہو کہ اگر ان چیزون کو کسی مجہول آدمی سے سرزد ہوتے دیکھے تب
تو انکا اور حکم ہی اور اگر ایسے شخص سے دیکھے جو طہارت اور نماز اور قرأت قرآن
مین ورع کرنے والا مشہور ہو تو اور حکم ہی کیونکہ مال کی نسبت کر دونون دلالتین ایک
دوسرے کی متعارض ہو کر ساقط ہو گئین اور آدمی کا حال مجہول الحال کا سا
ہو گیا اسلیے کہ دونون دلالتون مین سے خاص کر مال کے مناسب کوئی بھی نہین
اور بہت سے آدمی مال مین احتیاط کرتے ہین اور چیزون مین نہین کرتے اور بہت
ایسے ہین کہ نماز اور وضو اور قرأت اچھی طرح کرتے ہین اور مال مین احتیاط نہین کرتے

بلکہ جہان سے پاتے ہین کھا لیتے ہین اس نظر سے ان جگہون مین حکم وہی ہی جسکی طرف دل کا میل ہو کیونکہ یہ معاملہ بندہ کے اور خداے تعالی کے درمیان ہی تو اسکا ربط بھی ایسے امر خفی سے مناسب ہی کہ بجز اُس بندہ یا پروردگار عالم کے اور کسی کو اُسکی اطلاع نہو اور یہی ہی حکم دل پر کھٹکنے کا۔ پھر ایک اور دقیقہ کو معلوم کرلینا چاہیے یعنے اس دلالت کو ایسا ہونا چاہیے جس سے یہ معلوم ہو کہ اُس شخص کا اکثر مال حرام ہی مثلاً وہ شخص لشکری ہو یا بادشاہ کا عامل ہو یا نوحہ کرنے والی خواہ گانے والی عورت ہو اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اُسکا مال حرام تھوڑا ہی تو سوال کرنا ضروری نہوگا بلکہ ورع کی رو سے البتہ داخل احتیاط ہوگا۔ تیسری حالت یہ ہی کہ مالک کا حال کسی طرح کے تجربہ وغیرہ سے ایسا معلوم ہو جس سے غلبۂ ظن مال کی حلت یا حرمت مین ہو جاوے مثلاً کسی شخص کی نیک بختی اور دیانت بظاہر معلوم کرلیجائے اور ہو سکتا ہی کہ باطن ظاہر کے مخالف ہو تو ایسی صورت مین سوال اور تفتیش ضرور نہین بلکہ ناجائز ہی جیسے مجہول الحال مین بلکہ یہان بطریق اولی ناجائز ہونا چاہیے اور مال کے لینے مین اقدام کرنا یہان شبہ سے زیادہ بعید ہی بہ نسبت مجہول الحال کے مال پر اقدام کرنے کے اسواسطے کہ مجہول کے کھانے پر اقدام کرنا ورع سے بعید ہی گو حرام نہین مگر نیک بختون کا کھانا تناول کرنا انبیا اور اولیا کی عادت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا تَأْكُلْ إِلَّا طَعَامَ تَقِيٍّ وَلَا يَأْكُلْ طَعَامَكَ إِلَّا تَقِيٌّ لیکن جس صورت مین کہ تجربہ سے معلوم ہو کہ وہ شخص لشکری ہی یا گانے والا یا ربوا خوار اور تجربہ کے سامنے حاجت وضع اور شکل اور لباس سے استدلال کی نرہی ہو تو یہان تفتیش بالضرور واجب ہی جیسے شک کی صورت مین چاہیے بلکہ یہان بطریق اولی چاہیے

دوسرا بیان -اُس صورت کے ذکر مین جسمین شک متعلق بمال ہوتا ہی نہ مالک کے احوال سے۔ اور اُسکی یہ صورت ہی کہ مال حرام اور حلال مخلوط ہو جاوے جیسے کسی بازار مین کچھ گٹھے غصب کے غلہ کے آدین اور اُنکو بازار والے خریدلین تو جو شخص اس شہر مین اور اُس بازار مین خریدے اُسپر واجب نہین کہ بیع کی تفتیش کرے ہان اگر یہ ظاہر ہو جاوے کہ بازاریون کا اکثر مال حرام ہی

تو اس صورت مین البتہ تفتیش واجب ہی اور اگر اُنکے پاس کا مال حرام اکثر نہو تو تفتیش
واجب نہین بلکہ ورع مین داخل ہی اور بڑی منڈی کا حکم ایسا ہی جیسے شہر کا حکم ہی اور
جس صورت مین کہ مال حرام اکثر نہو تو تفتیش نہ کرنیکی یہ دلیل ہو کہ صحابہ رضہ بازارون
کی خرید سے دست کش نہین ہوئے تھے حالانکہ اُنمین سود کے درم اور غنیمت کی خیانت
وغیرہ کا مال موجود تھا اور ہر ایک معاملہ مین تفتیش نہین کیا کرتے تھے البتہ بعض
صحابہ سے کسی حالت مین سوال بہت کم منقول ہی اور وہ مقام شک کا تھا اُن اشخاص
معین کے حق مین اسی طرح کفار سے غنیمت لیا کرتے تھے حالانکہ کفار ایسے
بھی تھے کہ مسلمانون سے لڑکر اُنکا مال بعض اوقات لیجاتے تھے تو ہوسکتا ہی کہ
جو مال غنیمت کفار سے لیتے تھے اُسمین ایسی چیز بھی ہو جسکو کفار نے مسلمانون سے
لی ہو اور ایسی چیز کا مفت لے لینا بالاتفاق ناجائز ہی بلکہ امام شافعی رضہ کے نزدیک وہ
چیز مالک کو بجنسہ واپس ہونی چاہیے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اُسکا دام مالک کو
ملنا چاہیے غرضکہ صحابہ رضہ سے اس حال کی تفتیش منقول نہین - اور حضرت
عمر رضہ نے جو آذربیجان کو نامہ بھیجا اُسمین یہ مضمون لکھا کہ تم ایسے شہرون مین
ہو جہان مردار کے چمڑے سوکھائے جاتے ہین تو ذبح کیے ہوئے اور مردار کو دیکھ
بھال لیا کرو اسمین تفتیش کی اجازت اور حکم پایا جاتا ہی مگر اسکے ساتھ ہی یہ
حکم نہین کیا کہ روپیون اور نقد کی بھی تفتیش کر لیا کرو کہ مردار کا مول ہی یا مذبوح کا اسلیے
کہ اکثر نقد اسطرح کے نہ تھے کہ چمڑون ہی کا دام ہو گو چمڑے بھی بیع ہوتے تھے لیکن
چمڑے اکثر مردارون ہی کے ہوتے تھے اسلیے اُنکی تفتیش کے لیے امر فرمایا
اسی طرح حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا کہ تم ایسے شہرون مین ہو کہ وہان کے
اکثر قصاب مجوس ہین تو مذبوح اور مردار کو دیکھ لیا کرو اسمین بھی اکثر کے لحاظ سے تفتیش کا
امر فرمایا ہی اور یہ مقصود بدون چند صورتون اور کئی مسئلون کے ذکر کرنے کی
جو عادۃً اکثر واقع ہوتی ہین اچھی طرح واضح نہو گا لہذا ہم اُن مسائل کو فرض
کر کے لکھتے ہین - مسئلہ ایک شخص معین کے مال مین حرام ملگیا ہی مثلاً
ایک غلہ فروش کی دوکان پر غصب کا غلہ یا لوٹ کا غلہ بھی بکتا ہی یا کوئی قاضی
خواہ رئیس یا عامل یا فقیہ ہی کہ اُسکا کچھ روزینہ ظالم بادشاہ کے یہان سے بھی مقرر ہی

اور کچھ مال موروثی یا کاشتکاری یا تجارت بھی ہے یا ایک سوداگر ہے کہ سب معاملات ٹھیک کرتا ہے مگر سود بھی لیتا ہے تو ایسی صورتون مین اگر اوسکا مال اکثر حرام ہے تو نہ اسکی ضیافت کھانی جائز ہے اور نہ ہدیہ خواہ صدقہ کا لینا درست ہے لیکن بعد تحقیقات کے اگر معلوم ہو کہ ضیافت وغیرہ وجہ حلال سے ہے تب تو قبول کرے ورنہ ترک کرے اور اگر مال حرام کم ہو اور ہدیہ وغیرہ مشتبہ ہو تو اسکے حکم مین تامل ہے اسلیے کہ اس صورت کو دو صورتون سے مناسبت ہے ایک وہ جس مین ہمنے حکم کیا ہے کہ اگر ایک ذبیحہ دس مردار مین ملجاوے تو سب سے اجتناب کرنا واجب ہے اور اسکے ساتھ مشابہت اس وجہ ہے کہ ایک شخص کا مال محصور چیز کے مانند ہے خصوصاً جبکہ مال اسکے پاس بہت نہو اور ایک طرح سے اس صورت کے مخالف بھی ہے کیونکہ مردار کا وجود تو فی الحال یقیناً معلوم ہوتا ہے اور حرام جو آدمی کے مال مین ملگیا ہے اوس مین یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ شاید فی الحال اسکے پاس نہو اسکے ہاتھ سے نکل گیا ہو پس اگر مال تھوڑا ہو اور یہ بھی معلوم ہوجاوے کہ وہ فی الحال قطعاً موجود ہے تو یہ صورت اور مردار کے ذبیحہ مین ملنے کی صورت یکسان ہے اور اگر مال بہت ہو اور یہ احتمال ہو کہ حرام فی الحال اسکے پاس نرہا ہوگا تو یہ البتہ پہلی صورت کی نسبت کرنا آسان ہے من وجہ اس صورت کے مشابہ ہے جس مین حرام کا ملنا غیر محصور چیز مین ہوتا ہے جیسے بازارون اور شہرون مین حرام ملجاوے لیکن یہ صورت اختلاط غیر محصور کی نسبت کر سخت تر ہے کیونکہ یہان یہ معاملہ ایک ہی شخص کے ساتھ خاص ہے اور اس مین شک نہین کہ اس صورت پر اقدام کرنا ورع سے نہایت بعید ہے مگر بحث اس مین ہے کہ اسکا ارتکاب موجب فسق اور مخالف عدل ہوتا ہے یا نہین یہ بحث معنے کے اعتبار سے باریک ہے کہ کوئی شکل کسی طرف کھینچتی ہے اور کوئی کسی طرف اور نقل کی جہت سے بھی باریک ہی اس وجہ سے کہ اس باب مین صحابہ رض سے جو ان جیسی صورتون مین احتراز اور امتناع منقول ہے یا تابعین سے کچھ مروی ہے وہ ورع پر محمول ہوسکتا ہے اور حرمت کے باب مین کوئی تصریح نہین پائی جاتی اور کھانے پر جو اقدام منقول ہے جیسے حضرت ابوہریرہ رض نے حضرت امیر معاویہ کا کھانا مثلاً کھایا ہے تو اگر فرض کرلیا جاوے کہ جو کچھ اونکے قبضہ مین تھا وہ اکثر حرام ہی تھا تب بھی یہ احتمال ممکن ہے کہ حضرت ابوہریرہ رض نے

تفتیش سے کے بعد اقدام کیا ہو اور پہلے معلوم کر لیا ہو کہ یہ کھانا خاص جو مین کھاؤنگا مباح
وجہ کا ہی غرضکہ افعال اس باب مین ضعیف الدلالت ہین اور علماء متاخرین کا مذہب
مختلف ہی حتی کہ بعض فرماتے ہین کہ اگر بادشاہ مجکو کچھہ دیوے تو مین لے لون اور
جس صورت مین کہ اکثر مال حرام ہو اوسمین بھی اونھون نے اباحت کو عام رکھا ہی
بشرطیکہ اوس خاص چیز کا حال معلوم نہو اور ہوسکتا ہو کہ وہ وجہ حلال سے ہو اور
اونکی دلیل اس باب مین یہ ہی کہ اکابر سلف نے سلاطین سے جائزے لیے ہین
چنانچہ اموال سلاطین کے بیان مین اوسکا ذکر آویگا - پس جس صورت مین کہ حرام
کمتر ہو اور یہ بھی احتمال ہو کہ فی الحال وہ مالک کے پاس موجود نہوگا تو ایسی صورت مین
کھانا حرام نہوگا لیکن اگر اوسکا وجود فی الحال متحقق ہو جیسے ذبیحہ کا اشتباہ مردار و نمین
ہو جاوے تو ایسے حال مین مجکو نہین معلوم کہ کیا کہون یہ مسئلہ اون متشابہات مین
سے ہی جن مین مفتی حیران رہجاتا اسلیے کہ یہ تردد ہی کہ اس صورت کو محصور
چیزون کی مشابہت ہی یا غیر محصور سے اور دودھ کی بہن اگر کسی گانون مین مشتبہ ہو جاوے
جس مین دس عورتین ہون تو اجتناب واجب ہوتا ہی اور اگر کسی شہر مین ہو جسمین
دس ہزار عورتین ہون تو اجتناب سب سے کرنا واجب نہین اور اب دس اور
دس ہزار کے درمیان بہت سے اعداد ایسے ہین کہ اگر انکا حکم پوچھو تو مین نہین جانتا
کہ کیا کہون اور علماء نے چند مسائل مین توقف کیا ہی جو اس سے بھی واضح تر ہین چنانچہ
امام احمد رح سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص نے شکار پر تیر مارا اور وہ
شکار ند کور دوسرے کی ملک مین جا پڑا تو وہ تیر انیوالے کا ہوگا یا زمین کے مالک کا
امام احمد صاحب نے فرمایا کہ مجھکو معلوم نہین کسکا ہوگا اونسے کئی بار اس مسئلہ کو پوچھا گیا
تو ہر بار یہی فرمایا کہ مین نہین جانتا اور اس قسم کے اکثر مسائل ہمنے باب العلم مین
سلف سے نقل کیے ہین اس صورت مین مفتی کو طمع نکرنی چاہیے کہ سب صورتونکا
حکم اسکو معلوم ہی ہو جایا کرے - اور ابن مبارک رح سے اونکے کسی بصری شاگرد نے
پوچھا کہ جو لوگ سلاطین سے معاملہ کرتے ہین اونسے معاملہ کرون یا نہین آپ نے
فرمایا کہ اگر وہ لوگ سواے سلاطین کے اور کسی سے معاملہ نکرتے ہون تو اونسے
معاملہ نکرنا اور اگر سلطان اور غیر سلطان سب سے کرتے ہون تو اونسے معاملہ کرنا

اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اقل مین مسامحت کا مضائقہ نہین بلکہ اکثر مین بھی مسامحت کا احتمال وہی حاصل یہ ہی کہ صحابہ رض سے یہ منقول نہین کہ اگر قصاب اور نان بائی اور تاجر نے ایک معاملہ فاسد کیا ہو یا ایکبار سلطان سے معاملہ کیا ہو تو اونھون نے اوس سے بالکل معاملہ چھوڑ دیا ہو اور معاملون کا اس باب مین مقرر کرنا بعید ہی اور مسئلہ بذات خود مشکل ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ سلطان تمکو دے اُسکو لیلو کہ وہ تمکو حلال ہی مین سے دیتا ہی اور جو کچھ حلال اوسکو ملتا ہی وہ حرام کی نسبت کر زیادہ ہی اور حضرت ابن مسعود رض سے ایک سائل نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ ہی کہ مین اُسکو برا ہی جانتا ہون اور وہ ہماری دعوت کرتا ہی اور ہم وقت حاجت اُس سے قرض لیتے ہین تو یہ امور کیسے ہین آپنے فرمایا کہ جب تمھاری دعوت کرے تو قبول کیا کرو اور جب حاجت ہوا کرے تو اُس سے قرض لیا کرو کہ تمھارے لیے وہ مال اچھا ہی اُسکا وبال اوسی کے ذمہ رہیگا اور سلمان رح نے بھی ایسا ہی حکم دیا ہی تو یہان حضرت علی رض نے تو کثرت مال حلال کو علت ٹھہرایا اور حضرت ابن مسعود رض نے بطریق اشارہ بیان فرمایا کہ اوسی پر وبال ہی یعنے اسلیے کہ اُسکو اُس مال کا حال معلوم ہی اور لینے والے کے لیے اچھا ہی کیونکہ اُسکو حال معلوم نہین اسی طرح حضرت ابن مسعود سے ایک شخص نے پوچھا کہ میرا ایک ہمسایہ سُود کھاتا ہی اور ہماری دعوت کرتا ہی تو ہم اُسکی دعوت مین جاوین یا نہین تو آپنے فرمایا کہ ہان جاؤ اور یہ بات حضرت ابن مسعود رض سے بہت سی مختلف روایتون کے ساتھ مروی ہی اور حضرت امام شافعی اور مالک رض نے خلیفون اور سلطانون کے جائزے لیے ہین باوجودیکہ جانتے تھے کہ اُنکے مال مین حرام مخلوط ہی تو اگر اس مال مین خرابی ہوتی تو یہ لوگ ایسا کیون کرتے تو اسکا جواب یہ ہی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد جو ذکر کیا ہی تو اُنکا فعل اس ارشاد کے مخالف مشہور ہی اسلیے کہ وہ بیت المال کا مال نہین لیا کرتے تھی یہان تک کہ اپنی تلوار بیچ ڈالا کرتے تھے اور آپکے پاس ایک ہی قمیص رہا کرتا تھا نہانے کے وقت دوسرا نہو تا تھا اور ہم یہ نہین کہتے کہ آپ کا یہ فعل محتمل ورع کا نہین یا آپ کے قول سے اجازت صریح نہین پائی جاتی مگر یہ کہتے ہین کہ آپکا ارشاد

اگر واقع مین درست ہی تو بادشاہ کے مال مین جسکا حکم دوسرا ہی ہی کیونکہ وہ
کثرت کے سبب سے گویا ایسا ہی جیسے غیر محصور ہوتا ہی چنانچہ عنقریب اُسکا
بیان آویگا اور اسی طرح امام شافعی اور امام مالک رض کا فعل سلطان کے مال سے
متعلق ہی اور ہمارا کلام دوسرے لوگون کے مال مین ہی جنکے مال قریب
محصور ہونے کے ہین باقی رہا حضرت ابن مسعود رض کا قول تو اُسکا یہ حال ہی کہ
اُسکا راوی خوات تیمی ہی اور اُسکا حافظہ ضعیف ہی مشہور قول حضرت ابن مسعود
کا وہ ہی جس سے شبہات سے بچنا معلوم ہوتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتے ہین کہ تم مین
سے کوئی یہ نہ کہے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین یون نہو اور توقع رکھتا ہون کہ ایسا ہو اسلیے
کہ حلال کھلا ہوا ہی اور حرام کھلا ہوا ہی اور ان دونون کے درمیان مین کچھ باتین
مشتبہ ہین پس شبہہ مین ڈالنے والی بات کو جانے دو اور جس مین شبہہ نہ پڑے
اُسکو اختیار کرو اور یہ بھی آپ کا قول ہی کہ حلش کی باتون سے اجتناب کرو کہ
گناہ انھین مین ہی جو دل مین کھٹکین اب اگر یہ کہو کہ تمنے یہ کیون کہا کہ جب حرام
کی کثرت ہو تو چیز کا لینا درست نہین باوجودیکہ اُس چیز مین کوئی علامت ایسی نہین
جو خاص اُسکی حرمت پر دلالت کرے اور قبضہ دلیل ملک موجود ہی یہانتک کہ
اگر کوئی ایسے شخص کا مال چرا لیوے جسکے مال مین حرام زیادہ ہو تو چور کا ہاتھ
کاٹا جاتا ہی اور کثرت حرام سے بھی ایک وہمی ظن ہوتا ہی جسکو چیز سے کچھ علاقہ نہین
تو چاہیے کہ جس صورت مین حرام زیادہ ہو اُسکا حال ایسا ہو جیسے غالب ظن راستون
کی کیچڑ مین ہوتا ہی یا غیر محصور مین اختلاط کی صورت مین ہوتا ہی اور اس صورت پر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ارشاد دَعْ مَا يُرِيبُكَ إِلَى مَا لَا يُرِيبُكَ سے کرنا اور اس
ارشاد کو عام ٹھہرانا نہین چاہیے کیونکہ یہ ارشاد بالاتفاق بعض جگھون مین مخصوص ہی
یعنے اُن صورتون مین کہ عین ملک مین کوئی علامت شک کی موجود ہو کیونکہ اگر
حرام قلیل غیر محصور مین ملجاوے تو باوجودیکہ موجب شک ہوتا ہی مگر اسپر بھی تم
قطعاً کہتے ہو کہ وہ حرام نہین اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حدیث مذکور انھین
صورتون کے لیے ہی جنمین عین ملک مین شک ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ
قبضہ ایک دلالت ضعیف ہی جیسے حکم اصل کا باقی رکھنا ضعیف ہی اور یہ

قبضہ کی حجت اوسوقت چلتی ہے جبکہ اوسکے مقابل کوئی حجت قوی نہو تو جس صورت مین
کہ ہمکو یقین ہے کہ حرام جو ملگیا ہے وہ فی الحال موجود ہے اور مال مالک اوس سے
خالی نہین اور یہ بھی یقین ہے کہ حرام زیادہ ہے اور یہ صورت ایک معین شخص کے
باب مین ہے جسکا مال گویا کہ محصور ہے تو اب قبضہ کی حجت سے اعراض کرنا ضروری
ہوا اور اگر اس صورت پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد بالا کو محمول نکیا جاوے
تو اوسکے لیے کوئی محمل نہین رہیگا کیونکہ اوسکا محمل یہ تو ہو ہی نہین سکتا کہ حرام قلیل
غیر محصور حلال مین مختلط ہو اسلیے کہ ایسی صورت تو آپ کے زمانہ مبارک مین موجود تھی
حالانکہ آپ اوسکو ترک نہ کرتے تھے اور جس جگہہ پر اوسکو حمل کیا جاوے تو وہ اوسکے
معنون مین ہوگی اور اگر اوس ارشاد کو نہی تنزیہی پر حمل کرو تو ظاہر الفاظ مین بدون
قیاس کے تبدیل اور تاویل کرنی پڑیگی اسلیے کہ اس صورت کی حرمت علامتون اور
استصحابون کے قیاس سے کچھ بعید نہین معلوم ہوتی علاوہ ازین کثرت کو ظن کے
بر پا کر دینے مین دخل ہے اسی طرح حصر کو بھی اوس مین دخل ہے تو جس صورت مین
حرام کی کثرت اور مال کا محصور ہونا ایک جا جمع ہونگے تو کیسے ظن کی تقویت نہو گی
حتی کہ حضرت امام ابو حنیفہ رض فرماتے ہین کہ برتنون مین اجتہاد نکرو مگر جس صورت مین
کہ پاک برتن زیادہ ہون تو آپنے حکم اصل اور اجتہاد کے یکجا ہونے مین یہ شرط
کر دی کہ علامت اور کثرت ہو اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ جونسا برتن چاہے بلا اجتہاد
سے لیوے فقط استصحاب کی جہت سے تو وہ اوسکے پینے کو درست کہین گے اور
صرف علامت کی باعث سے جواز کے قائل ہونگے اور اونکی یہ دلیل اوس جگہہ
نہ چلے گی جہان پیشاب پانی سے مشتبہ ہو گیا ہو کیونکہ یہان حکم اصل باقی نہین رہسکتا
اسی طرح اگر مردار مذبوحون مین ملگیا ہو تو بھی وہ دلیل جاری نہو گی کیونکہ مردار مین
استصحاب نہین اور قبضہ سے یہ معلوم نہین ہوتا کہ یہ جانور مردار نہین اور نہ حلال
کھانے مین معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مملوک ہے غرض کہ ایسی صورتون مین چار
امور متعلق ہوتے ہین اول حکم اصل کا باقی رہنا دوم مخلوط چیز کی کمی یا کثرت
سوم جس مال مین خلط ہوا اوسکا محصور ہونا یا غیر محصور ہونا چہارم کوئی علامت خاص کا چیز
کے اندر ہونا جس سے کہ اجتہاد متعلق ہو پس جو کوئی ان چارون امور کے مجموعہ سے

غفلت کرتا ہے وہ اکثر غلطی کر کے بعض مسائل کو ایسی صورتون سے مشابہ کر دیتا ہے
جن سے وہ واقع مین مشابہ نہین ہوتے۔ حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ جو مال ایک شخص
کی ملک مین مختلط ہو جاوے اوس مین یا حرام زیادہ ہوگا یا کم اور ان مین سے ہر ایک
یقین سے جانا جائیگا یا ظن مع العلامت سے یا وہم سے یعنے ہر ایک کے جاننے کے
تین طور ہین تو سب چھہ صورتین ہوئین ایک یہ کہ حرام کی زیادتی یقین سے معلوم ہو
دوسرے یہ کہ حرام کی زیادتی ظن مع العلامت سے معلوم ہو تیسرے یہ کہ حرام کی زیادتی
وہم سے معلوم ہو اسی طرح حرام کی کمی کے معلوم ہونے کی تین صورتین ہیں پس ان
چھہ صورتون مین دو اول کی صورتون مین یعنے جبکہ حرام کی زیادتی یقیناً ہو خواہ
بغلبۂ ظن جیسے کسی ترکی مجہول الحال کو دیکھا کہ ہو سکتا ہے کہ اوسکا سب مال غنیمت کا ہو
ان دونون مین تفتیش واجب ہی اور جس صورت مین کہ حرام کی کمی یقیناً معلوم ہو تو یہ
صورت مقام توقف ہی اور اکابر سلف کی سیرت اور احوال کی ضرورت کا میلان اسطرف ہے
کہ اس صورت مین حاجت تفتیش نہو باقی رہین تین صورتین یعنے حرام کی زیادتی
وہم سے معلوم ہو یا اوسکی کمی ظن سے معلوم ہو یا وہم سے دریافت ہو تو ان تینون
صورتون مین تفتیش ہرگز واجب نہین ہے مسئلہ جب کسی شخص کے سامنے اوسکا
کھانا پیش ہو اور وہ جانتا ہو کہ میری ملک مین کسی بادشاہی روزینہ کے لینے مین
یا کسی اور طرح سے حرام بھی آیا تھا اور یہ نجانتا ہو کہ وہ مال حرام اسوقت تک باقی ہی
یا نہین تو اوسکو وہ کھانا کھا لینا چاہیے اور تفتیش اوسکے ذمہ پر لازم نہین بلکہ ورع
کے لحاظ سے ہے اور اگر یہ تو جانتا ہو کہ اوس مین سے کچھ باقی ہے مگر یہ نہ معلوم ہو
کہ بقیہ کم ہے یا زیادہ تو اوسکو جائز ہے کہ یہ سمجھ لے کہ وہ بقیہ کمتر ہے اور ابھی ہم
لکھہ آئے ہین کہ جہان حرام کی قلت معلوم یقیناً ہوتی ہے وہ موقعہ مشکل ہوتا ہے
اور یہ مسئلہ بھی اوسی کے قریب ہی۔ مسئلہ جب خیرات یا اوقاف یا وصیتون کے
متولی کے پاس دو مال ہون کہ اون مین سے ایک مال کا تو ایک شخص مستحق ہے
اور دوسرے مال کا مستحق نہین ہے اسوجہ سے کہ اوس مین وہ صفت نہین جو اوس
مال کے مستحق مین ہونی چاہیے تو اب اگر متولی اوس شخص کو کچھہ دیوے تو اوسکو اوسکا
لینا درست ہی یا نہین تو اسمین یہ بات دیکھنی چاہیے کہ جس صفت سی وہ شخص مستحق ہی

وہ اگر ظاہر ہے کہ متولی بھی جانتا ہے اور معہذا متولی بظاہر عادل معلوم ہوتا ہے
تب تو اوس شخص کو چاہیے کہ بدون بحث کرے لیوے کیونکہ متولی پر غلبہ ظن اسی
بات کا ہے کہ اوسکو اوسی مال کا مصرف کریگا جس کا وہ شخص مستحق ہے اور اگر وہ
صفت پوشیدہ ہو یا متولی کا حال معروف ہو کہ یہ پروا نہیں کرتا اور خلط کر دیا کرتا ہے
تو اس صورت مین لازم ہے کہ تفتیش کرے کیونکہ یہان نہ تو قبضہ ہے اور نہ حکم
اصل سابق پر جسکا اعتماد ہو اور یہ صورت ایسی ہی ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے سوال کیا تھا کہ صدقہ ہے یا ہدیہ کیونکہ آپ کو اوس مین تردد ہو گیا تھا اسوجہ سے
کہ قبضہ سے خصوصیت ہدیہ اور صدقہ کی کچھ نہین تھی اور نہ کچھ استصحاب تھا غرضکہ
ایسی صورت مین بجز سوال کے اور کوئی مفر نہین کیونکہ سوال کو جو ہمنے مجہول الحال
مین ساقط کیا ہے تو ایسی ہی جگہہ ساقط کیا ہے جہان قبضہ اور اسلام کی علامت ہو
حتی کہ اگر کسی شخص کا حال معلوم نہو کہ یہ مسلمان ہے اور کوئی شخص اوسکے پاس سے
گوشت اوسکے ذبیحہ کا لیا چاہے اور یہ احتمال ہو کہ یہ شخص شاید مجوسی ہو گا تو اوس
شخص کو گوشت کا لینا درست نہو گا جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ مسلمان ہے کیونکہ
قبضہ سے مردار کی تمیز نہین ہو سکتی اور نہ صورت سے مسلمانی معلوم ہوتی ہے ہان
اگر کسی شہر مین اکثر مسلمان ہون تو ہو سکتا ہے کہ جس شخص پر کچھ نشان کفر نہو اوسکو
مسلمان گمان کیا جائے گو اس گمان مین غلطی کا بھی امکان ہے حاصل یہ کہ ایسا
کہ جن صورتون مین قبضہ اور حال کی شہادت معتبر ہے وہ اون صورتون مین ملانی
نچاہیین جنمین اونکی شہادت معتبر نہین ہے مسئلہ اگر کوئی شخص شہر مین مکان مول
لینا چاہے اور اوسکو معلوم ہو گیا ہو کہ اس شہر مین مکانات مغصوب بھی ہین تو اوسکو
مول لینا درست ہے اسلیے کہ یہ صورت غیر محصور کے اختلاط کی ہے مگر پوچھ لینا احتیاط
اور ورع کی بات ہے اور اگر کسی کوچہ مین مثلاً دس گھر ہون جن مین سے ایک
مغصوب ہو یا وقف ہو تو خریدنا درست نہین جب تک کہ وہ مکان متمیز نہو جاوے
اور ایسے موقع پہ اوسکا حال پوچھنا واجب ہے اور جو شخص کسی شہر مین گیا جس مین
بہت رباطین بنی ہوئی ہین مگر ایک ایک رباط ایک ایک مذہب والے کے لیے خاص ہے
مثلاً حنفیون کی جدا ہے اور شافعیون کی جدا تو اوس شخص کو جائز نہین کہ جو کسی ہے

چاہئے اوسمین ٹھہر کر اوسکے وقف مین سے کہاوے بلکہ جس مذہب کا خود ہو
اوس مذہب والون کی رباط کو پوچھنا چاہیے اور اوس ہین ٹھہرنا چاہیئے کیونکہ رباط
اور مدرسے شہرون مین محصور ہی ہوتے ہین تو محصور کے اختلاط کی صورت مین بدون
تمیز کے اقدام درست نہین ہے مسئلہ جن جگہون مین کہ ہمنے سوال کو ورع ٹھہرایا ہے
تو وہان یہ نہین جائز ہے کہ خود چیز کے مالک سے سوال کرنے لگے کہ تمہارا مال یا کھانا
کیسا ہے کیونکہ وہ اس صورت مین غصہ ہوگا بلکہ اگر وہ غصہ نہو تو اوس سے پوچھنے کا
مضائقہ نہین اور جب یقین ہو کہ اوسکا مال اکثر حرام ہے تو اوس وقت تفتیش کرنی
واجب ہے اور پھر یہ پروا نکرنی چاہیے کہ پوچھنے سے مالک خفا ہوگا اسلیے کہ ظالم کو تو
اس سے زیادہ ایذا دینی ضرور ہے اور غالب یہ ہے کہ اس طرح کا آدمی سوال سے
غصہ بھی نہوگا ہان اگر شک پڑے اور چیز اپنے وکیل خواہ غلام یا شاگرد یا کسی رشتہ دار
[illegible] کے ہاتھ سے پوچھے تو جائز ہے کہ اونسے تفتیش کرے کیونکہ وہ اس کے
سوال سے غصہ ہونگے علاوہ ازین اونسے سوال اسلیے چاہیے کہ اونکو حلال کا طریقہ
تعلیم کرے اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے اپنے غلام کی کمائی کا حال
پوچھا اور حضرت عمر رض نے اوس شخص سے تفتیش کی جسنے آپکو زکوۃ کے اونٹون کا
دودہ پلایا تھا اور حضرت ابوہریرہ رضہ جب آپ کی خدمت مین بہت سا مال لیکر
آئے تو اونسے پوچھا کہ بھلے مانس کیا یہ سب طیب ہے یا ین وجہ کہ آپ کو کثرت مال سے
تعجب ہوا اور حضرت ابوہریرہ آپکی رعیت سے تھے اور سوال بھی کتنا نرمی سے کیا تھا
اور یہین وجہ حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک امام کے عدل اور
نرمی کی نسبت کوئی زیادہ محبوب چیز نہین اور نہ اوسکے جور و ستم سے زیادہ کوئی
بری چیز ہے مسئلہ حارث محاسبی رح کا یہ قول ہے کہ اگر آدمی کا کوئی دوست یا بھائی
ایسا ہو کہ اوس سے تفتیش کرنے سے خفا نہو تب بھی ورع کی رو سے اوس سے
تفتیش نہین کرنی چاہیے کیونکہ کیا عجب ہے کہ جو چیز اوس سے پوشیدہ تھی وہ اوسپر
ظاہر ہو جاوے تو گویا یہی شخص اوسکی پردہ دری کا باعث ہوگا اور انجام کو
دونون مین بغض پڑجاویگا اور واقع مین اونھون نے خوب کہا اسلیے کہ تفتیش
جس صورت مین کہ مقتضائے احتیاط اور ورع کے ہے اور واجب نہین ہے

تو ان جیسی باتون مین احتیاط اور ورع یہی ہے کہ پردہ دری سے اجتناب کیا جائے اور بعض پیدا کرنیوالی بات سے احتراز ہے اور محاسبی رح نے اتنا اور کہا ہے کہ اگر اوس شخص کو کچھ شبہ بھی ہو تب بھی تفتیش نکرے اور اوسپر یون گمان رکھے کہ مجکو مال طیب ہی کھلاویگا اور بُرا مال مجھ سے علیحدہ رکھیگا اور اگر اوسکے دل کو سکین نہو توکسی عمدہ بہانہ سے نہ کھاوے مگر تفتیش سے اوسکی پردہ دری نکرے اسلیے کہ مین نے کسی عالم کو نہین دیکھا کہ اوسنے ایسا کیا ہو تو یہ قول آپ کا باوجود اونکے زاہد ہونیکے شہرت کے اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جب مال مین تھوڑا سا حرام ملگیا ہو تو مسامحت کرنی چاہیے مگر شرط یہ ہے کہ حرمت کا اختلاط وہم سے معلوم ہوا ہو چنانچہ اونکے قول مین لفظ شبہہ اسی پر دلالت کرتا ہے اور اگر حرام کا تحقق یقینی ہو تو اوسکا یہ حکم نہین پس تفتیش کرنیوالے کو ان دقائق کا لحاظ بھی چاہیے۔ مسئلہ بعض لوگ کبھی کہنے لگتے ہین کہ جس شخص کا کچھ مال حرام ہو اوس سے استفسار کرنیمین کیا فائدہ ہے کیونکہ جو شخص مال حرام کو حلال جانتا ہے وہ عجب نہین کہ جھوٹ بھی بولدے اور اگر اس باب مین اوسکوامین جاننا چاہیے تو حلال مال کے باب مین بھی اوسکی دیانت پر اعتماد چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جب تمکو معلوم ہو کہ کسی شخص کے مال مین حرام مخلوط ہے اور اوسکی ضیافت مین تمھارے جانے سے یا اوسکا ہدیہ قبول کرنیسے کوئی اوسکا مطلب نکلتا ہے تو اس صورت مین البتہ اوسکے قول پر اعتماد نچاہیے اور اوس سے استفسار کرنے مین بالاشبہ کچھ فائدہ نہین بلکہ چاہیے کہ اوسکے سوا دوسرے شخص سے استفسار کرے اسی طرح اگر وہ شخص کوئی چیز بیچتا ہو اور نفع لینے کے لیے اوسکی بیع کا راغب ہو تو اوسکے یہ کہدینے سے کہ یہ چیز حلال ہے اعتماد واثق نہوگا اور نہ اوس سے استفسار کرنیسے کچھ فائدہ ہے بلکہ سوال دوسرے شخص سے کرنا چاہیے غرضکہ قابض سے استفسار اوسی صورت مین چاہیے کہ اوسکی کوئی غرض متعلق نہو جیسے متولی وقف سے کوئی پوچھے کہ یہ جو تم دیتے ہو کس قسم کا مال ہے یا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدیہ اور صدقہ کا حال پوچھا تھا کہ اس طرح کے سوال سے نہ قابض کو ایذا ہے اور نہ کہدینے مین اوسکی کوئی غرض ہے اسی طرح اگر دوسرے کو یون کہے کہ تمکو طریقہ کسب حلال کا معلوم نہین اور اسکے جواب مین

وہ اپنا طریق صحیح بتلا دے تو تہمت نکیا جاویگا ایسا ہی اگر اپنے غلام اور خادم سے استفسار کرے
اس نظر سے کہ اونکے کمانے کا طریق معلوم نہو تو ایسی جگہہ استفسار مفید پڑیگا اور جس صورت
مین کہ مال والے کی کچھ غرض ہو اور وہ متہم ہو تو اوسکا حال دوسرے سے پوچھنا چاہیے
اور جب ایک مرد عادل کچھ حال بتا دے تو اوسکا قول قبول کرے اور اگر فاسق کچھہ
حال کہے اور قرینہ حالیہ سے معلوم ہو کہ وہ جھوٹ نہین کہتا اسلیے کہ اوسکو اس مین
کچھ غرض نہین تو فاسق کے قول کا قبول کرنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ معاملہ اوسکے
اور خداے تعالی کے درمیان ہے اور یہان مطلوب نفس کا اطمینان ہے اور بعض
اوقات فاسق کے قول سے اتنا وثوق حاصل ہوتا ہے کہ بعض حالتون مین عادل
کے قول سے بھی نہین ہوتا اور یہ کلیہ نہین کہ جو فاسق ہو وہ جھوٹھ ہی بولا کرے اور
نیہ ہے کہ جو بظاہر عادل معلوم ہوتا ہے وہ سچ ہی کہا کرے ہان گواہی کا مدار جو ظاہری
عدالت پر ہے وہ حکم کی ضرورت سے ہے کیونکہ دلون پر اطلاع نہین ہو سکتی اور
حضرت امام ابو حنیفہ رح نے فاسق کی گواہی قبول فرمائی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ
جس شخص کو تم پہچانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ یہ مرتکب گناہونکا ہوتا ہے لیکن وہ
شخص جب کسی چیز کا حال تم سے کہتا ہے تو تم اوسکا اعتبار کر لیتے ہو اسی طرح
تمیز دار لڑکا جس کا حال تمکو معلوم ہو کہ اسکے مزاج مین استقلال ہے تو اوسکے
کہنے سے بھی وثوق حاصل ہو جاتا ہے اور اوسپر اعتماد کرنا درست ہی لیکن اگر کوئی
مجہول شخص جسکا حال کچھ معلوم نہو خبر دے تو یہ اون لوگون مین سے ہے جنکے
قبضہ مین کی چیز کو کھانا ہمنے جائز لکھا ہی اسوجہ سے کہ اوسکا قبضہ بظاہر ملک کی
دلیل ہے اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اوسکا مسلمان ہونا اوسکی راست گوئی کی دلیل
ظاہر ہے مگر تامل اسی صورت مین ہے اور اوسکا قول کچھ نہ کچھ تاثیر نفس مین کرتا ہے
یہانتک کہ اگر ایسے ہی بہت سے آدمی ایک بات پر متفق ہون تو ظن غالب ہو جاوے
لیکن ایک کے قول کی تاثیر نہایت ضعیف ہی پس اوسکی تاثیر کی حد دیکھنی چاہیے
کہ دل مین کتنی ہے اسلیے کہ ان جیسی جگہون مین دل ہی حکم کیا کرتا ہے اور
دل کو خفیہ قرینے ایسے سوجھتے ہین کہ اونکے بیان سے زبان قاصر ہے تو اسمین
تامل کرنا ضروری ہوا اور اسکی طرف التفات کے واجب ہونے کی یہ دلیل ہے

کہ عقبہ بن حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوگئے اور عرض کیا
کہ مین نے ایک عورت سے نکاح کیا بعد اسکے ایک لونڈی سیاہ فام آئی اور اوسنے
کہا کہ مین نے تم دونون کو دودہ پلایا ہے اور وہ جھوٹی معلوم ہوتی ہے آپ نے فرمایا
کہ اپنی منکوحہ کو چھوڑ دے اونھون نے عرض کیا کہ حضرت وہ لونڈی سیاہ فام ذلیل ہے
آپ نے فرمایا کہ آخر اوس نے کہا تو کہ تم دونون کو دودہ پلایا ہے تیرے لیئے اوس
منکوحہ مین بہتری نہین تو اوسکو چھوڑ دے اور ایک روایت مین یون ہے کہ کیسے
نہ چھوڑیگا اب یہ جو کہا گیا (یعنے ایک عورت کا دونون کو دودہ پلانا زبان زد ہوگیا)
اور جس صورت مین کہ مجہول شخص کا جھوٹ بولنا معلوم نہو اور نہ کوئی ایسی علامت
ظاہر ہو جس سے اوس امر مین اوسکی کوئی غرض پائی جاتی ہو تو اوسکے کہنے کا اثر
دل مین ضرور ہوتا ہے اور ہمین وجہ احتراز ایسی صورت مین موکد ہے اور اگر اوسکے
قول پر دل کو اطمینان ہو جاوے تو احتراز واجب اور لازم ہوجاتا ہے — **مسئلہ**
جس صورت مین استفسار واجب ہی اگر اوس مین دو عادل شخصون یا دو فاسقون
کے قول ایک دوسرے کی ضد پڑین تو دونون کا اعتبار نہ کیا جاویگا اور جائز ہے کہ
اپنے دل مین ایک عادل کے قول کو ترجیح دیلے خواہ ایک فاسق کے قول کو
اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دونون طرفون مین سے ایک کو کثرت کے باعث خواہ اس
خصوصیت سے کہ اوسکو تجربہ اور حالات سے واقفیت زیادہ ہے ترجیح دے یوے
اور اس مسئلہ کی صورتین اکثر پیش آیا کرتی ہین — **مسئلہ** ایک خاص قسم کا اسباب
لوٹا گیا اور اوس قسم کے اسباب مین سے کوئی چیز ایک شخص کے پاس ہے اور دوسرا
شخص اوسکو اوس سے مول لیا چاہتا ہے اور یہ احتمال بھی ہے کہ وہ چیز لوٹ مین
کی ہو تو مشتری کو خریدنا درست ہی یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر بائع نیکبختی مین
معروف ہو اور مشتری بھی اوسکو صالح جانتا ہو تو خریدنا درست ہی اور چھوڑنا ورع ہے
اور اگر بائع مجہول الحال ہو کہ اوسکا کچھ حال معلوم نہو تو اب یہ خیال کرنا چاہیے
کہ اگر اوس قسم کی چیز بدون لٹی ہوئی بھی بہت ملتی ہو تب تو مشتری کو جائز ہے کہ
خرید کرے اور اگر اوس جگہہ مین وہ چیز کمیاب تھی مگر لوٹ سے بہت ہوگئی تو اس
صورت مین حلت پر دلالت صرف قبضہ کی باقی رہگئی اور اوسکی معارض ایک

علامت خاص ہوئی یعنے شکل اوس اسباب کی اور قسم تو اب اوسکی خرید سے باز رہنا
ورع مہم ہے مگر وجوب ورع مین تامل ہے کیونکہ علامت متعارض ہے اور ہم اور کوئی
حکم نہین کرسکتے بجز اوسکے کہ مشتری کے دل پر حوالہ کردین تاکہ وہ اپنے جی مین قوی بات
کو تامل کرے اگر اوسکے دل مین اسی بات کو قوت ہو کہ یہ چیز لوٹ کی ہے تو اوسکو اوسکا
نہ لینا لازم ہے ورنہ خریدنا حلال ہے۔ اور اسطرح کے واقعات اکثر مشتبہ ہو جاتی ہین
اور بہت لوگ اونکو نہین پہچانتے پس جو کوئی انسے محترز رہیگا وہ اپنی آبرو اور دین
محفوظ رکھیگا اور جو کوئی ان مین گھسیگا وہ اپنے آپ کو خطرہ مین ڈالیگا۔ مسئلہ
اب اگر کوئی یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دودھ آپکے سامنے پیش کیا گیا
اوسکا حال استفسار فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ بکری کا ہے آپنے بکری کو پوچھا کہ کہان
کی تھی جب اوسکا حال بیان کردیا گیا تو آپ خاموش ہو رہے تو ہم یہ پوچھتے ہین کہ
مال کی اصل کا استفسار واجب ہی یا نہین اور اگر واجب ہی تو ایک اصل کا ہے یا دو کا
یا تین کا اور اس باب مین قاعدہ کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصل کا حال
پوچھنے مین کوئی قاعدہ اور حد مقرر نہین بلکہ جس شبہہ کے باعث سے استفسار کی نوبت
ہوئی ہے اوسی کو دیکھنا پڑتا ہے اور جس جگہہ شبہہ منقطع ہو جاتا ہے اوسی جگہہ استفسار
موقوف ہو جاتا ہے اوسکی کچھ حد نہین اور یہ شبہہ حالات کی اختلاف سے مختلف ہوتا ہے
مثلاً اگر اس بات مین شبہہ ہو کہ قابض کے پاس یہ چیز بوجہ حلال پہونچی یا نہین تو
جسوقت وہ کہدیگا کہ مین نے اوسکو مول لیا ہے تو ایک ہی سوال مین شبہہ منقطع ہو جائیگا
اور اگر وہ کہے کہ یہ دودھ میری بکری کا ہے تو شک پڑا کہ بکری کہان سے آئی ہوگی
اس صورت اگر کہدیگا کہ مین نے مول لی ہے تو شبہہ جاتا رہیگا اور اگر بدوون کا حال
دیکھا کہ جو کچھ انکے پاس ہے وہ چھینا ہوا مال ہے اور اوسی کی نسل جاری رہتی ہے
شبہہ پڑیگا تو یہ شبہہ اتنا کہنے سے نہ جائیگا کہ یہ دودھ میری بکری کا ہے یا میری
بکری کی بچھیا کا ہے ہان اگر اوس بکری کو کہیگا کہ مجکو وراثت مین باپ سے پہونچی ہی
اور اوسکا باپ مجہول الحال ہوگا تو البتہ استفسار منقطع ہو جاویگا اور اگر یہ معلوم ہوگا
کہ اوسکے باپ کا تمام مال حرام تھا تو حرمت کھلجاویگی اور اگر یہ معلوم ہوگا کہ اوسکا
اکثر مال حرام تھا تو تناسل کے ہونے اور مدت کے گذرنے اور وراثت کے جاری ہونے

اوسکا حکم متغیر نہوگا پس مال کی اصل کے استفسار مین ان باتون کو تامل کرنا چاہیے
مسئلہ مجھ سے یہ سوال ہوا کہ کچھ لوگ صوفی ایک خانقاہ مین رہتے ہین اور جو شخص
متولی خانقاہ ہے اوسکے پاس ایک وقف تو ایسا ہے جو خانقاہ والون کے لیے ہی
اور دوسرا ایسا ہے جو اور لوگون کے لیے ہے اور متولی مذکور دونون وقفون کا مال
ملا کر ان خانقاہ کے لوگون کو کھانا کھلاتا ہے تو اوسکا کھانا صوفیون کو حلال ہے
یا حرام یا شبہہ - مین نے یہ جواب دیا کہ اس مسئلہ مین سات اصولون کی طرف رجوع
کرنا چاہیے **اصل اول** یہ کہ جو کھانا خادم خانقاہ ان صوفیون کے سامنے لاتا ہے
غالباً اوسکو داد وستد سے خرید تا ہوگا یعنے الفاظ بیع وشرا کے نہ بولے جاتے ہونگے
اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ داد وستد سے بدون کہنے الفاظ بیع وشرا کے بیع
درست ہوجاتی ہے خصوصاً کھانے کی چیزون اور کم قیمت والی چیزون مین تو اس
کھانے مین اس اصل کی بموجب صرف شبہہ خلاف ہے **دوسری اصل** یہ کہ
دیکھنا چاہیے کہ خادم اوس کھانے کو مال حرام دیکر لیتا ہے یا اُدھار خرید تا ہے اگر
مال حرام کے بدلے مین لیتا ہے تو وہ کھانا حرام ہے اور اگر معلوم نہو کہ کیسے خرید تا ہی
تو غالب یہی ہے کہ اودھار لیتا ہو اور ظن غالب پر عمل کرنا درست ہی تو اس اصل کے
بموجب بھی حرمت نہین ثابت ہوتی بلکہ شبہہ احتمال بعید کا پیدا ہوتا ہے یعنے خادم نے
مال حرام دیکر لیا ہو - **تیسری اصل** یہ ہی کہ خادم وہ کھانا کہان سے مول لیتا ہے اگر ایسے
شخص سے مول لیتا ہے جس کا اکثر مال حرام ہے تو درست نہین اور اگر ایسے سے
لیتا ہے جس کا کمتر مال حرام ہے تو اوس مین تامل ہے جیسے ہم نے اوپر بیان کیا
اور جب کہ معلوم نہو کہ کیسے شخص سے لیا تو اس پر عمل کرنا درست ہی کہ اوسنے ایسی ہی سے
لیا ہے جسکا مال حلال ہے یا جسکا حال مشتری کو یقیناً معلوم نہین جیسے مجہول الحال
ہوتا ہے اور ہم پہلے لکھ چکے ہین کہ مجہول الحال سے خریدنا جائز ہے اسلیے کہ غالب
یہی ہے تو اس اصل سے بھی حرمت نہین پیدا ہوتی بلکہ شبہہ احتمال ہوتا ہے -
چوتھی اصل یہ کہ کھانا اپنے لیے خرید کرتا ہے یا لوگون کے لیے کیونکہ متولی اور خادم
مثل نائب کے ہوتے ہین اور نائب کو اختیار ہے چاہے اپنے لیے لے چاہے دوسرون
کے لیے لیکن یہ امر یا نیت سے ہوتا ہے یا صریح الفاظ سے اور جس صورت مین

کہ خرید و داد وستد سے ہوئی ہے تو الفاظ کہان بولے گئے ہونگے اور غالبا متولی یا
خادم داد وستد کے وقت کچھ نیت نہ کرتا ہوا اور قصائی اور نانبائی اور دوسرے معاملہ کرنیوالے
اوسی پر اعتماد کرتے ہونگے اور اوسکے ہی ہاتھ بیچتے ہونگے نہ اون لوگون کے ہاتھ
جو موجود نہین تو یہ بیع بلا شبہہ متولی کے طرف سے ہو یگی اور مبیع اوسکی ملک مین
داخل ہوگی اس صورت مین نہ حرمت ہی اور نہ شبہہ لیکن اس سے یہ ثابت ہوتا ہے
کہ صوفی متولی کی ملک کھاتے ہین - پانچوین اصل یہ کہ خادم جو اونکے سامنے کھانا
رکھتا ہے اوسکو ضیافت خواہ ہدیہ بدون عوض نہین ٹھہرا سکتے کیونکہ متولی اسپر
راضی نہوگا بلکہ وہ اسلیے رکھتا ہے کہ اوسکا عوض وقف مین سے ملنے کا اوسکو اعتماد ہے
تو واقع مین یہ معاوضہ ہوا مگر بیع اور قرض دینا نہین کیونکہ اگر بالفرض اون سے ثمن
مانگنے لگے تو بعید جانا جاویگا اور قرینۂ حال سے بھی کچھ معلوم نہین ہوتا تو اب اس
صورت کو بھی کہہ سکتے ہین کہ ہدیہ بشرط عوض ہے یعنے ایسا ہدیہ ہے کہ جس مین
ہدیہ کرنیوالے نے کوئی لفظ نہین کہا مگر قرینہ اوسکے حال کا یہ چاہتا ہے کہ عوض کا
طامع ہو اور ایسا ہدیہ صحیح ہے اور عوض بھی لازم ہے اور یہان خادم کو کوئی اور
عوض کی طمع نہین بجز اسکے کہ جو کچھ اون لوگون کا حق وقف مین ہو اوسکو لیوے
اور اوس سے نانبائی اور قصائی اور بقال کا قرض ادا کرے تو اس اصل مین
کچھ شبہہ بھی نہین کیونکہ بطمع عوض ہدیہ دینے اور کھانا سامنے رکھنے مین لفظون کا
کہنا مشروط نہین اور جو لوگ کہ طمع عوض کے ساتھ ہدیہ کو نادرست کہتے ہین اونکے
قول کی پروا نہین کرنی چاہیے - چھٹی اصل یہ ہے کہ جو عوض ایسے ہدیہ کا لازم
ہوتا ہے وہ کتنا ہو اسمین اختلاف ہی بعضون کا یہ قول ہے کہ اتنا ہو کہ اونی درجہ کا
مال کہہ سکین اور بعضون نے یہ کہا ہے بمقدار قیمت ہدیہ کے ہونا چاہیے اور بعض
یہ فرماتے ہین کہ جس قدر سے ہدیہ دینے والا راضی ہو جاوے اوس قدر چاہیے
گو وہ چیز کی قیمت کا دونا تگنا ہو جاوے اور قول صحیح یہی ہے کہ عوض واہب کے
رضا کا تابع ہوتا ہے اگر وہ راضی نہین ہوتا تو مالک کو واپس کر دیتا ہے اور صورت
مفروضہ مین خادم کو جو حق ساکنین خانقاہ کا وقف مین سے ملتا ہے اوسپر راضی ہی
اب یہ تین صورتون سے خالی نہین یا تو یہ کہ جتنا اوسنے کھانے مین صرف کیا

اوسی قدر وقف مین سے ملا تو کچھ خدشہ نہین یا یہ کہ اوس مقدار سے کم ملا اور ساوس پر خادم راضی ہوگیا تو اس صورت مین بھی معاملہ ٹھیک ہوا یا یہ کہ خادم راضی نہ ہوتا بشرطیکہ اوسکے قبضہ مین دوسرا وقف نہوتا جسکو وہ انھین ساکنین کی قوت سے تحصیل کرتا ہے تو اس صورت مین وہ ایسے عوض پر راضی ہوا جس مین کچھ حلال ہے اور کچھ حرام مگر حرام اون رہنے والون کے ہاتھ مین نہین آیا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ گویا چیز کے ثمن مین خلل واقع ہوا جس کا حکم پہلے ہم لکھ آئے کہ کونسی صورت مین حرمت کا مقتضی ہے اور کونسی مین شبہہ کا اور یہ مقتضی حرمت کا نہین جیسے ہم نے اوپر تفصیل کی ہے اور نہ یہ ہے کہ جس ہدیہ کے سبب سے ہدیہ دینے والا حرام تک پہونچے وہ ہدیہ خود حرام ہو جاوے۔ **ساتوین اصل** یہ ہے کہ خادم نان بائی اور قصائی اور بقال کا قرض دونون وقفون کے پیداوار سے ادا کرتا ہے پس اگر جتنا کھانا صوفیون نے کھایا اوسی قدر اونکے وقف مین سے اون لوگون کے پاس پہونچا ہے تو معاملہ ٹھیک ہوا اور اگر اوسقدر سے کم پہونچا ہے تو انجام کو وہ راضی ہوگئے ہین خواہ ثمن حلال کا تھا یا حرام کا تو یہ صورت بھی کھانے کے ثمن مین خلل پڑنیکی ہوئی اس مین اوس بیان کو دیکھنا چاہیے جو ہم اوپر لکھ آئے ہین کہ ادھار خریدے اور ثمن مال حرام سے ادا کرے اور یہ صورت اوسوقت ہے کہ یقیناً معلوم ہو کہ مال حرام سے ثمن ادا کیا اور اگر اوس مین یہ بھی احتمال ہو کہ مال حلال ہی سے ادا کیا ہے تو شبہہ اور بھی کم ہو جاویگا۔ ان سب اصلون کے بیان کرنے سے یہ حکم نکلا کہ صوفیونکو اوس مال کا کھانا حرام نہین بلکہ شبہہ کے مال کا کھانا ہے جو ورع سے بعید ہے اسلیے کہ یہ اصول جب بہت ہوئین اور ہر ایک مین کچھ نہ احتمال رہا تو نفس مین حرمت کا احتمال قوی ہوگیا جیسے خبر مین اسناد طویل ہوتی ہے تو کذب کا احتمال زیادہ ہوتا ہے بہ نسبت اوس صورت کے کہ اسناد قریب ہو۔ غرضکہ اس واقعہ کا حکم یہ ہے اور یہ کثیر الوقوع ہے اور ہم نے اوسکو اسلیے لکھا تاکہ تمکو معلوم ہو کہ جو مسائل پیچیدہ اور مشتبہ ہوتے ہین اونکا حکم کس طرح چاہیے اور اونکے اصول کس طرح بنانی چاہیین کیونکہ یہ بات اکثر مفتیون کو نہین آتی

چوتھی فصل اس امر کے بیان مین کہ توبہ کرنے والا حقوق مالی سے کسطرح بری ہو

واضح ہو کہ جو شخص توبہ کرے اور اوسکے قبضہ مین مال مختلط ہو تو اوسپر دو باتین لازم ہین

اول جدا کرنا مال حرام کا اپنے مال مین سے دوم اوسکا صرف کرنا اسلیے اس فصل کو

دو بیانون مین منقسم کیا جاتا ہے

بیان اول مال حرام کی تمیز اور علیحدہ کرنے کی کیفیت مین - جاننا چاہیے کہ جو شخص توبہ کرے اور اوسکے قبضہ مین کوئی معین چیز غصب یا ودیعت وغیرہ کی بوجہ حرام ہو تو اوسکو اوسکا علیحدہ کرنا سہل ہے اور اگر مال حرام اوسکے مال مین ملا جلا ہو تو اوسکی دو صورتین ہین یا تو ایسا مال ہے جو مثلی یعنے وزنی خواہ کیلی ہے جیسے غلہ اور روپیہ اشرفی اور تیل وغیرہ یا ایسا ہے جو مثلی نہین جیسے غلام اور گھر اور کپڑے تو اگر مال مثلی ہو یا مال حرام مین سب مین ملا جلا ہو مثلاً ایک شخص نے تجارت سے کچھ مال پیدا کیا اور جانتا ہے کہ مین نے بعض مال کو نفع پر بیچنے مین جھوٹ بولا ہے اور بعض مین سچ کہا ہے یا کسی شخص نے تیل غصب کرکے اپنے تیل مین ملا لیا یا غلہ اور نقد روپیہ اشرفی مین ایسا ہی کیا تو اب دو حال سے خالی نہین یا تو مال حرام کی مقدار اوسکو معلوم ہے یا نہین اگر معلوم ہے یعنی جانتا ہے کہ مثلاً سب مال مین نصفی حرام ہے تو اوسکو چاہیے کہ نصف مال علیحدہ کر دے اور اگر مقدار معلوم نہو تو اوسکے دو طریق ہین اول یہ کہ یقین کو اختیار کرے دوم یہ کہ غلبہ ظن پر عمل کرے چنانچہ رکعات نماز کے مشتبہ ہونے کی صورت مین علما کے دو قول ہین اور ہم نماز کے باب مین یقین ہی کو اختیار کرتے ہین اسلیے کہ اصل تو یہی ہے کہ رکعات مصلی کے ذمہ ہین تو وہی حکم رہیگا اور اوس مین بدون علامت قوی کے کوئی تبدیل نہوگی اور رکعتون کے شمار مین کوئی علامت ایسی نہین جسکا اعتبار کیا جاوے اور یہ صورت مال مین نہین کیونکہ یہان یہ نہین کہہ سکتے کہ جسقدر اوسکے قبضہ مین ہے سب حرام ہے بلکہ مشتبہ ہے اسی لیے اوسکو غلبہ ظن پر اجتہاد سے عمل کرنا درست ہو مگر ورع یہ ہے کہ یقین کو اختیار کرے پس اگر ورع کا ارادہ کرے تو اوسمین اجتہاد کا طریقہ یہ ہے کہ جسقدر مین حلال ہونے کا یقین ہو اوسی کو رکھے اور کچھ نہ رکھے اور اگر غلبہ ظن کو اختیار کرنا چاہے تو اوسکا طریق یہ ہے کہ جو مال اوسکے قبضہ مین ہو اوسمین مثلاً نصف تو حلال ہے اور ثلث حرام ہے تو اس صورت مین ایک سدس مال کا مشکوک رہا اوس مین غلبہ ظن پر یہ

عمل کرنے اور ہر مال مین اُسکا طریق یہی ہے کہ جتنی مقدار یقینی حرام ہو اوسکو علیحدہ
کر دے اور جسقدر یقیناً حلال ہو اوسکو علیحدہ رکھے اور جسقدر مین تردد ہو اوس مین
اگر غلبہ ظن حرمت کا ہو تو جدا کر دے اور اگر حلت غالب ہو تو اوسکا رکھ لینا درست
اور ورع یہ ہے کہ اوسکو بھی جدا کر دے اور اگر غلبہ ظن کسی طرف نہو بلکہ شک ہو تو اوسکو
رکھ لینا جائز ہے اور ورع کی رو سے اوسکو نکالنا چاہیے اور یہ ورع موکدتر ہے کیونکہ
مال مشکوک ہے اور اوسکا رکھ لینا صرف اس اعتماد پر تھا کہ وہ مالک کے قبضہ مین ہے
اور اس سے ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ حلت کی وجہ غالب ہے مگر یہ وجہ اختلاط حرام
کی یقین کے بعد ضعیف ہو گئی اور یون بھی کہہ سکتے ہین کہ اصل تو حرمت ہے تو
ایسی ہی چیز لیوے جس مین غلبہ ظن حلال ہونیکا ہو اور یہان دونون طرفون مین
سے کسی کو ترجیح نہین اور ہمارے نزدیک فی الحال کوئی ترجیح معلوم نہین ہوتی تو
یہ صورت مسائل مشکلہ سے ہو گئی - اب اگر یہ کہو کہ یہ تو مانا کہ اوسنے یقینی بات کو اختیار
کیا لیکن جس مال کو وہ نکالیگا اوسکو کیا معلوم ہے کہ حرام وہی ہے شاید جو اوسکے
پاس بچیگا حرام وہی ہو تو ایسی صورت مین اوسکا حرام کو علیحدہ کرنا بیکار ہوا اور اگر
یہ صورت درست ہے تو یہ بھی درست ہونی چاہیے کہ جب ایک مردار نو ذبیحون مین
ملجاوے تو دسوان حصہ کل کا ہوا اس صورت مین وہ شخص جونسی ایک کو چاہے
حرام جانکر نکالڈالے اور باقی نو کو رہنے دے اور اونکو حلال جانے لیکن تم اسمین
یہ کہتے ہو کہ شاید حرام اونھین مین ہو جو اوسنے رکھ لی ہین بلکہ اگر وہ نو کو نکالڈالے
اور ایک رکھ لیگا تب بھی حرام کہتے ہو اسی احتمال سے کہ شاید مردار وہی ایک
تو یہان مال باقی کو کیسے حلال تبلاتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض جب
درست ہوتا کہ مال اور مردار کا ایکسا حال ہوتا حالانکہ مال تو عوض نکالنے سے حلال
ہو جاتا ہے اسلیے کہ معاوضہ مال پر جاری ہے اور مردار مین معاوضہ چل نہین سکتا
اسلیے دونون کا حکم جدا جدا ہوا اب اس اعتراض کے دفع کرنے کے لیے ہم فرض
کرتے ہین کہ ایک شخص کے پاس دو درم ہین جنمین سے ایک حرام ہے اور وہ
معلوم نہین کہ کونسا ہے حضرت امام احمد رح سے جو اس قسم کا سوال ہوا تو آپنے
فرمایا کہ دونون کو چھوڑ دے یہان تک کہ اوسکو معلوم ہو جاوے اور آپ نے

ایک برتن گرو رکھا تھا جب قرض ادا کیا تو مرتہن آپ کے سامنے دو برتن لے آیا اور کہا کہ مجکو معلوم نہین کہ آپ کا برتن کونسا ہے آپنے دونون کو نہ لیا مرتہن نے کہا کہ آپ کا برتن یہ ہے مجکو فقط آپ کا امتحان منظور تھا آپنے اوسکا قرض دیدیا اور برتن نہ لیا اور یہ آپ کا ورع تھا یہ بات واجب نہین مثلاً مسئلہ مذکورہ مین فرض کرو کہ اوس درم ثانی کا مالک معین اوسوقت موجود ہے توجب قابض نے اوسکو دونون درمون سے ایکدرہ دیدیا اور حقیقت حال کو جانکر راضی ہوگیا تو قابض کو دوسرا درم حلال ہوگیا اسلیے کہ وہ حال سے خالی نہین یا تو یہ درم جو مالک کو ملا خداے تعالی کے علم مین وہی ہے جو قابض نے اوس سے لیا تھا تب تو مقصود حاصل ہوگیا اور اگر وہ دوسرا درم ہے تو اس صورت مین ان دونون شخصون مین سے ہر ایک کا درم دوسرے کے پاس ہے تو احتیاط یہی چاہتی ہے کہ یہ ایک دوسرے سے بلفظ بیع معاوضہ کرلیں اور اگر نہ کرینگے تب بھی داد وستد سے ایک کا حق دوسرے کے حق سے مجرا ہوجایگا تو یہ ایسی صورت ہوئی کہ غاصب کے پاس سے مالک کا درم جاتا رہا اور اوسکا بعینہ ملنا دشوار ہوگیا تو تاوان کا مستحق ہوا ایس جو درم مالک کے پاس آیا وہ گویا تاوان اوسکے درم کا دوسرے شخص سے ملا ہے اور یہ صورت مالک کی جانب تو ٹھیک اسلیے کہ جسکی خاطر ضمان لیا جاتا ہے وہ شخص ضمان کا مالک بذور قبضہ کرنے کے ہوجاتا ہے کچھ منہ سے کہنے کی ضرورت نہین مگر قابض کیجانب یہ صورت نہین بنتی کیونکہ اوسکے پاس کا درم اگر خود اوسکا نہین تو اوسکی ملک میں داخل نہین ہوا مگر ہم کہتے ہین کہ اگر اوسنے خاص اپنا درم مالک کو دیدیا تو اوس کا بھی ایک درم مالک کے ہاتھ مین جاتا رہا جس کا بعینہ ملنا ممکن نہین تو وہ بھی ایسا ہی جیسا کھویا جاوے تو وہ درم جو اوسکے پاس رہا وہ خدا کے علم مین اوسی کا عوض رہا جو اوسکا کھویا گیا اگر واقع مین ایسا ہی ہوا ہے اور یہ مبادلہ خداے تعالی کے علم مین ہوجاویگا جیسے دو آدمی ایک دوسرے کا ایک درم ضائع کردین تو بدلہ ہوجاویگا اور کسی سے تاوان نہ لیا جاویگا بلکہ اگر اسی صورت مفروضہ مین دونون شخص اپنے اپنے ہاتھ کا درم دریا مین ڈالدین یا جلادین تو ایسا ہی ہے جیسے تلف کردیا اور کسی پر تاوان نہوگا کیونکہ ایک دوسرے کا حق مجرا ہوگیا تو ایسا ہی

اوس صورت مین حکم چاہیے جب کہ تلف نہ کیا ہو کیونکہ اس حکم کا قائل ہونا اس سے
اچھا ہے کہ یون کہا جائے کہ جو کوئی ایک درم حرام لیکر دس لاکھ مین دوسرے کے
ملادے تو سارا مال دوسرے شخص پر ممنوع التصرف ہو جائیگا اوس مین اوس کو
تصرف کرنا درست نہین تو دیکھو کہ اس مذہب مین کتنی دوری ہے اور جو حکم ہم نے
بیان کیا ہے اوس مین بجز اسکے اور کوئی بات نہین کہ لفظ بیع کو ترک کر دیا ہے حالانکہ
داد وستد بھی بیع ہے اور جو کوئی اوسکو بیع نہین کہتا تو ایسی جگہہ نہین کہتا کہ اوس مین
احتمال کو دخل ہو اس وجہ سے کہ فعل اوسکی دلالت کو ضعیف کر دیتا ہے اور جس جگہہ
کہ تلفظ ہو سکتا ہو اور بیان اور کا دینا اور اپنا لینا قطعاً مبادلہ کے لیے ہے اور بیع
ہو نہین سکتی اسلیے کہ مبیع نہ تو مشار الیہ ہے اور نہ بعینہ معلوم ہے علاوہ ازین بعض
صورتین ایسی ہین کہ وہ بیع کو قبول نہین کرتین جیسے مثلاً ایک رطل آٹا دوسرے کی
ہزار رطل آٹے مین ملا دے یا دوشاب خرما یا تر چھوہارے اسی طرح ملا دے اور
یہی حال ہر ایک چیز کا ہے جسکا ایک حصہ دوسرے کے بدلے مین بیع نہین کیا جاتا۔
اب اگر کوئی یون کہے کہ تمنے اس جیسی صورت مین اپنے حق کے موافق لے لینے کو
جائز رکہا ہے اور اوسکو بیع قرار دیتے ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ اوسکو ہم بیع قرار نہین دیتے
بلکہ یہ کہتے ہین کہ چونکہ وہ چیز عوض ہے اوس چیز کا جو دوسرے کے پاس سے
جاتی رہی اسلیے وہ اوسکا مالک ہو جائیگا جیسے کسی کے چھوہارے دوسرے شخص نے
تلف کر دیے اور مالک نے اوسی قدر تلف کنندہ کے لیلیے تو وہ اونکا مالک ہو جائیگا
اور یہ اوس صورت مین ہے کہ مال والا بھی اس بات پر اوسکا موافق ہو اور اگر
وہ موافق نہو اور یون کہے کہ مین تو ہرگز درم کوئی نہ لونگا بلکہ جو خاص میرا تھا وہی
لونگا اگر وہ رل ملگیا ہے تو مین نہ چھوڑتا ہون نہ معاف کرتا ہون اور تجھپر تیرا مال
بیکار کیے دیتا ہون کہ تو بھی تصرف نہ کرے تو اس صورت مین ہم کہتے ہین کہ قاضی
پر لازم ہے کہ اوس شخص کی طرف سے نائب ہو کر اوسکا حق دوسرے شخص کے
پاس سے قبضہ کرے تاکہ باقی مال اوسکو حلال ہو جاوے کیونکہ یہ حق والی کی
ہٹ دھرمی اور تنگ گیری ہے اور شریعت مین کہین ایسی تنگی وارد نہین ہوئی
اور اگر قاضی بھی نہ ملے تو مالک مال کو چاہیے کہ کسی شخص دیانتدار کو کہدے

کہ وہ حقدار کی طرف سے اوسکا حق قبض کرلے اور اگر ایسا شخص بھی نہ ملے تو وہ شخص خود متولی قبض ہوکر اوسکا حق اس نیت سے علیحدہ کردے کہ یہ اوسکو دیدونگا اس صورت مین یہ حق اوس حقدار کے لیے متعین ہو جائیگا اور باقی مال اوسکو حلال ہو جائیگا اور یہ بات مائعات کے مختلط ہو جانے کی صورت مین ظاہر اور لازم ترہے۔ اب اگر یہ کہو کہ اس تقریر کی بموجب چاہیے کہ حقدار کا حق اوسکے ذمہ اودھار ہوجاوے تو پھر اول جدا کرنیکی اور باقی مین تصرف کرنے کی کیا حاجت ہی پہلے ہی سے اوسکو لے لینا حلال ہونا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ بعض لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جبتک مقدار حرام کی رہے تب تک اوسکو اوس مین سے لینا حلال ہے مثلاً سو روپیہ مین اگر چار بیجا ہوین تو چھیانوے روپیہ تک لینا درست ہی اور کل کا لینا درست نہین اور نہ کوئی اوسکو جائز کہتا ہے اور بعض لوگون نے فرمایا ہے کہ جبتک مقدار حرام مال مین سے بسبب توبہ اور قصد ابدال کے جدا نہو جاوے اوسوقت تک اوسکو لینا درست نہین اور کچھ یہ کہتے ہین کہ دوسرے کو اوس شخص سے لینا درست ہے مگر اوسکو دینا نچاہیے اگر وہ اوس مال کو تصرف کرکے کسی اور کو دیگا تو گناہ اوسکے ذمہ ہوگا نہ لینے والے کے ذمہ لیکن کل مال کا لینا کسی نے تجویز نہین کیا اور یہ اسلیے کہ اگر مالک پیدا ہو تو وہ اوس سب مال مین سے اپنا حق لے سکتا ہے کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ شاید جو مجکو ملیگا وہ بعینہ میرا حق ہو اور جب قابض قدرحرام کو معین کردیگا اور غیر کا حق نکال کر علیحدہ کردیگا تو یہ احتمال جاتا رہیگا پس اس احتمال کی جہت سی اس مال کو دوسرے مال پر ترجیح دیجاویگی اور جو چیز کہ اقرب الی الحق ہوتی ہے اوسکو مقدم کیا کرتے ہین جیسے مثل کو قیمت پر مقدم کرتے ہین اور خود بعینہ چیز کو مثل پر مقدم کرتے ہین اسی طرح جسمین رجوع بمثل کا احتمال ہو وہ اوسپر مقدم ہوگی جس مین قیمت کی طرف رجوع کا احتمال ہو اور جس مین رجوع بالعین کا احتمال ہو وہ اوس سے مقدم ہوگی جس مین رجوع بالمثل کا احتمال ہو اور اگر بالفرض قابض کے لیے یہ بات درست ہووے کہ دوسرے کا مال اپنے ذمہ اودھار کرکے اوسکا حق صرف کرڈالے تو دوسرے درم والے کو بھی درست ہونا چاہیے کہ دونون درم لیکر تصرف کرڈالے اور قابض سے کہے کہ تیرے حق کو ادا کرنا دوسرے

جگہ سے یہ جز بے ذمہ ہی کیونکہ اختلاط تو دونون کی چیز کا ہی تو قابض کے لیے کون سی ترجیح
ہی کہ دوسرے سے اس باب مین مقدم کیا جاوے یا دوسرے کے مال کو فائت قرار
دیا جاوے ہان اگر کمتر بہت مین ملگیا ہو تو فرض کر سکتے ہین کہ تھوڑا بہت مین جاتا رہا
یا جسنے ملایا اوسکے اعتبار سے قرار دے سکتے ہین کہ یہ اپنے فعل سے دوسرے
کے حق کا تلف کرنے والا ہوا اور یہ دونون باتین یہان نہین اور یہ معاوضہ مثلی چیزون مین
واضح ہی اسلیے کہ مثلی چیزین اتلافات مین بدون عقد کے بھی عوض ہو جاتی ہین
لیکن جس صورت مین کہ کوئی مکان اور مکانون مین یا ایک غلام دوسرے غلامون مین مشتبہ
ہو جاوے تو اسمین سبیل بجز صلح اور تراضی کے اور کچھ نہین اور اگر وہ نمانے بدون
اس بات کے خاص اپنا ہی لے اور قابض سے یہ ہو نہ سکتا ہو اور دوسرا یہ چاہے کہ
قابض پر سب ملک اوسکی بیکار اور ملتوی کر دے تو اگر یہ مکانات ایک دوسرے کے
مثل ہون تب تو یہ طور ہی کہ قاضی سب مکانات کو بیچ کر حصہ رسد اونکی قیمت الکون
کو دے دے اور اگر مکانات قیمت مین مختلف ہون تو قاضی بیع کے طالب سے سب سے
نفیس گھر کے دام لیکر جو بیع نہین چاہتا تھا اوسکو ادنی کی قیمت حوالے کر دے اور جسقدر
بچ رہے اوسمین توقف کرے جبتک کہ مدعی بیان کرے یا آپس مین دونون صلح کرلین
اسلیے کہ یہ صورت مشکل ہی اور اگر قاضی نہ ملے تو جو شخص کہ اپنے آپ کو حرام سے
بچایا چاہتا ہی اور کل پر قابض ہی وہ خود اس امر کا کفیل ہو بہتری اسی مین ہی اور اسکے
سوا اور احتمالات ضعیف ہین جنکو ہم پسند نہین کرتے اور بیان سابق مین اسکی
وجہ بھی پائی جاتی ہی اور اختلاط مثلیات مین تو یہ امر ظاہر ہی اور نقدین اس سے کم ہی اور
اسباب مین دقیق تر ہی اسلیے کہ وہ ایک دوسرے سے بدل واقع نہین ہوتا
اسی لیے اوسمین بیع کی حاجت ہوئی - اب ہم کچھ مسائل لکھتے ہین جنسے
اس اصل کا بیان کامل ہو - **مسئلہ** ایک شخص کئی دوسرے شخصون کے ساتھ
مورث کا وارث ہی اور حاکم نے اونکے مورث کی کوئی زمین چھین لی تھی اب حاکم مذکور نے
وہی قطعہ اس شخص کو پھیر دیا تو وہ سب وارثون کا ہوگا اور اگر اس قطعہ کا نصف پھیر
اور اسکا حق بھی ترکہ مین نصف ہی ہی تب بھی دوسرے وارث اسکے شریک رہینگے
کیونکہ جو نصف اوسکا ہی وہ علیحدہ نہین ہی تاکہ یہ کہا جاوے کہ اوسکا نصف پھر آیا

اور باقی ضبط رہا اور بادشاہ کی نیت اور قصد سے بھی علیحدہ ہوگا اگر وہ نیت کرے کہ دوسرون کا حصہ ہی ضبط رکھونگا۔ مسئلہ جب ایک شخص کے پاس کسی ظالم بادشاہ سے لیا ہوا مال ہو اور وہ توبہ کرے اور مال مذکور کوئی زمین ہو جس سے کچھ پیدا وار اسکو ملا کرتا تھا تو چاہیے کہ جتنے دنون اسکا پیدا وار کھایا ہو اُتنے دنون کا کرایہ موافق معمول گرد و پیش کے مالک کو دیوے اسی طرح جس مال مغصوب مین سے نفع حاصل ہو سب کا حکم یہی ہے یعنی اسکی توبہ جبھی درست ہوگی کہ مغصوب کی اُجرت اپنے پاس نہ رکھیگا یا جو زیادتی اُسمین سے حاصل ہوئی ہو اُسکو مال مین سے علیحدہ نہ کردیگا اور غلامون اور کپڑون اور برتنون اور ایسی ہی اور چیزون کا کرایہ جنکے کرایہ دینے کی عادت نہو معلوم ہونا دشوار ہے اُسکا اندازہ صرف اٹکل اور تخمین پر منحصر ہے اور قیمت لگانا بہرحال اجتہاد ہی سے ہوتا ہے تو ایسی صورتون مین احتیاط یہ ہے تو زیادہ سے زیادہ اجرت لگالیوے اور مال مغصوب سے اگر نفع اسطرح حاصل ہوا ہو کہ چیزین اودھار خریدین اور اُنکا دام اُس مال مین سے ادا کیا تو وہ چیزین اُسکی ملک ہونگی مگر جس صورت مین کہ اُنکا ثمن حرام ہوگا تو اُنمین شبہہ ہوگا چنانچہ اُسکا حکم پہلے مذکور ہوا اور اگر مال مغصوب ہی دیکر معاملات کیے تھے تو وہ معاملے بالکل فاسد تھے اور بعض یہ کہتے ہین کہ اگر مالک مال اجازت دے دے تو وہ معاملات نافذ ہونگے اس صورت مین وہ چیزین مالک کی ہونگی نہ غاصب کی اور قیاس اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ معاملات فسخ ہو کر ثمن پھیرا جاوے اور جسکی جو چیز ہو وہ اُسکو حوالہ کیجاوے یا اُسکا عوض دیا جاوے اور اگر کثرت معاملات کی جہت سے یہ بات نہو سکے تو جتنا مال اُسکے قبضہ مین ہے سب حرام ہے مالک کو اُسکے راس المال کے موافق دیکر جتنا بچے اُسکو نکالنا واجب ہے تاکہ صدقہ کیا جاوے اور وہ نہ غاصب کو حلال ہے اور نہ مالک کو بلکہ اُسکا حکم اور حرام مالون کا سا ہے۔ مسئلہ جو شخص مال ارث مین پاوے اور یہ نہ جانے کہ اُسکے مورث نے اُسکو حلال وجہ سے حاصل کیا تھا یا بوجہ حرام اور کوئی علامت بھی نہین جس سے حلت یا حرمت معلوم ہو تو سب علما متفق ہین اس بات پر کہ وہ مال حلال ہے اور اگر اسکو یہ معلوم ہو یقینا کہ اُسمین حرام ہے اور مقدار حرام مین شک ہو تو اندازہ سے

قدر حرام علحدہ کر دے اور اگر حرام کے ہونے کا علم نہو مگر یہ جانتا ہو کہ مورث بادشاہون
کا عامل تھا اور احتمال ہو کہ اُسنے اپنے عمل مین کچھ نہین لیا یا لیا تھا مگر طول مدت کے
باعث اُسکے پاس نہین بچا تو یہ صورت شبہہ کی ہی اس سے ورع کرنا بہتر ہی واجب
نہین اور اگر اُسکو یہ معلوم ہو کہ مورث کا کسی قدر مال ظلم کی وجہ سے تھا تو اُسپر اُس
مقدار کا نکالنا لازم ہوگا اور بعض علما نے یہ فرمایا ہی کہ اُسپر نکالنا لازم نہین
اور گناہ مورث کے ذمہ ہی اور اپنی دلیل مین اس روایت کو بیان کیا ہی کہ ایک شخص
سلطان کا عامل مرگیا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ اب اسکا مال اُسکے وارث کے
حق مین طیب ہوگیا اور یہ روایت ضعیف ہی اسوجہ سے کہ صحابی کا نام نہین بیان کیا
شاید کسی ایسے شخص نے کہدیا ہو جو تساہل کرتے ہون کہ صحابہ مین ایسے بھی بعض
اشخاص تھے جو تساہل کیا کرتے تھے اور صحبت کی تعظیم کے باعث ہم اُنکا ذکر نہین کرتے
سوچنے کی بات ہی کہ جب مال مین حرام یقیناً مختلط ہو تو قابض کی موت سے وہ مباح
کیسے ہو جائیگا اور اسکا ماخذ کہان سے ہوگا ہان جس صورت مین کہ وارث کو معلوم
نہو تو یہ کہہ سکتے ہین کہ جس بات کا علم اُسکو نہین اُسکا مواخذہ اُس سے نہوگا
اس صورت مین جس وارث کو یہ علم نہوگا کہ اس مال مین یقیناً حرام ہی اُسکے لیے وہ
طیب ہوگا دوسرا بیان مال حرام کے صرف کرنے کے ذکر مین۔ جبکہ مال حرام کو
علحدہ کرے تو اب تین حال سے خالی نہین ایک یہ کہ اُس مال کا کوئی مالک معین ہی
اس صورت مین اُس مال کو مالک کو خواہ اُسکے وارث کو حوالہ کرنا چاہیے اور اگر وہ اُس
جگہ نہو تو اُسکے آنے کا انتظار کرنا چاہیے یا جس جگہ ہو اُس جگہ وہ مال اُسکو پہونچا دے
اور اگر اس مال مین کچھ زیادتی اور نفع ہو تو مالک کے آنے تک اُسکو بھی جمع
کر رکھے۔ دوسرے یہ کہ اُسکا مالک معین شخص نہین اور اُسکی تعیین سے یاس
ہو جاوے اور یہ بھی معلوم نہو کہ مرنے کے بعد اُسکا کوئی وارث بچا یا نہین
پس اس صورت مین مالک کو اُس مال کا پہونچنا ممکن نہین تو جبتک حال
خوب واضح نہو اُس مال کو رہنے دینا چاہیے اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ مالکون کی کثرت
کے باعث مال کا اُنکو واپس کرنا غیر ممکن ہوتا ہی جیسے مال غنیمت کی خیانت
کہ بعد غازیون کے متفرق ہو جانے کے اُنکو اکٹھا کیسے کرے اور اگر جمع بھی کر پاوے

تو ایک دینار کو مثلاً ایک دو ہزار شخصون کو کس طرح تقسیم کرے تو ایسے مال کو صدقہ کر دینا چاہیے
تیسرے یہ کہ وہ مال فی کا یا بیت المال کا ہی جو سب مسلمانون کے فائدہ کے لیے
ہوتا ہی تو اسکو پلون اور مسجدون اور سرایون اور مکہ معظمہ کی راہ کے چشمون وغیرہ
امور کی تیاری مین صرف کرنا چاہیے تاکہ جو مسلمان وہان کو گذرے اُنسے فائدہ اٹھاوے
اور مسلمانون کے لیے عام ہو جاوے۔ اور قسم اول کے حکم مین کچھ شبہہ نہین مگر دوسری
قسم کا حکم جو صدقہ کرنا اور تیسری مین پل وغیرہ بنانا یہ کام ایسے ہین کہ انکا کفیل قاضی
کو ہونا چاہیے تو اگر قاضی متدین ملے تو مال مذکور اُسکو حوالہ کرے اور اگر قاضی مال حرام کو
حلال جانتا ہوگا تو ایسے کو مال حوالہ کرنے سے مال کا تاوان اُسکے ذمہ رہیگا ایسی صورت
مین شہر والون مین سے کسی عالم متدین کو یہ کام سپرد کر دے یا قاضی کے ساتھ
اُسکو شریک کر دے کہ ایک سے دو بہتر ہین اور اگر یہ صورت بھی نہ بن پڑے
تو خود اپنے آپ اُن امور کا کفیل ہو کیونکہ غرض تو صرف کرنے سے ہی اور معین صرف
کرنے والے کی ضرورت اسلیے ہی کہ عوام کے مصالح کے دقائق اور مصارف کی
باریکیون سے ہر کوئی واقف نہین ہوتا تو جب ایسا شخص نہ ملے تو اصل صرف کر دینا
چھوڑنا نہ چاہیے ہان اگر واقف کار اور دیانت دار میسر ہو تو اُسکا ہونا اولے ہی
اب اگر یہ کہو کہ حرام چیز کے صدقہ کرنے کے جواز کی دلیل کیا ہی اور جس چیز کا آدمی
مالک نہین اُسکو صدقہ کیسے کریگا علاوہ ازین کچھ لوگون کا مذہب یہ ہی کہ مال حرام
سے صدقہ دینا درست ہی نہین چنانچہ فضیل رح سے منقول ہی کہ اُنکے پاس دو درم
آگئے جب اُنکو معلوم ہوا کہ یہ بےوجہ کے ہین تو اُنکو پتھرون مین پھینکدیا اور فرمایا
کہ مین صدقہ بجز مال طیب کے اور کسی چیز کا نہ دونگا اور دوسرے کے لیے وہ چیز نہین
پسند کرتا جسکو مین اپنے لیے ناپسند کرون تو اُسکا جواب یہ ہی کہ مال حرام کو صدقہ
نہ کرنے کی وجہ اور احتمال ہی مگر ہمنے اُسکا خلاف حدیث اور اثر اور قیاس کے لحاظ سے اختیار
کیا حدیث یہ ہی کہ جو بکری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھنی ہوئی پیش ہوئی تھی
اور آپ سے بولی تھی کہ مین حرام ہون تو آپ نے اُسکے لیے تصدق کا ارشاد
کیا تھا یعنے یہ فرمایا کہ اسکو قیدیون کو کھلا دو اور نیز جب یہ آیت اُتری الٓمّٓ ۝
غُلِبَتِ الرُّومُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ تو کفار نے

احمد ابوداؤد بروایت مروی از انصار قمار بر ... روم ...

آپ کو جھٹلایا اور حضرت صدیق اکبر رض سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں تمہارے یار کیا
فرماتے ہیں یون ارشاد کرتے ہین کہ روم عنقریب غالب ہوگی پس حضرت صدیق اکبر رض
نے باجازت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اون سے شرط بدی تھی اور جب اللہ تعالی
نے اونکو سچا کیا تو حضرت صدیق رض جو کچھ شرط مین جیتے تھے کفار سے لیکر آپ کی
خدمت مین لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ حرام ہے اونھون نے
اوسکو خیرات کردیا اور مسلمان اللہ تعالی کی نصرت عطا فرمانے سے خوش ہوئے اور جوے
کی حرمت بعد کو اوتری یعنے آپ حضرت صدیق رض کو کفار سے شرط بدنے کی اجازت
دے چکے تھے اوسکے بعد قمار کی حرمت نازل ہوئی۔ اور اثر اس باب مین یہ ہے
کہ حضرت ابن مسعود رض نے ایک لونڈی خریدی مگر اوسکا مالک پھر نہ ملا کہ اوسکو ثمن
حوالہ کرتے آپنے اوسکی بہت تلاش کی کہین نہ ملا پھر آپنے ثمن خیرات کردیا اور کہا
کہ الہی یہ مین اوسکے مالک کی طرف سے دیتا ہون اگر وہ راضی ہو تو خیر ورنہ اس کا
ثواب ہمکو ملے۔ اور حضرت حسن بصری رح سے پوچھا گیا کہ ایک شخص نے مال غنیمت
مین خیانت کی اور بعد لشکر کے متفرق ہونیکے توبہ کی تو اوس مال کو کیا کیا جاوے
فرمایا کہ خیرات کردیا جاوے۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص کے دل مین بدی آئی
اوسنے مال غنیمت سے سو دینار چرائے پھر امیر لشکر کی خدمت مین اونکو لیکر گیا
کہ یہ مجھ سے قصور ہوا تھا اب انکو لیجیے اونھون نے فرمایا کہ لشکر متفرق ہوگیا
مین نہین لونگا وہ شخص امیر معاویہ رض کے پاس آیا اونھون نے بھی وہ دینار نہ لیے
تب وہ ایک عابد کے پاس گیا اوسنے کہا کہ اس مال کا پانچوان حصہ امیر معاویہ
کے حوالہ کر اور باقی کو خیرات کر امیر معاویہ نے جو اوسکا قول سنا تو افسوس کیا
کہ ہمکو یہ نسوجھی اور احمد بن حنبل اور حارث محاسبی اور کچھ اہل ورع کا مذہب یہی ہے
اور قیاس اس باب مین یہ ہے کہ اس مال کا دو حال مین سے ایک حال ضرور ہونا چاہیے
یا تو تلف کیا جاوے یا کسی مصرف خیر مین صرف کیا جاوے اسلیے کہ اوس کے
مالک کے ملنے کی تو توقع ہے اور یہ ظاہر ہے کہ سمندر مین ڈالدینے کی نسبت کار خیر مین
اوسکا صرف کرنا بہتر ہے کیونکہ اگر بالفرض ہمنے اوسکو دریا مین ڈال دیا تو اپنے آپ
سے بھی کھویا اور مالک سے بھی اور اوس سے کچھ فائدہ نہوا اور اگر کسی فقیر کو دیدینگے

تو وہ مالک کے لیے دعا کریگا پس مالک کو اوسکی دعا کی برکت پہنچیگی اور فقیر کی حاجت روائی ہوگی اور صدقہ مین مالک کو بدون اوسکے اختیار کے ثواب ملنے کا انکار نہین چاہیے کیونکہ حدیث صحیح مین ہے کہ کشتکار اور درخت لگانیوالے کو اوسکی کھیتی اور پھلون مین سے جسقدر آدمی اور پرند کھاتے ہین ثواب ملتا ہے اور یہ اونکے بدون اختیار ہی ہے اور یہ جو قول نقل کیا کہ صدقہ بجز مال طیب کے اور کا نہ دونگا تو یہ اوس صورت مین ہے کہ ہم اپنے لیے ثواب کے خواہان ہون اور یہان تو صورت یہ ہے کہ ہم اس مظلمہ سے چھوٹنے کے طالب ہین ثواب کے خواہان نہین اور مال کے تلف کر ڈالنے اور خیرات کر دینے مین متردد ہین اور خیرات کی جانب کو ضائع کرنے کی جانب پر ترجیح دیتے ہین اور یہ جو کسی کا قول تھا کہ ہم غیر کے لیے وہی پسند کرتے ہین جو اپنے لیے پسند کرتے ہین تو یہ ٹھیک ہے مگر مال مذکور ہمپر حرام ہے کہ ہمکو اوسکی حاجت نہین اور فقیر کے لیے حلال ہے کیونکہ دلیل شرعی نے اوسکو حلال کیا ہے اور جب کہ مصلحت مقتضی حلت کی ہوئی تو حلال کہنا واجب ہے اور جس صورت مین کہ وہ مال فقیر کو حلال ہوا تو ہم اوسکے لیے حلال ہی کو پسند کرتے ہین اور کہتے ہین کہ اوسکو جائز ہے کہ اوس مال کو اپنے نفس اور عیال پر تصدق کرے بشرطیکہ فقیر ہو اہل وعیال پر تصدق تو اسلیے کہ اونکے اہل وعیال مین ہونے سے اوسکی فقیری جاتی نہین رہتی بلکہ اوپر تصدق کرنا اور اونکی نسبت کر بہتر ہے اور چونکہ وہ خود بھی فقیر ہے اسلیے اوسکو بھی اوس مین سے بقدر حاجت لینا جائز ہے اگر بالفرض اوس مال کو کسی فقیر کو دیتا تو درست ہوتا تو جب وہ خود ہی فقیر ہے تب اپنے نفس پر بھی تصدق کرنا جائز ہونا چاہیے اب اس اصل کے بیان مین بھی ہم چند مسئلے لکھتے ہین - مسئلہ جب کسی شخص کے ہاتھ مین بادشاہ کے پاس سے کوئی مال پہونچے تو بعض یہ فرماتے ہین کہ اوس مال کو بادشاہ ہی کو واپس کردے کیونکہ بادشاہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ کسکو دینا چاہیے اور یہ واپس کرنا اوس مال کے خیرات کرنے سے بہتر ہے اور محاسبی نے اسی کو اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ اوسکو خیرات کیسے کریگا شاید اوسکا کوئی مالک معین ہو اور اگر ایسے مال کو صدقہ کر دینا درست ہو تو یہ بھی درست ہونا چاہیے کہ بادشاہ کے یہان سے کوئی چیز چرا کر صدقہ کر دے - اور بعض یہ فرماتے ہین کہ اگر یہ جانے

ح بخاری عن عائشہ وانس ۱۲

کہ بادشاہ وہ مال اوسکے مالک کو نديگا تو اس صورت مین اوسکو خیرات کردے کیونکہ بادشاہ کو دینے مین ظلم پر اعانت اور اسباب ظلم کو زیادہ کرنا ہوگا اور مالک کا حق برباد جاویگا - اور بہتر یہ ہے کہ آدمی جب بادشاہ کی عادت جانتا ہو کہ وہ مال حوالہ مالک نہ کریگا تب تو مالک کی طرف سے خیرات کردے کیونکہ اگر اوسکا کوئی مالک معین ہوگا تو اوسکے حق مین بادشاہ کو واپس کرنے کی نسبت یہی بہتر ہے اس لیے کہ بادشاہ کو دینا تو ضائع کرنا اور ظلم پر اعانت کرنا ہے اور مالک کو جو فقیر کی دعا کی برکت ہوتی اوس سے محروم کرنا اور اگر مالک معین نہ ہو بلکہ وہ مال حق مسلمانون کا ہو تب بھی بادشاہ کو واپس کرنا اوسکا ضائع کرنا ہے اور اگر بادشاہ کے پاس کا مال اوسکو میراث مین پہونچا ہو یا خود اوسنے بادشاہ سے حاصل کرنے مین تعدی کی ہو تو اوسکا حال پڑی چیز پانے کا سا ہے جس کا مالک نامعلوم ہو اوس کو بھی مالک کی طرف سے تصدق کرسکتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ پڑی چیز کا مالک خود بھی ہوسکتا ہے گو تو انگر ہو باین لحاظ کہ اوسکو مباح وجہ سے حاصل کیا ہے یعنی پڑی ہوئی کو اوٹھا لیا ہے اور صورت مفروضہ مین چونکہ مال وجہ مباح سے نہین آیا اسلیے خود مالک بننے سے منع کرنا اور تصدق کو جائز رکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے - مسئلہ جب کسی آدمی کے ہاتھ ایسا مال لگ جاوے جس کا کوئی مالک نہو اور رہنے اس صورت مین یہہ جائز رکھا ہے کہ وہ شخص اپنی مفلسی کے باعث اوس مین سے حاجت کے مقدار لیوے تو اب مقدار حاجت مین بحث ہے جس کو ہمنے باب اسرار زکوۃ مین ذکر کیا ہے یعنے بعض یون فرماتے ہین کہ اوس مین سے اسقدر لے کہ برس روز تک اوسکو اور اوسکے عیال کو کافی ہو اور اگر یہ کرسکے کہ اوس سے کوئی زمین خرید لے یا کوئی تجارت کر کر جس سے گذر عیال کی ہوسکے تو یہی کرے اور اس بات کو محاسبی نے پسند کیا ہے لیکن یہ فرمایا ہے کہ اگر اپنے نفس مین توکل کی طاقت دیکھے تو کل مال خیرات کردے اور خدا تعالی کے لطف کا امیدوار ہو کہ وہ اپنے فضل سے مال حلال عنایت فرماوے اور اگر توکل نہو سکے تو اوسکو جائز ہے کہ اوس مال سے کوئی زمین خرید کرے یا تجارت مین لگاوے جس سے بسر اوقات ممکن ہو اور جس روز کمین سے حلال کھانا ملے اوس روز اوسمین سے نہ کھاوے جب وہ حلال ہو چکے تب پھر اوسمین سے

کھاوے پھر اگر مال حلال ہی گذر کے لیے معین ہو جاوے تو جتنا مال حرام مین سے پہلے کھا چکا ہوا وسقدر خیرات کر دے اور وہ اوسکے ذمہ قرض ہیگا اور اوسمین سے کھانے مین بھی یہ دستور رکھے کہ اگر ہوسکے تو صرف روٹی کھاوے گوشت نہ کھاوے اور اگر گوشت کھاوے تو چٹنی کی طرح کھاوے نہ آسایش اور وسعت کے طور پر۔ یہ قول محاسبی کا بہت خوب ہے اسکا کیا کہنا ہے مگر یہ جو کہا کہ جسقدر کھا چکا ہوا وسکو اپنے ذمہ قرض کر لے اس مین کلام ہے اور واقع مین ورع اسی بات کا مقتضی ہے کہ اوسکو قرض جانے اور جب وجہ حلال کا مال ملے تو اوس مین سے وتنا ہی تصدق کر دے لیکن گفتگو وجوب مین ہے کہ جس فقیر کو خیرات دیتا ہے اوسپر تو قرض واجب نہین ہوتا تو یہ شخص خود اگر مفلسی کے باعث کچھ لیگا تو اسکے ذمہ واجب کیسے ہوگا خصوصا ایسی صورت مین کہ مال مذکور اوسکو میراث مین ملا ہوا اور اوسنے خود کسی پر غصب اور تعدی نہ کی ہو تو اوسپر ایسا سخت حکم کیونکر ہوگا۔ مسئلہ جب کسی شخص کی ملک مین مال حلال اور حرام یا شبہہ کا ہو اور کل مال اوسکی حاجت سے زائد نہو تو اگر وہ شخص عیالدار ہو تو چاہیے کہ خاص اپنے او پر مال حلال خرچ کرے کیونکہ آدمی سے خاص اپنے نفس کی بازپرس زیادہ ہے بہ نسبت غلامون اور عیال اور چھوٹے بچون کے اور بالغ اولاد کو حرام سے محفوظ رکھے بشرطیکہ نوبت اس سے بڑھکر کسی خرابی کی نہ پہونچتی ہو اور اگر پہونچتی ہو تو اونکو بقدر حاجت کھلاوے حاصل یہ کہ جو بات غیر کے حق مین ممنوع ہے وہ خود اوسکے حق مین بھی ممنوع اور ایک چیز زیادہ ہے یعنے یہ باوجود علم کے کھاتا ہے عیال کو تو عذر بھی ہے کہ ہم کو معلوم نتھا اور نہ ہمارے اختیار مین تھا اسلیے چاہیے کہ حلال کو پہلے اپنے اوپر صرف کرے پھر عیال پر اور جب اپنے اخراجات ہی مین تردد ہو کہ کھانے اور کپڑے مین حلال مخصوص کرے یا اور کامون مین مثلا نائی اور دھوبی اور رنگریز کی اجرت اور تیل ملنا اور مکان بنانا اور جانورون کا گھاس دانہ خریدنا اور تنور گرم کرانا اور لکڑی کا دام اور جلانے کے تیل کا دام اور دوسرے خرچ اسی طرح کے سب مین حلال صرف کرنا چاہیے تو اس صورت مین اول غذا اور لباس مین حلال کو خاص کرنا چاہیے اسلیے کہ جو چیز بدن سے متعلق ہے اور بدون اوسکے کچھ مفر نہین اوسکا حلال ہونا انسب ہے اب اگر غذا اور لباس مین

پوچھا جاوے کہ کونسی چیز مین حلال کا ہونا زیادہ اچھا ہے تو ایک احتمال یہ ہے
کہ غذا کو کہ مین اس وجہ سے کہ غذا گوشت اور خون مین ملتی ہے اور جو گوشت حرام
سے بڑھتا ہے بموجب روایت حدیث کے آتش دوزخ اوسکو زیادہ لائق ہے
اور لباس سے اتنا فائدہ ہے کہ برہنگی کا چھپانا اور گرمی سردی کا دور کرنا اور ظاہر بدن
لوگون کی نظرون سے پوشیدہ رکھنا مگر جزو بدن نہین ہوتا اسلیے ہماری نزدیک
ظاہر تر یہ ہے کہ غذا مین حلال کا ہونا مقدم ہے اور حارث محاسبی رح کا قول ہے
کہ لباس مین صرف حلال مقدم چاہیے اسلیے کہ وہ مدت تک رہتا ہے اور غذا جلد
فضلہ ہو کر جاتی رہتی ہے اور حدیث مین آچکا ہے کہ اللہ تعالی اوس شخص کی نماز
نہین قبول کرتا جسکے بدن پر کپڑا اوس کی خرید ہوا اور اوسمین ایک درم حرام کا ہو
تو یہ بھی ایک احتمال ہے مگر اسی طرح کی وعید اوس شخص کی باب مین بھی ہے
جسکے پیٹ مین حرام ہو اور اوسکا گوشت حرام سے پیدا ہوا ہو اس بات کا لحاظ کرنا
کہ گوشت اور ہڈی مال حلال سے پیدا ہو تو بہتر ہے اور اسی وجہ سے حضرت صدیق رض
نے جو نادانستہ پی لیا تھا اوسکو قے کر دیا تاکہ اوس سے گوشت نبکر ثابت اور پایدار
نہو جاوے - اب اگر یون کہو کہ سب طرح سے خرچ کرنے مین غرض اوسکی نکلتی ہی
تو پھر اپنے اوپر اور غیر پر خرچ کرنے مین کیا فرق ہوا اور غذا مین اور دوسرے مصارف
مین خرچ کرنا کیسے علیحدہ ہوا اور یہ فرق کہان سے معلوم ہوا تو اسکا جواب یہ ہے
کہ یہ فرق اس روایت حدیث سے معلوم ہوا کہ جب حضرت رافع بن خدیج کی وفات
ہوئی تو انھون نے اپنے ترکہ مین ایک غلام پچھنے لگانیوالا اور ایک اونٹ پانی لانیوالا چھوڑا
لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حال کہا تو آپنے اوس غلام کی کمائی سے
منع فرمایا کئی بار آپ سے سوال ہوا آپنے اوسکی اجرت سے ممانعت ہی فرمائی لوگون
نے عرض کیا کہ متوفی کے یتیم اوسکی کمائی کھا مین آپنے فرمایا کہ اوسکی کمائی
اونٹ پانی لانیوالے کو کھلا دو تو اس سے معلوم ہوا کہ مال حرام کو خود کھانے
اور اپنے جانور کے کھلانے مین فرق ہے تو جب فرق کا طریق واضح ہو گیا تو جو
تفصیل ہمنے ذکر کی ہے اوسکو اسپر قیاس کر لو - مسئلہ جس شخص کے پاس مال
حرام ہے اگر اوسکو وہ فقیرون پر خیرات کرے تو جائز ہے کہ خوب فراخی کے ساتھ

اونکو دیوے اور جب اپنے نفس پر خرچ کرے تو چاہیے کہ جسقدر ہو سکے تنگی کرے اور
اگر اپنے عیال پر خرچ کرے تو نہ تنگی برتے نہ فراخی بلکہ متوسط طور پر خرچ کرے تو اس
صورت مین تین مرتبے اوسکے خرچ کے ہو جاوینگے یعنے اگر کوئی مہمان اوسکے یہان
آئے اور وہ مفلس ہو تو اوسکو خوب کھلاوے اور اگر غنی ہو تو اوسکو کچھ نہ کھلاوے
ہان اگر جنگل مین ہو اور رات کو آوے اور کوئی چیز اوسکو میسر نہ آوے تو کھلانے کا مضائقہ نہین
اسلیے کہ اس وقت مین وہ فقیر ہے گو تو انگر ہے تو کیا ہوا اور اگر جو مہمان آیا ہی وہ متقی ہی
ایسا کہ اگر جان جاویگا تو کھانیسے احتراز کریگا تو اوس سے حقیقت حال کہدے اور کھانا
سامنے رکھدے تا حق مہمانی بھی ادا ہو اور دھوکا بھی نہ دیا جاوے کیونکہ جس چیز کو
اپنے آپ مکروہ جانتا ہے اوس سے مسلمان بھائی کی تواضع نکرنی چاہیے اور یہہ
بھروسا نکرنا چاہیے کہ اوسکو تو معلوم نہین تو اوسکو ضرر بھی نکریگا اسلیے کہ حرام جب
معدہ مین جگہہ پکڑتا ہے تو سختی دل مین اثر ضرور کرتا ہے اگرچہ کھانیوالے کو معلوم نہو
اور یہین وجہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رض نے جو کچھ پیا تھا اوسکو قے کر ڈالا
حالانکہ نادانستگی مین پیا تھا اور اس مال کو اگرچہ ہم نے فتوی دیا ہے کہ فقیرون کیلیے
حلال ہے مگر حاجت کے سبب سے اوسکو حلال کہا ہے تو اوسکا حال مثل سور اور
شراب کے جاننا چاہیے کہ حالت اضطرار مین حلال کہا کرتے ہین یہ نہین کہ مال طیب
مین ملجاوین ــ مسئلہ جس صورت مین کہ مال حرام یا شبہہ کا کسی شخص کے والدین
کے قبضہ مین ہو تو چاہیے کہ اونکے ساتھ کھانا چھوڑدے اور اگر وہ ناراض ہون تو حرام محض
کی صورت مین اونکا کہنا نمانے اسلیے کہ خدا تعالی کی نافرمانی مین کسی مخلوق کی
فرمانبرداری نکرنی چاہیے اور اگر مال شبہہ کا ہو تو کھانا نہ کھانا ورع مین داخل ہے
اور اسکے مقابل یہہ ہے کہ ماباپ کی رضاجوئی بھی ورع بلکہ واجب ہی اس صورت مین
اگر احتراز کرے تو ایسی طرح کرے کہ اونکو ناگوار نہ گذرے اور اگر یہ نہو سکے تو کھانے مین
شریک ہو جاوے مگر تھوڑا کھاوے اسطرح کہ چھوٹے چھوٹے لقمے لیکر دیر تک
چباتا رہے اور بھائی اور بہن کا حق بھی موکد ہے اونکے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ
چاہیے اسی طرح اگر مادر مشفقہ کوئی شبہہ کا کپڑا اوسکو پہناوے اور واپس کرنیسے
ناراض ہوتی ہو تو چاہیے کہ اوسکو قبول کرکے اوسکے سامنے پہن لے اور اوسکے

پیٹھ پیچھے نکالڈالے اور اس باب مین کوشش کرے کہ اوس کپڑے سے نماز نہ پڑھی
اور اگر والدہ کے سامنے پڑھے تو مجبورانہ پڑھے اور جب ورع کے اسباب ایک دوسرے
کے معارض ہون تو ان دقائق کی تلاش ضرور ہے اور بشر حافی کا حال کہتے ہین
کہ اونکی ماں نے اونکو ایک ترچھو ہارا دیا اور کہا کہ تجھے میرے حقوق کی قسم اسکو کھالے
اور وہ اوسکو اچھا نہ سمجھتے تھے اونھون نے کھا کر بالاخانہ کا قصد کیا اونکی ماں بھی پیچھے
گئی وہان چڑھکر دیکھا تو قے کر رہے ہین غرض کہ اونھون نے چاہا کہ ماں بھی راضی رہے
اور معدہ بھی بچا رہے چنانچہ حضرت امام احمد سے کسی نے کہا کہ بشر حافی سے یہ مسئلہ
پوچھا گیا کہ شبہہ کے مال مین والدین کی اطاعت ہے یا نہین تو اونھون نے جواب دیا
کہ نہین امام احمد نے فرمایا کہ سخت جواب ہے پھر اون سے سائل نے کہا کہ محمد بن
مقاتل عبادانی سے جو یہ مسئلہ پوچھا تھا تو اونھون نے یہ فرمایا تھا کہ والدین کی اطاعت
کرنی چاہیے اب آپ کیا فرماتے ہین امام صاحب نے فرمایا کہ جب دو شخصون کے
قول کو سن چکے تو مجھے معاف رکھو پھر فرمایا کہ بہت بہتر ہو جو دونون باتون کی مدارات
کر دیجیے شبہہ سے بھی احتراز رکھو اور والدین کی اطاعت بھی ہو جاوے **مسئلہ**
جس شخص کے پاس مال حرام محض ہو تو اوسپر حج واجب ہے اور نہ کفارہ مالی اوسکو
دینا چاہیے اسلیے کہ مفلس ہے اور مفلس پر حج ہے نہ مالی کفارہ اسی طرح زکوۃ بھی
اوسپر واجب نہین کیونکہ زکوۃ کے یہ معنے ہین کہ مثلاً مال کا چالیسوان حصہ نکالنا
واجب ہو اور یہان تو کل کا نکالنا واجب ہے کہ خواہ اوسکے مالک کو پہونچا دے اگر جانتا ہو
اور اگر مالک کو نجانتا ہو تو فقیرونکو دیڈالے لیکن جس صورت مین کہ آدمی کے پاس شبہہ کا مال
ہو کہ حلال ہونے کا احتمال بھی رکھتا ہو تو اوس مال کو اگر اپنے پاس رکھیگا تو اوسکی
حلت کے احتمال سے حج اوسپر واجب ہو جاویگا اور بدون مفلسی کے ساقط نہ ہوگا
اور اس صورت مین اوسکی مفلسی ثابت نہین اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَلِلّٰہِ عَلَى
النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا اور چونکہ جس صورت مین مال کی حرمت
ظن غالب سے معلوم ہوتی ہے اوس مین حاجت سے زائد مال کو تصدق کرنا
واجب ہوتا ہے اسلیے زکوۃ کا وجوب اوسپر بطریق اولی ہونا چاہیے اور اگر کسی کفارہ
کا دینا اوسکو لازم آوے تو بردہ بھی آزاد کر دے اور روزے بھی رکھے تاکہ یقیناً

کفارہ ادا ہو جاوے اور کچھ لوگوں نے تو دونوں باتیں کرنے کو اوسپر واجب کہا ہے
اور بعض یہ کہتے ہیں کہ اوسکو روزے رکھنے لازم ہیں کھانا کھلانا یا بردہ آزاد کرنا لازم نہیں
اسلیے کہ جیسی تونگری چاہیے وہ اوسکو حاصل نہیں اور محاسبی کہتے ہیں کہ کھانا کھلانا بھی
کافی ہے اور ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ جس شبہہ میں ہمنے حکم دیا ہے کہ اوس سے
احتراز کرنا واجب ہی اور اوسکو اپنے قبضہ سے باہر کرنا لازم ہا یں وجہ کہ احتمال حرمت
اوسپر غالب ہو تو ایسے شبہہ میں تو روزوں اور کھانا کھلانے میں جمع کرے روزے
تو اسلیے کہ وہ شخص مفلس کے حکم میں ہے اور کھانا کھلانا اس وجہ سے کہ اوسپر سب کا
تصدق کرنا واجب ہی اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ مال اوسکا ہو تو کفارہ لازم ہونا چاہیے
مسئلہ جس شخص کے پاس مال حرام ہو اور اوسکو اپنی حاجت کیلیے روک رکھا ہو
وہ اگر نفل حج کرنا چاہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر پیادہ پا جا سکتا ہے تب تو کچھ مضائقہ نہیں
اسلیے کہ وہ اوس مال کو بے عبادت بھی کھاتا ہے تو عبادت میں کھانا اولی ہے
اور اگر پیادہ نہیں چل سکتا سواری کا محتاج تو ایسی حاجت کے لیے اوس مال میں
سے لینا جائز نہیں جیسے کوئی شخص شہر میں رہکر اگر مہمات عیال اور حقوق مالیہ کی
بجا آوری میں تنگدست ہو تو اوسکو سواری کا خریدنا جائز نہیں اور اگر اوس شخص کو یہ توقع ہو
کہ اگر چندے قیام کرونگا تو مال حلال میسر ہو جاویگا کہ پھر بقیہ حرام کی حاجت
نرہیگی تو مال حرام لیکر پیادہ حج کو جانے سے یہ بہتر ہے کہ حلال کی توقع میں ٹھہرا رہے
مسئلہ جو شخص حج واجب کیلیے ایسا مال لیکر جاوے جس میں شبہہ ہو تو یہ
کوشش کرے کہ غذا مال طیب ہی کھائے اور اگر تمام راستہ میں نہو سکے تو جب سے
احرام باندھے اوس وقت سے حلال ہونے تک غذار طیب کی فکر کرے اور اگر
یہ بھی نہو سکے تو اتنا ہی کرے کہ عرفہ کے روز خداے تعالی کے سامنے کھڑا ہونا
اور دعا مانگنی ایسی طرح نہو کہ غذا بھی حرام ہو اور لباس بھی حرام بلکہ یہ کوشش کرے
کہ اوسدن نہ اوسکے معدہ میں حرام ہو اور نہ بدن پر اسلیے کہ اگرچہ ہمنے مال مشتبہ
کو حاجت کیلیے جائز بتایا ہے تاہم وہ جواز ضرورت کیلیے ہے اوس سے یہ
غرض نہیں کہ مال مذکور طیب ہو اور اگر یہ بھی نہ بن سکے تو اپنے دل میں خوف
اور غم اس بات کا رکھے کہ جو مال طیب نہیں اوسکو میں اضطرارا اور مجبوری سے

کہتا ہون شاید اس خوف و غم سے اللہ تعالی نظر عنایت فرماوے اور خطا کو معاف کر دے۔ یہ مسئلہ حضرت امام احمدؒ سے ایک شخص نے یہ مسئلہ پوچھا کہ میرا باپ مرگیا اور اوسنے مال چھوڑا ہے اور وہ ایسے لوگون سے معاملات کرتا تھا جن سے معاملہ کرنا مکروہ ہے تو مین اب کیا کرون آپنے فرمایا کہ جسقدر اوسکو نفع ہوا ہو اوسکو چھوڑ دے اور باقی لے۔ اوسنے عرض کیا کہ اوسکا کچھ قرض اور اون کے ذمہ اور کچھ دوسرون کا اوسکے ذمہ ہے آپنے فرمایا کہ اوسکے ذمہ کا ادا کر دے اور اوس کا لہنا وصول کرے اوسنے پوچھا کہ آپ اسکو جائز جانتے ہین آپنے فرمایا کہ تو تیری مرضی یہ ہے کہ وہ اپنے قرضہ مین پھنسا رہے اور یہ جواب امام صاحب کا درست ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انکل سے مقدار حرام کو نکال ڈالنا اونکے نزدیک درست ہے کیونکہ فرمایا کہ مقدار نفع کو نکال ڈال اور ایک یہ کہ راس المال کی چیزین آپکے نزدیک مالک مالک ہوگئین اسطرح کہ فاسد معاملات مین جو اوسنے اونکا عوض دیا اور تصرف بہت سے ہوئے اور واپس کرنا اصل مالکون کو دشوار پڑا تو تقابل اور مجرائی کے طور پر وہ اوس شخص کی ملک مین آگئین کہ اور وں کے پاس اوسکی چیزگئی اور اوسکے پاس اورونکی آگئی اور قرض ادا کرنے مین اونھون نے اس بات پر اعتماد کیا کہ قرض یعنی ہر شبہہ کی سبب سے اوسکو ترک کرنا نہین چاہیے

پانچوین فصل اس ذکر مین کہ بادشاہون کے روزینون اور انعامات مین سے کونسی حلال ہین اور کون سے حرام۔ واضح ہو کہ جو شخص بادشاہ سے کوئی مال لے اوسکو دو باتین دیکھنی ضرور ہین اول یہ کہ وہ مال بادشاہ کے پاس کس آمدنی کی مد سے آیا دوسرے اپنی صفت جس سے کہ مستحق مال کے لینے کا ہوا اور یہ کہ جو مقدار لیتا ہے اگر اوسکو بلحاظ اپنے حال اور دوسرے اپنے جیسے مستحقون کے حال کے دیکھا جاوے تو اوسی مقدار کا خود مستحق ہے یا نہین اس لیے اس فصل کو دو بیانون مین لکھتے ہین۔

بیان اول بادشاہ کی آمدنی کی مدات کے ذکر مین۔ زمین لاوارث کو قابل زراعت کرنے کے سوا جو مال کہ بادشاہ کو حلال ہے اور رعیت اوسمین شریک ہے وہ دو قسم ہے اول قسم وہ ہے جو کفار سے لیا جاوے جیسے غنیمت جو لڑائی جیتنے سے ہاتھ لگے اور سنے جو بدون لڑائی ہاتھ لگے اور جزیہ اور صلح کے اموال جو شرائط کے بموجب

لیے جاتے ہین - دوسری قسم وہ ہے جو مسلمانون سے بادشاہ کے ہاتھ لگے اس قسم کی آمدنی سے صرف دو طرح کے مال اوسکو حلال ہین اول وہ میراث یا مال جسکا کوئی وارث نہ ٹھہرے دوم وقف کا مال جس کا کوئی متولی نہو اور صدقات تو اس زمانہ مین لیے نہین جاتے کہ اونکا حال لکھا جاوے اور ان دونون کے سوا جتنے خراج یا ڈانڈ کہ مسلمانون سے لیے جاتے ہین اور مال رشوت سبکے سب حرام ہین پس اگر بادشاہ کسی فقیہ وغیرہ کے لیے کوئی جاگیر یا انعام یا خلعت لکھے تو آٹھ حال سے خالی نہین یا تو جزیہ کی آمدنی پر لکھیگا یا لاوارثی میراث پر یا اوقاف پر یا اپنی ملک پر جسکو قابل زراعت کیا ہے یا اپنی زرخرید ملک پر یا اوس عامل پر جو مسلمانون سے خراج لیتا ہے یا کسی سوداگر پر یا خزانۂ خاص پر اب ہر ایک کا حال سننا چاہیے اول جزیہ ہے جس کے چار خمس مسلمانون کی مصلحتون کے لیے ہین اور ایک خمس مصارف معینہ کے واسطے تو اگر بادشاہ ان مصارف کی خمس پر لکھیگا یا اون چار خمسون پر لکھیگا باین لحاظ کہ اوسمین مسلمانون کی بہتری ہے اور مقدار انعام مین بھی احتیاط ملحوظ ہوگی تو وہ مال حلال ہے مگر اس شرط سے کہ جزیہ بوجہ شرعی مقرر کیا ہو یعنے فی کس ایک دینار یا چار دینار سالانہ سے زیادہ نہو کیونکہ مقدار جزیہ مین اختلاف ہے اور بادشاہ کو جائز ہے کہ اختلافی صورت مین جس قول پر چاہے عمل کرلے اور ایک شرط یہ ہے کہ جس ذمی سے جزیہ لیا جاتا ہے وہ ایسا پیشہ اپنی کمائی کا نہ رکھتا ہو جسکی حرمت یقینی ہو مثلاً بادشاہ ظالم کا عامل نہو اور نہ شراب بیچتا ہو اور ایک یہ کہ لڑکا اور عورت نہو اسلیے کہ ان دونون پر جزیہ نہین ہے تو جزیہ کے مقرر ہونے اور مقدار جزیہ مین اور جسکو وہ دیا جاوے اوسکی صفت مین اور جسقدر کہ دیا جاوے اوس مقدار مین ان باتون کا لحاظ ہونا چاہیے اسلیے ان سب باتون کی بحث واجب ہے - دوسری میراث اور اموال لاوارث ہین کہ وہ بھی مسلمانون کی بہتری کے لیے ہین اونپر لکھے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص نے وہ مال چھوڑا ہے اوسکا سب مال حرام تھا یا اکثر یا کمتر اور انکا حکم پہلے لکھ چکے ہین اور اگر حرام نہ تھا تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ جس شخص کو دیا جاتا ہے اوسکے دینے مین کوئی بہتری ہے یا نہین اور کسقدر مین بہتری ہے - تیسرے وقف کا مال ہے جو باتین میراثون مین قابل لحاظ تھین وہ مال وقف مین بھی ملحوظ رہین اور ایک بات آئین اور زیادہ ہے

کہ وقف کرنیوالے کی شرط کو دیکھنا چاہیے تاکہ جو چیز بادشاہ دیتا ہے وہ بموجب وقف کے شرائط کے ہو سر مو فرق نہ رکھتی ہو - چوتھے وہ زمین کہ بادشاہ نے اوسکو قابل زراعت کیا ہو اور اس مین کوئی شرط معتبر نہین اسلیے کہ بادشاہ کو اختیار ہے کہ اپنی ملک مین سے جسکو چاہے جسقدر چاہے حوالہ کردے ہان یہ بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ غالبا بادشاہ نے جو اوس زمین کو اوٹھایا ہے تو مزدورون کو زبردستی پکڑلیا ہوگا یا اونکی مزدوری مال حرام سے دی ہوگی کیونکہ زمین کا قابل زراعت کرنا خود بادشاہ کا تو کام نہین بلکہ کاریزون اور نہرون کا کھودنا اور احاطہ کا بنانا اور زمین کا برابر کرنا یہ سب باتین مزدورون کے متعلق ہین پس اگر اون سے زبردستی بنوائی ہوگی تو بادشاہ اوس زمین کا مالک نہین ہوا اور وہ حرام ہے اور اگر مزدورون کو اجرت دی مگر مال حرام سے ادا کی تو اس صورتین شبہہ ہے جسپر ہم پہلے اشارہ کرآئے ہین کہ عوض مین کراہت کے ہوجانے سے مال مشتبہ ہوجاتا ہے - پانچوین مال زرخرید سلطانی یعنے زمین خواہ خلعت کے پارچے اور گھوڑا وغیرہ تو یہ بادشاہ کی ملک ہین اور اوس مین اوسکو تصرف کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر اونکا دام مال حرام سے ادا کریگا یا مشتبہ سے تو ایک صورت مین حرام ہونگے اور ایک مین مشتبہ اور انکی تفصیل پہلے گذر چکی چھٹے یہ صورت ہے کہ مسلمانون سے جو خراج لینے پر عامل ہو یا جو مال غنیمت اور ڈانڈ کو جمع کرتا ہو اوسکے نام لکھدے تو یہ مال حرام محض ہے کچھ شبہہ اسمین نہین اور اکثر جاگیرین اس زمانہ مین ایسی ہی ہین مگر عراق کی زمینین البتہ ایسی نہین کہ وہ امام شافعی رح کے نزدیک مسلمانون کی بہتری ہی کے لیے وقف ہین - ساتوین یہ کہ ایسے سوداگر کے نام لکھے جو خود بادشاہ سے معاملہ کرتا ہے ہین وہ کسی دوسرے سے معاملہ نکرتا ہو تب تو اوسکا مال ایسا ہے جیسے خزانۂ بادشاہی کا مال ہے اور اگر دوسرون سے معاملہ زیادہ کرتا ہے تو جو کچھ وہ بادشاہ کے لکھنے کے بموجب دیگا وہ بادشاہ پر اودھار ہوگا اور اوسکا عوض حرام سے وصول کریگا تو اس صورت مین عوض کے اندر خلل راہ پاویگا اور ہم ثمن حرام کا حکم پہلے لکھ چکے ہین - آٹھوین یہ کہ خزانۂ خاص پر لکھے یا ایسے عامل پر جسکے پاس حلال اور حرام جمع ہوتا ہو پس اگر بادشاہ کی آمدنی بجز حرام کے اور کچھ نہو تو قطعی حرام ہوگا اور اگر یقینا معلوم ہو کہ خزانۂ شاہی مین حلال اور حرام دونون ہین اور احتمال

قریب یہ ہو کہ جو کچھ عالم مذکور کو دیتا ہے وہ بعینہ حلال ہے اور دل مین بھی یہ احتمال جمتا ہو
اور احتمال یہ بھی ہو کہ مال حرام ہو کیونکہ ان دنون مین تو اموال سلاطین اکثر حرام ہی ہین
اور مال حلال اونکے پاس نایاب یا کم یاب ہے تو اس صورت مین لوگون کو اختلاف ہے
بعض کا قول تو یہ ہے کہ جس چیز پر مجکو یقین نہو کہ یہ حرام ہے تو مین اوسکو لے سکتا ہون
اور کچھ یہ فرماتے ہین کہ جبتک یہ ثابت نہو جاوے کہ چیز مذکور حلال ہے تب تک اوسکا
لینا نچاہیے اسلیے کہ شبہہ کبھی حلال نہین ہوتا اور یہ دونون قول حد اعتدال سے بڑھی ہوئی ہین
اور قول معتدل اس مین وہی ہے جو ہمنے لکھا ہے کہ اگر اغلب حرام ہے تو حرام ہے
اور اگر حلال غالب ہو اور حرام کے ہونیکا بھی یقین ہے تو محل توقف ہو جیسا پیشتر گذرا
اور جو لوگ اموال سلاطین کا لینا جائز کہتے ہین اس صورت مین کہ اونکے مال مین
حرام اور حلال دونون ہون اور جو چیز لیجاتی ہے خود اوسکی حرمت بعینہ ثابت نہ ہو
تو وہ اپنے قول کی دلیل یہ کہتے ہین کہ صحابہ رض مین سے بہت ایسے ہین جنھون نے
زمانہ ظالمون کا دیکھا اور اونسے مال لیے چنانچہ حضرات ابوہریرہ اور ابوسعید خدری
اور زید بن ثابت اور ابو ایوب انصاری اور جریر بن عبد اللہ اور جابر اور انس بن مالک
اور مسور بن مخرمہ اور ابن عمر اور ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم چنانچہ حضرت ابوہریرہ رض
اور ابوسعید رض نے مروان بن حکم اور یزید بن عبد الملک سے مال لیا ہے اور
حضرت ابن عمر رض اور ابن عباس رض نے حجاج بن یوسف سے لیا ہے اور بہت سے
تابعین نے لیا ہے جیسے شعبی اور ابراہیم اور حسن بصری اور ابن ابی لیلی ہین اور
حضرت امام شافعی نے ہارون رشید سے ایک دفعہ مین ہزار دینار لیے تھے اور امام
مالک رح نے خلفا سے بہت سے اموال لیے ہین اور حضرت علی رض فرماتے ہین
کہ جو کچھ بادشاہ تجکو دے اوسکو قبول کر کہ وہ تجکو حلال ہی سے دیتا ہے اور جو کچھ
اوسکو حلال سے ملتا ہے وہی زیادہ ہوتا ہے اور جن لوگون نے عطاء شاہی سے
انکار کیا ہے تو اونکا ترک براہ ورع تھا اور اس خوف سے کہ کہین ایسی چیز نہ آجاوے
جو حلال نہو اور باعث خرابی دین ہو دیکھو حضرت ابوذر غفاری نے احنف بن قیس
کو فرمایا کہ عطا کو اوسوقت تک لو کہ بطیب خاطر ہو اور جب تمھارے دین کا مول ہو جاوے
تو ترک کر دو اور حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ جب ہمکو کوئی عطا دیتا ہو تو قبول کر لیتے ہین

اور نہین دیتا ہے تو سوال نہین کرتے اور حضرت سعید بن مسیبؓ حضرت ابو ہریرہ رض
سے ناقل ہین کہ جب حضرت معاویہ اونکو کچھ دیتے تھے تو خاموش رہتے تھے اور اگر
نہین دیتے تھے تو اونکو کچھ کہا کرتے تھے اور شعبی رح حضرت مسروق سے ناقل ہین
کہ عطا لینے والے ہمیشہ عطا لین گے یہان تک کہ اونکو دوزخ مین داخل کرے یعنی
ہوتے ہوتے حرام لینے لگین گے نہ یہ کہ عطا فی نفسہ حرام ہے۔ اور نافع حضرت ابن عمرؓ
سے روایت کرتے ہین کہ مختار اونکے پاس مال بھیجا کرتا تھا آپ اوسکو قبول کر لیتے تھے
پھر فرماتے تھے کہ مین کسی سے سوال نہین کرتا اور جو چیز مجھکو اللہ تعالی نے دی اسکو
پھیرتا نہین اور ایکبار اوس نے آپکو ایک سانڈنی بھیجی تھی اوسکو آپ نے لیا اور
وہ مختار کی سانڈنی کے نام سے مشہور تھی اور اس روایت کی معارض وہ روایت ہے
کہ حضرت ابن عمر رض سے مروی ہے کہ آپنے کسی کا ہدیہ واپس نہین کیا بجز مختار کے
ہدیہ کے اور روایت واپس کرنے کی زیادہ ثابت ہے بہ نسبت قبول ہدیہ کے۔ اور
نافع سے یہ بھی مروی ہے کہ ابن معمر نے حضرت ابن عمر رض کے پاس ساٹھ ہزار درم
بھیجے آپ نے اونکو اوسی وقت تقسیم کر دیا پھر جو ایک سائل آیا تو آپ نے جو لوگون کو
دیا تھا کسی سے قرض لیکر اوس سائل کو دیا۔ اور جب حضرت امام حسن رض امیر معاویہ رض
کے پاس تشریف لائے تو امیر معاویہ نے فرمایا کہ مین آپ کو وہ پیشکش کرتا ہون
کہ آپ سے پیشتر مین نے نہ کسی عرب کو دیا اور نہ آگے کو کسی کو دون پھر چار لاکھ
درم پیشکش کیے آپنے اونکو لے لیا۔ اور حبیب بن ابی ثابت سے مروی ہے کہ مین نے
مختار کا جائزہ حضرات ابن عمر اور ابن عباس کے واسطے دیکھا ہے دونون صاحبون نے
اوسکو قبول کر لیا لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا تھا اونھون نے کہا کہ مال نقد اور کپڑے تھے
اور زبیر بن عدی سے مروی ہے کہ اونھون نے کہا کہ حضرت سلمان فارسی کا ارشاد ہے
کہ جب تیرا کوئی دوست عامل یا تاجر ہو کہ مرتکب ربوا کا ہو اور وہ تجھکو کھانے وغیرہ کی
دعوت کرے یا کوئی چیز دیوے تو قبول کرلے کہ تیرے لیے جائز اور طیب ہے اور گناہ
اور وبال اوسکے ذمہ ہے اور جب سود لینے والے کے باب مین قبول ثابت ہو
تو ظالم کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ دونون کا حال ایک ہی سا ہے۔ اور
حضرت امام جعفر صادق رض اپنے باپ سے راوی ہین کہ حضرت امام حسن اور امام حسین علیہما السلام

امیر معاویہ رضہ کے جائزے قبول کر لیا کرتے تھے۔ اور حکیم بن جبیر کہتے ہین کہ ہم حضرت سعید بن جبیر رضہ کے پاس گئے جبکہ وہ فرات کی اسفل جانب کی عاشر مقرر ہوئے تھے آپ نے اور عشر لینے والون کے پاس آدمی بھیجا کہ جو کچھ تمھارے پاس ہے اوسمین سے ہمکو بھی کھلاؤ۔ اونھون نے کھانا بھیجدیا آپنے اوسکو کھایا اور ہم نے بھی آپکے ساتھ کھایا۔ اور علاء بن زہیر ازدی کہتے ہین کہ میرا باپ حلوان مین عامل تھا اوسوقت ابراہیم نخعی اونکے پاس آئے اونھون نے کچھ پیشکش کیا آپنے قبول کر لیا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین کہ عاملون کے جائزہ لینے کا کچھ مضائقہ نہین کیونکہ وہ محنت کر کے کھاتے ہین اور اونکے بیت المال مین خبیث اور طیب سب طرح کا مال ہوتا ہے تو جو کچھ تم کو دینگے وہ اپنے طیب مال مین سے دینگے۔ تو دیکھو کہ ان سب لوگون نے ظالم بادشاہون کے جائزے لیے حالانکہ جو کوئی سلاطین کی اطاعت خدائے تعالی کی معصیت مین کرتا تھا یہ سب اوسکو برا کہتے تھے اور سلف مین سے جس نے بادشاہی عطایا کو نہین لیا اونکا نہ لینا حرمت پر دلیل نہین بلکہ ورع کی راہ سے نہین لیا جیسے خلفاء راشدین اور ابوذر غفاری اور دوسرے زاہد کہ وہ اپنے زہد کے باعث حلال مطلق بھی نہ لیتے تھے اور جس حلال سے کہ کسی ممنوع کی طرف نوبت پہونچانے کا خوف ہوتا تھا اوسکو ورع اور تقوی کی جہت سے نہ لیتے تھے پس اون لوگون کے لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اموال سلطانی کا لینا جائز ہے اور حضرت سعید بن مسیب سے جو منقول ہے کہ انھون نے اپنی عطا بیت المال مین چھوڑ دی یہان تک کہ کئی اوپر تیس ہزار جمع ہو گئے اور حضرت حسن بصری رح سے جو اونکا قول نقل کرتے ہین کہ مین صراف کے پانی سے وضو نہین کرتا گو نماز کا وقت تنگ ہو جاوے کیونکہ مجکو اوسکے اصل مال کی خبر نہین تو یہ سب ورع کے اقوال ہین اور ہم اسکے منکر نہین ایسا کرنا واقع مین بہت خوب ہے بہ نسبت نہ کرنیکی لیکن کلام اس مین ہے کہ اگر کوئی انکا اتباع ورع مین نہ کرے اور اموال سلطانی لیوے تو حرام نہین ہے بلکہ جائز ہے یہ تقریر ہے اون لوگون کی جو ظالم بادشاہون سے مال لینا درست کہتے ہین۔ اور اس تقریر کا جواب یہ ہے کہ جن لوگون سے لینا منقول ہے وہ بہت کم ہے بہ نسبت اون روایات کے جو اونکے انکار اور واپس کرنے مین مروی ہین اور اگر نہ لینے مین صرف ایک احتمال ورع کا ہے تو لینے والون کے لینے مین تین احتمال

مختلف درجون سے آسکتے ہین بسبب ورع کے تفاوت کے کیونکہ سلاطین کے حق مین
ورع کے چار درجے ہین۔ درجۂ اول یہ ہے کہ اونکے مال مین سے کچھ نہ لے جیسا سلف
کے ورع والون نے کیا اور جیسا کہ خلفاء راشدین رضہ کیا کرتے تھے یہان تک کہ حضرت
ابو بکر صدیق رضہ نے جو کچھ بیت المال مین سے لیا تھا اوس سب کا حساب کر کے جمع کیا
تو چھہ ہزار درم ہوئے وہ چھون ہزار آپنے بیت المال مین دلوا دیے اور ایکبار حضرت
عمر فاروق رضہ بیت المال کا مال تقسیم کر رہے تھے کہ اونکی ایک لڑکی آئی اور مال مین سے
ایک درم اوٹھا لیا آپ اوسکے پکڑنے کو ایسی طرح اوٹھے کہ چادر آپکے ایک شانہ پر سے
اوتر گئی اور وہ لڑکی روتی ہوئی گھر مین چلی گئی اور درم کو اپنے منہ مین رکھ لیا آپ نے
اپنی اونگلی اوسکے منہ مین ڈالکر وہ درم نکال لیا اور لا کر خراج مین ڈال دیا اور فرمایا
کہ لوگو عمر کو اور اوسکی اولاد کو اس مین سے اوسی قدر ہے جو اور دور اور نزدیک کے
مسلمانون کو ہے۔ اور حضرت ابو موسی اشعری نے بیت المال مین جھاڑو دی اور
ایک درم اونکو ملا آپنے وہ درم حضرت عمر رضہ کے چھوٹے لڑکے کو دیدیا جو وہان پھرتا تھا
حضرت عمر رضہ نے جو وہ درم اوسکے ہاتھہ مین دیکھا تو دریافت کیا کہ کہان سے آیا اوسنے
عرض کیا کہ ابو موسی نے مجکو دیا ہے آپنے ابو موسی اشعری رضہ سے فرمایا کہ کیا تمام
مدینہ والون مین کوئی گھر تمھاری دانست مین عمر کے گھر سے زیادہ ذلیل نتھا تمھارا یہ
ارادہ ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مین کوئی ایسا نرہے جو ہم سے اپنا حق طلب کرے
یہ کہکر وہ درم بیت المال مین ہٹا دیا باوجودیکہ وہ مال حلال تھا مگر آپ کو یہ خوف ہوا
کہ کہین ہمارے حق مین اسقدر نہ پہونچے غرض کہ اپنے دین اور آبرو کے بچانیکے لیے
اپنے حق سے کم پر کفایت کرتے تھے بموجب حدیث شریف دَعْ مَا یَرِیْبُکَ اِلیٰ
مَالَا یَرِیْبُکَ اور بموجب اس ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وَمَنْ تَرَکَهَا
فَقَدِ اسْتَبْرَأَ لِعِرْضِهٖ وَدِیْنِهٖ اور اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان
مبارک سے اموال سلطانی کے باب مین تشدیدات سنی تھین چنانچہ جب حضرت عبادہ
بن صامت کو آپنے صدقہ یعنے زکوۃ وغیرہ کے لینے کو بھیجا تو ارشاد فرمایا کہ اے
ابو الولید خدا تعالی سے ڈرنا ایسا نہو کہ قیامت مین تو ایک اونٹ کو اپنی گردن پر
لاد کر لاوے جو بلبلاتا ہو یا گاے کو جو ڈکارتی ہو یا بکری کو جو ممیاتی ہو اونہون نے عرض کیا

کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ایسا ہی ہو گا آپنے فرمایا کہ ہان قسم ہے مجکو اوس ذات
کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے ایسا ہی ہو گا مگر جسپر خدا تعالی رحم کرے اونھون نے
عرض کیا کہ قسم ہے مجکو اوس ذات کی جس نے آپکو حق کے ساتھ بھیجا کہ مین کسی چیز کو
کبھی حاصل نہ کرونگا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ لَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ
اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَنَافَسُوْا ۔ اور خوف آپکو صرف مال
کے حریص ہو جانے کا تھا اور اسی لیے ایک بڑی حدیث مین حضرت عمر رض نے مال بیت المال
کے باب مین یہ فرمایا کہ مین اپنے آپ کو اس مال کے باب مین ایسا پاتا ہون جیسے
یتیم کے مال کا ولی ہوتا ہے اگر مجکو حاجت نہین ہوتی تو مین اس سے دور رہتا ہون اور اگر حاجت ہوتی ہے
تو بطور شایستہ اوس مین سے کھاتا ہون ۔ اور روایت ہے کہ طاؤس رح کو ایک لڑکے نے اونکی طرف سے
ایک خط جعلی بناکر حضرت عمر بن عبد العزیز کو دیا آپنے تین سو اشرفیان اوسکو دیدین
طاؤس رح کو جو حال معلوم ہوا اپنی ایک زمین بیچ کر آپکے پاس تین سو اشرفیان بھیجدین
حالانکہ سلطان حضرت عمر بن عبد العزیز تھے تو یہ درجہ ورع کے درجون مین نہایت اونچا
دوسرا درجہ یہ ہے کہ بادشاہ کا مال لیوے لیکن اوس وقت مین کہ معلوم ہو جاوے
کہ جو کچھ مین لیتا ہون بوجہ حلال ہے اب اگر سلطان کی ملک مین کوئی دوسرا حرام
ہو گا تو اوس شخص کو ضرر نکریگا اور کثر آثار صحابہ خواہ بالکل خواہ اکابر صحابہ جو اہل ورع
تھے اون سب کا لینا اسی درجہ پر محمول ہے مثلاً حضرت ابن عمر رض کہ ورع مین نہایت
مبالغہ کرتے تھے وہ کیسے مال سلطان کو بے سمجھے بوجھے لیتے وہ تو سلاطین پر
سب سے زیادہ انکار کرتے تھے اور اونکے اموال کی برائی سب سے زیادہ کیا کرتے تھے
چنانچہ ایکبار لوگ ابن عامر کے پاس جمع تھے جس وقت کہ وہ بیمار تھے اور اپنے عامل
ہونے سے خدا تعالی کے نزدیک ماخوذ ہونیسے ڈرتے تھے لوگون نے اونسے کہا کہ ہمکو
توقع ہے کہ تمھارے حق مین بہتر ہو اسلیے کہ تمنے کنوئین کھدوائے اور حاجیون کے
قافلون کو پانی پلوایا اور ایسا کیا اور ویسا کیا حضرت ابن عمر رض چپکے سنا کیے ابن عامر
نے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ مین یہ کہتا ہون کہ یہ باتین اوس وقت مین
کہ کمائی اچھی ہو اور خرچ بھی اچھی طرح کیا ہو اور اب تم جاکر بھگت ہی لوگے اور
دوسری روایت مین یون آیا ہے کہ آپنے یون فرمایا کہ خبیث چیز گنا ہون کا عوض

نہین ہوسکتی اور تم بصرہ کے حاکم رہے ہو میرے گمان مین تمنے اوس مین بہت برائی ہی کمائی ہے ابن عامر نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا کیجیے آپنے فرمایا کہ مین نے سنا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلٰوةً بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَّلَا صَدَقَةً مِّنْ غُلُوْلٍ اور تم بصرہ کی حکومت رکھتے تھے غرض یہہ کہ حضرت ابن عمر رضہ کا یہ قول اوس مال مین تھا جسکو کہ ابن عامر نے خیرات مین صرف کیا تھا۔ اور یہہ بھی حضرت ابن عمر رضہ سے مروی ہے کہ حجاج بن یوسف کے وقت مین آپنے یہ فرمایا کہ جب سے کہ دار الخلافت لٹا ہے مین نے آج تک شکم سیر ہو کر کھانا نہین کھایا۔ اور حضرت علی مرتضی رضہ سے مروی ہے کہ آپکے پاس ایک برتن سربمہر مین کچھ ستو تھے جن مین سے آپ پی لیا کرتے تھے کسی نے آپ سے کہا کہ آپ اس کو عراق مین ہو کر سربمہر رکھتے ہین یہان تو کھانا بہت ہی یعنے کوئی اسکو کیون لیگا آپنے فرمایا کہ مین اسپر مہر اسلیے نہین لگاتا کہ اس سے دوسرون کے ساتھہ بخل منظور ہو مگر مجکو یہ برا معلوم ہوتا ہے کہ اس مین وہ چیز ملا دیجاوے جو اسمین کی نہو اور یہہ بھی برا جانتا ہون کہ میرے پیٹ مین غیر طیب چیز داخل ہو غرض ان اکابر سے یہ اقوال و عادات مشہور ہین اور حضرت ابن عمر رضہ کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی چیز آپکو اچھی معلوم ہوتی اوسکو ملک سے خارج کر دیتے مثلاً ابن عامر نے آپکے غلام نافع رح کو تیس ہزار کے عوض مانگا آپنے فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہے کہ کہین ابن عامر کے دراہم مجکو فتنہ مین نہ ڈالین یہ کہکر نافع کو آزاد کر دیا اور حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ ہم مین سے ایسا کوئی نہین جسکو دنیا نے مائل نہ کر دیا بجز ابن عمر رضہ کے کہ اونکو میل دنیا نہوا تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمر یا جو کوئی اونکے مثل منصب رکھتا ہو اوسپر یہ گمان نہین ہوسکتا کہ اونھون نے کوئی مال بدون اوسکے حلال جائز ہوئے لے لیا ہوگا۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ بادشاہ سے جو کچھ لیوے اوسکو فقیرون اور مستحقون پر تقسیم کر دے باین لحاظ کہ جس مال کا مالک معین نہو حکم شریعت اوس مین بھی ہے تو جس صورت مین کہ بادشاہ ایسا ہو کہ اگر اوس سے نہ لیا جاوے تو وہ خود تقسیم نکرے بلکہ اوس مال سے ظلم پر استعانت کرے تو اس حال مین ہم بھی کہتے ہین کہ مال کو اوس سے لیکر بانٹ دینا اس سے اچھا ہے کہ اوسکے ہاتھ مین رہنے دیا جاوے

بعض علما کی یہی راے ہے اور اسکی وجہ آگے مذکور ہوگی اور اکثر سلف کا لینا اسی پر محمول ہے اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ جو لوگ بادشاہی عطاؤنکو آج لیتے ہین اور اپنی حجت حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ رض کو ٹھہراتے ہین وہ اُن دونون کا اقتدا نہین کرتے اسلیے کہ حضرت ابن عمر رض نے تو جو کچھ لیا اوسکو بانٹ دیا حتی کہ ساٹھہ ہزار دیکر دوسرے سائل کے لیے اوس مجلس مین قرض لیا اور حضرت عائشہ رض نے بھی ایسا ہی کیا اور جابر بن زید نے قبول کرکے خیرات کردیا اور فرمایا کہ اوسے لیکر بانٹ دینا مجکو اس سے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اونکے قبضہ مین رہنے دون اور حضرت امام شافعی رح نے جو ہارون رشید سے لیا تھا اوسکو بھی چند ہی روز مین خیرات کردیا تھا یہان تک کہ اپنے لیے ایک حبہ نہین رکھا تھا۔ چوتھا درجہ یہ ہے کہ نہ تو یہ ثابت ہو کہ وہ مال حلال ہے اور نہ تقسیم کے لیے لیتا ہے بلکہ رکھنے کے لیے لیتا ہو مگر ایسے سلطان سے لیتا ہے جسکا اکثر مال حلال ہے اور زمانہ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین مین خلفا اسی طرح کے تھے اور اونکا اکثر مال حرام نتھا اور اسکی دلیل حضرت علی رض کا ارشاد ہے کہ فرمایا کہ بادشاہ کو جو مال بوجہ حلال ملتا ہے وہ اکثر ہے اور اس امر کو علما کی ایک جماعت نے اکثر پر اعتماد کرکے جائز رکھا ہے اور ہمنے صرف ایسی صورت مین عام لوگون کے مال مین توقف کیا ہے جنکے مال بمنزلہ محصور کے ہین اور چونکہ مال سلطان حد حصر سے خارج سا معلوم ہوتا ہے تو عجب نہین کہ کسی مجتہد کا اجتہاد اسی طرف پہونچے کہ جس چیز کے حرام ہونے کا علم نہوا اوسکا لینا جائز ہے بسبب غلبہ مال حلال کے اور ہمنے منع اوس صورت مین کیا ہے کہ حرام زیادہ ہو پس جب تمنے ان درجات کو سمجھہ لیا تو معلوم کرلیا ہوگا کہ جاگیرین اور روزینے ظالم بادشاہونکے اس زمانہ مین ویسے نہین جیسی پہلے تھین اور زمانین اور اون مین دو وجہون قطعی سے فرق ہے وجہ اول یہ ہے کہ اس زمانہ مین سلاطین کے اموال بالکل یا اکثر حرام ہین اسلیے کہ حلال صرف صدقات اور فی اور غنیمت کی مدین تھین اون مین سے کوئی بادشاہ کے پاس نہین آتی کہ اونکا وجود ہی نہین رہا تو اب جزیہ باقی رہا اور وہ ایسے ظلم سے لیا جاتا ہے کہ اوس ظلم کے ساتھہ مین اوسکا لینا حلال نہین اسلیے کہ سلاطین نہ تو مقدار جزیہ مین حدود شرع کو لحاظ رکھتے ہین اور نہ ذمیون کے باب مین اوڑانکی

شرطونکو پورا کرتے ہین اور اسپر طرہ یہ ہے کہ جو آمدنی اونکی مسلمانون کے خراج اور ڈانڈ اور رشوتون سے ہوتی ہے اوسکی نسبت کرجزیہ سوان حصہ بھی نہین ہر۔ اور دوسری وجہ یہ کہ پہلے زمانہ کے ظالم چونکہ خلفاء راشدین کے زمانہ کے قریب تھے اپنے ظلم کو جانتے تھے اور صحابہ اور تابعین کی دلداری کا شوق رکھتے تھے اور اس بات کے حریص تھے کہ وہ لوگ ہماری عطا اور جائزے قبول کرلین اور بدون اونکے مانگے اور ذلیل کرنیکے اونکی خدمت مین بھیجدیا کرتے ہین اور اونکے قبول کرنیسے احسان مند ہوکر خوش ہوا کرتے تھے اور وہ لوگ سلاطین سے لیکر تقسیم کردیا کرتے تھے اور سلاطین کی غرضون کی اطاعت نہ کرتے تھے نہ اونکی مجلسون مین جاتے نہ اونکی بھیڑ بڑھاتے نہ اونکا باقی رہنا پسند کرتے بلکہ باقی کے لیے دعا بد کرتے اور اونکے حق مین برا بھلا کہتے اونکی برائیون کو برا جانتے رہتے تو اونپر یہ خوف نتھا کہ جسقدر سلاطین سے اونکو دینا ملیگی اوسقدر اونکے دین مین نقصان پڑیگا اور اونکو بھی سلاطین کا کچھ خوف نتھا اور اب تو یہ حال ہے کہ سلاطین کا دل اوسی شخص کے دینے کو چاہتا ہے جس سے توقع ہو کہ ہمارا کچھ کار خدمت کریگا اور ہماری جماعت بڑھاویگا اور مدد کریگا اور ہماری مجلسون مین شریک ہوکر باعث زینت ہوگا اور ہمارے حق مین دعا اور ثنا مدام کرتا رہیگا اور سامنے اور غیبت مین ہماری تعریف مین مبالغہ کرتا رہیگا پس اگر لینے والا ان ستہ ذلتون کو اپنے اوپر نہ لے یعنی اول مذلت سوال دوم خدمت مین دوڑنا تیسرے دعا اور ثنا کہنی چوتھے استعانت کے وقت اونکے مقاصد مین مدد کرنی پانچوین مجلس اور سواری کے وقت اونکی جمعیت زیادہ کرنی چھٹے اونکی محبت اور اونکے دشمنون پر اونکی شرکت کا ظاہر کرنا ساتوین اونکے ظلمون اور برے کامون کو چھپانا تو یقین ہے کہ سلاطین اوسکو ایک درم بھی نہ دیوین اگرچہ وہ اپنے وقت کا مثلاً امام شافعی ہی ہو پس ان وجوہات کی نظر سے اس زمانہ کے سلاطین سے مال حلال بھی ہوتا تو لینا درست نہ تھا تو جس صورت مین کہ معلوم ہے کہ مال اونکا حرام یا مشکوک ہے تب بطریق اولی ناجائز ہوگا اب جو کوئی اونکے مال پر جرأت کرے اور اپنے نفس کو صحابہ اور تابعین رض سے تشبیہ دیوے تو وہ فرشتون پر لوہارون کو قیاس کرتا ہے اور اونسے مال لینے مین اونسے ملنے کی حاجت ہوتی ہے اور اونکی پاسداری کرنی پڑتی ہے

اور اونکے عاملون کی خدمت اور اونکے سامنے ذلت اوٹھانی اور اونکی تعریف کرنی اور ڈیوڑھی پر حاضرباشی کرنی پڑتی ہے اور یہ سب باتین گناہ ہین چنانچہ چھٹی فصل مین مذکور کرینگے۔ اور جب کہ بیان گذشتہ سے عادات سلاطین کی آمدنی کے معلوم ہوگئے کہ فلان حلال ہے اور فلان حرام اب اگر فرض کیا جاوے کہ کسی شخص کو مد حلال سے بقدر اوسکے استحقاق کے گھر بیٹھے ملجایا کرے اور کسی عامل کی خوشامد اور خدمت کی ضرورت نہ پڑے نہ سلاطین کی تعریف اور تزکیہ کی نوبت آوے اور نہ اونکے مطالب مین موافقت ہو تو ایسی صورت مین مال کا لینا حرام تو نہ ہوگا مگر کئی وجہون سے مکروہ ہوگا جنکا بیان چھٹی فصل مین کیا جاویگا

دوسرا بیان ماخوذ کی مقدار اور لینے والے کی صفت کے ذکر مین۔ چونکہ بعض اموال ایسے ہین کہ اونکے مستحق معین ہوتے ہین جیسے مال وقف یا زکوۃ یا خمس فی یا خمس غنیمت اور بعض اموال ملک سلطان کے ہین جیسے وہ زمین جسکو قابل زراعت کرے یا جو چیز اوسکی زرخرید ہو کہ ان مین بادشاہ کو اختیار ہے جسکو چاہے اور جس قدر چاہے دیدے اسی لیے ہم اُن اموال مین بحث کرتے ہین جو مسلمانون کی مصلحتون کے لیے ہون جیسے چار خمس فی کی اور میراثین لاوارثی ہین تو ان اموال کا دینا اونھین لوگونکو چاہیے جنکے دینے مین عوام کی بہتری ہو یا جو شخص اوس کا محتاج اور کمانے سے عاجز ہے اور جو شخص توانگر ہو اور اوسکے دینے مین کسی طرح کی بہتری نہو تو بیت المال کا مال اوسکو نہ دینا چاہیے ہرچند اس مین علما کو اختلاف ہے مگر صحیح یہی ہے کہ نہ دینا چاہیے۔ اور حضرت عمر رضہ کے کلام سے ایسا پایا جاتا ہے کہ بیت المال کے مال مین ہر مسلمان کا حق ہے بوجہ مسلمان ہونے اور جماعت اسلام کے زیادہ کرنیکے مگر باوجود اسکے حضرت عمر رضہ سب مسلمانون کو مال تقسیم نہین کیا کرتے تھے بلکہ اونھین کو دیتے تھے جن مین خاص صفتین ہوا کرتی تھین جب یہ ثابت ہوا تو معلوم ہوا کہ جو شخص ایسا کام کرتا ہو کہ اوسکا نفع مسلمانون کو ہو اور اگر وہ اوس کام کو چھوڑ کر کمائی کی فکر مین پڑے تو وہ کام نہو سکے تو ایسے شخص کا حق بقدر کفایت بیت المال مین ہوگا اس قاعدہ کی رو سے تمام علما کا حق بیت المال مین ہے کہ بقدر کفایت اونکو ملے مگر علوم سے ہماری غرض وہ علوم ہین جنسے دین کی بہتری ہو جیسے فقہ اور حدیث

اور تفسیر اور قرأت مین یہان تک کہ پڑھانے والے اور اذان دینے والے بھی اسی مین ہین اور ان علوم کے طالب علم بھی داخل ہین کیونکہ اگر انکو بقدر کفایت نہ ملیگا تو تحصیل نہ کرسکین گے اور اسی مین وہ عامل بھی داخل ہین جنکے عمل سے مصالح دنیاوی وابستہ ہین جیسے فوج کے آدمی جو ملک کو تلوار کے زور سے باغیون اور رہزنون دولتہ ڈالنے والون اور اسلام کے دشمنون سے بچاتے ہین اور اسی مین حساب دان اور کاتب اور متصدی اور جن لوگون کی ضرورت دفتر خراج مین پڑتی ہے داخل ہین بشرطیکہ وقف اموال حلال کا ہو۔ غرضکہ یہ مال مصلحتون کے واسطے ہوتا ہے اور مصلحت یا تعلق بدین ہے یا تعلق بدنیا پس علما سے دین کی حرمت ہی اور لشکریون سے دنیا کی حفاظت اور دین اور ملک توام ہین ایسا نہین کہ ایک کو دوسرے کی حاجت نہو اور طبیب کے علم سے ہرچند کوئی امر دینی متعلق نہین مگر چونکہ اوسپر صحت جسم کی منحصر ہے اور دین صحت کے بعد ہے تو اس علم والے کے لیے خواہ اور علم جو ایسا ہی ہو کہ اوسکی حاجت مصلحت بدن مین یا مصلحت بلاد مین ہوتی ہو اوسکے لیے روزینہ بیت المال مین سے ہونا چاہیے تاکہ جو شخص بدون اجرت اوسسے علاج کرانا چاہے تو کرسکین۔ اور ان لوگون مین حاجت کا ہونا شرط نہین بلکہ توانگری کے ہوتے ہوئے بھی انکو دینا درست ہی چنانچہ خلفاے راشدین مہاجرین اور انصار کو دیا کرتے تھے حالانکہ حاجت سبکو نتھی اور روزینہ کی بھی کوئی مقدار معین نہین بلکہ امام کی راے پر منحصر ہے اوس کو اختیار ہے کہ چاہے اتنا دے کہ غنی کردے چاہے بقدر کفایت پر اکتفا کرے جیسی مصلحت وقت اور مال مین گنجایش ہو کرسکتا ہے چنانچہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے امیر معاویہؓ سے ایک دفعہ مین چار لاکھ درم لیے تھے اور حضرت عمرؓ کچھ لوگون کو بارہ ہزار درم سالانہ دیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ رضؓ کو اسی فہرست مین لکھ رکھا تھا اور کچھ لوگونکو دس ہزار اور کچھ کو چھ ہزار اور اسی طرح ہر ایک کے لیے مختلف مقرر تھا حاصل یہ کہ مال بیت المال ان لوگون کا حق ہے انپر تقسیم کیا جائے یہان تک کہ کچھ نہ رہے اور اگر کسی شخص کو مال بہت دیا جاوے تو کچھ مضائقہ نہین اسی طرح بادشاہ کو چاہیے کہ اس مال میں سے خصوصیات والون کو خلعت اور انعام کے ساتھ مخصوص کرے کہ یہ امر پہلے بھی ہوتا تھا مگر اوس مین لحاظ مصلحت کا ضرور رہنا چاہیے اور جنکا

کوئی عالم یا شجاع انعام کے ساتھ مخصوص ہوگا تو دوسرے شخصونکو اوس سے ترغیب
ہوگی اور یہ شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی انھین کی طرح کام کرین تو معلوم ہوا کہ خلعت و انعام
سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اچھی بات کی ترقی ہو اور یہ سب باتین سلطان کے اجتہاد سے
وابستہ ہین۔ اور ظالم سلطانون کے باب مین دو باتون پر نظر چاہیے اول یہ کہ
سلطان ظالم حکومت سے برطرف کرنے کے قابل ہے تو وہ یا معزول ہے یا واجب العزل
پھر جب وہ حقیقت مین سلطان ہی نہین تو اوسکے پاس سے مال لینا کب درست ہوگا
دوسرے یہ کہ سلطان ظالم اپنا مال سب مستحقون کو تو دیتا نہین تو پھر ایک دو کو اوس سے
لینا کیسے درست ہوگا اور پھر اس مین کلام ہے کہ ایک دو کو بقدر اپنے حصہ کے لینا
درست ہے یا بالکل نہ لینا چاہیے یا جسکو جو کچھ ملے اوسکو وے لینا درست ہے پہلی صورت مین
ہماری راے ہے کہ وہ شخص اپنے حق لینے سے منع نکیا جاوے اسلیے کہ سلطان جس
صورت مین کہ صاحب شوکت ہوتا ہے اور اوسکا برطرف کرنا دشوار ہوتا ہے اور
دوسرے کو ایسی جگہ متقرر کرنے مین ایسا فساد برپا ہوتا ہو جسکی تاب نہو تو اوسی
سلطان کو رہنے دینا اور اوسکی فرمانبرداری کرنی واجب ہوا کرتی ہے جیسے کہ امرا
کی اطاعت واجب ہے اور امیرون کی اطاعت کرنی اور اونکی مساعدت سے باز رہنے
کے ترک مین بہت سے امر اور وعید وارد ہین پس ہماری راے یہی ہے کہ جس خلافت
کا متکفل کوئی شخص حضرت عباس رض کی اولاد مین سے ہے وہ منعقد ہے اور جن سلطانون
نے خلیفہ سے عہد کر لیا ہے اطراف بلاد مین اونکی حکومت نافذ ہے اور اس باب
مین جو مصلحت ہے اوسکو ہمنے اپنی کتاب مستظہری مین بیان کیا ہے اور مختصر یہ ہے کہ ہم سلاطین مین
صفات و شروط کا لحاظ اسلیے کرتے ہین کہ اس مین توقع زیادتی مصلحت کی ہے
اور اگر ہم حکومتون کو باطل کہدین تو سرے سے مصالح باطل ہوئے جاتے ہین تو نفع
کے طلب مین ہم راس المال کو کیسے کھو بیٹھین بلکہ اب تو حکومت شوکت کے تابع ہے
شوکت والے جس سے بیعت کرلین وہی خلیفہ ہے اور جسکی شوکت مستقل ہو اور
وہ خطبہ اور سکہ مین خلیفہ کا مطیع ہو تو وہی سلطان نافذ الحکم ہے اور اطراف زمین
مین قاضی و والی اور نافذ الحکم ہین اور اسکی تحقیق ہم نے رسالۂ اقتصاد فی الاعتقاد
مین احکام امامت کے ذکر مین لکھی ہے اب بیان لکھکر طول کلام نہین کرتے باقی رہی

دوسری بات کہ بادشاہ کی عطا چونکہ ہر مستحق کو عام نہین تو ایک شخص کو اوسکا لینا جائز ہی یا نہین تو اس مین علما کے چار قول مختلف ہین بعض نے نہایت مبالغہ کرکے یہ کہا ہے کہ جو کچھ لیگا اوس مین سب مسلمان شریک ہونگے اور از انجا کہ یہ معلوم نہین کہ اوسکا حصہ اس قدر مین سے ایک خرمہرہ ہے یا ندانگ ہے یا کم اسلیے کل کو ترک کرنا چاہیے اور کچھ لوگ یہ کہتے ہین کہ اوس کو اوس روز کی غذا کی مقدار لینا درست ہی اسلیے کہ حاجت کی صورت مین مسلمانون پر اسی قدر کا استحقاق اوسکو حاصل ہے اور بعض نے یہ فرمایا ہے کہ اوسکو سال بھر کی غذا کا لینا جائز ہے کیونکہ ہر روز کی مقدار کفایت کا لینا مشکل ہے اور اس مال مین اوسکا حق ثابت ہی تو اپنا حق کیسے چھوڑ دے اور کچھ یہ کہتے ہین کہ جسقدر اوسکو ملے وہ تنا لے لے ظلم رہیگا تو باقیون پر رہیگا اور یہی قیاس ہے اسلیے کہ یہ مال مسلمانون مین مشترک تو ہی نہین جیسے غنیمت لڑنے والون مین ہوتی ہے اور نہ یہ میراث ہی کہ ورثہ کی ملک ہوگی ہے کہ اگر بالفرض وہ مرجاوین اور اونپر تقسیم نہو تو اونکے وارثون پر ارث کے موجب بانٹنا واجب ہو بلکہ یہ مال حق غیر معین ہے اور اسکا تعین قبضہ سے ہے یا اسکو صدقات کا سا مال کہو کہ جب صدقہ مین سے فقیرون کو اونکا حصہ دیا جاتا ہے تب اونکی ملک ہوجاتا ہے اور اگر مالک مال مثلاً ظلم کرے اور صدقات مین سے مساکین اور مسافرون اور قرضدارون وغیرہ کو نہ دے صرف ایک جنس یعنے فقیرون کو دیدے تو یہ نہوگا کہ فقیر مالک کے ظلم کے سبب سے اوس صدقہ کے مالک نہون یہ اوس صورت مین ہے کہ بادشاہ اوسکو کل مال حوالہ نہین کرتا بلکہ اوس قدر دیتا ہے کہ اگر اور ونکو بھی دیتا اور اونکی نسبت کر اسکو زیادہ دیتا تو اسکو لینا درست ہوتا کیونکہ عطا مین کمی بیشی درست ہی چنانچہ حضرت ابوبکر رضہ نے سبکو برابر دیا اور حضرت عمر رضہ نے آپسے عرض کیا کہ انکی فضیلت اللہ تعالیٰ کی نزدیک ثابت ہی اور دنیا بقدر کفایت ہی ہے اور جب خود خلیفہ ہوئے تو کمی بیشی کی حضرت عائشہ رضہ کے لیے بارہ ہزار اور حضرت زینب کے لیے دس ہزار اور حضرت جویریہ کے لیے چھ ہزار اور اسیطرح ہی حضرت صفیہ کے لیے مقرر فرمائے اور ایک جاگیر حضرت علی مرتضی رضہ کے لیے جدا کر دی اور حضرت عثمان رضہ نے بھی پانچ باغ انکے لئے خاص کیے تھے پھر اپنے نفس پر حضرت علی کو ترجیح دی کہ آپ لیوین اور آپ نے

منظور کر لیے اور انکار نفرمایا اور اختلافیات مین یہ سب باتین مجتہد کی جانب سی درست
مین اور ح اون مسائل مین سے ہی جن مین ہم کہتے ہین کہ ہر مجتہد صواب ہی کرتا ہے یعنی
ایسے مسائل جن مین بعینہا کوئی نص نہین اور نہ اونکے قریب اور مثل پر نص ہے کہ
وہ بھی قیاس جلی کے اعتبار سے اوسی کے حکم مین ہو جاتا ہے جیسے یہ مسئلہ ہے اور
مسئلہ سزای شراب نوشی بھی ایسا ہی ہے کہ صحابہ کرام نے اوس مین چالیس کوڑے
بھی لگائے اور اسّی بھی اور دونون سنت اور حق ہین اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور
عمر فاروق رض دونون صواب پر ہین اس جہت سے کہ صحابہ دونون کے فعل پر متفق تھی
جس شخص کو حضرت صدیق کے زمانہ مین زیادہ ملا تھا اور فاروق کے زمانہ مین کم ملا
اوسنے اپنی پہلی بیشی واپس نکی اور نہ اون لوگون نے جنکو زمانہ حضرت فاروق مین
زیادہ ملا زیادتی کے قبول کرنے سے انکار کیا اور اس باب مین سب صحابہ مشترک
تھے سبھون نے یہی اعتقاد کیا کہ دونون رایین حق ہین تو جن اختلافات مین مجتہد
کی رائے صواب پر ہوا کرتی ہے اون مین اسی قسم کو دستور کر لینا چاہیے لیکن جس
مسئلہ مین نص موجود تھی یا قیاس جلی ہے اور مجتہد نے غفلت سے یا سوء تدبیر سے
اوس مین خلاف قیاس کہدیا یا نص کو چھوڑ دیا تو ایسے مسئلہ مین ہم یہ نہ کہین گے
کہ ہر مجتہد صواب پر ہی بلکہ صواب پر وہی ہے جو ٹھیک نص کو پہونچا یا معنے نص کو
اور ان سب باتون کے مجموعے سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص ایسی صفت سے موصوف ہو
کہ اوس سے دین یا دنیا کی مصلحت متعلق ہو اور سلطان سے کوئی خلعت یا روزینہ
لے لیوے میراث یا جزیہ کے مال پر تو صرف لینے ہی سے فاسق نہو جاویگا بلکہ فسق
کی یہ حرکات مین کہ سلاطین کی خدمت اور اعانت کرے اور اونکے دربار مین جاوے
اور تعریف مین مبالغہ وغیرہ امور کہ بدون اونکے مال غالباً نہین ملتا بجا لاوے
چنانچہ فصل ذیل مین ہم اسکو بیان کرینگے

چھٹی فصل اس ذکر مین کہ ظالم سلاطین سے اختلاط کونسا حلال ہے اور کونسا
حرام اور اون کے دربار مین جانے اور اونکی تعظیم کرنے کے حالات — واضح ہو
کہ ظالم حاکمون اور عاملون کے ساتھ مین تین حالتین ہو سکتی ہین ایک جو سب سے
بری سب سے یہ ہے کہ تم اونکے پاس جاؤ اور دوسری جو اس سے کم ہے وہ یہ ہے

کہ وہ لوگ تمہارے پاس آوین اور تمیری جو برائی سے محفوظ ہے یہ ہے کہ تم اونسے الگ ہو
نہ وہ تمکو دیکھین اور نہ تم اونکو اب انکو جدا جدا سنو پہلی حالت سلاطین کے پاس جانا
شریعت مین بہت مذموم ہے اور احادیث و آثار مین اسکے اوپر تشدیدات وارد ہین ہم اون کو
یہان نقل کرتے ہین تاکہ تمکو معلوم ہو کہ شریعت نے کیا کچھ برا کہا ہے اور بعد کو لکھینگے
کہ بمقتضاے فتواے علم ظاہری انکو کیسا جانا حرام ہے اور کونسا مکروہ اور مباح احادیث
اس باب مین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ظالم امرا کا ذکر فرمایا تو یہ
ارشاد فرمایا فَمَنْ نَابَذَهُمْ نَجَا وَمَنِ اعْتَزَلَهُمْ سَلِمَ اَوْ كَادَ اَنْ يَسْلَمَ وَمَنْ وَقَعَ مَعَهُمْ
فِيْ دُنْيَاهُمْ فَهُوَ مِنْهُمْ اور اس سے یہ غرض ہے کہ جو کوئی اونسے
علیحدہ رہیگا وہ اونکے گناہ سے محفوظ رہیگا لیکن اگر اونپر عذاب نازل ہوگا تو اوس سے
نہین بچیگا اس وجہ سے کہ اونکے ساتھ نزاع نہ کیا اور امر بالمعروف کا تارک ہوا اور
ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ میرے بعد امیر ہونگے جو جھوٹ بولین گے اور ظلم کرینگے
تو جو کوئی اونکو جھوٹ پر سچا کہیگا اور اونکی اعانت ظلم پر کریگا وہ مجھ سے نہین اور نہ مین
اوس سے اور وہ میرے پاس حوض پر وارد نہوگا اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَبْغَضُ الْقُرَّاءِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى الَّذِيْنَ
يَزُوْرُوْنَ الْاُمَرَاءَ اور ایک حدیث مین ہے کہ امیرون سے بہتر وہ ہین جو علما کے پاس
آتے ہین اور علما مین سے بدتر وہ ہین جو امرا کے پاس جاتے ہین اور حضرت
انس رض سے یہ حدیث مروی ہے اَلْعُلَمَاءُ اُمَنَاءُ الرُّسُلِ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ مَا لَمْ
يُخَالِطُوا السُّلْطَانَ فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِكَ فَقَدْ خَانُوا الرُّسُلَ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاعْتَزِلُوْهُمْ
اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ فتنون کی جگہ سے
دور رہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ امیرون کے دروازے ہین جب
کوئی تم مین سے امیر کے پاس جاتا ہے تو جھوٹ بات پر اوسکو سچا کہتا ہے اور جو بات
اوس مین نہین ہوتی اوسکو اوس مین تبلاتا ہے۔ اور حضرت ابوذر رض نے سلمہ کو
نصیحت کی کہ اے سلمہ سلطانون کے دروازون پر نجانا کہ تجکو اونکی دنیا مین جسقدر
ملیگا اوس سے افضل وہ تیرے دین مین سے لے لین گے۔ اور سفیان ثوری
فرماتے ہین کہ دوزخ مین ایک وادی ہے جس مین وہی قاری رہین گے جو

باب العلم مین گزری ۱۲ — سکی سند
پیشتر گزری ۱۲
علما اللہ تعالی کی بندون پر رسولون کی امین ہین جبتک سلطان سے اختلاط نکرین اور جب ایسا کرین تو اونھون نے رسولون کی خیانت کی اون سے احتراز اور کنارہ کرو۔ باب العلم مین گزری ۱۲

باوشاہون کے یہان جاتے ہین - اور اوزاعی فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے نزدیک اوس عالم سے برا کوئی نہین جو کسی عامل کے پاس جاوے اور سمنون فرماتے ہین کہ عالم کے حق مین کتنا برا ہے کہ جب اوسکی مجلس مین کوئی آوے اور اوسکو نپاوے اور پوچھے کہ کہان ہین تو یہ جواب ملے کہ وہ امیر کے یہان ہین اور مین یہ قول سنا کرتا تھا کہ جب تم عالم کو دیکھو کہ وہ دنیا سے محبت رکھتا ہے تو اوسکو اپنے دین پر متہم کرو اب اس قول کو مین نے خود امتحان کر لیا یعنے مین جب کبھی اس سلطان کے پاس گیا اور دربار سے نکلنے کے بعد اپنے نفس کا حساب لیا تو اوسپر وبال پایا باوجودیکہ مین اون سے سختی کے ساتھ بولتا ہون اور اونکی خواہشون کے مخالف کہتا ہون - اور حضرت عبادہ بن الصامت فرماتے ہین کہ قاری عابد اگر امیرون سے دوستی کرے تو یہ نفاق ہی اور اگر توانگرون سے محبت کرے تو ریا ہے - اور حضرت ابو ذر فرماتے ہین جو شخص کسی قوم کی بھیڑ کو زیادہ کرے تو وہ اونھین مین شمار ہوتا ہے اس سے مراد یہ ہی کہ ظالمونکی جماعت بڑھانیسے ظالم کہلائیگا - اور حضرت ابن مسعود رض کا ارشاد ہے کہ آدمی جب باوشاہ کے پاس جاتا ہے تو اوسکا دین اوسکے ساتھ ہوتا ہے اور وہان سے پھر کر آتا ہے تو دین رخصت ہو جاتا ہے لوگون نے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ فرمایا کہ وہ شخص باوشاہ کو ایسی باتون سے خوش کرتا ہے جلسے خدا تعالی ناخوش ہو - اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ایک شخص کو عامل کیا پھر سنا کہ وہ حجاج بن یوسف کا عامل رہا ہے آپنے اوسکو معزول کر دیا اوسنے عرض کیا کہ مینے تو اوسکے عہد مین تھوڑے دن کام کیا تھا آپنے فرمایا کہ اوسکی صحبت ایک روز خواہ چند پاس ہی کی نحوست اور شرارت کیلیے کافی ہے - اور فضیل رح فرماتے ہین کہ جسقدر آدمی سلطنت والونکا مقرب ہوتا جاتا ہے اوسی قدر اللہ تعالی سے دور ہوتا جاتا ہے اور حضرت سعید بن مسیب تیل کی تجارت کیا کرتے اور فرماتے کہ اسکی وجہ سے ان سلاطینون سی کچھ حاجت نہین رہتی - اور وہیب رح فرماتے ہین کہ لوگ باوشاہون کے یہان جاتے ہین وہ امت کی حق مین جواریون سے بھی زیادہ مضر ہین اور محمد بن مسلمہ فرماتے ہین کہ جو قاری ان سلطانون کے دروازہ پر ہو اوسکی نسبت کرپاخانہ کی اوپر کی مکھی بہتر ہے - اور جب زہری رح نے سلطان سے اختلاط کیا تو اونکے ایک

براعبد ویغنی نے اونکو خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ خدا یتعالی ہمکو اور اے ابوبکر تم کو
فتنون سے بچاوے کہ تمھارا یہ حال ہوگیا ہے کہ جو کوئی تم سے شناسائی رکھتا ہے
اوسکو شایان ہے کہ خدا یتعالی سے دعا کرے کہ وہ تمپر رحم کرے تم بڑے بوڑھے ہو
اور اللہ تعالی کی نعمتون نے تمکو بھاری کر دیا ہے کہ اپنی کتاب کی سمجھ تمکو عنایت کی
اور طریق اسنے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلیم فرمایا لیکن اللہ تعالی نے
علما سے عہد لے لیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ
لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ یہ جان رکھو کہ جس بات کی مرتکب تم ہوئے ہو
اوسکی ادنی خرابی یہ ہے کہ تم نے ظالم کی وحشت کو دور کیا اور اپنے قرب سے اوس
شخص پر گمراہی کا طریق آسان کر دیا جسنے نہ کوئی حق ادا کیا اور نہ کوئی باطل ترک کیا تم کو
اون لوگون نے اپنا مقرب بنا کر مرکز اپنے ظلم کا ٹھہرا لیا کہ اونکی ظلم کی چکی تمہارے گرد
گھومے اور تم اونکے لیے پل بن گئے ہو کہ اپنی مصیبت مین تمپر کو عبور کرین سو تم راہ زینہ ہو گئے
کہ تمھاری بدولت گمراہی کے مدارج طے کرین تمھاری سبب سے علما پر شک ڈالین گے
اور جاہلون کے دلون کو اپنی طرف کھینچین گے تو جتنا انھون نے تمھارا بگاڑ کیا
اوسکے مقابل تمھارا فائدہ ہیچ ہے تمکو کیا یہ خوف نہین کہ مصداق اس آیت کے ہو جاؤ
فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ الآیۃ اور یہ بھی یاد رکھو کہ تمکو
معاملا ایسے شخص سے ہے جو تمھارے حال سے نادان نہین اور تمھارے افعال کے
وہ لوگ محافظ ہین جو غافل نہین تو اب تم اپنے دین کا علاج کرو کہ اوس مین گھن
لگ گیا ہے اور اپنے توشہ کی طیاری کرو کہ سفر دور و دراز موجود ہے اور اللہ تعالی سے
کوئی چیز زمین اور آسمان مین پوشیدہ نہین والسلام - ان اخبار اور آثار سے معلوم ہوتا ہے
کہ سلاطین سے اختلاط مین کس طرح کے فتنے اور فسادات ہین مگر ہم انکی تفصیل فقہ
کے طور پر کرتے ہین جس سے معلوم ہو کہ اس اختلاط مین سے حرام کونسا ہے اور
مکروہ اور مباح کونسا اسلیے ہم کہتے ہین کہ جو شخص بادشاہ کے پاس جاتا ہے وہ اپنے
خدا یتعالی کی معصیت کا متعرض کرتا ہے خواہ اپنے فعل سے خواہ ساکت رہنے سے
خواہ قول سے خواہ اعتقاد سے ان چارون مین سے ایک نہ ایک ضرور ہوتی ہے
فعل کی معصیت اسطرح ہے کہ بادشاہون کے پاس جانا اغلب احوال مین چھنی ہوئے

مکانات مین ہوتا ہے اور مکانون مین رستہ چلنا اور بدون اجازت مالکون کے اونمین داخل ہونا حرام ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ امر خفیف ہے لوگ اس مین درگذر کیا کرتے ہین جیسے ایک خرما یا روٹی کا ٹکڑا اوٹھا لینے مین تعرض نہین کرتے تو اس تقریر سے تم دہوکا مت کھانا کیونکہ درگذر کرنا غیر مغصوب چیز مین ہوتا ہے غصب کی چیز مین نہین ہوتا اسلیے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اونکی بیٹھنے سے زمین کا نقصان نہین ہوتا پس قابل درگذر کے ہے اسی طرح زمین کو گذر جانے سے کچھ نقصان نہین تو ہر ایک گذرنیوالیکے لیے یہی کہا جائیگا پس سب کا حکم ایک ہی ہوا اور غصب سبکے فعل سے پورا ہوا ہے اور درگذر وہان کیا جاتا ہے کہ گذرنیوالا اکیلا ہو کیونکہ بعض اوقات مالک کو ایک شخص کا گذر جانا برا نہین معلوم ہوتا لیکن جبکہ اوسکی ملک سبکا راستہ کر لیا جاوے تو حرمت سبکے اوپر آجاویگی اور کسی کا گذرنا جائز نہو گا حاصل یہ کہ اس اعتماد پر کہ ہر ایک چلنے والے کے ایکبار گذرنے سے ملک مین نقصان نہین آتا کسی کی ملک کو راستہ بنا لینا درست نہین کیونکہ سب کا گذرنا تو ملک کو تباہ کرتا ہے اسکی مثال ایسی سمجھو کہ ضرب خفیف تعلیم مین مباح ہے مگر اسی شرط پر کہ تنہا ہو اب اگر بہت سے آدمی ملکر ایک شخص کے ضرب خفیف ہی لگا دین جس سے وہ مرجاوے تو سب پر قصاص ہوگا حالانکہ اگر وہی ضرب تنہا ایک کی طرف ہوتی تو موجب قصاص نتھی اب اگر یہ فرض کرو کہ ظالم مغصوبہ جگہ مین نہین بلکہ خود ایسی زمین مین ہے جو اوسکی ملک مین ہی تو اگر خیمہ وغیرہ مین ہوگا تب بھی اوسکے پاس جانا حرام ہے اسلیے کہ خیمہ اوسی کے مال حرام سے بنا ہے اور حرام کے خیمہ وغیرہ سے فائدہ لینا اور سایہ مین بیٹھنا حرام ہے اور اگر فرض کیا جاوے کہ یہ سب چیزین مال حلال سے ہین تو اس صورت مین صرف روبرو جانے اور السلام علیکم کہنے سے گنہگار نہو گا لیکن اگر سجدہ کریگا یا جھکیگا یا سلام و مجرے کے لیے کھڑا رہیگا تو ظالم کی تعظیم اوسکی حکومت کی جہت سے کریگا اور حکومت اوسکے ظلم کا سامان ہی اور ظالم کے سامنے گردن جھکانی گناہ ہے بلکہ اگر کسی ایسے غنی کے سامنے گردن جھکاوے جو ظالم نہو اور وجہ اس تعظیم کی سوائے تونگری کے اور کوئی بات نہو تو دین کے دو ثلث کم ہوجاتے ہین تو جس صورت مین کہ ظالم کے سامنے یہ نوبت ہو قیاس کرنا چاہیے کہ دین کی خرابی کس قدر ہوگی غرضکہ سوائے لفظ سلام کے اور کوئی حرکت تعظیمی

مباح نہیں اور ہاتھون کو بوسہ دینا اور سلام کے لیے جھکنا معصیت نہین مگر خوف کے سبب ہو یا امام عادل کے لیے یا کسی عالم کے لیے یا اور کسی کے لیے جو امر دینی کی وجہ سے بوسہ کا مستحق ہو تو مضائقہ نہین چنانچہ حضرت ابو عبیدہ جراح رض نے جب حضرت فاروق رض سے شام مین ملاقات کی تو آپ کے ہاتھہ کو بوسہ دیا اور حضرت فاروق نے اونکو منع نفرمایا۔ اور بعض علما نے اس باب مین ایسا مبالغہ کیا ہے کہ سلاطین کی سلام کا جواب دینا بھی منع کیا ہے اور فرمایا کہ اونکو حقیر جانکر اونکی طرف سے منہ پھیر لینا عمدہ ثواب کی بات ہے مگر ہم یہ کہتے ہین کہ سلام کے جواب نہ دینے مین کلام ہے کیونکہ جواب سلام واجب ہے اور سکے ظلم کی جہت سے واجب کیسے دوسرے شخص کے ذمہ سے ساقط ہو جاوےگا پھر اگر جانیوالا ان باتون مین سے کوئی نہ کرے صرف سلام پر اکتفا کرے تو یہ ضرور ہوگا کہ اونکے فرش پر بیٹھے اور چونکہ اونکا سب مال حرام ہے تو اونکے فرش پر بیٹھنا بھی درست نہین یہ امور بلحاظ فعل کے ہوئے۔ اب سکوت کو سننا چاہیے کہ جانے والا اونکی دربار مین حریر کے فرش اور چاندی کے برتن اور اونکا اور اونکے غلامون کا حریری لباس یا زیور وغیرہ جو حرام ہین دیکھیگا اور جو شخص کہ گناہ کی چیز دیکھکر خاموش ہو رہے وہ اوس برائی مین شریک ہوتا ہے اسکے سوا اونکی گفتگو مین فحش اور جھوٹ اور گالی اور ایذا کے کلمات اور غیبت سنیگا اور ان سب کو سنکر چپ رہنا حرام ہے خود اونکو لباس پہنے اور کھانا کھاتے دیکھیگا اور جو کچھ اونکے پاس ہے وہ سب حرام ہے تو اسپر بھی سکوت کرنا جائز نہین پس اوس کو امر بالمعروف اور نہی منکر اپنی زبان سے واجب ہے اگر فعل سے نکر سکے اور اگر یہ کہو کہ وہ ڈر کے مارے کچھ نہین بولتا اسلیے یہ سکوت عذر سے ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکو وہان جانے کی ضرورت کیا تھی غیر مباح چیز کے ارتکاب کی ضرورت صرف عذر شرعی سے ہو سکتی ہے تو اگر یہ نجاتا اور ان حالات کو نہ دیکھتا تو اوسکو شرعاً حکم بھی نہوتا کہ امر معروف بجا لاوے وہ تو اپنے آپ باعث اس ارتکاب کا ہوا ہے اسلیے اوسکا عذر بھی مسموع نہین۔ اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جو شخص جانے کہ فلان جگہہ مین فساد کی بات ہے اور مجھ سے اوسکا دور کرنا ممکن نہین تو اوسکو وہان جانا جائز نہین تا کہ جا کر اپنے سامنے وہ خرابی دیکھے اور چپ ہو رہے بلکہ یہ چاہیے کہ اوسکے

دیکھنے سے محترز رہے - اور قول یہ ہے کہ سلطان ظالم کے لیے دعا اور ثنا کہے یا جو کوئی صریح باطل اوسکی زبان سے نکلے تو کہدے کہ حضور بجا فرماتے ہین یا سر سے اشارہ کردے کہ درست ہے یا چہرہ پر بشاشت ظاہر کرے یا اوسکی محبت اور طرفداری کا اظہار کرے اور شوق ملازمت اور اوسکی عمر دراز ہونے اور باقی رہنے کی حرص بیان کرے کیونکہ غالب یہی ہے کہ دربار مین جاکر صرف سلام کرکے کھڑا نہ رہیگا کچھہ نہ کچھہ بولے گا تو وہان کی کلام انھین اقسام مین سے کوئی نہ کوئی ہوگی - دعا مین سے ظالم کے لیے یہ الفاظ حلال ہین خدا تعالی آپ کو نیکی دے یا اللہ تعالی آپ کو توفیق خیر عنایت فرماوے یا ایزد تعالی اپنی طاعت مین آپکی زندگی زیادہ کرے یا جو اس قسم کے الفاظ ہون لیکن اوسکو یون کہکر طول بقا اور حراست اور اتمام نعمت کی دعا مانگنی جائز نہین کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ دَعَا لِظَالِمٍ بِالْبَقَاءِ فَقَدْ اَحَبَّ اَنْ یُّعْصَی اللّٰہُ فِیْ اَرْضِہٖ اور اگر دعا مین مبالغہ کرکے اوسکی ثنا کریگا تو عجب نہین کہ وہ صفات ذکر کرے جو اوسمین نہون تو اوس سے جھوٹا اور منافق اور ظالم کا اکرام کرنیوالا ہوگا اور یہ تین گناہ ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی غصہ کرتا ہے جسوقت کہ فاسق کی تعریف کیجاتی ہے اور ایک اور حدیث مین ہے مَنْ اَکْرَمَ فَاسِقًا فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی ھَدْمِ الْاِسْلَامِ - اور اگر ثنا سے گذر کر اوس کے قول کو سچا کہے گا یا اوس کے افعال کو اچھا بتاوے گا تو گناہگار ہوگا اسلیے کہ معصیت کو اچھا بتانا اور اوسپر ثنا کرنی گویا اوس معصیت پر مدد کرنا ہے اور اوسکی رغبت پر جنبش دینا جیسے کہ برا کہنا اور جھوٹا ٹھہرانا کسی کام کے زجر اور اوسکے لوازم کے ضعیف کرنے مین مفید ہوتا ہے اور معصیت پر اعانت کرنا بھی معصیت ہے اگر ایک لفظ کے آدھی ہی سے ہو - حضرت سفیان ثوری رح سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ ایک ظالم جنگل مین مرا جاتا ہے اوسکو پانی پلانا چاہیے یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین اوسکو مرنے دینا چاہیے کیونکہ پانی پلانا اوسکی اعانت ہے اور دوسرے لوگون کا اس مسئلہ مین یہ قول ہے کہ اوسکو پانی اتنا پلا دے کہ اوسکے دم مین دم آجاوے - اور اگر ثنا سے تجاوز کرکے اظہار محبت اور شوق ملازمت کا ذکر کریگا تو اگر جھوٹا ہوگا تو جھوٹ اور نفاق کی معصیت مین مبتلا ہوگا اور اگر سچا ہوگا تو ظالم کی محبت اور دیرپائی چاہنے کے باعث گناہگار ہوگا کیونکہ

خود مستحق اس بات کا ہے کہ اوس سے بغض فی اللہ کیا جاوے اور بغض فی اللہ واجب ہے اور معصیت سے محبت رکھنے والا اور راضی ہونیوالا گناہگار ہے اور جو شخص ظالم سے محبت کریگا وہ اگر ظلم کے باعث کریگا تب تو اوسکی محبت کے سبب سے گناہگار ہوگا اور اگر کسی اور وجہ سے محبت کریگا تب ترک واجب کے سبب سے عاصی ہوگا کہ واجب یہ تھا کہ اوس سے بغض رکھے اور اوسنے بغض نہ کیا بلکہ اولٹی محبت کی ۔ اور اگر ایک شخص مین دو باتین خیر وشر کی جمع ہون تو چاہیے خیر کی وجہ سے اوس سے محبت کیجاوے اور شر کی وجہ سے اوسکو برا جانا جاوے اور باب پنجم مین ہم بیان کرینگے کہ بغض اور محبت جمع کسطرح ہوسکتی ہین اب اگر ان سب باتون سے محفوظ رہے گو محفوظ رہنا معلوم تو اپنے دل مین خرابی آنے سے قطعی نہ بچیگا یعنے یہ دیکھیگا کہ ظالم اتنی بڑی آسایش مین ہے اور مجھپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کم ہے اور اس صورت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت کا مرتکب ہوگا کہ آپنے فرمایا ہے یَا مَعْشَرَ الْمُهَاجِرِیْنَ لَا تَدْخُلُوْا عَلٰی اَهْلِ الدُّنْیَا فَاِنَّهَا مُسْخِطَةٌ لِلرِّزْقِ ۔ اسکے سوا اتنی خرابیان اسکے جانے مین اور ہونگی کہ دوسرے آدمی اسکا اقتدا کرینگے اور خود اون مین شریک ہوکر اونکی جماعت کو زیادہ کریگا اور اگر یہ شخص باعث اونکے تجمل کا ہوگا تو اپنے جانیسے اونکے تجمل کو بڑھاویگا اور یہ سب باتین یا مکروہ ہین یا ممنوع ۔ منقول ہے کہ حضرت سعید بن مسیب سے کہا گیا کہ ولید اور سلیمان جو عبد الملک کے بیٹے تھے ان دونون کی بیعت کرلو آپنے فرمایا کہ جب تک رات دن بدلتے ہین مین دو کی بیعت نہ کرونگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بیعتون سے منع فرمایا ہے لوگون نے کہا کہ تو ایک دروازہ سے گھسکر دوسرے سے نکل آئے آپنے فرمایا کہ بخدا کبھی نکرونگا اسلیے کہ کوئی میرا اقتدا کرے آپکے تنو کوڑے لگائے گئے اور ٹاٹ پہنایا گیا مگر وہان کا جانا منظور نکیا غرض کہ سلاطین کے پاس جانا بدون دو عذرون کے جائز نہین اول یہ کہ اونکی طرف سے امر الزامی حاضری کا ہو نہ پیام اکرامی اور یہ معلوم ہو کہ اگر مین نہ جاؤنگا تو مجکو ستاوینگے یا رعیت کی اطاعت فاسد ہو جاویگی اور انتظام درہم برہم ہوگا تو اس صورت مین اوسپر جانا واجب ہے مگر نہ اونکی طاعت کے لیے بلکہ مصلحت خلق کے لحاظ سے کہ ولایت درہم برہم نہو ۔ دوسرے یہ کہ اسلیے اونکے پاس جاوے کہ کسی بھائی مسلمان پر سے ظلم کو دور کرے

یا نیت ہو کہ خود اپنے اوپر ظلم نہو خواہ اوسکو سمجہانے سے یا فریاد و واویلا کرنے سے تو اس طرح جانیکی اجازت ہی اس شرط سے کہ جھوٹ نہ بولے اور نہ تعریف کرے اور جس نصیحت کے قبول ہونیکی توقع ہو اوسکو بدون بیان کیے نہ رہے یہ حکم ہے بادشاہون کے پاس جانیکا۔ دوسری حالت یہ ہی کہ خود سلطان ظالم تمہاری ملاقات کو آوے تو اس صورت مین جواب سلام دینا تو ضروری ہے باقی رہا اوسکی تعظیم کرنی اور کھڑا ہونا تو یہ بھی حرام نہین اسلیے کہ اوسنے جو علم اور دین کی تعظیم کی تو اسوجہ سے قابل تعظیم ہوگیا جیسے ظلم کے باعث مستحق دوری کے تھا تو تعظیم کے بدلہ مین تعظیم اور سلام کے بدلہ مین جواب دینا چاہیے لیکن بہتر یہ ہے کہ اگر وہ خلوت مین آوے تو اوس کے لیے کھڑا نہ ہو تاکہ اس باعث سے اوسکو دین کی عزت ظاہر ہو اور ظلم اوسکی نظر مین حقیر معلوم ہو اور جانے کہ یہ دین کے لیے خفا ہوتے ہین اور جس سے خدا تعالی روگردانی کرتا ہے اوسکے خاص بندے اعراض کرتے ہین اور اگر مجمع مین ملاقات کو آوے تو ارباب حکومت کی حشمت کا پاس کرنا اونکی رعایا کے سامنے ضروری ہے پس اس نیت سے کھڑا ہونے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر جانے کہ نہ کھڑا ہونے سے رعیت مین کچھ فساد نہوگا اور اوسکے غصہ سے مجکو کچھ ایذا نہ پہونچے گی تو کھڑا ہونے کو ترک کرنا بہتر ہے پھر ملاقات کے بعد واجب ہی کہ سلطان کو نصیحت کرے اور اگر وہ ایسی چیز کا مرتکب ہو جسکی حرمت نجانتا ہو اور توقع یہ ہو کہ حرمت جان جاویگا تو چھوڑ دیگا تو اوسکو اوس کی حرمت تبلا دینی واجب ہی اور جن چیزون کی حرمت اوسکو خود معلوم ہے مثلاً شراب پینا اور ظلم کرنا تو اونکے ذکر کی کچھ ضرورت نہین بلکہ جن گناہون کا وہ مرتکب ہے اگر یہ گمان ہو کہ ڈرانا کچھ اثر کریگا تو اون گناہون سے ڈرا دینا چاہیے اور ایک یہہ واجب ہی کہ سلطان کو راہ مصلحت تبلادے یعنی اگر ظالم کی مطلب برآری کا کوئی طریق موافق شرع کے خود جانتا ہو تو اوسکو وہ راہ بتادے تاکہ اوسکا مطلب بھی ہو اور ظلم سے بھی بچا رہے غرض کہ اگر اپنی بات کو یہ جانے کہ سلطان مین تاثیر کریگی تو تین باتیں اوسپر واجب ہین اول جو بات سلطان کو معلوم نہو اوسکا بتانا دوسرے جن باتونکو وہ جان بوجھکر کرتا ہے اونسے دھمکانا سوم جس چیز سے وہ غافل ہو اوسکی طرف رہنمونی کرنی۔ اور یہ تینون باتین اوس شخص کو بھی لازم ہین جسکو خود بادشاہ کے پاس

جانیکا اتفاق عذر سے خواہ بلا عذر ہو۔ محمد بن صالح کہتے ہین کہ مین حماد بن سلمہ کے پاس تھا دیکھا تو اونکے گھر مین چار چیزون کے سوا اور کچھ نتھا ایک اونکے بیٹھنے کا بوریا دوم تلاوت کا قرآن سوم کتابون کا بستہ چہارم وضو کا لوٹا ایک روز مین اونکے پاس ہی تھا کہ کسی نے دروازہ پر دستک دی معلوم ہوا کہ محمد بن سلیمان ہے آپنے اوسکو اجازت دی وہ اندر آکر سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب مین تمکو دیکھتا ہون تو رعب مجھپر چھا جاتا ہے آپنے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عالم جب اپنے علم سے اللہ تعالی کی رضا چاہتا ہے تو اوس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جب علم سے خزانہ کا جمع کرنا چاہتا ہے تو ہر چیز سے خود ڈرتا ہے پھر محمد بن سلیمان نے چالیس ہزار درم آپکو نذر کیے اور عرض کیا کہ انکو اپنی حوائج مین صرف فرمائیے آپنے فرمایا کہ جن لوگون پر تمنے ظلم کرکے یہ حاصل کیے ہین اونکو واپس کردو اوس نے عرض کیا کہ بخدا مین نے آپکی نذر وہ مال کیا ہے جو مجکو وراثت مین ملا ہے مین نے براہ ظلم کسی سے نہین لیا آپنے فرمایا کہ مجکو اس مال کی ضرورت نہین اوسنے عرض کیا کہ آپ اونکو لیکر لوگون کو تقسیم کر دیجیے آپنے فرمایا کہ مین قسمت کرنمین شاید عدل کرون تو مجھے یہ ڈر ہے کہ جسکو اوس مین سے کچھ نہ ملے وہ یون کہے کہ اس شخص نے قسمت مین عدل نہین کیا اور میری جہت سے اوسکو گناہ ہو پس انکو مجھسے علیحدہ ہی رکھو۔ تیسری حالت یہ ہے کہ سلاطین سے علیحدہ رہے نہ خود اونکو دیکھے نہ وہ اوسکو دیکھین اور یہ امر واجب ہے اسلیے کہ اس باب مین سلامتی اسی صورت مین ہے پس آدمی پر واجب ہے کہ سلاطین کے ظلم کی وجہ سے دل مین اونکی عداوت رکھے اور اونکی دیرپائی نہ چاہے اور نہ اونکی تعریف کرے نہ اونکے حالات کا جویا رہے اور نہ جو لوگ اونسے متصل رہتے ہین اونکے نزدیک جاوے اور اونسے جدا رہنے کے باعث اگر کوئی چیز اپنے آپکو نہ ملے تو اوسپر افسوس نکرے اور یہ اوس صورت مین ہے کہ دل مین اوسکا دھیان گذرے اور اگر بالکل اونسے غافل ہی ہو جاوے تو اور بھی اچھا ہے اور جب دل مین یہ بات گذرے کہ اونکے پاس مال اور سامان عشرت بہت ہے تو یہ قول حاتم اصم کا یاد کرے کہ وہ فرماتے تھے کہ مجھ مین اور بادشاہون مین ایک ہی روز کا فرق ہے اسلیے کہ کل گذشتہ کی لذت تو اونکو میسر نہین اور آیندہ کل مین مجکو اور انکو

دونو نکو خوف ہی پس صرف آج کا دن باقی رہا ایک روز سے کیا ہو سکتا ہی یا حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ
کے قول کو یاد کرے کہ اونھون نے فرمایا کہ مالدار کھانے اور پینے اور لباس مین ہمارے شریک ہین
وہ بھی کھاتے پیتے اور پہنتے ہین اور ہم بھی ایسا ہی کرتے ہین اور اونکے پاس فضول مال ہوتا ہے
جسکو وہ دیکھا کرتے ہین اور ہم بھی اونکے ساتھ دیکھ لیتے ہین فرق اتنا ہے کہ اونکو اوس کا
حساب دینا پڑیگا اور ہم اس بازپرس سے بری ہین اور جو شخص کہ کسی ظالم کے ظلم یا عاصی
کی معصیت پر واقف ہو چاہیے کہ اوسکا واقف ہونا اوس ظالم کا مرتبہ اوس کے دل مین
گھٹا دے کہ یہ ضروری ہے کیونکہ جو شخص حرکت مکروہ کا مرتکب ہوتا ہے بالضرور دل سے اُتر جاتا ہے
اور معصیت کا مکروہ جاننا ضرور ہے کیونکہ تین حال سے خالی نہین یا تو اوسکو بھول جاوے یا
راضی ہو یا مکروہ جانے تو باوجود جاننے کے بھول تو سکتا نہین اور معصیت پر راضی ہونے کی
کوئی وجہ نہین تو ضرور ہوا کہ اوسکو بُرا ہی جانا جاوے تو یون چاہیے کہ جو شخص خدا تعالی
کے حق مین قصور کرے اوسکو ایسا بُرا جانو جیسا اپنے حق مین قصور کرنے سے جانتے - اب اگر یہ کہو
کہ دل سے بُرا جاننا تو اختیاری بات نہین تو واجب کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ جو چیز محبوب
کے نزدیک بُری ہوتی ہے عاشق اپنی طبیعت سے اوسکو بُرا جانتا ہے اور جو شخص اللہ تعالی
سے محبت نہین رکھتا وہ اوسکو پہچانتا نہین حالانکہ اللہ تعالی کی معرفت اور محبت واجب ہے
اور جب اللہ تعالی سے محبت کریگا تو بالضرور جس چیز کو خدا تعالی بُرا جانتا ہے اوسکو وہ بھی
بُرا جانیگا اور جسکو اللہ تعالی چاہیگا اوسکو وہ دوست رکھیگا اور اسکی تحقیق باب محبت اور
رضا مین مذکور ہوگی - اب اگر یہ کہو کہ سلف کے علما تو سلاطین کے پاس جایا کرتے تھے تو اسکا
جواب یہ ہے کہ ہان سلف کے لوگون سے اول جانیکا طور سیکھ لو تب جانے مین مضائقہ نہین چنانچہ
مروی ہے کہ ہشام بن عبد الملک بادشاہ حج کے لیے آیا جب مکہ معظمہ مین داخل ہوا تو کہا
کہ کسی شخص کو صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے میرے پاس لاؤ لوگون نے کہا کہ وہ تو انتقال کر گئے اوسنے کہا
کہ کسی تابعی کو لاؤ تو حضرت طاؤس یمنی کو لوگ بلا لائے جب آپ ہشام کے سامنے گئے تو جوتا
فرش کے کنارہ پر اُتارا اور امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا بلکہ یون کہا کہ اے ہشام السلام علیک
اور نہ اوسکی کنیت ذکر کی اور بعد سلام کے اوسکے مقابل بیٹھ گئے اور پوچھا کہ اے ہشام تم
کیسے ہو سلطان انکی حرکات سے ایسا فروختہ ہوا یہانتک کہ قصد مار ڈالنے کا کیا مگر لوگون نے
کہا کہ تو حرم خدا اور حرم رسول مین ہے یہ نہین ہو سکتا اوسنے آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمنے

یہ حرکت کیون کی آپنے فرمایا کہ مین نے کیا کیا اوسکو اور بھی غصہ زیادہ ہوا اور کہا کہ تمنے
میرے سامنے جوڑا اُتارا اور میرے ہاتھ کو بوسہ ندیا اور مجکو امیر المومنین کہکر سلام نکیا اور میری
کنیت نہ بیان کی اور میرے مقابل بدون اجازت بیٹھ گئے اور پوچھا کہ ہشام تم کیسے ہو آپنے
جواب فرمایا کہ جوڑا اُتارنیکا حال یہ ہے کہ رب العزت کے سامنے ہر روز پانچ بار اُتارتا ہون وہ مجھپر
نہ خفا ہوتا ہے نہ سزا دیتا ہے اور بوسہ دینے کی یہ وجہ ہے کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ مرد کے لیے حلال نہین کہ کسی کے ہاتھ کو بوسہ دے بجز اپنی بی بی کے براہ
شہوت اور اپنی اولاد کے بطور رحمت اور یہ جو کہتے ہو کہ مجکو امیر المومنین کہکر سلام نہ کیا
تو اسکا سبب یہ ہے کہ سب آدمی تمھاری حکومت سے راضی نہین اسلیے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا
کہ جھوٹ بولون اور کنیت نہ بیان کرنیکی یہ وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیا کے تو نام لیے ہین
اور فرمایا یا داؤد یا یحیی یا عیسیٰ اور اپنے دشمنون کو کنیت سے ذکر فرمایا جیسے تبت یدا ابی لھب
اور یہ جو کہتے ہو کہ میرے سامنے بیٹھ گئے اسکا باعث یہ ہے کہ مین نے حضرت علی رضہ سے سُنا ہے
کہ فرماتے تھے کہ جب تم کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو ایسے شخص کو دیکھ لو کہ خود بیٹھا ہو اور
لوگ اوسکے گرد کھڑے ہون ہشام یہ باتین سنکر بولا کہ آپ مجکو نصیحت فرمائیے آپنے فرمایا
کہ مین نے حضرت علی مرتضی رضہ سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ دوزخ مین پہاڑون کی چوٹیون
کی مانند سانپ ہین اور خچرون کے برابر بچھو ہین وہ اون امیرون کو کاٹینگے جو اپنی رعیت
مین عدل نہین کرتے پھر آپ وہان سے اُٹھکر جلدی سے چلدیے۔ اور حضرت سفیان
ثوری رضہ سے منقول ہے کہ وہ منا مین ابو جعفر منصور کے پاس تشریف لیگئے اوسنے عرض کیا
کہ آپ اپنی حاجت بیان فرمائیے آپنے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے خوف کر کہ تونے اپنے ظلم و
تعدی سے زمین کو بھر دیا ہے منصور نے گردن جھکا لی پھر سر اوٹھا کر کہا کہ آپ اپنی حاجت
مجھسے بیان کرین فرمایا کہ تو جو اس مرتبہ کو پہونچا ہے تو صرف مہاجرین اور انصار کی تلوارون
سے پہونچا ہے اب اونکے بچے بھوکون مرتے ہین خدا کا خوف کر اور اونکا حق اونکو حوالہ کر
پھر سر نیچے کر لیا اور آخر کو سر اوٹھا کر کہا کہ اپنی حاجت پیش فرمائیے فرمایا کہ حضرت عمر
فاروق رضہ نے جب حج کیا تھا تو اپنے خزانچی سے پوچھا تھا کہ مین نے کتنا خرچ کیا
اوسنے عرض کیا کہ کچھ اوپر دس درم اور تیرے ساتھ اتنے مال دیکھتا ہون کہ جنکو اونٹ بھی
نہین اوٹھا سکتے یہ کہکر آپ چلے آئے تو اکابر سلف اگر بزور و تکلف جاتے بھی تھے تو اسطرح

جایا کرتے تھے اور سلاطین کے ظلم سے خدا واسطہ کا انتقام لینے کے لیے اپنی جان لڑا دیتے تھے اور ابن ابی شمیلہ عبد الملک بن مروان کے پاس تشریف لیگئے اوسنے عرض کیا کہ کچھ فرمایئے آپنے فرمایا کہ قیامت کے دن قیامت کے غموں اور تلخیوں سے اور وہان کی تباہی دیکھنے سے وہی لوگ بچین گے جنھون نے اپنے نفس کو ناراض کرکے خدا تعالی کو راضی کیا ہوگا عبد الملک رو پڑا اور کہا کہ جبتک مین زندہ رہونگا اس جملہ کو اپنی آنکھ کے سامنے رکھونگا۔ اور جب حضرت عثمان غنی رضہ خلیفہ ہوئے تو تمام اصحاب آپکی خدمت مین آئے مگر حضرت ابوذر غفاری جو آپکے دوست تھے اونھون نے تاخیر کی حضرت عثمان رضہ نے اونکو تاخیر پر عتاب فرمایا اونھون نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ آدمی جب کسی حکومت کا والی کیا جاتا ہے تو اللہ تعالی اوس سے دور رہو جاتا ہے اور حضرت مالک بن دینار رح بصرہ کے حاکم کے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ مین نے کسی کتاب مین دیکھا ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ سلطان سے زیادہ بیوقوف کوئی نہین اور جو شخص میری نافرمانی کرے اوس سے بڑھکر نادان کوئی نہین اور جو شخص مجھپر گھمنڈ کرے اوس سے زیادہ دھوکا کھانیوالا کوئی نہین اے خراب چرانیوالے مین نے تجکو موٹی تندرست بھیڑ بکریان دین تو نے اونکا گوشت کھایا اور اون پہنی اور اونکو ہڈیان ہوا اوڑھا چھ کر دیا حاکم بصرہ نے کہا کہ آپکو معلوم ہے کہ آپ ہم پر دلیر اور ہم سے سیر کیون ہین آپنے فرمایا کہ نہین اوس نے کہا اس کی یہ وجہ ہے کہ آپ ہم سے طمع کم رکھتے ہین اور مال کو رکھ نہین چھوڑتے۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح سلیمان بن عبد الملک کے ساتھ کھڑے تھے اتنے مین سلیمان رعد کی آواز سنکر ڈر گیا اور اپنی چھاتی چارجامہ کے اگلے حصہ پر رکھدی حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ یہ آواز اللہ تعالی کی رحمت کی تھی جب اوس کے عذاب کی آواز سنوگے تب کیا صورت ہوگی پھر سلیمان نے لوگون کی طرف دیکھکر کہا کہ کتنے زیادہ آدمی ہین آپنے فرمایا کہ اے امیر المومنین یہ سب آپکے مدعی ہین اوسنے کہا کہ خدا تعالی تمکو انسے حوالہ ڈالے۔ اور کہتے ہین کہ سلیمان بن عبد الملک بقصد مکہ معظمہ مدینہ منورہ مین آیا اور حضرت ابو حازم کو بلوایا اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہم موت کو برا جانتے ہین آپنے فرمایا کہ اسکی یہ وجہ ہے کہ تمنے اپنی آخرت خراب کی اور دنیا کو آباد کیا اسلیے آبادی سے ویرانہ مین جانیکو برا جانتے ہو اوسنے پوچھا کہ اللہ تعالی کے سامنے جانا کیسی ہوگا آپنے فرمایا کہ نیک بندے تو ایسے جائینگے جیسے باہر رہتا ہوا آدمی اپنے گھر آوے اور گناہگار

اکمل ن بلکہ معلم نہین ہوتی ۱۲

ایسے آوینگے جیسے بھاگا ہوا غلام آقا کے سامنے لایا جاوے سلیمان رویا اور کہنے لگا کہ کاش
ہمکو معلوم ہو کہ خدا ے تعالے کے یہان ہم کیسے ہونگے ابو حازم نے فرمایا کہ اپنے حال کو قرآن مجید سے
مطابق کرو اللہ تعالے فرماتا ہی اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ
سلیمان نے کہا کہ پھر خدا ے تعالے کی رحمت کہان ہی آپ نے فرمایا کہ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ
مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ سلیمان نے پوچھا کہ اللہ کے بندون مین سے زیادہ بزرگ کون ہی فرمایا کہ مروت
اور تقوی والے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کون سا ہی فرمایا کہ فرائض کا ادا کرنا حرام چیزون سے
اجتناب کے ساتھ پوچھا کہ کلام مین سے زیادہ کون سی سننے کے قابل ہی فرمایا کہ سچ کہنا ایسے شخص کے
سامنے جس سے بیم و رجا ہو پوچھا کہ ایمان والون مین سے کون سا زیادہ دانا ہی فرمایا کہ وہ
شخص جو اللہ تعالے کی طاعت پر عمل کرے اور لوگون کو اسی کی طرف طالب ہو پوچھا کہ
اہل ایمان سے زیادہ خسارہ مین کون ہی فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی ظالم کی خواہش مین چلے
اور اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کے عوض فروخت کرے پھر سلیمان نے پوچھا کہ ہم جس حال مین
اب ہین اسمین تم کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا کہ کیا تم مجکو سزا دوگے اسنے کہا کہ نہین بلکہ
نصیحت فرمائیے فرمایا کہ ای امیر المومنین تمھارے باپ دادون نے لوگون پر تلوار کا دباو
ڈال کر یہ ملک زبردستی لیا ہی نہ تو مسلمانون سے مشورہ کیا اور نہ انکی خوشی سے لیا یہانتک
کہ بڑا کشت و خون کر کے چلدیے تو کاش اب تم جان لو کہ انھون نے کیا کیا اور لوگون نے
انکو کیا کہا ایک شخص نے سلیمان کے جلیسون مین سے کہا ای ابو حازم تمنے یہ برا کلام
کیا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالے نے علما سے عہد لیا ہی کہ لوگون مین امر حق کو بیان کرین
اور پوشیدہ نہ رکھین سلیمان نے عرض کیا کہ ہم کیسے اس خرابی کو دور کرین آپ نے فرمایا
کہ وجہ حلال سے تحصیل کرو اور اسکے موقع مین صرف کرو اسنے کہا کہ یہ بات کس سے
ہو سکتی ہی آپ نے فرمایا کہ جو شخص جنت کا طالب اور دوزخ سے خائف ہو اس سے ہو سکتی ہی
اسنے عرض کیا کہ آپ میرے حق مین دعا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر سلیمان تیرا دوست ہی
تو اسکے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی آسان کر دے اور اگر دشمن ہی تو اسکو زبردستی اپنے
محبوب اور پسند چیز کی طرف پہونچا دے پھر سلیمان نے عرض کیا کہ مجکو وصیت فرمائیے آپ نے
فرمایا کہ مین مختصر سی وصیت کرتا ہون کہ اپنے رب کی عظمت اور پاکی اس درجہ پر
تصور کر کہ جس کام سے اسنے تجکو منع کیا ہی اسکا مرتکب نہ دیکھے اور جس کام کا امر کیا ہی

ت ۱ بیشک نیکوکار البتہ نعمت مین ہین اور بیشک گنہگار دوزخ مین ہین ۱۲
ت ۲ بیشک رحمت اللہ کی نزدیک ہی نیکی والون سے ۱۲

اوسمین قاصر نیا وی۔ اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ابو حازم سے فرمایا کہ مجکو نصیحت فرمائیے آپنے فرمایا کہ لیٹ کر یہ تصور کرو کہ موت سر پر موجود ہے اور یہ وقت واپسین ہے پھر یہ دھیان کرو کہ ایسے وقت مین تم کونسی صفت کو اپنے آپ مین ہونا پسند کرتے ہو اور کونسی کا ہونا نہین پسند کرتے جس صفت کا ہونا پسند کرو اوسکو اوسی وقت اختیار کرلو اور جس کا ہونا پسند نہین کرتے اوسکو اوسی وقت ترک کردو کیونکہ شاید وقت آخر قریب ہی آلگا ہو۔ اور ایک اعرابی سلیمان بن عبد الملک کے پاس آیا اوس سے سلیمان نے کہا کہ کچھ فرمایئے اوسنے کہا کہ اے امیر المومنین مین آپسے کچھ کہتا ہون اوسکو برداشت کرنا اور اگر برا مانوگے تو پچھتاؤگے کہ ہمنے برداشت کیون نکیا سلیمان نے کہا کہ ہمارا حلم تو اتنا وسیع ہے کہ جس شخص سے نصیحت کی توقع نہین ہوتی اور احتمال دغا کا ہوتا ہے اوسکے ساتھ بھی حلم کرتے ہین تو جو شخص ہماری نصیحت کو کہیگا اور ہمسے کچھ فریب نکریگا اوسکے ساتھ حلم کیسے نہ برتینگے اعرابی نے کہا اے امیر المومنین آپ کے گرد و پیش ایسے لوگ ہین کہ انھون نے اپنی جانون کے لیے برائی اختیار کی اور دین کو بیچ کر دنیا مول لی اور تمھاری رضامندی خدا تعالی کی خفگی کے عوض اختیار کی اللہ تعالی کے باب مین تو تمھارا خوف کیا اور تمھارے باب مین اللہ تعالی کا خوف نکیا آخرت کے ساتھ لڑائی اور دنیا کے ساتھ صلح پسند کی تو جس چیز پر اللہ تعالی نے تمکو امین کیا ہے تم اوسپر ان لوگونکو امین مت کرو کہ انھون نے امانت کے ضائع کرنے اور امت کے ذلیل و خوار کرنے مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا اور تم سے اونکے اعمال کی بازپرس ہوگی اور اونسے تمھارے اعمال کا سوال نہوگا تو تم اپنی آخرت بگاڑکر اونکی دنیا کو درست مت کرو کیونکہ لوگون مین زیادہ تر خسارہ اوسکو ہے جو دوسرے کی دنیا کے بدلے مین اپنی آخرت کھو بیٹھے سلیمان نے کہا کہ اے اعرابی تونے اپنی تیغ زبان سے خوب پھول کتر ہے اتنا کاٹ تو تیری تلوار مین بھی نہوتا اعرابی نے کہا کہ بجا ہے مگر یہ باتین آپکی فائدہ کی ہین نہ ضرر کی اور حکایت ہے کہ ابوبکرہ معاویہ رض کے پاس گئے اور فرمایا کہ اے معاویہ خدا تعالی سے خوف کرو اور جان لو کہ جو دن گذرتا جاتا ہے اور رات تمھارے پاس آتی ہے وہ تمہین دنیا سے دور اور آخرت سے نزدیک ہوتے جاتے ہو اور تمھارے پیچھے طالب ایسا ہے کہ اوس سے تم بچ نہین سکتے اور ایک حد تمھارے لیے مقرر ہے جس سے آگے نہین نکل سکتے اب تم بہت جلد اوس حد تک پہونچا چاہتے ہو اور عنقریب وہ طالب تمکو آپکڑتا ہے اور ہم اور ہمارے حالات سب فانی ہین اور جسکی طرف ہم جاوینگے وہی باقی ہے اگر ہمارے

اچھے ہونگے تو جزا اچھی ہوگی اور اگر بُرے ہونگے تو جزا بری ہوگی - غرضکہ علماء آخرت کا جانا سلاطین کے پاس اسطرح پر تھا مگر علماء دنیا اسلیے جاتے ہین کہ اونکے دلون مین تقرب حاصل کرین اونکو طرح طرح کی اجازتین دیتے ہین اور باریک حیلے اور گنجایش کے راستے جو اونکے مطالب کے موافق پڑین سوجھاتے ہین اور اگر جس قسم کی باتین ہمنے لکھی ہین وعظ کے ضمن مین کہتے بھی ہین تو اونسے غرض اصلاح نہین ہوتی بلکہ جاہ اور قبول سلاطین کی نظرون مین حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اور اس امر مین دو دھوکے ہین جن مین احمق مبتلا ہوجاتے ہین اول یہ کہ ظاہر یہ کرین کہ ہمارا مقصود سلاطین کے پاس جانے سے یہ ہے کہ وعظ سے اونکی اصلاح کرین اور غالباً جی مین یہ بات نہین ہوتی مگر خود اونکو بھی باعث اصلی اس کا معلوم نہین ہوتا وہ باعث خفیہ خواہش شہرت کی ہوتی ہے اور یہ کہ سلاطین اونکو پہچان جاوین اور غرض اصلاح کے سچے ہونیکی یہ علامت ہے کہ اگر دوسرا شخص عالم اوس وعظ کا متکفل ہو اور اوسکا وعظ مقبول ہوکر اصلاح کا اثر ظاہر ہونے لگے تو چاہیے کہ اوس سے خوش ہو اور اللہ تعالی کا شکر کرے کہ جس مہم مین در پے تھا اوسکو اللہ تعالی نے دوسرے کے ہاتھ سے سرانجام کرادیا اور میری تکلیف کو بچا دیا جیسے کسی شخص پر واجب ہو کہ ایک مریض از کار رفتہ کا علاج کرے اس صورت مین اگر دوسرا کوئی طبیب اس خدمت کو اپنے ذمہ لیوے تو پہلے طبیب کو نہایت خوشی ہوگی پس اگر اپنے دل مین اپنے وعظ کو دوسرے کے وعظ پر ترجیح جانتا ہوگا تو معلوم ہوگا کہ اوس کو دھوکا ہوا غرض اصلی اصلاح سلاطین نہین کچھ اور ہی مطلب ہے - دوم یہ کہ یون بیان کرے کہ مین اسلیے جاتا ہون کہ کسی مسلمان پر سے ظلم دفع کرا دون تو یہ بھی دھوکے کا مقام ہے اور اسکی کسوٹی بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی - اور جبکہ سلاطین کے پاس جانیکا طریق ظاہر ہوگیا تو اب ہم چند مسائل لکھتے ہین جنسے مخالطت سلاطین اور اونکے مال کے لینے مین جو حالات عارض ہوتے ہین اونکی کیفیت معلوم ہوگی مسئلہ جب سلطان تمکو کوئی مال فقیرون کو دینے کے لیے بھیجے تو دو حال سے خالی نہین یا تو اوس مال کا کوئی مالک معین ہوگا اس صورت مین تو اوسکا لینا تمکو حلال نہین یا کوئی مالک معین نہوگا بلکہ اوس مال کا حکم یہ ہو کہ اوسکو صدقہ کردینا مساکین پر بموجب بیان گذشتہ واجب ہو تو تمکو جائز ہے کہ اوسکو لیکر بانٹنے کے کفیل ہوجاؤ اور خود لیکر گناہگار مت ہو لیکن بعض علما لینے ہی سے انکار کرتے ہین تو اب بہتر صورت کو دیکھنا چاہیے اسلیے ہم کہتے ہین کہ اگر تم

تین خطرون سے مامون ہو تو لے لینا تمھارے حق مین بہتر ہی - اول خطرہ یہ ہی کہ بادشاہ
تمھارے لینے سے یہ سمجھے کہ ہمارا مال طیب ہی اگر طیب نہوتا تو تم اُسکے لیے ہاتھ نہ بڑھاتے
اور اپنی تحویل مین نہ کرتے پس اگر ایسی ہی صورت ہو تو مال مت لو کہ خطرناک ہی کیونکہ جتنی بہتری
تمھارے اُس مال کے تقسیم کرنے سے ہوگی وہ اُس بُرائی سے کم ہوگی جو سلطان کو مال
حرام پر جرائت ہونے سے ہوگی - دوم یہ کہ دوسرے عالم خواہ جاہل تمکو دیکھ کر تمھارا اقتدا کرین
اور لینے کو جائز سمجھین اور مساکین کو نہ دیوین تو یہ خرابی پہلی خرابی سے بھی زیادہ ہی چنانچہ کچھ
لوگ لینے کے جائز ہونے پر حضرت امام شافعی کے لینے کی سند لاتے ہین اور اُنکے تقسیم کر دینے کو
نہین دیکھتے کہ فقیرون کو دینے کی نیت سے لیا کرتے تھے تو جو شخص مقتدا ہو اُسکو اس امر سے
نہایت بچنا چاہیے کیونکہ اُسکا فعل بہت مخلوق کی گمراہی کا سبب ہو جاتا ہی وہب بن منبہ
کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک شخص پکڑا آیا اور لوگون کے سامنے سلطان نے
اُسکو زبردستی سور کا گوشت کھلانا چاہا اُسنے نہ کھایا پھر اُسکے سامنے بکری کا گوشت کیا گیا اور تلوار سے
دھمکایا گیا اُسنے وہ بھی نہ کھایا لوگون نے اُس سے وجہ پوچھی اُسنے کہا کہ آدمیون کو
یہ یقین ہو چکا کہ مجکو سور کا گوشت کھلانا تجویز ہوا ہی اب اگر مین زندہ باہر نکلتا اور کچھ کھا چلتا
تو لوگ نہ جانتے کہ مین نے کیا کھایا اور گمراہ ہو جاتے اور وہب بن منبہ اور طاؤس رح حجاج کے
بھائی محمد بن یوسف کے پاس گئے وہ لڑکا ہی سا تھا اور جاڑے کے دن مین کُھلی مجلس مین
بیٹھا تھا یہ دونون بھی کرسی پر بیٹھ گئے محمد بن یوسف نے اپنے غلام سے کہا کہ ایک چادر لا کر طاؤس رح کو
اُڑھا دے اُسنے حکم کی تعمیل کی آپنے اپنے شانے ہلانے شروع کیے یہان تک کہ چادر گر پڑی
محمد بن یوسف غصہ ہوا اور کہا کہ یہ مانا کہ آپکو اسکے استعمال کی ضرورت نہین لیکن اگر آپ
اسکو لے کر صدقہ کر دیتے تو کیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ درست ہی اگر مجکو یہ ڈر نہوتا کہ بعد کو لوگ کہینگے
کہ طاؤس نے لیا تھا اور جو مین کرتا وہ نہ کرینگے تو مین ایسا ہی کرتا - سوم یہ کہ اس وجہ سے
کہ بادشاہ نے تمکو خاص کیا اور مال تمھارے ہی پاس بھیجا دوسرے کے پاس ارسال نہ کیا
تمھارے دل مین اُسکی محبت جنبش کر جائے اگر یہ معاملہ ہو تو ہرگز مال قبول مت کرو کہ زہر
قاتل ہی اور ظالمون کی محبت درد لاعلاج ہی اسلیے کہ جسکو آدمی دوست رکھتا ہی اُسکے باب مین
مداہنت کیا کرتا ہی اور محسن سے محبت بلاشبہ ہوتی ہی چنانچہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین
کہ نفوس کی سرشت مین رکھا گیا ہی کہ جو اُنکے ساتھ سلوک کرے اُس سے محبت کرین اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِفَاجِرٍ عِنْدِیْ یَدًا فَیُحِبَّہٗ قَلْبِیْ اس ارشاد مین آپ نے بیان فرمایا کہ قلب غالبًا محبت سے خالی نہین رہتا۔ اور کہتے ہین کہ کسی حاکم نے حضرت مالک بن دینار رح کے پاس دس ہزار درم بھیجے آپنے اون سبکو تقسیم کردیا اونکے پاس محمد بن واسع آئے اور پوچھا کہ کچھ تمکو اس امیر نے بھیجا تھا اوسکو کیا کیا آپنے فرمایا کہ میرے ساتھیون سے دریافت کرلو سب نے کہا کہ بالکل تقسیم کردیا محمد بن واسع نے کہا کہ مین تمکو خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہون کہ تمھارے دل مین اوس امیر کی محبت اب زیادہ ہے یا مال بھیجنے سے پہلے زیادہ تھی آپنے فرمایا کہ اب زیادہ ہے اونھون نے کہا کہ مجکو اسی کا خوف تھا اور واقع مین درست کہا کیونکہ جب اوس سے محبت رکھیگا تو اوسکی بقا چاہیگا اور معزول ہونیکو برا جانیگا اور اوسکے مرنے اور بارکو اچھا نہ سمجھیگا اور یہ پسند کریگا کہ اوسکی حکومت پھیلے اور مال زیادہ ہو اور یہ سب باتین اسباب ظلم کی اور محبت کی ہین اور وہ مذموم ہے حضرت سلمان فارسی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ جو شخص کسی کام سے راضی ہو اگرچہ وہ غیر حاضر ہو مگر ایسا ہوگا کہ گویا اوسکے کرنے مین شریک تھا اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَرْکَنُوْٓا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اسکے معنی بعض مفسرین نے یہی فرمائے ہین کہ ظالمون کے اعمال پر راضی مت ہو پس اگر تمکو اسقدر قوت ہو کہ مال لینے سے سلاطین کی محبت زیادہ نہو تو لینے مین کچھ مضائقہ نہین۔ چنانچہ کسی بصرہ کے عابد کا حال کہتے ہین کہ وہ مال لیکر تقسیم کردیا کرتا تھا لوگون نے اوس سے کہا کہ تمکو یہ ڈر نہین کہ سلاطین کی محبت کرنے لگو فرمایا کہ اگر کوئی شخص میرا ہاتھ پکڑکر مجکو جنت مین داخل کردے اور پھر خدا تعالی کی نافرمانی کرے تو باوجود اتنے سلوک کے پھر بھی میرا دل اوس سے محبت نہ کریگا کیونکہ جس شخص نے اوسکو میرے ہاتھ پکڑنیکے لیے مسخر کیا ہے اوسی کی خاطر سے مین اوس سے بغض رکھتا ہون تقریر گذشتہ سے معلوم ہوا کہ اس زمانہ مین سلاطین سے مال لینا گو وہ وجہ حلال ہی سے ہو ممنوع اور مذموم ہے اسلیے کہ ان خرابیون مذکورۂ بالا سے خالی نہین ہوتا۔ مسئلہ اگر کوئی یہ کہے کہ مال کا لینا اور مساکین کو دینا تو درست نہین ہے مگر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نہین کہ سلطان کا مال چرا کر یا اوسکی ودیعت کو چھپا کر خواہ منکر ہوکر لوگون کو بانٹ دیا جاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ امر جائز نہین اسلیے کہ کیا معلوم ہے شاید اس مال کا کوئی مالک معین ہو اور سلطان کی نیت مین ہو کہ اوسکو واپس کردونگا اور یہ مال ویسا نہین ہوسکتا جیسا وہ خود تمھارے پاس بھیجدے کیونکہ عاقل سلطان پر یہ

گمان نہین کرتا کہ جس مال کا مالک اُسکو معلوم ہوا اُسکو خیرات کر دے تو اُسکا دینا اس بات کی
دلیل ہو کہ اُسکو مالک کا حال معلوم نہین پس اگر بادشاہ ایسا ہو کہ اس قسم کے حالات اُسپر
مشتبہ رہتے ہین تو اُس مال کا قبول کرنا نہ چاہیے جب تک کہ خوب دریافت نکرے پھر چوری
کیسے ہوسکتی ہو اسلیے کہ یہ بھی تو ہوسکتا ہو کہ مال مسروق سلطان کی ملک ہوا اُسنے اُدھار
خریدا ہو کہ بظاہر اُسکا قبضہ ملک کی دلیل موجود ہو بلکہ اگر کوئی گری ہوئی چیز پاوے اور ظاہر ہو
کہ اُسکا مالک کوئی لشکری ہو اور یہ احتمال ہو کہ اُسنے وہ چیز اُدھار لی ہوگی یا اور کسی طور سے
اُسکی ملک مین آئی ہوگی تو اُس چیز کا اُسکو واپس کرنا واجب ہو تو معلوم ہوا کہ سلاطین کا
مال چورانا واجب نہین نہ خود اُنکے پاس سے اور نہ اُسکے پاس سے کہ اُنھون نے ودیعت
رکھا ہو اور اُنکی ودیعت کا انکار کرنا بھی جائز نہین اور جو کوئی اُنکا مال چرا دے اُسپر چوری کی
سزا ہونی واجب ہو لیکن اگر چور دعویٰ کرے کہ یہ مال اُنکی ملک نہین تو دعویٰ سے حد
ساقط ہو جاویگی مسئلہ سلاطین کے ساتھ معاملہ کرنا حرام ہو اسلیے کہ اُنکے اکثر اموال حرام ہین
تو جو کچھ عوض مین آویگا وہ حرام ہی ہوگا ہان اگر وہ چیز کا مول ایسی جگہ سے دیوین جسکی
حلت قطعًا معلوم ہو تو اب اُس چیز مین کلام ہو جو اُنکے ہاتھ فروخت کیجاتی ہو اگر یہ معلوم ہو
کہ مبیع کو لیکر وہ خداے تعالیٰ کی معصیت کرینگے مثلًا ریشمی کپڑا مبیع ہو اور بائع کو معلوم ہو
کہ سلطان اسکو پہنیگا تو یہ بیع حرام ہو جیسے انگور کا بیچنا شراب بنانے والے کے
ہاتھ اور خلاف اُس صورت مین ہو کہ بیع درست ہو اور اگر یہ احتمال ہو کہ بادشاہ خود پہنیگا اور یہ
بھی ہو کہ مستورات کو پہناویگا تو یہ معاملہ شبہ مکروہ ہوگا یہ اُن اشیاء کا حال ہو جنسے خود معصیت
ہوتی ہو اور یہی حال ہو اُنکے گھوڑا بیچنے کا خصوص جب کہ مسلمانون سے لڑنے کو یا اُنسے
خراج لینے کو سوار ہوتے ہون کیونکہ اس سے بھی اُنکی اعانت ہوتی ہو اور اعانت بھی ممنوع ہو
باقی رہین وہ چیزین جنسے خود معصیت بلکہ وہ ذریعہ معصیت ہین جیسے دراہم و دنانیر کا
بیچنا یا جو ایسی ہی چیز ہو تو یہ بیع مکروہ ہو اسوجہ سے کہ ظلم پر اعانت ہو کیونکہ وہ ظلم کرنے مین
مال اور گھوڑون اور اسباب ہی سے اعانت لیتے ہین اور یہ کراہت اُنکو کسی چیز کے تحفہ بھیجنے
اور اُنکا کام بلا اجرت کر دینے مین بھی جاری ہو یہان تک کہ اُنکی تعلیم مین اور اُنکی اولاد کو
رسم خط و کتابت اور حساب سکھلانے مین ہان البتہ قرآن کا سکھلانا مکروہ نہین
اسمین اگر کراہت ہو تو بلحاظ اجرت کے لینے کے ہو کہ وہ مال حرام سے ملتی ہو اسکی حلت

اگر قطعی معلوم ہو تو مضائقہ نہین اور اگر سلاطین کسی کو اپنا وکیل کر دین کہ بازارون مین سے انکے واسطے خرید و فروخت بدون اجرت کیا کرے تو بوجہ اعانت یہ وکالت مکروہ ہی اور اگر ایسی چیز خریدیگا جس سے جانتا ہی کہ وہ معصیت کا قصد کرینگے جیسے غلام اور ریشمی کپڑا مثلاً ہم بستری اور لباس کے لیے اور ظلم اور قتل کے وقت گھوڑا سواری کے لیے تو یہ حرام ہوگا غرضکہ بیع سے قصد معصیت اگر ظاہر ہوگا تو حرمت حاصل ہوگی اور اگر ظاہر نہوگا اور بمقتضاے دلالت حال پایا جاتا ہوگا تو کراہت ہوگی مسئلہ جو بازار کہ سلاطین نے مال حرام سے بنالے ہین انمین تجارت حرام ہی اور انمین سکونت کرنا جائز نہین اگر کوئی سوداگر انمین رہکر شرعی طریق سے کچھ پیدا کریگا تو اسکا مال حرام نہوگا مگر اپنی سکونت کے باعث سے گناہگار ہوگا اور لوگون کو ان تاجرون سے خریدنا درست ہی لیکن اگر دوسرا بازار میسر ہو تو بہتر یہ ہی کہ اسمین سے خریدین کیونکہ ان تاجرون سے خریدنے مین انکو سکونت پر اعانت اور دوکانون کے کرایہ کا زیادہ کرنا ہی اسی طرح جس منڈی پر سلاطین نے خراج مقرر نہین کیا اسمین معاملات کرنے اچھے ہین بہ نسبت ان منڈیون کے جنپر خراج ہی اور بعض لوگون نے اتنا مبالغہ کیا ہی کہ جن ارضی پر سلاطین نے خراج مقرر کیا ہی انکے زمیندارون اور کسانون سے بھی معاملہ جائز نہین کہتے اسواسطے کہ بعض اوقات جو مال انکو ملتا ہی اسکو خراج مین ادا کر دیتے ہین تو اعانت ظلم کی ہو جاتی ہی مگر یہ دین مین غلو کرنا اور مسلمانون پر تنگی ڈالنا ہی اسلیے کہ خراج سب زمینون پر ہو گیا ہی اور بدون زمین کی پیداوار کے لوگ رہ نہین سکتے اور اسکے منع کرنے کی کوئی وجہ نہین معلوم ہوتی اگر وجہ اعانت ہی ہی تو چاہیے کہ مالک کو زمین کی کاشتکاری کرانی بھی حرام ہو تاکہ خراج ہی نہ مانگا جاوے اور اسی طرح طول ہوتے ہوتے باب معاش بالکل منقطع اور مسدود ہو جاویگا مسئلہ سلاطین کے قاضیون اور عاملون اور خادمون سے بھی معاملہ کرنا حرام ہی جیسا خود انسے حرام ہی بلکہ قاضیون وغیرہ سے حرمت زیادہ ہی قاضیون سے تو اس وجہ سے کہ وہ انکا صریح مال حرام لیتے ہین اور انکی جماعت کو زیادہ کرتے ہین اور لوگون کو اپنے لباس سے دھوکا دیتے ہین کیونکہ وہ عالمون کا لباس پہنکر سلاطین سے اختلاط کرتے ہین اور انکے مال لیتے ہین اور طبیعتون کی سرشت مین ہی کہ جاہ و حشمت والون کی مشابہت اور اقتدا کرتے ہین تو باعث مخلوق کے انکی طرف کھینچنے کا قاضی ہی ہوتے ہین اور خادمون اور حشم سے اسلیے معاملہ حرام ہی کہ انکا اکثر مال صریح غصب کا ہوتا ہی انکے ہاتھہ مال مصلحت

اور میراث اور جزیہ اور وجہ حلال کا نہین لگتا تاکہ یہ کہا جاوی کہ اونکی مال مین مال حلال سکے ملجانیسے شبہہ حرمت ضعیف ہوگیا - طاؤس رح فرماتی ہین کہ مین سلاطین کی قاضیون کی پاس گواہی نہین دیتا ہون گو مجکو یقینًا معلوم ہو اسلیے کہ مین ڈرتا ہون کہ کہین وہ لوگ اون پر تعدی نکرین جنپر مین گواہی دون - حاصل یہ کہ رعیت کی خرابی بادشاہون کی خرابی سی ہوئی اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سی ہوئی اگر قاضی اور علما خراب نہوتی تو بادشاہ کم بگڑتی اس خوف سی کہ مبادا یہ لوگ کہین ہمکو برا نجانین اور ہمارا حکم نہ مانین اور اسی لحاظ سی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لَاتَزَالُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ تَحْتَ يَدِ اللّٰهِ وَكَنَفِهٖ مَالَمْ يُمَالِئْ قُرَّاؤُهَا اُمَرَاءَهَا اس ارشاد مین قرا کو اسلیے ذکر فرمایا کہ وہی اوس زمانہ مین عالم تھے اور انکا علم صرف قرآن مجید تھا اور اوسکے معانی جو حدیث سی سمجھے جاتی ہین اور انکے سوا اور علوم انکی بعد پیدا ہوئی - اور حضرت سفیان ثوری رح نے فرمایا ہے کہ نہ سلطان سی میل کرو اور نہ اوس سے جو سلطان سی ملے اور فرمایا کہ قلم بردار اور دوات والا اور کاغذ اور صوف والا سب ایک دوسرے کے شریک ہین اور یہ آپنے درست فرمایا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کے باب مین دس شخصون کو لعنت کی کہ اونمین نچوڑنے والا اور نچوڑوانیوالا بھی ہین اور حضرت ابن مسعود رض فرماتی ہین کہ سود کا کھانیوالا اور کھلانیوالا اور دونون گواہ اور کاتب سو سب ملعون ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سی اور اسی طرح حضرت جابر اور حضرت فاروق رض نے اسکو مرفوعًا روایت کیا ہی - اور حضرت ابن سیرین رح فرماتی ہین کہ سلطان کا خط کہین مت لیجاؤ جبتک کہ یہ جان لو کہ اوس مین کوئی مضمون ظلم نہین - اور حضرت سفیان رح نے خلیفہ وقت کو اپنی سامنے سی دوات اوٹھا کر دینے سے انکار کردیا تھا اور فرمایا تھا کہ جبتک یہ جان لو کہ تم کیا لکھوگے تب تک نہ دونگا - غرضکہ سلاطین کی گرد و پیش جتنے خادم اور تابعین ہوتے ہین سب ظالم ہین اونسے بغض فی اللہ رکھنا واجب ہی - عثمان بن زائدہ کی حال مین لکھتے ہین کہ اونکو کسی سپاہی نی رستہ پوچھا وہ خاموش ہورہی اور اونچا سننا ظاہر کیا اس خوف سی کہ مبادا یہ ظلم کو جاتا ہو تو رستہ بتلانیسے ظلم پر اعانت ہوگی - اور یہ مبالغہ جو سلاطین کی باب مین ہے سلف سی فاسق تاجرون اور جولاہون اور پچھنے لگانیوالون اور حمامیون اور سادہ کارون اور رنگریزون اور دوسرے حرفہ والون کی ساتھ منقول نہین باوجودیکہ جھوٹ اور فسق ان لوگون پر غالب ہی بلکہ ذمی کافرون کی ساتھ بھی اتنا تشدد منقول نہین یہ تو خاص ظالمون کی ساتھ ہے

جو تیمون اور مسکینون کا مال کھاتے ہین اور مسلمانون کو مدام ستاتے ہین اور شریعت کی آثار و علامات کو مٹانے پر آمادہ ہین اور اس تشدد کی وجہ انکے ساتھ یہ ہے کہ معصیت دو قسم کی ہے ایک لازمی اور ایک متعدی فسق اور کفر قصور لازم ہین یعنے اونکا مرتکب اللہ تعالی کا گنہگار ہے اور کسی کو ضرر نہین پہونچاتا اوسکا حساب خدا تعالی پر ہے اور حکام کی معصیت ظلم ہے اور وہ متعدی ہے اسی وجہ سے اونکے باب مین تشدد زیادہ ہے اور جسقدر اونکا ظلم زیادہ اور عام ہوگا اوسی قدر اللہ تعالی کے نزدیک زیادہ خفگی کے مستحق ہونگے اسی لیے اونسے بہت اجتناب کرنا اور اونکی داد و ستد سے بشدت محترز رہنا واجب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین يُقَالُ لِلشُّرطِي دَعْ سَوْطَكَ وَ ادْخُلِ النَّارَ اور فرمایا مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَةِ رِجَالٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ پس یہ ہے اونکا حکم اور جو شخص اون مین سے معروف ہے وہ تو معروف ہی ہے اور جو معروف نہین اوسکی علامت قبا پہننا اور موچھون کا زیادہ ہونا اور تمام ہیئتین مشہورہ ہین تو جو کوئی اوس ہیئت پر نظر آوے اوس سے اجتناب کرنا چاہیے اور یہ امر بدگمانی مین داخل نہین اسلیے کہ اوسنے تو خود خطا کی کہ ظالمون کا لباس پہنا لباس کی برابری سے دل کی مساوات معلوم ہوتی ہے اور دیوانہ وہی بنتا ہے جو مجنون ہو اور فاسقون کی صورت وہی بناویگا جو فاسق ہو ہان فاسق کبھی نیکبختون کی صورت بنا لیا کرتا ہے مگر نیک بخت کو نہین چاہیے کہ فسادیون کی سی صورت بناوے کیونکہ اس حرکت سے اونکی جماعت کو زیادہ کرنا ہے اور اللہ تعالی کا ارشاد اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ اونہین لوگون مین تو نازل ہوا ہے جو مسلمان تھے اور مشرکون سے ملکر اونکی جماعت کو بڑھایا کرتے تھے۔ اور مروی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت یوشع بن نون کو وحی بھیجی کہ مین تیری قوم سے چالیس ہزار اچھونکو اور ساٹھ ہزار بُرے تباہ کرونگا اونھون نے عرض کیا کہ نیکون کی تباہی کا کیا باعث ہے ارشاد ہوا کہ وہ میرے غصہ کے ساتھ برون پر غصہ نہوئے اور اونکے کھانے پینے مین شریک رہے اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ظالمون سے بغض رکھنا اور خدا کے واسطے اونپر غصہ کرنا واجب ہے اور حضرت ابن مسعود رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہین کہ اللہ تعالی نے علماے بنی اسرائیل کو لعنت کی اسلیے کہ اونھون نے معاش کے باب مین ظالمونکے ساتھ اختلاط کیا

مسئلہ جو مقامات کہ ظالمون کے بنائے ہوئے ہون مثلاً پل اور سرائین اور مسجدین اور باولیان تو اونمین بھی احتیاط کرنی چاہیے یعنی پلون کے اوپر سے اترنا حاجت کے وقت درست ہے

اور حتی الوسع اوس سے احتراز کرنا ورع ہے اور اگر کوئی کشتی بلجاوے تو ورع موکد ہو جاتا ہے اور باوجود کشتی بہم پہونچنے کے جو ہمنے پلون پر اترنا جائز کہا ہے اوسکی وجہ یہ ہے کہ جب پلون کی چیزون کا کوئی مالک معین معلوم نہین تو اونکا حکم یہی ہے کہ خیرات مین صرف کی جاوین اور اترنا بھی ایک امر خیر ہے لیکن اگر معلوم ہو کہ پل کی اینٹین اور پتھر فلان مکان سے یا مقبرہ خواہ مسجد سے اوکھڑ کر لگی ہین تو اوس پل پر کو اترنا حلال نہین ہان اگر ایسا اضطرار ہو جسکے ہوتے ہوئے غیر کا مال حلال ہو جاتا ہے تو کچھ مضائقہ نہین اوسپر سے اوترکر چیز کے مالک سے معاف کرالے بشرطیکہ خود جانتا ہو۔ اور مسجد کا حال یہ ہے کہ اگر زمین مغصوب مین بنی ہو یا کسی اور مسجد مین کی لکڑی یا کسی مالک معین کی غصب کرکے لگائی ہو تو اوسکے اندر رہنا ہرگز جائز نہین نہ جماعت کے لیے اور نہ جمعہ کے واسطے بلکہ اگر امام اوس مسجد کے اندر کھڑا ہو تو چاہیے کہ خود اوسکے پیچھے مسجد سے باہر کھڑا ہو اسلیے کہ غصب کی زمین مین نماز ادا کرنی اگرچہ فرض کو ساقط کر دیتی ہے اور اقتدا کے حق مین بھی منعقد ہے مگر اوسکے اندر کھڑا ہونیسے گناہگار ہوتا ہے اور اگر ایسے مال سے بنی ہو جس کا مالک معلوم نہو تو اگر دوسری مسجد بہم پہونچے تب تو ورع یہ ہے کہ دوسری مین چلا جاوے اور اگر دوسری نہو تو جمعہ اور جماعت اوسمین ترک نکرے اسوجہ سے کہ یہ بھی تو احتمال ہے کہ شاید بنانیوالے نے اپنی ملک سے بنائی ہو گو یہ احتمال ان ظالمون کے حالات کے لحاظ سے بعید ہے اور اگر اوسکا مالک معین نہین تب تو مسلمانون کی بہتری کے لیے اوس مین پڑھنے کا مضائقہ نہین اور جس صورت مین کہ بڑی مسجد مین کسی ظالم سلطانکی عمارت ہو تو باوجود مسجد مین گنجایش ہونیکے جو کوئی اوس عمارت مین نماز پڑھیگا اوسکا عذر ورع مین مسموع نہوگا۔ امام احمد رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ جو جماعت کی نماز کے لیے نہین نکلتے اسکی کیا وجہ ہے حالانکہ ہم لشکر مین موجود ہین آپنے فرمایا کہ میری حجت یہ ہے کہ حسن بصری اور ابراہیم تیمی کو یہ خوف تھا کہ حجاج اونکو فتنہ مین نہ ڈالے اسلیے شریک جماعت ہوتے تھے مین بھی ڈرتا ہون کہ فتنہ مین مبتلا ہون اسلیے نہین نکلتا۔ اور مسجد کی رنگت اور گچکاری اس بات کی مانع نہین کہ اوس مین داخل ہو کیونکہ یہ چیزین فائدہ لینے کی نہین صرف زینت کی ہین اور بہتر یہ ہے کہ نماز کو جاوے تو اونکی طرف نگاہ نکرے اور چٹائیان جو مسجد مین ڈالتے ہین اگر اونکا کوئی مالک معین ہو تو اونپر بیٹھنا حرام ہے ورنہ چونکہ مصلحت عام کے لیے ہوتی ہین تو اونکا بچھانا جائز ہے مگر حتی الوسع اونکو ترک کرنا اور دوسری مسجد مین

جہان فرش ظالمون کا ڈالا ہو انہو جانا مقتضای ورع ہی اسلیے کہ اونکی چٹائیان شبہ کا مقام ہی
اور باولیون کا بھی حکم وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا کہ ورع کی روسے اون مین وضو کرنا اور پانی
پینا اور اونکے اندر جانا درست نہین لیکن اگر نماز کے قضا ہو جانیکا خوف ہو تو وضو کرے
اور یہی حال بکہ معظمہ کے راہ کی چشمون کا ہی اور سرائین اور مدرسون کی زمین اگر مغصوب ہو
یا اینٹین کسی معین جگہ سے اوکھوا کر لگی ہون اور اونکے مستحق کو واپس کرنا اونکا ممکن ہو تو اس
صورت مین اونکے اندر جانیکی اجازت نہین اور اگر مالک کا حال مشتبہ ہو تو وہ ایک امر خیر مین
لگی ہین اون مین جانیکا مضائقہ نہین مگر احتیاطاً اون سے اجتناب کرنا بہتر ہے اور انکے اندر جانے سے
فسق لازم نہ آویگا اور یہ عمارتین اگر سلاطین کے خادمون نے بنائی ہون تو اونکا معاملہ زیادہ
دشوار ہی اسلیے کہ لاوارثی مالون کو مصالح مین خرچ کرنیکا اونکو اختیار نہین اور ایک وجہ یہ ہے
کہ اونکے مال غالباً حرام ہوتے ہین کیونکہ مال مصالح اونکو لے لینا درست نہین یہ کام والیان
ملک اور ارباب حکومت کا ہی مسئلہ زمین مغصوب اگر شارع عام کر دیجائے تو اوس پر
رستہ چلنا جائز نہین اور اگر اوسکا کوئی مالک معین نہو تو راہ چلنا جائز ہے مگر ورع یہ ہی کہ حتی الوسع
نہ چلے پس اگر شارع مباح ہو اور اوسپر چھتا پٹا ہو تو راہ سے گذر جانا اور اوس چھتے کے نیچے
بیٹھ جانا جیسے کھلے میدان مین کسی ضرورت کو بیٹھتے ہین جائز ہے مگر دھوپ یا مینہ کے بچاؤ
کے لیے اوسکے تلے بیٹھنا حرام ہی اسلیے کہ چھتا انھین غرضون کے لیے بناتے ہین اور جب وہ حرام کا
ہوا تو اوس سے نفع لینا حرام ہے اور ایسا ہی حکم ہی اوس شخص کا جو مسجد یا زمین مباح
مین جاوے جس کی چھت یا چار دیواری غصب کی ہو یعنی صرف اوسپر گذرنے سے منتفع نہوگا
مگر خاص چھت یا دیوار سے گرمی یا سردی یا آنکھ سے آڑ منظور ہوگی تو حرام ہوگی اسلیے کہ حرام
سے انتفاع ہوا اور جیسے کہ زمین غصب پر سکون اور استقرار سے انتفاع ہوتا ہی ویسی ہی
چھت سے سایہ لینے مین انتفاع ہی تو دونون مین کچھ فرق نہین

ساتوین فصل مسائل متفرقہ کے ذکر مین جنکی حاجت بہت ہوتی ہی اور اونکے استفتا

پوچھے گئے ہین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ صوفیون کا خادم بازار مین جا کر کھانا جمع کرتا ہی
یا نقد لیکر اوسکا کھانا مول لیتا ہے تو اس کھانے مین سے کسکو کھانا حلال ہی اور صوفیون
کے لیے مخصوص ہی یا نہین ہمنے اسکا جواب یہ دیا کہ صوفیون کے حق مین اوسکے کھا لینے کے
حلال ہونے مین تو کچھ شبہ ہی نہین لیکن غیر شخص اگر خادم کی رضامندی سے کھائینگے تو

اونکو بھی حلال ہی مگر شبہہ سے خالی نہین حلت کی وجہ تو یہ ہی کہ صوفیون کی خادم کو جو کوئی کچھہ دیتا ہی وہ صوفیون کی سبب سے دیتا ہی مگر لینے والا وہ خود ہی صوفی نہین ہوتی تو وہ ایسا ہو جیسا عیال دار آدمی عیال کی باعث سے کچھ لوگون سے پاوی کیونکہ وہ اونکا کفیل ہی اور جو کچھہ وہ لیتا ہے وہ اوسکی ملک ہو جاتی ہی عیال کی ملک نہین ہوتی اور اوسکو جائز ہی کہ عیال کی سوا دوسرے شخص کو کھلا وی اور یہ کہنا بعید ہی کہ خادم کو جو کچھہ ملا وہ دینے والی کی ملک سی باہر نہین ہوا اور خادم اوس سے کوئی چیز لینے اور سیر کرنے پر مسلط نہین اسلیے کہ اس قول کا انجام یہ ہی کہ تعاطی کافی نہین حالانکہ یہ بات ضعیف ہی قوی یہی ہی کہ تعاطی کافی ہی خصوصاً صدقات اور ہدایا مین کوئی ایسا نہین کہ تعاطی کو کافی نہ کہتا ہو اور یہ بھی کہنا بعید ہی کہ خادم کو جو کچھ ملا وہ اون صوفیون کی ملک مین آگیا جو اوسکے سوال کیوقت خانقاہ مین موجود ہین اسلیے کہ باتفاق خادم مذکور کو جائز ہی کہ جو شخص اونکے بعد آوی اوسکو اوس کھانے مین سے کھلا دی اور اگر بالفرض موجود اشخاص یا اون مین سی ایک مرجاوی تو واجب نہین کہ اوسکا حصہ اوسکے وارث ہی پر صرف کری اور یہ کہنا بھی ممکن نہین کہ خادم کا دیا جانا جنس اہل تصوف کیلیے ہے اور اوسکا مستحق کوئی شخص نہین اسلیے کہ ملک کا دور کرنا جنس کی طرف اس بات کا موجب نہین کہ چند افراد اوسکے تصرف پر مسلط کر دیے جاوین کیونکہ اوس مین تو بیشمار داخل ہین بلکہ ہمیشہ تک جو اوس جنس کا پیدا ہوگا وہ بھی داخل ہی اور ایسی اموال مین حکام تصرف کیا کرتے ہین خادم ساری جنس کا نائب نہین ہو سکتا پس اب بجز اسکے اور کچھ نہین کہہ سکتے کہ وہ کھانا خادم کی ملک ہی اور وہ صوفیون کو شرط تصوف اور مروت کی پورا کرنیکو کھلاتا ہے اگر وہ اونکو کھانے سے منع کر دی تو وہ بھی اوسکو روکدین کہ ہمارے کفالت کی نام سے سوال مت کرو پھر لوگ اوسپر سلوک کچھ نکرین جیسے عیالدار کے ساتھ عیال کے باعث سلوک کرتی ہین اگر عیال نہ ہین تو سلوک سے ہاتھ روک لین مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ ایک مال صوفیون کیلیے وصیت کیا گیا اوسکا صرف کرنا کس شخص پر جائز ہی مین نے جواب دیا کہ تصوف امر باطن ہی اوسپر واقفیت نہین ہوا کرتی اور نہ یہ ہو سکتا ہی کہ حقیقت تصوف کو قطعاً منضبط کرین بلکہ چند امور ظاہری بیان کر سکتے ہین جنپر اعتماد کرکے عرف والے آدمی کو صوفی کہا کرتی ہین اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو شخص ایسی صفت کا ہو کہ اگر صوفیون کی خانقاہ مین اوتری تو اوسکا وہان رہنا اور اون لوگون مین ملنا جلنا اونکی نزدیک برا نہو تو ایسا شخص صوفیون کی جرگہ مین داخل ہوگا اور تفصیل اسکی یہ ہے

کہ انہمین پانچ صفتین دیکھنی چاہیئن اول نیک بختی دوم فقیری سوم لباس صوفیون کا چہارم کسی حرفہ مین مشغول نہونا پنجم خانقاہ مین بطور ایک ساتھ رہنے کے اُنسے ملاجلا رہنا پھر ان صفات مین سے بعض ایسی ہین کہ اگر آدمی مین نہون تو صوفی کا لفظ بھی اُسپر نہ بولا جائیگا اور بعض ایسی ہین کہ گو وہ نہون دوسری صفات سے اُنکا جبر نقصان ہوجاتا ہو مثلاً جس شخص مین نیک بختی نہو بلکہ فسق ہو تو وہ اُس مال کا مستحق نہوگا اسلیے کہ صوفی نیک بخت آدمی کو کہتے ہین جو صفت مخصوص کے ساتھ موصوف ہو تو جس شخص کا فسق ظاہر ہوگا گو وہ لباس صوفیون کا رکھتا ہو مستحق اُس مال کا نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہوا ہو اور صغیرہ گناہون کا ہم اعتبار نہین کرتے فسق سے غرض ارتکاب کبیرہ ہی اور حرفہ کرنا اور مال پیدا کرنے مین مشغول ہونا بھی مانع استحقاق ہی تو کسان اور عامل اور تاجر اور پیشہ ور دوکان مین خواہ گھر پر اور مزدور جو اجرت پر خدمت کرے یہ سب اُس مال کے مستحق نہین جو صوفیون کے لیے وصیت ہو اور لباس سے اور صوفیون مین ملے جلے رہنے سے اسکا جبر نقصان نہین ہوتا ہان کتابت اور سینا یا کوئی ایسا ہی کام جو صوفیون سے ہوسکے کرنا مانع استحقاق نہین بشرطیکہ ان کامون کو دوکان پر نکرے اور نہ پیشہ اور حرفہ کے طور پر اور اسکا جبر نقصان اُنکے ساتھ رہنے اور دوسری صفات کے پائے جانے سے ہوجائیگا اور حرفون پر قادر ہونا بدون اُنکے کرنے کے مانع استحقاق نہین اور وعظ کہنا اور درس دینا منافی لفظ صوفی کے نہین بشرطیکہ لباس اور ساتھ رہنا صوفیون کے اور فقیری موجود ہو کیونکہ اسمین کچھ تناقض نہین کہ صوفی کے ساتھ مین قاری یا واعظ یا عالم خواہ مدرس کہا جاوے بلکہ اُسکے ساتھ مین کسان خواہ سوداگر خواہ عامل کہنا نازیبا اور منافی ہی اور فقیری کا حال یہ ہی کہ اگر آدمی کے پاس اتنا مال ہوجاوے کہ جس سے بظاہر لوگ امیر کہنے لگین تو اتنے مال کے ہوتے ہوئے صوفیون کی وصیت کا لینا اُسکو درست نہین اور اگر مال ہو مگر آمدنی خرچ کو کفایت نکرتی ہو تو اُس سے اُسکا حق باطل نہوگا اور یہی حال ہی اگر مال اتنا ہو کہ زکوۃ کے واجب ہونے سے کم ہو گو اُسکا خرچ کچھ نہوتا ہو اور یہ ایسی باتین ہین کہ انکی دلیل بجز عادتون کے اور کچھ نہین ۔ اور اُنسے ملاجلا رہنے اور خانقاہ کی سکونت مین شریک ہونے کو بھی کچھ اثر ہی لیکن جس شخص مین خاص یہ صفت نہو اور وہ اپنے مکان خواہ مسجد مین اُنہین کے لباس اور اخلاق مین رہتا ہو تو وہ اُنکے حصہ مین شریک ہوگا اور ترک مخالطت کا جبر لباس کی ملازمت سے ہوجاویگا اور اگر لباس بھی ویسا نہوگا صرف باقی صفات پائی جاینگی تو مستحق نہوگا

ہان اگر اس صورت مین خانقاہ مین اُنکے ساتھ رہتا ہوگا تو اُسپر بھی اُنکی تبعیت سے اُنھین کا حکم لگ جاویگا غرضکہ لباس اور اختلاط ایک دوسرے کے عوض ہوسکتے ہین اور جو فقیہ کہ لباس صوفیانہ نہین رکھتا اگر وہ خانقاہ مین نہین رہتا تو صوفی شمار نہوگا اور اگر صوفیون کے ساتھ رہتا ہی اور باقی صفتون سے بھی موصوف ہی تو بعید نہین کہ اُنکی تبعیت مین اُسپر بھی اُنکا حکم صحیح آوے اور صوفی کے لیے استحقاق مال مذکور مین یہ شرط نہین کہ کسی مشائخ کے ہاتھ سے اُسنے خرقہ بھی پہنا ہو یہان تک کہ اگر اور شرائط پائی جاوین اور خرقہ کا پہننا نہ پایا جاوے تو اس سے کچھ ضرر نہین اور جو صوفی کہ بی بی رکھتا ہو اور اسوجہ سے کبھی گھر پر اور کبھی خانقاہ مین رہتا ہو تو وہ اُنکے زمرہ سے خارج نہوگا۔ مسئلہ جو مال کہ خانقاہ اور اُسکے رہنے والون کے لیے وقف ہو تو وصیت کی نسبت اُسمین گنجایش زیادہ ہی اسلیے کہ وقف کے معنے یہ ہین کہ صوفیون کی مصلحتون مین صرف ہو تو جو صوفی نہو وہ بھی اُنکی رضامندی سے اُنکے دسترخوان پر ایک یا دو بار کھالے تو درست ہی کیونکہ کھانے کی چیزون کی بنا تسامح پر ہی یہان تک کہ مشترک غنیمت مین سے اُسکو تنہا ایک شخص کا لینا درست ہی اور صوفیون کے ساتھ مین اُس مال وقف سے قوال بھی کھا سکتا ہی کہ وہ اُنکے مصالح سے شمار ہوتا ہی مگر جو مال کہ صوفیون پر وصیت ہوا ہو اُسکا قوال کو دینا جائز نہین اسی طرح جو لوگ کہ صوفیون کے پاس آوین لیعنے عامل اور تاجر اور قاضی اور عالم اور دوسرے لوگ جنکو صوفیون کی توجہ منظور ہو تو اُنکو بھی مال وقف مین سے اُنکی رضا کے ساتھ کھالینا حلال ہی اسلیے کہ وقف کرنے والا اسی نیت سے وقف کرتا ہی کہ صوفیون کی جو عادت ہی اسی صورت سے اسکو صرف کرینگے تو اسمین عرف ملحوظ ہوگا لیکن یہ حال دوامی نہین یعنے جو شخص صوفی نہین اُسکو اُنکے ساتھ رہنا اور کھانا علی الدوام جائز نہین گو صوفی راضی ہون کیونکہ اُنکے اختیار مین یہ تو نہین کہ وقف کرنے والے کی شرط کو بدل دین اور اپنے ساتھ غیر جنس کو ملالین اور عالم اگر اُنکا سا لباس اور اخلاق رکھتا ہو تو اُسکو اُنکے پاس اُترنا درست ہی اور عالم ہونا منافی صوفی ہونے کے نہین اور نہ تصوف مین جاہل ہونا شرط ہی اُن لوگون کے نزدیک جو تصوف سے واقف ہین اور بعض احمق جو یہ بکتے ہین کہ علم حجاب اکبر ہی اور جہل حجاب خاص ہی تو اُنکے قول پر التفات نہ کرنا چاہیے اور ہمنے اس جملہ کے معنے باب العلم مین بیان کیے اور یہ کہ حجاب علم مذموم ہوتا ہی نہ علم محمود اور ان دونون علمون کی تفصیل بھی اُسی جگہ بیان کی ہی اور جس صورت مین کہ فقیہ اُنکے لباس اور اخلاق سے متصف نہو تو صوفیون کو پہونچتا ہی

کہ اُسکو اپنے پاس نہ اُترنے دین اور اگر اُسکے اُترنے سے راضی ہوجاوین تو اُسکو اُنکے ساتھ لشور تربیت کھانا حلال ہوگا اور ترک لباس کا جبر نقصان اُنکے ساتھ رہنے سے اور لباس والون کی رضامندی سے ہوجاویگا اور یہ وہ باتین ہین کہ عادات اُنکے شاہد ہین اور انہین بعض امور متقابل ہین جنکی اطراف کا حکم نفی اور اثبات مین مخفی نہین اور اوساط متشابہ ہوتے ہین تو جو کوئی اشتباہ کی جگہون سے محترز رہیگا وہ اپنے دین کو پاک وصاف رکھیگا چنانچہ شبہات کے بیان مین ہمنے اُسکو لکھدیا ہی مسئلہ یہ پوچھا گیا کہ رشوت اور ہدیہ مین فرق کیا ہی رضامندی سے دونون دیے جاتے ہین اور غرض بھی دونون مین ہوتی ہی پھر کیا وجہ ہی کہ رشوت حرام ہوئی اور ہدیہ حرام نہوا مین نے یہ جواب دیا کہ مال کا خرچ کرنے والا کبھی مال بدون غرض کے نہین خرچ کرتا لیکن غرض یا اخروی ہوتی ہی جیسے ثواب یا دنیاوی ہوتی ہی اور غرض دنیاوی یا مال ہی یا فعل یا کوئی مقصود معین یا تقرب دوسرے کے دل مین بطلب محبت محض یا محبت کے ذریعہ سے کسی اور غرض کا نکالنا تو یہ پانچ قسمین ہوئین اول وہ دینا جس سے ثواب آخرت مقصود ہو اور یہ اسوجہ سے کہ جسکو دینا منظور ہی وہ محتاج ہی یا شریف النسب ہی یا عالم ہی یا فی نفسہ صالح اور متدین ہی پس اگر محتاج جان کر دیا جاتا ہی اور واقع مین محتاج نہین تو لینے والے کو اُسکا لینا حلال نہین اور اگر شرف نسب کے سبب سے دیا جاتا ہی اور جانتا ہی کہ مین اپنے دعوی نسب مین جھوٹا ہون تو اُسکا لینا حلال نہین اور اگر علم کی جہت سے دیا جاتا ہی تو لینا اُسوقت حلال ہوگا کہ علم مین اُسیقدر ہو جتنا دینے والے کو اعتقاد ہی اور اگر ایسی صورت ہو کہ وہ تو اپنے دل مین اُسکو کامل سمجھ کر دیتا ہی کہ ثواب زیادہ ہو اور یہ کامل نہین تو لینا حلال نہوگا اور اگر دینداری اور صلاح کی وجہ سے دیا جاتا ہی اور یہ باطن مین فاسق ہی اس درجہ کو کہ اگر دینے والا جان لے تو نہ دے تو اس صورت مین بھی لینا حلال نہوگا اور نیک بخت ایسے کم ہوتے ہین کہ اگر اُنکے باطن کا حال ظاہر ہوجاوے تو لوگون کے دل اُنکی طرف مائل رہین بلکہ اللہ تعالی کا ستر جمیل ہی ایک مخلوق کو دوسرے کا محبوب کردیتا ہی اور اگلے ورع والے خرید مین ایسے شخص کو اپنا وکیل کیا کرتے تھے جسکو آدمی نہ جانین کہ یہ شخص اُنکا وکیل ہی اور اس سے غرض یہ ہوتی تھی کہ اہل معاملہ ہمکو خریدار سمجھ کر کچھ دام کم لینگے اور اجنبی خریدار سے نرخ بازار لینگے تو یہ خوف تھا کہ اُنکا درگزر کرنا کہین ہماری دیانت کا عوض نہو اور ہم دین کے بدلے مین کھانے والے نہ ٹھہرین کیونکہ دین کا معاملہ نازک ہی اور تقوی اس باب مین پوشیدہ ہی علم اور نسب اور فقیری کا سا حال نہین تو چاہیے کہ دین کی وجہ سے

جو چیز ملے اسکے لینے سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔ دوم وہ دینا جس سے سردست کوئی غرض نہین منظور ہی جیسے فقیر کسی دولت در کو بطمع خلعت ہدیہ دے تو یہ ہبہ بشرط عوض ہی اسکا حکم ظاہر ہی یہ اُسوقت لینا حلال ہوتا ہی کہ جس عوض کی طمع ہو وہ ملجاوے اور معاملہ کی شرطین بھی سب پائی جاوین سوم وہ دینا جس سے کوئی فعل معین مراد ہو شلاً ایک شخص کو بادشاہ سے حاجت ہی اور وہ وکیل سلطانی یا اور کسی ذی رتبہ خواہ خواص کو ہدیہ دے تو ظاہر ہی کہ یہ ہدیہ بشرط عوض ہی کہ قرینۂ حال سے جانا جاتا ہی تو جو عمل کہ اُس ہدیہ کا عوض ہی اُسکو دیکھنا چاہیے اگر وہ حرام ہی شلاً سعی کرنی اس باب مین کہ روزینہ حرام جاری ہو جاوے یا کسی آدمی کو ستایا جاوے یا اور کوئی فعل اسی طرح کا ہو تو اُس ہدیہ کا لینا حرام ہی اور اگر وہ عمل واجب ہی شلاً دفع کرنا ظلم کا کہ جو شخص اُسکو دفع کر سکے اُسپر واجب ہی یا شہادت متعین کا ادا کرنا کہ یہ بھی واقف کار پر واجب ہی تو ان جیسے امور پر لینا حرام ہی اور مال رشوت یہی ہی جسکی حرمت مین کچھ شک نہین اور اگر وہ عمل نہ تو حرام ہو اور نہ واجب بلکہ مباح ہو اور اُسمین اتنی مشقت بھی ہو کہ اُسپر اجرت عرفاً لیا کرتے ہون تو ایسے عمل کے عوض مین ہدیہ لینا حلال ہوگا بشرطیکہ لینے والا اُسکی غرض پوری کر دے اور یہ ہدیہ قائم مقام اجرت کے ہی جیسے یون کہنا کہ اگر یہ عرضی بادشاہ تک پہونچا دو تو تمکو ایک دینار دین اور پہونچانے مین کچھ مشقت اور عمل قیمت والے کی ضرورت پڑتی ہو یا یون کہے کہ فلان شخص سے یہ درخواست کرو کہ فلان غرض مین میرا مددگار ہو یا مجھکو فلان چیز انعام مین دیدے اور وہ شخص اُسکی غرض کے پورا کرنے مین بہت سی باتین طویل کرے تو ہدیہ اُسکے حق مین اُن باتون کی اجرت ہوگی جیسے قاضی کے سامنے جھگڑے کے وکیل کی گفتگو پر اجرت ملتی ہی تو وہ حرام نہین بشرطیکہ حرام مین سعی نہ کرے اور اگر اُسکا مقصود ایسے کلمہ سے حاصل ہوتا ہو جسمین کچھ مشقت نہو لیکن اُس کلمہ کا نکلنا ذی عزت کی زبان سے یا فعل کا صادر ہونا کسی جاہ و حشم والے سے مفید پڑتا ہو شلاً امیر یا وزیر کا دربان سے یہ کہدینا کہ جب یہ شخص آوے تو روکنا مت یا عرضی کو فقط بادشاہ کے سامنے رکھ دینا تو اسکے عوض مین کچھ لینا حرام ہی کیونکہ جاہ کے عوض مین کچھ لینے کا جواز شریعت مین ثابت نہین بلکہ اُس سے نہی وارد ہی چنانچہ بادشاہون کو ہدایا دینے کے باب مین بیان ہوگا اور جس صورت مین کہ بعض غرضون کا عوض باوجود مقصود ہونے کے لینا جائز نہین شلاً شفعہ سے دست بردار ہونے کا عوض اور مبیع کو عیب کے سبب سے پھیر دینے کا اور درخت کی شاخین جو ہوا مین پھیلتی ہین اور ہوا ملک پادشاہ ہی اُنکا عوض ناجائز ہی تو صرف جاہ کا عوض کیسے

جائز ہوگا اور اُسی کے قریب یہ ہی کہ جس شخص کو کوئی دوا معلوم ہو کہ اُسکو دوسرا نہ جانتا ہو اُسکے بتلانے پر عوض لینا مثلاً ایک آدمی ایسی بوٹی جانتا ہی جس سے بواسیر یا کوئی اور مرض دور ہوتا ہو اور بدون اجرت کے اُسکو نہین بتاتا تو یہ اجرت جائز نہین اسلیے کہ ذرا زبان ہلادینی کوئی قیمتی چیز نہین جسکی اجرت ہو جیسے ایک تل کا دانہ کہ اُسکی قیمت کچھ نہین ہوتی اور نہ اُسکے بتلانے پر اجرت چاہیے اسلیے کہ اُسکے بتلانے سے اُسکا علم تو کم ہوتا ہی نہین دوسرے کو ویسا ہی علم ہوجاتا ہی اور وہ بھی عالم بدستور رہتا ہی اور اُس سے کم اس ماہر کی اجرت ہی جو کسی فن کو خوب جانتا ہی اور ادنی عمل سے کام کرتا ہی اور اجرت بہت لیتا ہی مثلاً ایک شخص صیقل گر ہی کہ اپنے فن مین اتنی مہارت اور خوبی رکھتا ہی کہ تلوار اور آئینہ کا بل ایک دفعہ کے ہاتھ مارنے مین نکال دیتا ہی لیکن اسطرح کی اجرت مین ہمارے نزدیک کچھ مضائقہ نہین اسلیے کہ اول تو اُسکی صنعت سے تلوار اور آئینہ کی قیمت بعض اوقات بہت زیادہ ہوجاتی ہی دوسرے یہ کہ ایسی صنعتون کے سیکھنے مین آدمی بہت مشقتین اسی لیے اٹھایا کرتا ہی کہ اُس سے روزی پیدا کرے اور اپنے نفس پر کثرت عمل کو ہلکا کرے۔ چہارم وہ دینا جس سے صرف محبت دوسرے شخص کی مراد ہو یعنی یہ کہ دے اُسکے دل کی محبت کا حاصل کرنا مقصود ہو اور اُس محبت سے کوئی غرض معین نہو بلکہ صرف انس اور تاکید صحبت اور دلون کا ایک دوسرے کو چاہنا منظور ہو تو یہ دینا عقلاً کا مقصود اور شریعت مین مستحب اور مطلوب ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تَهَادُوْا تَحَابُّوْا ۱ حاصل یہ کہ ہر چند انسان کی غرض غالباً غیر کی محبت سے خود محبت ہی نہین ہوتی بلکہ اُسکی محبت سے کسی فائدہ کے لیے ہوتی ہی لیکن جس صورت مین کہ وہ فائدہ معین نہو اور اُسکے نفس مین کوئی ایسی غرض معین نہ جم جاوے جو حال مین یا آیندہ کو اُس فائدہ کا باعث ہو تو اُسکو ہدیہ کہتے ہین اور اُسکا لینا حلال ہی۔ پنجم وہ دینا کہ جس سے دوسرے شخص کے دل مین تقرب اور محبت مطلوب ہو مگر نہ صرف محبت اور انس کی وجہ سے بلکہ اس جہت سے کہ اُسکے جاہ کی بدولت اپنی غرضین نکلین اور اُن اغراض کی جنس منحصر ہو گو جدا جدا معین نہون اور ایسی صورت ہو کہ اگر اُس شخص کو جاہ و حشمت نہوتی تو ہدیہ نہ دیتا پس اگر اُسکو جاہ علم خواہ نسب کا ہو تو معاملہ خفیف ہی اور ہدیہ کا لینا مکروہ ہی کیونکہ اُسمین رشوت کی مشابہت ہی لیکن ظاہر مین ہدیہ ہی اور اگر جاہ حکومت ہو مثلاً قاضی ہو یا عامل یا زکوٰۃ وغیرہ کا محصل یا خراج وغیرہ کا تحصیل کرنے والا یا کوئی اور سلطانی کام رکھتا ہو یہانتک کہ اوقاف کا متولی ہو مثلاً اور اگر

۱ ج ایس مین بیہودہ اور دوست ہو بیہقی بروایت ابی ہریرہ اور ابن حکم نے اسکو ضعیف کہا ہے ۱۲

بالغرض بس حکومت پر نہوتا تو کوئی اسکو ہدیہ نہ دیتا تو یہ رشوت ہی ہدیہ کی صورت مین ہشکل ہوگئی ہی
کیونکہ دینے والے کا مقصود فی الحال طلب تقرب و اکتساب محبت ہی مگر ایک غرض کے لیے جسکی جنس منحصر ہی کیونکہ
ظاہر ہی کہ حکومت سے بہت کچھ مطالب نکل سکتے ہین اور اُسکو محبت غرض ہونیکی علامت یہ ہی کہ اگر اسی وقت دوسرا حاکم
ہو جاوے تو ہرگز ہدیہ مذکور حاکم معزول کو نہ دیگا بلکہ نئے حاکم کو دیگا تو اسطرح کے ہدیہ مین باتفاق سخت کراہت ہی
اور اُسکے حرام ہونے مین اختلاف ہی اور علت متعارض ہی یعنی محض ہدیہ کہین یا وہ رشوت کہین جو صرف جاہ کے
مقابل کسی غرض معین مین دیتے ہین اور جب مشابہت قیاسی ایک دوسرے کے متعارض ہوتی ہی اور اخبار اور آثار
انمین سے ایک کی تقویت کردیتے ہین تو اُسی کی طرف میل کرنا متعین ہو جاتا ہی اب اس باب مین جو اخبار گزرچکے
مین تو نشہ دہاسکتے ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لوگون پر ایک زمانہ آویگا جسمین ہدیہ کے
نام سے حرام کو حلال سمجھا جاویگا اور عبرت کے لیے قتل حلال جانینگے بے گناہ مارا جائیگا
تاکہ عام لوگون کو عبرت ہو۔ اور حضرت ابن مسعود رضہ سے کسی نے پوچھا کہ سحت کیا ہی آپ نے فرمایا
کہ آدمی کسی کا کام کردے پھر اُسکے پاس ہدیہ آوے۔ غالباً آپکی غرض کام کردینے سے یہ ہی
کہ ذرا سے کہدینے مین جسمین مشقت نہو کام کردیا ہو یا یہ کہ تبرعاً بدون اجرت کی نیت سے
کیا ہو تو اب اگر کوئی چیز عوض کے طور پر بعد کو آوے اُس کا لینا درست نہوگا۔ اور حضرت مسروق
نے ایک شخص کی سفارش کی اُسنے آپکی خدمت مین ایک لونڈی ہدیہ بھیجی آپ غصہ ہوئے اور اُسکو
واپس کردیا اور فرمایا کہ اگر مین جانتا کہ تیرے دل مین یہ ہی تو ہرگز تیری حاجت مین نہ بولتا اور جسقدر
رہگئی ہی اُسمین کچھ نہ کہونگا۔ اور طاؤس رح سے بادشاہ کے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا کہ حرام ہی
اور حضرت عمر فاروق رضہ نے اپنے دو بیٹون سے اُس مال کا نفع لے لیا جو اُنھون نے بیت المال مین سے
مضاربت کے طور پر لیا تھا اور فرمایا کہ تمکو جو لوگون نے دیا تو اسی وجہ سے دیا کہ میرا رشتہ دار سمجھا
یعنی بوجہ جاہ حکومت نفع ہوا اسلیئے اُسکو لیکر بیت المال مین شامل کردیا۔ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح
کی بی بی نے خاتون ملکہ روم کے پاس خوشبو ہدیہ بھیجی ملکہ نے اُنکے پاس ایک جواہر بھیجدیا حضرت
عمر رضہ نے وہ جواہر اُنسے لے لیا اور اُسکو بیچ کر خوشبو کا دام اُنکے حوالہ کیا اور باقی بیت المال مین
ملا دیا۔ اور حضرت جابر اور ابوہریرہ رضہ سے بادشاہون کے لیے ہدایا کا حال پوچھا گیا فرمایا
کہ مال خیانت ہی اور جب حضرت عمر بن عبد العزیز نے ہدیہ کو واپس کیا تو لوگون نے عرض
کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ آپکے لیے وہ
ہدیہ تھا اور ہمارے حق مین رشوت ہی یعنی آپکو جو لوگ دیتے تھے تو نبوت کی وجہ سے دیتے تھے

نے حکومت کے باعث سے اور جسکو حکومت ہی کی وجہ سے ملتا ہی اور ان سب اخبار اور
آثار سے بڑھکر وہ حدیث ہی جسکو ابو حمید ساعدی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے ازد کے صدقات پر ایک والی بھیجا جب وہ آپ کی خدمت مین
آیا تو بعض چیزین اپنے ساتھ کی روک لین اور کہا کہ یہ مجھکو ہدیہ ملی ہین اور یہ باقی تمھارے
لیے ہین آپ نے فرمایا کہ بھر تو اگر سچا ہی تو اپنے باپ اور ماں کے گھر مین کیون نہ بیٹھا کہ تجھکو ہدیہ
آتا بھر آپ نے ارشاد فرمایا مَالِی اَسْتَعْمِلُ الرَّجُلَ مِنْکُمْ فَیَقُوْلُ هٰذَا لَکُمْ وَهٰذَا لِی
هَدِیَّةٌ اَلَا جَلَسَ فِی بَیْتِ اُمِّهِ لِیُهْدٰی لَهُ وَالَّذِیْ نَفْسِی بِیَدِهٖ لَا یَاْخُذُ
مِنْکُمْ اَحَدٌ شَیْئًا بِغَیْرِ حَقِّهٖ اِلَّا اَتَی اللّٰهَ یَحْمِلُهٗ فَلَا یَاْتِیَنَّ اَحَدُکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ بِبَعِیْرٍ لَهٗ
رُغَاءٌ اَوْ بَقَرَةٍ لَهَا خُوَارٌ اَوْ شَاةٍ تَیْعَرُ بھر آپ نے اپنے دونون ہاتھ اٹھائے یہانتک کہ ہم نے سفیدی
آپکی بغلون کی دیکھی بھر ارشاد فرمایا کہ آگاہ مین نے پہونچایا کہ نہین۔ غرضکہ جب اخبار
و آثار سے یہ تشدد ثابت ہوا تو قاضی اور والی کو چاہیے کہ اپنے آپ کو خانہ نشین فرض کرلے
بھر جو چیز کہ حالت معزولی اور خانہ نشینی مین اسکو ملتی تھی وہ حکومت کے وقت مین آوے تو
اسکا لینا درست ہی اور جس چیز کو جانے کہ یہ خاص حکومت کے سبب سے ملی ہو اسکا لینا حرام
ہی اور اگر بعض دوستون کے ہدیہ مین اشتباہ پڑے کہ نہین معلوم حالت معزولی مین دیتے یا نہ
تو وہ مال شبہ ہی اس سے اجتناب کرنا چاہیے باب حلال و حرام خدا تعالی کے فضل و انعام
سے تمام ہوا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَ اٰخِرًا وَ ظَاهِرًا وَ بَاطِنًا وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی عَبْدِهِ الْمُصْطَفٰی

پانچوان باب

دوستی اور صحبت کے آداب اور اقسام خلق کے ساتھ بسر کرنے کے طریقون کے ذکر مین

رباعی الفت کے سبب بپا ہی دنیا کا نظام	سب ہے الفتی ہرگز نہین ایمان کا کام
اَلْمُؤْمِنُ اِلْفٌ ہی معروف حدیث	ہو خلق حسن کا سب سے پابند مدام

واضح ہو کہ ایک دوسرے سے محبت فی اللہ کرنی اور دین مین بھائی بننا افضل قربت ہی
اور جو طاعتیں کہ عادات مین سے نکلتی ہین ان سب مین یہ زیادہ لطیف ہو لیکن اسکی کچھ شرطیں
ہین جنکے باعث سے آدمی دوست فی اللہ کے زمرہ مین گنے جاتے ہین اور چند حقوق ہین کہ
اُنکے لحاظ سے یہ دوستی آمیزش کدورت اور وساوس شیطانی سے خالی ہوجاتی ہی جو اسکے
حقوق کی بجا آوری سے قرب خدا اور رشد و ہدایت سے درجات علی حاصل ہوتے ہین اسلیے

ہم اُسکی تفصیل تین فصلون مین بیان کرتے ہین

پہلی فصل الفت اور اخوت کی فضیلت اور اُسکی شرطون اور درجون اور فوائد کے ذکر مین مشتمل پانچ بیانون پر

پہلا بیان الفت اور اخوت کی فضیلت مین - واضح ہو کہ الفت خوش خلقی کا نتیجہ ہی اور جدا رہنا بدخلقی کا ثمرہ پس خوش خلقی آپس کی دوستی اور الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہی اور بدخلقی بغض اور حسد اور جدائی کا پھل لاتی ہی اور ظاہر ہی کہ اصل اچھی ہوتی ہی تو پھل بھی اچھا ہوتا ہی اور دین کے اندر خوش خلقی کی فضیلت عیان ہی کہ یہ وہی چیز ہی جس سے خداوند پاک نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی اور فرمایا وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِيْمٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَكْثَرُ مَا يُدْخِلُ النَّاسَ الْجَنَّةَ تَقْوَى اللّٰهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اور حضرت اسامہ بن شریک رض کہتے ہین کہ ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو چیزین انسان کو ملی ہین اُنمین سے بہتر کون سی ہی آپ نے فرمایا کہ خلق حسن اور فرمایا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَحَاسِنَ الْاَخْلَاقِ اور فرمایا اَثْقَلُ مَا يُوْضَعُ فِي الْمِيْزَانِ خُلُقٌ حَسَنٌ - اور فرمایا کہ اللہ تعالی نے کسی آدمی کی پیدائش اور خلق اچھا نہین بنایا کہ پھر اُسکو آگ کھاوے یعنے جسکی صورت اور سیرت دونون اچھی ہون وہ مستحق آتش نہین اور حضرت ابوہریرہ رض کو ارشاد فرمایا کہ اے ابوہریرہ حسن خلق کو اپنے اوپر لازم کر لے اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن خلق کیا ہی فرمایا کہ تو ملے اُس سے جو تجھسے جدا ہو اور معاف کرے اُسکو جو تجھپر ظلم کرے اور دیوے اُسکو جو تجھکو محروم رکھے - اور یہ بھی مخفی نہین کہ خلق حسن کا ثمرہ الفت اور انقطاع وحشت ہی تو جب حسن خلق اچھا ٹھہرا تو اُسکا ثمرہ بھی اچھا ہوگا علاوہ اُسکے خاص الفت کی تعریف مین اتنی آیتین اور اخبار اور آثار وارد ہین کہ اُسکی فضیلت کو کافی ہین خصوص جس صورت مین کہ رابطہ الفت تقوی اور دیانت اور اللہ تعالے کی محبت ہو - اللہ تعالے الفت کی نعمت کا مخلوق پر احسان عظیم جتاکر فرماتا ہی لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ پھر پھوٹ کی برائی اور اُس سے زجر کے لیے ارشاد فرمایا وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ

ف ۱ [illegible] خلق پر ۱۲ ح جو چیز لوگون کو جنت مین بہت داخل کریگی وہ اللہ کا سے ڈرنا اور خوش خلقی ہی ترمذی و حاکم بروایت ابی ہریرہ ح ابن ماجہ نے نقل کیا ہی ۱۲ ح مین اسلیے بھیجا گیا کہ محاسن اخلاق کو پورا کرون احمد و بیہقی و حاکم بروایت ابی ہریرہ بلفظ مکارم کی بجاے محاسن ۱۲ ح ترازو مین سب سے بہاری چیز خوش خلقی ہوگی ابوداود و ترمذی بروایت ابی الدرداء ح ابن عدی و طبرانی و بیہقی [illegible]

[illegible]

اس آیت مین نعمت سے مراد الفت ہی اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَقْرَبَکُمْ مِنِّی مَجْلِسًا اَحَاسِنُکُمْ اَخْلَاقًا اَلْمُوَطَّئُوْنَ اَکْنَافًا اَلَّذِیْنَ یَاْلَفُوْنَ وَیُؤْلَفُوْنَ اور فرمایا اَلْمُؤْمِنُ اِلْفٌ مَاْلُوْفٌ وَلَا خَیْرَ فِیْمَنْ لَا یَاْلِفُ وَلَا یُؤْلَفُ اور دینی برادری کی تعریف مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے ساتھ اللہ تعالی بہتری چاہتا ہی اُسکو دوست نیک بخت عنایت فرماتا ہی کہ اگر وہ بھولے تو یاد دلاوے اور یاد کرے تو اُسکو مدد کرے۔ اور فرمایا کہ جب دین کے دو بھائی ملتے ہین اُنکی مثال ایسی ہی جیسے دو ہاتھ کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہی اور دو ایمان دار جب کبھی ملتے ہین تو اللہ تعالے ایک کو دوسرے سے کچھ بہتری کا فائدہ دلوا ہی دیتا ہی۔ اور اخوت فی اللہ کی ترغیب کے باب مین فرمایا ہی جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے اخوت فی اللہ کرے تو اللہ تعالے جنت مین اُسکو ایسے عالی درجہ پر پہونچا دے کہ اُسکو کسی عمل سے اُسکا ملنا نصیب نہو اور ابو ادریس خولانی فرماتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رض کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو آپ سے محبت فی اللہ ہی فرمایا کہ تمکو مژدہ ہو پھر مژدہ ہو کہ مین نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہی کہ قیامت کے روز کچھ لوگون کے لیے عرش کے گرد کرسیان بچھین گی اُنکے چہرے چودھوین رات کے چاند کی طرح ہونگے لوگ گھبراوینگے اور ڈرینگے اور وہ نہ گھبراوینگے نہ خوف کرینگے اور وہ اللہ کے ولی ہین کہ نہ اُنپر کچھ خوف ہی اور نہ وہ غم کرین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون ہین یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپنے فرمایا کہ وہ محبت فی اللہ رکھنے والے ہین۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض نے اُسکو روایت کیا ہی اس مین یون فرمایا ہی کہ عرش کے گرد نور کے منبر ہونگے اُنپر ایک قوم ہوگی جنکے لباس اور چہرے نور کے ہون گے وہ لوگ نہ نبی ہونگے نہ شہید مگر نبی اور شہید اُنپر غبطہ کرینگے لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اُنکا وصف ہمسے بیان فرمائیے آپنے فرمایا کہ وہ لوگ آپسمین محبت فی اللہ رکھنے والے ہین اور آپسمین فی اللہ نشست رکھنے والے اور باہم فی اللہ ملاقات کرنے والے۔ اور فرمایا کہ جو دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین اُن دونون مین سے اللہ تعالے کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہوتا ہی جو دوسرے سے زیادہ محبت رکھتا ہو۔ اور کہتے ہین کہ دو شخص جو فی اللہ برادر ہین اگر ان مین سے ایک کا مقام اعلی ہوگا تو دوسرا بھی اُسی مقام پر اُسکے ساتھ بلند کیا جاویگا اور وہ اُسکے ساتھ لاحق کر دیا جاویگا جیسے اولاد ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ دار ایک دوسرے کے ساتھ لاحق کیے جاوینگے کیونکہ جب برادری فی اللہ حاصل ہوگی تو رشتہ قرابت سے کم نہو گی اللہ تعالے فرماتا ہی اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَیْءٍ

[illegible] ۱۲ ح [illegible] طبرانی و احمد بروایت ابی امامہ [illegible] ۱۲ ح ان الفاظ [illegible]
نقل کیا ہی ابو داؤد نے بروایت عائشہؓ
۱۲ ح ابو عبد الرحمن سلمی در آداب صحبت ابو منصور در فردوس بروایت انس [illegible] احمد بن محمد بن علی [illegible] قول سلمان فارسیؓ
۱۲ ح ابن ابی الدنیا در کتاب الاخوان بروایت انس بسند ضعیف ۱۲ ح
احمد و حاکم در حدیث [illegible] ۱۲ ح نسائی در کبری ۱۲ ح ابن حبان و حاکم بروایت انس [illegible]

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میری محبت اُن لوگون کے لیے ثابت ہی جو میری خاطر ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے ہین اور میری محبت اُن لوگون کے واسطے واجب ہی جو میرے واسطے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہین اور میری محبت اُن لوگون کے لیے ثابت ہی جو میرے لیے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہین اور میری محبت اُن لوگون کے لیے واجب ہی جو ایک دوسرے کی مدد میری خاطر کرتے ہین۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَیْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِیْ اَلْیَوْمَ اُظِلُّهُمْ فِیْ ظِلِّیْ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلِّیْ اور فرمایا سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاَ فِیْ عِبَادَةِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُتَعَلِّقٌ بِالْمَسْجِدِ اِذَا خَرَجَ مِنْهُ حَتّٰی یَعُوْدَ اِلَیْهِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اِجْتَمَعَا عَلٰی ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتُ حَسَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ

اور فرمایا جب کوئی شخص دوسرے شخص سے فی اللہ ملتا ہی اُسکی زیارت کے شوق اور دیدار کی رغبت مین تو ایک فرشتہ اُسکے پیچھے سے اُسکو یون کہتا ہی کہ تو پاک ہوا اور تیرا چلنا ستھرا ہوا اور تجکو جنت ستھری ہوئی۔ اور فرمایا کہ ایک شخص اپنے کسی برادر فی اللہ کے ملنے کو چلا اللہ تعالی نے راہ مین اُسکے لیے فرشتہ بٹھلا دیا اُسنے پوچھا کہ تمھارا قصد کہان کو ہی اُسنے کہا کہ اپنے فلان بھائی کے ملنے کو جاتا ہون کہا کہ تمکو اُس سے کچھ مطلب ہی کہا کہ نہین پوچھا کہ تمسے اور اس سے کچھ قرابت ہی جواب دیا کہ نہین پوچھا کہ اُسنے کچھ تمھارے ساتھ سلوک کیا ہی کہا کہ نہین فرشتہ نے پوچھا ہو کس وجہ سے اُسنے جواب دیا کہ مین فی اللہ اُس سے محبت رکھتا ہون فرشتہ نے کہا کہ اللہ تعالی نے مجکو تیرے پاس بھیجا ہی کہ تجکو اطلاع کر دون کہ اللہ تعالی تجھسے محبت رکھتا ہی اس وجہ سے کہ تو اُس اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہی اور تیرے لیے جنت واجب کر دی۔ اور فرمایا کہ ایمان کی رسیون مین زیادہ مضبوط محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ ہی۔ اسی حدیث کے باعث واجب ہی کہ آدمی کے کچھ دشمن ہون جنسے بغض فی اللہ رکھتا ہو اور کچھ دوست ہون جن سے محبت فی اللہ رکھتا ہو۔ اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے کسی نبی پر وحی بھیجی کہ تو نے دنیا مین جو زہد کیا تو اُس سے تجکو سردست راحت ملی اور ٹوٹ کر میری طرف ہو رہا تو اس سے تجکو عزت ہوئی یہ بتا کہ میرے باب مین کسی دشمن سے عداوت یا کسی دوست سے محبت کی ہی یا نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الٰہی کسی بدکار کا مجھپر احسان مت کرنا کہ اس وجہ سے میری محبت

اُسکو نصیب ہوا اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تم میری عبادت تمام آسمانون اور زمین کے باشندون کی عبادت سی کرو اور محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ تم مین نہو تو وہ عبادت تمھاری کچھ کام نہ آویگی - اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اہل معصیت سے دشمنی کرکے خدا تعالی کی محبت پیدا کرو اور اُنسے دور رہنے سے اللہ تعالی کا قرب حاصل کرو اور اُنکو ناراض کرکے خدا تعالی کی رضا کے طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ یا روح اللہ پھر ہم کسکے پاس بیٹھین فرمایا کہ اُن لوگون کے پاس بیٹھو جنکے دیکھنے سے خدا یاد آوے اور جنکی تقریر تمھارا علم بڑھاوے اور جنکا عمل تمکو شوق آخرت دلاوے - اور اخبار گذشتہ مین مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ ای پسر عمران ہوشیار ہو اور اپنے لیے یار غار طلب کر اور جو دوست کہ میری خوشی پر تیرا موافق نہو وہ تیرا دشمن ہی - اور حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ ای داؤد یہ کیا بات ہی کہ تم الگ کونے مین تنہا رہتے ہو عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیری خاطر خلق کو برا جانا ارشاد ہوا کہ ای داؤد ہوشیار ہو اور اپنے لیے دوست طلب کر اور جو دوست کہ میری مسرت پر تیرا موافق نہو اُسکے ساتھ مت رہنا کہ وہ تیرا دشمن ہی تیرے دل کو سخت کردیگا اور تجکو مجھسے دور کریگا - اور حضرت داؤد علیہ السلام کی اخبار مین ہی کہ آپنے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی یہ بات کس طرح سے ہو کہ سب لوگ مجھسے محبت کرین اور جو معاملہ کہ میرے اور تیرے درمیان ہی اُسمین مین سلامت بھی رہون حکم ہوا کہ لوگون سے اُنکے اخلاق کے موافق سلوک کر اور جو معاملہ مجھ مین اور تجھ مین ہی اُسمین احسان کر اور ایک روایت مین یون ہی کہ دنیا والون سے اُنکے اخلاق سے احتیاط کر اور آخرت والون سے اُنکے اخلاق سے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے خدا تعالی کے نزدیک زیادہ محبوب وہ ہین جو الفت کرتے ہین اور الفت کیے جاتے ہین اور زیادہ مبغوض وہ ہین جو چغلی کھاتے ہین اور بھائیون مین جدائی ڈالتے ہین اور فرمایا کہ اللہ تعالی کا ایک فرشتہ ہی جسکا بدن نصف آگ کا ہی اور نصف برف کا وہ یہہ کہتا ہی کہ الٰہی جیسی تو نے برف اور آگ مین الفت کی ویسی ہی اپنے نیک بندون کے دلون مین الفت کر - اور فرمایا کہ جب کوئی بندہ نیا دوست فی اللہ پیدا کرتا ہی تب ہی اللہ تعالی اُسکے لیے جنت مین ایک نیا درجہ مقرر کرتا ہی - اور فرمایا کہ دوست فی اللہ قیامت مین سرخ یاقوت کے عمود پر ہونگے اُس عمود کے سرے پر ستر ہزار کھڑکیان ہونگی وہ لوگ جنت والون کو جھانکینگے اُنکا حسن جنت والون پر ایسا چمکیگا جیسا سورج دنیا والون کے اوپر چمکتا ہی تو جنت والے کہینگے

ح طبرانی در اوسط و ضعیف جابر ابی امامہ بسند ضعیف ح الحکیم الترمذی در نوادر الاصول بروایت ابن مسعود بسند ضعیف ۱۲ ح ابن ابی الدنیا در کتاب الاخوان بروایت انس رضی اللہ عنہ ح حکیم ترمذی در نوادر بروایت ابن مسعود بسند ضعیف ۱۲

کہ جلوفی اللہ دوستون کو دیکھین پس اُنکا حُسن اہل جنت کی نظر مین سورج کی جوت کی طرح چمکیگا اُنکا لباس سبز ریبا کا سا ہوگا اور اُنکی پیشانیون پر لفظ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ لکھا ہوگا۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت علی رضہ نے فرمایا کہ دوستون کو ضرور پیدا کرو کہ وہ دنیا مین بھی کام آتے ہین اور آخرت مین بھی دیکھو دوزخ والے اُس روز یہ کہینگے فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِیْنَ وَلَا صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ اور حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ بخدا اگر مین اتنے روزے رکھون کہ افطار نکرون اور رات بھر عبادت کیا کرون کہ نہ سوؤن اور اپنا مال نفیس نفیس خدا تعالی کی راہ مین دیدون لیکن جس روز مین مرون میرے دل مین اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی محبت اور اُسکے عاصیون کا بغض نہو تو یہ سب باتین میرے کچھ کام نہ آوینگی۔ اور ابن سماک رح نے اپنی موت کے وقت عرض کیا کہ الٰہی تو جانتا ہی کہ مین ہرچند تیری نافرمانی کرتا تھا مگر جو شخص تیرا مطیع ہوتا تھا اس سے محبت رکھتا تھا الٰہی میری اس عادت کو میرے لیے اپنے قرب کا باعث کر۔ اور حضرت حسن بصری رح وہ مضمون فرماتے ہین جو اسکی ضد ہی یعنے ای ابن آدم اس قول سے دھوکے مین مت آنا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کیونکہ تجکو ابرار کا درجہ بدون اُنکے اعمال کے ہرگز نہ ملیگا یہود اور نصاری بھی تو اپنے انبیا سے محبت رکھتے ہین اور اُنکے ساتھ نہین۔ اور اسمین یہ اشارہ ہی کہ صرف محبت بدون موافقت بعض اعمال یا کل اعمال کے مفید نہین۔ اور حضرت فضیل رح نے اپنے کسی وعظ مین فرمایا ابن تو فردوس برین مین رہنا چاہتا ہی اور خدا تعالی کی ہمسایگی اُسکے مکان مین انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کے ساتھ ڈھونڈھتا ہی کس برتے پر تتا پانی کون سی شہوت کو تو نے ترک کیا کون سے غصہ کو پیا کون سے قاطع رحم سے تو ملا کون سے اپنے بھائی کے قصور کو معاف کیا کون سے قریب سے تو فی اللہ دور ہوا کون سے بعید سے تو فی اللہ قریب ہوا اور مروی ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ تو نے کبھی میرے لیے کوئی کام کیا ہی عرض کیا کہ الٰہی مین نے تیرے لیے نماز پڑھی روزہ رکھا صدقہ دیا زکوۃ دی حکم ہوا کہ نماز تیرے لیے بُرہان ہی اور روزہ سپر ہی اور صدقہ سایہ ہی اور زکوۃ نور ہی میرے لیے کون سا عمل کیا حضرت موسی نے عرض کیا کہ الٰہی مجھے بتا دے کہ تیرے لیے کون سا عمل ہی ارشاد ہوا کہ تو نے کبھی میرے لیے کسی دوست سے دوستی یا کسی دشمن سے دشمنی کی ہی یا نہین تب حضرت موسی علیہ السلام نے جانا کہ محبت فی اللہ اور عداوت فی اللہ افضل اعمال ہی۔ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو کر ستر برس عبادت کرے تب بھی

اللہ تعالی اُسکا حشر اُسی کے ساتھ کریگا جس سے اُسکو محبت ہوگی۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ فاسق سے بغض فی اللہ رکھنا موجب تقرب الی اللہ ہے۔ اور ایک شخص نے محمد بن واسع رح سے کہا کہ مین آپ سے محبت فی اللہ رکھتا ہون اُنھون نے فرمایا کہ جس شخص کی خاطر تم مجھسے محبت کرتے ہو وہ تمسے محبت کرے پھر اپنا منھ پھیر کر کہا کہ الٰہی مین تجھ سے پناہ مانگتا ہون اس بات سے کہ لوگ مجکو تیری خاطر سے محبوب جانین اور تو مجھسے بغض رکھے۔ اور ایک شخص داؤد طائی رح کے پاس گیا آپ نے فرمایا کہ تمھارا کیا مطلب ہے اُسنے کہا کہ صرف آپکی زیارت آپ نے فرمایا کہ تمنے تو اچھا کام کیا کہ زیارت کی مگر مین اپنے حال کو سوچتا ہون کہ اگر مجھسے یہ کہا جائیگا کہ تو کون ہے کہ زیارت کیا جاتا ہے کیا زاہد ہے یا عابد ہے یا نیک بخت ہے تو اُسوقت کیا ہوگا مین تو اُنمین سے بخدا ایک بھی نہین پھر اپنے نفس کی توبیخ پر متوجہ ہوکر کہنے لگے کہ جوانی مین تو فاسق تھا اب بڑھاپے مین ریاکار ہوگیا بخدا ریاکار فاسق سے بہت بُرا درجہ ہے اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہے کہ جب کوئی تم مین سے کسی بھائی کو دوست پاوے تو اُس کو مضبوط پکڑ رہے کہ ایسے آدمی کم ملا کرتے ہین۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ جب فی اللہ محبت کرنے والے آپس مین ملکر ایک دوسرے کو دیکھکر خوش ہوتے ہین تو اُنکے گناہ ایسے جھڑتے ہین جیسے جاڑے مین درخت کے پتے سوکھ کر گرتے ہین اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ آدمی کو اپنے بھائی کے چہرے پر نظر مودت اور رحمت سے دیکھنا عبادت ہے۔

دوسرا بیان اس ذکر مین کہ اخوت فی اللہ کے معنے کیا ہین اور اُسمین اور دنیا کی اخوت مین کیا فرق ہے جاننا چاہیے کہ محبت فی اللہ اور بغض فی اللہ دقیق باتین ہین انکا حال تقریر آئیندہ سے منکشف ہوگا وہ یہ ہے کہ صحبت دو طرح کی ہے ایک یہ کہ اتفاقی ہوجائے جیسے ہمسایہ مین رہنے سے یا مکتب خواہ مدرسہ مین ساتھ رہنے سے یا بازار مین یکجائی ہونے سے یا ایک جگہ نوکر ہونے سے یا سفر مین رفیق ہونے سے دوسرے وہ کہ بقصد و اختیار پیدا کی جاوے اور ہمکو بیان اسی کا منظور ہے کیونکہ اخوت فی الدین یقیناً اسی قسم مین واقع ہے اسلیے کہ ثواب اور ترغیب اُنھین افعال مین ہوتی ہے جو اختیاری ہون اور صحبت کے معنے ہین پاس بیٹھنا اور ملنا جلنا اور یہ باتین انسان دوسرے سے جبھی کرتا ہے جب اُسکو محبوب جانتا ہے کیونکہ غیر محبوب سے تو اجتناب و دوری کیا کرتا ہے اور اُس سے اختلاط نہین چاہتا اور جس سے محبت رکھتا ہے تو دو حال سے خالی نہین یا صرف اُسکی ذات سے محبت ہے کوئی اور مقصود اور محبوب بجز نہین جس کا ذریعہ اُسکی محبت کو

کیا جائے یا اسلیے محبت کرتا ہی کہ اُسکے ذریعہ سے دوسرا مقصود حاصل ہو پھر یہ مقصود تین صورت سے خالی نہین یا صرف متعلق منافع دنیاوی سے ہو یا آخرت سے متعلق ہو یا متعلق باللہ تعالی ہو تو یہ چار قسم کی محبت ہوئی اب ان چارون کو جدا جدا لکھا جاتا ہی قسم اول یہ کہ انسان دوسرے شخص سے محبت صرف اُسکی ذات کے لیے کرے اور یہ ہوسکتا ہی کہ ایک آدمی دوسرے کے نزدیک فی ذاتہ محبوب ہو یعنے جب وہ اُسکو دیکھے اور پہچانے اور اُسکے اخلاق کا مشاہدہ کرے تو اُسکو لذت حاصل ہو اسوجہ سے کہ وہ اُسکو اچھا جانتا ہی کیونکہ اہل جمال اُس شخص کے حق مین لذیذ ہوتا ہی جو اُسکے جمال کو معلوم کرے اور ہر لذیذ محبوب ہوتا ہی اور لذت اچھا جاننے کے بعد ہوتی ہی اور اچھا جاننا سرشتی مناسبت اور موافقت کا تابع ہوتا ہی پھر وہ مستحسن یا تو ظاہری خوبصورتی ہو یعنے اعضاء ظاہری کا اچھا ہونا یا صورت باطنی ہو یعنے عقل کا کامل ہونا اور اخلاق کا اچھا ہونا اور اخلاق کے اچھے ہونے سے افعال اچھے ہوتے ہین اور کمال عقل کا تابع علم کی کثرت ہی اور یہ سب باتین طبع سلیم اور عقل مستقیم کے نزدیک مستحسن ہین اور ہر مستحسن چیز قابل لذت اور محبوب ہوتی ہی بلکہ دلون کی الفت کے باب مین ایک اور بات اس سے باریک تر ہی یعنے دیکھتے ہین کہ بعض اوقات دو شخصون مین دوستی اور مودت مضبوط ہو جاتی ہی حالانکہ اسکا باعث نہ ظاہر کی ملاحت ہوتی ہی نہ خوبی عادت بلکہ وجہ اُسکی مناسبت باطنی اور مشابہت معنوی ہوتی ہی جو اُن دونون مین الفت اور موافقت کا موجب ہوتی ہی کیونکہ چیز کا مشابہ اپنی سرشت سے اُسکی طرف کھنچتا ہی اور اسی مضمون کا شعر کسی نے کہا ہی شعر

جانب مثل و لامثل کو ہوتی ہی کشش	جیسے ہر عضو مین جاتی ہی غذا اُس جیسی

اور باطنی مشابہتین پوشیدہ ہین اور اُنکے اسباب دقیق ہین یا آدمی کی طاقت نہین کہ اُنپر واقف ہو اور اسی رمز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین ارشاد فرمایا

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ

کہ جان پہچان کا ہونا نتیجہ یکجا ہونے کا ہی اور الفت نتیجہ تناسب کا ہی جسکو تعارف سے تعبیر فرمایا اور ایک روایت مین یون ہی اِنَّ الْاَرْوَاحَ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ فِي الْهَوَاءِ تَلْتَقِي فَتَتَشَامُّ اور بعض علما نے اس مضمون کو اسطرح بیان کیا ہی کہ اللہ تعالی نے ارواح کو پیدا کرکے اُنہین سے بعض کے دو ٹکڑے کیے اور اُنکو اپنے عرش کے گرد طواف کرایا تو اُن دو ٹکڑون مین سے جن دو دو مین تعارف وہان ہو گیا وہ دنیا مین بھی ملے رہے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا

کہ دو مومنون کی روحین ایک مہینہ کے فاصلہ سے ملتی ہین حالانکہ انھون نے آپس مین ایک دوسرے کو کبھی نہین دیکھا۔ اور مروی ہی کہ ایک عورت مکہ معظمہ مین عورتون کو ہنسایا کرتی تھی اور دوسری ایسی ہی مدینہ منورہ مین تھی وہ مکیہ اتفاقاً مدینہ منورہ کو گئی اور اُس مدنی عورت کے پاس اُتر کر حضرت عائشہ رض کے پاس گئی اور آپ کو ہنسایا آپ نے پوچھا کہ تو کہان اُتری ہی اُسنے کہا کہ فلان عورت کے پاس آپ نے فرمایا کہ سچ کہا ہی اللہ تعالی اور اُسکے رسول نے مین نے سُنا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَۃٌ الخ اور واقعی یہ ہی کہ مشاہدہ اور تجربہ شاہد ہی کہ تناسب کے وقت الفت باہمی ہوتی ہی اور طبیعتون اور اخلاق باطنی اور ظاہری مین تناسب کا ہونا سمجھ مین آتا ہی اور جن اسباب سے کہ یہ مناسبت ہوتی ہی اُنکا دریافت کرنا قوت بشری سے خارج ہی غایت یہ ہی کہ منجم یہ ہذیان سرائی کرے کہ جب ایک کا زائچہ دوسرے کے زائچہ کے تسدیس یا تثلیث پر ہوتا ہی تو یہ صورت موافقت اور مودت کی ہی اور مقتضی تناسب اور میل کی اور جب مقابلہ یا تربیع پر ہوتا ہی تو مقتضی دوری اور عداوت کا ہوتا ہی تو یہ قول اگر سچا بھی ہو یعنے خدا تعالی نے جو عادت آسمانون اور زمین کی پیدائش مین مقرر کرلی ہی اُسکے مطابق ایسا ہی ہوا کرتا ہی تو جتنا اشکال اصل تناسب کے معلوم ہونے مین تھا اُس سے زیادہ اُسمین ہوگا پس ایسی بات مین خوض کرنے کی کیا ضرورت ہی جسکا راز بشر کے لیے واضح نہین کیا گیا کیونکہ انسان کو تو علم مین سے تھوڑا ہی سا عنایت ہوا ہی اور اُسکی تصدیق کے لیے تجربہ اور مشاہدہ ہمکو کافی ہین اور حدیث شریف مین یہ آچکا ہی کہ اگر ایک مومن اُس مجلس مین جاوے جسمین سَو منافق اور ایک ایماندار ہو تو وہ اُسی ایماندار کے پاس آکر بیٹھیگا اور اگر ایک منافق ایسی مجلس مین جاوے جسمین سَو ایماندار اور ایک منافق ہو تو وہ اُسی منافق کے پاس آکر ہم نشست ہوگا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مثل کو اپنی مثل کی طرف کشش ہوتی ہی اگرچہ اُسکو علم نہو۔ اور حضرت مالک بن دینار رح فرمایا کرتے کہ دس آدمیون مین دو کا اتفاق جبھی ہوگا کہ ایک مین دوسرے کا کوئی وصف پایا جاوے اور لوگون کی شکلین ایسی ہین جیسے پرندون کی جنسین کہ اُڑنے مین دو قسم کے پرند کبھی نہین متفق ہوتے اور بدون مناسبت اُنکا پرواز ایک ساتھ نہین ہوتا ہی چنانچہ مشہور ہی ؎ کبوتر با کبوتر باز با باز۔ کند ہمجنس با ہمجنس پرواز۔ ایک روز انھون نے کوّے کو کبوتر کے ساتھ اُڑتا دیکھکر تعجب کیا کہ یہ کیسے ساتھ ہوسئے یہ تو ایک شکل کے نہین پھر جو اُنکو دیکھا تو معلوم ہوا کہ دونون لنگڑے تھے

ح حسن بن شعبان وابو مرہ ح صاحب الفردوس الاصابت معاذ بن جبل وبیہقی در شعب موقوفاً عن ابن مسعود ۱۲ منہ

تب فرمایا کہ اسی وجہ سے ا نکین اتفاق ہوا۔ اور اسی وجہ سے بعض حکمانے کہا ہی کہ ہر انسان اپنے ہم شکل سے اُنس کیا کرتا ہی جیسے ہر پرندا پنے ہمجنس کے ساتھ اُڑتا ہی اور جب دو شخص چند بڑے ساتھ رہین اور حالت مین ہم شکل نہون تو ضرور ہی کہ جدا ہو جاوینگے اور یہ بات ایسی ظاہر ہو گئی ہی کہ شاعر بھی اسکو جان گئے ہین چنانچہ کسی نے اس مضمون کو باندھا ہی شعر

میری صورت کا نتھا اسلیے ہون اس سے جدا	وجہ فرقت کی جو پوچھی تو یہ مین اُسنے کہا

غرضکہ انسان کو محبت دوسرے سے کبھی لذاتہ ہوتی ہی نہ کسی فائدہ کے سبب سے کہ اُسکو حال مین یا مآل مین حاصل ہو بلکہ صرف اُس مجانست اور مناسبت کی وجہ سے جو باطن کی سرشتون اور پوشیدہ اخلاق مین ہوتی ہی اور اسی قسم مین خوبصورتی کی محبت بھی داخل ہی بشرطیکہ اُس سے شہوت رانی مقصود نہو کیونکہ اچھی صورتین بذات خود لذت بخش ہوتی ہین گو وہان اصل شہوت ہی نہو مثلاً میوون اور کلیون اور پھولون اور سرخی آمیز سیبون اور آب روان اور سبزے کے دیکھنے سے آنکھ کو لذت ہوتی ہی اور سوا اُنکی ذات کے اور کوئی غرض بد درمیان نہین ہوتی اور یہ محبت چونکہ سرشتی اور خواہش نفس سے ہی اور ملحدون کو بھی ہوتی ہی اسلیے خدا کے واسطے کی محبت اُسمین داخل نہین لیکن اگر اس محبت مین کوئی غرض بد ملجا دیگی تو بُری ہو جاویگی مثلاً محبت کسی اچھی صورت کی شہوت رانی کے لیے جہان کہ اُسکی تعمیل حلال نہو اور اگر کوئی بُری غرض نہ ہو تو یہ محبت مباح ہی کہ نہ اُسکو محمود کہینگے نہ مذموم کیونکہ محبت تین ہی طرح کی ہوتی ہی یا قابل حمد یا قابل مذمت یا مباح کہ نہ قابل حمد ہو نہ قابل مذمت۔ دوسری قسم یہ ہی کہ انسان دوسرے سے محبت اس نظر سے کرے کہ اُسکی ذات سے اُسکا مقصود حاصل ہو تو یہ محبت دوسری چیز کا وسیلہ ہوتی ہی اور محبوب چیز کا وسیلہ بھی محبوب ہوتا ہی اور جو چیز کہ غیر چیز کی خاطر محبت کیجاتی ہو تو حقیقت مین محبوب وہ غیر ہی ہوتی ہی مگر پہلی چیز چونکہ ذریعہ محبوب ہی اسلیے محبوب ہی اور اسی وجہ سے لوگ سونے اور چاندی کو محبوب سمجھتے ہین حالانکہ ان دونون کی ذات سے کوئی غرض نہین ہوتی کیونکہ نہ کھائی جاتی ہین نہ پہنی جاتی ہین مگر چونکہ وہ ذریعہ دوسری محبوب چیزون کی ہین اسلیے محبوب ہین تو یہی حال بعض لوگون کا ہی کہ اُنسے لوگ اسی طرح محبت کرتے ہین جیسے چاندی اور سونے سے اس لحاظ سے کہ وہ ذریعہ مقصود ہوتے ہین یعنے اُنکی جہت سے جاہ یا مال یا علم حاصل ہوتا ہی مثلاً آدمی جو بادشاہ سے محبت کرتا ہی تو اسی وجہ سے کہ اُسکے مال یا جاہ سے نفع ہوتا ہی اور اُسکے خواص سے جو محبت کرتا ہی تو اس

غرض سے ہے کہ وہ لوگ بادشاہ کے سامنے اس کا حال اچھی طرح پیش کرین اور اُسکے دل مین اُسکی جگہ
کردین اور جس مقصود کے لیے شخص محبوب کو ذریعہ کیا جاتا ہی اگر اُسکا فائدہ صرف دنیاوی
ہی ہو تو ذریعہ کی محبت فی اللہ محبت نہوگی اور اگر دنیاوی فائدہ پر انحصار تو نہین مگر محبت
کرنے والے کی غرض اس سے دنیا ہی کا فائدہ ہی تب بھی وہ محبت للہ متصور نہوگی جیسے شاگرد
محبت اوستاد سے تحصیل کے لیے کرے تو ہر چند علم کے فوائد منحصر بدنیا نہین مگر شاگرد
کی غرض اس سے اگر تحصیل دنیا اور قبول ہونا مخلوق مین ہوگی تو اُسکی محبت للہ نہوگی کیونکہ
مقصود اُسکا اس صورت مین جاہ اور مال ہوگیا جسکے حصول کا ذریعہ علم ہی اور علم کے حاصل
ہونے کا وسیلہ اُستاد ہی تو یہ محبت فی اللہ کچھ بھی نہوئی ہان اگر علم کو تقرب الی اللہ کی نظر سے
تحصیل کرتا تو البتہ محبت فی اللہ ہوتی ورنہ اس طرح کی محبت اوستاد کی تو کافر سے بھی
ہوتی ہی پھر اس محبت کی بھی دو قسمین ہین ایک مذموم دوسری مباح یعنے اگر علم کو مقاصد مذموم
کا ذریعہ کرنے کی نیت ہی مثلاً ہمسرون کا زیر کرنا اور یتیمون کے مال کا جمع کرنا اور قاضی بن کر
رعیت کو ستانا وغیرہ تو محبت بھی مذموم ہوگی اور اگر مباح مقاصد کی نیت ہوگی تو محبت بھی
مباح ہوگی غرضکہ ذریعہ چونکہ بذات خود مستقل نہین ہوتا اور مقصود کا تابع ہوتا ہی اسلیے حکم اور صفت
ذریعہ پر وہی ہوتی ہی جو مقصود پر ہو - تیسری قسم یہ ہی کہ محبت لذاتہ نہو غیر کے لیے ہو اور وہ
غیر بھی حظوظ دنیاوی مین سے نہو بلکہ حظوظ آخرت مین سے ہو اور یہ محبت ظاہر ہی کہ محبت
فی اللہ مین متصور ہوگی مثلاً کوئی شخص اپنے اُستاد اور مرشد سے باین وجہ محبت کرے
کہ انکے ذریعہ سے علم کی تحصیل اور عمل کی درستی ہوگی اور علم و عمل سے اُسکا مقصود آخرت
کی بہتری ہو تو اُسکی محبت فی اللہ محبت مین شمار ہوگی اسی طرح جو اُستاد اپنے شاگرد سے
محبت کرے اور مقصود دنیاوی نہو صرف یہ لحاظ ہو کہ یہ مجھ سے علم سیکھتا ہی اسکی بدولت
مجکو رتبہ التعلیم ملیگا اور عالم ملکوت مین درجہ التعظیم پر ترقی کرونگا کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
فرماتے ہین کہ جو شخص جانے اور عمل کرے اور لوگون کو سکھاوے وہ آسمان کے ملکوت مین عظیم کہا
جاتا ہی اور ظاہر ہی کہ تعلیم بدون متعلم کے نہین ہوسکتی تو اس صورت مین اُستاد کو اس کمال کے
حاصل ہونیکا سبب شاگردی ہوا پس اگر استاد اس سے محبت بدین لحاظ کرے کہ وہ میرے
لیے ذریعہ حصول سعادت اخروی ہی کہ اسی کے باعث سے درجہ التعظیم آسمان کے ملکوت مین ملیگا
تو وہ محبت فی اللہ ہوگا - اسی طرح جو شخص اپنا مال خیرات کرتا ہو اور مہمانون کو اکٹھا کرنے کے لیے

عمدہ اور عجیب کھانے مزہ دار خدا تعالی کے تقرب کے لیے پکواتا ہو وہ اگر کسی باورچی اپنے فن کے
طاق سے محبت کریگا تو وہ بھی محبین فی اللہ مین سے ہوگا ایسا ہی اگر کسی ایسے شخص سے محبت کریگا
جو اسکے صدقات کو مستحقون کو پہونچا دیا کرے تو وہ بھی فی اللہ محبت رکھنے والا ہوگا بلکہ اس سے
بڑھکر ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص اُس آدمی سے محبت کرے جو اُسکی خدمت خود کرتا ہے دھینے
اُسکے کپڑے دھوئے اور گھر مین جھاڑو دینی اور کھانا پکانا اپنے ذمہ کرلے تاکہ اُسکو علم و عمل کے
لیے فراغت ملے اور اُسکا مقصود ان کامون کے لینے سے عبادت کے لیے فارغ ہونا ہو تو وہ
بھی محب فی اللہ ہوگا۔ اور اس سے زیادہ اور ہم کہتے ہین کہ جب ایک شخص دوسرے کی سب
اغراض دنیاوی کا کفیل ہوجاوے یعنے کھانا اور لباس اور مسکن وغیرہ ضروریات اپنے پاس
سے دے تاکہ اُسکو علم اور عمل کے لیے فراغت ہوجاوے اور دوسرا شخص بھین لحاظ اس سے محبت
رکھے اور اپنے علم و عمل سے اللہ تعالی کا تقرب چاہتا ہو تو وہ بھی محب فی اللہ ہی چنانچہ اگلے
لوگون مین کچھ صلحا ایسے تھے کہ اُنکے مقاصد دنیاوی کی کفالت بعض اہل ثروت نے کرلی
تھی اور یہ دونون شخص محبین فی اللہ مین سے تھے۔ اور اس سے زیادہ ہم کہتے ہین کہ جو شخص
ایک نیکبخت عورت سے نکاح کرے اس غرض سے کہ اُسکے سبب سے شیطانی وسوسہ سے
بچے اور اپنے دین کو بچاوے یا اس نیت سے کہ اس سے کوئی فرزند نیک بخت ہو جو میرے لیے
دعاء خیر کرے اور وہ شخص اپنی بی بی کو ذریعہ مقاصد دینی سمجھ کر محبوب جانے تو وہ بھی محب فی اللہ
ہوگا اور اسی وجہ سے احادیث مین عیال پر نفقہ کرنے کا بہت اجر اور ثواب وارد ہی حتی کہ اگر لقمہ
کھانیکا اگر اپنی بی بی کے منھ مین دیوے تو اُسپر بھی ثواب ملتا ہی۔ بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی
کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالی کی محبت اور اُسکی رضا اور دیدار اخروی کی محبت مین مشہور ہو تو وہ
شخص اگر کسی غیر سے محبت کریگا تو محب فی اللہ ہوگا اسلیے کہ یہ ہو نہین سکتا کہ وہ کسی ایسے چیز
سے محبت کرے جس مین اُسکے محبوب کی مناسبت نہو تو جس چیز سے محبت کریگا رضا ہونے
جو اُسکا محبوب اور مطلوب ہی اول مد نظر رکھیگا۔ بلکہ ہم اس سے زیادہ کہتے ہین کہ جب ایک شخص
مین دو باتین جمع ہون کہ ایک ذریعہ تقرب الی اللہ ہو اور دوسری ذریعہ حصول دنیا اور کوئی
دوسرا شخص جسکے دل مین اللہ تعالی اور دنیا کی محبت اکٹھی ہو اس سے بھین وجہ محبت
کرے کہ اُسکو دونون باتون کی صلاحیت ہی تو وہ بھی محبین فی اللہ مین سے ہوگا جیسے
کوئی اُستاد اپنے شاگرد کو دین سکھاوے اور مال دیکر دنیا کی ضروریات سے بچاوے اور

اح پیشتر اس باب مین حدیث مع سند گذر چکی ۱۲

شاگرد جسکی طبیعت مین طلب راحت دنیا اور سعادت آخرت دونون ہون اُسکو دونون امر کا ذریعہ
سمجھکر اُستاد سے محبت کرے تو یہ محبت فی اللہ ہوگی کیونکہ محبت فی اللہ مین یہ شرط نہین کہ حظوظ دنیا کی
محبت بالکل نہو اسلیے کہ جس دعا کا حکم انبیا علیہم السلام کو ہوا ہی اس مین دنیا اور آخرت دونو
کو جمع کیا ہی چنانچہ ایک دعا یہ ہی رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً
اور حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنی دعا مین فرمایا الٰہی مت ہنسا مجھپر میرے دشمن کو اور
مت بُرائی پہونچا میرے سبب سے میرے دوست کو اور مت کر میری مصیبت میرے دین مین
اور مت کر دنیا کو سب سے بڑا مقصد میرا تو اس دعا مین دشمنون کی ہنسی کو ٹالنا حظوظ دنیا ہی
مین سے ہی اور یہ نہین کہا کہ دنیا کو میرا مقصد ہرگز مت کر بلکہ یون دعا مانگی کہ دنیا کو میرا بڑا مقصد
مت کر۔ اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعا مین یہ فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ
رَحْمَۃً اَنَالُ بِھَا شَرَفَ کَرَامَتِکَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اور فرمایا اَللّٰھُمَّ عَافِنِیْ
مِنْ بَلَاۗءِ الدُّنْیَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَۃِ حاصل یہ کہ جس صورت
مین سعادت اخروی کی محبت اللہ تعالی کی محبت کی منافی نہین تو دنیا مین صحت اور سلامتی
اور کفایت اور کرامت کی محبت کیسے محبت الٰہی کی منافی ہوگی کیونکہ دنیا اور آخرت دو حالتین
ایک دوسرے کے قریب ہین ایک حال مین ہی اور ایک مآل مین تو یہ کیسے ہوسکتا ہی کہ
انسان اپنے کل کے حظوظ کو تو محبوب سمجھے اور آج انسے محبت نکرے اور کل مین جو انسے محبت
کرتا ہی تو اسی وجہ سے کہ کل حالت دائمی ہوجائیگی تو معلوم ہوا کہ حالت دائمی بھی مطلوب
ہی اور وہ آج کی محبت سے حاصل ہوتی ہی ہان حظوظ دنیاوی کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ
حظوظ اخروی کے مخالف ہون اور ان سے روکدین یہ وہ امور ہین جنسے انبیا اور اولیا
نے خود احتراز کیا ہی اور دوسرون کو ان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا اور دوسرے وہ کہ انکے
مخالف نہین یہ وہ باتین ہین کہ انبیا اور اولیا نے ان سے دست کشی نہین کی جیسے نکاح
کرنا اور حلال کھانا وغیرہ بس جو چیزین کہ آخرت کے حظوظ کے مخالف ہون تو شایان عاقل
یہ ہی کہ اُنسے نفرت کرے نہ محبت یعنے انسے نفرت عقلی کرے نہ طبعی مثلاً اگر کبھی بادشاہ
کا کھانا لذیذ موجود ہو اور آدمی جانتا ہو کہ اگر اُسکو کھاؤنگا تو میرا ہاتھ کاٹا جائیگا یا گردن
اڑا دیجائیگی تو جیسے نفرت اس کھانے سے ہوتی ہی ویسی ہی حظوظ دنیاوی سے چاہیے یہ مقصود نہین
کہ لذیذ کھانے کو صحبت بچاہیے اور اگر کھالے تو لذیذ معلوم نہو کیونکہ یہ امر تو محال ہی بلکہ یہ غرض ہی

کہ عقل اُسکے کھانے سے مانع ہو اور نفرت کی وجہ وہی ضرر ہو جو ہاتھ کٹنے اور گردن مارنے جانے سے متصور ہی اور مقصود اس سے یہ ہی کہ اگر شاگرد اپنے استاد سے محبت بدینوجہ کریگا کہ اُسکو دین سکھاتا ہی کہ دینوی مہمات کا خبرگیران ہی یا استاد شاگرد سے باین لحاظ محبت کرے کہ علم دین سیکھتا ہی اور دنیا کی ضرورتون مین کام اتا ہی یعنے محبت کی علت ایک دنیاوی غرض ہو اور ایک اخروی تو وہ محبین فی اللہ مین متصور ہوگا مگر اسمین ایک شرط ہی اور وہ یہ ہی کہ اگر استاد مثلاً شاگرد کو علم پڑھانا موقوف کردے یا شاگرد کو استاد سے تحصیل کرنا بن نہ آوے تو محبت اس وجہ سے کم ہوجاتی ہی تو اس شرط کے نپائے جانے سے جسقدر محبت کم ہوگی اُسی قدر محبت خدا کے واسطے ہوگی اور اسی قدر پر فی اللہ محبت کا ثواب بھی ملیگا - اور یہ کچھ محال نہین کہ جس آدمی سے تمہاری بہت سی غرضین وابستہ ہون اس سے تم زیادہ محبت کرو اور اگر وہ کچھ غرضون کے پورا کرنے سے باز رہے تو تمھاری محبت بھی کم ہوجاوے اور زیادہ مطلب براری ہو تو محبت بھی اور زیادہ ہوجاوے چنانچہ سونا اور چاندی اگر مقدار مین برابر ہون تو جتنی محبت سونے کی تمکو ہوگی وتنی چاندی کی نہوگی اسلیے کہ جتنی غرضین سونے سے نکلتی ہین وہ چاندی کی نسبت کر زیادہ ہوتی ہین تو جب محبت کی زیادتی غرض کی زیادتی سے ہوسکتی ہی تو اجتماع اغراض دینوی اور اخروی کا محال نہین تو جس محبت مین دونون غرضین ہونگی وہ جملہ محبت فی اللہ ہوگی اور محبت فی اللہ کی تعریف یہ ہی کہ جو محبت ایسی ہو کہ اگر خدا یتعالی اور آخرت پر ایمان نہ ہوتا تو وہ محبت بھی نہوتی تو وہ محبت فی اللہ ہوگی اسی طرح جو زیادت محبت کی خدا یتعالی اور روز آخرت پر ایمان نہونے سے موجود نہو وہ بھی فی اللہ محبت مین سے ہوگی اور یہ ہرچند دقیق ہی مگر کمیاب ہی - جُریری نے کہا ہی کہ لوگون نے قرن اول مین دین کا اتنا برتاو کیا کہ دین پتلا ہوگیا پھر دوسری قرن مین وفا کا معاملہ کیا یہان تک کہ وفا جاتی رہی اور تیسری مین مروت کا تعامل کیا کہ وہ بھی جاتی رہی اب بجز خوف اور خواہش کے اور کچھ نہین رہا چوتھی قسم یہ ہی کہ آدمی دوسرے سے صرف فی اللہ محبت کرے یعنے اس غرض سے کہ اُس سے کوئی غرض علمی یا عملی حاصل ہو یا سوا ذات الہی کے اور کوئی مقصود نہو یہ قسم محبت کی سب سے اعلی اور سب سے دقیق اور خفیہ ہی مگر تاہم ممکن الوجود ہی اسلیے کہ غلبہ محبت کی تاثیر یہ ہی کہ محبوب سے محبت متجاوز ہوکر اُن لوگون اور چیزون پر پہونچتی ہی جو محبوب سے متعلق ہون گو دور کا علاقہ ہو مثلاً اگر کسی کو دوسرے شخص سے محبت زیادہ ہوتی ہی تو وہ محبوب کے محبوب اور خادم اور ثناخوان سے

اور اس شخص سے جسکی تعریف محبوب کرے محبت کیا کرتا ہی اور اس سے بھی محبت کرتا ہی جو محبوب کی رضا مین پیش قدم ہو یہانتک کہ بقیہ بن ولید کہتے ہین کہ ایماندار جب دوسرے ایماندار سے محبت کرتا ہی تو اُسکے کتے سے بھی محبت کرتا ہی اور واقع مین اُنکا قول درست ہی اور تجربہ عشاق کے حالات کا اُسکا شاہد ہی اور شعراکے اشعار سے یہی مضمون ٹپکتا ہی اور یہین وجہ محبوب کا کپڑا یا دوسرا نشان رکھ چھوڑتے ہین اور اُسکی یادگار سمجھتے ہین اور اُسکے گھر اور محلہ اور ہمسایون سے محبت کرتے ہین چنانچہ مجنون بنی عامرہ نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہی قطعہ

میرا گذر دیار مین لیلی کے جب ہوا — بوسہ یہ بوسہ مین در و دیوار کو دیا ہی
ترپا نہین دیار کی الفت سے میرا دل — پر ساکن دیار کی الفت مین مرتا ہی

غرضکہ مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہوتا ہی کہ محبت محبوب کی ذات سے بڑھ کر اُن چیزون تک بھی پہونچتی ہی جو اُسکو محیط ہون یا اُسکے اسباب سے متعلق ہون یا کوئی دور ہی کی مناسبت اُس سے رکھتی ہون مگر یہ خاصیت غلبۂ محبت کی ہی اصل محبت اُسمین کافی نہین اور جسقدر غلبۂ محبت کو قوت ہوتی ہی اُسی قدر ذات محبوب سے اُسکے گرد کی چیزون اور اسباب متعلقہ مین زیادہ پھیلتی جاتی ہی اسی طرح جب اللہ پاک کی محبت غالب ہوتی اور دل پر زور سے چھا جاتی ہی اور نوبت شیفتگی کی پہونچتی ہی تو جو چیز اُسکے سوا موجود ہی اُسکی طرف بھی پھیلتی ہی اس سبب سے کہ ماسوی کا وجود اُسکی قدرت کا نشان ہی اور یہ قاعدہ ہی کہ جو شخص کسی سے محبت کرتا ہی وہ اُسکی صنعت اور کتابت اور تمام افعال سے محبت کرتا ہی اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی نیا پھل آپکے پاس لاتا تو آپ اُسکو اپنی آنکھ سے لگاتے اور اُسکی تعظیم کرتے اور فرماتے کہ یہ میرے رب نے ابھی موجود فرمایا ہی (یعنے نہبت سے خطا وار ہاتھون مین نہین ملا گیا نہ پانون مین روندا گیا نہ زمین پر پڑا رہا بلکہ عالم غیب سے حکم پاکر عالم شہادت مین تازہ وارد ہوا ہی اسکو وہ عالم چھوڑے تھوڑا زمانہ گذرا ہی) - اور اللہ تعالی کی محبت کبھی اس لحاظ سے ہوتی ہی کہ بندہ کو اُسکے وعدون کی توقع اور دولت اخروی کے ملنے کی امید ہوتی ہی اور کبھی اس لحاظ سے کہ اُسنے زمانۂ سلف مین طرح طرح کی نعمتین اور احسان عطا فرمائے ہین اور کبھی صرف لذاتہ ہوتی ہی کوئی اور بات اگلی یا پچھلی کچھ نہین ہوتی اور اقسام محبت مین سے یہ سب سے دقیق اور اعلی ہی اور اسکا بیان چہارم جلد کے باب المحبت مین مذکور ہوگا بہرحال محبت الہی کسی طرح بہم پہونچے جب وہ قوت پکڑتی ہی تو جو چیزین کسی وجہ کا بھی تعلق اُس سے رکھتی ہین اُنمین پھیلتی ہی یہانتک

کہ جو چیزین فی نفسہ رنجدہ اور مکروہ ہوتی ہین وہ نظر مین اچھی معلوم ہوتی ہین اور فرط محبت مین
انکا درد معلوم نہین ہوتا اور وہ درد اس خوشی مین چھپ جاتا ہی کہ یہ کام ہمارے محبوب کا ہی اور
اُسنے ہماری دردرسانی کا قصد کیا ہی اسکی مثال ایسی جانو جیسے کوئی محبوب اپنے عاشق کو
بوجہ عتاب کوئی ضرب لگاوے یا چٹکی لے کہ اس صورت مین فرط محبت سے وہ خوشی ہوتی
ہی کہ درد اُسمین نہین معلوم ہوتا بلکہ اُسکو خوش قسمتی اور راحت سمجھتے ہین - اللہ تعالی کی
محبت مین بعض لوگون کی یہ نوبت ہو گئی ہی کہ وہ کہتے ہین کہ مصیبت اور نعمت مین ہم کچھ
فرق نہین کرتے کیونکہ دونون اللہ تعالی کی طرف سے ہین ع آنچہ از دوست میرسد نیکوست
اور ہم خوش اُسی چیز سے ہوتے ہین جسمین اُسکی رضا ہو یہان تک کہ بعض اُنمین سے
یہ فرماتے ہین کہ خدا تعالی کی معصیت کر کے اگر مغفرت بھی ملے تو مین اُسکو نہین چاہتا -
اور سمنون نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہی ؎ تجھ بن نہین اے خدا مجھے چین ، جس طرح سے
چاہے آزمالے ، اور اسکی تحقیق باب المحبت مین انشاء اللہ آویگی اور مقصود یہ ہی کہ اللہ تعالی کی
محبت جب قوی ہوتی ہی تو اس بات کا موجب ہوتی ہی کہ جو شخص اُسکی عبادت کا حق ادا کرے یا اُسکی صفت
اُسکے نزدیک پسند ہو جیسے خوش خلق ہو یا شریعت کے آداب سے متصف ہو اُسکے ساتھ بھی محبت
کیجاوے - اور جو ایماندار کہ اللہ تعالی اور آخرت کا محب ہی اُسکے سامنے جب دو آدمیون کا
ذکر کیا جاویگا کہ ایک عالم اور عابد ہی اور دوسرا فاسق اور جاہل تو وہ اپنے دل مین اول شخص
کی طرف میل پاویگا پھر یہ میل جسقدر ایمان مین اور اللہ تعالی کی محبت مین ضعف ہوگا اُسی قدر
ضعیف ہوگا اور جسقدر ان دونون باتون مین قوت ہوگی اُسی قدر قوی ہوگا اور یہ میل
ضرور حاصل ہوگا گو وہ دونون شخص غائب ہون اور اُسکو یقین ہو کہ مجکو ان دونون سے
دین مین اور دنیا مین کسی قسم کی بہتری یا برائی نہ پہونچیگی تو اس میل کا نام محبت للہ فی اللہ ہی
بدون کسی مطلب کے کیونکہ اس سے محبت کرنے کی یہی وجہ ہی کہ اللہ تعالی اس سے محبت کرتا ہی
اور خدا تعالی کے نزدیک وہ پسندیدہ ہی اور خدا تعالی سے محبت رکھتا ہی اور اُسکی عبادت
مین مشغول ہی اگر یہ میل ضعیف ہوتا ہی تو اُسکی کچھ تاثیر ظاہر نہین ہوتی اور نہ اُسکا
کچھ ثواب اور اجر ظاہر ہو مگر جس صورت مین کہ قوی ہوتا ہی تو اس بات کا موجب
ہوتا ہی کہ محبوب کا طرفدار ہو جیسے اور جان اور مال اور زبان سے اُسکی
مدد کیجیے اور اس باب مین لوگ اُسی قدر متفاوت ہوتے ہین جس قدر

کہ اللہ تعالی کی محبت مین متفاوت کرتے ہین اور اگر بالفرض محبت اسی باب پر منحصر ہوتی کہ محبوب سے کوئی حظ حال مین یا مآل مین حاصل ہو تو جو نیکبخت عالم اور عابد اور صحابہ اور تابعین وفات پا چکے ہین اُنسے محبت ہو ہی نہ سکتی بلکہ انبیا علیہم الصلوات والسلام سے بھی محبت ممکن نہ تھی حالانکہ ان سب کی محبت ہر مسلمان دیندار کے دل مین مرکوز ہی اور اُسکا ظہور اُسوقت ہوتا ہی کہ کوئی دشمن اگر اُنمین سے کسی کو بُرا کہتا ہی تو ایماندار کو غصہ آتا ہی اور اگر کوئی اُنکی مدح وثنا بیان کرتا ہی اور اُنکی خوبیون مین رطب اللسان ہوتا ہی تو اُسکو خوشی ہوتی ہی اور ان سب کی محبت للہ محبت مین داخل ہی اسلیے کہ یہ لوگ اللہ تعالی کے بندگان خاص ہین اور یون دستور ہی کہ جو کوئی بادشاہ سے یا کسی خوبصورت سے محبت رکھتا ہی تو اُسکے خواص اور خادمون سے اور اُسکے محبوب شخصون سے بھی محبت رکھتا ہی مگر محبت کا امتحان حظوظ نفس کے مقابلہ سے کیا جاتا ہی اور کبھی محبت ایسی غالب ہوتی ہی کہ اپنے نفس مین کوئی خواہش بجز محبوب کی خواہش کے نہین رہتی چنانچہ اسی مضمون کو کسی نے اس شعر مین باندھا ہی ؎ مجکو منظور ہی وصل اُسکو ہی منظور فراق ؛ اُسکی مرضی کے لیے اپنی خوشی کو چھوڑا ؛ اور کسی دوسرے نے کہا ہی ؎ جس زخم مین رضا ہو تمھاری نہین الم ؛ جو تاجو سیری کھال کا بھنو نہین ہی دم غم ؛ اور کبھی محبت اسطرح ہوتی ہی کہ اُسکے باعث بعض حظوظ چھوڑ دیے جاتے ہین اور بعض نہین چھوڑے جاتے مثلاً نفس یہ گوارا کرتا ہی کہ محبوب کو نصف مال دیدیجیے یا تہائی یا دسوان حصہ تو چونکہ مال بھی محبوب چیز ہی اسلیے مال کی مقدارین میزان محبت ہوتی ہین یعنی درجہ محبت کا جبھی پہچانا جاتا ہی کہ اُسکے مقابلہ مین دوسرا محبوب ترک کیا جائے پس جس شخص کے دل کو محبت گھیر لیتی ہی اُسکے دل مین سواے محبوب کے اور کوئی چیز نہین رہتی وہ اپنے لیے کچھ مال باقی نہین رکھتا جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے کہ نہ اپنے لیے اہل رکھا نہ مال یعنی اپنی لخت جگر حضرت عائشہ صدیقہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کیا اور تمام مال بھی آپ پر صرف کیا حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اور آپ کی خدمت مین حضرت ابو بکر رضہ ایک کمل پہنے حاضر تھے جسکے دونون پلّون کو اپنی چھاتی پر ایک لکڑی یا کانٹے سے ٹانک رکھا تھا کہ اتنے مین حضرت جبریل علیہ السلام اُترے اور سلام عزیز علام کیطرف سے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مین پہونچا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیا بات ہی کہ ابو بکر رضہ کو مین دیکھتا ہون کہ کمل پہنے ہین اور اُسکے پلّون کو اپنی چھاتی پر خلال سے ٹانک رکھا ہی

عم اب عیان تھ متفیق ضیف اور بھائی نے کہا کہ صبر شفیہ نہین ١٢

آپ نے فرمایا کہ اُنھوں نے اپنا مال فتح مکہ سے بیشتر مجھپر خرچ کردیا حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ انکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہیے اور یہ فرمائیے کہ تمھارا رب تمسے فرماتا ہی کہ تم اپنی اس فقیری مین مجھسے راضی ہو یا ناراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رض کی طرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے ابوبکر یہ جبریل علیہ السلام ہین کہ تمکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام کہتے ہین اور پوچھتے ہین کہ تم اپنی فقیری مین اللہ تعالیٰ سے راضی ہو یا ناراض حضرت ابوبکر رض روے اور عرض کیا کہ بھلا مین اپنے رب سے ناراض ہونگا مین اپنے رب سے راضی ہون اس تقریر سے یہ حاصل ہوا کہ جو شخص کسی عالم یا عابد یا کسی ایسے شخص سے جو علم خواہ عبادت یا خیرات کی رغبت رکھتا ہو محبت رکھے تو اُسکی محبت للہ فی اللہ ہوگی اور جسقدر محبت قوی ہوگی اُسی قدر اُسکو ثواب ہوگا۔ یہ ہی شرح محبت فی اللہ اور اُسکے درجات کی اگرچہ اسکی ضمن مین بغض فی اللہ بھی سمجھ مین آسکتا ہی مگر ہم اُسکو جدا گانہ لکھتے ہین۔

تیسرا بیان بغض فی اللہ کے ذکر مین مخفی نرہے کہ جن شخصون سے فی اللہ محبت کرنی واجب ہی اُنکے مخالفین سے فی اللہ بغض کرنا ضرور ہی مثلاً اگر تم کسی شخص سے باینوجہ محبت کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع اور اُسکے نزدیک محبوب ہی تو اگر وہ شخص خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو تمکو لازم ہی کہ اس سے بغض رکھو اسلیے کہ وہ خدا تعالیٰ کا نافرمان اور اُسکے نزدیک مستحق خفگی ہوا غرض کہ محبت اگر کسی سبب سے ہوتی ہی تو اُسکی ضد سے بغض ہوا کرتا ہی اور یہ دونون باتین لازم ملزوم ہین ایک دوسری سے جدا نہین ہوتی اور یہ قاعدہ محبت اور بغض فی العادت مین عام ہی اگرچہ ہر ایک انمین سے دل مین گزری رہتی ہی اور غلبہ کے وقت ظاہر ہوتی ہی اور اسی کے بموجب افعال مترشح ہوتے ہین یعنے باقتضاے محبت قرب اور موافقت ظاہر ہوتی ہی اور بغض کی صورت مین بُعد اور مخالفت مترشح ہوتی ہی اور فعل مین ظاہر ہونے کے بعد اول صورت مین موالات بولی جاتی ہی اور دوسری مین معادات اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ تو نے میرے باب مین کسی سے موالات یا معادات کی ہی کہ نہین جیسے ہمنے پہلے ذکر کیا اور یہ دونون مفرد ہونے کی صورت مین تو ظاہر ہین مثلاً اگر کسی شخص کی طاعت ہی تمکو معلوم ہو تو تم اس بات پر قادر ہو کہ اُسکے ساتھ محبت کرو یا کسی کا فسق و فجور ہی تمکو معلوم ہو تو ہو سکتا ہی کہ تم اُس سے بغض رکھو لیکن مشکل اُس صورت مین ہی کہ طاعت اور معاصی ملے ہون کہ تم یہ کہوگے کہ محبت اور بغض تو

ایک دوسرے کے ضد ہین یہ دونون کیسے جمع کرون اسی طرح اُنکے نتائج مختلف ہین یعنے موافقت اور مخالفت اور سوالات اور سعادات کہ دونون ایک ساتھ کیسے کیے جا دین تو اسکا جواب یہ ہی کہ خدا تعالی کے حق مین ان دونون باتون مین تناقض نہین جیسے کہ حظوظ انسانی مین بھی تناقض نہین کیونکہ اگر ایک شخص مین چند خصلتین جمع ہون کہ کچھ اُن مین سے محبوب ہون اور کچھ مکروہ تو تمکو اس شخص کے ساتھ بعض وجوہ سے محبت ہوگی اور بعض سے بغض مثلاً کسی کی بی بی نہایت خوبصورت ہی مگر بدذات ہی یا لڑکا ذکی خدمتگزار ہی مگر بدکار ہی تو اب ظاہر ہی کہ اُسکو ان دونون سے من وجہ محبت ہوگی اور ایک وجہ سے بغض ہوگا تو اسکا حال اُنکے ساتھ دو حالتون کے درمیان مین ہوگا نہ محض محبت ہوگی نہ صرف بغض اسی طرح اگر ایک شخص کے بالفرض تین لڑکے ہون ایک ذکی اور خدمتگزار رہو اور دوسرا غبی اور نافرمان اور تیسرا غبی اور خدمتگزار یا ذکی اور نافرمان ہو تو وہ اپنے جی مین ان تینون کے ساتھ تین حالتین متفاوت رکھیگا جیسے ان تینون کی خصلتین متفاوت ہین اسی طرح تمہارا حال بھی لوگون کے ساتھ متفاوت ہونا چاہیے یعنی جس شخص پر غلبۂ فجور ہو اسکے ساتھ بغض اور اعراض اور جدا رہنا ہو اور جس پر غلبۂ طاعت ہو اسکے ساتھ محبت اور التفات اور صحبت ہو اور جسمین دونون چیزین جمع ہون اُسکے ساتھ کچھ محبت کی باتین اور کچھ بغض کی ہون - اب اگر یہ کہو کہ ہر ایک مسلمان کے حق مین اسلام طاعت ہی تو باوجود اسلام کے اس سے بغض کیسے کیا جاوے تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اسلام کی وجہ سے اُس سے محبت کرو اور معصیت کی وجہ سے اُس سے بغض کرو اور ایسی صورت اُسکے ساتھ رکھو کہ اگر مثلاً اُسکو کافر کی یا بدکار کی حالت پر قیاس کرو تو دونون مین کچھ فرق معلوم ہوگا یہی فرق اسلام کی وجہ سے محبت ہی اور اسی سے حق اُسکا ادا ہو جاتا ہی اور خدا تعالی کے حق مین طاعت اور قصور کو ایسا سمجھو جیسے اپنے حق کی طاعت اور قصور کو جانتے ہو مثلاً جو شخص ایک غرض مین تمہاری مساعدت کرے اور دوسری مین مخالفت تو اُسکے ساتھ ایک درمیانی حالت مین رہو کہ نہ راضی رہو نہ ناراض اور نہ التفات ہو نہ اعراض اور نہ محبت ہو نہ نفرت اور نہ اتنا مبالغہ اسکی تعظیم مین کرو جتنا اس شخص کے لیے کرتے ہو جو تمام غرضون مین تمہارا موافق ہو اور نہ اتنی زیادتی اُسکی اہانت مین کرو جتنی اس شخص کے لیے کرو جو سب غرضون مین تمہارا مخالف ہو پھر اس حالت درمیانی کا میل کبھی تو اہانت کی طرف ہو جاتا ہی جبکہ قصور کا غلبہ ہوتا ہی اور کبھی تعظیم کی طرف جس صورت مین کہ غلبہ

موافقت ہوتا ہی تو اسی طرح تمہارا حال اس شخص کے ساتھ مین ہونا چاہیے جو کبھی اللہ تعالی کی اطاعت کرے اور کبھی معصیت اور بعضے اوقات اُسکے رضا کا متعرض ہوا اور کبھی اُسکی خفگی کا اب اگر یہ پوچھو کہ بغض کا اظہار کونسی بات سے ہوسکتا ہی تو اس کا جواب یہ ہی کہ قول سے بھی ممکن ہی اور فعل سے قول سے اس طرح کہ کبھی تو اس سے گفتگو کرنی ترک کردے اور کبھی سخت وسست کہے اور خفیف کرے اور فعل سے اسطرح کہ کبھی تو اسکی اعانت مین سعی نہ کرے اور کبھی اسکو برائی پہونچانے اور اُسکے کام بگاڑنے مین کوشش کرے اوران باتون مین بعض بہ نسبت باقی کے زیادہ سخت ہین مگر فسق اور معصیت جو اس شخص سے سرزد ہون انکے مطابق ہونے چاہیین جیسی خطا کرے اسی قسم کا بغض کیا جاوے لیکن جو لغزش اس طرح کی اس سے سرزد ہو کہ معلوم ہو کہ وہ خود اسپر نادم ہی اور آگے کو اصرار نکریگا تو بہتر یہ ہی کہ اُس سے چشم پوشی اور درگذر کیجائے اور اگر کسی صغیرہ یا کبیرہ پر اصرار کرے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ تم مین اور اس شخص مین اگر پہلے سے پکا یارانہ اور صحبت اور الفت ہی تو اسکا حکم اور ہی جسکو ہم آگے بیان کرینگے اور اسی مین علما کا اختلاف ہی لیکن اگر الفت اور صحبت موکد نہو تو بغض کے آثار کا ظاہر کرنا ضروری ہی یا تو اس طرح کہ اس سے اعراض کرکے علیحدگی اختیار کرے اور توجہ کم کردے یا اُسکو زبان سے سخت وسست کہکر خفیف کرے یہ صورت اعراض کی نسبت کہ سخت ہی تو خفیف معصیتون مین اعراض کا استعمال کرنا چاہیے اور سخت معصیتون مین برا بھلا کہنا۔ اسی طرح فعل سے بغض ظاہر کرنے کے بھی دو درجے ہین ایک تو یہ کہ اُسکی اعانت اور رفاقت اور مساعدت ترک کیجاوے یہ ادنی مرتبہ ہی اور دوسرا یہ کہ اُسکے کام بگاڑ دے اور کوئی غرض اُسکی پوری نہونے دے جیسے دشمن ایک دوسرے کے مطالب کے مانع ہوتے ہین مگر یہ صورت انھین مطالب مین برتنی چاہیے جنسے طریق معصیت خراب ہوجاوے اور وہ معصیت نکرنے پاوے اور جن مطالب کی تاثیر معصیت کے ترک کرنے مین نہو انکا بگاڑنا نہین چاہیے مثلاً ایک شخص نے شراب خواری سے خدائے تعالے کی معصیت کی اور اب وہ ایک عورت سے نسبت چاہتا ہی کہ اگر بالفرض اس سے نکاح ہوجاوے تو لوگ اُسکے مال اور جمال اور جاہ پر رشک کرین لیکن اُسکا نکاح نہ تو مانع اُسکی شراب خواری کا ہی اور نہ باعث ترغیب مے نوشی ہی اب اگر تمکو یہ قدرت ہو کہ چاہو تو اُسکی اعانت کرکے اُسکا نکاح کرادو اور چاہو کوئی رخنہ ڈالکر نکاح نہونے دو تو اس صورت مین تمکو یہ ضرور نہین کہ خواہی نخواہی اُسکے مطلب کے فوت مین کوشش کرو ہان اگر اعانت اپنے غصہ کے ظاہر کرنے کو نکرو تو کچھ مضائقہ

نہین مگر اعانت کا ترک کرنا واجب نہین کیونکہ کیا عجب ہی کہ تمھاری نیت اعانت سے یہ ہو کہ ہماری وجہ سے اسکا کام اگر نکل جائیگا تو یہ ہماری دوستی کا معتقد ہو کر جو کچھ ہم کہینگے اسکو مان لیگا تو ایسی نیت سے اعانت کرنی بہتر ہی اور اگر یہ نیت نہو تب بھی برعایت ادا رحق اسلام اُسکی اعانت ممنوع نہین بلکہ اگر اسنے کوئی قصور خاص تمہارا یا تمہارے کسی متعلق کا کیا ہو تو اُسکو اُسکے انجاح مرام مین اعانت کرنی بہت بہتر ہی اور اسی باب مین یہ آیت نازل ہوئی ہی۔ وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ اسکی شان نزول یہ ہی کہ مسطح بن اثاثہ نے حضرت عائشہ رضہ کے بہتان مین شرکت کی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضہ اُنکو کچھ مال پہلے دیا کرتے تھے اس واقعہ کے بعد آپنے قسم کھائی کہ اُسکو کچھ نہ دونگا تب یہ آیت اُتری تو باوجودیکہ مسطح کی خطا ایسی بڑی تھی کہ اس سے زیادہ اور کوئی نہین یعنے حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت گستاخی اور حضرت عائشہ رضہ جیسی بی بی پر زبان درازی کی مگر چونکہ اس حادثہ مین گویا قصور حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا کیا تھا اور صدیقون کی عادت یہ ہی کہ جو شخص اُنپر ظلم کرے اُسکو معاف کرین اور جو اُنکے ساتھ بُرائی کرے اُسپر احسان کرین لہذا یہ آیت اُتری اور حضرت صدیق رضہ نے جو مسطح کا دینا موقوف کردیا تھا اُسکو جاری کردیا اور اس مضمون پر کاربند ہوے ؎ بدی را بدی سہل باشد جزا ٭ اگر مردی احسن الی من اسا اور احسان اسی پر اچھا ہوتا ہی جو اپنے اوپر ظلم کرے لیکن جو شخص کسی دوسرے پر ظلم کرے اور خداے تعالی کی نافرمانی کرے تو اُسپر احسان کرنا اچھا نہین اسلیے کہ ظالم پر احسان کرنا مظلوم کے ساتھ بُرائی کرنی ہی حالانکہ مظلوم کے حق کا لحاظ کرنا اور ظالم سے اعراض کرکے اُسکے دل کو قوی کرنا خداے تعالی کے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ ظالم کے دل کو تقویت ہو لیکن جس صورت مین کہ تم خود مظلوم ہو تو تمھارے حق مین بہتر یہی ہی کہ معاف کردو اور درگذر کرو۔ اور سلف کے طریق اہل معاصی پر بغض ظاہر کرنے کے باب مین مختلف ہین مگر اس بات پر سب متفق ہین کہ ظالمون اور بدعتیون اور اُن لوگون پر جو اللہ تعالی کی معصیت ایسی کرین جس کا ضرر دوسرون کو پہونچے بغض کا اظہار چاہیے اور جن لوگون نے کہ معصیت خود اپنے حق مین کی تو اس باب مین سلف کے طریق مختلف ہوئے کسی نے تمام اہل معصیت پر رحم کی نگاہ کی اور بعض نے بہت مبالغہ انکار مین کیا اور اُنسے ملنا چھوڑ دیا چنانچہ امام احمد حنبل رح ادنی بات مین اکابر کا ملنا ترک کردیتے تھے یہانتک

کہ یحیی بن معین کے اس قول پر کہ مین کسی سے نہین مانگتا اور اگر بادشاہ مجھکو کچھ بھیج دیگا تو مین لے لونگا اُن سے
ملنا چھوڑ دیا اسی طرح حارث محاسبی سے ملاقات ترک کردی کہ انھون نے ایک کتاب فرقہ معتزلہ کے
رد مین لکھی تھی اور فرمایا کہ تم پہلے انکا اعتراض نقل کرتے ہو تب جواب دیتے ہو تو لوگون کو ان شبہات
مین خود ڈالتے ہو اور ابو ثور سے اس وجہ سے ملنا چھوڑ دیا تھا کہ اُنھون نے اس حدیث کی تاویل
کی تھی اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اور در گذر کرنا ایک امر ہے جو نیت کے اختلاف سے
مختلف ہوتا ہے اور اختلاف حال کے باعث نیت مختلف ہوتی ہے پس اگر دل پر یہ گمان غالب ہو کہ مخلوق
مضطر اور عاجز ہین جو انکی تقدیر مین لکھ گیا ہے اسی کے مسخر ہین تب تو عداوت اور بغض مین تساہل کا
موجب ہوگا اور اُسکی بھی ایک وجہ ہے لیکن کبھی اسطرح کی حالت مداہنت مین سے مشتبہ ہوجاتی ہے کہ
اکثر معاصی سے چشم پوشی کی وجہ مداہنت ہوتی ہے اور لوگون کی دلداری اور یہ خوف کہ کہین لوگ
مجھسے وحشت اور نفرت نکرنے لگین اور شیطان اس بات کو جاہل احمق کے خیال مین یون ڈالتا ہے کہ مین
لوگون کو نظر رحم دیکھتا ہون کہ یہ حرکت ان سے بوجہ اضطرار اور مجبور ہونے کے سرزد ہوئی ہے اور اسکے
صادق ہونے کی کسوٹی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص خاص اسکا کوئی قصور کرے اور اُسوقت بھی مجرم کو یہ
شخص بنظر رحم دیکھے اور کہے کہ شدنی یہی تھی اور تقدیر کے آگے تدبیر نہین چلتی یہ جرم تو اُسپر
لکھا ہوا تھا اُسکا قصور کیسے ہوتا تب تو البتہ خدا تعالے کے حق مین قصور پر اغماض کرنا صحیح ہوگا
اور اگر اپنے قصور پر تو جلتا ہے اور خدا تعالے کے قصور پر اغماض کرین تو یہ صورت مداہنت اور لوگون کی
رعایت اور شیطان کے دھوکے کی ہے اس سے آگاہ رہنا چاہیے۔ اب اگر یہ کہو کہ ادنی درجہ بغض
کے اظہار کا ترک ملاقات اور اعراض کرنا اور رفاقت اور اعانت کا قطع کر ڈالنا ہے تو کیا یہ باتین
واجب ہین کہ اگر بندہ ایسا نکرے تو گنہگار ہو تو اُسکا جواب یہ ہے کہ علم ظاہر مین یہ باتین تکلیف کے
اندر داخل نہین اور نہ اُنکے واجب ہونے کا حکم پایا جاتا ہے اسلیے کہ ہم قطعاً جانتے ہین کہ جن لوگون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض کے زمانہ مین شراب پی اور برائیان کین وہ ملاقات
مین بالکل چھوڑے نہ جاتے تھے بلکہ یون ہوتا تھا کہ بعض لوگ تو انکو سخت سست کہتے تھے اور اظہار
بغض کرتے تھے اور بعض اُنسے اعراض کرتے تھے اور اُنسے کسی طرح مزاحمت نکرتے تھے اور بعض
ان کو بنظر رحمت دیکھتے تھے اور اُنسے ہیر کرنا اور دور رہنا پسند نہ کرتے تھے غرض کہ یہ دینی دقائق ہین طریق
آخرت کے چلنے والون کی راہین ان مین مختلف ہین ہر ایک کا عمل اسی طرح کا ہوتا ہے جسکو اُسکا حال مقتضی ہو اور
مقتضاء احوال ان امور مین یا کراہت ہے یا استحباب تو بھی ان باتون کا کرنا فضائل کے مرتبہ مین ہوگا

ع اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا آدم کو اپنی صورت پر مسلم روایت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ ۱۲

حرمت یا واجب ہونے کی حد کو نہ پہونچیگا اسلیے کہ تکلیف شرعی مین تو اصل معرفت اللہ تعالیٰ کی اور صرف محبت داخل ہی اور یہ محبت کبھی محبوب سے متعدی ہوکر اُسکے غیر پر پہونچتی ہی اور متعدی وہی محبت ہوتی ہی جو درجۂ افراط اور استیلا کو پہونچے تو اُس درجہ کی محبت عوام خلق کے حق مین فتویٰ کے رو سے ہرگز تکلیف شرعی مین داخل نہین

چوتھا بیان اون لوگون کے مراتب کے ذکر مین جو فی اللہ بغض کرتے ہین اور اُنکے معاملہ کی کیفیت مین۔ اب اگر یہ کہو کہ فعل سے بغض و عداوت کا ظاہر کرنا گو واجب نہین مگر اُسکے مستحب ہونے مین تو شک نہین اور عاصی اور فاسق مراتب مختلف پر ہین تو اُنسے معاملہ کرنے مین فضل کیسے حاصل ہو اور سبکے ساتھ ایک ہی طرح چلنا چاہیے یا نہین۔ تو اُسکا جواب یہ ہی کہ مخالف حکم خدا تعالیٰ کا دو قسم ہی ایک مخالف فی العقیدہ دوم مخالف در عمل اور مخالف فی العقیدہ تین طرح پر ہو سکتا ہی یا کافر یا بدعتی اور بدعتی دو حال سے خالی نہین یا دوسرون کا اپنی بدعت کی طرف طالب ہی یا اپنے عجز خواہ اختیار سے خاموش ہی اب تینون کو جدا جدا سنو اول کافر کا حکم دریافت کرو کہ اگر حربی ہو تو مستحق قتل اور غلام بنانے کا ہی ان دونون باتون سے بڑھکر کوئی اہانت نہین اور اگر ذمی ہی تو اُسکو ایذا دینا جائز نہین بجز اسکے کہ اُس سے اعراض کیا جاوے اور رستون مین دب کر نکلے اور سلام کی ابتدا اپنی طرف سے نہو اور اگر وہ السلام علیک کہے تو جواب مین وعلیک کہدیا جائے اور بہتر یہ ہی کہ اُس سے گفتگو اور معاملہ اور ساتھ کھانا نہ کیا جاوے لیکن انبساط اور اختلاط جیسا دوستون کے ساتھ ہوتا ہی وہ تو سخت مکروہ ہی گویا کہ اختلاط کو حرمت کی حد کو پہونچتا ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہی لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَ ھُمْ اَوْ اَبْنَآءَ ھُمْ الآیۃ اور فرمایا یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ الآیہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْمُسْلِمُ وَالْمُشْرِکُ لَا تَتَرَآءٰی نَارَاھُمَا دوم وہ بدعتی جو اپنی بدعت کی طرف دوسرون کا طالب ہو اُسکا یہ حکم ہی کہ اگر بدعت ایسی ہو جس سے کافر ہو جاتا ہو تو اُسکا معاملہ ذمی سے بڑھکر ہی اسلیے کہ وہ نہ اقرار جزیہ کا کرے اور نہ عقد ذمہ کے لیے مائل اور اگر ایسی بدعت ہو کہ اُس سے کافر نہوتا ہو تو اُسکا معاملہ جو اُسمین اور اللہ تعالیٰ مین ہی کافر کی نسبت کم خفیف ہی مگر اہل اسلام کو اُسپر انکار کرنا کافر کی نسبت کم زیادہ چاہیے اسلیے کہ کافر کی برائی مسلمانون پر متعدی نہین کہ وہ اُسکے کفر کے معتقد ہین اور ہمین وجہ اُسکے قول پر التفات نہین کرتے اور نہ وہ دعوی اپنے

مسلمان ہونے اور اعتقاد حق کا کرتا ہی بخلاف بدعتی کے جو طالب اپنی بدعت کی طرف ہو کہ وہ یہی کہتا ہی کہ جس چیز کی طرف مین بلاتا ہون وہی حق ہی پس وہ خلق کی گمراہی کا باعث ہی اور اُسکی برائی دوسرون کو لگتی ہی تو اُسپر بغض کا ظاہر کرنا اور اُس سے عداوت رکھنی اور ملاقات ترک کرنی اور اُسکی بدعت کی وجہ سے اُسکی حقارت کرنی اور اُسکو برا کہنا اور لوگون کو اُسکے پاس نہ آنے دینا نہایت درجہ کو مستحب ہی اور اگر وہ تنہائی مین سلام کرے تو جواب دینے مین کچھ مضائقہ نہین اور اگر یہ معلوم ہو کہ اُس سے اعراض کرنا اور جواب کا نہ دینا اُسکے دل مین بدعت کو برا کر دیگا اور اُسکی زجر و توبیخ مین اثر کریگا تو اس صورت مین جواب کا نہ دینا بہتر ہی اسلیے کہ جواب سلام اگرچہ واجب ہی مگر ادنی غرض مصلحت آمیز کے باعث ساقط ہو جاتا ہی مثلاً آدمی اگر حمام مین ہو یا قضا حاجت کرتا ہو تو جواب سلام اُسپر سے ساقط ہی اور بدعتی کا زجر کرنا ان غرضون کی نسبت کر زیادہ ضروری ہی اور اگر سلام مجمع مین کرے تو ترک جواب بہتر ہی کہ لوگ اُس سے نفرت کرین اور اُسکی بدعت کو برا سمجھین۔ اور اسی طرح اُسپر سلوک نہ کرنا اور اُسکی مدد نہ کرنا خصوص اُن امور مین جو لوگون پر ظاہر ہون بہتر بات ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین[ح] جو شخص بدعت والے کو جھڑکے اور اُسکے قول و فعل کو نہ مانے اللہ تعالی اُسکے دل کو امن اور ایمان سے بھریگا اور جو شخص بدعت والے کی اہانت کریگا اللہ تعالی اُسکو قیامت کے دن امن دیگا اور جو شخص اُس سے نرمی کریگا یا اُسکی تعظیم کریگا یا بکشادہ پیشانی اُس سے ملیگا تو وہ اُس بات کو خفیف جانیگا جو اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہی سوم عامی بدعتی جو دوسرون کو اپنے عقیدہ کی طرف نہ بلاوے اور نہ اُسکی اقتدا کا خوف ہو تو اُسکا معاملہ آسان ہی اُسکے ساتھ یون کرنا چاہیے کہ ابتدا ہی سے سخت کہنا اور اہانت نہ چاہیے بلکہ نرمی سے اُسکو نصیحت کرنی چاہیے کیونکہ عوام کے دل جلد بدل جاتے ہین اور اگر نصیحت مفید نہو اور اعراض کرنے سے بدعت اُسکی نظرون مین بری ہوتی ہو تو اعراض ہی زیادہ مستحب ہو جائیگا اور اگر یہ معلوم ہو کہ خواہ کچھ کرو وہ کاٹھ کا اُلو ہی رہیگا کہ دل مین جو بات جم گئی وہ نہ نکلیگی اور طبیعت کُند ہی تو اس صورت مین بھی اعراض اولی ہی کیونکہ بدعت کے قبیح جاننے مین اگر مبالغہ نہین کیا جاتا تو پھیل جاتی ہی اور اُسکا فساد عام ہو جاتا ہی۔ اب اُسکا حال سنو جو عمل اور فعل سے معصیت کرے اور عقیدہ مین مخالف نہو پس اُسکی معصیت یا تو ایسی ہوگی کہ اُس سے دوسرون کو ایذا ہو جیسے ظلم اور غصب و جھوٹی گواہی اور غیبت اور لوگون کو بھڑا دینا و چغلی کھانا وغیرہ اور یا ایسی ہوگی کہ اُس سے دوسرون کو ایذا نہو اور یہ بھی دو حال سے خالی نہین ایک یہ کہ دوسرونکو شراو

[ح] ابو نعیم در حلیہ بروایت ابن عمر بسند ضعیف ۱۲

فساد کی طرف بلاوے جیسے شراب فروش کہ عورت مرد کو جمع کرکے اسباب شر وفساد اُنکے لیے آمادہ کرتا ہی دوسرے وہ کہ غیر کو اپنے فعل کی طرف نہین بلاتا جیسے وہ شخص کہ شراب پیتا ہی یا زنا کرتا ہی پھر یہ بھی دو قسم ہی یا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہی یا صغیرہ کا اور دونون صورتون مین اصرار کرتا ہی یا نہین تو ان سب تقسیمون سے تین قسمین حاصل ہوتی ہین اور ہر ایک قسم کے لیے ایک مرتبہ ہی کہ کسی مین شدت زیادہ ہی کسی مین کم اور سب کے ساتھ ایک چال نہین چلا جاتا پہلی قسم معصیت کی جو سب مین شدید ہی وہ ہی جس سے لوگون کو ضرر ہو مثلاً ظلم اور غصب و جھوٹی گواہی اور غیبت اور چغلی تو جو لوگ ان حرکات کے مرتکب ہون بہتر ہی کہ اُنسے اعراض کیا جاوے اور اُنکا اختلاط متروک ہو اور اُنکے معاملہ سے کشیدگی ظاہر کیجاوے اسلیے کہ جس معصیت سے خلق کو ایذا ہو وہ سخت ہوتی ہی پھر اس قسم کی معصیت بھی کئی قسم ہی مثلا ایک شخص خون کا ظلم کرتا ہی اور دوسرا مال کا اور تیسرا آبرو کا اور یہ ایک دوسرے سے سخت ہین تو اُنکی اہانت کرنی اور اُنسے اعراض کرنا نہایت موکد ہی اور جس صورت مین کہ اہانت سے یہ توقع ہو کہ اُنکو یا غیرون کو توبیخ ہوگی تو اُس صورت مین حکم اور زیادہ موکد اور سخت ہوگا۔ دوسری قسم کا عاصی خراباتی ہی جو اسباب فساد کو آمادہ کرتا ہی اور خلق پر طریق فساد آسان کرتا ہی تو یہ ہر چند مخلوق کو دنیا مین ایذا نہین دیتا مگر اپنے فعل سے اُنکا دین چھینتا ہی گو اُنکی مرضی سے ہو تو یہ بھی اول قسم کے قریب ہی گو اُس سے ہلکا ہی کیونکہ جو گناہ بندہ کے اور اللہ تعالی کے درمیان ہی ہر چند عفو کے قریب ہی مگر اس جہت سے کہ وہ فی الجملہ دوسرون کی طرف متعدی ہوتا ہی سخت یقیناً ہی تو ایسے شخص کا حکم بھی یہی ہی کہ اُسکی اہانت کیجاوے اور اعراض اور علٰحدگی اور سلام کا جواب نہ دینا عمل مین آوے خصوصاً جبکہ یہ گمان ہو کہ اُس سے اُسکو خواہ غیرون کو کسی قسم کا زجر ہوگا۔ سوم وہ گنہگار کہ خود شراب خواری یا کسی واجب کے ترک کرنے یا امر ممنوع کے مرتکب ہونے سے فاسق ہوتا ہی تو اُسکا معاملہ خفیف ہی لیکن اُس گناہ کے ارتکاب کے وقت اگر دیکھ لیا جائے تو ایسی طرح ہٹکارو گنا واجب ہی جس سے وہ باز رہے گو مارنے سے ہو یا خفیف کرنے سے اسلیے کہ بُری بات سے منع کرنا واجب ہی اور اگر وہ گناہ سے فارغ ہو چکا اور معلوم ہی کہ یہ فلان گناہ کا عادی ہی اور اُسپر اصرار کرتا ہی تو اگر یہ ثابت ہو کہ نصیحت کرنے سے دوبارہ نہ کریگا تو نصیحت کرنا واجب ہی اور اگر یقینی معلوم نہین کہ باز آویگا مگر ظن غالب ہی تو افضل ہی کہ نصیحت اور زجر نرمی سے کیا جائے یا اگر سختی سے مفید پڑے تو سختی سے زجر کیا جائے اور جس صورت مین کہ معلوم ہو کہ وہ اصرار کرتا ہی اور نصیحت اُسکو کارگر نہین تو اُسکے سلام کے جواب سے بچنے

اور اُسکے اختلاط سے باز رہنے مین کلام ہی اور علما کا اس باب مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسکا مدار
آدمی کی نیت پر ہی کہ مدار اعمال نیتون پر ہوا کرتا ہی کیونکہ نرمی کرنے اور خلق کو نظر رحمت سے دیکھنے
مین ایک طرح کی تواضع اور انکسار ہی اور درشتی اور اعراض مین ایک گونہ زجر ہی تو آدمی اُسکا حکم اپنے
دل سے پوچھے اور جس بات کو اپنی خواہش نفس اور مقتضائے طبع کے مطابق پاوے اُسکا اُلٹا
کرے کیونکہ اُسکا خفیف کرنا اور اُسپر درشتی برتنی کبھی تکبر اور شیخی سے ہوتی ہی اور اپنی برتری کا اظہار
اور نیک بختی پر گھمنڈ ہوتا ہی اسی طرح ملائمت بعض اوقات مداہنت کے سبب سے اور لوگون کے
دلون کو اپنی طرف مائل کرنے سے ہوتی ہی کہ اُس سے اپنا کوئی مطلب نکلنا مقصود ہوتا ہی یا نظر
قریب خواہ بعید یہ ڈر ہوتا ہی کہ کہین لوگون کی وحشت اور نفرت ہمارے جاہ یا مال مین تاثیر نہ کر جاوے
اور یہ سب باتین اشارات شیطانی کی موجب چلنے کی ہین اہل آخرت کے اعمال سے بعید ہین
غرضکہ جو شخص اعمال دین کا راغب ہی وہ اپنے نفس کے ساتھ ان دقائق کے کریدنے اور ان
حالات کی نگرانی مین اجتہاد کرتا ہی اور اس باب مین دل مفتی ہوتا ہی اور کبھی تو اپنے اجتہاد
مین حق کو پہونچتا ہی اور کبھی چوک جاتا ہی اور کبھی جان بوجھ کر اپنی خواہش نفس کا اتباع کر بیٹھتا ہی
اور کبھی اس دھوکے مین اقدام کرتا ہی کہ اُسکو یہی گمان ہوتا ہی کہ مین خدا یتعالے کے لیے
عمل کرتا ہون اور راہ آخرت پر چلتا ہون اور ان دقائق کا بیان تیسری جلد کے باب الغرور
مین آویگا۔ اور جو فسق اسطرح کا ہی کہ اُسکا گناہ بندہ اور خدا یتعالی کے درمیان ہی اور اُسکا ضرر
خاص عاصی ہی پر دوسرے پر نہین اُسکے معاملہ کے ہلکا ہونے کی دلیل یہ روایت ہی کہ ہ شراب
پینے والا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کئی بار پیٹا گیا پھر وہ دوبارہ وہی حرکت کرتا تھا
اور پکڑا آتا تھا ایک نے اصحاب مین سے کہا کہ خدا اُسپر لعنت کرے بہت ہی شراب پیتا ہی آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بھائی پر شیطان کا مددگار نہو یا کوئی اور لفظ فرمایا جس کا مضمون
یہ تھا اس سے یہ معلوم ہوا کہ ملائمت کرنی بہ نسبت درشتی اور سختی کے بہتر ہی

ح بخاری بروایت ابی ہریرہ ح ۲ [illegible]

پانچوان بیان

اُس ذکر مین کہ جس شخص سے صحبت اختیار کیجاوے اُسمین کون کون صفتین
ہونی ضروری ہین۔ واضح ہو کہ ہر ایک انسان اس بات کی لیاقت نہین رکھتا کہ اُسکی
صحبت اختیار کیجیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح کہ آدمی اپنے خلیل کے طریق پر
ہوتا ہی تو تم مین سے کوئی جب کسی کو خلیل بناوے اُسکو دیکھ بھال لیوے۔ پس ضروری ہی
کہ آدمی کچھ خصلتون اور صفتون سے متمیز ہون جنکے سبب سے اُسکی صحبت کی رغبت ہو اور

اور جو فوائد کہ صحبت سے مطلوب ہین اُنکے لحاظ سے ان خصلتون کا ہونا شرط ہونا چاہیے اسلیے
کہ شرط اُسی کو کہتے ہین جسکا پایا جانا مقصود تک پہونچنے کے لیے ضروری ہو تو معلوم ہوا کہ
شرطون کا ظہور بلحاظ مقصود کے ہوتا ہی۔ اب صحبت سے فوائد دنیاوی و دینی دونون مطلوب
ہوتے ہین دنیاوی فوائد جیسے مال سے یا جاہ سے نفع لینا یا صرف دیدار اور ہم نشینی سے دل بہلانا
وغیرہ اور ہمکو انکا بیان کرنا منظور نہین اور فوائد دینی مین بھی بہت سی غرضین مجتمع ہوا کرتی ہین
مثلاً ایک یہ کہ علم اور عمل کا استفادہ منظور ہو۔ دوم جاہ سے استفادہ باین لحاظ کہ جو لوگ دل
پریشان کرین اور عبادت سے مانع ہون انکی ایذا سے محفوظ رہے سوم استفادہ مال سے تاکہ زندگی
کی طلب مین اوقات ضائع نہون اور عبادت مین اس سے بےفکری ہو جاے چہارم ضرورات مین
مدد لینا تاکہ مصیبت اور حوادث مین کام آوے پنجم صرف دعا کی برکت حاصل کرنی ششم
آخرت مین اسکی شفاعت کی توقع کرنی چنانچہ بعض سلف نے فرمایا ہی کہ دوست بہت سے
پیدا کرو کہ ہر ایماندار شفاعت کریگا تو کیا عجب ہی کہ تم کسی اپنے دوست کی شفاعت مین داخل
ہو جاؤ اور ایک غریب تفسیر مین وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُمْ
مِنْ فَضْلِهِ کے معنے یون مذکور ہین کہ ایمانداروں کی شفاعت دوستون کے باب مین قبول فرماکر
دوستون کو اُنکے ساتھ جنت مین داخل کریگا۔ اور کہتے ہین کہ بندہ کی جب مغفرت ہو جاویگی
تو وہ اپنے دوستون کے لیے سفارش کریگا اور اسی لیے سلف کے کچھ لوگون نے صحبت اور الفت اور
اختلاط کی ترغیب کی ہی اور تنہائی اور جدا رہنے کو بُرا سمجھا ہی۔ پس یہ فوائد دینی ہین کہ ہر ایک
فائدہ انمین سے کچھ شرطین چاہتا ہی کہ بدون اُنکے حاصل نہوگا اور اُنکی تفصیل طویل ہی مگر
مجملاً یہ ہی کہ جس شخص کی صحبت اختیار کیجاے اسمین پانچ باتین ہونی چاہیین اول عقل
دوم خوش خلقی سوم یہ کہ بدکار نہو چہارم یہ کہ بدعتی نہو پنجم یہ کہ دنیا کا حریص نہو
عقل کا ہونا اسلیے چاہیے کہ راس المال اور اصل یہی ہی احمق کی صحبت مین کچھ خیر نہین
اور اُسکا انجام وحشت اور جدائی ہی گو کتنی ہی مدت کی ہو حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین شعر

ہان میرے قول کو تو جاہلون سے گریز | دوستی جاہل کی کرتی ہی عاقل کو برباد
صحبت ناجنس کا انجام بد ہوتا ہی | لفظ جاہل سے تجھے بیشک کریگی خلق یاد
دل کو دل سے راہ ہی اور چیز کا شی پر قیاس | ہی اثر صحبت کو پیارے کرے اسکو دل نہاد

اور سعدی شیرازی نے پندنامہ مین گویا یہی مضمون کہا ہی شعر ز جاہل حذر کردن اولی بود + کز و ننگ دنیا و عقبیٰ بود

ش ۱ دودعا سنتا ہی ایمان والون کی جو بھلے کام کرتے ہین اور بڑھتی دیتا ہی انکو اپنے فضل سے ۱۲

کیونکہ ممکن ہی کہ احمق آدمی قصد دوست کے نفع اور امانت کا کرے اور وہ اسکے حق مین بجز ضرر ہو اور اس احمق کو خبر بھی نہو اور اسی لیے کسی شاعر نے یہ قطعہ کہا ہی

قطعہ۔ اعدو ہو وہی خردمند نہین مجکو ڈر	دوست سے ڈرتا ہون جو ہووے گرفتار جنون
فن واحد ہی خرد اسکا طریقہ معلوم	تاک سکتا ہون اُسے لیک جنون کے ہین فنون

اور اسی لیے کہتے ہین کہ احمق سے جدا رہنا اللہ تعالی سے قرب حاصل کرنا ہی۔ اور حضرت سفیان ثوری فرماتے ہین کہ احمق کے چہرہ کو دیکھنا خطا مکتوب ہی اور ہماری غرض عاقل سے یہ ہی کہ جو باتون کو ایسی طرح سمجھے جس طرح نفس الامر مین ہین اگر خود سمجھے یا اور نہ سمجھانے اور سکھانے کے بعد اصل اور تہ کو معلوم کرلے۔ اور خوش خلقی کی ضرورت اسلیے ہی کہ اکثر عاقل چیزون کو مطابق نفس الامر کے سمجھتے ہین مگر جب اُنپر غصہ یا شہوت کا غلبہ ہوتا ہی یا بخل یا نامردی کا دباو پڑتا ہی تو وہ اپنی خواہش کی اطاعت کرجاتے ہین اور جو بات اُنکو معلوم ہوتی ہی اُسکے خلاف کرتے ہین اسلیے کہ اپنی صفات کے زیر کرنے اور اخلاق کے درست کرنے سے عاجز ہوتے ہین تو ایسون کی صحبت سے کچھ نفع نہین۔ اور فاسق نہونے کی ضرورت اسلیے ہی کہ جو فاسق اپنے فسق پر اصرار کرے اسکی صحبت مین کچھ فائدہ نہین کیونکہ جو شخص اللہ تعالے سے خوف کرتا ہی وہ کبیرہ پر اصرار نہین کرتا اور جو شخص خدا تعالی سے نہین ڈرتا اُسکے فساد سے امن رہنا اور اُسکی دوستی پر اعتماد کرنا نہ چاہیے وہ تو غرضون کے متغیر ہونے سے بدلتا رہیگا اور اللہ تعالی فرماتا ہی وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ اور فرمایا فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ اور فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلّٰى عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا اور فرمایا وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ اور اسکے مفہوم مین فاسق سے زجر پایا جاتا ہی علاوہ اسکے فسق اور فاسقون کے دیکھنے سے معصیت کا معاملہ دل پر آسان ہوجاتا ہی دل کو اُس سے نفرت نہین رہتی حضرت سعید بن مسیب رض فرماتے ہین کہ ظالمون کی طرف مت دیکھو ورنہ تمھارے اچھے اعمال حبط ہوجائینگے بلکہ اُن لوگون کے اختلاط مین سلامتی نہین سلامتی اُنسے علیحدہ رہنے مین ہی اللہ تعالے فرماتا ہی وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا لفظ سلاما مین الف عوض ۃ کے ہی یعنے سلامۃ کہتے ہین مراد یہ ہی کہ ہم تمھارے گناہ سے سلامت رہے۔ اور بدعتی نہونے کی ضرورت اسلیے ہی کہ اُسکی صحبت مین یہ خوف ہی کہین اُسکی بدعت اپنے آپ مین اثر نہ کرے اور اُسکی نحوست دوسرے مین متعدی نہو اور بدعتی تو

قابل ترک ملاقات او جدا رہنے کے ہی تو اوسکی صحبت کیسے اختیار کیجائیگی حضرت عمر رضہ دوست
متدین سبکے طلب کی ترغیب مین ارشاد فرماتے ہین بموجب روایت سعید بن مسیب رض کے کہ یاران
صادق کو لازم پکڑو اور اُنکی حمایت مین زندگی کرو کیونکہ وہ عیش کے وقت زینت ہین اور مصیبت کے وقت
سامان اُسکے دفع کا اور اپنے دوست کے حال کو اچھی صورت پر محمول کیا کرو یہانتک کہ ایسی
بات اُسکی تمکو معلوم ہو جس سے تمکو ظن غالب ہو اور اپنے دشمن سے کنارہ کرو اور اپنے دوست سے
پر حذر رہو بجز امین کے اور امین وہی ہی جو خدا تعالی سے خوف کرے پس بدکار کی صحبت مت
اختیار کرو ورنہ اُسکی بدکاری سیکھ جاوگے اور اُسکو اپنے راز کی اطلاع مت کرو اور اپنے معاملہ مین
مشورہ اُن لوگون سے لو جو خدا تعالی سے ڈرتے ہین - اور دنیا پر حریص ہونے کی یہ وجہ ہی کہ ایسے شخص
کی صحبت زہر قاتل ہی اسلیے کہ آدمی کی سرشت مین ہی کہ دوسرے کی مشابہت اور اقتدا کیا کرتا ہی
بلکہ ایک کی طبیعت اپنے ہمنشین کی طبیعت مین سے کچھ باتین چرا لیتی ہی اور صاحب طبیعت کو
خبر بھی نہین ہوتی پس اگر دنیا کے حریص کی مجالست ہوگی تو اُس سے حرص دنیا کی جنبش
مین آویگی اور زاہد کی مجالست سے زہد کو تحریک ہوگی اسی وجہ سے دنیا کے طالبون کی صحبت
مکروہ ہی اور راغبین آخرت کی صحبت مستحب - اب جاننا چاہیے کہ حسن خلق کو اوپر مجملاً بیان
کر دیا ہی اُسکو مفصل علقمہ عطاردی نے اپنی وصیت مین مرنے کے وقت اپنے بیٹے سے بیان کیا ہی
چنانچہ یون کہا ہی کہ بیٹا اگر تجکو لوگون کی صحبت کی ضرورت پڑے تو ایسے شخص کے ساتھ بیٹھنا
کہ جب تو اُسکی خدمت کرے تو تیری حفاظت کرے اور جب تو اُسکے پاس بیٹھے تو تجکو زینت دے
اور اگر تجکو کوئی مشقت پیش ہو تو وہ برداشت کرے اگر تو اپنا ہاتھ خیر کے لیے پھیلانا چاہے تو
وہ پھیلا دے اور اگر تجھسے کوئی خوبی دیکھے تو اُسکو شمار کرے اور اگر برائی دیکھے تو اسکو روک دے جس وقت
تو اُس سے سوال کرے تو دیوے اور اگر تو خاموش رہے تو خود ابتدا کرے اور اگر تجھپر کوئی بلا نازل ہو
تو تیری غمخواری کرے جب تو کوئی بات کہے تو تیرے قول کی تصدیق کرے اور اگر تم کسی کام کا قصد
کرے تو اچھا مشورہ دے اور اگر تم دونون مین اختلاف ہو تو تجکو اپنے نفس پر ترجیح دے
تو یہ وصیت جمیع حقوق صحبت کی جامع ہی اور سب کی بجا آوری کو مشروط کر دیا ہی - یحیی بن اکثم کہتے ہین
کہ خلیفہ مامون نے ان باتون کو دیکھکر کہا کہ ایسا شخص کہان ہی کسی نے خلیفہ سے کہا کہ آپ
سمجھے کہ یہ وصیت کیون کی ہی خلیفہ نے کہا کہ نہین اُسنے کہا کہ علقمہ کی غرض یہ تھی کہ کسی کی
صحبت اختیار نہ کرے اسلیے اتنی شرطین لگا دین - اور بعض ادبا نے فرمایا ہی کہ آدمیون مین

اُسی کی صحبت کر جو تیرے راز کو چھپاوے اور عیب کو ظاہر نہ کرے اور مصیبتون مین ساتھ دے اور نفیس چیزون مین تجکو اپنے اوپر مقدم رکھے اور تیری خوبیون کو پھیلاوے اور برائیون کو تہ کر رکھے اور اگر ایسا شخص نہ ملے تو پھر اپنے ہی نفس کی صحبت اختیار کر اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اس مضمون کا قطعہ ارشاد فرمایا ہی قطعہ

وہ تیرا سچا دوست ہی جو تیرے ساتھ ہو	تیرے بھلے کے واسطے اپنا ضرر کرے
دنیا کے حادثون سے جو ابتر ہو تیرا حال	آرام اپنا دور کرے تجکو چین دے

اور بعض علما نے فرمایا ہی کہ صرف دو آدمیون سے صحبت اختیار کرنی چاہئے ایک وہ کہ تم اُس سے کچھ امر دین سیکھو کہ تمھارے کام آوے اور دوسرے وہ کہ تم اُسکو کچھ دین کی بات بتاؤ تو مان لے اور تیسرے شخص کے پاس نہ بھٹکو اور بعض فرماتے ہین کہ آدمی چار قسم کے ہین ایک بالکل شیرین کہ اُس سے سیری نہو دوسرا بالکل تلخ کہ اُس سے کھایا نجاوے تیسرا جو کھٹ مٹھا ہو تو اُس سے کچھ حاصل کر پیشتر اس سے کہ وہ تجھ سے حاصل کرے اور چوتھا جو نمکین ہو تو اُسکو فقط حاجت کے وقت اختیار کرنا چاہیے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ پانچ آدمیون کا ساتھ مت اختیار کر اول جھوٹا کہ تجکو اُس سے دھوکا ہوگیا ہی اُسکا حال مثل سراب کے ہی بعید کو تجھسے قریب کریگا اور قریب کو بعید دوم احمق کہ اُس سے تجکو کچھ نہ ملیگا وہ تجکو نفع پہونچانا چاہیگا اور اپنی بیوقوفی سے ضرر پہونچاویگا سوم بخیل کہ جب تجکو اُسکی طرف حد سے زیادہ حاجت ہوگی اُسوقت مین تجھسے یاری توڑ دیگا چہارم نامرد کہ شدت کے وقت تجکو چھوڑکر آپ رفو چکر ہوگا پنجم فاسق کہ ایک لقمہ یا اُس سے کمتر کے عوض مین تجکو بیع کریگا کسی نے پوچھا کہ لقمہ سے کمتر کیا ہی آپ نے فرمایا کہ لقمہ کی طمع کرنی اور پھر اُسکا نہ ملنا۔ اور حضرت جنید رح نے فرمایا ہی کہ میرے پاس اگر فاسق خوش خلق بیٹھے تو اس سے بہتر ہی کہ میری صحبت مین قاری بدخلق رہے اور ابن ابی الحواری رح فرماتے ہین کہ مجکو میرے استاد ابو سلیمان نے فرمایا کہ اے احمد دو آدمیون کے سوا اور کسی کے پاس مت بیٹھنا ایک وہ شخص کہ اُس سے تو اپنے دنیاوی معاملہ مین مستفید ہو اور ایک وہ کہ اُسکے ساتھ ہوکر امر آخرت سے متمتع ہو اور ان دو کے سوا اور سے مشغول ہونا بڑی بیوقوفی ہی۔ سہل تستری رح فرماتے ہین کہ اصناف مردم مین سے تین آدمیون کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے اول جابر غافلون سے دوم علماء مداہنون سے سوم صوفیون جاہلون سے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اکثر ان کلمات کے صحبت کے تمام مقاصد کو محیط نہین اور احاطہ مقاصد

اوسی طور سے ہم جو ہمنے ذکر کیا ہی کہ مقاصد کو دیکھکر اونمین کے اعتبار سے شرائط ملحوظ ہون کیونکہ جو شرطین صحبت کی مقاصد دنیاوی کے لیے ہین وہ مقاصد آخرت اور اخوت دینی کی صحبت مین مشروط نہین چنانچہ بشرح فرماتے ہین کہ بھائی تین ہوتے ہین ایک آخرت کے لیے اور ایک دنیا کے لیے اور ایک دل بہلانے کے لیے - اور یہ سب باتین ایک شخص مین کم مجتمع ہوتی ہین بلکہ چند شخصون مین متفرق ہوتی ہین تو ضرور ہی کہ شرطین بھی اون مین متفرق ہون اور ماموں نے ذکر کیا ہی کہ بھائی تین طرح کے ہین ایک تو غذا کی مثل ہی کہ اوس سے مفر نہین دوسرا دوا کی مثل ہی کہ کبھی اوسکی ضرورت ہو اور کبھی نہو تیسرا روگ کی مثل ہی کہ اوسکی کبھی ضرورت نہ پڑے مگر امتحاناً بندہ کو کبھی اوس سے کام پڑ جاتا ہی یہ شخص ہی کہ جس سے نہ انس ہو نہ نفع ہو - اور کہتے ہین کہ سب آدمیون کی مثال ایسی ہی جیسے درخت اور سبزہ ہی کہ اون مین سے بعض سایہ دار ہوتے ہین اور ثمردار نہین ہوتے وہ تو ایسے لوگ ہین جنسے دنیا مین فائدہ ہو نہ آخرت مین اسلیے کہ دنیا کا نفع ڈھلتے سایہ کی طرح سریع الزوال ہوتا ہی اور بعض درخت ایسے ہین کہ پھل رکھتے ہین سایہ نہین رکھتے تو اونکی مثل وہ لوگ ہین جو آخرت کے کام کے ہین نہ دنیا کے اور بعض درخت ایسے ہین جن مین پھل اور سایہ دونون ہوتے ہین اور بعض ایسے ہین جنمین دونون چیزون مین سے ایک بھی نہین جیسے ببول کا درخت کہ کپڑے پھاڑنے کا ہے نہ کھانیکا نہ پینے کا اور حیوانات مین اوس جیسے چوہا اور بچھو ہین اور آدمیون مین وہ ہین جن سے نہ نفع دین نہ دنیا بلکہ مردم آزار ہین اللہ تعالی فرماتا ہی يَدْعُوْ لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ایک شاعر نے یہ مضمون باندھا ہے ؎

ہر ایک فرد بشر کا مزہ نرالا ہے	جو غور کیجیے یکسان نہین ہر ایک شجر
کسی کے پھل مین حلاوت ہی اور شیرینی	کسی مین ذائقہ کوئی نہین نہ کوئی ثمر

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو ایسا رفیق نملے جس سے اخوت کرے اور ان مقاصد مین سے کوئی اوس سے حاصل کرے تو اوسکے لیے تنہائی بہتر ہی - حضرت ابو ذر رضی فرماتے ہین کہ بُرے ہمنشین سے تنہائی بہتر ہے اور تنہا رہنے سے نیک بخت ہمنشین اچھا ہی - حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ زندہ کرو طاعات کو اون لوگون کے پاس بیٹھنے سے جن سے لوگ حیا کرین - اور حضرت امام احمد رح فرماتے ہین کہ مجکو بلا مین ایسے ہی لوگون کی صحبت نے ڈالا جنسے مین حیا نہین کرتا اور عثمان سے فرمایا کہ بیٹا علما کے پاس بیٹھ اور اونکے زانو سے اپنا زانو بھڑا کہ دل حکمت سے ایسا

زندہ ہوتا ہی جیسے زمین مردہ موسلا دھار پانی پڑنیسے۔ یہان تک بیان اخوت کے معانی اور
شرائط اور فوائد کا جتنا ہمکو لکھنا منظور تھا ہو گیا اب ہم اوسکے حقوق اور لوازم اور حقوق کے
بجا آوری کے طریق لکھتے ہین ف اس بیان مین مضامین مقدم موخر بہت تھے مترجم نے سب کو
بطور خود مسلسل اور مرتب کر دیا ہی تا کہ مخل مطلب فہمی نہ ہو۔

دوسری فصل اخوت اور صحبت کے حقوق کے ذکر مین۔ واضح ہو کہ عقد اخوت دو شخصون مین
ایک علاقہ ہی جیسے نکاح خاوند بی بی مین ایک علاقہ ہوتا ہی اور جسطرح کہ نکاح چند حقوق
کا مقتضی ہی جنکا پورا کرنا حق نکاح کے ادا کرنیکے لیے واجب ہی چنانچہ اونکا ذکر باب آداب انکاح
مین بیان ہو چکا اسی طرح عقد اخوت مین کچھ حقوق کی بجا آوری ضروری ہی مثلاً جس سے
بھائی چارہ کرو تو اوسکا حق تیرا مال مین اور نفس مین اور زبان مین اور دل مین ہوگا اور سب
حقوق کا مجموعہ آٹھ ہی جنکی تفصیل یہ ہی۔ اول حق مال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
کہ دو بھائیون کی مثال دو ہاتھون کی مثل ہی کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہی۔ دو ہاتھون کی
مثال فرمائی اور ایک ہاتھ اور ایک پانون کی نہ فرمائی اسلیے کہ دونون ہاتھ ایک ہی غرض
پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہین اسی طرح دونون بھائیون کی اخوت کامل اوسوقت ہوتی ہی
کہ دونون ایک مقصد مین ایک دوسرے کی رفاقت کرین تو وہ گویا من وجہ ایک شخص ہین
اور یہ امر اس بات کا مقتضی ہی کہ نفع اور نقصان مین دونون ایک دوسرے کے سہیم اور مال
اور حال مین باہم شریک ہون اور خصوصیت مرتفع ہو جائے اور یارون کے ساتھ مال سے
سلوک کرنا تین مراتب رکھتا ہی۔ سب سے کمتر یہ ہی کہ یار کو بمنزلہ اپنے خادم وغیرہ کے جانو اور
جو کچھ تمھارے مال مین پس انداز ہو اوس سے اوسکی خبر گیری کرو اور جسوقت اوسکو ضرورت
داعی ہو اور تمھارے پاس پس انداز مال مین سے موجود ہو تو تم اوسکو بدون مانگنے کے حوالہ کردو
اور اگر اوسکو حاجت تم سے مانگنے کی ہوئی تو حق اخوت مین نہایت کوتاہی ہوگی۔ دوسرا مرتبہ
یہ ہی کہ اوسکو قائم مقام اپنے نفس کے جانو اور اوسکی شرکت اپنے مال مین پسند کرو یہانتک
کہ اپنا مال اوس سے نصفا نصف بانٹنے کو گوارا ہو حسن بصری رح فرماتے ہین کہ سلف کے
دوستون کا یہ دستور تھا کہ ایک چادر کے دو ٹکڑے کر کے آدھی آپ رکھتے اور آدھی اپنے
دوست کو دیتے۔ اور تیسرا مرتبہ جو سب سے بڑھکر ہے وہ یہ ہی کہ دوست کو اپنے نفس پر ترجیح دو
اور اوسکی حاجت کو اپنی حاجت سے مقدم جانو اور یہ مرتبہ صدیقین کا اور انتہا رتبہ

(حاشیہ: دو ہاتھون کی مثال اس لئے فرمائی کہ ... نفس اول مین گذری)

دوستان فی اللہ ہے اور اس رتبہ کا کمال یہ ہے کہ نفس مین دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دے چنانچہ مروی ہے کہ چند صوفیون کی چغلی کسی خلیفہ کے سامنے ہوئی جنمین ابو الحسین نوری رح بھی تھے اوسنے سبکو گردن مارنیکا حکم دیا ابو الحسین نوری سب سے پیشتر جلاد کے سامنے گئے اور فرمایا کہ اول مجکو قتل کر اوسنے اس بات کی وجہ پوچھی گئی آپنے فرمایا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس لحظہ مین اپنے بھائیون کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم کردون اسی قول کے سبب سبکی رہائی ہوگئی - پس اگر ان تینون مرتبون مین سے تم کو کوئی مرتبہ اپنے بھائی کے ساتھ میسر نہو تو جان لو کہ عقد اخوت تمھارے باطن مین ابھی تک منعقد نہین ہوئی بلکہ رسم اختلاط حسب معمول و رواج جاری ہے جس کا اعتبار عقل اور دین مین کچھ نہین - اور میمون بن مہران کہتے ہین کہ جو شخص یارون سے اس بات پر راضی ہو کہ اوسکو زیادہ نہ سمجھین تو اوسکو چاہیے کہ اہل قبور سے بھائی چارہ کرے اور دینداروں کے نزدیک تو درجہ کمتر بھی پسند نہین چنانچہ مروی ہے کہ عتبہ غلام ایک اپنے یار کے گھر تشریف لائے اور اوس سے فرمایا کہ مجکو تیرے مال مین سے چار ہزار کی حاجت ہے اوسنے کہا کہ دو ہزار لیلو اونھون نے اوس سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ تو نے دنیا کو خدا تعالی پر ترجیح دی تجکو شرم نہین آتی کہ فی اللہ محبت کا دعوی کرکے یہ کہتا ہے اور جو شخص کہ اخوت کے مراتب مین سے سب سے کمتر رکھتا ہو چاہیے کہ اوس سے تم دنیا کا معاملہ مت کرو ابو حازم رح فرماتے ہین کہ جب کوئی تمھارا بھائی فی اللہ ہو تو اوس سے اپنے دنیاوی معاملات نکرو اس سے اونکی غرض یہی ہے کہ جو کوئی ادنی مرتبہ اخوت کا رکھتا ہو - اور سب سے اعلی مرتبہ وہ ہے جسکے سبب سے اللہ تعالی ایمانداروں کی تعریف اس آیت مین فرماتا ہے وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ یعنے اونکے مال ملے جلے تھے کوئی اپنے اسباب کو دوسرے سے علیحدہ نکرتا تھا - بعض اکابر ایسے تھے کہ اگر کوئی یون کہتا کہ میری جوتی تو اوس کا ساتھ چھوڑ دیتے تھے کہ اوسکو اپنے نفس کی طرف کیون نسبت کیا - اور فتح موصلی رح اپنے ایک یار کے یہان تشریف لائے وہ گھر پر موجود نتھے آپنے اونکی بی بی کو حکم کیا وہ اونکا صندوق لائین آپنے اپنی حاجت کی چیز اوس مین سے لے لی اور تشریف لیگئے جب صاحب خانہ تشریف لائے تو اونکی لونڈی نے اونسے یہ حال کہا اونھون نے خوش ہوکر فرمایا کہ اگر تو سچی ہے تو تو خدا تعالی کے واسطے آزاد ہے - اور ایک شخص حضرت ابو ہریرہ رض کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ آپ سے اخوت فی اللہ کر دون آپنے فرمایا کہ تو اخوت کا حق بھی جانتا ہے

اوسنے عرض کیا کہ مجکو بتادیجیے آپنے فرمایا کہ تو اس اخوت کی بعد اپنے دینار و درم کا مستحق مجھ سے
زیادہ نہ رہیگا اوسنے کہا کہ مین ابھی اس درجہ کو نہین پہونچا آپنے فرمایا کہ اچھا میری پاس سے
رخصت ہو- اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا کہ تم مین سے کوئی
اپنے بھائی کی آستین یا تھیلی مین ہاتھ ڈالکر جو چاہتا ہے بدون اوسکی اجازت کے لے لیتا ہے
یا نہین اوسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ تو تم بھائی نہین ہو- اور کچھ لوگ حضرت حسن
بصری رض کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ آپنے نماز پڑھلی آپنے فرمایا کہ ہان اونھون نے کہا
بازار والون نے تو ابھی نہین پڑھی آپنے فرمایا کہ بازار والون سے دین کا طریق کون سیکھے مین نے
یہ بھی تو سُنا ہے کہ اون مین سے ایک اپنے بھائی کو درم نہین دیتا- یہ بات آپنے براہ تعجب فرمائی- اور
ایک شخص حضرت ابراہیم ادہم کی خدمت مین آیا اور آپ کا ارادہ بیت المقدس کا تھا
اوسنے عرض کیا کہ مین آپ کا رفیق ہوا چاہتا ہون آپنے فرمایا کہ اس شرط پر کہ جو تیری چیز
ہو اوسپر تجھ سے زیادہ میرا اختیار رہے اوسنے کہا کہ یہ مجکو منظور نہین آپنے فرمایا کہ مجکو تیرا سچ کہنا
اچھا معلوم ہوا- راوی کہتا ہے کہ آپ کی رفاقت مین جب کوئی شخص ہوا کرتا تھا تو آپ کی
خلاف مرضی نہ کرتا تھا اور آپ ساتھ بھی اوسی کو لیتے تھے جو آپکا موافق ہوتا تھا ایک بار
آپکے ساتھ ایک شراک بنانیوالا ساتھ ہوا کسی منزل مین ایک شخص نے آپکے لیے ایک پیالہ ثرید کا
بھیجا آپنے اپنے رفیق کی گٹھری کھولکر ایک تھا شراکون کا نکال کر پیالہ مین بھرا اور ہدیہ والے
کے پاس بھیجدیا جب رفیق آیا کہ اوسنے پوچھا کہ شراک کہان ہین آپنے فرمایا کہ یہ ثرید کس
چیز کا کھایا اسی کی عوض مین گئے اوسنے عرض کیا کہ آپ دو یا تین عطا فرما دیتے یہ تو بہت تھے
فرمایا کہ درگذر کر خدا تعالی تجھ سے درگذر فرماویگا اور ایک بار اپنے رفیق کا گدہا بدون اوسکی
اجازت کے ایک اور شخص کو پیادہ پا دیکھکر دیدیا جب رفیق آیا تو خاموش ہو رہا اور برا نہین مانا
حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ ایک شخص کے پاس اصحاب رض مین سے بکری کی سری ہدیہ مین
آئی اونھون نے سوچا کہ میرے فلان بھائی کو میری نسبت کے اسکی حاجت ہے وہ سری اونکے
پاس بھیجدی اونھون نے تیسرے کے پاس بھیجدی اور تیسرے نے چوتھے کے پاس یہانتک کہ
سات ہاتھون پڑکر پھر اول شخص کے پاس آگئی- اور مروی ہے کہ حضرت مسروق رض نے
بہت بھاری قرض لیا اور اونکے یار خیثمہ کے ذمہ قرض تھا تو آپ نے جا کر وہ قرض ادا کر دیا
اور اونکو خبر بھی نہوئی اور خیثمہ رح نے حضرت مسروق کا قرض اونکی ناواستگی مین ادا کر دیا

اور جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع مین بھائی چارہ مقرر فرما دیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے انکو اپنے نفس اور مال کا اختیار دیدیا کہ یہ تمہارا ہی جو چاہو کرو حضرت سعد رض نے کہا کہ خدائے تعالے تمکو ان دونون مین برکت دے اور انکو قبول کر کے پھر وہی کیا جو انھون نے کیا تھا یعنے دونون کا اختیار انکو دیدیا تو حضرت سعد کا فعل تو مساوات ہی اور حضرت عبدالرحمن کا فعل جو ابتداءً تھا وہ ایثار ہی اور ایثار مساوات سے افضل ہی اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ اگر بالفرض ساری دنیا میرے ساتھ ہو اور مین اُسکو اپنے ایک فی اللہ دوست کے منھ مین رکھ دون تو اُسکے حق مین اس بات کو بھی کمتر جانون - اور یہ بھی انھین کا ارشاد ہی کہ مین لقمہ تو اپنے کسی دوست کو کھلاتا ہون اور اُسکا مزہ اپنے گلے مین پاتا ہون اور چونکہ دوستون پر خرچ کرنا فقیرون پر خیرات کرنے سے افضل ہی اسی لیے حضرت علی رض فرماتے کہ بیس درم جنکو مین کسی اپنے دوست فی اللہ کو دون میرے نزدیک اس سے بہتر ہین کہ سو درم مساکین پر خیرات کرون - اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہی کہ اگر مین ایک صاع کھانا طیار کر کے اُسپر اپنے فی اللہ دوستون کو جمع کر دون تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہی کہ ایک بردہ آزاد کرون - اور ایثار کے باب مین سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہین کہ آپکا دستور مبارک یہی تھا چنانچہ مروی ہی کہ آپ اپنے کسی صحابی کے ساتھ ایک جنگل مین تشریف لے گئے اور اُسمین سے دو مسواکین چنین ایک ٹیڑھی اور ایک سیدھی جو سیدھی تھی وہ ساتھ والے کو عنایت فرمائی اُسنے عرض کیا کہ میری نسبت کر آپ اسکے لیے زیادہ مستحق ہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص دوسرے کے ساتھ رہتا ہی گو دن مین سے ایک ساعت ہی کو ہو اُس سے اُس صحبت کی بازپرس ہوگی کہ اُسمین اللہ تعالی کے حق کو بجا لایا تھا یا ضائع کیا تھا - اس حدیث مین ارشاد فرمایا کہ صحبت مین ایثار کرنا اللہ تعالی کے حق کو بجا لانا ہی - اور ایک روز آپ ایک کنوئین پر غسل کے لیئے تشریف لیگئے حضرت حذیفہ بن یمان رض نے ایک چادر کی آڑ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کر لی یہان تک کہ آپ غسل فرما چکے پھر حضرت حذیفہ رض غسل کو بیٹھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا لیا اور کھڑے ہوئے کہ انکو لوگون سے آڑ مین کر دین حضرت حذیفہ رض نے عرض کیا کہ فدا ہون آپ پر میرے والدین آپ ایسا نہ کرین آپنے نہ مانا اور آڑ کیے رہے جب تک کہ وہ غسل سے فارغ ہوئے - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب دو آدمی ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے ہین تو اُن دونون مین سے اللہ تعالی کے نزدیک

ع معروف ... سعد بن ربیع ... اول ... نصف مال ... اور ... حضرت عبدالرحمن ... جب ... دیکھا ... مع العبد ... واللہ اعلم

ع فاروق لینز یعنی و محمد بن جریر طبری در تفسیر ۱۲ ع ابن ابی عاصم بروایت حذیفہ ضمن حدیث طویل در کتاب الصیام ۱۲ مع نقص اول مین گذری بانذر اختلاف لفظ ۱۲

زیادہ محبوب وہ ہوتا ہی جو اپنے ساتھی کے ساتھ زیادہ ملائم ہو - اور مروی ہی کہ مالک بن دینار اور محمد بن واسع حضرت حسن بصری کے گھر مین ایسے وقت گئے کہ وہ گھر پر نہ تھے محمد بن واسع نے اُنکی چارپائی کے نیچے سے ایک پیالہ نکالا جسمین کچھ کھانا تھا اور اُسکو کھانے لگے مالک بن دینار رح نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ روک لو جب تک کہ مکین تشریف لاوین محمد نے اُنکا کہنا نہ سنا اور کھانے پر متوجہ رہے اور اُنکی نسبت کر زیادہ بے تکلف اور خوش خلق تھے اتنے مین حضرت حسن بصری رح تشریف لائے اور فرمایا کہ میان مالک ہم لوگون کا پہلے یہی حال تھا کہ ایک دوسرے سے تکلف نہ کرتے تھے یہان تک کہ تم اور تمہارے ہم عصر پیدا ہوئے اسمین یہ اشارہ ہوا کہ دوستون کے گھر مین بے تکلفی کرنی صفاء اخوت مین سے ہی اور کیسے نہو کہ اللہ تعالے خود فرماتا ہی اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَفَاتِحَهُ اَوْ صَدِيقِكُمْ اور سلف مین اول یہ دستور تھا آدمی اپنے گھر کی کنجی اپنے دوست کو سپرد کر دیتا تھا اور ہر طرح کے تصرف کا اُسکو اختیار دیدیتا تھا اگر وہ شخص بباعث تقوی کے اُسکا مال نہ کھاتا تھا یہان تک کہ اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی اور دوستون کے مال مین انبساط اور بے تکلفی کی اجازت دی - **دوسرا حق** دوست کا یہ ہی کہ اپنے نفس سے اُسکی اعانت کرے یعنے حاجتون کے پورا کرنے اور قبل سوال کے اُنکے بجا لانے اور اپنی خاص حاجتون پر اُنکے مقدم کرنے مین مدد کرے اور جیسے مالی رعایت کے کئی درجے تھے ویسے ہی اس اعانت کے بھی کئی مرتبے ہین اُنمین سے ادنی یہ ہی کہ سوال کے وقت اُسکی حاجت پوری کرے مگر بکشادہ پیشانی اور اظہار فرحت اور قبول منت ہو - بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب تم کسی اپنے دوست سے کوئی حاجت چاہو اور وہ اُسکو پورا نکرے تو اُسکو دوبارہ یاد دلاو کہ شاید بھول گیا ہو اگر پھر بھی وہ پورا نکرے تو اللہ اکبر اُسپر کہکر اس آیت کو پڑھو وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ الآیۃ - یعنی وہ اور مردہ اس صورت مین برابر ہین - اور ابن شبرمہ نے اپنے کسی دوست کا بڑا کام کر دیا وہ اُنکے پاس کچھ ہدیہ لایا اُنھون نے پوچھا کہ یہ کیسا ہی کہا اس وجہ سے ہی کہ آپنے میرے ساتھ بڑا سلوک کیا اُنھون نے کہا کہ خدا تعالی تمکو عافیت دے اپنا مال اپنے پاس رکھو جب تم کسی اپنے دوست سے حاجت چاہو اور وہ اسکے پورا کرنے مین ہمہ تن کوشش نہ کرے تو وضو کرکے اُسپر نماز جنازہ پڑھو اور اسکو مردہ تصور کر لو - اور حضرت جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین اپنے دشمنون کی حاجات کے پورا کرنے مین مبادرت کرتا ہون اس خوف سے کہ مبادا انکو واپس کر دون تو مجھسے بے پروا نہو جاوین

جب دشمنون سے یہ حال ہو تو دوستون سے کیسے نہ ہوگا - اور سلف مین کچھ لوگ ایسے تھے کہ اپنے دوست کے عیال کی خبرگیری اُسکے مرنے کے بعد چالیس برس تک کرتے تھے کہ اُنکی حاجتین پوری کرتے تھے اور ہر روز اُنکے پاس جاتے اور اپنا مال صرف کرتے غرضکہ متوفی کے بال بچے صرف اپنے باپ کو آنکھ سے نہ دیکھتے تھے اُسکی شفقت اور عنایت سب موجود پاتے تھے بلکہ جو رعایت کہ باپ کی زندگی مین نہوتی وہ باپ کے دوستون کے سبب سے پاتے تھے - اور کسی کا یہ دستور تھا کہ اپنے بھائی کے دروازہ پر جاتے اور پوچھتے کہ تمھارے یہان تیل ہی کہ نہین نمک ہی کہ نہین کوئی اور کسی طرح کی حاجت ہی کہ نہین جو ضرورت دیکھتے اُسکو بدون اطلاع صاحب خانہ موجود کر دیتے اور انھین باتون سے شفقت ظاہر ہوتی ہی اور اخوت مین اگر تجھ ایسی شفقت نہو جیسے خود اپنے نفس پر ہوتی ہی تو اُس اخوت مین کچھ خیر نہین - میمون بن مہران کہتے ہین کہ جس شخص کی دوستی سے تمکو فائدہ نہو اُسکی دشمنی بھی تمکو ضرر نہ کریگی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالی کی زمین مین اُسکے کچھ برتن ہین اور وہ دل ہین تو سب برتنون مین اللہ تعالے کے نزدیک محبوب تر وہ ہین جو سب سے زیادہ صاف اور سخت تر اور نرم تر ہون زیادہ صاف گناہون سے ہون اور زیادہ سخت دین مین اور زیادہ نرم بھائیون پر - حاصل یہ کہ یون ہونا چاہیے کہ تمھارے نزدیک اپنے بھائی کی ضرورت اپنی ضرورت کی مانند ہو جائے بلکہ اُس سے بھی اہم اور یہ کہ اُسکی حاجت کے اوقات کے جویا ہوا اور اُسکے احوال سے غافل نہ رہو جیسے اپنے احوال سے غافل نہین رہتے اور اُسکی مدد کرنے مین اُسکے سوال اور اظہار حاجت کی ضرورت نہ پڑے بلکہ اُسکی ضرورت کو ایسی طرح ادا کرو کہ تمکو گویا یہ علم ہی نہو کہ تمنے ادا کی اور نہ اس ادا کرنے سے اُسپر کچھ اپنا حق سمجھو بلکہ اپنے باب مین جو اُسنے تمھاری سعی منظور کی اُسکے ممنون ہو اور صرف قضاء حاجت پر ہی کفایت نہ کرو بلکہ کوشش کرو کہ زیادت اکرام اور ایثار مین ابتدا تمھاری جانب سے ہو اور اقارب اور اولاد سے اُسکو مقدم سمجھو حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے کہ ہمارے دوست ہمکو ہمارے گھر والون اور اولاد سے زیادہ محبوب ہین اسلیے کہ گھر والے تو تمکو دنیا کی یاد دلاتے ہین اور دوست آخرت کی اور یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہی کہ جو شخص اپنے دوست فی اللہ کی مشایعت کرے اللہ تعالے قیامت کے دن چند فرشتے اپنے عرش کے نیچے سے بھیجیگا جو اُسکی ہمراہی جنت تک کرینگے - اور ایک حدیث مین ہی کہ جب کوئی شخص اپنے کسی دوست فی اللہ کی

ح
[illegible]

ح
[illegible]
فصل بین گازی ۱۲

زیارت اُسکی ملاقات کے شوق سے کرتا ہی تو ایک فرشتہ اُسکے پیچھے سے آواز دیتا ہی کہ تو اچھا ہوا اور تیرے لیے جنت خوب ہوئی - اور عطا رح فرماتے ہین کہ تین صورتون مین اپنے یارون کی خبر لو اگر مریض ہون اُنکی عیادت کرو اور اگر کام مین پھنسے ہون اُنکی اعانت کرو اور اگر بھول گئے ہون تو انکو یاد دلاؤ - اور مروی ہو کہ حضرت ابن عمر رض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور مین دہنے بائین تاکتے تھے آپ نے استفسار فرمایا انھون نے عرض کیا کہ مجھکو ایک شخص سے محبت ہے اُسکو دیکھتا ہون وہ معلوم نہین ہوتا آپنے فرمایا کہ جب تم کسی سے محبت کرو تو اُسکا نام اور اُسکے باپ کا نام اور اسکا مکان پوچھ لیا کرو پھر اگر وہ بیمار ہو تو اُسکی عیادت کرو اور اگر کام مین ہو تو اعانت کرو - اور ایک روایت مین ہو کہ اُسکے دادے کا نام اور قوم بھی دریافت کرلیا کرو اور شعبی رح فرماتے ہین کہ جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھتا ہو اور پھر کہے کہ مین اسکی صورت پہچانتا ہون اور نام نہین جانتا تو یہ شناسائی بیوقوفون کی ہی - اور حضرت ابن عباس رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک سب لوگون سے زیادہ محبوب کون ہی آپ نے فرمایا کہ میرا جلیس اور فرمایا کہ جو شخص میری مجلس مین تین بار آتا ہو اور اُسکو کوئی کام مجھ سے نہین ہوتا تو مین جان لیتا ہون کہ اسکا تدارک دنیا سے نہوگا - اور سعید بن العاص فرماتے ہین کہ میرے جلیس کے حق مجھ پر تین ہین جب میرے قریب ہو تو مرحبا کہون اور جب بات کرے تو اسکی طرف متوجہ ہون اور اگر بیٹھے تو اُسکو اچھی طرح جگہ دون - اور اللہ تعالے نے جو رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ فرمایا ہو اُسمین بھی شفقت اور اکرام کی طرف اشارہ ہو اور تمتہٗ شفقت یہ ہو کہ کوئی لذیذ کھانا تنہا نہ کھاوے اور نہ کسی خوشی مین بدون اُسکے جاوے بلکہ اُسکے فراق مین مکدر اور وحشت زدہ رہے -

تیسرا حق دوست کا زبان پر ہو کہ چند مواضع مین سکوت کرے اول یہ کہ اُسکے عیب نہ اُسکے سامنے ذکر کرے نہ پیٹھ پیچھے بلکہ عیبون سے تجاہل کرے دوسرے یہ کہ جب وہ کلام کرے تو اسکو رد نہ کرے اور نہ اُسکی بات کاٹے اور نہ جھگڑا کرے - تیسرے یہ کہ اُسکے احوال کو تجسس نہ کرے اور جب اسکو راہ مین یا کسی کام مین دیکھے اور وہ خود اپنا مطلب ابتدا بیان نہ کرے کہ کہان سے آتا ہون اور کہان جاتا ہون تو اُس سے سوال کرنے مین سکوت کرے کیونکہ عجب نہین کہ بعض اوقات اُسکو بیان کرنا دشوار ہو یا بتکلف جھوٹ بولنا پڑے چوتھے یہ کہ جو اسرار اُسنے کہے ہون اُنکے افشا سے خاموش رہے اُسکے سوا دوسرے سے ہرگز نہ کہے یہان تک کہ اپنے یا اُسکے خاص دوستون سے بھی ذکر نہ کرے بلکہ بعد یاری جاتی رہنے کے

بھی ایسا نہ کرے کہ رازکا فاش کرنا خبث باطن کا نشان ہی - پانچوین یہ کہ اسکے احبا اور اقارب اور اہل و فرزند کی طعن سے سکوت کرے چھٹے یہ کہ اگر کسی نے اسکو برا کہا ہو تو اسکے سامنے اسکا ذکر نہ کرے کیونکہ گالی گویا وہی دیتا ہی جو اسکی نقل آدمی کے سامنے کرتا ہی اور حضرت انس رضؔ فرماتے ہین کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ لَایُوَاجِہُ اَحَدًا بِشَیْئٍ یَکْرَھُہٗ اور برا ئیلا اول کلام کے نقل کرنے والے سے ہوتی ہی پھر اصل کہنے والے سے چنانچہ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎

یکے تیرے افگند و در رہ فتاد	وجودم نیازرد و رنجم نہ داد
تو برداشتی و آمدی سوے من	ہمی در سپوزی بہ پہلوے من

ہان جب کچھ کوئی اسکی تعریف کرے اسکا چھپانا نہین چاہیے کیونکہ اول سرور نقل کرنے والے سے ہوتا ہی اور پھر اصل کہنے والے سے اور اسکا چھپانا داخل حسد ہی غرضکہ خاموشی اُن باتون سے چاہیے جو اسکو بری لگین لیکن جسصورت مین کہ امر معروف یا بری بات سے منع کرنے کے لیے آدمی پر بولنا واجب ہو اور خاموشی کی اجازت شرعا نہ پاوے تو ایسی صورت مین اسکے برا ماننے کی پروانہ کرے اسلیے کہ یہ بولنا حقیقت مین اسکے ساتھ سلوک کرنا ہی گو اسکے گمان مین یہی ہی کہ میرے ساتھ بظاہر بدی کرتے ہین مگر اسکی برائیان اور عیب اور اسکے گھر والون کے عیب بیان کرنے غیبت مین داخل ہین جو ہر مسلمان کے حق مین حرام ہین اور تم اگر دو باتون کو سوچو تو پھر اسکو برا کہنے پر زبان نہ کھولوگے اول یہ کہ اپنے احوال پر غور کرو اور اگر انمین کوئی برائی پاو تو جو بات اپنے بھائی مین دیکھو اسکو اپنے نفس پر بار مت جانو اور یہ سمجھو کہ جیسے مین ایک برائی کے کرنے مین معذور ہون اور اسکے ترک سے عاجز ویسے ہی یہ شخص بھی اس ایک خصلت مین اپنے نفس کو نہین دبا سکتا اور ایسا آدمی کہان ہی جو برائی سے خالی ہو اور جو بات کہ تم حق اللہ مین ترک کرتے ہو اسکی توقع اپنے دوست سے نہ کرو کہ خاص تمہارے حق مین وہ اسکو بجا لاویگا کیونکہ جتنا حق خدا تعالی کا تمپر ہی اس سے زیادہ تمہارا حق اسپر نہین ہی - اور دوسری بات یہ ہی کہ اگر تمکو یہی منظور ہو کہ مصاحب ہر عیب سے پاک ہو تو خلق سے عزلت اختیار کرو اور کسی سے صحبت مت رکھو کیونکہ دنیا مین جتنے آدمی ہین انمین برائیان بھی ہین اور بھلائیان بھی اگر کسی کی خوبیان ہی زیادہ ہون تو اسی کو غنیمت جاننا چاہیے غرضکہ کریم ایماندار ہمیشہ اپنے نفس مین اپنے دوست کی خوبیان موجود رکھتے ہین تاکہ دل سے دوستی اور توقیر اور محبت ابھرے اور منافق لئیم ہمیشہ برائیان اور عیب تاکتا رہتا ہی چنانچہ مشہور ہی ؎

چشم بد اندیش کہ برکندہ باد	عیب نماید ہنرش در نظر ؏

جو اسکو بری لگتی ہو ... ترمذی در شمائل

ور ہنرے داری و ہفتاد عیب	دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر

حضرت ابن مبارک فرماتے ہین کہ ایماندار معذرتکا جویا رہتا ہی اور منافق لغزشون کا طالب ۱ ور فضیل فرماتے ہین کہ بھائیون کے قصورون کو معاف کرنا جوانمردی ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ جَارِ السُّوْءِ الَّذِیْ اِنْ رَأٰی خَیْرًا سَتَرَہٗ وَاِنْ رَأٰی شَرًّا اَظْہَرَہٗ اور کوئی آدمی ایسا نہین جسکی چند خصلتون کے سبب سے اسکو اچھا کہنا ممکن نہو اسی طرح اسکو برا بھی کہہ سکتے ہین چنانچہ مروی ہی کہ ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین ایک شخص کی تعریف کی جب دوسرا روز ہوا تو اسکی برائی کی آپنے فرمایا کہ کل تو اسکی تو تعریف کرتا تھا اور آج مذمت کرتا ہی اسنے عرض کیا کہ مین نے کل بھی اسپر سچ بولا تھا اور آج بھی جھوٹ نہین کہتا اسنے کل مجکو راضی رکھا تھا اسلیے جو باتین مین اسمین بہتر جانتا تھا انکو ذکر کیا اور آج جو اسنے مجکو ناراض کیا تو جو بری سی بری بات اسکی مجکو معلوم تھی اسکو بیان کیا آپ نے فرمایا اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْرًا گویا کہ اس امر کو آپ نے برا سمجھکر اسکو سحر سے تشبیہ دی اسی طرح ایک دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا اَلْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ اور ایک اور حدیث مین ہی اِنَّ اللّٰہَ یَکْرَہُ لَکُمُ الْبَیَانَ کُلَّ الْبَیَانِ اسی طرح حضرت امام شافعی رحنے فرمایا ہی کہ مسلمانون مین کوئی ایسا نہین کہ خداے تعالے کی طاعت ہی کرے اور معصیت نکرے اور نہ ایسا ہی کہ معصیت ہی کرے طاعت نکرے تو جس شخص کی طاعت معصیت سے غالب ہو وہی عدل ہی تو جب حق اللہ مین ایسا شخص عدل ٹھہرتا ہی تو تم اگر ایسے کو اپنے حق مین اور مقتضاے اخوت مین عدل سمجھو تو مناسب تر ہی اور جسطرح کہ تمکو اپنے یار کی برائیان بیان کرنے سے خاموشی واجب ہی اسی طرح دل سے سکوت کرنا بھی واجب ہی یعنی اسکے ساتھ بدگمانی مت کرو کیونکہ بدگمانی دل سے غیبت کرنی ہی اور اس سے بھی ممانعت شرعی پائی جاتی ہی اور اسکی نہایت یہ ہی کہ جبتک دوست کے فعل کے لیے اچھا محمل ملسکے خراب موقع پر اسکو حمل نہ کرنا چاہیے مگر جو بات کہ یقین اور مشاہدے سے منکشف ہو جاوے تو ہوسکتا ہی کہ تم اسکو آگاہ کردو لیکن اسکا حمل کرنا سہو اور نسیان پر حتی الوسع ضروری ہی اور اس ظن کی دو قسمین ہین ایک تو تفرس ہی جسکی کوئی علامت ہو کہ علامت کے موجود ہونے سے ظن کو جنبش ضروری ہوتی ہی جسکو آدمی دور نہین کرسکتا اور دوسرا وہ ہی جسکا منشا تمہاری بداعتقادی ہوتی ہی مثلاً کوئی کام اسنے کیا جو دو وجہون پر محتمل ہوسکتا ہی مگر چونکہ تمہارا اعتقاد اسکی طرف اچھا نہین تو تم اس

فعل کو خراب ہی وجہ پر محمول کرتے ہو حالانکہ کوئی علامت ایسی نہین جس سے وہ فعل اسی وجہ سے
خاص ہو جاوے تو ایسا ظن باطن کا قصور ہی دوست پر منحصر نہین ہر مسلمان کے ساتھ اس طرح کا
ظن حرام ہی اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم فرماتے ہین ح إِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْمُؤْمِنِ
مِنَ الْمُؤْمِنِ دَمَهُ وَمَالَهُ وَعِرْضَهُ وَأَنْ يَظُنَّ بِهِ ظَنَّ السُّوْءِ اور فرمایا ح إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ
أَكْذَبُ الْحَدِيْثِ اور بدگمانی کا مقتضا یہ ہی کہ آدمی دوسرے کے احوال خفیہ دریافت کرے اور خود
چوری سے اسکی حرکات کا نگران ہو حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم فرماتے ہین ح وَلَا تَجَسَّسُوْا
وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا یہان تجسس سے
مراد اخبار کا معلوم کرنا ہی اور تحسس سے غرض خود اپنے آپ دوسرے کو تاکتے رہنا کہ کیا کرتا ہی اس سے
معلوم ہوا کہ عیبون کا چھپانا اور انسے تجاہل اور تغافل کرنا دینداروں کی خصلت ہی اور برائی کے
چھپانے اور اچھی بات کے ظاہر کرنے کی فضیلت اتنی ہی کافی ہی کہ دعاء ماثورہ مین اللہ تعالے کو
ان اوصاف سے متصف کیا ہی یَا مَنْ أَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَسَتَرَ الْقَبِيْحَ اور خداے تعالے کے نزدیک پسند
یہی ہی کہ جو اخلاق اسکے ہین انھین کو آدمی اپنی عادت ٹھہراوے تو جب وہ عیبون کو چھپاتا ہی
اور گناہون کو بخشتا ہی اور اپنے بندون سے درگذر فرماتا ہی تو تم کیسے ایسے شخص سے درگذر نہ کروگے
جو تمھارے برابر ہی یا زیادہ ہی اور کسی حال مین تمھارا غلام یا پیدا کیا ہوا نہین اور حضرت عیسی علیہ السلام
حواریون سے ارشاد فرمایا کہ جب تم اپنے کسی بھائی کو سوتا ہوا دیکھتے ہو اور ہوا سے اسکا کپڑا
اٹھ گیا ہو تو کیا کرتے ہو انھون نے عرض کیا کہ ہم اسکو ڈھانپ دیتے ہین اور کپڑا اڑھا دیتے ہین
آپ نے فرمایا نہین بلکہ تم اسکا ستر کھول دیتے ہو انھون نے عرض کیا کہ سبحان اللہ ایسا کون
کرتا ہی آپ نے فرمایا کہ جب کوئی تم مین سے اپنے بھائی کے باب مین کوئی بات سنتا ہی تو اسپر
زیادہ کرتا ہی اور اسکے ساتھ مین ایک دوسری بات اول سے بڑھ کر ملا دیتا ہی ۔ اور واضح ہو کہ آدمی کا
ایمان کامل نہین ہوتا جبتک کہ اپنے بھائی کے لیے وہ بات پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہی
اور درجات اخوت مین سے ادنی یہ ہی کہ اپنے بھائی سے ایسا معاملہ کرے جیسا خود چاہتا ہو
کہ دوسرا مجھسے کرے اور اسمین کچھ شک نہین کہ آدمی دوسرے سے یہی توقع کیا کرتا ہی کہ
ہمارے عیبون سے چشم پوشی کرے اور اگر اپنی توقع کے خلاف اس سے ظاہر ہوتا ہی تو اسپر
نہایت تاؤ کھاتا ہی تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ خود توقع چشم پوشی کی رکھے اور اسکے عیبون سے
چشم پوشی نہ کرے ایسے بے انصاف کے لیے نص قرآنی مین خرابی موجود ہی چنانچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہی

ح ۱ اللہ تعالے نے مومن پر مومن کا خون اور مال اور آبرو اور اسکے ساتھ بدگمانی کرنی حرام کی ہی حاکم و بیہقی کی روایت ہی ابن عباس سے اور اصبہانی و ترمذی [illegible]

ح ۲ اپنے تئین بدگمانی سے بچاؤ کہ بدگمانی بڑی جھوٹی بات ہی الحدیث بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ

ح ۳ ایک دوسرے کا بھید مت ٹٹولو ایک دوسرے کو تاکنے مت ہو باہم کنکش مت ہو پیٹھین مت پھیرو اور اللہ کے بندے سب باہم بھائی بنجاؤ بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ اور یہ پہلی حدیث کا ٹکڑا ہی

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ اور جو شخص انصاف اس مقدار سے زیادہ چاہے جتنا اسکا دل دوسرے کے لیے گوارا کرتا ہی تو وہ اس آیت کے مضمون مین داخل ہی اور عیب پوشی مین کوتاہی کرنے اور اسکے ظاہر کرنے مین سعی کرنے کی علت ایک روگ ہی جو باطن کے اندر گڑا رہتا ہی یعنے حقد اور حسد کہ یہ دونون چیزین جسکے اندر ہوتی ہین اسکے باطن کو خباثت سے پُر کر دیتی ہین مگر اسکے باطن مین یہ چیزین دبی ہوئی اور مقید رہتی ہین جبتک کہ کوئی موقع نہین ہوتا اور جب اسطرح کا موقع ملتا ہی تو بیڑی ٹوٹ جاتی ہی اور پردہ حیا اٹھ جاتا ہی اور وہی خباثت درونی ٹپکنے لگتی ہی تو جسصورت مین کہ حقد اور حسد باطن مین ہو اسصورت مین کسی سے اخوت نہ کرنی چاہیے بلکہ علیحدگی بہتر ہی بعض حکما کا قول ہی کہ بھائیون پر ظاہر کا عتاب بہ نسبت باطنی کینہ کے اچھا ہی اور کینہ ور کا لطف بجز اس سے وحشت کرنے کے اور کچھ نہین بڑھاتا اور جس شخص کے دل مین کسی مسلمان کا کینہ ہوتا ہی تو اسکا ایمان ضعیف ہی اور اسکا معاملہ خطرناک ہی اسکا دل صلاحیت دیدار الٰہی کی نہین رکھتا چنانچہ عبدالرحمن بن جبیر اپنے باپ سے راوی ہین کہ انھون نے کہا کہ یمن مین تھا اور میرا ہمسایہ ایک یہودی تھا کہ توریت کی خبرین مجھسے کہا کرتا تھا جب وہ سفر سے آیا تو مین نے اس سے کہا کہ اللہ تعالے نے ہم مین ایک پیغمبر مبعوث فرمایا جسنے ہمکو مسلمان ہونے کو فرمایا ہم مسلمان ہوگئے اور ہمارے لیے ایک کتاب اللہ تعالی نے نازل فرمائی ہی جو توریت کی تصدیق کرتی ہی اس یہودی نے کہا کہ تم درست کہتے ہو مگر جو علم تمھارے پیغمبر لائے ہین انکو تم کر نہ سکوگے ہم انکی اور انکی امت کی پہچان توریت مین اسطرح پاتے ہین کہ کسی آدمی کو اپنے دروازے کی چوکھٹ سے باہر پانون رکھنا حلال نہین اس حال مین کہ اسکے دل مین کسی مسلمان پر کینہ ہو اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہی کہ جب بھائی کوئی اسنے ودیعت اپنے پاس رکھا ہو اسکا افشا نہ کیجیے اور اگر ضرورت ہو تو اسکا انکار بھی درست ہی کہ اسنے مجھسے کوئی راز نہین کہا گو یہ جھوٹ ہوگا مگر ایسے موقع پر سچ واجب نہین بلکہ یون سمجھنا چاہیے کہ جیسے آدمی کو اپنے عیبون اور اسرار کا چھپانا جائز ہی گو جھوٹ بولنا پڑے اسی طرح یہ بات اپنے بھائی کے حق مین کرنی درست ہی کیونکہ وہ بھی قائم مقام اپنے نفس کے ہی گویا ایک جان دو قالب ہین یہ حقیقت اخوت کی ہی اسی لیے جو عمل کہ ایسے دوست کے سامنے آدمی کرے تو ریاکار نہوگا اور نہ عمل باطنی سے نکلکر عمل ظاہری مین داخل ہوگا کیونکہ بھائی کے

خرابی ہی کینہ رکھنے والون کی

بجل کو جانتا ایسا ہی جیسا خود اپنے آپ کو جانتا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح۱ مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ سَتَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اور دوسری روایت مین یون ہی ح۲ مَنْ سَتَرَ عَوْرَةَ اَخِیْهِ فَکَاَنَّمَا اَحْیَا مَوْءُوْدَةً اور فرمایا ح۳ اِذَا حَدَّثَ الرَّجُلُ بِحَدِیْثٍ ثُمَّ الْتَفَتَ فَهُوَ اَمَانَةٌ اور فرمایا ح۴ کہ مجالس امانت کے ساتھ ہین مگر تین مجلسین ایک وہ جسمین ناحق خون کیا جاوے دوسری وہ جسمین زنا حلال سمجھا جاوے تیسری وہ جسمین مال بوجہ ناجائز حلال کیا جاے اور فرمایا ح۵ کہ دو آپسکے بیٹھنے والے امانت کے ساتھ بیٹھتے ہین انمین سے ایک کو حلال نہین کہ ایک کی بات ایسی ظاہر کرے جو اُسکو بُری لگے - کسی ادیب سے سوال کیا گیا کہ تم راز کی حفاظت کیسے کرتے ہو کہا کہ مین راز کے حق مین قبر بنجاتا ہون اور یہ مثل بھی مشہور ہی بھلے مانسون کے صدور رازون کے قبور ہین - اور کہتے ہین کہ احمق کا دل منھ مین ہوتا ہی اور عاقل کی زبان دل مین ہوتی ہی یعنے احمق اپنے دل کی بات چھپا نہین سکتا اور ایسی طرح ظاہر کر دیتا ہی کہ اُسکو خبر بھی نہین ہوتی اور اسی وجہ احمقون سے ترک ملاقات اور انکی صحبت بلکہ انکی صورت دیکھنے سے احتراز واجب ہی اور کسی دوسرے سے پوچھا گیا کہ تم راز کو کس طرح چھپاتے ہو کہا کہ کہنے والے سے انکار کرتا ہون اور پوچھنے والے سے قسم کھاتا ہون - اور کسی اور کا قول ہی کہ مین راز کو چھپاتا ہون اور اس امر کو بھی پوشیدہ رکھتا ہون کہ راز کو چھپاتا ہون اور ابن المعتز نے راز کے چھپانے کے باب مین یون کہا ہی شعر

راز کو مجھسے کہا جسنے چھپانے کے لیے	رکھکے مین نے اُسکو سینہ مین وہین دفنا دیا

اور ایک شخص نے اس سے بڑھ چڑھ کر قطعہ کہا ہی

قطعہ ہی نہین راز مرے سینہ مین مردہ کیطرح	کیونکہ مردہ کو توقع ہی اُٹھنے روز جزا
بلکہ مین بھولتا ہون راز کو اس صورت سے	گویا اُس سے کبھی الکدم کو بھی آگاہ نتھا
ہوتا سینہ سے اگر راز چھپانا ممکن	راز کا راز مرے دل سے بھی مخفی رہتا

اور ایک شخص نے اپنا راز کسی اپنے دوست سے کہا پھر اُس سے کہا کہ تمنے یاد کر لیا اُسنے جواب دیا کہ مین تو بھول گیا اور ابو سعید ثوری فرمایا کرتے تھے کہ جب تمکو کسی شخص سے بھائی چارہ منظور ہو تو اول اُسکو خفا کر دو پھر خفیہ ایک آدمی معین کر دو کہ اُس سے تمہارا حال اور تمہارے راز دریافت کرے اور اگر وہ تمہارے حق مین بہتر کہے اور تمہارے راز افشا نکرے تب اُسکی صحبت اختیار کرو - اور ابو یزید سے کسی نے پوچھا کہ تم کس صفت کے آدمی سے صحبت رکھتے ہو فرمایا کہ جو میرے وہ مخفی حال جانتا ہی جو خدا تعالیٰ کو معلوم ہین اور پھر انکو ایسا ہی چھپاتا ہی جیسا خدا تعالے پردہ پوشی کرتا ہی -

ح۱ [illegible] ابن ماجہ [illegible] ۱۲

ح۲ جس شخص نے بھائی کا عیب چھپایا گویا اُسنے زندہ درگور کو جلایا [illegible] ابو داود و حاکم بروایت عقبہ بن عامر ۱۲

ح۳ جب آدمی کوئی بات کہے پھر دوسری طرف رخ کرے تو وہ بات امانت ہی ابو داود و ترمذی بروایت جابر ۱۲

ح۴ ابو داود بروایت جابر ۱۲

ح۵ ابوبکر بن لال در مکارم اخلاق بروایت ابن مسعود بسند ضعیف ۱۲

اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو یہ بات پسند نہو کہ تجکو گناہون سے معصوم دیکھے اُسکے ساتھ رہنے مین کچھ بہتری نہین اور جو آدمی غصہ کی حالت مین راز افشا کرے وہ پاجی ہی رضا کے وقت تو راز داری ہر ایک طبیعت سلیم کا مقتضا ہی- اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جو شخص چار باتون مین بدل جاوے اُسکی صحبت اختیار مت کر یعنے غصہ مین اور رہوا اور رضا مین اور طمع مین جدا ہوا اور بے طمعی مین جدا بلکہ چاہیے کہ ان سب صورتون مین صادق الاخوت ہو اور اسی لیے کسی نے یہ قطعہ کہا ہی قطعہ

جدائی مین بھی یہ دستور ہی کریمون کا	چھپائین زشتی کو احسان کو کرین ظاہر
دلے لئیم اگر دوستی کو ترک کرین	چھپائین خوبی کو بہتان کو کرین ظاہر

اور حضرت ابن عباس رض بن عبد المطلب نے اپنے صاحبزادہ ابن عباس رض کو ارشاد فرمایا کہ چونکہ مین دیکھتا ہون کہ امیر المومنین عمر رض تمکو اوڑھو نپر مقدم کرتے ہین اسلیے مین پانچ باتین کہتا ہون اُنکو یاد کر لو اول یہ کہ انکا راز افشا مت کرنا دوسرے یہ کہ اُنکے پاس کسی کی غیبت مت کرنا تیسرے یہ کہ اُنکے سامنے کوئی جھوٹ مت بولنا چوتھے یہ کہ اُنکے کسی حکم کی نافرمانی مت کرنا پانچوین یہ کہ ایسی بات مت کرنا کہ اُنکو تمھاری خیانت ثابت ہو شعبی رح فرماتے ہین کہ انمین سے ہر ایک بات ہزار سے بہتر ہی- اور حقوق زبانی مین سے یہ بھی ہی کہ جو بات اپنا دوست کہے اُسکو نہ کاٹے اور نہ اُسکا مزاحم ہو حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ نہ کسی بیوقوف کی بات کاٹو کہ وہ تمکو ایذا دیوے اور نہ کسی عقلمند کی بات کاٹو کہ وہ تمسے بغض کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص خود باطل پر ہوکر بات کاٹنا ترک کرے اُسکے لیے جنت کے ایک کنارہ مین گھر بنیگا اور جو کوئی حق پر ہوکر بات کاٹنے کو ترک کریگا اُسکے لیے سب سے اوپر کی جنت مین مکان بنایا جائیگا- یہ ثواب بات کاٹنے کے چھوڑنے کا ہی حالانکہ باطل پر ہوکر ترک کرنا واجب ہی اور حق پر ہوکر ساکت رہنا نفل ہی مگر نفل پر ثواب اسلیے زیادہ ہوا کہ حق پر ہوکر خاموش ہونا نفس پر نہایت شاق ہی بہ نسبت باطل پر ہوکر سکوت کرنے کی اور ثواب بقدر مشقت کے ہوا کرتا ہی- اور آتش حقد دو بھائیون مین بھڑک اُٹھنے کا سبب قوی یہی بات کاٹنا اور مناقشہ ہی اسلیے خلاف اول رایون مین ہوتا ہی پھر اقوال مین پھر بدنون مین تو گویا عین تقاطع اور تخالف یہی بات کاٹنا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ نہ ایک دوسرے سے تقاطع کرو نہ آپس مین بغض رکھو نہ حسد کرو نہ باہم جدائی رکھو اور اللہ کے بندے

بھائی ہوجاؤ - اور فرمایا اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَحْرِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَّحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ اور سب سے زیادہ حقیر سمجھنا بات کاٹنا ہی کیونکہ جو شخص دوسرے کی گفتگو کو رد کرتا ہی تو دو حال سے خالی نہین یا تو اُسکو جہل و حماقت کی طرف نسبت کرتا ہی یا حقیقت اشیاء کے فہم سے اُسکی غفلت اور سہو ثابت کرتا ہی اور یہ دونون باتین موجب حقارت اور باعث کینہ اور وحشت ہین - اور ابو امامہ باہلی رضؓ کی حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اُس وقت مین کہ ہم ایک دوسرے کی بات کاٹ رہے تھے تو آپ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ بات کاٹنے کو چھوڑ دو کہ اُسمین بہتری کم ہی اور اُسکو جانے دو کہ اُسمین فائدہ تھوڑا ہی اور بھائیون مین عداوت پیدا کرتا ہی اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ جو شخص بھائیون سے وحشت کرے اور اُنکی بات کاٹے اُسکی مروت کم ہو جاتی ہی اور بزرگی جاتی رہتی ہی اور عبد اللہ بن حسن فرماتے ہین کہ لوگون کی بات کاٹنے سے دور بھاگو ورنہ تم کسی عاقل کا داؤ چل جائیگا یا کوئی جاہل گلے پڑ جائیگا - اور کسی بزرگ کا قول ہی کہ لوگون مین سب سے عاجز وہ ہی جو یارون کی طلب مین کوتاہی کرے اور اُس سے بھی عاجزہ ہی جو یار حاصل کر کے تلف کر دے اور ظاہر ہی کہ کثرت مناقشہ باعث تاسف کرنے اور جدائی اور عداوت کا ہوتی ہی - اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ ہزار شخصون کی دوستی کے عوض ایک آدمی کی عداوت مت مول لو حاصل یہ کہ مناقشہ کا باعث صرف یہی ہی کہ اپنی تمیز اور عقل اور فضل کو زیادہ ظاہر کرنا اور دوسرے کو جاہل ٹھہرانا اور اسمین تکبر اور حقیر سمجھنا اور ایذا دینا اور حمق و جہالت کی گالی دینی سب کچھ پایا جاتا ہی اور دشمنی مین بجز ان باتون کے اور کیا ہوتا ہی پس اخوت اور دوستی مین یہ باتین کیسے شامل ہونگی کہ حضرت ابن عباس رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کی بات مت کاٹ اور اُس سے مزاح مت کر اور نہ کوئی وعدہ ایسا کر جسکا تو خلاف کرے - اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی کہ تم لوگونکو اپنے مال دیتے ہو لیکن اُنکو تمسے کشادگی پیشانی اور خوش خلقی ملنی چاہیے - اور بات کاٹنا خوش خلقی کے خلاف ہی اور سلف کے لوگ بات کاٹنے سے اتنا ڈرتے تھے کہ دوست کی بات پر تکرار نکرتے اُنکا مذہب یہ تھا کہ اگر کوئی اپنے بھائی سے یہ کہے کہ اُٹھ اور وہ پوچھے کہ کہان کو تو اُسکا ساتھ چھوڑ دے بلکہ یون چاہیے کہ اُسکے کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو جائے اور کچھ نہ پوچھے - اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ میرا ایک دوست عراق مین تھا حوادث کے وقت مین اُسکے پاس جا کر کہتا

[illegible]

ابی امامہ وابی الدردا
اول جملہ اور ابو منصور
بروایت ابو امامہ
آخر کا جملہ اور روایت
دونون کی ضعیف ہی ۱۲
ع ترمذی بروایت
ابن ابی سلیم اور
کہا غریب ہی ۱۲
ع حاکم و بیہقی در
شعب بروایت
ابو ہریرہ ۱۲

کہ اپنے مال مین سے کچھ مجھکو دو وہ ایک تھیلی میرے سامنے رکھدیتا مین اُسمین سے بقدر حاجت لے لیتا ایک روز جو مین اُسکے پاس گیا اور کہا کہ مجھکو کچھ ضرورت ہی تو اُسنے کہا کہ کسقدر چاہتے ہو اسکے سنتے ہی اُسکی دوستی کی حلاوت میرے دل مین سے جاتی رہی - اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہی کہ جب تم اپنے بھائی سے کچھ مانگو اور وہ پوچھے کہ کیا کروگے تو اُسنے حق اخوت ترک کردیا - اور یہ بھی یاد رہے کہ اخوت کا قائم ہونا کلام کی موافقت اور فعل کی مطابقت اور شفقت سے ہوتا ہی ابو عثمان حیری کہتے ہین کہ دوستون کے ساتھ یک سخن ہونا اُن پر شفقت کرنے کی نسبت کر بہتر ہی اور واقع مین بھی ایسا ہی ہی جیسا انھون نے کہا -

چوتھا حق اخوت کا زبان پر بولنے مین ہی کیونکہ اخوت جیسا اس بات کی مقتضی ہی کہ اُسکے سامنے بُری باتون سے سکوت کیا جاوے ایسا ہی اس بات کو چاہتی ہی کہ جو باتین یار کو پسند ہون وہ اُسکے سامنے بیان کیجاوین بلکہ یہ امر اخوت ہی سے خاص ہی ورنہ جو شخص سکوت ہی پر قانع ہی وہ گویا مُردون کا ساتھی ہی یارون کی تلاش اسلیے ہوتی ہی کہ اُنسے کچھ فائدہ ہو نہ یہ کہ اُنکی ایذا سے بچے رہین اور خاموشی کے معنے یہی ہین کہ دوسرے کو زبان سے نہ ستایا جاوے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے یار سے بولے بات کرے اور جن باتون کا پوچھنا واجب ہی اُنکو پوچھے مثلاً اگر کوئی مانع پیش آجاوے جس سے دل کو اضطرار ہو یا اُسکی تندرستی معلوم ہوئے مدت ہوگئی ہو یا کوئی اور حالت جو اُسکو بُری معلوم ہوتی ہو طاری ہو تو چاہیے کہ اُسکو زبان سے کہے کہ ہمکو بھی اس سے رنج ہی اور جن حالتون سے کہ وہ خوش ہوتا ہو اُنمین اپنا شریک ہونا زبان سے بیان کرے کیونکہ اخوت کے معنے یہی ہین کہ درد و راحت مین شریک ہو - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا اَحَبَّ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ فَلْیُخْبِرْہُ اس حدیث مین جو خبر دینے کے لیے ارشاد فرمایا تو اُسکی وجہ یہ ہی کہ اس سے محبت بڑھتی ہی مثلاً اگر تم کسی سے محبت کرو اور اُسکو معلوم نہو کہ تمکو اُس سے محبت ہی تو محبت کی ترقی نہوگی لیکن اگر وہ جان جاویگا کہ تمکو محبت ہی تو بالطبع تمسے محبت کریگا اور جب تمکو معلوم ہوگا کہ یہ بھی مجھسے محبت کرتا ہی تو بالضرور تمکو محبت اُسکے ساتھ زیادہ ہوگی اسی طرح دونون طرفون سے محبت دم بدم بڑھتی جائیگی اور شریعت مین ایمانداروں کا باہم محبت کرنا مطلوب ہی اور دین مین بھی یہ امر محبوب ہی اور اسی وجہ سے شارع علیہ السلام نے اُسکا طریق سکھایا اور ارشاد فرمایا تَھَادُوْا تَحَابُّوْا اور ایک حق زبان سے بولنے کا یہ ہی کہ جس نام سے دوست کو پکارا جانا

پسند ہو وہی نام لیکر پکارے اور سامنے اور پیچھے اوسکا نام وہی لے جو اوسکو محبوب ہو حضرت عمر رضہ
فرماتے ہین کہ تین باتین ایسی ہین کہ اگر تم اونکو بھائی کے ساتھہ برتو تو اوسکی دوستی تمہارے
ساتھہ خالص ہوجاویگی اول یہ کہ جب اوس سے ملو اول سلام کرو دوم یہ کہ اچھی طرح اوسکو
بٹھلاؤ سوم یہ کہ اوسکو جیسا نام اپنا اچھا معلوم ہوتا ہو اوسکو لیکر پکارو - اور ایک حق یہ ہے
کہ جس شخص کے سامنے دوست کو اپنی تعریف پسند ہو اوسکے سامنے جو خوبیان تمکو معلوم ہون
اونکو ذکر کرو کہ یہ امر کشش محبت کا بڑا سبب ہے اور اسیطرح اوسکی اولاد اور اہلخانہ اور کردار کی تعریف
کرنی بلکہ اوسکی عقل اور صورت اور نوشت اور اشعار اور تصنیف خواہ اور چیزون کی خوبی بیان کرنی
جنسے وہ خوش ہو مگر اس تعریف مین جھوٹ اور مبالغہ نہو بلکہ جو بات قابل تحسین ہو اوسکی
خوبی بیان کیجاوے اور اس سے زیادہ ضروری یہ امر ہے کہ اگر غیر شخص اوسکی تعریف کرتا ہو تو اظہار
فرحت کے ساتھہ دوست سے اوسکا قول نقل کرے کہ اوسکا مخفیہ کرنا محض حسد ہے - اور ایک حق یہ ہے
کہ اگر دوست نے کوئی سلوک تمہارے ساتھہ کیا ہو تو اوسکا شکر ادا کرو بلکہ اگر اوسنے نیت سلوک کی
کی ہو اور وہ پورا نہوا ہو تب بھی مشکور ہونا بیان کرے کہ حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص
اپنے بھائی کی حسن نیت پر مشکور نہوگا وہ اوسکے حسن سلوک پر بھی مشکور نہوگا - اور سب سے زیادہ
تاثیر محبت کے کھینچنے کی یہ ہے کہ جب کوئی شخص اوسکو پیٹھہ پیچھے برا کہے یعنے صراحۃً یا کنایۃً اوسکی
عزت کے درپے ہو تو خود دوست کی طرفداری اور حمایت کے لیے مستعد ہو اور اوس بدگو کو چپکا
کرے اور للکارے اس سے خاموشی کرنی موجب کینہ اور نفرت دل ہے اور حق اخوت کے ادا کرنے مین
کوتاہی کا باعث ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو دوستون کو دو ہاتھون سے
تشبیہ دی کہ ایک دوسرے کو دھوتا ہو تو اسکی وجہ یہی ہے کہ ایک دوست دوسرے کی مدد کرے اور اوسکا
قائم مقام ہو - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَلْمُسْلِمُ اَخُ الْمُسْلِمِ لَا یَظْلِمُہٗ وَلَا یَخْذُلُہٗ وَلَا یُسْلِمُہٗ
اور اوسکی برائی سنکے عین رسوا کرنا اور اوسکو اعدا کے حوالہ کرنا ہے اسلیے کہ اوسکی حرمت کو ٹکڑے
ہونے دینا ایسا ہی ہے جیسے اوسکے گوشت کو پارہ پارہ ہونے دینا اسکو ایسا سمجھو کہ کتے تمکو چیرے ڈالتے
ہون اور تمہاری بوٹیان اڑاتے ہون اور کوئی تمہارا بھائی تمکو چپکا کھڑا دیکھے اور تمپر ترس نکھاوے
تو تمکو کیسا برا معلوم ہوگا حالانکہ حرمت کا ہتک ہونا دلون پر گوشت کے پارہ پارہ ہونے سے
زیادہ ناگوار ہوتا ہے اور یہی وجہ غیبت کو خداتعالی نے مردار کے گوشت کھانے سے مشابہ فرمایا
چنانچہ ارشاد ہے اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِہْتُمُوْہُ اور روحین جو خواب مین

لوح محفوظ کو دیکھتے ہین تو فرشتہ اونکے دیکھے ہوئے معاملات کو محسوسات کی شکل مین بناکر دکھلا دیتا اور غیبت کو مردار گوشت کھانیکی صورت مین پیش کرتا ہی حتی کہ اگر کوئی خواب مین دیکھے کہ گوشت مردار کا کھاتا ہی تو اوسکی تعبیر یہی ہی کہ لوگون کی غیبت کرتا ہی اسلیے کہ وہ فرشتہ جو کسی بات کی صورت بناتا ہی تو صرف ظاہر کا لحاظ نہین کرتا بلکہ اوس چیز اور صورت مثالیہ مین مشارکت اور مناسبت معنوی کا لحاظ رکھتا ہے جو مثال مین بمنزلہ روح کے ہی۔ اس تقریر سے مقصود یہ ہے کہ حق اخوت کی رعایت کرنی اور دشمنون کی برائی کے وقت اوسکی حمایت کرنی اور بدگوؤن کی بدگوئی سے اوسکو رہائی دینی آدمی پر واجب ہی۔ اور مجاہد رح فرماتے ہین کہ دوست کو اوسکی غیبت مین ایسی طرح ذکر کرو جیسا تم چاہتے ہو کہ تمھاری غیبت مین کوئی تمھارا ذکر کری تو اس صورت مین تمھارے لیے دو باتین سمجھنی کارآمد ہین اول یہ کہ فرض کرو کہ جو بات دوست کو کسی نے کہی وہ تمکو کہتا اور دوست مذکور وہان موجود ہوتا تو تمھارا دل اوسوقت کیا چاہتا کہ تمھارا دوست تمھارے باب مین کیا کہے تو جو تقریر دوست کی اوس وقت مین تمکو پسند ہوتی وہی تمکو اوس پر طعنہ کرنیوالے کے ساتھ کرنی چاہیے دوسری یہ کہ فرض کرو کہ تمھارا دوست دیوار کے پیچھے موجود ہے اور تمھاری تقریر سنتا ہی اور اوسکے گمان مین یہ ہی کہ تم اوسکا موجود ہونا نہین جانتے تو اوسوقت مین اوسکی طرفداری جتانی اور اوسکے سنانے کو جو کچھ تمھارے دل مین جنبش ہو وہی اوس کی پیٹھ پیچھے بھی ہونی چاہیے چنانچہ بعض اکابر فرماتے ہین کہ جب میرے کسی بھائی کا ذکر اوسکی غیبت مین ہوتا ہی تو مین خیال کرلیتا ہون کہ وہ بیٹھا ہوا ہی اور پھر وہ باتین کہتا ہون کہ اگر بالفرض وہ ہوتا اور سنتا تو اوسکو اچھی معلوم ہوتین۔ اور کسی دوسرے بزرگ کا قول ہی کہ جب میرے کسی بھائی کا مذکور ہوتا ہی تو اپنے آپکو اوسکی صورت مین سمجھ لیتا ہون اور اوس کے باب مین وہ بات کہتا ہون جسکو اپنے حق مین کہا جانا بہتر سمجھتا ہون۔ اور یہ امر سچی مسلمانی مین سے ہی کہ اپنے بھائی کیلیے وہی بات مناسب معلوم کرے جو اپنے حق مین بہتر سمجھتا ہے۔ اور حضرت ابو درداؓ نے ایک ہل مین دو بیل جوتے ہوئے دیکھے کہ قلبہ رانی کر رہے ہین اتنے مین ایک کھڑا ہو کر اپنا بدن کھجلانے لگا دوسرا بھی کھڑا ہو رہا آپ یہ دیکھکر رو پڑے اور فرمایا کہ یہی حال فی اللہ دوستون کا ہی کہ دونون اللہ تعالی کے واسطے کام مین لگے ہوتے ہین اور ایک کھڑا ہو جاتا ہی تو دوسرا بھی اوسکا موافق ہوتا ہی اور پورا اخلاص موافقت ہی سے ہوتا ہی اور جو شخص محبت مین اخلاص نہ رکھتا ہو وہ منافق ہی اور اخلاص یہ ہی کہ آگے اور پیچھے اور زبان اور دل اور ظاہر و باطن اور

تنہائی اور جماعت مین یکسان ہووے ان دو دو چیزون مین سے اگر کسی مین اختلاف اور فرق ہوگا وہی دوستی کا بگاڑ اور دین کا خلل اور اہل ایمان کے طریق کا رخنہ ہے اور جو شخص اپنے نفس پر اس بات کا قادر نہو کہ ہر حال مین یکسان رکھہ سکے تو اوسکو چاہیے کہ صحبت اور دوستی کا نام نہ لے تنہائی اختیار کرے کیونکہ دوستی کا حق نباہنا مشکل ہے اسکی تاب وہی کو ہوتی ہے جو محقق ہو اور اسکے ثواب جزیل کا شایان بھی وہی ہے جو موافق ہو اور اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص تیری ہمسایہ مین ہو اوس کی ہمسائگی اچھی طرح کر کہ تو مسلمان ہو جائیگا اور جو شخص تیری صحبت مین ہو اوسکی مصاحبت اچھی کر کہ تو ایمان دار ہو جائیگا - تو دیکھو اس حدیث مین ایمان کو تو صحبت کی جزا فرمایا اور اسلام کو ہمسایہ کی جزا تو جتنا فرق ایمان اور اسلام کی فضیلت مین ہے وہی حق صحبت اور حق ہمسائگی کی بجا آوری کی مشقت مین ہے اسلیے کہ صحبت کے لیے بہت سے حقوق قریبہ متوالیہ بلکہ علی الدوام درکار ہین اور ہمسائگی کے لیے حقوق قریبہ ہوتے ہین مگر کبھی کبھی ہوتے ہین اونکے لیے دوام کی قید نہین - اور منجملہ حقوق زبانی کے ایک تعلیم اور نصیحت ہے کیونکہ علم کی حاجت اپنے دوست کو مال کی ضرورت سے کم نہین جب مال مین اوسکو اپنا شریک کرنا حق الفت ٹھہرا تو علم مین بھی بطریق اولی شریک کرنا چاہیے یعنی اگر تمکو سب علوم سے بہرہ وافی ہے تو چاہیے کہ جو امور دین مین خواہ دنیا مین دوست کے کارآمد اور مفید ہون اوسکو تعلیم کرو اور تمہاری تعلیم کے بعد اگر وہ علم کے موجب کاربند نہو تو تمکو لازم ہے کہ اوسکو نصیحت کرو اسطرح کہ افعال بد کی برائیان اور اونکے ترک کے فوائد اوسکے سامنے ذکر کرو اور جو بات کہ اوسکو دنیا اور آخرت مین بری معلوم ہوتی ہو اوس سے ڈراؤ تاکہ وہ اون حرکات سے باز آوے اور اوسکے عیوب پر اوسکو خبردار کرو اور بری بات کی قباحت اور اچھی بات کی خوبی اوسکے دل مین جما دو مگر چاہیے کہ یہ امور خفیہ تنہائی مین اوس سے کہو تاکہ کسیکو اوسکی اطلاع نہو اسلیے کہ مجمع مین کہنا توبیخ اور فضیحت مین داخل ہے اور تنہائی مین کہنا شفقت اور نصیحت شمار کیا جاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْمُؤمِنُ مِرْاٰۃُ الْمُؤمِنِ اس سے یہ مراد ہے کہ اوسکے باعث سے وہ بات معلوم کر لیتا ہے جو اپنے آپ نہین سوجھتی یعنے ایک ایماندار اپنے دوسرے بھائی کی وجہ سے اپنے عیبون پر مطلع ہو جاتا ہے اگر تنہا ہوتا تو یہ بات حاصل نہوتی جیسے آئینہ سے اپنی ظاہری صورت کے عیب پر واقف ہو جاتا ہے اور بدون آئینہ کے نہین معلوم کر سکتا - اور حضرت امام شافعی رضہ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے بھائی کو خفیہ سمجھا دے وہ اوسکو نصیحت کرتا ہے اور زینت دیتا ہے اور جو اوسکو مجمع مین فہمائش کرے

تو فضیحت کرتا ہی اور عیب لگاتا ہی۔ اور مسعر سی پوچھا گیا کہ جو شخص تمکو تمہاری عیوب بتاوی اوس سی تم محبت کرتی ہو کہ نہین کہا کہ اگر وہ مجکو خود تنہا لیکر نصیحت کری تو البتہ مین اوس سی محبت کرتا ہون اور مجمع مین مجکو فضیحت کرتا ہی تو محبت نہین کرتا ہون اور واقع مین درست کہا اسلیے کہ مجمع مین نصیحت کرنا فضیحت ہی ہی دیکھو قیامت کی دن خدا تعالی اپنی دوستون پر جو عتاب فرماویگا تو اونکو اپنی پناہ کی اندر اور ستاری کے سایہ مین علٰحدہ گناہون پر خفیہ مطلع کریگا اور اوسکا نامہ اعمال مہر لگا ہوا اون فرشتونکو دیگا جو اوسکے ساتھ جنت تک جاینگے جب دروازہ جنت کے قریب پہونچینگی اوس وقت وہ نوشتہ سربند اوسکے حوالہ کرینگے کہ اوسکو پڑھ لی اور جو لوگ مستحق خفگی کے ہین وہ برسر مجمع پکارے جاینگے اور اونکے گناہون کی لیے اونکے اعضا بولین گی جس سی زیادہ تر رسوائی اور فضیحت ہوگی خدا تعالی اوس روز کی رسوائی اور فضیحت سی ہمکو پناہ مین رکھے غرضکہ فضیحت اور نصیحت مین فرق یہی ہی کہ نصیحت تنہائی مین ہوتی ہی اور فضیحت مجمع مین جیسے مدارات اور مداہنت کہ دونون چشم پوشی ہوتی ہین لیکن اگر چشم پوشی اسلیے ہی کہ تمہارا دین سلامت رہی اور بھائی کی اصلاح ہو تب تو مدارات ہی اور اگر اسلیے ہی کہ اپنی نفس کا حظ اور شہوتین حاصل ہون اور جاہ بنا رہی تو اسکا نام مداہنت ہی۔ اور ذوالنون مصری رح فرماتی ہین کہ خدا تعالی سی صحبت موافقت ہی کی ساتھ اختیار کرو اور خلق سی نصیحت ہی کی ساتھ اور نفس سی مخالفت ہی کی ساتھ اور شیطان سی عداوت ہی کی ساتھ۔ اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین نصیحت کے اندر عیوب کا ذکر ہوگا تو اوس سی تو دل کا نفرت لانا ہوا یہ امر حق اخوت مین سی کیسے ہوا تو اسکا جواب یہ ہی کہ متنفر کرنا دل کا اوس عیب کی ذکر سی ہوتا ہی جسکو دوسرا شخص اپنی آپ مین خود جانتا ہی اور جس عیب کو وہ اپنی نفس مین نہین جانتا اوسپر اوسکا آگاہ کرنا عین شفقت اور اوسکے دل کو اپنی طرف مائل کرنا ہی بشرطیکہ عاقل ہو اور بیوقوفون سی ہمکو بحث نہین کیونکہ اگر کوئی حرکت مذموم تم سی ہوگئی یا کوئی بری صفت تم مین ہی اور دوسرا شخص تمکو اوس فعل یا صفت سی آگاہ کردی تو اوسکی مثال ایسی ہوگی جیسے تمہاری کپڑے مین کوئی بچھو یا سانپ ہی اور وہ قصد تمہاری ہلاک کرنیکا رکھتا ہو اور دوسرا شخص تمکو آگاہ کردی تو اب اگر تم اوس شخص کی نصیحت کو برا جانو تو تم سے زیادہ بیوقوف اور کون ہوگا اور ظاہر ہی کہ بری صفتین بھی بچھو اور سانپ ہین اور آخرت مین ہلاک کرنیوالی ہین کیونکہ وہ دلون اور روحون کو کاٹتی ہین اور اونکا درد بہ نسبت دنیا کی سانپ بچھوون کی جو ظاہر بدن کو کاٹتے ہین زیادہ ہین

اور وہ اُس آگ سے پیدا ہین جو دلون کو جھانکتی ہو۔ اور حضرت عمر رضہ عیوب پر آگاہی
کرنے کو ہدیہ فرمایا کرتے اور فرماتے اللہ تعالی رحم کرے اُس شخص پر جو اپنے بھائی کے پاس
اُسکے عیبون کا ہدیہ لیجاوے اور یہین وجہ جب حضرت سلمان آپ کے پاس آئے
تو آپنے اُنسے پوچھا کہ اپنے نزدیک میری بری بات جو تمنے سنی ہو بیان کرو اُنھون نے کہا
کہ اس سے مجکو معاف فرمایئے آپنے اصرار کیا اُنھون نے فرمایا کہ مین نے سنا ہے کہ آپکے پاس دو
لباس ہین ایک دن کو پہنتے ہین اور ایک رات کو اور مین نے سنا ہے کہ آپنے ایک دسترخوان
پر دو سالن جمع کیے حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ انکا فکر مت کرو ان دو باتون کے سوا کچھ اور
سنا ہے اُنھون نے کہا نہین۔ اور حذیفہ مرعشی نے یوسف بن اسباط کو لکھا کہ مین نے سُنا ہے
کہ تمنے اپنا دین دو پیسے کے عوض بیچ ڈالا کہ دودھ والا جو تمھارا آشنا تھا اُس سے مکھن دودھ کو
پوچھا کہ کتنے کا ہے اُسنے کہا کہ چھ پیسے کا تمنے کہا کہ نہین چار پیسے کا اُسنے کہا کہ لیجاؤ تم اپنے
سر پر سے غافلون کا پلہ اُتارو اور خواب غفلت سے جاگو اور جان لو کہ جو شخص قرآن پڑھتا ہے
اور اُسکے سبب سے غنی نہین ہوتا اور دنیا کو اختیار کرتا ہے مجکو ڈر ہے کہ کہین وہ خدا تعالی کی
آیتون سے مسخرہ کرنے والا ہو اور اللہ تعالی نے جھوٹون کا وصف فرمایا ہے کہ اپنے ناصحون
سے بغض رکھتے ہین چنانچہ ارشاد ہے وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ اور یہ صورت اُسی عیب
میں ہے جس سے آدمی غافل ہو لیکن اگر تمکو معلوم ہے کہ وہ اپنی خطا کو جانتا ہے مگر اپنی طبیعت یعنی تم نہین چاہتے بھلا چاہنے والون کو
سے مجبور ہے تو مگر وہ اس گناہ کو چھپاتا ہو تو اُسکی پردہ دری نہ چاہیے اور اگر ظاہر کر کے
مرتکب ہوتا ہو البتہ نصیحت مین نرمی کرنی چاہیے اور کبھی کنایہ سے اور کبھی تصریح سے
ایسی طرح سمجھانا چاہیے کہ اُسکو وحشت نہو اور اگر جانو کہ نصیحت اُس مین اثر نہ کریگی اور
وہ اپنی طبیعت سے مضطر ہے اور یہین وجہ گناہ پر مصر ہو تو اُس سے سکوت کرنا بہتر ہے اور یہ سب
باتین ان امور مین ہین جو دوست کے مقاصد دینی اور دنیوی سے متعلق ہون اور اسیطرح
کے ہون کہ تمھارے حق مین کوتاہی کرنے سے علاقہ رکھتے ہون تو ان مین تحمل کرنا اور درگذر
اور معاف کرنا واجب ہے اُنسے دانستہ چشم پوشی کرنی چاہیے اُنکے لیے اُس سے مزاحمت کرنی
نصیحت کی بات نہین ہان اگر وہ ایسا ہو کہ اُنسے نوبت ترک ملاقات کی
پہونچ جائیگی تو تنہائی مین اُسپر عتاب کر لینا اس سے بہتر ہے کہ اُس سے یاری ترک
کیجاوے اور عتاب بھی کنایۃ کرنا تو خیر کہنے سے بہتر ہوا ور لکھکر اُسکو دے دینا بانسبت کہنے سے

اچھا ہے اور تحمل کرنا سب سے اچھا ہے اسلیے کہ دوستی سے تمھاری یہ غرض ہونی چاہیے کہ تم اسکا بھلا کرو اور اسکا حق ادا کرو اور اسکے قصور پر تحمل کرو یہ نیت نہونی چاہیے کہ اس سے اپنے کام میں مدد لو اور وہ تمھارے ساتھ نرمی کرے غرض کہ نیت اپنے نفس کی اصلاح کی ہونی چاہیے - ابوبکر کتانی کہتے ہیں کہ ایک شخص میری صحبت میں رہنے لگا اور میرے دل پر گران تھا میں نے ایک روز اسکو ایک چیز دے ڈالی تاکہ جو بات میرے دل میں ہے وہ جاتی رہے مگر وہ بات نہ گئی پھر میں نے اسکا ہاتھ پکڑا اور حجرہ میں لیجا کر اس سے کہا کہ اپنا پاؤن میرے گال پر رکھ اُسنے انکار کیا میں نے کہا کہ ضرور رکھنا پڑیگا اُسنے ویسا ہی کیا تب وہ بات میرے دل سے نکلی - اور ابو علی رباطی کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ رازی کے ساتھ ہونا چاہا وہ جنگل میں جایا کرتے تھے انھون فرمایا کہ پہلے یہ ٹھہرا لو کہ حاکم تم ہوگے یا میں میں نے کہا کہ حاکم آپ ہی ہونگے فرمایا کہ پھر تمکو کہنا ماننا ہوگا میں نے کہا بہتر آپ نے پھر ایک تھیلا لے کر اسمین سامان سفر رکھا اور اسکو اپنی پیٹھ پر لاد لیا جب میں آپ سے کہتا کہ یہ بوجھ مجھکو دیدیجیے تو آپ فرماتے کہ میں حاکم ہوں کہ نہیں تمکو میرا کہنا ماننا چاہیے ایک رات ہمکو مینھ نے آلیا آپ کے پاس ایک چادر تھی مجھکو بٹھلا دیا اور صبح تک مجھپر اس چادر کو تانے کھڑے رہے کہ مجھپر پانی نہ پڑے میں اپنے جی میں کہتا تھا کہ کاش میں مر جاتا اور یہ نہ کہتا کہ حاکم تم ہو - **پانچوان حق اخوت** کا یہ ہے کہ دوست کی لغزشون اور خطاؤن کو معاف کرو - اور قصور جسکا دوست مرتکب ہو دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی معصیت کے ارتکاب سے اپنے دین میں کوتاہی کرتا ہے یا خاص تمھارے حق میں کمی کرتا ہے تو جو قصور دین میں کسی گناہ کے مرتکب ہونے یا اسپر اصرار کرنے سے ہو تو اسکے لیے تمکو نصیحت میں ایسی نرمی برتنی چاہیے جس سے اسکی کجی بدل براستی اور ابتری بدل بجمعیت ہو جائے اور اسکے حال میں از سر نو صلاح اور ورع آجائے لیکن اگر یہ بات تمسے نہو سکے اور وہ اصرار کیے جاتا رہے تو ایسے شخص سے دوستی کے باقی رکھنے یا جدائی اختیار کرنے میں صحابہ اور تابعین کا طریق مختلف ہے حضرت ابوذر رضہ کا مذہب تو یہ ہے کہ اس سے جدائی کرنی چاہیے اور فرماتے ہیں کہ جب آدمی کا دوست اپنے پہلے حال سے بدل جائے تو اسکو چاہیے کہ جیسے اچھی حالت کی وجہ سے اس سے محبت کرتا تھا اب بری حالت کے سبب سے اس سے بغض کرے اور انکے نزدیک محبت اور بغض فی اللہ کا مقتضا یہی ہے - اور حضرت ابودردا اور کچھ دوسرے صحابی یہ فرماتے ہیں کہ جب تمھارے بھائی کا احوال بدل جائے اور بحالت سابقہ نہ رہے

تو اسکے سبب سے اُسکو ترک مت کرو کیونکہ آدمی کبھی سیدھا ہوتا ہے کبھی کج ہو جاتا ہے سدا ایک حال پر نہین رہتا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی رح فرماتے ہین کہ اگر تمھارے بھائی نے گناہ کیا ہو تو اُس گناہ کے باعث اُس سے جدائی اور ترک ملاقات مت کرو کہ اسلیے کہ وہ آج گناہ کا مرتکب ہوگا اور کل کو چھوڑ دیگا اور یہ بھی اُنہین کا قول ہے کہ لوگون سے عالم کی لغزش کا ذکر مت کرو اسلیے کہ عالم لغزش کرتا ہے اور پھر اُسکو چھوڑ دیتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ عالم کی لغزش سے ڈرو اور اُس سے ترک ملاقات مت کرو اور توقع کرو کہ وہ اپنی حرکت سے رجوع کریگا اور حضرت عمر رضہ نے ایک شخص سے اخوت کی تھی اور وہ شام کو چلا گیا تھا جب کوئی شخص شام سے آیا تو آپ نے اُس سے پوچھا کہ میرے فلان بھائی کا کیا حال ہے اُسنے عرض کیا کہ وہ آپکا بھائی کیون ہوتا وہ تو شیطان کا بھائی ہے آپ نے فرمایا کہ کیا وجہ اُسنے کہا کہ اُسنے بہت سے گناہ کبیرہ کیے یہانتک کہ شراب مین مبتلا ہوا آپ نے فرمایا کہ جب تم شام کو جاؤ مجھے اطلاع کرنا اور جسوقت وہ جانے لگا تو آپنے ایک پرچہ اُسکو لکھا اسطرح بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ پھر اسکے بعد اُسکو عتاب اور ملامت کیا جب اُس شخص نے یہ مضمون پڑھا رو دیا اور کہا کہ اللہ تعالی نے درست فرمایا اور عمر رضہ نے مجکو نصیحت کی پھر توبہ کی اور اپنی پہلی حالت پر رجوع کیا۔ اور کہتے ہین کہ ایک شخص کسی پر عاشق ہو گیا اسنے اپنے فی اللہ دوست کو اس حال سے اطلاع دی اور کہا کہ بھائی مین تو قصوروار ہو گیا اب اگر تیرا دل میرے ساتھ محبت کرنے کو نہ چاہے تو مت کر اُسنے جواب دیا کہ مین ایسا نہین ہون کہ تیری خطا کی جہت سے بھائی دوستی فسخ کر دون پھر اُس شخص نے اللہ تعالی سے عہد کیا کہ جبتک میرے یار کو اُس خواہش نفسانی سے نہ بچاویگا مین نہ کھاؤنگا اور نہ پیونگا اور بھوکا پیاسا رہنا شروع کیا اور پھر روز دوست سے پوچھ لیتا کہ تمھارا کیا حال ہے وہ یہی کہتا کہ دل اسی بات پر جما ہے اور یہ ماسے غم اور بھوک کے روز بروز گھلتا جاتا تھا یہانتک کہ چالیس روز بے آب و دانہ گذر گئے اب جو اُسنے دوست سے پوچھا تو اُسنے کہا کہ میرے دل سے وہ خواہش نفسانی دور ہوئی غرضکہ اتنے دنون کے بعد کھایا اور پیا حالانکہ دوست کے غم مین قریب مرگ ہو گیا تھا اسی طرح ایک اور حکایت سلف کی دو بھائیون کی ہے کہ ایک راہ راست سے منحرف ہو گیا تو کسی نے دوسرے سے کہا کہ تم اُسکی ملاقات چھوڑ نہین دیتے وہ تو بگڑ گیا اُنھون نے جواب دیا

لۓ اسی وقت مین تو اسکو میری زیادہ ضرورت پڑی ہی ایسے وقت مین کیونکر ترک کرون مین تو
اب اسکا ہاتھ پکڑکے بلاہمت عتاب کرونگا اور پہلی حالت پر رجوع کرنے کو کہونگا شعر
دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست ٭ در پریشان حالی و درماندگی ٭ اور بنی اسرائیل کی حکایت
مین ہی کہ دو بھائی ایک پہاڑ پر عبادت کیا کرتے تھے اُنمین سے ایک گوشت خریدنے کو نیچے
اترا قصاب کی دوکان پر ایک کسبی کو دیکھکر فریفتہ ہوا اور تنہائی مین لیجا کر اس سے ہم بستر ہوا
اور تین روز اُسکے پاس ٹھہرا رہا اور مارے حیا کے اپنے بھائی کے پاس نہ گیا جب اُسکے بھائی نے
تین روز تک اُسکو نہ دیکھا تو شہر مین اترا اور پوچھتے پوچھتے اُسکا سراغ لگایا جاکر دیکھا تو وہ
اُسی کسبی کے پاس بیٹھا ہی دیکھتے ہی اُسکو گلے لگایا اور چومنے چاٹنے لگا اور وہ چونکہ اپنی خطا سے نہایت
شرمندہ تھا اسلیے انکار کرنے لگا کہ مین تمکو پہچانتا ہی نہین پھر دوسرے نے کہا کہ لو بھائی اب
مجکو تمھارا حال اور قصہ معلوم ہوگیا تم جیسے اسوقت مین مجکو عزیز اور محبوب ہو ایسے کسی وقت
مین نہ تھے جب اُس شخص نے دیکھا کہ باوجود اپنی خطا کے مین اسکی نظرون سے نہین گرا تو ہو لیا
اور پھر جیسے تھے ویسے ہوگئے پس کچھ لوگون کا طریقہ خطاوار دوستون سے اس طرح ہوا کرتا ہی
اور یہ طریقہ بہ نسبت حضرت ابوذر رضہ کے طریق کے زیادہ لطیف اور زیادہ فقہ کے مطابق ہی
اس مین بھی شک نہین کہ آپ کا طریق بہتر اور اسلم ہی - اب اگر یہ کہو کہ تمنے اس طریق کو زیادہ
لطیف اور فقہ کے زیادہ موافق کیون کہا معصیت کے مرتکب سے تو ابتداءً ہی اخوت کرنی جائز
نہین تو آخر اس سے علیحدگی واجب ہونی چاہیے اسلیے کہ حکم جب کسی علت سے ثابت ہوتا ہی تو
قیاس یہی ہی کہ اس علت کے دور ہونے سے جاتا رہے اور چونکہ معاملۂ اخوت کی علت دین مین
ایک دوسرے کا معاون ہونا ہی تو ظاہر ہی ارتکاب معصیت سے یہ علت مفقود ہوگی تو اب اخوت
بھی نہ رہنی چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اس طریق کو لطیف کہنے کی وجہ یہ ہی کہ اسمین نرمی اور دل کا
مائل کرنا اور مہربانی پائی جاتی ہی جس سے نوبت گناہ سے رجوع اور توبہ کی پہونچتی ہی کیونکہ صحبت کے
باقی رہنے سے حیا کو پائداری ہوگی اور اگر علیحدگی اور ترک ملاقات ہوگی اور مجرم کو توقع
صحبت کی نہ رہیگی تو گناہ پر اصرار ہمیشہ کریگا - اور فقہ سے زیادہ تر موافق ہونے کی یہ وجہ ہی کہ
اخوت قائم مقام قرابت کے ہوجاتی ہی اور جب منعقد ہوجاتی ہی تو اسکا حق مستحکم ہوجاتا ہی
اور اسکا نباہنا اور اسکے موجب کا رشد ہونا واجب ہوتا ہی اور منجملہ اسکے نباہنے کے یہ ہی
کہ دوست کو ایام حاجت مین نہ چھوڑا جائے اور دین مین حاجت پڑنی بہ نسبت مالی حاجت

سے زیادہ سخت ہی اور ارتکاب گناہ سے وہ ایسی آفت مین مبتلا ہو گیا جسکے سبب سے اُسکو دین مین
حاجت پڑی تو اب ضرور ہی کہ اُسکی رعایت کیجائے اور چھوڑ نہ دینا چاہیے بلکہ ہمیشہ اُسکے ساتھ نرمی برتی جائے
تاکہ جس حادثہ مین وہ پھنس گیا ہی اُس سے نجات پانے پر مدد ملے کہ دوستی مصائب اور حوادث ہی کے
لیے ہوتی ہی اور اس سے بڑی مصیبت کونسی ہوگی جس سے دین مین خلل ہو جب گنہگار کسی پرہیزگار کی صحبت
مین رہتا ہی اور اُسکے خوف اور وظائف کو دیکھتا ہی تو چند روز مین وہ بھی اپنے گناہ سے مُنھ موڑ کر اُسپر
اصرار کرنے سے شرماتا ہی بلکہ سُست آدمی جب کام کے حریص کے ساتھ رہتا ہی تو اُس سے شرماکر خود بھی کام کرنے
کی حرص کرتا ہی جعفر بن سلیمان رح کہتے ہین کہ جب مین عمل مین سستی کرتا ہون تو محمد بن واسع کو دیکھتا ہون
اور اُنکے ہمہ تن طاعت پر متوجہ ہونے کو خیال کرتا ہون تو مجھکو سرور عبادت مین پھر
جون کا تون ہو جاتا ہی اور سُستی دور ہو جاتی ہی اور ایک ہفتہ خوب چست بنا رہتا ہون - اور اسکی
تحقیق یہ ہی کہ دوستی کا سلسلہ مثل نسب کے سلسلہ کے ہی اور معصیت کے سبب سے قریب کو چھوڑنا نہ چاہیے
اور یہی وجہ اللہ تعالی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے اقارب کے باب مین ارشاد فرماتا ہی -
فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ اور یہ ارشاد نہوا کہ مین تمسے بری ہون اسلیے
کہ حق قرابت اور سلسلہ نسب کا ملحوظ رہے - اور اسی کی طرف حضرت ابو درداء نے اشارہ فرمایا یعنے جب
اُنسے کہا گیا کہ تم اپنے فلان بھائی سے بغض نہین رکھتے وہ تو مرتکب فلان فلان حرکات کا ہوا
آپ نے فرمایا کہ مین اسکی حرکات کو بُرا جانتا ہون اور وہ خود تو میرا بھائی ہی - اور دین کی اخوت
قرابت کی اخوت سے زیادہ مستحکم ہوتی ہی اور اسی جہت سے جب کسی حکیم سے یہ سوال ہوا کہ تمھارے نزدیک
بھائی اور دوست مین سے کونسا محبوب تر ہی تو آپنے جواب دیا کہ بھائی سے بھی اُسی صورت مین محبت
کرتا ہون کہ وہ میرا دوست ہو اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ بہت بھائی تمھارے
ایسے ہین جو تمھاری ماں سے نہین پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے کہا گیا ہی کہ قرابت دوستی کی محتاج ہی
اور دوستی کو قرابت کی حاجت نہین - اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ ایک روز
کی دوستی صلہ ہی اور ایک مہینہ کی دوستی قرابت ہی اور ایک سال کی دوستی قرابت قریبہ ہی جو کوئی
اُسکو قطع کریگا اللہ تعالی اُسکو قطع کریگا غرضکہ عقد اخوت منعقد ہونے کے بعد اُسکا نباہنا
واجب ہی اور اسی سے جواب اس بات کا بھی نکل آیا کہ فاسق کے ساتھ ابتداءً مواخات کس لیے
نہین چاہیے یعنے اُسکی وجہ یہی ہی کہ پہلے سے تم اُسکا کوئی حق نہین پس اگر پیشتر سے اُسکا کوئی ساتھ
قرابت ہو تو اُسکے ساتھ بھی ترک ملاقات نہ چاہیے بلکہ اچھی طرح سے پیش آنا چاہیے اور

اسکی دلیل یہی ہے کہ ابتداءً صحبت اور اخوت کا ترک کرنا نہ تو مذموم ہے نہ مکروہ بلکہ یون کہتے ہین کہ تنہائی بہتر ہے لیکن اخوت کو ہمیشہ کے لیے منقطع کرنے سے نہی آئی ہے اور فی نفسہ بُری چیز ہے اور انقطاع اخوت کی نسبت ابتداءً ترک کی طرف ایسی ہے جیسی طلاق کو ہے ترک نکاح کی طرف کہ طلاق ترک نکاح سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بُری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قطع اخوت کے باب مین فرماتے ہین شِرَارُ عِبَادِ اللّٰہِ الْمَشَّاؤُنَ بِالنَّمِیْمَۃِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ الْاَحِبَّۃِ اور بعض اکابر سلف فرماتے ہین کہ شیطان کو یہی منظور ہے کہ تمھارے بھائی سے کوئی ایسی ہی حرکت کرادے تاکہ تم اسکو چھوڑ دو اور ترک ملاقات کرو تو جب تمنے ایسا ہی کیا تو شیطان کی دل چاہتی بات سے کیا چھوڑا اسکے دونون مطلب پورے ہوگئے یعنے جیسا کہ آدمی کو مبتلاء عصیان کرنا شیطان کو محبوب ہے ویسا ہی دوستون مین بگاڑ ہوجانا اسکو پسند ہے تو جب کسی دوست سے خطا ہو جائے اور شیطان کا ایک مطلب پورا ہو تو کیا ضرور ہے کہ دوست سے ترک ملاقات کرکے اپنے دشمن کی دوسری غرض پوری کرین۔ اور جب ایک شخص نے ارتکاب معصیت کیا تھا اور دوسرے نے اسکو گالی دی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوسرے کو جھڑکا اور فرمایا کہ تم اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت بنو یعنے ایک غرض تو اسکی ہوچکی دوسری پوری مت کرو پس اس سب تقریر سے صحبت کے باقی رکھنے اور ابتداءً صحبت نہ کرنے مین فرق معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یون کہہ سکتے ہین کہ فاسقون سے اختلاط کرنا بھی ممنوع ہے اور دوستون سے مفارقت بھی ممنوع ہے تو یہ دونون امر ایک دوسرے کے متعارض ہین اور جو صورت کہ معارض سے خالی ہو وہ ایسی نہین جو اس سے خالی نہو اور ابتداءً ترک اخوت مین کوئی معارض نہین صرف ایک ہی جملہ کی تعمیل ہے کہ فاسقون سے اختلاط ممنوع ہے تو اس صورت مین مناسب یہی ہے کہ انسے مہاجرت اور دور رہنے کو اولیٰ کہا جائے اور صحبت کی بقا مین دونون ایک دوسرے کے معارض ہین مگر حق اخوت کا نباہنا دوسرے کی تاکید کرتا ہے اسلیے وہی اولیٰ ہوگا۔ یہ سب حال دوست کی ان خطاؤن کا ہے جو اسکے دین میں ہون اور جو خطائین کہ خاص دوست کے حق مین ہون اور موجب وحشت و نفرت ہون انمین بالاتفاق حلم کرنا اور معاف کرنا بہتر ہے بلکہ جن باتون کا محل کوئی عمدہ وجہ ہوسکے اور انمین کوئی عذر قریب یا بعید متصور ہو تو انکو اسی پر حمل کرنا مقتضائے عقد اخوت واجب ہے چنانچہ کہتے ہین کہ دوست کو چاہیے کہ اپنے دوست کی خطا کے لیے ستر عذر نکالے اور پھر بھی دل نہ مانے تو اپنے نفس کو ملامت کرے اور کہے کہ تو کتنا سخت دل ہے کہ تیرا یار ستر عذر کرتا ہے اور تو نہین مانتا اس سے معلوم ہوا کہ معیوب تو ہی ہے اسکی خطا نہین پس اگر اسکو اچھا کہنا قبول نہ کرے تو اتنا ہی ہو کہ اگر ہوسکے تو غصہ نہو مگر یہ بات

ل اللہ تعالیٰ کے بندون مین بدتر وہ ہین جو چغلی کرتے پھرین اور دوستون مین جدائی ڈالین

ہو نہ سکیگی کیونکہ حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور غصہ وہ نہو تو وہ گدھا ہی اور جس شخص کو منایا جاوے اور وہ نہ منے تو وہ شیطان ہی پس آدمی کو چاہیے کہ نہ گدھا بنے نہ شیطان بنے بلکہ خود اپنے دوست کا نائب ہوکر اپنے دل کو مناوے اور اس بات سے احتراز کرے کہ درصورت نہ ماننے کے شیطان بنجائے۔ احنف رح فرماتے ہین کہ دوست کا حق یہ ہی کہ اُسکی تین باتون پر تحمل کرو اول غصے کے ظلم پر دوسرے ناز کے ظلم پر تیسرے لغزش کے ظلم پر۔ اور کسی دوسرے نے فرمایا ہی کہ مین نے کبھی کسی کو گالی نہین دی اسلیے کہ اگر مجکو کسی کریم نے بُرا کہا تو ایسے شخص کی خطا معاف کرنے کا مین زیادہ مستحق ہون اور اگر کسی لئیم نے مجکو بُرا کہا تو اُسکی مکافات اسلیے نہ کی کہ اپنی آبرو کو اُسکا نشانہ کیون بناؤن پھر یہ شعر پڑھا ؎

عفو کرتا ہون کریمون کی خطا تا ہووے اجر	گالیان گر دون لئیمون کو تو مجکو عار ہی

اور کسی دوسرے نے ایک قطعہ کہا ہی جسکا مضمون یہ ہی قطعہ

روٹھے ہی دوستون سے گو دن کی زندگی پر	یہ اختلاط باہم تو جان سے غنیمت
مُنہ ما صفا کو سُن لے دَع ما کدر کو کر یاد	گر دوست سے خطا ہو دل مین نہ لا کدورت

اور جب آدمی کا دوست عذر کرے خواہ سچا ہو عذر یا جھوٹا تو اُسکا عذر قبول کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنِ اعْتَذَرَ اِلَیْہِ اَخُوْہُ فَلَمْ یَقْبَلْ عُذْرَہٗ فَعَلَیْہِ مِثْلُ اِثْمِ صَاحِبِ الْمَکْسِ اور دوسری حدیث مین ارشاد فرمایا اَلْمُؤْمِنُ سَرِیْعُ الْغَضَبِ سَرِیْعُ الرِّضَاءِ تو سریع الغضب ارشاد فرمایا یہ نہین فرمایا کہ غصہ کرتا ہی نہین اور اسی طرح اللہ تعالے نے فرمایا اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ یہ نہین فرمایا کہ جنمین غصہ بالکل نہو۔ اور اسکی وجہ یہ ہی کہ عادت کی رو سے یہ امر ممکن نہین کہ انسان کے زخم لگایا جاوے اور اُسکو درد نہ معلوم ہو ہان یہ ہوسکتا ہی کہ اُسپر صبر اور تحمل کرے اور جس طرح کہ زخم سے ایذا ہونی بدن کی طبیعت کا مقتضا ہی اسی طرح اسباب غضب سے درد ہونا دل کی طبیعت کا مقتضا ہی تو یہ ہوسکتا ہی کہ غصہ کو پی جاوے اور اُسپر تحمل کیا جاوے اور اُسکے مقتضا کے خلاف عمل کیا جاوے یعنے غصہ کا اقتضا یہ ہوتا ہی کہ دوسرے سے بدلہ لیجیے تو عوض کا ترک کرنا ہوسکتا ہی مگر یہ ممکن نہین کہ اسکو دل سے بالکل نکال ڈالا جاوے کیونکہ سرشت کا بدلنا ممکن نہین اور کسی شاعر نے کہا ہی ؎

ترک الفت دوستون سے جرم پر کرتے ہو تم	پھر بتاؤ وہ کہان ہی جو خطا کرتا نہین

اور ابو سلیمان دارانی رح نے احمد بن ابی الحواری سے فرمایا کہ اگر اس زمانہ مین تم کسی سے اخوت کرو

تو چاہیے کہ جو بات تمکو اُس سے بُری معلوم ہو اُسپر اُسکو عتاب مت کرو ورنہ یہ خوف ہی کہ جواب میں تم وہ بات دیکھو کہ پہلے سے بھی بدتر ہو احمد کہتے ہین کہ مین نے اس امر کا امتحان کیا تو ویسا ہی پایا جیسا آپ نے ارشاد کیا تھا اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ دوست کی خطا پر صبر کرنا اُسپر عتاب کرنے سے اچھا ہی اور عتاب کرنا ترک ملاقات کی نسبت کہ بہتر ہی اور ترک ملاقات غیبت کی نسبت کہ بہتر ہی اور چاہیے کہ غیبت کرنے کے وقت بغض مین مبالغہ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَحْبِبْ حَبِيْبَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا وَاَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ نہ دوستی ہی اتنی کرو کہ افراط کو پہونچے اور نہ بغض اس درجہ کو ہو کہ اپنے ساتھی کا تلف ہو جانا چاہو۔ چھٹا حق اخوت کا یہ ہی کہ اپنے دوست کے لیے اُسکی زندگی مین اور اُسکے مرنے کے بعد وہ دعا مانگے جو اپنے لیے محبوب جانتا ہو اسی طرح اُسکے گھر والون اور متعلقون کے حق مین دعا مانگے اور اُسکے لیے اور اپنے لیے دعا مانگنے مین فرق نہ کرے جس طرح اپنے لیے مانگے اسی طرح اُسکے لیے مانگے کیونکہ واقع مین اُسکے لیے دعا مانگنی اپنے ہی لیے دعا مانگنی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِذَا دَعَا الرَّجُلُ لِاَخِيْهِ بِظَهْرِ الْغَيْبِ قَالَ الْمَلَكُ وَلَكَ مِثْلُ ذٰلِكَ اور ایک روایت مین قال الملک کی جگہ یہ مضمون ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ مین تجھسے شروع کرونگا یعنے اس دعا کو اول تیرے حق مین قبول کرونگا اور ایک حدیث مین ارشاد ہی کہ آدمی کی دعا اُسکے بھائی کے حق مین اسقدر قبول ہوتی ہی کہ خود اُسکے حق مین نہین ہوتی اور ایک حدیث مین یہ ارشاد ہی دَعْوَةُ الرَّجُلِ لِاَخِيْهِ فِي الْغَيْبِ لَا تُرَدُّ اور حضرت ابو درداء رضہ فرمایا کرتے تھے کہ مین اپنے ستر بھائیون کے لیے سجدہ مین دعا مانگا کرتا ہون سب کے نام لے لے کر۔ اور محمد بن یوسف اصفہانی فرماتے کہ نیک بخت دوست جیسا آدمی کہان ملے کہ تمھارے مرنے کے بعد گھر والے تو تمھارا ترکہ بانٹین اور جو کچھ تمنے چھوڑا ہو اُس سے چین اُڑائین اور صرف یہ تنہا تمھارا غم کرے اور تمھارے اعمال گذشتہ اور احوال آئندہ کا اُسکو تردد ہو رات کی تاریکی مین تمھارے لیے دعا مانگے اور تم مٹی کے ڈھیر کے نیچے ہو گویا کہ وہ اس باب مین فرشتون کا اقتدا کرتا ہی چنانچہ حدیث مین ہی کہ جب آدمی مرتا ہی تو لوگ کہتے ہین کہ پیچھے کیا چھوڑا اور فرشتے کہتے ہین کہ آگے کیا بھیجا اعمال گذشتہ اچھے ہوتے ہین تو خوش ہوتے ہین اور اُسکا حال پوچھتے ہین اور اُسکی سفارش کرتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ جس شخص کو اپنے دوست کے مرنے کی خبر پہونچے اور وہ اُسپر رحمت بھیجے اور اسکے لیے مغفرت کرے تو ایسا لکھا جاویگا کہ گویا اُسکے جنازہ پر حاضر تھا اور اُسکی نماز پڑھی تھی اور یہ روایت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ مردہ کا حال اپنی قبر مین ڈوبتے کا سا حال ہے جو سب چیز کا سہارا
چاہتا ہے مردہ بھی اپنے بیٹے یا باپ یا بھائی یا قریب کی دعا کا منتظر رہتا ہے اور مردون کی قبرون
زندون کی دعا سے نور پہاڑون کے برابر آجاتے ہین - اور بعض سلف کا قول ہے کہ مردون کے
حق مین دعا ایسی ہے جیسے زندون کے حق مین ہدایا کہ ایک فرشتہ دعا کو ایک نور کے طباق مین رکھکر
اور اسپر رومال نور کا ڈھانپکر مردہ کے پاس لیجاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ ہدیہ تیرے فلان دوست نے یا تیرے
فلان رشتہ دار نے بھیجا ہے تو مردہ اس سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے زندہ ہدیہ سے خوش ہوتا ہے
ساتوان حق اخوت کا وفا اور اخلاص ہے وفا کے معنے یہ ہین کہ دوست کی زندگی تک اسکی
دوستی پر ثابت اور قائم رہے اور اسکے مرنے کے بعد اسکی اولاد اور دوستون اور اقارب سے یہی معاملہ
رکھے اسلیے کہ دوستی سے غرض یہ ہوتی ہے کہ آخرت مین کام آوے پس اگر مرنے کے پیشتر ہی جاتی رہے
تو اتنی صحبت اور سعی بیکار ہو جائے اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سات شخصون کے
ذکر مین جنکو خداے تعالی اپنے سایہ مین جگہ دیگا فرمایا اور دو شخص وہ ہین جنھون نے باہم محبت فی اللہ
کی اسی پر اکٹھے رہے اور اسی پر جدا ہوئے - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ وفات کے بعد تھوڑی سی
وفا بھی زندگی کی حالت مین بہت سی وفا سے بہتر ہے اور یہی وجہ مرضی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑھیا کی تعظیم کی جو آپکے پاس آئی تھی آپ سے جو اسکا حال پوچھا گیا تو فرمایا
کہ یہ ہمارے پاس خدیجہ رضہ کے وقت مین آیا کرتی تھی اور پہلے وقت کو نہ بھولنا دین کی بات ہے
غرضکہ دوست کی دوستی نباہنے مین یہ بھی ہے کہ اسکے تمام دوستون اور قریبون اور متعلقون کی رعایت
کرے اور انکی مراعات کا اثر دوست کے دل مین بہ نسبت اسکے خود کی مراعات کے زیادہ ہوتا ہے اسلیے کہ وہ خود
اپنے متعلقین کے تفقد سے زیادہ خوش ہوتا ہے علاوہ اسکے شفقت اور محبت کا زور اسی وقت معلوم ہوتا ہے
کہ محبوب سے تجاوز کر کے متعلقون تک پہونچے یہانتک کہ اسکے دروازہ کے کتے کو بھی اور کتون پر دل مین ترجیح ہو - اور
اگر دوام محبت کا نباہنا منقطع ہو جائیگا تو شیطان کی بن پڑیگی کیونکہ اسکو جتنی حسد دو فی اللہ دوستون سے
اتنی ان دو شخصون سے نہین جو کسی اچھے کام مین ایکدوسرے کی مدد کرین اور وہ ہمیشہ اسی تاک مین رہتا ہے
کہ دو دوستون مین بگاڑ کر دے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ الشَّيْطَانَ
يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ اور حضرت یوسف کے حال مین ارشاد فرماتا ہے وَقَدْ أَحْسَنَ بِي إِذْ
أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُمْ مِنَ الْبَدْوِ مِنْ بَعْدِ أَنْ نَزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي
اور کہتے ہین کہ جب دو شخص فی اللہ محبت کرتے ہین تو انمین جدائی کی کوئی صورت نہین

بجز اسکے کہ اُس سے کوئی گناہ کا مرتکب ہو- اور بشر رح فرمایا کرتے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی طاعت مین قصور کرتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُس سے اُسکے انیس کو چھین لیتا ہی اسلیے کہ دوستون کے باعث دل کے تردد دفع ہوتے مین اور دین پر مدد ملتی ہی- اور اسی وجہ سے حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ سب چیزون مین لذیذتر دوستون کے ساتھ بیٹھنا اور کفایت کی جانب رجوع کرنا ہی اور محبت اسکو کہتے ہین جو فی اللہ ہو اور جو کسی مطلب کے لیے ہوتی ہی وہ اس مطلب کے زائل ہونے کے بعد جاتی رہتی ہی اور محبت فی اللہ کا ایک ثمرہ یہ ہی کہ اُس مین نہ دین کے باب مین حسد ہو نہ دنیا کے باب مین اور حسد کی وجہ کیا ہی کیونکہ جو کچھ دوست کا ہی اُسکا فائدہ دوسرے دوست کو پہونچتا ہی اور اللہ تعالیٰ نے فی اللہ دوستون کو اسی وصف سے یاد فرمایا وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اور حاجت کا پایا جانا ہی حسد ہی- اور وفا محبت سے ایک یہ بات ہی کہ دوست کی خاطرداری مین اپنا حال نہ بدلے گو کسی بلند مرتبہ پر خود پہونچ جائے اور اگر جاہ و حشمت کے زیادہ ہونے سے دوستون پر برتری کریگا تو پاجی پن ہی کسی شاعر نے کہا ہی

طالع کی یاوری سے جو خوش وقت ہون کریم	کرتے ہین مفلسی کے جلیسون کو اپنے یاد

اور کسی بزرگ نے اپنے لڑکے کو وصیت کی کہ بیٹا لوگون مین سے کسی سے صحبت مت اختیار کرنا مگر جسمین یہ صفات ہون کہ جب تجکو اسکی طرف حاجت ہو تو وہ تجھسے قریب ہو اور اگر تو اسکی پروا نہ رکھتا ہو تو تجھسے طمع نہ کرے اور اگر اسکا مرتبہ بڑھ جاوے تو تجھپر برتری نہ کرے- اور کسی حکیم کا قول ہی کہ جب تمھارا کوئی دوست کہین کا حاکم ہو جاوے اور اپنی حکومت مین تمھارے ساتھ پہلے کی نسبت کو آدھی ہی دوستی رکھے تو بہت ہی اور ربیع نقل کرتے ہین کہ حضرت امام شافعی رح نے بغداد مین کسی شخص سے دوستی کی تھی چند روز کے بعد وہ شخص سیبین کا حاکم ہوگیا اور اُسکا حال سابق کی طرح پر نہ رہا تو امام شافعی رح نے اُسکے پاس یہ مضمون اشعار مین لکھکر بھیج دیا

قطعہ

جا تری الفت کو دے دی میرے دل نے اک طلاق	ہی ہمیشہ کو و لے بائن نہین اب تک ہوئی
بازآ اپنی خصلت سے تو ہی یہ ایک بس	اور آئندہ کو الفت آپ کی دو پر رہی
ورنہ تو کر دون اسکو جفت اُس جیسی ملا	دو طلاقون سے پڑے الفت یہ پھر آفت نئی
اور اگر مین تین قطعی دیدین تو یہ جان لو	کچھ نہ کام آوے گی تمکو سلطنت سیبین کی

اور یاد رکھو کہ جو امر حق متعلق بدین ہو اسکے خلاف پر دوست کی موافقت کرنی داخل وفا نہین بلکہ مقتضائے وفا یہ ہی کہ ایسی صورت مین اُسکی مرضی کے خلاف کرے چنانچہ امام شافعی رض نے

محمد بن عبد الحکم سے دوستی کی تھی اور اُنکو اپنا مقرب بنا یا تھا اور توجہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مصر مین میرے ٹھیرنے کا باعث بجز اس شخص کے اور کوئی نہین ایک بار وہ بیمار پڑے اور امام شافعی اُنکی عیادت کو تشریف لے گئے تو اُنھون نے اس مضمون کا قطعہ پڑھا قطعہ

دوست بیمار ہوا مین جو عیادت کو گیا	اُسکی بیماری کے ڈر سے مجھے آزار ہوا
پھر جو وہ آیا عیادت کو مرے بالین پر	اُسکا دیدار مجھے ہو گیا معجون شفا

اور لوگون کو اُنکے صدق مودت سے یہ گمان غالب تھا کہ امام صاحب بعد اپنی وفات کے حلقہ کا امر اُنکے سپرد کر دینگے مگر جب امام صاحب کو مرض موت ہوا تو لوگون نے پوچھا کہ آپکے بعد ہم کس کے پاس بیٹھین گے محمد بن عبد الحکم آپ کے سرہانے موجود تھے اُنکو یہ توقع ہوئی کہ مجکو اشارہ فرمائینگے لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ سبحان اللہ ابو یعقوب بویطی کے سوا اور کون بیٹھیگا اس مین کیا تردد ہے اس بات سے محمد بن عبد الحکم کچھ کبیدہ خاطر ہوئے اور امام صاحب کے شاگرد بویطی کی طرف مائل ہو گئے پس باوجودیکہ محمد بن عبد الحکم نے تمام مذہب امام صاحب کا اُن سے یاد کیا تھا مگر چونکہ بویطی محمد بن عبد الحکم سے افضل اور قریب بزہد تھے اسلیے امام صاحب نے مسلمانون کی خیر خواہی خدا تعالی کے واسطے کی اور مداہنت کو بالاے طاق رکھا اور دوست کی رضا کو اللہ تعالی کی رضا پر ترجیح نہ دی جب آپ کا انتقال ہو گیا تو محمد بن عبد الحکم نے آپ کا مذہب ترک کر کے اپنے باپ کا مذہب اختیار کیا اور امام مالک کی کتابین پڑھین اور اس مذہب مین بڑے رتبہ کا شخص ہوا اور بویطی نے زہد اور گمنامی کو پسند کیا اور یہ اچھا نہ سمجھا کہ سب کے ساتھ حلقہ مین بیٹھے اور عبادت مین مشغول ہوئے اور کتاب اُم تصنیف کی جو اب ربیع بن سلیمان کی طرف منسوب و معروف ہے واقع مین بنائی ہوئی بویطی کی ہے مگر اُنھون نے اسمین اپنا نام نہین لکھا بعد کو ربیع نے اُسمین کچھ زیادہ کیا اور تصرف کر کے مشہور کیا غرضکہ کمال محبت کی وفا کا ایک یہ ہے کہ خیر خواہی خدا واسطے کی ہو احنف فرماتی ہین کہ محبت ایک جوہر ہے کہ اگر اُسکی حفاظت نہ کرو تو آفت مین جا ڈالے تو اُسکی حفاظت کے لیے غصہ کو اتنا ہو کہ اگر کوئی دوست تم پر ستم کرے تو اُسکے سامنے خود عذر کرو اور رضا اس درجہ کی اختیار کرو کہ اپنے نفس مین فضیلت جانو نہ دوست کی طرف سے تقصیر اور صدق اور اخلاص اور وفاے کامل کی علامت ایک یہ ہے کہ اُسکی جدائی اور فراق نہایت شاق گذرے اور مضطرب کر دے جیسا کسی نے کہا ہے

۵ جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہو	یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بھی نصیب نہو

ابن عیینہ کے سامنے جب اس مضمون کا شعر پڑھا گیا تو اُنھون نے فرمایا کہ مین کچھ لوگون کے ساتھ

رہا ہون کہ تیس برس سے اُنسے جدا ہو گیا ہون میرے خیال مین کبھی نہین آتا کہ اُنکی حسرت میرے دل سے جاتی رہی ہو۔ اور ایک وفا کی بات یہ ہے کہ دوست کے حق مین لوگون کی شکایت نہ سنے خصوص ایسے لوگون سے کہ پہلے تو ظاہر کرین کہ ہم فلان شخص کے دوست ہین اور پھر اُسکی طرف سے ایسی باتین کہین جس سے دلون مین کینہ پیدا ہو اور یہ بڑی باریک تدبیر آپس مین پھوٹ ڈالنے کی ہے کہ اول اظہار دوستی کا کرین تاکہ سامع کے گمان مین متہم نہ ٹھہرین اور آخر کو یہ گل کھلا دین اور جو شخص دوستی مین اس امر سے احتراز نہین کرتا اور دوست کے حق مین چغلی سنتا ہے تو اُسکی دوستی ہمیشہ نہین رہتی۔ کسی شخص نے ایک حکیم سے کہا کہ مین آپ سے دوستی کیا چاہتا ہون اُسنے جواب دیا کہ تین باتین منظور کرو تو مین دوستی کرونگا اول تو یہ کہ میری شکایت نہ سننا دوسرے یہ کہ میرے کہنے کے خلاف مت کرنا تیسرے یہ کہ ناز و نخرے سے مجھے پامال مت کرنا۔ اور ایک وفا کی بات یہ ہے کہ دوست کے دشمن سے دوستی نہ کرے امام شافعی رحمہ فرماتے ہین کہ جب تمہارا دوست تمھارے دشمن کا مطیع ہو گیا تو دونون تمہاری عداوت مین شریک ہو گئے آٹھوان حق اخوت کا یہ ہے کہ دوست کو تکلیف نہ دے اور اُس سے تکلف نہ کرے یعنے اُسپر اپنا کوئی بوجھ نہ ڈالے اور ایسی فرمایش نہ کرے جس سے اُسکو مشقت ہو تو اُسکی جاہ و مال سے مدد کی درخواست نکرے اور نہ یہ کہے کہ ہماری تواضع اور خبرگیری کیا کرو اور ہمارے حقوق ادا کرو بلکہ اُسکی دوستی سے سواے خداے تعالی کے اور کوئی مقصود نہ رکھے اور یہی سمجھے کہ اُسکی دعا سے برکت ہوگی اور ملاقات سے جی خوش ہوگا اور دین پر مدد ملیگی اور اُسکا کوئی کام اگر ہم کر دینگے اور بوجھ ہلکا کر دینگے تو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل ہوگی بعض اکابر کا قول ہے کہ جو کوئی دوستون سے ایسی چیز کی خواہش کرے جسکی خواہش وہ اُس سے نہ کرین تب تو اُنپر ظلم کرتا ہے اور جو شخص ویسی ہی چیز کی خواہش کرے جو وہ کرتے ہین تو اُنپر مشقت ڈالتا ہے اور جو کوئی کچھ درخواست اُنسے نہین کرتا تو وہ اُنسے سلوک کرتا ہے۔ اور کسی حکیم کا قول ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو دوستون مین اپنی قدر سے زیادہ رکھے تو خود بھی گنہگار ہوگا اور وہ بھی گنہگار ہونگے اور جو کوئی اپنی ہستی کے موافق ہی اُنسے رہیگا تو خود مشقت اُٹھائیگا اور اُنکو مشقت مین ڈالیگا اور جو کوئی اپنی قدر سے کم ہوکر اُنمین رہیگا تو اپنے آپ اور وہ سب آرام سے رہینگے اور زیادہ تر ہلکا پھلکا رہنے کی صورت یہ ہے کہ تکلف کو ترک کرے حتی کہ جس بات مین اپنے نفس سے نہ شرماوے اُسمین دوست سے بھی حیا نکرے اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ فی اللہ محبت کرنے والے اگر ایک دوسرے سے وحشت یا حیا کرتے ہین تو دونون مین سے کسی مین روگ ضرور ہوتا ہے۔ اور حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہین کہ دوستون مین سے بدتر وہ ہے جو تیرے لیے تکلف کرے

اوسکی مدارات بجالو کرنی پڑے اور نہ ہو سکے تو عذر کرنیکی ضرورت ہو اور فضیل رح فرماتے ہین کہ آدمی مین
پھوٹ تکلف ہی سے ہوتی ہے ایک شخص دوسرے کے پاس جاتا ہے اور وہ اوسکے لیے تکلف کرتا ہے اور یہی تکلف
باعث ترک ملاقات ہو جاتا ہے - اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایماندار اہل ایمان کا بھائی ہے
کہ نہ اوسکو لوٹتا ہے اور نہ اوس سے تکلف کرتا ہے - اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ صوفیہ کرام کے
چار طبقون کے ساتھ مین رہا ہون ہر طبقہ مین تیس شخصون سے صحبت رہی یعنے حارث محاسبی اور
اونکا گروہ اور حسن مسوحی اور اونکی جماعت اور سری سقطی اور اونکا طبقہ اور ابن کریبی اور اونکے
ہمراہی ان لوگون مین سے جن دو شخصون نے باہم محبت کی اور ایک نے دوسرے سے وحشت اور تکلف کیا
تو اوسکی وجہ یہی ہوئی ہے کہ دونون مین سے کسی مین کچھ علت تھی - اور کسی شخص سے سوال ہوا کہ صحبت
کس سے کیجائے جواب دیا کہ جو شخص تم سے تکلف کا بار دور کردے اور حیا کی مشقت باہم ساقط کرے -
اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ سب مین بھاری میرے دوستون مین سے
مجھپر وہ ہے جو میرے لیے تکلف کرتا ہے اور مین اوس سے شرماتا ہون اور سب سے ہلکا مجھپر وہ ہے جسکے ساتھ
مین ایسی طرح رہتا ہون جیسا تنہا رہتا ہون اور کسی صوفی کا قول ہے کہ لوگون مین سے ایسے ہی کے
ساتھ رہا کرو کہ اگر نیکی کرو تو اوسکی نظرون مین زیادہ نہو اور گناہ کرو تو اوسکے نزدیک کم نہ ہو
دونون حال مین اوسکے نزدیک برابر ہو نیکی کرو تو اپنے لیے اور گناہ کرو تو اپنے لیے - اور یہ اسلیے کہا
کہ اس سے تکلف اور حیا سے نجات ہو جاتی ہے ورنہ جب آدمی کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلان بات دوسرے
کی نظرون مین اتر جاویگی تو طبیعت مین حیا اور رکاو آجاتا ہے - اور بعضون نے فرمایا ہے
کہ دنیاوارون کے ساتھ ادب سے رہنا چاہیے اور آخرت والون کے ساتھ علم سے اور عارفون کے ساتھ
جیسے چاہو رہو - اور کسی اور شخص نے کہا ہے کہ صحبت ایسے ہی کی اختیار کرو کہ اگر گناہ تم کرو تو وہ تمہاری
طرف سے توبہ کرے اور اوسکے ساتھ برائی کرو تو اولٹا عذر تم سے کرے اور تمہاری مشقت کو خود اوٹھالے
اور اپنی مشقت تمپر نہ ڈالے - اس قول کے کہنے والے نے دوستی کی راہ لوگون پر تنگ کردی واقع مین
یون نہین ہے بلکہ یون چاہیے کہ ہر دیندار عاقل سے دوستی کرے اور خود نیت کرے کہ ان شرطون کو
اوسکے ساتھ ادا کرے اور اوسکو تکلیف ان شرائط کی نہ دے تاکہ بہت سے دوست ہو جائین کیونکہ
اس صورت مین محبت فی اللہ ہوگی اور اگر دوسرے سے توقع اون امور کی کریگا تو محبت صرف
اپنے نفس کے فائدون کے لیے ہوگی اور یہین جہت حضرت جنید رح سے کسی نے کہا کہ اس زمانہ مین دوست
کمیاب ہین فی اللہ دوست کہان ہے آپنے اوس سے اعراض کیا اوسنے تین بار یہی کہا جب

جب بہت اصرار کیا تو آپنے فرمایا کہ اگر ایسا دوست چاہتے ہو کہ تمکو مشقت سے بچاوے اور تمہاری تکلیف اپنے سر پر رکھے تب تو البتہ کم ہے اور اگر ایسا دوست فی اللہ چاہتے ہو کہ تم اوسکی خدمت کرو اور اگر وہ تکلیف دے تو صبر کرو تو میرے پاس اس قسم کے بہت لوگ ہین جس سے چاہو محبت کر لو وہ شخص خاموش ہو رہا۔ اب جاننا چاہیے کہ آدمی تین طرح کے ہین ایک تو وہ ہے کہ جسکی صحبت سے تمکو فائدہ ہو دوسرا وہ کہ اوسکو تم کچھ فائدہ دے سکتے ہو اور اوس سے تمکو کچھ ضرر نہو تیسرا وہ کہ اوسکو تم فائدہ بھی نہ پہونچا سکو اور اوسکی صحبت سے تمکو ضرر بھی ہو تو ایسا شخص احمق بدخلق ہے اوسکی صحبت سے تمکو احتراز چاہیے اور دوسری قسم کے آدمی سے اجتناب مت کرو کیونکہ دنیا مین اگر اوس سے کوئی نفع نہین تو آخرت مین تو فائدہ ہوگا کہ اوسکی سفارش اور دعا اور اوسکی خدمت کرنیکا ثواب تمکو ملیگا اور تیسری قسم کا شخص ہر حال قابل صحبت ہے۔ اور اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اگر تو میرا کہنا مانے تو میرے بہت سے دوست ہو جاوین یعنے اگر اونکی غمخواری کرو اور اونکی ایذا کو برداشت کرو اور اون پر حسد نکرو تو یار بنجاینگے۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ مین نے لوگون سے پچاس برس صحبت اختیار کی کبھی مجھ مین اور اون مین جھگڑا نہوا اسلیے کہ مین اونکے ساتھ اپنے بھروسے پر رہا کسی پر بار نڈالا اور جسکی یہ عادت ہوگی اوسکے بہت دوست ہو جائینگے۔ اور ترک تکلف کی ایک بات یہ ہے کہ نفل عبادتو مین دوست کا مزاحم اور معترض نہو کچھ صوفی اس شرط پر ایک دوسرے کی اخوت کرتے تھے کہ چار باتو مین یکسان رہنا اول یہ کہ ہمیشہ اگر ایک روزہ رکھے تو دوسرا یہ نکہے کہ افطار کر دوم یہ کہ اگر ہمیشہ افطار کرے تو یہ نکہے کہ روزہ رکھ سوم یہ کہ ساری رات سوئے تو یہ نکہے کہ اٹھ چہارم یہ کہ تمام شب جاگے تو سونے کو نکہے اور یہ چارون حالتین برابر ہین کسی مین اخوت کی کمی بیشی نہو اسلیے کہ اگر انمین تفاوت ہوتا ہے تو طبیعت ریا اور رکاوٹ کی طرف جنبش بالضرور کرتی ہے۔ اور کہتے ہین کہ جسکی کلفت گئی اوسکی الفت دائمی ہوئی اور جسکا کھڑاگ کم ہوا اوسکی دوستی ہمیشہ رہی۔ اور کسی صحابیؓ کا قول ہے کہ اللہ تعالی نے تکلف کرنیوالون پر لعنت فرمائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین أَنَا وَالْأَتْقِيَاءُ مِنْ أُمَّتِي بُرَآءُ مِنَ التَّكَلُّفِ۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جس شخص نے اپنے دوست کے گھر چار باتین کین اوسکا انس اوس سے کامل ہو گیا اول اوسکے یہان کھانا کھائے دوم بیت الخلا مین جاوے سوم نماز پڑھے چہارم سو رہے ان باتون کا ذکر کسی بزرگ کے سامنے ہوا او نھون نے فرمایا کہ پانچوین بات رہگئی وہ یہ ہے کہ اگر اپنی بی بی کے ساتھ اوسکے گھر جاوے تو اوسکی کوٹھری مین اوس سے ہم بستر ہو اسلیے کہ گھر انھین پانچ کیلیے تو بنائے ہین

ع ... دار قطنی در افراد ... زبیر بن عوام بالفاظ دیگر بسند ضعیف

بنایا کرتے ہین ورنہ عابدون کی عبادت کیلیے تو مسجدون مین زیادہ آرام ہوتا ہے جب یہ باتین دوست کے گھر مین ہوئین تو اب خوت کامل اور تکلف زائل اور بے تکلفی حاصل ہوئی اور عرب کے لوگ جو سلام کا جواب دیتے ہین اور کہتے ہین مرحبا اور اہلا اور سہلا تو اسمین انھین امور کی طرف اشارہ ہے اسلیے کہ اول لفظ کے معنے ہین کہ تمہارے لیے ہمارے دل اور مکان مین جگہ وسعت ہے اور دوسرے لفظ کے معنے ہین کہ یہ گھر تمہارا ہے یہان تمہارا دل لگیگا کسی طرح ہمسے تمکو وحشت نہو گی اور تیسرے لفظ سے یہ مراد ہے کہ ان سب باتون مین تمپر آسانی ہے جو تم چاہو گے ہمپر گران نہ گذریگا اور آسانی اور ترک تکلف اسی بات سے پورا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو اپنے دوستون سے کم سمجھے اور اونپر اچھا گمان کرے اور اپنے نفس پر بدگمان رہے تو جب ونکو اپنے آپ سے بہتر جانیگا تو واقع مین سب سے اچھا آپ ہوگا ابو معاویہ اسود نے فرمایا کہ میرے یار سب مجھسے بہتر ہین لوگون نے پوچھا کہ کیسے ہے فرمایا کہ ہر ایک مجکو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہے اور جو شخص مجکو اپنے اوپر فضیلت دے وہ مجھسے اچھا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اور جو شخص کہ تیرے لیے وہ بات تجویز نکرے جو اپنے لیے کرتا ہے اوسکی صحبت مین کچھ خیر نہین۔ اور نظر مساوات سے دوست کو دیکھنا ادنی درجہ ہے اور کامل درجہ اسی مین ہے کہ دوست کو افضل جانے اور ہمین وجہ حضرت سفیان نے فرمایا ہے کہ جب کوئی تجکو کہے کہ اے بدترین خلق اور تو غصہ ہووے تو اس صورت مین تو بدترین خلق ہے یعنے اپنے بدتر ہونیکا اعتقاد ہمیشہ اپنے دل مین ہونا چاہیے اور باب کبر و عجب جلد سوم مین اسکی وجہ مذکور ہوگی اور کسی شخص نے اپنے انکسار اور دوستونکو افضل جاننے کے بابمین قطعہ کہا ہے

قطعہ
ایسے شخصون سے کرو ہم تواضع اختیار
جو تمھین احمق نجانین بلکہ سمجھین ہو لئیق
اور جو سب دوستون سے آپ کو سمجھے بڑا
ایکساعت کے لیے بھی تم نہو اوسکے رفیق

اور دوسرے نے اسی باب مین یہ کہا ہے قطعہ
معرفت یارون کے ہمکو یار کچھ ایسے ملے
جنکے باعث ہم ملے اونسے بھی کامل تر ہوئے
اور کچھ یارون کو ہمنے راہ مین دیکھا فقط
لیک یاران حقیقی سے بھی وہ بڑھکر ہوئے

اور جب اپنے آپ کو بہتر سمجھیگا تو اپنے دوست کو حقیر جانیگا حالانکہ حقارت عام مسلمانون کی بھی بری ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یَحْقِرَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ اور ایک نے جو انبساط اور ترک تکلف کی یہ ہے کہ اپنے سب مقاصد مین دوستون سے مشورہ کیا کرے اور اونکی صلاح مانا کرے اللہ تعالی فرماتا ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ اور اپنا راز اونسے

کوئی نہ چھپانا چاہیے چنانچہ مولنا یعقوب کرخی کہتے ہین کہ ہود بن سالم میری چچا حضرت معروف کرخی کے دوست تھے ایکبار اونسے اکر یہ کہا کہ بشر بن حارث آپسے عقد محبت چاہتے ہین اور یہ بھی بالمشافہ کہتے ہوئے شرماتے ہین اسلیے مجکو بھیجا ہے کہ آپسے اونکی یہ التجا ہے کہ آپ عقد محبت اونسے کرین اسطرح کہ آپ جانین یا وہ اور محبت اسطرح کی ہو جسکو وہ باعث ثواب جانین اور قابل اعتبار مانین اور اوسمین وہ چند شرطین کرتے ہین ایک تو کہ معاملہ محبت مشہور نہو دوسری یہ کہ اونکے اور آپکے درمیان رسم زیارت اور طریق ملاقات جاری نہو کہ اونکو بہت ملاقات اچھی نہین معلوم ہوتی حضرت معروف رح نے ارشاد فرمایا کہ برادر مین تو یہ حال ہے کہ جب کسی سے محبت کرتا ہون تو رات دن اوسکی جدائی نہین چاہتا ہون اور ہر وقت اوسکی زیارت کیا کرتا ہون اور ہر حال مین اوسکو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہون پھر آپنے اخوت کی فضیلت مین بہت سی حدیثین بیان فرمائین اور اثنائے تقریر مین فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضی رض کے ساتھ اخوت کی تو اونکو علم مین شریک کیا اور قربانی کے اونٹ اونکو بانٹ دیے اور جو لڑکی کہ سب مین افضل اور محبوب تر تھی وہ اونکو بیاہ دی اور اسکی وجہ صرف اخوت ہی تھی اور چونکہ بشر رح کی درخواست تم لیکر آئے ہو اسلیے مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے اور اونکے درمیان عقد اخوت فی اللہ اس شرط پر کیا کہ اگر اونکو ملنا ناپسند ہو تو وہ میری ملنے کو نہ آوین مگر میرا جب دل چاہیگا مین اونکے دیکھنے کو جاونگا اور مین اونکو کہہ دیتا ہون کہ جن جگہون مین ہم دونون مجتمع ہون اون مین مجھسے ملا کرین اور یہ اجازت دیتا ہون کہ کوئی بھید اپنا مجھ سے نہ چھپاوین اور اپنے سب حالات پر مجکو واقف کرین پھر ابن سالم نے یہ سب تقریر بشر رح سے جا کر کہی وہ خوش ہوئے اور اونکے ارشادات کو منظور کر لیا۔ غرضکہ حقوق صحبت یہی تھے جو ہمنے مجملاً اور مفصلاً دونون طور سے بیان کر دیے اور یہ پوری اوسیوقت ہوتے ہین کہ اسی طرح ادا ہون کہ دوستون کا فائدہ ہو اور تمہارا نقصان اور ایسی طرح نہون کہ تمہارا فائدہ ہو اور اونکا نقصان اور ایک بات اور کرنی چاہیے کہ اپنے آپ کو اونکے خادم کا قائم مقام سمجھو کہ اپنے تمام اعضا کو اونکے حقوق مین مقید رکھو مثلاً آنکھ سے اونکو بنظر مودت دیکھو کہ وہ بھی لیے مہر پہچان جائین اور اونکی خوبیون کی طرف دیکھو اور عیبون سے اندھے بنجاؤ اور جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہو کر گفتگو کرین تو اپنی آنکھ دوسری طرف نہ پھراؤ مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جو لوگ آپکے پاس بیٹھتے ہر ایک کو اپنے چہرہ مبارک سے حصہ عطا فرماتے یعنے ہر ایک کی طرف کو توجہ کرتے اور جو کوئی آپسے سنتا وہ بھی گمان کرتا کہ سب سے زیادہ آپکا کرم مجھ ہی پر ہے یہان تک کہ آپکی نشست اور

سننا اور بیان فرمانا اور لطیف طور سوال فرمانا اور توجہ کرنا سب حاضرین جلسہ کے لیے ہوتا تھا اور آپکی مجلس شریف حیا اور تواضع اور امانت کی مجلس ہوتی تھی اور آپ کا دستور تھا کہ اپنے یارون کے سامنے سب لوگون سے زیادہ تبسم اور ضحک فرماتے اور جس چیز سے اصحاب تعجب کرتے اُس سے آپ زیادہ تعجب کرتے اور اصحاب رض کی ہنسی بھی آپ کی خدمت مین مسکرانا تھا ایک تو آپ کے فعل کی اقتدا کے باعث اور دوسرے آپ کی توقیر کی جہت سے - اور زبان کے حقوق اخوت کو ہم لکھہ ہی چکے ہین اب مکرر طول دینا ضرور نہین اور منجملہ حقوق زبانی یہ ہی کہ دوستون بیچ نہ بیٹھے اور اُنسے گفتگو ایسی ہی طرح کرے کہ وہ سمجھہ لین اور کان پر یہ حق ہو کہ جب دوست کچھہ کہین اُنکی گفتگو لذت سے سنے اور اُسکو سچ جانے اور اپنی خوشنودی ظاہر کرے اور اُنپر اعتراض اور جھگڑا اشکال کر بات نہ کاٹ دے اور اگر کسی وجہ سے اُنکی گفتگو نہ سن سکے تو اُنسے معذرت کرے اور کان کو ایسی باتون کے سننے سے بچا وے جو دوستون کو بُری معلوم ہون - اور ہاتھون پر یہ حق ہو کہ جن اُمور مین کہ ہاتھ سے کیے جاتے ہین دوستون کی اعانت سے اُنکو نہ کھینچے - اور پاؤن پر یہ حق ہو کہ اُنسے دوستون کے پیچھے خادمون کی طرح چلے نہ مخدومون کی طرح اور اُنسے اُسی قدر آگے نہ بڑھے جتنا وہ بڑھا دین اور اُنکے پاس اتنا ہی ہو جتنا وہ نزدیک کرین اور جب وہ اسکے پاس آوین تو اُنکے لیے کھڑا ہو جائے اور جبتک وہ نہ بیٹھہ لین آپ نہ بیٹھے اور جہان جگہ ملے وہان بیٹھہ جائے اور جبکہ اتحاد کامل ہو جاتا ہی تو اُن حقوق مین سے بعض سہل بھی ہو جاتے ہین جیسے کھڑا ہونا اور عذر کرنا اور تعریف کرنی کہ یہ چند حقوق صحبت سے ہین مگر ان مین ایک قسم کی اجنبیت اور تکلیف ہی اسلیے جب بساط تکلف تہ ہو جاتا ہی تو پھر دوستون کے ساتھہ وہی معاملے برتے جاتے ہین جو اپنے نفس سے کیے جائین اسلیے کہ یہ ظاہری آداب باطنی آداب اور صفاء قلب کے عنوان ہین اور جب دل صاف ہو جاتے ہین تو ان ظاہری تکلفون کی ضرورت نہین رہتی - اور جس شخص کی نظر خلق کی صحبت کی طرف ہوتی ہی وہ کبھی تو کج ہوتا ہی اور کبھی راست اور جسکی نظر خالق کی طرف ہوتی وہ ظاہر مین راستی کا ساتھی ہوتا ہی اور اپنے باطن کو حب للہ اور محبت خلق سے زینت دیتا ہی اور ظاہر کو خداے تعالی کی عبادت اور اُسکے بندون کی خدمت سے زیب دیتا ہی اسلیے کہ بندون کی خدمت اللہ واسطے کی خدمتون مین سے اعلی قسم ہی کہ اُسکو بدون حسن خلق کے آدمی حاصل نہین کر سکتا ہی اور اپنے حسن خلق سے درجہ صائم النہار اور قائم اللیل کا بلکہ زیادہ پاتا ہی - خاتمہ فصل اس مین ہم چند آداب اصناف خلق کے ساتھہ ہم نشینی اور زیست بسر کرنے کے

ح ترمذی نے روایت کیا ابن حارث بن جزء سے ... مضمون اول کا اور ایک اور غریب ہے اور آخر جملہ تعجب کا شمائل ترمذی مین باب الضحک سابق مذکور ہے ۱۲

بعض حکما کے کلام سے منتخب کر کے لکھتے ہین - اگر تمکو اچھی طرح میل جول منظور ہے تو ان امور مفصلہ ذیل
پر عمل کرو دوست اور دشمن سے بکشادہ پیشانی ملو نہ انکو ذلیل کرو نہ آپ ہیبت مین پڑو - وقار
اختیار کرو نہ اتنا کہ تکبر ہو جائے اور تواضع کرو نہ اتنی کہ ذلیل ہو - انھین سب کامون مین وسط
درجہ پر رہو کہ افراط اور تفریط سب باتون مین مذموم ہے - اپنے دونون جانب کو مت دیکھو - کثرت سے
مڑکر نگاہ مت کرو - جماعتون کے پاس کھڑے مت رہو - اور جب بیٹھو تو اطمینان سے بیٹھو جس سے
یہ معلوم نہو کہ اٹھا چاہتے ہین - انگلیان مت چٹکاؤ داڑھی اور انگوٹھی وغیرہ سے مت کھیلو - دانتون
مین خلال مت کرو - ناک مین انگلی مت دو - کثرت سے نہ تھوکو - بہت مرتبہ ناک صاف مت کرو -
منہ پر سے مکھیان بہت مت اڑاو - انگرائی اور جمھائی لوگون کے سامنے بہت مت لو اسی طرح
نماز اور تنہائی مین بھی - مجلس مین غل اور شور مت کرو - بات مسلسل ترتیب وار کہو - جو کوئی اچھی بات
کہے اسپر کان لگاؤ بدون اس بات کے کہ تعجب مبالغہ کے ساتھ ظاہر کرو اور دوبارہ کہنے کے لیے
درخواست نہ کرو مضحکات اور کہانیون کے لیے خاموش رہو - اور اسکا ذکر مت کرو کہ مجھکو اپنا لڑکا
یا شعر یا تصنیف یا فلان چیز اچھی معلوم ہوتی ہے - عورتون کی طرح بہت زینت مت کرو اور نہ
غلامون کی طرح میلے کچیلے رہو - سرمہ اور تیل کثرت سے مت لگاؤ - حاجتون مین اصرار مت کرو
ظلم پر کسی کو شجاع مت کہو - اپنے زن و فرزند سے بھی اپنے مال کی مقدار مت کہو غیرون کا تو کیا
ذکر ہے اسلیے کہ اگر انکے عندیہ مین تھوڑا ہوگا تو تم انکی نظرون مین خوار ہوگے اور اگر بہت ہوگا تو کبھی تمسے
خوش نہ رہینگے - انکو نہ اتنا ڈراؤ کہ تمھارے پاس نہ پھٹکین اور نہ اتنا پرچاؤ کہ سر پر چڑھ بیٹھین
اپنے لونڈی غلامون سے ہنسی مت کرو ورنہ تمھارا وقار جاتا رہیگا - اور جب کسی مقدمہ کی جوابدہی
کرو تو عزت کے ساتھ رہو اور نادانی سے احتراز کرو اور جلدی مت کرو اور اپنی حجت کو تامل کر لو
اور ہاتھون سے بہت اشارہ مت کرو اور جو لوگ پیچھے ہون انکو گردن موڑ کر بہت مت دیکھو اور
پالتی مار کر مت بیٹھو اور جب غصہ تھم جاوے تب بولو - اور اگر بادشاہ تمکو اپنا مقرب کرے
تو اس سے ایسی طرح رہو گویا بھال کی نوک پر ہو اور اگر تمسے ہنسی خوشی رہے تو یہ مت سمجھو کہ اب
نہین بگڑیگا بلکہ اسکے انقلاب سے ڈرتے رہو کہ دم بھر مین بگڑ جاتا ہے اور اسکے ساتھ ملائمت ایسی کرو جیسی
بچون سے کرتے ہین تو اس سے وہ گفتگو کرو جسکی اسکو تمنا ہو اور وہ اگر تمھارے ساتھ بلطف
پیش آوے تو اس وجہ سے اسکے زن و فرزند اور نوکرون کے معاملہ مین دخل نہ دو گو اسکے
عندیہ مین تم دخل دینے کے مستحق ہو اسلیے کہ بادشاہ اور اسکے گھر والون کے معاملہ مین دخل دینے والا

ایسا گناہ ہے کہ پھر کبھی نہین اُٹھتا - اور جو دوست کہ تندرستی کا یار ہو اُس سے احتراز کرو کہ وہ دشمنون سے زیادہ ہے - اپنے مال کو آبرو کی نسبت کم عزت سمجھو اور اگر کسی مجلس مین جاؤ تو اُسکا طریق یہ ہے کہ اول سلام کرو اور جو لوگ پہلے آچکے ہین اُنکے آگے مت جاؤ اور جہان جگہ دیکھو وہان بیٹھو بشرطیکہ تواضع اور انکسار کے بھی مناسب ہو اور بیٹھنے مین جو شخص پاس ہو اُسکو سلام کرو اور راستہ مین اول تو بیٹھنا نہ چاہیے اور اگر بیٹھو تو اُسکے آداب یہ ہین کہ نگاہ نیچی رکھو اور مظلوم کی مدد کرو اور فریادی داد خواہ کا ساتھ دو اور کمزور کا سہارا دو اور بھولے ہوئے کو راہ بتاؤ اور سلام کا جواب دو سائل کو کچھ عطا کرو اچھی بات کا امر کرو بری بات سے روکو - تھوکنے کا موقع تلاش کرو قبلہ کی جانب مت تھوکو اور نہ دہنی جانب بلکہ بائین طرف یا بائین پانون کے نیچے تھوکو - اور بادشاہون سے ہم نشین مت ہو اور اگر ہو تو اُسکا ادب یہ ہے کہ غیبت اور جھوٹ سے احتراز کرو اور راز کو مخفی رکھو اور حاجتین کم بیان کرو اور گفتگو مین الفاظ شایستہ اور شستہ بیان کرو اور بادشاہون کے اخلاق کا ذکر کرو اور ہنسی کم کرو اور اُنسے بہت خوف کرو اگرچہ تم سے دوستی ظاہر کرین اور اُنکے سامنے ڈکار مت لو اور نہ کھانے کے بعد اُنکے پاس خلال کرو - اور بادشاہ کو چاہیے کہ ہم نشینون کی ہر ایک بات کا تحمل کرے لیکن افشاء راز اور ملک مین خلل ڈالنے اور عزت کے درپے ہونیکو تحمل نہ کرے - اور عوام کے پاس نہ بیٹھے اور اگر اتفاق ہو تو اُسکا طریق یہ ہے کہ اُنکی بات مین دخل نہ دے اور اُنکی بیہودہ باتین کم سنے اور جو الفاظ اُنسے برے سرزد ہون اُنسے تغافل کرے اور باوجودیکہ اُنسے کچھ غرض متعلق ہو تب بھی اُنسے ملاقات کم کرے - ہنسی ٹھٹھہ نہ عاقل سے کرو نہ غیر عاقل سے اسلیے کہ عاقل تم سے کینہ کریگا اور بیوقوف کو تم پر جرأت ہوگی کیونکہ ٹھٹھا کرنا ہیبت دور کرتا ہے اور آبرو کھوتا ہے اور آخر کو کینہ لاتا ہے اور دوستی کی حلاوت کھوتا ہے اور عالم کی سمجھ مین عیب لگاتا ہے اور بیوقوف کو دلیر کرتا ہے اور دانا کے نزدیک مرتبہ کم کرتا ہے اور پرہیزگار ٹھٹھے والے کو برا سمجھتے ہین اور ٹھٹھا دل کو بجھاتا ہے اور خدا تعالی سے دور کرتا ہے اور غفلت پیدا کرتا ہے اور ذلت کا موجب ہے اس سے باطن اندھے ہو جاتے ہین اور دل مرتے ہین اسی سے عیبون کی کثرت ہوتی ہے اور گناہ کھل جاتے ہین - اور کہتے ہین کہ ٹھٹھا بجز حماقت اور اترانے کے نہین ہوتا - اور اگر کوئی شخص کسی مجلس مین مثلاً مزاح یا شور و غوغا کا ہو تو چاہیے کہ اُٹھنے کے وقت خدا تعالی کا ذکر کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ

ح جو شخص کسی مجلس مین بیٹھا اور اُسمین بہت سی لغو باتین کین اور پہلے اُٹھنے کے یون کہے کہ پاک ہے تو اے اللہ ساتھ تیری تعریف کے گواہی دیتا ہون کہ کوئی معبود نہین سوائے تیرے بخشش چاہتا ہون اور تیرے سامنے توبہ کرتا ہون تو جو کچھ اس شخص سے اُس مجلس مین ہوا ہے اسکو بخش دیا جائیگا ترمذی بروایت ابی ہریرہ رض ۱۲

الٰہی تو نے جو اسکو خیر عنایت کی اُسکو اُسمین برکت کر اور اسکو اُسی پر ثابت رکھ اور ہمکو اُس سے فائدہ عنایت فرما اور جب نیکبخت کسی بدکار کو دیکھے تو یہ دعا مانگے الٰہی اسکو ہدایت کر اور توفیق توبہ عنایت فرما اور اُسکی خطا معاف کر۔ اب حقوق کو شرح لکھتے ہین اول حق یہ ہے کہ جمیع اہل ایمان کے لیے وہی بات چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے اور اُنکے لیے وہی بات بری سمجھے جو اپنے لیے بری سمجھتا ہے نعمان بن بشیر فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپنے فرمایا مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى عُضْوٌ مِنْهُ تَدَاعَى سَائِرُهُ بِالْحُمَّى وَالسَّهَرِ اور حضرت ابوموسیٰ آپ سے روی ہین کہ فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا دوسرا حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے فعل یا قول سے ایذا نہ دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ اور ایک بڑی حدیث شریف مین جو فضیلت کی باتون کے لیے حکم فرمایا ہے اُسمین یہ ارشاد ہے کہ اگر تجھ سے یہ امور نہ ہو سکین تو اتنا ہی کر کہ لوگون کو بدی سے بچا کہ یہ ایک صدقہ ہے کہ تو نے اپنی طرف سے خیرات کیا۔ اور فرمایا اَفْضَلُ الْمُسْلِمِينَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ مسلم کون ہے لوگون نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ اور اسکا رسول زیادہ جانتا ہے فرمایا کہ مسلم وہ ہے جسکے ہاتھ اور زبان سے مسلمان بچے رہین انھون نے عرض کیا کہ پھر مومن کون ہے آپنے فرمایا کہ جس سے اہل ایمان اپنی جانون اور مالون کے باب مین مامون ہون انھون نے عرض کیا کہ پھر مہاجر کون ہے فرمایا کہ جو برائی کو چھوڑ دے اور اُس سے اجتناب کرے۔ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اسلام کیا چیز ہے آپنے ارشاد فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار رہے اور مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے سلامت رہین اور مجاہد فرماتے ہین کہ دوزخیون پر خارش مسلط کیجاویگی پھر وہ اتنا کھجلاوینگے کہ انمین سے کسی کی ہڈی ظاہر ہو جاویگی اور چمڑا اور گوشت اُتر جاویگا اسکو کوئی نام لیکر پکاریگا کہ تجکو اسکی کچھ تکلیف ہوتی ہے یا نہین وہ کہیگا کہ ہان بہت تکلیف ہے جواب ملیگا کہ یہ اُسکی سزا ہے کہ تو اہل ایمان کو ستایا کرتا تھا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو جنت مین مزے سے کروٹین لیتے دیکھا اُسنے راہ مین سے ایک درخت کاٹا تھا جو لوگون کو ایذا دیتا تھا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجکو کچھ تعلیم فرمائیے جسکی تعمیل سے مین نفع اُٹھاؤن آپنے فرمایا اِعْزِلِ الْأَذَى عَنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون کی راہ مین سے ایسی چیز دور کر دے جو انکو

مشتاق ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے اسکے عوض مین ایک نیکی لکھیگا اور جسکے لیے خدا تعالیٰ ایک نیکی لکھیگا اسکے لیئے اس نیکی کے سبب سے جنت واجب کر دیگا - اور فرمایا کہ کسی مسلمان کو جائز نہین کہ اپنے بھائی کی طرف ایسی نگاہ سے اشارہ کرے جس سے اسکو ایذا ہو - اور فرمایا کہ کسی مسلمان کو حلال نہین کہ مسلمان کو ڈراوے - اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ایذا دیے جانے کو برا جانتا ہے - اور ربیع بن خثیم کہتے ہین کہ آدمی دو قسم ہین ایک اہل ایمان انکو تو ایذا مت دو دوسرے جاہل اسکے ساتھ جاہل مت بنو - تیسرا حق یہ ہے کہ ہر مسلمان سے تواضع کرے اور اسپر تکبر نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے مجھپر وحی بھیجی کہ بہا ملک فروتنی کرو کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے - پھر اگر دوسرا شخص آدمی پر فخر کرے تو اسکو تحمل کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِیْنَ اور ابن ابی اوفی سے یہ حدیث مروی ہے کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَاْنَفُ وَلَا یَتَکَبَّرُ اَنْ یَّمْشِیَ مَعَ الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْکِیْنِ فَیَقْضِیَ حَاجَتَهٗ چوتھا حق یہ ہے کہ ایک مسلمان کی چغلی دوسرے سے نہ کھائے اور جو کچھ ایک سے سنے وہ دوسرے کو نہ پہونچائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ اور خلیل بن احمد کہتے ہین کہ جو شخص تجھسے دوسرون کی چغلی کھائیگا وہ تیری چغلی دوسرون سے کھائیگا اور جو تجھسے غیرون کی خبر کہیگا وہ تیری خبر غیرون سے کہیگا اسی مضمون کو سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہین

ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد	بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد

پانچوان حق یہ ہے کہ جس شخص سے شناسائی ہو اس سے اگر کبیدگی کی صورت ہو جاوے تو تین دن سے زیادہ ترک ملاقات نہ کرے کہ ابو ایوب انصاری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ یَّهْجُرَ اَخَاهُ فَوْقَ ثَلٰثٍ یَلْتَقِیَانِ فَیُعْرِضُ هٰذَا وَیُعْرِضُ هٰذَا وَخَیْرُهُمَا الَّذِیْ یَبْدَأُ بِالسَّلَامِ اور فرمایا مَنْ اَقَالَ مُسْلِمًا عَثْرَتَهٗ اَقَالَهُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حضرت عکرمہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ چونکہ تمنے اپنے بھائیون کی خطا معاف فرمائی اسلیے مین نے تمھارا ذکر ذاکرون مین بلند کر دیا - اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین مَا انْتَقَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِنَفْسِهٖ قَطُّ اِلَّا اَنْ تُنْتَهَكَ حُرْمَةُ اللّٰہِ فَیَنْتَقِمَ لِلّٰہِ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب کسی آدمی نے اپنا مظلمہ معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسکی عزت ہی بڑھائی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا نَقَصَ مَالٌ مِّنْ صَدَقَةٍ وَمَا

زَادَ اللّٰہُ رَجُلًا بِعَفْوٍ اِلَّا عِزًّا وَمَا مِنْ اَحَدٍ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ اِلَّا رَفَعَہُ اللّٰہُ چھٹا حق یہ ہے کہ اگر ہوسکے تو ہر شخص پر حتی الوسع احسان ہی کرے یہ تمیز نہ کرے کہ لائق احسان کون ہے اور عدم لیاقت کس میں ہے حضرت امام زین العابدین اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادے سے علیہم السلام راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قابل سلوک پر بھی احسان کرو اور ناقابل پر بھی کیونکہ اگر احسان ایسے شخص کو نہ پہونچیگا جو قابل احسان ہو تو تم تو بہر حال قابل احسان ہو۔ اور اسی روایت سے یہ حدیث شریف منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے بعد عقل کی اصل لوگوں سے دوستی کرنی اور ہر نیک و بد سے سلوک کرنا ہے۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کوئی شخص آپکا دست مبارک پکڑ لیتا تو آپ اپنا ہاتھ اس سے نہ چھڑاتے یہانتک کہ وہ خود ہی چھوڑ دیتا اور آپ کا زانوے مبارک جلیس کے زانو سے نکلا ہوا معلوم نہوتا اور جو کوئی آپ سے گفتگو کرتا اُسکی طرف آپ متوجہ ہوتے پھر اُسکی طرف سے روے مبارک نہ پھیرتے یہانتک کہ وہ گفتگو سے فارغ نہولیتا ساتواں حق یہ ہے کہ کسی مسلمان کے پاس بدوں اُسکی اجازت کے نہ جاوے بلکہ تین بار اجازت چاہے اگر وہ اجازت دے تو بہتر اور اگر وہ اجازت نہ دے تو واپس چلا آوے حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجازت لینا تین بار ہے اول بار میں وہ چپکے ہو جائینگے اور دوسری میں مشورہ بلانے کا کرینگے اور تیسری میں خواہ اجازت دینگے یا کہدینگے کہ چلے جاؤ۔ آٹھواں حق یہ ہے کہ سب لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آوے ہر شخص کی لیاقت کے موافق گفتگو کرے اگر جاہل سے علم کی باتیں اور عاجز کے ساتھ تقریر دقیق پیش کریگا تو خود بھی تکلیف ہوگی اور دوسرے کو ایذا دیگا

ف با ہیچ نفہم لاف معنی ہیچ نزنی		طفلانہ بہ طفل گفتگو باید کرد

نواں حق یہ ہے کہ بوڑھوں کی عزت کرے اور لڑکوں پر رحم کرے حضرت جابر رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا وَلَمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا اور لڑکوں پر لطف کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا ہے مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامُ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ اور بوڑھوں کی تعظیم کا تتمہ یہ ہے کہ اُنکی اجازت کے بدوں اُنکے سامنے کلام نہ کرے چنانچہ حضرت جابر رضہ فرماتے ہیں کہ جہینہ کا قافلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اُنمیں سے ایک لڑکا بولنے کے لیے کھڑا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھہر بڑا شخص کہاں ہے کہ وہ گفتگو کرے اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی جوان کسی بوڑھے کی تعظیم کرتا ہے اللہ تعالی اُسکے لیے بھی بڑھاپے کی عمر میں پہونچنے پر کسی کو مقرر کر دیتا ہے

ع دارقطنی در علل ... بروایت جعفر صادق عن ابیہ عن جدہ علیہم السلام مرسل نقل کیا ہے بسند ضعیف
ع طبرانی در اوسط ۱۲
ع طبرانی در اوسط
ابوداؤد و ابن ماجہ و ترمذی بروایت ابن عباس
ع دارقطنی در افراد بسند ضعیف
احمد بخاری و مسلم میں بروایت ابی سعید ... [illegible]
[illegible]

کہ اوسکی تعظیم کریں- آمین بندگی کی دوام کی خوشخبری ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ بوڑھون کی تعظیم کی توفیق
اوسی کو ہوتی ہے جسکے لیے اللہ تعالی نے عمر کی زیادتی لکھدی ہے- اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ قیامت
قائم نہوگی یہانتک کہ لڑکا موجب غصہ نہو جاوے اور مینہ باعث نہ جمنی سبزہ کا اور گرم ہونی ہوا کا اور
باجی سے طرف نہ نکلین اور کریم غائب نہو جاوین اور چھوٹا بڑے اور لئیم آدمی کریم پر جرأت نہ کرنی لگے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے اور لڑکے آپ کو ملتے تو اونکے پاس آپ توقف فرماتے
اور لوگون سے کہتے کہ انکو میرے پاس لاؤ جب وہ پاس آتے تو کسیکو آگے اور کسیکو پیچھے بٹھلا لیتے اور کسیکے لیے
صحابہ رض کو اجازت فرماتے کہ تم اوٹھا لو تو اکثر آخر کو لڑکے فخر کیا کرتے اور ایک دوسرے سے کہتا کہ مجھکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری پر اپنے آگے بٹھلایا اور تجکو پیچھے سوار کیا اور بعض یون کہتے
کہ صحابہ رض سے کہدیا کہ تمکو اپنے پیچھے سوار کرلین اور چھوٹے بچون کو جو آپ کی خدمت مین دعا اور برکت
اور نام رکھنے کو لاتے تو آپ کی گود مین اونکو لٹا دیتے اور کبھی ایسا ہوتا کہ بچہ آپکے اوپر پیشاب کر دیتا
اور جو شخص دیکھتا ہوتا وہ بچہ کو للکارتا تو آپ اوس شخص کو ارشاد فرماتے کہ اسکا پیشاب بند مت کرو
اور اوسکو ویسے ہی رہنے دیتے یہانتک کہ بالکل پیشاب کر چکتا پھر اوسکے لیے دعا کرتے اور اوسکا نام رکھتے
یہانتک کہ اوسکے گھر والے خوش ہو جاتے اور یہ گمان نکرتے کہ آپکو اسکے پیشاب سے ایذا ہوئی اور جب وہ
چلے جاتے تب اپنا کپڑا دھو ڈالتے- دسوان حق یہ ہے کہ سب خلق کے ساتھ ہشاش بشاش اور نرم
رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کو فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ دوزخ کس شخص پر حرام ہے اونھون نے
عرض کیا کہ اللہ تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتا ہے آپنے فرمایا کہ اوسپر حرام ہے جو نرم اور نزدیک اور
اور آسان گیر اور ملنسار ہو- اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ اللہ تعالی آسانی والے اور کشادہ پیشانی کو دوست رکھتا ہے- اور کسی نے آپ کی خدمت اقدس مین
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو ایسا عمل بتا دیجیے کہ مجکو جنت مین داخل کرے آپنے فرمایا
کہ موجبات مغفرت کی یہ باتین ہین بذل سلام اور خوبی کلام- اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ نیکی
ایک ادنی چیز ہے یعنی خندہ پیشانی اور نرم گفتار رہنا- اور ایک حدیث شریف مین ارشاد فرمایا اِتَّقُوا النَّارَ
وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا فَبِكَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ اور فرمایا کہ جنت مین چند دریچے ہین کہ
اونکے باہر کی چیز اندر سے اور اندر کی باہر سے معلوم ہوتی ہے ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کن لوگون کے لیے ہین آپ نے فرمایا کہ جو کلام اچھی طرح کرے اور
کھانا کھلاوے اور رات کو اوسوقت نماز پڑھے کہ لوگ سوتے ہون- اور حضرت معاذ بن جبل رض فرماتے ہین

کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مین تجکو وصیت کرتا ہون خدا تعالی سے ڈرنے اور
راست گفتاری اور وفاء عہد اور اداے امانت اور ترک خیانت اور ہمسایہ کی رعایت اور یتیم پر رحمت
اور نرم بولنے اور سلام کرنے اور تواضع کرنے کی۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک عورت راہ
مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی اور عرض کیا کہ مجکو خدمت اقدس مین کچھ عرض ہے
اور آپ کے ہمرکاب اوسوقت کچھ صحابہ رض تھے آپنے اوس سے فرمایا کہ کوچون کی جونسی طرف مین تیرا دل
چاہے بیٹھ جا مین تیرے پاس بیٹھکر سُن لونگا اوسنے ویسا ہی کیا آپ اوسکے پاس بیٹھ گئے
یہانتک کہ جو کچھ اوسکو کہنا تھا اوسنے کہدیا۔ اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل مین سے
ایک شخص نے ستر برس اسطرح روزے رکھے کہ ساتوین روز افطار کرتا اوسنے اللہ تعالی سے دعا مانگی
کہ مجکو یہ دکھلا دے کہ شیطان آدمیون کو کس طرح بہکاتے ہین جب بہت عرصہ گذرا اور اوسکی دعا
مقبول نہوئی تو اوسنے کہا کہ جو خطا میری اور میرے پروردگار کے معاملہ مین مجسے ہوئی ہے اگر
اوسپر اطلاع پاتا تو میرے حق مین اس دعا کے مانگنے سے بہتر ہوتا آخر مین اللہ تعالی نے اوسکے پاس
ایک فرشتہ بھیجا اوسنے اوس سے کہا کہ مجکو اللہ تعالی نے تیرے پاس بھیجا ہے اور وہ فرماتا ہے کہ یہ کلام
جو تونے کیا میرے نزدیک تیری گذشتہ عبادت کی نسبت کے بہتر ہے اور اللہ تعالی نے تیری آنکھین کھولدی ہین
اب تو دیکھلے اوسنے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ آدمیون مین سے کوئی ایسا نہین جسکے گرد شیطان
مکھیون کی طرح نہون اوسنے عرض کیا کہ الہی انسے کون بچتا ہے ارشاد ہوا کہ پرہیزگار اور
نرم شخص بچتا ہے۔ گیارہوان حق یہ ہے کہ جس مسلمان سے کوئی وعدہ کرے اوسکو پورا کرنا
چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ عطا ہے اور فرمایا کہ وعدہ قرض ہے اور فرمایا
ثَلٰثٌ فِی الْمُنَافِقِ اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ
اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ثَلٰثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ فَهُوَ مُنَافِقٌ وَاِنْ صَلّٰى وَصَامَ اِذَا حَدَّثَ
كَذَبَ الخ۔ بارھوان حق یہ ہے کہ لوگون کا عوض اپنے نفس سے دے اور اونکے ساتھ وہی
کام کرے جسکو چاہے کہ لوگ اوسکے ساتھ کرین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ بندہ
اپنے ایمان کو پورا نہین کرتا جبتک اوسمین تین خصلتین نہون اول مفلسی کی ہوتی ہوئی خرچ کرنا
دوم اپنے نفس سے انتقام لینا سوم سلام کرنا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو یہ
بات پسند ہو کہ دوزخ سے دور رہے اور جنت مین داخل ہو تو چاہیے کہ ایسے حال مین مرے کہ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی شہادت دیتا رہا ہو اور لوگون کے ساتھ وہ کام کرے

جسکو خود اپنے ساتھ دوسرون سے چاہتا ہو - اور حضرت ابو درداؓ کو فرمایا کہ اپنے جلیس کی ہمنشینی اچھی طرح کر کہ تو ایماندار ہو جائیگا اور لوگون کے لیے وہ بات پسند کر جو اپنے لیے پسند کرتا ہے کہ تو مسلم ہو جائیگا - اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ چار باتین کرو جو تمہارے لیے اور تمہاری اولاد کے لیے سب باتون کی اصل ہین اونمین سے ایک خاص میرے لیے ہے اور ایک خاص تیرے لیے اور ایک مشترک ہے مجھ مین اور تجھ مین اور ایک تجھ مین اور مخلوق مین مشترک جو بات کہ خاص میرے لیے ہے وہ یہ ہے کہ تو میری عبادت کرے اور میرا شریک کسی کو نکرے اور جو تیرے لیے خاص ہے وہ تیرا عمل ہے کہ اوسکی جزا تجھکو ایسے وقت مین دونگا کہ تجھکو اپنے عمل کی اوس وقت شدت سے حاجت ہو اور جو بات تجھ مین اور مجھ مین مشترک ہے وہ یہ ہے کہ تو دعا مانگے اور مین قبول کرون اور جو تجھ مین اور مخلوق مین ہے وہ یہ ہے کہ تو اونکی صحبت اوس امر سے کرے جس سے تو چاہے کہ وہ تیرے ساتھ رہین - اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ الہی تیرے بندون مین سب سے عادل زیادہ کون ہے فرمایا کہ جو لوگون کا عوض اپنے نفس سے لیوے - تیرھوان حق یہ ہے کہ جس شخص کے لباس اور صورت سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ شخص بڑے رتبہ کا ہے تو اوسکی تعظیم زیادہ کرے یعنے ہر ایک شخص کے ساتھ اوسکے مرتبہ کے موافق پیش آنا چاہیے - مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کسی سفر مین ایک منزل مین اوترین انکے ہان اونکا خاصہ آیا اور ایک سائل مانگنے آیا آپ نے فرمایا کہ اس مسکین کو ایک روٹی دیدو پھر ایک شخص سوار آیا آپ نے فرمایا کہ اسکو بلاؤ اور کھانا کھلاؤ لوگون نے عرض کیا کہ آپنے مسکین کو تو دیکر ٹال دیا اور اسکو بلواتی ہو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے آدمیون کا ایک رتبہ بنایا ہے ہمکو بھی اونکو اوسی مرتبہ پر رکھنا چاہیے وہ مسکین تو ایک روٹی پر راضی ہو گیا مگر ہمکو نامناسب ہے کہ اس توانگر کو اس صورت پر ایک روٹی دیدین - اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اپنے حجرہ مین تشریف لیگئے اور آپکے اصحابؓ اسقدر آپکی خدمت مین حاضر ہوئے کہ حجرہ شریف بھر گیا پھر جریر بن عبد اللہ بجلی تشریف لائے اندر جگہ نہ دیکھی تو دہلیز پر بیٹھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک لپیٹ کر اونکے پاس پھینکدی اور فرمایا کہ اس چادر پر بیٹھ جاؤ جریرؓ نے اوسکو لیکر آنکھون سے لگایا اور اوسکو بوسہ دیکر رونے لگے اور پھر تہ کر کے آپکے پاس پھینکدی اور عرض کیا کہ مین اس قابل نہین کہ آپکے کپڑے پر بیٹھون اللہ تعالی آپکا اکرام فرماوے جیسے آپنے میرا اکرام کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دہنے بائین دیکھکر فرمایا کہ جب تمہارے پاس کسی قوم کا کریم شخص آوے تو اوسکی تعظیم کرو اسیطرح جس شخص کا آدمی کے اوپر

قدیمی حق ہو اوسکی تعظیم بھی ضرور ہو۔ مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ حلیمہ نے
آپکو دودھ پلایا تھا آپ کی خدمت مین آئین آپنے اونکے لیے اپنی چادر بچھادی پھر فرمایا کہ اے ماں
خوب کیا آپ تشریف لائین پھر اونکو چادر پر بٹھلا کر فرمایا کہ سفارش کرو تمہاری سفارش
قبول کرونگا اور جو سوال کروگی وہ دونگا اونھون نے فرمایا کہ مین اپنی قوم کی سفارش کرتی ہون
آپنے فرمایا کہ مین نے اپنا اور بنی ہاشم کا حق تمکو دیا یعنے جسقدر انکے حصہ مین لوگ آوین اونکو تمہارے
حوالہ کرونگا پس ہر طرف سے لوگ اوٹھے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے بھی
اپنا حق اونکو دیا پھر اونکے ساتھہ بعد کو سلوک کیا اور خیبر مین سے اپنا حصہ اونکو بخشدیا جو حضرت
عثمان غنی رض نے ایک لاکھہ درم کو اونسے مول لے لیا۔ اور بعض اوقات آپکی خدمت مین کوئی حاضر ہوتا
اور آپ تکیہ لگائے بیٹھے ہوتے جس مین اتنی گنجائش نہوتی کہ اوسکو اپنے ساتھہ بٹھلاتے تو تکیہ کو نکال کر
اوس شخص کے لیے ڈالدیتے اور اگر وہ انکار کرتا تو اوسکو قسم دیکر بٹھلاتے۔ چودھوان حق یہ ہے
کہ اگر صورت مسلمانون مین اصلاح کرنیکی بن سکے تو چاہیے کہ اونمین صلح کرادے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کیا مین تمکو وہ بات نہ بتادون جو نماز اور روزون اور خیرات
کے درجہ سے افضل ہو صحابہ رض نے عرض کیا کہ ضرور ارشاد فرمایئے آپنے فرمایا کہ آپس مین صلح کرادینی
اور باہم کے بگاڑ کو مٹانا دین کا مٹانیوالا ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ
اِصْلَاحُ ذَاتِ الْبَيْنِ۔ اور حضرت انس رض راوی ہین کہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بیٹھے تھے کہ اتنے مین آپ اتنا ہنسے کہ آپکے سامنے کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے حضرت عمر رض نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدا ہون آپ پر میرے والدین آپ کس بات سے ہنسے
آپنے فرمایا کہ میری امت کے دو شخص رب العزت کے سامنے دو زانو بیٹھے اور ایک نے عرض کیا کہ یا رب
میرا حق اس سے دلادے اللہ تعالی نے دوسرے کو ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کا حق دیدے اوسنے
عرض کیا کہ الہی میری نیکیون مین سے کچھہ نہین رہا جو اوسکو حوالہ کرون اللہ تعالی نے مدعی کو
فرمایا کہ اب تو کیا کریگا اوسکے پاس تو نیکیون مین سے کچھہ نہین رہا اوسنے عرض کیا کہ میرے گناہ
کچھہ اوسپر کردیے جاوین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھون سے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا
کہ یہ دن بڑا سخت ہے کہ آدمی کو اوس روز یہ حاجت پڑیگی کہ اوسکے گناہ کوئی اپنے ذمہ کرلے پھر
آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مظلوم کو ارشاد فرمایا کہ اپنی آنکھہ اوٹھا کر جنت مین نگاہ کر وہ دیکھکر
عرض کرنے لگا کہ یا رب مجھے معلوم ہوتا ہے کہ چاندی کے شہر اور سونے کے محل موتیونسے جڑے وہین

ح ۱ حاکم بروایت ابی الطفیل مختصرا یعنے چادر مبارک پر بٹھلانا نقل کیا ہے آگے کا قصہ نہین لکھا
ح ۲ احمد بروایت ابن عمر رض ۱۲
ح ۳ ابو داؤد ترمذی بروایت ابی الدرداء ۱۲
ح ۴ بہ ترجمہ آپس مین صلح کرانی [illegible]
ح ۵ [illegible] بروایت عبد اللہ بن عمرو اور انس [illegible]
ح ۶ حاکم نے اوسکو صحیح کہا ہے اور بخاری اور ابن حبان نے اوسکو ضعیف کہا ہے

یہ کسی نبی کے ہین یا صدیق یا شہید کے اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ اُس شخص کے ہین جو انکا دام
دے اُسنے عرض کیا کہ پروردگار انکا دام کسکے پاس ہوگا ارشاد ہوا کہ تیرے پاس اُسنے عرض کیا
کہ وہ کیا ہی فرمایا کہ اپنے بھائی کو معاف کردینا اُسنے عرض کیا کہ الہی مین نے معاف کیا اللہ تعالے
نے ارشاد فرمایا کہ تو اُٹھ اور اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑکے اُسکو جنت مین داخل کر پھر آپنے ارشاد فرمایا
کہ اللہ تعالی سے ڈرو اور آپسمین صلح کرتے رہو کیونکہ اللہ تعالی قیامت مین اہل ایمان کے درمیان
صلح کریگا اور ایک حدیث مین ارشاد ہوا ح لَیْسَ بِکَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَقَالَ خَیْرًا اَوْ نَمٰی
خَیْرًا اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ لوگون مین صلح کرا دینی واجب ہی کیونکہ جھوٹ کا ترک کرنا واجب ہی اور
کوئی واجب ذمہ سے ساقط نہین ہوتا الا اُس صورت مین کہ دوسرا واجب اُس سے زیادہ موکد ذمہ
پر ہوجاوے تو جب دو شخصون مین صلح کرنے والا جھوٹا نہ ٹھہرا تو معلوم ہوا کہ اصلاح باہم ترک کذب کی نسبت
کہ زیادہ موکد ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح کُلُّ الْکَذِبِ مَکْتُوْبٌ اِلَّا اَنْ
یَکْذِبَ الرَّجُلُ فِی الْحَرْبِ فَاِنَّ الْحَرْبَ خُدْعَۃٌ اَوْ یَکْذِبَ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَیُصْلِحَ
بَیْنَہُمَا اَوْ یَکْذِبَ لِاِمْرَاَتِہٖ لِیُرْضِیَہَا پندرھوان حق یہ ہی کہ سب مسلمانون کے عیبون کو
چھپاوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین ح مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدُّنْیَا
وَالْاٰخِرَۃِ اور فرمایا کہ جو بندہ دوسرے کی عیب پوشی کریگا اللہ تعالی قیامت کے دن اُسکی عیب پوشی
فرمائیگا۔ اور حضرت ابوسعید خدری رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی
اپنے بھائی کا کوئی عیب دیکھے اور پھر اُسکو چھپادے تو وہ جنت مین داخل ہوگا۔ اور جب ماعز نے اپنے
زنا کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو اُسکو اپنے کپڑے
کے تلے ڈھانپ لیتا تو تیرے حق مین اچھا ہوتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مسلمان کو اپنے عیب کا پوشیدہ
رکھنا بھی لازم ہی اسلیے کہ اُسکے خود اسلام کا حق اُسکے ذمہ ایسا ہی واجب ہی جیسے غیر کے اسلام کا حق
حضرت ابوبکر صدیق رض فرماتے ہین کہ اگر مین کسی شرابخوار کو پکڑ لیاؤن تو مجکو یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ خدا تعالے
اُسکا عیب چھپادے اور اگر کسی چور کو پکڑون تب بھی یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ اللہ تعالے اُسکی
عیب پوشی فرمائے۔ اور مروی ہی کہ حضرت عمر رض مدینہ منورہ مین ایک رات گشت فرماتے تھے آپنے
ایک مرد اور ایک عورت کو زنا کرتے دیکھا صبح کو لوگون سے کہا کہ اگر بالفرض کوئی امام کسی مرد اور عورت
کو زنا کرتے دیکھے اور اُن دونون کو حد مارے تو بتاؤ تمھاری کیا راے ہی اُنھون نے عرض کیا کہ
آپ امام ہین آپکو اختیار ہی لیکن حضرت علی مرتضی رض نے فرمایا کہ آپکو حد مارنا جائز نہین ورنہ تمھارے اوپر

ح جو شخص مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالے دنیا و آخرت مین اُسکی پردہ پوشی کریگا مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲ ح

حد قائم کیجاویگی اسلیے کہ خدا تعالیٰ نے زنا کے لیے چار شاہدون سے کم نہین فرمائے پھر آپ نے چند روز
توقف کرکے وہی سوال کیا اور سب لوگون نے اپنا پہلا ہی جواب دیا اور حضرت علی رضہ نے بھی وہی فرمایا جو پیشتر
فرمایا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت عمر رضہ کو اس امر مین تردد تھا کہ حدود الٰہی مین امام کو اپنے علم کے
بموجب حکم دینا جائز ہی یا نہین اسلیے بطور مثال فرضی کے انسے سوال کیا یہ نہ فرمایا کہ مین نے ایسا
دیکھا ہی اس ڈر سے کہ کہین ایسا نہو کہ یہ امر ہمکو درست نہو تو اسصورت مین انکا حال بیان کرنا گالی
ٹھہرے اور حضرت علی مرتضیٰ رضہ کی راے اسطرف مائل ہوئی کہ امام کو یہ امر جائز نہین اور شریعت مین
عیب پوشی کے مطلوب ہونے کے لیے یہ معاملہ بہت بڑی دلیل ہی کیونکہ سب عیبون مین فاحش تر زنا ہی
جسکا ثبوت چار گواہون پر ہی جو مرد کے عضو کو عورت کے عضو کے اندر اسطرح دیکھین جیسے سرمہ دانی
مین سلائی اور یہ امر کبھی نہین ہوتا اور اگر قاضی اسکو تحقیقاً معلوم بھی کرلے تو اسکو جائز نہین کہ اسکو
افشا کرے تو باب زنا کے انسداد کی حکمت کو دیکھو کہ اسکے لیے سزا سنگسار کرنا ہی جو سب سے بڑی
سزا ہی مگر اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کو بھی تامل کرو کہ اپنی مخلوق کے گناہگارون پر کیسا بھاری پردہ
ڈالا ہی کہ زنا کا حال کھلنے کا رستہ تنگ کردیا ہی ہمکو توقع ہی کہ قیامت کے دن اسکے اس کرم عمیم سے ہم
محروم نہ رہین کہ حدیث شریف مین وارد ہی ح۱ کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کا عیب دنیا مین چھپاتا ہی تو
اسکا کرم اس بات کا مقتضی کب ہوگا کہ قیامت مین اسکو فاش کرے اور اگر دنیا مین فاش کریگا
تو اس بات سے کریم تر ہی کہ دوبارہ اسکو افشا کرے اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہین
کہ ایک رات مین مدینہ منورہ مین ہمراہ حضرت عمر رضہ کے گشت کرتا تھا کہ اتنے مین ہمکو ایک چراغ
معلوم ہوا ہم اسکی طرف کو چلے جب اسکے قریب پہونچے تو دیکھا کہ ایک دروازہ بند ہی اور مکان
کے اندر لوگ شور و غل مچا رہے ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہی
کہ کسکا گھر ہی مین نے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ یہ گھر ربیعہ بن امیہ کا ہی اور یہ لوگ
اسوقت متوالے ہین تمھاری کیا راے ہی انکو گرفتار کرین مین نے کہا کہ ہم نے وہ
کام کیا جسکو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہی چنانچہ ارشاد ہی لا تجسسوا یعنی بھید کی تلاش
مت کرو پس حضرت عمر رضہ انکو ویسے ہی چھوڑکر واپس چلے آئے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ عیب کا
چھپانا اور اسکے درپے نہونا واجب ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو فرمایا ح۲
کہ اگر تم لوگون کے عیبون کے درپے ہوگے تو انکو خراب کردوگے یا قریب ہی کہ انکو بگاڑ دوگے اور ایک
حدیث مین ح۳ ارشاد فرمایا کہ اے گروہ ان لوگون کی جو زبان سے ایمان لائے اور دل مین

ح۱ ترمذی و ابن ماجہ و حاکم بروایت علی مرتضیٰ رضہ باختلاف
ح۲ ابوداود بروایت معاویہ باسناد صحیح
ح۳ ابوداود بروایت ابی برزہ و ترمذی بروایت ابن عمر

ایمان داخل نہین ہوا مسلمانون کی غیبت مت کرا ور اُنکے عیوب کے درپے نہوا سیلیے کہ جو شخص اپنے بھائی مسلمان کے عیب کے درپے ہوتا ہی اللہ تعالی اُسکے عیب کے درپے ہوتا ہی اور جس شخص کے عیب کے درپے خداے تعالے ہوتا ہی وہ اُسکو رسوا کر دیتا ہی گو اپنے گھر کے اندر ہی رہے - اور حضرت ابو بکر صدیق رض فرماتے ہین کہ اگر بالفرض مین کسی شخص کو حدود الٰہی مین سے کسی حد پر دیکھون تو مین اُسکو گرفتار نہ کرون اور نہ اُسکے لیے کسی کو بلاؤن یہان تک کہ میرے ساتھ کوئی دوسرا ہو یعنے دو شاہد ہونے سے البتہ قابل مواخذہ ہوجائیگا - اور کسی بزرگ نے فرمایا کہ مین حضرت ابن مسعود رض کی خدمت مین تھا کہ ایک شخص دوسرے کو پکڑکر آپ کے پاس لایا اور عرض کیا کہ یہ متوالا ہی آپ نے فرمایا کہ اِسکو سونگھو لوگون نے سونگھا تو معلوم ہوا کہ واقع مین شراب پی ہی آپ نے اُسکو قید کیا یہان تک کہ اُسکا خمار جاتا رہا پھر ایک کوڑا منگایا اور اُسکی چوٹی کی گرہ کھولدی اور جلاد کو فرمایا کہ اسکے کوڑے لگا اور ہاتھ کو اونچا کر کے لگانا اور سب اعضا پر متفرق لگانا جلاد نے تعمیل ارشاد کی وہ شخص قبا یا کرتے پہنے ہوے تھا جب جلاد کوڑے سے فارغ ہوا تو جو شخص اُس مجرم کو لایا تھا اُس سے آپ نے پوچھا کہ تو مجرم کا کون ہی اُسنے کہا کہ مین اسکا چچا ہون آپ نے فرمایا کہ تو نے اسکی تعلیم و تادیب خوب نہ کی اور نہ اُسکی عیب پوشی کی اور امام کو چاہیے کہ جب حد اُس تک پہونچے تو اُسکی تعمیل کرے اللہ تعالی بہت معاف کرنے والا ہی اور معاف کرنے کو پسند فرماتا ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا الآیہ پھر فرمایا کہ مجھے یاد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اول کس شخص کا ہاتھ کاٹا تھا آپکی خدمت مین ایک چور حاضر کیا گیا آپ نے اُسکا ہاتھ قطع کیا مگر گویا آپکا چہرہ مکدر ہوگیا لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے گویا اسکا ہاتھ کاٹنا برا جانا آپ نے فرمایا کہ مجکو برا نہ جاننے کا مانع کون بات ہی اپنے بھائی پر شیطان کے مددگار مت بنو انھون نے عرض کیا کہ پھر آپ نے معاف کیون نہ فرمادیا آپ نے فرمایا کہ حاکم کو چاہیے کہ جب حد اُس تک پہونچ جاوے تو اُسکو جاری کرے اللہ تعالی بہت درگذر کرتا ہی اور درگذر کرنے کو پسند کرتا ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور ایک روایت مین یون ہی کہ ہاتھ کاٹنے کے بعد آپکا چہرہ ایسا متغیر ہوگیا گویا چہرۂ مبارک پر راکھ پڑگئی ہی - اور مروی ہی کہ حضرت عمر رض مدینہ منورہ مین رات کو گشت کر رہے تھے کہ ایک مکان مین سے ایک مرد کے گانے کی آواز سنی آپ دیوار پر چڑھ گئے دیکھا تو اُسکے پاس ایک عورت و شیشۂ شراب موجود ہی آپ نے فرمایا کہ اے خدا کے دشمن کیا تو یہ سمجھتا ہی کہ خداے تعالے تیری پردہ پوشی فرمائیگا اور تو اُسکی نافرمانی کرتا رہیگا اُسنے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ جلدی نہ فرمائیے

اگر مین نے ایک بات مین خداے تعالے کی نافرمانی کی تو آپنے تین باتون مین نافرمانی کی
اسکا ارشاد ہی وَلَا تَجَسَّسُوْا حالانکہ آپنے تجسس کیا اور اُسنے فرمایا ہی وَلَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ
مِنْ ظُهُوْرِهَا اور آپ میرے پاس دیوار پھاند کر آئے اور وہ فرماتا ہی لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ
حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا اور آپ میرے گھر مین بدون اجازت اور سلام کے چلے آئے
حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ بھلا اگر مین تجکو چھوڑ دون تو کچھ آگے کو درست ہو جائیگا اُسنے عرض کیا
کہ یا امیر المومنین اگر آپ مجکو معاف کرینگے تو مین ایسی حرکت کے گرد کبھی نہ پھرونگا آپ نے اسکو اُسی
حالت پر چھوڑ کر معاودت فرمائی - اور ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے کہا کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے باب مین کسطرح سُنا ہی آپ نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہی کہ اللہ تعالی ایماندار کو اپنے قریب بُلاویگا اور اُسکے اوپر اپنا سایۂ رحمت
کرکے لوگون سے چھپائیگا اور فرمائیگا کہ فلان گناہ پہچانتا ہی فلان گناہ یاد ہی وہ عرض کریگا یا رب
ہان پہچانتا ہون یہان تک کہ جب اُس سے اُسکے گناہون کا اقرار لے لیگا اور وہ اپنے دل مین سمجھیگا
کہ مین تباہ ہوا اُس سے ارشاد فرمائیگا کہ اے میرے بندہ مین نے تیری عیب پوشی دنیا مین اسلیے کی تھی
کہ آج تیری خطاؤن کو معاف کرون پھر اُسکو نیکیون کا نامہ دیا جاویگا اور کافرون اور منافقون کا یہ حال
ہوگا کہ اُنپر گواہ کہینگے کہ یہ وہی لوگ ہین جنھون نے اپنے رب پر جھوٹ بولا آگاہ رہو اللہ کی
لعنت ہی ظالمون پر - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کُلُّ اُمَّتِیْ مُعَافًی اِلَّا الْمُجَاهِرُوْنَ
اور وہ شخص بھی مجاہر ہوگا جو بُرا عمل خفیہ کرے پھر اُسکی اطلاع کر دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین مَنِ اسْتَمَعَ سِرَّ قَوْمٍ وَهُمْ لَهٗ کَارِهُوْنَ صُبَّ فِیْ اُذُنِهِ الْاٰنُکُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ
سولھوان حق یہ ہی کہ تہمت کی جگہون سے احتراز کرے تاکہ اہل اسلام کے دل بدگمانی سے اور اُنکی
زبانین غیبت سے بچی رہین کیونکہ اگر وہ اُسکو بُرا کہکر خداے تعالے کی نافرمانی کرینگے اور اِس
معصیت کا باعث وہی شخص ہوگا تو وہ بھی اُسمین شریک ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی
وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَیَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے مان باپ کو گالی دے وہ تمھارے نزدیک کیسا ہی لوگون نے عرض کیا
کہ بھلا کوئی اپنے مان باپ کو گالی دیتا ہی آپ نے فرمایا کہ ہان دوسرے کے مان باپ کو گالی دیتا ہی تو دوسرا
اُسکے مان باپ کو گالی دیتا ہی - حاصل یہ ہی کہ معصیت کا باعث ہونا ایسا ہی گویا خود اُسکا مرتکب ہوا
اور حضرت انس رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے گفتگو فرمائی

کہ اتنے مین کوئی شخص گذرا آپنے اوسکو بلا کر فرمایا کہ یہ میری بی بی صفیہ ہی اوسنے عرض کیا کہ
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مین کسی پر کو گمان کرتا تو یہ نہین تھا کہ آپ پر گمان کرون آپنے
ارشاد فرمایا کہ شیطان آدمی مین اوسکی خون کی جگہہ چلتا ہے اور ایک روایت مین یون ہے کہ
عشرہ آخر رمضان مین آپ اعتکاف مین تھے اور دو شخص گذرے اونسے فرمایا علی رسلکما انہا
صفیۃ انی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شرا - اور حضرت عمر رض نے فرمایا ہے کہ جو شخص
اپنے آپ کو تہمتون کی جگہہ مین کھڑا کرے تو پھر اگر اوسپر کوئی بدگمانی کرے تو بجز اپنے نفس کے اور کسی کو
ملامت نکرے کیونکہ نہ ایسا کرتا نہ کوئی بدگمان ہوتا - اور حضرت عمر رض نے ایک شخص کو دیکھا کہ رستہ پر
ایک عورت سے باتین کرتا ہے آپ اوسکو درے سے مارنے لگے اوسنے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین یہ میری
بی بی ہے آپنے فرمایا کہ پھر ایسی جگہہ کیون نہین باتین کرتا جہان تجکو لوگ ندیکھین - سترہوان
حق یہ ہے کہ جس شخص کے عندیہ مین اپنی قدر و منزلت ہو اگر اوس سے کسی دوسرے کو کام آپڑے
تو اوس سے کسی کی سفارش کردے اور اوسکی مطلب براری کرلے جو کچھ اپنے آپ سے ہوسکے کر گذرے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین انی اوتی واسال وتطلب الی الحاجۃ وانتم عندی
فاشفعوا لتوجروا ویقضی اللہ علی یدی نبیہ ما احب - اور حضرت معاویہ رض
راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے سفارش کیا کرو تاکہ تمکو ثواب ملے اور
مین کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہون لیکن اوس مین دیر لگاتا ہون کہ تم میرے سامنے سفارش کرو اور
ثواب پاؤ - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ کوئی صدقہ زبان کے صدقہ سے افضل نہین کسی نے
پوچھا زبان کا صدقہ کسطرح ہوتا ہے فرمایا کہ سفارش کرنے سے کہ اوسکے باعث خون محفوظ ہوجاتا ہے
اور دوسرے کو فائدہ پہونچتا ہے اور غیر سے بلا ٹلتی ہے - اور عکرمہ رض حضرت ابن عباس رض سے راوی ہین کہ
بریرہ کا شوہر ایک غلام مغیث نام تھا اوسکی صورت گویا میرے سامنے ہے کہ بریرہ کے پیچھے کھڑا رو رہا ہے
اور اوسکے آنسو ڈاڑھی پر جاری ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رض سے فرمایا کہ
عجیب بات ہے کہ مغیث بریرہ کو اتنا چاہتا ہے اور بریرہ اوس سے بشدت متنفر ہے پھر آپنے بریرہ کو فرمایا کہ
خوب ہو جو تو اوسکے پاس پھر جاوے کہ وہ تیرے بچہ کا باپ ہے اوسنے عرض کیا کہ اگر آپ مجکو حکم
فرماتے ہین تو مین ایسا ہی کرون آپنے فرمایا کہ مین حکم تو نہین کرتا ہون بلکہ سفارش کرتا ہون -
اٹھارہوان حق یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان سے کلام سے پیشتر سلام سے ابتدا کرے اور سلام کے وقت
مصافحہ کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص سلام سے پیشتر کلام شروع کرے تو

اوسکو جواب مت دو جبتک کہ اول سلام نہ کرلے - اور ایک صحابی کہتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور سلام نکیا اور نہ اجازت مانگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ ہٹ جا اور یہ کہہ کہ السلام علیکم مجھے اندر آنے کی اجازت ہی - اور حضرت جابرؓ راوی ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے گھرون مین جاؤ تو گھر والون پر سلام کرو کیونکہ جب
کوئی تم مین سے سلام کرتا ہی تو اوسکے گھر مین شیطان نہین آتا - اور حضرت انس رضی فرماتے ہین کہ
مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت آٹھ برس کی آپنے مجھکو ارشاد فرمایا کہ اے انس وضو پورا
کیا کر کہ اس سے تیری عمر زیادہ ہوگی اور میری امت مین سے جس سے ملو اوس سے سلام کیا کر کہ تیری نیکیان
زیادہ ہونگی اور جب تو اپنے گھر مین داخل ہو تو گھر والون کو سلام کیا کر تیرے گھر مین برکت بہت ہوگی
اور اللہ تعالی فرماتا ہی وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا - اور ایک حدیث شریف
مین ارشاد فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَا تَدْخُلُوْا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا
اَفَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى عَمَلٍ اِذَا عَمِلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ قَالُوْا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَفْشُوْا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ
اور فرمایا جب مسلمان دوسرے پر سلام کرتا ہی اور وہ جواب دیتا ہی تو فرشتے اوسپر ستر بار رحمت بھیجتے ہین
اور فرمایا کہ جب مسلمان دوسرے پر گذرتا ہی اور سلام نہین کرتا تو فرشتے تعجب کرتے ہین لِيُسَلِّمُوْا الرَّاكِبُ
عَلَى الْمَاشِیْ وَاِذَا سَلَّمَ مِنَ الْقَوْمِ وَاحِدٌ اَجْزَاَ عَنْهُمْ - اور حضرت قتادہ رضی سے منقول ہی کہ پہلے
لوگون کے لیے ملاقات کا تحفہ سجدہ تھا اللہ تعالی نے اس امت کے لیے سلام عطا فرمایا اور یہ تحفہ اہل جنت
کا ہی اور ابو مسلم خولانی جب کسی قوم پر گذرتے تو سلام نکرتے اور کہا کرتے کہ اور تو کوئی وجہ سلام نکرنے کی
نہین ہی مگر مجھے یہ ڈر رہتا ہی کہ کہین ایسا نہو کہ لوگ میرے سلام کا جواب ندین اور فرشتے اونپر لعنت کرین
اور سلام کے ساتھ مصافحہ بھی سنت ہی - اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا
اور کہا سلام علیکم آپنے فرمایا کہ اسکے واسطے دس نیکیان ہین پھر دوسرا شخص آیا اور کہا سلام علیکم و
رحمۃ اللہ آپنے فرمایا بیس پھر اور آیا اور کہا سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپنے فرمایا تیس - اور حضرت
انس رضی کا دستور تھا کہ لڑکون کے پاس کو جاتے تو اونسے سلام کرتے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایسا کیا ہی - اور عبد الحمید بن بہرام سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد مین
تشریف لیگئے اور ایک جماعت عورتون کی بیٹھی تھی آپنے اپنے دست مبارک سے سلام کا اشارہ فرمایا
اور عبد الحمید راوی حدیث نے بھی اس حدیث کے بیان کرنے کے وقت ہاتھ سے اشارہ کیا - اور ایک حدیث
مین ارشاد فرمایا لَا تَبْتَدِءُوْا الْيَهُوْدَ وَلَا النَّصَارٰى بِالسَّلَامِ وَاِذَا لَقِيْتُمْ اَحَدَهُمْ

فی الطریق فاضطروہ الی اضیقہ۔ اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا لاتصافحوا اھل الذمۃ ولا تبدأوھم بالسلام فاذا لقیتموھم فی الطریق
فاضطروھم الی اضیقہ۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ یہود کی ایک قوم آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں آئی اور کہا السام علیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم حضرت عائشہ رض
فرماتی ہیں کہ میں نے کہا بل علیکم السام واللعنۃ آپنے فرمایا کہ اے عائشہ اللہ تعالی نرمی کو پسند فرماتا ہے
حضرت عائشہ رض نے عرض کیا کہ آپنے سنا نہیں انھوں نے کیا کہا آپنے فرمایا کہ میں نے کہدیا علیکم۔
اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا یسلم الراکب علی الماشی والماشی علی القاعد
والقلیل علی الکثیر والصغیر علی الکبیر۔ اور فرمایا کہ یہود اور نصاری کی مشابہت مت کرو کہ
یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارہ سے ہے اور نصاری کا سلام ہتھیلیوں کے اشارہ سے ابو عیسی
صاحب ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کی اسناد ضعیف ہے۔ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ جب کوئی تم میں سے
کسی مجلس میں آوے تو چاہیے کہ سلام کرے اور اگر مرضی ہو تو بیٹھ جاوے پھر جب کھڑا ہو تو سلام کرے
اور اگر مرضی ہو دوسری کی نسبت کچھ زیادہ مستحق نہیں۔ اور حضرت انس رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو ایماندار ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اون دونوں میں ستر رحمتیں تقسیم
کیجاتی ہیں انکے اوسکو ملتی ہیں جو دونوں میں سے زیادہ کشادہ پیشانی ہو۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہیں
کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور ایک دوسرے کو سلام
کرتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اون دونوں کے درمیان سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں نوے تو ابتدا کرنیوالے کو
ملتی ہیں اور دس دوسرے کو۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ مصافحہ دوستی بڑھاتا ہے۔ اور حضرت
ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے آپس کے سلام کا مصافحہ ہے
اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ مسلمان کا بوسہ دینا اپنے بھائی کو مصافحہ ہے۔ اور جو شخص دین کا بزرگ ہے
اوسکے ہاتھ کو بوسہ دینا برکت حاصل کرنیکے لیے اور اوسکی تعظیم کے لیے مضائقہ نہیں۔ اور حضرت ابن عمر رض
فرماتے ہیں کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو بوسہ دیا ہے۔ اور کعب بن مالک رض
راوی ہیں کہ جب میری توبہ نازل ہوئی تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور
آپکے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور مروی ہے کہ ایک اعرابی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مجھکو اجازت دیجیے کہ آپکے سر اور ہاتھ کو بوسہ دوں آپنے اجازت دیدی اوسنے بوسہ روے و سر مبارک
کو دیا۔ اور حضرت ابوعبیدہ رض حضرت عمر رض سے ملے تو آپ سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو بوسہ دیا

اور دونون چنگھاڑ کر رونے لگے - اور حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وضو کرتے تھے کہ مین نے سلام کیا آپنے جواب سلام نہ دیا یہانتک کہ وضو سے فارغ ہوئے اوسوقت جواب سلام
دیا اور ہاتھ بڑہا کر مصافحہ کیا مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جانتا تھا کہ مصافحہ
کرنا عجمیون کی عادت ہے آپنے فرمایا کہ دو مسلمان جب ملتے ہین اور مصافحہ کرتے ہین تو اون دونون کے
گناہ جھڑ جاتے ہین - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جب آدمی کسی قوم پر گذرے اور اونپر سلام کرے
اور وہ جواب سلام دین تو اوسکو اونپر ایک درجہ کی زیادتی ہوگی کہ اونکو سلام یاد دلایا اور اگر
اوسکے سلام کا جواب نہ دینگے تو جماعت اونسے بہتر اور طیب خواہ افضل ہوگی وہ اوسکے سلام کا جواب
دیگی (یعنے فرشتے جواب سلام دینگے) اور سلام کے وقت جھکنا ممنوع ہے حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ہمنے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم مین سے کوئی دوسرے کیلیے جھکے یا نہین آپنے
فرمایا کہ نہین عرض کیا کہ ایک دوسرے کو بوسہ دے یا نہین آپنے فرمایا نہین عرض کیا کہ باہم مصافحہ
کرے یا نہین آپنے فرمایا ہان - اور معانقہ اور بوسہ کے باب مین سفر سے آنیکے وقت حدیث وارد ہے
اور حضرت ابوذرؓ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ملا ہون تبھی آپنے مجھسے
مصافحہ کیا ہے اور ایک روز آپنے مجھکو تلاش کیا مین گھر نہ تھا جب مجھکو معلوم ہوا تو حاضر ہوا آپ
تخت پر رونق افروز تھے مجھسے معانقہ فرمایا - اس سے معلوم ہوا کہ معانقہ بہت اچھا ہے اور علما کی
تعظیم کیلیے رکاب کا تھامنا آثار مین آیا ہے چنانچہ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابت کی
رکاب تھامی تھی اور حضرت عمرؓ نے بھی آپ کی رکاب تھامی یہانتک کہ آپ سوار ہوگئے اور فرمایا
کہ زید بن ثابت اور اونکے ساتھیون سے ایسا ہی کیا کرو - اور کسی کی تعظیم کیلیے کھڑا ہوجانا مکروہ نہین
بشرطیکہ وہ شخص اسکا طالب نہو اور اگر وہ خود چاہے کہ لوگ میری عظمت کرین اور کھڑے ہون تو اس
صورت مین کھڑا ہونا مکروہ ہے حضرت انسؓ فرماتے ہین کہ ہم لوگون کے نزدیک کوئی شخص آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نتھا مگر ہمارا دستور تھا کہ جب آپکو دیکھتے تھے تو کھڑے نہوتے تھے
اسلیے کہ جانتے تھے کہ یہ امر آپکو ناپسند ہے - اور مروی ہے کہ آپنے ایک بار فرمایا کہ جب تم مجھکو دیکھو تو
کھڑے مت ہو جیسے عجمی کرتے ہین اور فرمایا مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّمْثُلَ لَهُ الرِّجَالُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ
مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ - اور فرمایا لَا يُقِيمُ الرَّجُلُ الرَّجُلَ عَنْ مَجْلِسِهِ ثُمَّ يَجْلِسُ فِيهِ وَلٰكِنْ
تَوَسَّعُوْا وَتَفَسَّحُوْا - اور اس امر سے اکابر سلف احتراز کرتے تھے اسی نہی کے سبب سے - اور فرمایا کہ
جب لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھ چکین اور کوئی شخص اپنے بھائی کو بلادے اور اوسکو جگہ دے تو اوسکو

اسکے پاس چلا جانا چاہیے کیونکہ اُسنے اپنے بھائی کا اکرام کیا اور اگر اُسنے جگہ نہ دی تو یہ شخص جہان زیادہ وسعت پاوے وہان بیٹھ جاوے۔ اور مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشاب کرنے کے وقت مین کسی نے سلام کیا آپنے جواب نہ دیا۔ اس سے معلوم ہوگا جو شخص قضاء حاجت مین مصروف اُسکو سلام کرنا مکروہ ہو اور یہ بھی مکروہ ہو کہ سلام اس طرح ابتدا کرے کہ علیک السلام اس لفظ کو ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہا تھا آپنے فرمایا کہ علیک السلام مُردہ کا تحفہ ہو اسکو تین بار فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ جب تم مین سے کوئی اپنے بھائی سے ملے تو یون کہنا چاہیے السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور جو شخص کسی مجلس مین آوے اور سلام کرے اور جگہ بیٹھنے کی نہ پاوے تو چاہیے کہ وہان سے واپس نہ جاوے بلکہ صف کے پیچھے بیٹھ جاوے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین تین شخص آئے انمین سے دو آپ کی طرف بڑھے ایک کو تو تھوڑی سی جگہ مل گئی وہ اُسمین بیٹھ گیا اور دوسرا لوگون کے پیچھے بیٹھ گیا اور تیسرا پشت پھیر کر چلا گیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ ان تینون شخصون کا حال مین تمسے کہتا ہون کہ ایک تو اللہ تعالیٰ کی طرف لگ رہا اسکو اللہ تعالیٰ نے جگہ دی اور دوسرے نے حیا اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس سے حیا کی اور تیسرے نے روگردانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے روگردانی کی۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا مَا مِنْ مُسْلِمَيْنِ يَلْتَقِيَانِ فَيَتَصَافَحَانِ اِلَّا غُفِرَ لَهُمَا قَبْلَ اَنْ يَتَفَرَّقَا اور حضرت ام ہانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپنے پوچھا کہ یہ کون ہو کسی نے عرض کیا کہ ام ہانی ہین آپنے فرمایا کہ مرحبا ام ہانی

اکیسوان حق یہ ہو کہ اپنے بھائی مسلمان کی عزت اور جان اور مال کو ظالم سے بچاوے بشرطیکہ بچانے پر قادر ہو اور ظالم کو اُس پر سے دفع کرے اور اُسکی طرف ہو کر ظالم سے لڑے اور مظلوم کی طرح مدد کرے کہ اخوت اسلامی کی مقتضا سے یہ امر آدمی پر واجب ہی حضرت ابو درداء رضہ روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے دوسرے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے برا کہا اور کسی نے دوسرے کی طرف ہو کر اسکو روکا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِيهِ كَانَ لَهُ حِجَابًا مِنَ النَّارِ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ جو مرد مسلمان اپنے بھائی کی عزت بچائیگا اللہ تعالیٰ پر ضرور ہی کہ قیامت کے دن اسکو آتش دوزخ سے بچائے۔ اور حضرت انس رضہ سے مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے اسکے کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہوا اور وہ اسکی مدد کی طاقت رکھتا ہو اور مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے دنیا و آخرت مین در گذر کریگا اور جسکے پاس کسی بھائی مسلمان کا ذکر ہوا اور وہ اسکی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت مین اسکی مدد نہ کریگا۔

ح جو شخص اپنے بھائی کی عزت کی طرف ہو کر اس کی ہتک کو دفع کرے تو اسکے لیے دوزخ سے آڑ ہوگی۔ ترمذی نے اسکو نقل کیا ۱۲ +
ح احمد بروایت اسماء بنت یزید ۱۲
ح ابن ابی الدنیا در صمت بسند ضعیف ۱۲

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عزت دنیا میں بچائیگا اللہ تعالی قیامت کے دن اسکے لیے ایک فرشتہ بھیجیگا کہ اسکو دوزخ سے بچالے - اور حضرت جابر اور ابو طلحہ رضی فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپنے فرمایا کہ جو مسلمان دوسرے مسلمان کی نصرت ایسی جگہ کرے کہ وہان اسکی ہتک عزت اور زوال حرمت ہو تو اللہ تعالی اسکی نصرت ایسی جگہ مین کریگا جہان اسکا دل نصرت کو چاہتا ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان کی طرفداری ایسے موقع مین نہ کریگا جہان اسکی حرمت جاتی ہو تو اللہ تعالی اسکو ایسے موقع مین بے یار و مددگار چھوڑیگا جہان اسکو مدد کا ملنا محبوب ہوگا بیسوان حق یہ ہے کہ اسکی چھینک کا جواب دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ چھینکنے والا کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اور جو اسکا جواب دے وہ یہ کہے يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ اور چھینکنے والا پھر اسکو کہے يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَيُصْلِحُ بَالَكُمْ اور حضرت ابن مسعود فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمکو تعلیم کیا کرتے اور فرماتے کہ جب کوئی تم مین سے چھینکے تو یون کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ جب وہ یہ کہے تو جو شخص اسکے پاس ہو وہ کہے يَرْحَمُكَ اللّٰهُ اور جب پاس والے یہ کہہ چکین تو چھینکنے والا یہ کہے يَغْفِرُ اللّٰهُ لِيْ وَلَكُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھینکنے والے کو جواب دیا اور دوسرے کو نہ دیا دوسرے نے اسکی وجہ پوچھی آپنے فرمایا کہ اسنے خدا تعالی کا شکر کیا اور تو چپ ہو رہا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مسلمان کو تین بار چھینکنے کا جواب دیا جائے اور زیادہ وہ چھینکے تو زکام ہے - اور مروی ہے کہ آپنے ایک چھینکنے والے کو تین بار جواب دیا جب اسنے اور چھینکا تو آپنے فرمایا کہ تجکو زکام ہوگیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چھینکتے تو آواز پست کرتے اور کپڑے یا ہاتھ سے چھپا لیتے اور ایک روایت مین ہے کہ منہ ڈھانپ لیتے تھے - اور حضرت ابو موسی اشعری فرماتے ہین کہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اس توقع پر چھینکتے کہ آپ يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ فرماوین مگر آپ يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ فرمایا کرتے - اور عبد اللہ بن عامر اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے نماز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چھینکا اور کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ كَمَا يَرْضٰى رَبُّنَا وَبَعْدَ مَا يَرْضٰى وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ پھر جب آپنے سلام پھیرا تو استفسار فرمایا کہ یہ کلمات کسنے کہے تھے اس شخص نے عرض کیا کہ مین نے کہے تھے اور میری نیت انکے کہنے سے خیر ہی کی تھی آپنے فرمایا کہ مین نے بارہ فرشتون کو دیکھا کہ ہر ایک انکی طرف مبادرت کرتا تھا کہ کون انکو لکھے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس چھینک ہوا اور وہ پہلے الحمد للہ کہے تو اسکو درد کمر نہ ہوگا - اور ایک حدیث مین فرمایا اَلْعُطَاسُ مِنَ اللّٰهِ وَالتَّثَاؤُبُ

مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِذَا تَثَاءَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَضَعْ یَدَہٗ عَلٰی فِیْہِ فَاِذَا قَالَ آہ آہ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ یَضْحَکُ مِنْ جَوْفِہٖ اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہین کہ جب آدمی استنجا کرنے کی حالت مین چھینکے تو اللہ تعالی کا ذکر کرنے مین کچھ مضائقہ نہین اور حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ اپنے جی مین الحمد للہ کہہ لے۔ اور کعب احبار رض حضرت موسی علیہ السلام کا حال فرماتے ہین کہ آپنے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الٰہی تو قریب ہی کہ مین آہستہ کچھ تجھسے کہون یا بعید ہی کہ تجھکو آواز دون ارشاد ہوا کہ جو کوئی مجھکو یاد کرتا ہی مین اُسکا جلیس ہون عرض کیا کہ ہم ایسے حال مین ہوتے ہین کہ اُسمین تیرا ذکر کرنا مخل ہو جیسے جنابت اور قضاء حاجت ہی ارشاد ہوا کہ میرا ذکر ہر حال مین کرو۔

اکیسوان حق یہ ہی کہ اگر کسی شریر سے پالا پڑے تو چاہیے کہ اُس سے خوش خلقی کرکے محفوظ رہے بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایماندار سے اخلاص دلی کرنی چاہیے اور بدکار سے اُسکے کردار کے مخالف کام کرنا چاہیے کیونکہ وہ ظاہری خوش خلقی سے راضی ہو جاتا ہی حضرت ابو درداء رضہ فرماتے ہین کہ ہم بعض لوگون کے سامنے ہنستے ہین اور ہمارے دل اُنکو لعنت کرتے ہین اور ظاہرداری کرتے یہی ہین اور یہ امر ایسے ہی لوگون کے ساتھ ہوتا ہی جنکے شر سے ڈر ہو اللہ تعالی فرماتا ہی اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ اور حضرت ابن عباس رض وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ سیئہ سے مراد فحش و ایذا ہی اور حسنہ سے سلام اور مدارات ۔ اور آیت وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ مین فرماتے ہین کہ خوف و رجا اور حیا اور مدارات سے مراد ہی۔ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آنے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ اُسکو آنے دو کہ یہ اپنی قوم مین نہایت برا شخص ہی جب وہ اندر آیا تو آپنے اُس سے ایسی نرمی باتون مین فرمائی کہ مجکو یہ گمان ہوا کہ آپ کے نزدیک اُسکی کچھ عزت ہی جب وہ چلا گیا تو مین نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ جسوقت وہ آنے کو تھا اُسوقت تو آپنے وہ کچھ فرمایا پھر اُسکے ساتھ نرم گفتگو فرمائی آپنے فرمایا کہ اے عائشہ خدا تعالی کے نزدیک قیامت کے دن سب مین برا مرتبہ اُس شخص کا ہوگا جسکو لوگ اُسکے فحش کے خوف سے چھوڑ دین۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ جس چیز کو دیکر آدمی اپنی عزت بچاوے وہ اُسکے حق مین صدقہ ہی اور آثار مین وارد ہی کہ لوگون سے اختلاط اُنکے اعمال کے بموجب کرو اور دلون سے اُنسے علٰحدہ رہو۔ اور محمد بن حنفیہ رض فرماتے ہین کہ جو شخص ایسے لوگون سے جنکی صحبت سے مفر نہین باخلاق پیش نہ آوے جبتک کہ خدا تعالی کوئی راہ نکالے تو وہ دانشمند نہین

بائیسوان حق یہ ہی کہ توانگرون کے پاس بیٹھنے سے احتراز کرے اور مساکین سے اختلاط رکھے

اور یتیمون کے ساتھ سلوک کرے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ ح اور حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے عہد سلطنت مین جب مسجد مین داخل ہوتے اور کسی مسکین کو دیکھتے تو اُسکے پاس بیٹھتے اور فرماتے کہ مسکین دوسرے مسکین کا ہمنشین ہوا اور کہتے ہین کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی لفظ سے پکارا جانا اتنا محبوب نہ تھا جتنا یا مسکین کہکر پکارا جانا اچھا معلوم ہوتا تھا - اور کعب احبار رضہ سے مروی ہے کہ قرآن مین جس جگہ یا ایہا الذین آمنوا ہے وہ توریت مین یا ایہا المساکین ہے - اور عبادہ بن صامت رضہ فرماتے ہین کہ دوزخ کے سات دروازے ہین تین تو انگرون کے لیے ہین اور تین عورتون کے لیے اور ایک فقرا اور مساکین کے واسطے ہے - اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ مین نے سنا ہے کہ کسی نبی نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی مین کس طرح جانون کہ تو مجھسے راضی ہے ارشاد ہوا کہ اس بات کو دیکھ لے کہ مساکین تجھسے راضی ہین - اور ایک حدیث مین ح ارشاد ہے کہ اپنے آپ کو مُردون کے پاس بیٹھنے سے بچاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مُردے کون ہین آپ نے فرمایا کہ تونگر - اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الٰہی مین تجھکو کہان تلاش کرون ارشاد ہوا کہ شکستہ دلون کے پاس - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ح فرماتے ہین کہ فاجر کی نعمت پر رشک مت کرو کیونکہ تمکو معلوم نہین کہ مرنے کے بعد اُسکا کیا حال ہوگا اُسکے پیچھے تو ایک طالب جلد باز لگا ہوا ہے اور یتیم کی تیمارداری کے فضائل ان روایات سے معلوم ہوتے ہین کہ آنحضرت ح صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ کسی ایسے یتیم کو اپنے پاس بالغ ہونے تک رکھے جسکے مان باپ مسلمان تھے تو اُسکے لیے قطعاً جنت واجب ہے اور فرمایا ح اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ کَھَاتَیْنِ وَیُشِیْرُ بِاُصْبُعَیْہِ ح اور فرمایا جو شخص یتیم کے سر پر رحم کا ہاتھ پھیرے تو جتنے بالون پر کو اُسکا ہاتھ گذریگا ہر ایک بال کے عوض مین ایک نیکی اُسکو ملیگی ح - اور فرمایا کہ مسلمانون کے گھرون مین سے اچھا وہ ہے جس مین یتیم ہو اور اُسکے ساتھ سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانون کے گھرون مین بُرا گھر وہ ہے جس مین یتیم ہو اور اُسکے ساتھ برائی کیجاتی ہو

تئیسوان حق یہ ہے کہ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرے اور اُسکے دل مین خوشی داخل کرنے کی کوشش کرے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ح لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ اور فرمایا ح اِنَّ اَحَدَکُمْ مِرْاٰۃُ اَخِیْہِ فَاِذَا رَاٰی فِیْہِ شَیْئًا فَلْیُمِطْہُ عَنْہُ اور فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کردے تو گویا تمام عمر اللہ تعالیٰ کی خدمت کرے - ح اور فرمایا کہ جو شخص کسی کے دل کو راحت پہونچادے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُسکو آرام دیگا ح - اور فرمایا کہ جو شخص رنج خوردہ مین

ح ۱ [illegible] اور اُٹھا مجکو مسکینون کی جماعت مین ۱۲ ابن ماجہ و حاکم بروایت ابی سعید ح ۲ اسکو ترمذی نے بروایت عائشہ نقل کیا ہو اور ضعیف کہا ہو ح ۳ ابن ابی الدنیا در تاریخ و طبرانی در اوسط و بیہقی در شعب بروایت [illegible] ح ۴ ابو داؤد و طبرانی بروایت مالک بن [illegible] اور اسمین علی بن یزید [illegible] ح ۵ [illegible] بخاری [illegible] بروایت [illegible] ح ۶ احمد [illegible] ابن ماجہ [illegible] ضعیف [illegible] ح ۷ [illegible] ح ۸ [illegible] ح ۹ [illegible] ابن مبارک [illegible] ضعیف [illegible] ابن عباس

ایکساعت اپنے بھائی کے کام مین چلیگا خواہ اوسکو پورا کرے یا نہ کرے یہ امر اوسکے حق مین دو مہینے کے اعتکاف سے بہتر ہوگا۔ اور فرمایا جو شخص غمزدہ ایماندار کی مشکل آسان کرے یا کسی مظلوم کی مدد کرے اللہ تعالی اوسکو تہتر مغفرت بخشدے۔ اور فرمایا اُنْصُرْ اَخَاكَ ظَالِمًا اَوْ مَظْلُوْمًا فَقِيْلَ كَيْفَ يَنْصُرُ ظَالِمًا وَقَالَ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ امور زیادہ محبوب ہین ایماندار کا دل خوش کرنا اوس سے کسی غم کو ٹالنا اوسکا قرض ادا کرنا اور بھوکا ہو تو کھانا کھلانا۔ اور فرمایا جو شخص کسی ایماندار کو منافق سے بچاوے جو اوسکو دق کرتا ہو تو اللہ تعالی قیامت کے دن اوسکے پاس ایک فرشتہ بھیجیگا جو اوسکے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائیگا۔ اور فرمایا کہ دو خصلتین ایسی ہین کہ اونسے زیادہ کوئی برائی نہین ایک خدا تعالی کے ساتھ شریک کرنا دوسرے اللہ تعالی کے بندون کو ضرر پہونچانا۔ اور دو خصلتین ایسی ہین کہ اونسے بڑھکر کوئی نیکی نہین اول اللہ تعالی پر ایمان لانا دوم اوسکے بندونکو فائدہ پہونچانا۔ اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون کی غمخواری نکرے وہ اونسے نہین۔ اور حضرت معروف کرخی فرماتے ہین کہ جو کوئی ہر روز تین بار یہ دعا پڑھ لیا کرے اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ تعالی اوسکو ابدال مین لکھ لیگا۔ اور ایک دن علی بن فضیل رونے لگے لوگون نے پوچھا آپ کیون روتے ہین فرمایا کہ مجکو اوس شخص کے حال پر رونا آتا ہے جسنے مجھپر ظلم کیا ہے کہ کل کو خدا تعالی کے سامنے کھڑا ہوگا اور اوس سے پوچھا جائیگا کہ ظلم کیون کیا تھا اور اوسکے پاس کوئی حجت نہوگی

چوبیسوان حق یہ ہے کہ بیمار پرسی کرے کہ اس حق کے ثابت ہونے اور ثواب پانے کو جان پہچان اور مسلمان ہونا مریض کا کافی ہے اور بیمار پرسی کے آداب یہ ہین کہ بیمار کے پاس تھوڑا بیٹھنا اور اوس سے کمتر سوال کرنا اور اوسکے حال پر ترس ظاہر کرنا اور شفا کی دعا مانگنی اور اوس جگہ کے قبائح سے نگاہ تلے رکھنی۔ اور اجازت چاہنے کا طریق یہ ہے کہ دروازہ کے مقابل کھڑا نہو اور نرمی سے کواڑ کھٹکھٹاوے اور جب کوئی پوچھے کون ہے تو یہ نہ کہے کہ مین ہون اور نہ یون پکارے کہ اولڑکے بلکہ الحمد للہ یا سبحان اللہ کہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت کامل یہ ہے کہ اوسکی پیشانی یا ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھکر پوچھو کہ کیسے ہو اور سلام کی تکمیل مصافحہ ہے۔ اور فرمایا کہ جو شخص بیمار کی عیادت کرے وہ گویا جنت کے نخلستان مین بیٹھا ہے یہان تک کہ جب اوٹھتا ہے اوسپر ستر ہزار فرشتے متعین ہوتے ہین کہ رات تک اوسپر رحمت بھیجتے۔ اور فرمایا جب کوئی آدمی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو رحمت مین داخل ہوتا ہے اور جب بیمار کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت اوسکے اندر مستحکم ہو جاتی ہے

اور فرمایا کہ جو کوئی اپنے بھائی مسلمان کی عیادت یا زیارت کرتا ہے تو اللہ تعالی فرماتا ہے کہ تو اچھا ہوا اور تیری رفتار طیب ہوئی اور تو نے جنت مین ایک گھر بنا لیا۔ اور فرمایا کہ جب بندہ بیمار ہوتا ہے تو اللہ تعالی اوسکے پاس دو فرشتے بھیجتا ہے اور اونکو حکم دیتا ہے کہ دیکھو یہ اپنے عیادت کرنیوالون سے کیا کہتا ہے پس اگر عیادت کرنیوالون کے آنے پر مریض مذکور خدا تعالی کی حمد و ثنا کرتا ہے تو فرشتے یہ بات جناب الہی مین عرض کرتے ہین حالانکہ وہ خود زیادہ جانتا ہے پس اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مجھپر لازم ہے کہ اگر مین اس بندہ کو وفات دونگا تو اوسکو جنت مین داخل کرونگا اور اگر اوسکو شفا بخشونگا تو اوسکے گوشت سے بہتر گوشت بدل دونگا اور خون سے بہتر خون اور اوسکے گناہ معاف کرونگا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اللہ تعالی جس کی بہتری چاہتا ہے اوسکو مبتلاء مصائب کرتا ہے گناہون سے پاک ہو جائے۔ اور حضرت عثمان رض فرماتے ہین کہ مین بیمار ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری عیادت کی اور فرمایا بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ مِنْ شَرِّ مَا تَجِدُ اسکو کئی بار آپنے فرمایا۔ اور ایکبار حضرت علی مرتضی رض بیمار ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یون کہو اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْاَلُكَ تَعْجِيْلَ عَافِيَتِكَ وَصَبْرًا عَلٰى بَلِيَّتِكَ وَخُرُوْجًا مِنَ الدُّنْيَا اِلٰى رَحْمَتِكَ کہ انمین سے ایک بات تمکو عنایت ہوگی۔ اور بیمار کو مستحب ہے کہ یون کہے اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ اور حضرت علی مرتضی رض فرماتے ہین کہ جب تم مین سے کسی کو پیٹ کی بیماری ہو جائے تو چاہیے کہ اپنی بی بی سے اوسکی مہر مین سے کچھ مانگے اور اوسکا شہد خرید کر مینہ کے پانی مین ملا کر پی جائے تو اوسکو یہ نسخہ رچتا پچتا اور برکت کی شفا ہوگی یعنے اسلیے کہ ان تینون چیزون کے باب مین قرآن مجید مین یہی صفات مذکور ہین مہر مین فرمایا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا اور شہد کے باب مین فرمایا فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اور مینہ کے لیے فرمایا وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رض کو فرمایا کہ کیا مین تجکو ایسی بات بتا دون جو اسکے شایان تر ہے کہ اگر آدمی اپنے مرض سے اول ہی کے کہ نمین پڑھ لے تو اللہ تعالی اوسکو دوزخ سے نجات دے حضرت ابو ہریرہ نے عرض کیا کہ بہتر ارشاد فرمایئے آپنے فرمایا یہ پڑھ لیا کرے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا اِنَّ كِبْرِيَآءَ رَبِّنَا وَجَلَالَهٗ وَقُدْرَتَهٗ بِكُلِّ مَكَانٍ اَللّٰهُمَّ اِنْ اَنْتَ اَمْرَضْتَنِيْ لِتَقْبِضَ رُوْحِيْ فِيْ مَرَضِيْ هٰذَا فَاجْعَلْ رُوْحِيْ فِيْ اَرْوَاحِ مَنْ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنْكَ

وَبَاعَدَنِي مِنَ النَّارِ نَجَّانِي بِلَا عِدَّتِ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنٰى اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض کی عیادت اتنی ہے جتنی مدت اونٹنی کے دوبارہ دوہنے کے بیچ مین ہے۔ اور طاؤس
فرماتے ہین کہ افضل عیادت وہ ہے جو سب مین ہلکی اور جلد ہو۔ اور حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا
کہ بیمار پرسی ایک بار تو سنت ہے اور زیادہ ہو تو نفل ہے۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ عیادت تین دن
کے بعد چاہیے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیادت ناغہ دیکر کرو اور اوسمین نرمی اختیار کرو
اور مریض کے لیے مجمل آداب یہ ہین کہ اچھی طرح صبر کرے اور شکایت اور اضطراب کم کرے اور ملتجی بدعا رہے
اور دوا کے ساتھ خالق دوا پر توکل رکھے۔ پچیسوان حق یہ ہے کہ اونکے جنازہ کے ہمراہ جاوے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ شَيَّعَ جَنَازَةً فَلَهُ قِيْرَاطٌ مِنَ الْاَجْرِ فَاِنْ وَقَفَ حَتّٰى تُدْفَنَ فَلَهُ
قِيْرَاطَانِ۔ اور حدیث صحیح مین ہے کہ قیراط کوہ احد کی مثل ہے اور جب حضرت ابوہریرہ
نے اس حدیث کو بیان کیا اور حضرت ابن عمر رضہ نے سنا تو فرمایا کہ ہمنے ابتک بہت سے قیراطون کو
ذخیرہ آخرت کر رکھا ہے۔ اور ہمراہی جنازہ سے مسلمان کا حق ادا کرنا اور عبرت حاصل کرنی مقصود ہے
مکحول دمشقی جب کوئی جنازہ دیکھتے تو فرماتے ہین ہم بھی آتے ہین نصیحت پوری ہے مگر غفلت چھا رہی ہے
پہلے لوگ چلے جاتے ہین اور پچھلے نہین سمجھتے۔ اور مالک بن دینار رح اپنے بھائی کے جنازہ کے ساتھ
نکلے روتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ بخدا مجھکو چین نہ پڑیگی جبتک یہ جان لون کہ تمہارا انجام کیا ہوا اور
زندگی بھر تو واللہ مجھکو یہ حال کیون کھلتا ہے۔ اور اعمش رح فرماتے ہین کہ ہم جنازون پر حاضر ہوتے تھے
مگر یہ نجانتے تھے کہ تعزیت اور تسلی کسکی کرین کیونکہ اندوہ وملال سبکو یکسان ہوتا تھا۔ اور ابراہیم زیات نے
لوگون کو دیکھا کہ ایک مردہ پر دعاء رحمت کرتے ہین فرمایا کہ اگر تم اپنے لیے دعاء رحمت کرو تو بہتر ہے
اسلیے کہ یہ مردہ تو تین ہولون سے نجات پاچکا یعنی ملک الموت کی صورت دیکھ چکا اور موت کی
تلخی بھی چکھ لی اور خاتمہ کے خوف سے مامون ہوا اور تمکو یہ سب باتین باقی ہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہین يَتْبَعُ الْمَيِّتَ ثَلَاثَةٌ فَيَرْجِعُ اثْنَانِ وَيَبْقٰى وَاحِدٌ يَتْبَعُهُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ
وَعَمَلُهُ فَيَرْجِعُ اَهْلُهُ وَمَالُهُ وَيَبْقٰى عَمَلُهُ۔ چھبیسوان حق یہ ہے کہ اونکی قبرون کی زیارت کرے
اور اس سے مقصود دعا اور عبرت اور دل کا نرم کرنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ مینے
جو دیکھنے کی جگہہ دیکھی ہے اوس سے قبر زیادہ ہولناک ہے۔ اور حضرت عمر رضہ فرماتے ہین کہ ہم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ باہر نکلے آپ قبرستان مین تشریف لائے اور ایک قبر کے پاس بیٹھے ہین
اور لوگون کی نسبت آپ سے بہت قریب تھا آپ روئے تو ہم بھی روئے آپنے پوچھا کہ تم کیون روئے

ح ... باقی رہتی ہے یعنی اور ایک گھر والے اور مال اور عمل جیسے جاتے ہین تو گھر والے اور مال لوٹ آتے ہین اور عمل رہجاتا ہے۔ مسلم بروایت انس ۱۲ ح
ترمذی و ابن ماجہ وحاکم بروایت عثمان غنی رضہ ۱۲ ح
مسلم بروایت ابوہریرہ و مختصرا احمد بروایت بریدہ ۱۲

ہمنے عرض کیا کہ آپکو رونیکی جہت سے آپ نے فرمایا کہ یہ قبر آمنہ بنت وہب یعنی والدہ ماجدہ کی ہے
مین نے اپنے رب سے اجازت زیارت کی مانگی تو اجازت عنایت فرمائی پھر مین نے درخواست کی کہ انکے لیے
دعا مغفرت کرون اسکو اللہ تعالی نے نمانا اسوجہ سے مجکو وہ رقت ہوئی جو اولاد کو ہوا کرتی ہے۔
اور حضرت عثمان رضہ جب قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ آپکی داڑھی تر ہو جاتی اور فرماتے کہ مین نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اِنَّ الْقَبْرَ اَوَّلُ مَنَازِلِ الْاٰخِرَةِ فَاِنْ نَجَا مِنْهُ
صَاحِبُهٗ فَمَا بَعْدَهٗ اَيْسَرُ وَاِنْ لَمْ يَنْجُ مِنْهُ فَمَا بَعْدَهٗ اَشَدُّ اور مجاہد رح فرماتے ہین
کہ آدمی سے اوسکی قبر اول یہ کلام کرتی ہے کہ مین کیڑون کا گھر ہون تنہائی کا مکان ہون خانہ غربت
ہون منزل ظلمت ہون یہ چیزین مین نے تیرے لیے رکھ چھوڑی ہین تو نے میرے لیے کیا سامان کیا ہے
اور حضرت ابو ذر رضہ فرماتے ہین کہ سنلو مین تمکو اپنی مفلسی کا دن بتاتا ہون وہ روز ہے جس مین
قبر مین رکھا جاونگا۔ اور حضرت ابو درداء قبرون کے پاس بیٹھتے لوگون نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ مین
ایسے لوگون کے پاس بیٹھتا ہون کہ مجکو آخرت کی یاد دلاتے ہین اور اگر اونکے پاس سے چلا جاتا ہون
تو میری غیبت نہین کرتے۔ اور حاتم اصم رح فرماتے ہین کہ جو شخص قبرستان مین گذرے اور اپنے باب مین
فکر نکرے اور نہ اونکے لیے دعا مانگے تو وہ اپنے نفس کی اور اونکی خیانت کرتا ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے
کہ ہر ایک رات کو ایک منادی پکارتا ہے کہ اے قبر والو تم کن لوگون کا رشک کرتے ہو وہ کہتے ہین
کہ ہم اہل مسجد کا رشک کرتے ہین کہ وہ روزے رکھتے ہین اور نماز پڑھتے ہین اور اللہ کا ذکر کرتے ہین اور
ہمکو یہ باتین میسر نہین۔ اور حضرت سفیان فرماتے ہین کہ جو شخص قبر کو زیادہ یاد رکھیگا وہ اوسکو جنت
کے باغون کا ایک باغ پائیگا اور جو اوسکی یاد سے غافل ہیگا وہ اوسکو دوزخ کے گڑہون کا ایک
گڑہا پائیگا۔ اور ربیع بن خثیم نے اپنے گھر مین ایک قبر کھود رکھی تھی جب اپنے دل مین سختی پاتے تو
اوسکے اندر لیٹتے اور ساعت بھر ٹھہر کر کہتے رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ
پھر فرماتے کہ لے ربیع اتجو لوٹا دیا گیا اب عمل کر لے پیشتر اس سے کہ لوٹا یا نجائے۔ اور میمون بن مہران
کہتے ہین کہ مین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے ساتھ قبرستان مین گیا جب آپنے قبرون کو دیکھا
تو رو پڑے اور فرمایا کہ اے میمون یہ قبرین بنی امیہ میرے آبا کی ہین گویا دنیا کے لوگون کی لذتون مین
کبھی شریک نتھے دیکھو اب پچھڑے پڑے ہین اور صرف قصے کہانی رہگئے کیڑے انکے بدنون کو کھا گئے
پھر آپ روئے اور فرمایا کہ بخدا مین ان لوگون سے زیادہ کسی کو نہین جانتا کہ عیش کیا ہو اور
اللہ تعالی کے عذاب سے مامون رہا ہو اور تعزیت اور تسلی دینے والے کے آداب یہ ہین کہ انکسار کرنا

ح البتہ قبر آخرت کی منزلون مین سے اول ہے اگر قبر والا اوس سے بچگیا تو اوسکے بعد کی چیزین اوس سے آسان ہین اور اگر اوس سے نہ بچا تو بعد کی چیزین اوس سے زیادہ سخت ہین۔ ترمذی و حاکم و ابن ماجہ ۱۲

ع اسکی اصل مجکو نہین ملی ۱۲

ت اے رب مجکو پھر بھیجو شاید کچھ مین بھلا کام کرون اوسمین جو چھوڑ آیا ۱۲

اور غم کا اظہار اور قلت کلام اور ترک تبسم ملحوظ رکھو اور جنازہ کی ہمراہی کے آداب خشوع اور ترک سخن اور میت کے حال مین تامل کرنا اور اپنی موت کو سوچنا اور موت کے سامان کی تیاری کی فکر کرنا اور جنازہ کے قریب آگے ہوا چلنا ہین اور جنازہ کو جلد لیجانا سنت ہے یہ باتین ہین جنسے عام خلق کے ساتھ بسر کرنیکے آداب معلوم ہوتے ہین اور مجملاً آداب جو ہین سب کے جامع یہ ہین کہ کسی کو حقیر مت جانو خواہ زندہ ہو یا مردہ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے اسلیے کہ تمکو کیا خبر ہے شاید وہی تمسے بہتر ہو کیونکہ وہ اگرچہ فاسق ہے مگر شاید خاتمہ نیکبختی پر ہو اور تمہارا خاتمہ اوسکے حال کی موجب ہو۔ اور کسی کو دنیا کی حالت کے اعتبار سے بچشم تعظیم نہ دیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا حقیر ہے اور اوسکی چیزین ذلیل اور جس صورت مین تمہارے نفس کے اندر دنیا والون کی عظمت ہوگی تو دنیا کی بدولت ہوگی اسلیے خدا تعالیٰ کی نظرون سے گر جاؤ گے۔ اور اونکو اپنا دین اس غرض سے مت دو کہ اون سے دنیا حاصل کرو ورنہ اونکی نظرون مین حقیر ہو جاؤ گے پھر دنیا بھی نہ ملیگی اور اگر ملی بھی تو ادنی چیز ملیگی عمدہ چیز عوض مین لے بیٹھو گے اور اہل دنیا سے دشمنی مت کرو اس طرح کہ عداوت ظاہر ہو جاوے اور پھر اسی کی بدولت دین و دنیا سب اسی مین چلی جاوے اور اونکا دین تمہارے باب مین جاتا رہے ہان اگر کوئی بات دین کی خرابی کی اونسے نظر پڑے تو اونکے برے افعال سے عداوت رکھو اور اونپر بچشم ترحم نظر کرو کہ بیچارے خدا تعالیٰ کی نافرمانی کرکے مستحق اوسکے غصہ اور عذاب کے ہو گئے اونکو یہی درد کافی ہے کہ دوزخ مین جاوینگے تمکو کیا ضرورت ہے کہ اونسے عداوت کرو۔ اور اونکی دوستی اور منہ پر تعریف کرنے اور ظاہر مین تمکو دیکھکر خوش ہونے پر اطمینان مت کرو اسلیے کہ اگر یہ باتین تلاش کرو گے تو واقع مین ظاہر کے مطابق سو مین سے ایک مین پاؤگے بلکہ عجب نہین کہ ایسا شخص نہ ملے کہ جسکا ظاہر و باطن یکسان ہو اور اپنے حالات کی شکایت اونسے نکرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمکو اونہین کے حوالہ کریگا۔ اور یہ توقع نکرو کہ غیبت و باطن مین وہ تمہارے حق مین ویسے ہین جیسے سامنے ظاہر مین ہین کیونکہ یہ طمع جھوٹی ہے ایسے لوگ کمیاب ملتے ہین اور اونکے پاس کی چیزون مین طمع مت کرو کہ سر دست تمکو ذلت ہوگی اور غرض بھی پوری نہ ہوگی۔ اور اگر تمکو اونکی حاجت نہو تو تکبر کی راہ سے اونکو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو اور اگر اپنا استغنا ظاہر کرنے میں تکبر کروگے تو اللہ تعالیٰ اسکی سزا یہ دیگا کہ تمکو اونکی التجا کرنی پڑیگی اور جب کسی بھائی سے حاجت مانگو اور وہ پوری کردے تو وہ بھائی کام کا ہے اور اگر پوری نہ کرے تو اوسپر عتاب مت کرو ورنہ دشمن ہو جائیگا اور مدت تک اوسکا رنج تمکو کھینچنا پڑیگا۔ اور جس شخص کو جانو کہ یہ کہنا نہین مانیگا اور دشمن ہو جائیگا اوسکو نصیحت مت کرو بلکہ اوسکی نصیحت اس طرح سے کہ کنایۃً اور علی الاطلاق بیان کیا جاوے خاص کسیکی تصریح نہو۔ اور جب تم دیکھو کہ لوگ تمہاری تعظیم کرتے ہین اور سلوک سے پیش آتے ہین تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرو جسنے اونکو تمہارے لیے مسخر کر دیا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگو اس بات سے کہ تمکو اونکے حوالہ کرے۔ اور جب تمکو خبر پہونچے کہ لوگ میری غیبت کرتے ہین یا اونکی کوئی شرارت دیکھو یا کوئی برائی اونسے تمکو پہونچے تو اونکا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کرو اور اونکی شر سے پناہ مانگو اپنے نفس کو مکافات کی فکر مین مشغول مت کرو ورنہ ضرر زیادہ ہوگا اور اس شغل مین عمر مفت برباد جائیگی۔

ہو کہ تمنے ہماری قدر و منزلت نہ پہچانی اور یہ عقیدہ رکھو کہ اگر تم قدر و منزلت کے مستحق ہوگے تو اللہ تعالی
اونکو دل میں ڈال ہی دیگا کیونکہ دلون میں محبت اور بغض کا ڈالنے والا اللہ ہی ہے اسلئے انمین اطلاع ہو کہ حق بات کو سنیں
اور باطل سے بہرے ہو جاؤ اونکے حق کو زبان پر لاؤ اور باطل سے سکوت کرو۔ اور اکثر لوگوں کی صحبت سے احتراز کرو کہ وہ تمہاری
کو معاف نکرین خطا کو بخشیں نہ عیب کو چھپائیں حساب کوڑی کوڑی کا کرین تھوڑے پر بہت حسد کرین نہ اپنا انتقام
دوسرے کا انصاف کرین بھول چوک پر مواخذہ کرتے ہیں عفو کرنے سے انھیں بھائیوں کو بہکاتے ہیں اور چغلی اور بہتان سے
مفارقت کراتے ہیں اکثروں کی صحبت میں نقصان اور زیان ہے اور ان سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے اور غایت۔ اگر خوش ہیں
تو ظاہر ہی شاد ہے اور ناخوش ہوئے تو دل میں کینہ اور حسد ہے کینہ کی حالت میں اوسے جبین موجود ہے خوشامد کی صورت
میں تو تعجب ہے بظاہر ذی لباس ہیں اور باطن میں موذی خناس کہاں کہاں خیال دوڑاتے ہیں تمہارے پیچھے
چشمکوں سے اشارے اڑاتے ہیں دوستوں کا یہ وتیرہ ہے حسد کے مارے اونکی موت کا انتظار ہے جلسوں میں تمہاری خطائیں
شمار کرین تاکہ غصہ اور وحشت کی حالت میں اون سب کی تمیز بھر مار کرین۔ اور جسکا خوب نہ آزمایا ہو اوسکی دوستی پر اعتماد نکرو
اور آزمانیکا طور یہ ہے کہ مدت تک ایک مکان خواہ ایک جگہ میں اوسکے ساتھ رہو اور [illegible] توقف اور اگر بھی اور
میں اوسکو دیکھو یا اوسکے ساتھ کوئی سفر کرو یا روپیہ اشرفی کا معاملہ اوس سے کرو یا تمکو کوئی سختی پیش آوے اور اوس
اوسکے محتاج ہو تو ان باتوں میں اگر اوسکو اچھا پاؤ تو اگر وہ عمر میں تمسے بڑا ہے تو اوسکو بمنزلہ باپ کے جانو اور اگر چھوٹا ہو تو

بیٹا تصور کرو اور اگر برابر ہو تو بھائی بناؤ۔ غرضکہ خلق کے ساتھ بسر کرنیکے یہ آداب ہیں جو مذکور ہوئے

دوسرا بیان ہمسایہ کے حقوق کے ذکر میں۔ واضح ہو کہ جسقدر اخوت اسلامی کے حق ہیں ہمسایگی کے اونسے سوا ہیں
اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ہمسایہ مسلمان ہوگا تو اوسکا حق بہ نسبت اور مسلمانوں کے زائد ہوگا اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں کہ ہمسایہ تین ہیں اول وہ جسکا ایک حق ہو دوم وہ جسکے دو حق ہوں سوم وہ جسکے تین حق ہوں جسکے تین حق ہیں
وہ تو مسلمان ہمسایہ رشتہ دار ہے کہ اوسکو حق ہمسایگی اور حق اسلام اور حق قرابت حاصل ہے اور جسکے دو حق ہیں
وہ مسلمان ہمسایہ ہے کہ اوسکو حق ہمسایگی اور حق اسلام ہے اور جسکا ایک حق ہے وہ مشرک ہمسایہ ہے۔ تو دیکھنا چاہیے کہ شارع
علیہ السلام نے صرف ہمسایگی کے سبب سے مشرک کا حق ثابت کیا اور ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص تیرے ہمسایہ میں آکر
اوسکی ہمسایگی اچھی طرح کرے تو مسلمان ہو جائیگا اور فرمایا مَا زَالَ جِبْرِیْلُ یُوْصِیْنِیْ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ
اَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ اور فرمایا۔ مَنْ کَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُکْرِمْ جَارَهٗ اور فرمایا
لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یَأْمَنَ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ اور فرمایا قیامت کے دن اول جو باہم دو شخص خصومت کرینگے وہ
دو ہمسائے ہونگے۔ اور فرمایا جب تو نے اپنے ہمسایہ کے کتے کو کچھ پھینک مارا تو تو نے اوسکو ایذا دی۔ اور کہتے ہیں کہ ایک شخص
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرا ایک ہمسایہ ہے کہ وہ مجھکو ستاتا ہے اور گالی دیتا ہے اور تنگ کرتا ہے

آپ نے فرمایا کہ جانورکہ رحمت تمہارے اوپر نازل ہوتی ہے خدا تعالی کی نافرمانی کی تو تم اوسکے باب مین خدا تعالی کی اطاعت کرو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا گیا کہ فلانی عورت دنکو روزہ رکہتی ہی اور رات بہر عبادت کرتی ہی مگر اپنے ہمسایون کو ستاتی ہی آپنے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جائیگی - اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوکر ہمسایہ کی شکایت کی آپ نے فرمایا کہ صبر کر پہر تیسری یا چوتھی بار کی شکایت مین آپنے فرمایا کہ اپنا اسباب رستہ مین ڈالدی وہ شخص کہتا ہی کہ لوگ اسباب کے پاس آتے تہے پوچہتے کہ تجہے کیا ہوا ہی کوئی کہدیتا کہ اوسکے ہمسایہ نے اوسکو ستایا ہے تو وہ کہتے کہ خدا تعالی اوسپر لعنت کرے غرضکہ وہ ہمسایہ اوسکے پاس آیا اور کہا کہ اپنا اسباب اوٹہالے بخدا کہ اب دوبارہ ایسی حرکت نکرونگا - اور زہری سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اپنے ہمسایہ کی شکایت کرنے آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسجد شریف کے دروازہ پر پکار دیا جاوے کہ سن لو چالیس گہر ہمسایہ مین زہری فرماتے ہین کہ چالیس ادہر اور چالیس اودہر اور چالیس ایسے اور چالیس ایسے اور چارون طرف کو اشارہ کیا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ برکت اور نحوست عورت اور مکان اور گہوڑے مین ہی عورت کا مبارک ہونا یہ ہی کہ مہر تہوڑا ہو اور نکاح سہولت سے ہو اور اوسکا خوش خلق ہونا اور اوسکی نحوست یہ ہی کہ مہر کا زیادہ ہونا اور نکاح بدشواری ہونا اور اوسکا خلق برا ہونا اور مکان کا مبارک ہونا یہ ہی کہ فراخ ہو اور ہمسایہ کے لوگ اچہے ہون اور اوسکی نحوست یہ ہے کہ تنگ ہو اور ہمسایہ برا ہو اور گہوڑے کا مبارک ہونا اوسکا فرمانبردار ہونا اور عادتون کا اچہا ہونا ہی اور اوسکی نحوست یہی اور بدرکاب ہونا ہی - اب جاننا چاہیے کہ ہمسایہ کا حق یہی نہین کہ اوسکو ایذا نہ دیجیے کیونکہ یہ بات اینٹ پتہر وغیرہ مین بہی ہی کہ اونسے ایذا نہین پہونچتی بلکہ یہ چاہیے کہ اگر ہمسایہ ایذا دے تو برداشت کرے اور صرف برداشت ہی پر اکتفا نکرے بلکہ اوسکے ساتہ نرمی کرے اور سلوک اور احسان سے پیش آوے کیونکہ کہتے ہین کہ مفلس ہمسایہ قیامت کے دن اپنے ہمسایہ توانگر سے لپٹے گا اور عرض کریگا کہ یارب اس سے سوال کر کہ اپنے سلوک سے مجہکو کیون محروم رکہا اور مجہسے اپنا دروازہ کیون بند کیا - اور ابن مقفع کو خبر پہونچی کہ اونکا کوئی ہمسایہ مدیون ہوگیا ہی اور اپنے قرضہ مین مکان بیچتا ہی اور آپ اوسکی دیوار کے سایہ مین بیٹہا کرتے تہے فرمایا کہ اگر اس شخص نے مفلسی کے سبب اپنا گہر بیچدیا تو ہمنے اوسکے دیوار کے سایہ مین بیٹہنے کا حق بہی ادا نہوا پہر اوسکو مکان کا دام دیکر کہا کہ گہر کو فروخت مت کرو - اور کسی بزرگ نے ذکر کیا کہ ہمارے گہر مین چوہے بہت ہوگئے ہین اونسے کسی نے کہا آپ بلی کیون نہین پال لیتے اونہون نے کہا کہ یہ ڈر ہی کہ کہین بلی کی آواز سنکر چوہے ہمسایون کے مکانون مین نہ چلے جائین اور جو بات اپنے لیے پسند نہین کرتا وہ اونکے لیے پسند کرون - اور ہمسایہ کے حقوق مجمل یہ ہین کہ اوس سے پیشتر سلام کرے اور گفتگو کو اوسکے ساتہ طوالت نہ دے اور اوسکے حال کو بہت استفسار نکرے اور حالت مرض مین اوسکی بیمار پرسی کرے اور مصیبت مین اوسکو تسلی دے اور ماتم مین اوسکا ساتہ دے اور خوشی مین مبارکباد دے اور آپ بہی اوسکے ساتہ خوشی ظاہر کرے اور اوسکی خطاؤن سے درگذر کرے اور چہت پر سے اوسکے گہر مین جہانکے

اور دیوار پر کڑیان رکھنی یا پرنالہ سے پانی گرنے یا صحن سے مٹی ڈالنے مین اوسکو روک نکرے اور اوسکے گھر مین جانے کا رستہ تنگ نکرے اور جو کچھ وہ اپنے گھر مین لیجاوے اوسپر تاک نہ لگاوے اور اگر اوسکا کوئی عیب معلوم ہو تو اوسکو چھپاوے اور اگر اوسپر کوئی حادثہ واقع ہو تو جھٹ پٹ اوسکی دستگیری کرے اور جب وہ گھر پر نہو تو اوسکے مکان کی دیکھنے سے غافل نرہے اور اوسکی برائی نہ سنے اور اوسکے اہلخانہ سے آنکھ نیچی رکھے اور اوسکی خادمہ پر نگاہ نہ لگائے اور اوسکے بچہ سے گفتگو مین نرمی برتے اور جو کچھ اوسکو دنیا یا دین کا معاملہ معلوم نہو اوسکو ٹھیک ٹھیک بتادے اور سوا انکے وہ حقوق جو عام مسلمانون کے لیے ہم ذکر کر چکے ہین اونکا لحاظ ہمسایہ کے ساتھ بھی رکھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تمکو معلوم ہے کہ ہمسایہ کا حق کیا ہے اوسکے حق یہ ہین کہ اگر تمسے مدد چاہے تو اوسکی مدد کرو اور قرض مانگے تو قرض دو اور اگر تمسے کوئی کام پڑے تو پورا کرو اور بیمار ہو تو عیادت کرو اور مرجاوے تو اوسکے جنازہ کے ہمراہ جاؤ اور اوسکو کچھ بہتری حاصل ہو تو مبارکباد کہو اور مصیبت پڑے تو تعزیت کرو اور بدون اوسکی اجازت اپنی عمارت اونچی مت کرو کہ اوسکی ہوا رکے اور اگر کوئی میوہ خرید کرو تو اوسکو ہدیہ دو ورنہ چھپا کے اپنے گھر مین لاؤ اور اپنے بچے کو وہ میوہ لیکر باہر نجانے دو تاکہ اوسکے بچہ کو رنج نہو اور اپنی ہانڈی کی خوشبو اور بگھار سے اوسکو ایذا مت دو مگر اوس صورت مین کہ ایک چمچہ اوسکے یہان بھی بھیجو تمکو معلوم ہے کہ ہمسایہ کے حقوق کیا ہین قسم ہے اوس ذات کی جسکے ہاتھ مین میری جان ہے کہ ہمسایہ کا حق اوسی سے ادا ہوگا جسپر خدا تعالی رحم کرے اسیطرح اس حدیث کو روایت کیا عمرو بن شعیب نے اپنے باپ سے اور اونہون نے اپنے دادا سے اور اونہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر رض کے پاس تھا اور اونکا ایک غلام بکری کا پوست اتار رہا تھا آپ نے فرمایا کہ اے غلام جب بکری کی کھال اتار چکے تو اول ہمارے ہمسایہ یہودی کو دینا کئی بار آپ نے ایسا ہی فرمایا تب اوس غلام نے عرض کیا کہ آپ کتنی بار فرماوینگے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہمکو ہمسایہ کے باب مین وصیت کیا کرتے تھے یہانتک کہ ہمکو خوف ہوا کہ کہین اوسکو وارث تو نہین کر دینگے۔ اور ہشام فرماتے ہین کہ حضرت حسن بصری کے نزدیک قربانی کا گوشت یہود اور نصاری کو کھلانے مین کچھ مضائقہ نتھا اور حضرت ابوذر رض فرماتے ہین کہ میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو وصیت کی کہ جب تم ہانڈی پکاؤ تو اوسمین شوربا زیادہ کرو پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والون کو دیکھو اور اوسمین سے اونکے لیے نکالکر بھیجدو اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دو ہمسایہ ہین ایک کا دروازہ تو میرے سامنے ہے اور دوسرے کا دروازہ مجھسے دور ہے اور بعض اوقات میرے پاس اتنی چیز ہوتی ہے کہ دونون کو دینے کی گنجایش نہین ہوتی تو اون دونون مین کسکا حق زیادہ ہے آپنے فرمایا جسکا دروازہ تمہارے سامنے ہے اوسکا حق زیادہ ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض نے اپنے فرزند عبدالرحمن کو دیکھا کہ اپنے ہمسایہ سے تندخوئی اور درشت کلامی کرتے ہین آپنے فرمایا کہ ہمسایہ سے ایسا مکرو کہ بات رہجاتی ہے اور آدمی چلدیتے ہین۔ اور حسن بن عیسی نیشاپوری کہتے ہین کہ مین نے عبداللہ بن مبارک رح سے پوچھا کہ میرا ہمسایہ میرے پاس آکر شکایت کرتا ہے کہ تمہارے غلام نے ایسا کیا اور غلام اوس فعل سے انکار کرتا ہے تو اب غلام کو

مارنے کو بھی دل نہین چاہتا کہ شاید وہ مجرم نہو اور اسکا چھوڑ دینا بھی برا معلوم ہوتا ہی کہ ہمسایہ مجھسے ناراض ہوگا یہ
بیان کیا کہ حضرت آپنے فرمایا کہ تمہارا غلام اگر کوئی تمہارا قصور کرے تو اسکو اسوقت سزا نہ دو جب ہمسایہ اسکی شکایت کرے تو
جسقدر قصور سابق ہو اسکو ادب دو کہ اس صورت مین ہمسایہ بھی راضی رہیگا اور اسکی سزا بھی قصور پر ہو جائیگی۔ اور حضرت عائشہ رض
فرماتی ہین کہ دس باتین مکارم اخلاق کی ہین اللہ تعالی جسکو چاہتا ہی اسکو عنایت کرتا ہی ممکن ہی کہ آدمی بیٹے مین ہون اور اسکے
باپ مین نہون اور غلام مین ہون اور اسکے آقا مین نہون اول راست گفتاری دوم لوگون سے راستی برتنی سوم سائل کو
دینا چہارم سلوکون کی مکافات کرنی پنجم صلہ رحم ششم امانت کی حفاظت ہفتم ہمسایہ کے حق کی رعایت ہشتم صحبتی کا
پاس نہم مہمان کی دعوت دہم جو سب کی اصل ہی وہ حیا ہی۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اے مسلمانو تم کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کی بھیجی ہوئی چیز کو حقیر جانے گو بکری کی کھری ہی ہو۔ اور ایک
حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مرد مسلمان کی یہ بھی سعادت ہی کہ مکان وسیع اور ہمسایہ نیک اور سواری عمدہ سیدھی ہو
اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو کیسے معلوم ہو کہ مین نے
کوئی کام اچھا کیا یا برا آپنے فرمایا کہ اگر تو اپنے ہمسایون کو کہتے سنے کہ اچھا کیا تو جان لے کہ اچھا کیا اور اگر یون کہتے سنے کہ برا کیا
تو معلوم کر کہ برا کیا۔ اور حضرت جابر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی دیوار مین کوئی
ہمسایہ یا شریک ہو تو اسکو وہ فروخت کرے جب تک ہمسایہ یا شریک پر پیش کرلے۔ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے مروی ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہی کہ ہمسایہ اپنے ہمسایہ کی دیوار مین کڑیان رکھ لے خواہ وہ راضی ہو یا نہو۔ اور حضرت
ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا یمنعن احدکم جارہ ان یغرز خشبۃ فی حائطہ
اور حضرت ابو ہریرہ رض فرمایا کرتے کہ تم اس بات سے اعراض کیون کرتے ہو مین تو اسکو تمہارے شانون کے بیچ مین
لا دونگا یعنی ہمسایہ کو لکڑی دیوار پر رکھنے سے منع مت کرو اور اسکو ناگوار مت جانو مین تم سے اس سنت کی
تعمیل بزور لونگا اور بعض علما اسکے وجوب کی طرف گئے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین جبکہ اللہ
بہ خیرا عسلہ کسی نے عرض کیا کہ عسلہ کے کیا معنی ہین آپنے فرمایا کہ ہمسایون کے نزدیک اسکو محبوب کر دیتا ہی

تیسرا بیان اقارب کے حقوق کے ذکر مین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یقول اللہ تعالی انا الرحمن
وھذہ الرحم شققت لھا اسما من اسمی فمن وصلھا وصلتہ ومن قطعھا بتتہ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
من سرہ ان ینسا لہ فی اثرہ ویوسع لہ فی رزقہ فلیصل رحمہ اور ایک روایت مین یون ہی جس شخص کو خوشی معلوم ہو
کہ اسکی عمر دراز ہو اور رزق مین وسعت ہو تو چاہیے کہ خدائے تعالی سے ڈرے اور اپنے رشتہ قرابت کو ملا رکھے۔ اور کسی نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا آدمی افضل ہی آپ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالی سے زیادہ ڈرتا ہو اور صلہ رحم بہت
کرتا ہو اور امر معروف اور نہی عن المنکر بہت کرتا ہو۔ اور حضرت ابو ذر رض فرماتے ہین کہ مجکو میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم

وصیت کی کہ صلہ رحم کرو اگرچہ تجھسے اعراض کیا جاے اور مجکو حکم فرمایا کہ حق کہوں اگرچہ تلخ ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرابت عرش سے لٹکی ہی اسکو جوڑنے والا وہ نہیں جو مکافات کرے بلکہ جوڑنے والا وہ ہی کہ جب اسکی قرابت منقطع ہوجاے تو وہ اسکو جوڑ دے۔ اور فرمایا کہ سب طاعتوں میں جلد تر ثواب صلہ رحم کا ملتا ہی یہان تک کہ گھر والے بدکار ہوتے ہین لیکن انکے مال بڑھتے ہین اور شمار زیادہ ہوجاتی ہی جسوقت کہ باہم صلہ رحم کرتے ہین۔ اور زبیر بن اسلم رضہ فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کے فتح کے لیے نکلے تو ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر آپ کا ارادہ خوبصورت عورتوں اور سرخ اونٹنیوں کا ہو تو آپ بنی مدلج پر قصد کرین آپنے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجکو بنی مدلج سے منع فرمایا ہی اسلیے کہ وہ صلہ رحم کرتے ہین اور حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضہ فرماتی ہین کہ میرے پاس میری ماں تشریف لائین مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ میری ماں آئی ہی اور وہ ابھی مشرک ہی مین اس سے ملوں آپنے فرمایا ہاں اور ایک روایت مین یوں ہی کہ مین اسکو کچھ دوں آپنے فرمایا ہاں صلہ رحم کر۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مساکین پر صدقہ کرنا ایک ہی صدقہ ہی اور قرابت والے کو کچھ دینا دو صدقے ہین۔ اور جب حضرت ابو طلحہ رضہ نے چاہا کہ اپنا باغ جو انکو محبوب تھا صدقہ کرین بموجب اس آیت کے لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یہ باغ فی سبیل اللہ اور فقرا و مساکین کے لیے ہی آپنے فرمایا کہ تمھارا ثواب ثابت ہوگیا اب اسکو اپنے اقارب مین تقسیم کردو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ افضل صدقہ اس قرابتی کا ہی جو باطن مین عداوت رکھتا ہو اور یہ ارشاد ایسا ہی ہی جیسا یہ فرمایا ہی کہ نیکیوں مین افضل یہ ہی کہ ملو اس سے جو تم سے علیحدہ رہے اور دو اسکو جو تمکو محروم کرے اور درگذر کرو اس سے جو تمپر ظلم کرے۔ اور مروی ہی کہ حضرت عمر رضہ نے اپنے عاملوں کو لکھا کہ اقارب سے کہدو کہ باہم ملاقات کیا کرین اور ایک دوسرے کے ہمسایہ مین نہ رہین اور پاس بسنے کو اسلیے منع فرمایا کہ ہمسایہ مین بسنے سے حقوق بہت سے ہوجاتے ہین اور بعض اوقات موجب وحشت و قطع قرابت ہوا کرتے ہین۔ اب معلوم کرنا چاہیے جسقدر قرابت مضبوط ہوتی ہی اسی قدر حقوق بھی موکد ہوتے ہین اور سب سے زیادہ مخصوص اور قریب ماں باپ کی قرابت اولاد کے ساتھ ہی اسلیے والدین اور اولاد کے حقوق اور اقارب سے زیادہ ہین والدین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لن یجزی ولد والدہ حتی یجدہ مملوکا فیشتریہ فیعتقہ اور فرمایا والدین کے ساتھ سلوک کرنا نماز اور روزہ اور حج اور عمرہ اور جہاد فی سبیل اللہ سے افضل ہی اور فرمایا کہ جو شخص صبح کے وقت اپنے ماں باپ دونوں کو خوش رکھے اسکے لیے جنت کی طرف دو دروازے کھل جاتے ہین اور جو شخص شام کے وقت انکی مرضی کے مطابق ہو اسکو بھی ایسا ہی ہی اور اگر ماں باپ مین سے ایک ہی ہوگا تو ایک ہی دروازہ کھلیگا اگرچہ وہ دونوں ظلم کرین اس جملہ کو تین بار فرمایا اور جو کوئی صبح کو اپنے ماں باپ کو ناراض کریگا اسکے لیے دو دروازے دوزخ کی جانب کھل جاوینگے اور جو شام کو ناراض کریگا اسکا بھی یہی حال ہی اور اگر

ایک ہوگا تو ایک ہوگا اگرچہ وہ ظلم کرین اُسکو تین بار مکرر فرمایا - اور ایک حدیث مین فرمایا کہ جنت کی خوشبو پانسو برس کی راہ سے معلوم ہوتی ہے مگر فرزند نافرمان اور قرابت کا توڑنے والا اُسکو نہ سونگھینگے - اور فرمایا کہ احسان کر اپنے ما اور باپ اور بہن اور بھائی کے ساتھ پھر اور رشتہ دارون کے ساتھ بحسب قرب قرابت - اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسیٰ جو شخص اپنے ماباب کی اطاعت کرتا ہے اور میری نافرمانی کرتا ہے اُسکو مین مطیع لکھتا ہون اور جو شخص ماباپ کی نافرمانی کرے اور میری اطاعت کرے اُسکو مین نافرمان لکھتا ہون اور کہتے ہین کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس تشریف لائے تو حضرت یوسف کھڑے نہوے اللہ تعالیٰ نے اُنپر وحی بھیجی کہ کیا تم اپنے باپ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے کو گران جانتے ہو قسم ہے اپنی عزت اور جلال کی تیری پشت سے کوئی نبی نہین پیدا کرونگا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص صدقہ دینا چاہے تو کچھ مضائقہ نہین کہ اپنے ماباب کے نام سے دیوے جبکہ وہ دونون مسلمان ہون پس اُسکا ثواب اُن دونون کو ملیگا اور اُسکو بھی اُنہین کی برابر ثواب ملتا ہے بدون اسکے کہ اُنکے ثواب مین کچھ کمی ہو اور مالک بن ربیعہ کہتے ہین کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص بنی سلمہ مین سے آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے والدین مر گئے ہین اُنکا حق مجھپر کوئی ہے کہ ادا کرون فرمایا کہ ہان اُنکے لیے نماز پڑھ اور دعاء مغفرت مانگ اور اُنکا عہد وصیت بجا لا اور اُنکے دوستون کی تعظیم کر اور صلہ رحم کو جسکا پیوند اُنہین دونون کے سبب سے ہے - اور فرمایا اِنَّ مِنْ اَبَرِّ الْبِرِّ اَنْ یَّصِلَ الرَّجُلُ اَهْلَ وُدِّ اَبِیْهِ اور فرمایا کہ ماں کے ساتھ سلوک کرنا باپ کی نسبت کردونا ہے - اور فرمایا کہ ماں کی دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے لوگون نے عرض کیا کہ اسکی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ وہ باپ کی نسبت زیادہ مہربان ہوتی ہے اور رحم کی دعا ساقط نہین ہوتی اور اولاد کے حقوق یہ ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین کسکے ساتھ سلوک کرون آپنے فرمایا کہ اپنے والدین کے ساتھ اُسنے عرض کیا کہ میرے ماباپ نہین فرمایا کہ اپنے بچہ پر احسان کر جیسا تیرے والدین کا حق تجھپر ہے ویسا ہی تیرے بچہ کا حق ہے - اور ایک حدیث مین فرمایا اللہ رحم کرے اُس باپ پر جو اپنے فرزند کی مدد نیک ہونے پر کرے یعنی اُس سے ایسے بُرے کام نہ کرے جس سے وہ نافرمان ہو جاوے - اور فرمایا کہ دینے مین اپنی سب اولاد کو برابر کرو - اور کہتے ہین کہ فرزند سات برس کی عمر تک آدمی کا کھلونا اور گلدستہ ہے اور سات برس تک خادم پھر یا دشمن ہے یا شریک ہے - اور حضرت انس فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرزند کی پیدائش کے ساتوین روز اُسکا عقیقہ ہو اور نام رکھا جاوے اور آلائش دور کی جاوے اور جب چھ برس کا ہو تو اُسکو ادب سکھایا جاوے اور نو برس کا ہو تو اُسکا بستر علیحدہ کیا جاوے اور تیرہ برس کا ہو تو نماز نہ پڑھنے پر پیٹا جاوے اور جب سولہ برس کا ہو جاوے تو اُسکا باپ اُسکی شادی کر دے پھر اُسکا ہاتھ پکڑ کر کہے کہ مین نے تجھکو ادب سکھایا علم پڑھایا نکاح کر دیا مین اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہون دنیا مین

شیہ سے فتنہ سے اور آخرت مین تیرے عذاب ہے۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فرزند کا حق والد پر یہ ہے کہ اُسکو اچھی طرح ادب سکھائے
اور اُسکا نام اچھا رکھے۔ اور فرمایا کُلُّ غُلَامٍ رَهِينٌ بِعَقِيقَتِهِ يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ اور حضرت قتادہ فرماتے ہین
کہ جب تم عقیقہ ذبح کرو تو اُسکے بال لیکر شہ رگ کے سامنے کرو پھر اُسی طرح خون مین تر کو روئی کے پھاہا پر رکھدو تاکہ خون تالو کی طرح جاوے
پھر اُسکا سر دھو ڈالا جاوے اُسکے بعد بال مونڈے جاوین اور ایک آدمی حضرت عبداللہ بن مبارک کی خدمت مین آیا اور
اپنے کسی لڑکے کی شکایت کی آپنے فرمایا کہ تو نے اُسکو کبھی بد دعا دی ہے اُسنے کہا ہان آپنے فرمایا کہ خود کردہ را چہ علاج اُسکو تو نے ہی بگاڑا
اور بچہ کے اوپر رحم اور نرمی کرنا مستحب ہے اقرع بن حابس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے فرزند حضرت امام حسن علیہ السلام کو
پیار کر رہے ہین اُسنے عرض کیا کہ میرے دس لڑکے ہین مین نے اُن مین سے کسی کو پیار نہین کیا آپنے فرمایا مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ اور حضرت
عائشہ رضی فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو ایک دن فرمایا کہ اُسامہ کا منہ دھو دو مین دھونے لگی پر گھن کرتی تھی آپنے
میرا ہاتھ جھٹک دیا پھر اُسامہ کو لیکر اُسکا منہ دھویا اور پیار کیا اور فرمایا کہ اُسنے ہمپر احسان کیا کہ لڑکی نہین ہوا۔ اور ایک بار آپ منبر پر تھے
اور حضرت امام حسن علیہ السلام پھسلے آپنے اترکر اُنکو اُٹھا لیا اور یہ آیت پڑھی اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ اور عبداللہ بن شداد
کہتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگون کو نماز پڑھاتے تھے کہ اتنے مین حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کی گردن پر
سوار ہو گئے جسوقت کہ آپ سجدہ مین تھے آپنے سجدہ مین بہت سی دیر لگائی یہان تک کہ لوگون کو گمان ہوا کہ کوئی نیا معاملہ ہوا جب آپ
نماز سے فارغ ہوے تو لوگون نے عرض کیا کہ آپنے سجدہ لنبا کیا یہان تک ہمنے گمان کیا کہ کوئی اور بات ہوگئی آپنے فرمایا کہ
میرا فرزند مجھپر سوار ہوگیا تھا اِسلیے مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ بدون اُسکے مطلب پورا ہونے کے جلدی اُتار دون اور اِسمین کئی
فائدے بھی ہوے اول تو قرب الی اللہ کہ سب سے زیادہ قرب حالت سجدہ مین ہوتا ہے دوسرے اولاد پر رحم کرنا تیسرے
اُمت کو ترحم سکھلانا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ فرزند کی بو جنت کی خوشبو ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ نے
احنف بن قیس کو بلوایا جب وہ آئے تو دریافت کیا کہ اولاد کے باب مین آپ کیا کہتے ہین اُنھون نے فرمایا اے امیر المومنین
وہ ہمارے دلون کے میوے اور پشتون کے تکیے ہین ہم اُنکے حق مین زمین فرمان بردار اور آسمان سایہ دار ہین
بڑے بڑے مہمات مین ہم اُنہین کی خاطر گھستے ہین اگر وہ کچھ مانگین تو اُنکو دو اور اگر روٹھ جائین تو مناؤ کہ تمکو
دل و جان سے چاہینگے اور حتی الوسع تمسے محبت رکھینگے اور تم اُنپر بھاری مت ہو اور سخت مت پکڑو ورنہ تمھاری
زندگی سے عاجز ہوکر چاہینگے کہ جلد مرجاؤ اور تمھارے پاس رہنا اُنکو برا معلوم ہوگا امیر صاحب نے اُنسے فرمایا
کہ اے احنف بخدا تمھارے آنے سے پیشتر مین یزید پر جلا بھنا بیٹھا تھا جب احنف رخصت ہوے تو امیر صاحب
یزید سے خوش ہوے اور اُسکے پاس دو لاکھ درم اور دو سو تھان بھیجے یزید نے اُسمین سے آدھا احنف کو بانٹ دیا
یعنی لاکھ درم اور سو تھان اُنکے پاس روانہ کیے۔ غرض کہ اِن اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کا حق نہایت موکد ہے اور
اُنکے حقوق کی بجا آوری اخوت کے بیان سے تمکو معلوم ہوگئی جسکو ہم پہلے لکھ آئے ہین کیونکہ یہ علاقہ اخوت سے

سو کہ تر ہے بلکہ اسمین دو باتین زائد ہین اول یہ کہ اکثر علما اس بات پر ہین کہ طاعت والدین کی شبہات مین واجب ہے گو حرام محض مین واجب نہین یہان تک کہ اگر تمھارے بدون کھانا کھانے مین وہ ناراض ہون تو تمکو چاہیے کہ اُنکے ساتھ کھاؤ اسلیے کہ شبہہ کا ترک کرنا ورع ہے اور رضی رکھنا والدین کا واجب تو واجب پر ورع کو تقدیم نہین ہو سکتی ہے اسی طرح کسی مباح یا نفل مین تمکو جائز نہین کہ بدون انکی اجازت کے سفر کرو اور فرض اسلام کے حج کو جلد جانا بھی نفل ہے اسلیے کہ اسکا ادا تاخیر کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور طلب علم کے لیے سفر کرنا بھی نفل ہے مگر اُس صورت مین کہ نماز اور روزہ اور دوسرے فرائض کا علم حاصل کرنا منظور ہو اور شہر مین کوئی بتانے والا نہو جیسے کوئی شخص مثلاً اول اول اسلام لایا اور شہر مین شریعت اسلامیہ کا سکھانے والا کوئی نہین تو اس صورت مین والدین کے حقوق کا مقید نہ رہے اور وطن چھوڑ دے ورنہ بدون اُنکی مرضی کے سفر اختیار نہ کرے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور جہاد کا ارادہ کیا تو آپ نے اُس سے استفسار فرمایا کہ یمن مین تیرے والدین ہین یا نہین اُسنے عرض کیا کہ ہین آپ نے پوچھا کہ انھون نے تجھکو اجازت دے دی اُسنے عرض کیا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تو اول جا کر اپنے والدین سے اجازت لے اگر وہ اجازت دین تو جہاد کرنا ورنہ جتنا تجھسے ہو سکے انکی اطاعت کر کہ یہ توحید کے بعد اعمال سے بہتر ہے جنکو تو خدا تعالیٰ کے سامنے لیجائیگا۔ اور ایک شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا کہ جہاد کے باب مین آپ سے مشورہ لے آپ نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تیری ماں ہے کہ نہین اُسنے عرض کیا کہ ہے آپ نے فرمایا کہ اُسکے ساتھ رہ کہ جنت اُسکے پاؤن کے تلے ہے۔ اور ایک شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اُسکی درخواست تھی کہ ہجرت پر بیعت کرے اور عرض کیا کہ مین آپ کی خدمت مین جب حاضر ہوا ہون کہ اپنے والدین کو رُلا لیا ہے آپ نے فرمایا کہ تو ان دونون کے پاس جا اور جیسا اُنکو رُلایا ہے ویسا ہی اُنکو ہنسا۔ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ حَقُّ كَبِيرِ الْإِخْوَةِ عَلَى صَغِيرِهِمْ كَحَقِّ الْوَالِدِ عَلَى الْوَلَدِ اور فرمایا کہ جب تم مین سے کسی کی سواری شوخی کرے یا اسکی بی بی خواہ اور کوئی گھر والا بد خلق ہو جائے تو چاہیے کہ اُسکے کان مین اذان کہے یعنی اس سے سواری کی شوخی اور آدمی کی بد خلقی زائل ہو جاویگی

یہ چوتھا بیان مملوک کے حق کے ذکر مین واضح ہو کہ ملک کی دو قسمین ہین ایک ملک نکاح دوسری ملک رقبہ اول کے حقوق آداب نکاح مین گذر چکے اور ملک رقبہ بھی کچھ حقوق کی مقتضی ہے جنکی رعایت لونڈی غلامون کے ساتھ ضروری ہے اسلیے کہ سب سے پچھلی وصیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمائی کہ اپنے لونڈی غلامون کے باب مین خدا تعالیٰ سے ڈرو جو کچھ تم کھاتے ہو اسمین سے اُنکو کھلاؤ اور جو پہنتے ہو اسمین سے اُنکو پہناؤ اور اُنسے ایسے کام نہ لو جنکی اُنکو طاقت نہو اور جو تمکو پسند ہون اُنکو رہنے دو اور جنکو برا جانو انکو فروخت کر ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب مت دو کہ خدا تعالیٰ نے انکو تمھارے بس مین کر دیا ہے اور اگر وہ چاہتا تو تمکو انکی ملک مین کر دیتا اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ مملوک کو کھانا اور لباس اچھی طرح دینا چاہیے اور اُس سے زبردستی وہ کام نہ لیا جائے جسکی اسکو

ع ابوداود ابن حبان حاکم [illegible]
ف نقل کیا اسکو [illegible]
ص نسائی و ابن ماجہ [illegible]
[illegible]
بروایت حسن بن علی رضی در مسند فردوس نحوہ باسناد ضعیف ۱۲
ق یہ حدیث تین احادیث متفرق مین وارد ہے اول جملہ ابوداود مین بروایت علی رضی وارد ہے اور دوسرا ابھی جو کچھ تم کھاتے ہو صحیحین مین بروایت ابوذر منقول ہے تیسرا جملہ جو تمکو پسند ہون ابوداود نے نقل کیا ہے ۱۲
ک صحیح مسلم بروایت ابی [illegible] ۱۲

طاقت نہو اور فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ خِبٌّ وَّلَا مُتَکَبِّرٌ وَّلَا خَائِنٌ وَّلَا سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین
کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ہم خادم سے کتنے بار قصور کو معاف کیا کرین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا پھر یہ ارشاد فرمایا کہ ہر روز ستر بار معاف کیا کرو۔ اور حضرت عمر رض کا دستور تھا کہ ہر شنبہ کو
عوالی کو جایا کرتے جو مدینہ منورہ سے تین میل ہے پس اگر کسی غلام کو ایسے کام مین پاتے جسکی طاقت اُسکو نہوتی تو اُس سے
کچھ کام کم کر دیتے اور حضرت ابوہریرہ رض سے مروی ہے کہ آپ نے ایک شخص کو اپنی سواری پر دیکھا اور اُسکا غلام پیچھے
دوڑتا آتا تھا فرمایا کہ اے بندۂ خدا اسکو بھی اپنے پیچھے بٹھلا لے کہ وہ تیرا بھائی ہے جیسی جان تجھ مین ہے ویسی ہی اُسمین بھی
اُسنے اُسکو بھی بٹھا لیا پھر حضرت ابوہریرہ رض نے فرمایا کہ بندہ اللہ تعالی سے دور ہی ہوتا جاتا ہے جبتک کہ آدمی اسکے پیچھے
پیادہ چلتے ہین اور حضرت ابودرداء رض کی ایک لونڈی نے اُنسے عرض کیا کہ مین نے تمکو ایک برس سے زہر دیا
مگر تم مین کچھ اثر نہوا آپ نے پوچھا کہ تو نے زہر کیون دیا اُسنے عرض کیا کہ اس خیال سے کہ آپ سے راحت مل جاوے
آپ نے فرمایا کہ تو جا مین نے خدائے تعالی کی خوشنودی کے لیے تجھکو آزاد کیا اور زہری رض فرماتے ہین کہ جب تو مملوک کو
کہے کہ خدا تعالی تجھکو رسوا کرے تو وہ آزاد ہے اور احنف بن قیس سے کسی نے پوچھا کہ تمنے بُردباری کس سے سیکھی اُنھون نے کہا
کہ قیس بن عاصم سے سائل نے کہا کہ اُنکا حلم کیا مشہور ہے کہا کہ وہ اپنے گھر مین بیٹھے تھے کہ اتنے مین اُنکی لونڈی ایک سیخ کباب کی
اُنکے پاس لائی وہ سیخ اُسکے ہاتھ سے چھوٹ کر اُنکے لڑکے پر گری جو اُسی وقت زخمی ہو کر مر گیا اُس لونڈی کے حواس جاتے رہے
اور نہایت پریشان ہوئی اُنھون نے سوچا کہ بدون آزاد کرنے کے اسکا ڈر موقوف نہوگا اُس سے کہا کہ خوف مت کر مینے تو
آزاد ہے۔ اور عون بن عبد اللہ کا غلام جب انکی حکم عدولی کرتا تو فرماتے کہ تو اپنے آقا کے مثل ہو گیا کہ تیرا آقا اپنے خالق کی
نافرمانی کرتا ہے اور تو اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے ایک روز اس غلام نے انکو بہت آزردہ کیا تو فرمایا کہ تو یہ چاہتا ہے کہ مین
تجھکو ماروں سو یہ نہوگا جا تو آزاد ہے اور میمون بن مہران کے پاس ایک لونڈی تھی آپ کے یہان کوئی مہمان آگیا آپ نے
لونڈی سے کہا کہ کھانا جلد لے آ وہ ہاتھ مین بھرا پیالہ لیکر جلد چلی اور ایسی پھسلی کہ وہ پیالہ آقا کے سر پر گر گیا انھون نے
فرمایا کہ تو نے مجھکو جلا دیا لونڈی نے عرض کیا کہ اے خیر کے سکھانے والے اور لوگون کے ادب دینے والے اللہ تعالی کے
ارشاد کی طرف رجوع کیجیے انھون نے پوچھا کہ اللہ تعالی نے کیا ارشاد فرمایا ہے اُسنے کہا کہ وہ فرماتا ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ
انھون نے فرمایا کہ مین نے اپنے غصہ کو ضبط کیا اُسنے کہا کہ آگے یہ ارشاد ہے وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ انھون نے فرمایا
کہ مین نے تجھکو معاف کیا اُسنے کہا کہ کچھ اور بھی سلوک کیجیے کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ انھون نے
فرمایا کہ تو خدائے تعالی کے واسطے آزاد ہے۔ اور ابن منکدر رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے اپنے غلام کو مارا اُسنے یہ کہنا شروع کیا کہ خدائے تعالی کے لیے اور اُسکی رضا کے لیے مجھے چھوڑ دو مگر اُس شخص نے
معاف نہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غلام کی فریاد سنی اور اُس شخص کے پاس قدم رنجہ فرمایا جب اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

جنت مین داخل نہوگا فریب دہندہ اور تکبر کرنے والا اور خائن اور بدخلق

دیکھا اپنا ہاتھ روک لیا آپ نے فرمایا کہ اس غلام نے تمکو خدا کے واسطے دیے تمنے معاف نکیا اسمکو دیکھکر بہت کش ہوے اسنے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آزاد ہو خدا ے تعالی کی رضا کے لیے آپ نے فرمایا کہ اگر تم ایسا نکرتے تو آتش دوزخ تمھارا
منھ پھونکدیتی اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرتا ہو اور اللہ تعالی کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو تو اسکو
دوہرا ثواب ملتا ہی - اور جب ابو رافع رض آزاد ہوے تو روئے اور کہا کہ مجکو دو ثواب ملتے تھے ایک جاتا رہا - اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے سامنے تین ایسے شخص پیش کیے گئے جو سب سے پیشتر جنت مین جاینگے اور تین ایسے جو اول دوزخ
مین داخل ہونگے جو تین کہ اول جنت مین جاینگے ایک شہید ہی دوم غلام جسنے اپنے پروردگار کی عبادت اچھی طرح کی اور اپنے آقا کی
خیر خواہی کی سوم پارسا عیالدار سوال کا تارک اور جو تین دوزخ مین اول جاینگے ایک امیر ظالم دوسرے مالدار کہ خدا ے تعالی کا حق
ادا نہین کرتا تیسرے فقیر شیخی باز - اور ابو مسعود انصاری رض فرماتے ہین کہ مین اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا کہ اتنے مین اپنی پشت کی
جانب سے دوبار آواز سنی خبردار اے ابو مسعود مین نے جو منھ پھیر کر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے مین نے کوڑا ہاتھ سے
ڈالدیا آپ نے فرمایا کہ بخدا جتنی قدرت تجکو اسپر ہو اس سے اللہ تعالی کو تجھپر قدرت ہی - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا
کہ جب کوئی تم مین خادم مول لے تو چاہیے کہ اول اسکو شیرینی کھلاے کہ اسکے نفس کے حق مین یہ اچھی ہی اس حدیث کو
معاذ رض نے روایت کیا ہی - اور حضرت ابو ہریرہ رض نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جب تم مین سے
کسی کا خادم اسکا کھانا لاوے تو چاہیے کہ اسکو ساتھ بٹھلا کر کھلاوے اور اگر ایسا نکرے تو اسکو علحدہ دیدے
اور ایک روایت مین یون ہی کہ جب کسی کے غلام نے کھانا تیار کرکے اسکو پکانے ریندھنے کی محنت سے بچادیا اور کھانا
اسکے سامنے لا رکھا تو چاہیے کہ اسکو بٹھلا کر ساتھ کھلاوے ورنہ علحدہ دیدے یا ایک لقمہ کو روغن مین تر کرکے اسکے ہاتھ پر رکھدے
اور کہدے کہ اسکو کھالے اور جب آپ نے فرمایا کہ روغن مین تر کرے تو ہاتھ سے اشارہ بھی کردیا کہ ایسے تر کرے - اور ایک شخص حضرت
سلمان فارسی رض کی خدمت مین گیا دیکھا تو آپ آٹا گوندھتے ہین اسنے عرض کیا کہ آپ کیون گوندھتے ہین خادم کہان ہی فرمایا کہ اسکو ہمنے
ایک کام کو بھیجا ہی ہمکو اچھا نہ معلوم ہوا کہ اسپر دو کام اکٹھے کردین - اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ
كَانَتْ عِنْدَهٗ جَارِيَةٌ فَعَالَهَا وَاَحْسَنَ اِلَيْهَا ثُمَّ اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا فَذٰلِكَ لَهٗ اَجْرَانِ - اور ایک حدیث مین
فرمایا كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ غرض کہ مملوک کے حقوق یہ ہین کہ خوراک اور پوشاک مین انکو اپنا شریک کرے
اور طاقت سے زیادہ کام نہ لیوے اور انکی طرف تکبر اور حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور انکے قصور معاف کرے اور جب انپر غصہ آوے
تو یون سوچے کہ مین بھی تو آخر اللہ تعالی کی سرکار کا غلام ہون اسکی طاعت مین قصور کرتا ہون اور وہ سزا نہین دیتا اگر اسنے
کوئی خطا کی تو کیا عجب ہی حالانکہ خدا ے تعالی تجھپر زیادہ قادر ہی بہ نسبت اسکے کہ مین اسپر قادر ہون فضالہ بن عبید روایت
کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصون کے احوال کی پرسش نہ ہوگی ایک وہ جو جماعت سے علحدہ ہوا
دوم جسنے امام کی نافرمانی کی اور اسی حالت مین مرا ان دونون کی پرسش نہوگی سوم وہ عورت جسکا خاوند چلا گیا اور

۹۲ جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اسکی پرورش کرے اور اسکے ساتھ سلوک کرے پھر اسکو آزاد کرکے اس سے نکاح کرے

دنیا کی ضروریات سے اُسکو فارغ کر گیا مگر اُسکے بعد آسنے تباہ و سنگار کیا اور باہر نکالی تو اُسکی بھی پرسش نہوگی اور تین اور ہین جنکے حال کی پرسش نہوگی ایک وہ کہ اللہ تعالے سے اُسکی چادر مین منازعت کرے اور اُسکی چادر کبریا اور ازار عزت ہی اور ایک وہ شخص کہ اللہ تعالی سے شک مین ہو اور ایک وہ کہ اُسکی رحمت سے ناامید ہو ف چادر کبریا ہی اور ازار عزت ہی یہ جملے بطور مثال کے ہین یعنی جیسے ایک چادر اور ازار مین دوسرا شریک نہین ہوتا ویسے ہی خداے تعالی اپنی کبریا اور عزت مین یکتا ہی اُسکا کوئی شریک نہین۔ باب آداب صحبت تمام ہوا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَّظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰى

چھٹا باب عزلت کے آداب کے بیان مین

رباعی دنیا مین بہت کم ہین جو ہون خوش طینت	ان لوگون کے ملنے سے بھلی ہی عزلت
بچنا جو ہو منظور تو سن لے اے حسن	وحدت مین سلامت ہی دوئی مین آفت

واضح ہو کہ گوشہ نشینی اور اختلاط مین سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے مین لوگون کا اختلاف بہت ہی باوجودیکہ ہر ایک مین کچھ خرابیان ہین جنکے باعث آدمی کو نفرت ہوتی ہی اور کچھ خوبیان ہین کہ انکی جہت سے رغبت ہوتی ہی اور اکثر عابدون اور زاہدون کا میل اختیار عزلت کی جانب ہی اور اُسکو اختلاط پر ترجیح دیتے ہین اور ہمنے باب پنجم مین جو اختلاط اور اخوت اور الفت کی فضیلت مذکور کی وہ گویا اس مضمون کے مخالف پڑتی ہی جسکی طرف اکثرون کا میل ہی کہ خلوت کو اختیار کرتے ہین اسلیے ہمارا دھیان امر حق کو واضح کردینا ضرور ہوا اور یہ مطلب دو فصلون کے لکھنے سے حاصل ہوگا

پہلی فصل اسمین کہ جن لوگون کے مذہب و اقوال اس باب مین کیا ہین اور فریقین کے دلائل کیا۔ مذہبون کا اختلاف اس باب مین اتنا ہوا ہی کہ تابعین مین بھی ظاہر ہوا چنانچہ سفیان ثوری اور ابراہیم بن ادہم اور داؤد طائی اور فضیل بن عیاض اور سلیمان خواص اور یوسف بن اسباط اور حذیفہ مرعشی اور بشر حافی کا مذہب یہ ہی کہ عزلت اختیار کرنی چاہیے اور اختلاط پر اسکو فضیلت ہی اور اکثر تابعین یہ فرماتے ہین کہ اختلاط کرنا اور بہت سے یار اور دوست بنانے اور مومنین سے الفت اور محبت بہم پہنچانی اور دین پر انکے سبب سے مدد چاہنی مستحب ہی اسلیے کہ نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کو مدد دینا اسی صورت مین پایا جاتا ہی جسکا حکم وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى مین ہی اور اس اسے کی طرف سعید بن مسیب اور شعبی اور ابن ابی لیلی اور ہشام بن عروہ اور ابن شبرمہ اور شریح اور شریک بن عبد اللہ اور ابن عیینہ و ابن مبارک اور شافعی اور احمد بن حنبل اور دوسرے بہت لوگ مائل ہین اور علما نے جو اس باب مین جملے فرماتے ہین انمین سے بعض تو مطلق ہین یعنی دونون راہون مین سے ایک کی جانب میل پایا جاتا ہی اور بعض مین کچھ ایسے کلمات بھی ہین جنسے میل کی علت معلوم ہوتی ہی اسواسطے اول قسم کے جملون کو ہم کہتے ہین اور دوسری قسم کے جملون کو وہان لکھینگے جہان خرابیون اور فوائد کا ذکر کرینگے پس کہتے ہین کہ حضرت عمر رضہ سے مروی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ تم سب اپنا اپنا حصہ عزلت مین سے لو

اور حضرت ابن سیرین فرماتے ہین کہ عزلت عبادت ہے۔ اور حضرت فضیل رہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالیٰ محب ہونے کے لیے کافی ہے اور قرآن مونس ہونے کو اور موت واعظ ہونے کو کفایت ہے اللہ تعالیٰ کو ساتھی بنالے اور لوگون کو ایک طرف کرے۔ اور ابوالربیع زاہد نے داؤد طائی سے کہا کہ مجکو نصیحت فرمایئے انھون نے فرمایا کہ دنیا سے روزہ رکھو اور آخرت کو اپنے افطار کے لیے مقرر کرو اور لوگون سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے بھاگتا ہے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ کچھ جملے مجکو توریت کے یاد ہین۔ آدمی نے قناعت کی اور بے پروا ہوا۔ لوگون سے علحدہ ہوا اور سالم رہا۔ شہوتون کو ترک کیا اور آزاد ہوا۔ حسد کو ترک کیا تو صاحب مروت ہوا۔ تھوڑا صبر کیا تو بہت نفع اٹھایا۔ اور وہیب بن الورد فرماتے ہین کہ ہمنے سُنا ہے کہ حکمت کے دس جز ہین نو تو سکوت مین ہین اور ایک آدمیون سے عزلت اختیار کرنے مین۔ اور یوسف بن مسلم نے علی بن بکار سے کہا کہ آپ تنہائی پر بڑے صابر ہین اور علی بن بکار اُن دنون مین اپنے گھر بیٹھ رہے تھے باہر نہ نکلتے تھے انھون نے جواب دیا کہ جوانی مین تو اس سے بھی زیادہ چیز پر صبر کرتا تھا یعنی لوگون کے پاس بیٹھتا تھا اور اُنسے کلام نہ کرتا تھا۔ اور سفیان ثوری رہ فرماتے ہین کہ اب وہ زمانہ ہے کہ آدمی چپ ہوکر اپنے گھر مین بیٹھ رہے۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ہم ایک کشتی مین سوار تھے اور ہمارے ساتھ ایک جوان شخص علوی بھی سوار تھا سات روز ہمارے ہمراہ رہا مگر ہمنے اُسکو بولتے نہ سُنا آخر ہمنے اُس سے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے ہمکو اور تمکو سات دن سے یکجا کیا ہے یہ کیا بات ہے کہ تم ہمسے نہ ملو نہ بولو اُسنے اس مضمون کا قطعہ پڑھا **قطعہ** بکھیڑا کم ہے نہ غم ہے سپر کے مرنے کا ۞ نہ ڈر ہے یہ کہ کوئی امر فوت ہو ویگا ۞ یہ علم سیکھا ہے طفلی کے چاؤ پورے کرے ۞ نہایت اسکی ہے تنہائی اور چُپ رہنا ۞ اور ابراہیم نخعی رہ نے ایک شخص سے کہا کہ علم تحصیل کر پھر عزلت اختیار کر اور ایسا ہی ربیع بن خثیم نے فرمایا ہے۔ اور کہتے ہین کہ حضرت مالک بن انس رض جنازون مین آتے تھے اور بیمارون کو پوچھتے اور یار دوستون سے ملتے تھے مگر رفتہ رفتہ ایک ایک بات ترک کی یہانتک کہ سب کو چھوڑ دیا اور فرمایا کرتے کہ آسان بات نہین کہ آدمی اپنے سب عذرون کو بیان ہی کر دیا کرے۔ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رض سے کسی نے کہا کہ بہتر ہو اگر آپ کچھ فرصت ہم لوگون کے لیے نکال لین آپ نے فرمایا کہ فرصت فرصت ہوئی اب خدائے تعالیٰ کے پاس ہی فرصت ملیگی۔ اور فضیل رح فرماتے ہین کہ مین آدمی کا ممنون ہون اگر وہ راستہ مین مجھسے ملے اور مجکو سلام نہ کرے اور جب مین بیمار پڑون تو عیادت نہ کرے۔ اور ابوسلیمان دارانی فرماتے ہین کہ ربیع بن خثیم اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھے ہوے تھے کہ اتنے مین ایک پتھر آپ کی پیشانی پر لگا اور اُسکو زخمی کیا آپ پیشانی پر سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ اے ربیع اب تو تجکو نصیحت ہو گئی پھر اٹھکر مکان مین چلے گئے اور اپنے جنازہ کے نکلنے تک پھر کبھی دروازہ پر نہ بیٹھے۔ اور حضرت سعد بن ابی وقاص اور سعید بن زید رض عقیق مین اپنے اپنے گھرون کے اندر بیٹھ رہے مدینہ منورہ مین جمعہ وغیرہ کو نہ آتے تھے

یہانتک کہ عقیق ہی مین دونون کا انتقال ہوا۔ اور یوسف بن اسباط کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح کو کہتے سُنا ہے کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے سوا اور کوئی معبود نہین کہ اب عزلت ضروری ہو گئی۔ اور بشر بن عبداللہ فرماتے ہین کہ لوگون سے شناسائی کم کرو اسلیے کہ تمکو کیا خبر ہے کہ قیامت مین تمھارا کیا حال ہوگا اگر بالفرض رسوائی ہوگی تو تمھارے واقف کار تھوڑے ہی ہون تو بہتر ہے۔ اور کوئی امیر حاتم اصم رح کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آپ کو کچھ مجھسے کام ہو تو ارشاد فرمایئے اُنھون نے فرمایا کہ بڑا مطلب یہ ہے کہ نہ تو تجھکو دیکھے اور نہ مین تجھکو۔ اور ایک شخص نے سہل تستری رح سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کے ساتھ رہون آپ نے فرمایا کہ ہم دونون مین سے جب ایک شخص مر جائیگا اُسوقت کون ساتھ ہوگا جو اُسوقت ساتھی ہو اُسی کے ساتھ رہنا چاہیے۔ اور فضیل رح سے کسی نے کہا کہ تمھارا لڑکا علی یہ کہتا ہے کہ کاش مین ایسی جگہ ہون کہ لوگون کو دیکھون اور وہ مجھکو نہ دیکھین فضیل رو پڑے اور کہا کہ افسوس ہے علی کے حال پر اُسنے بات کہی مگر ادھوری کہی پوری جب ہوتی کہ یون کہتا کہ نہ مین لوگون کو دیکھون نہ وہ مجھے دیکھین۔ اور یہ بھی فضیل رح کا قول ہے کہ بہت سے لوگون سے شناسائی ہونی آدمی کے عقل کے ضعیف ہونے کی علامت ہے۔ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ مجلسون مین سے افضل وہ ہے جو تمھارے گھر کے نہایت اندر ہو کہ نہ تم کسی کو دیکھو اور نہ کوئی تمکو دیکھے۔ غرض کہ جو لوگ عزلت کی طرف مائل ہین یہ اُنکے اقوال ہین اب مناسب ہے کہ اس فصل کو دو بیانون مین منقسم کیا جاوے اور ہر ایک بیان مین فریقین کی حجت مین اور اُنکا خلل ذکر کیا جاوے

پہلا بیان اُن لوگون کی حجتون کے ذکر مین جو اختلاط کی طرف مائل ہین اور اُن حجتون کے ضعیف ہونے کی وجہ ان لوگون کی اول دلیل یہ آیت ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا الآیہ اور یہ آیت وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ کہ اس آیت مین اللہ تعالیٰ نے لوگون پر اپنا احسان بتایا کہ اُنمین سبب الفت پیدا کیا اور یہ دلیل ضعیف ہے اسلیے کہ تفرق سے مراد اس آیت مین قرآن مجید اور اصول شریعت مین رایون کا جدا ہونا اور مذہبون کا اختلاف ہے اور الفت سے یہ غرض ہے کہ دلون مین سے اُن کینون کو نکال ڈالا جو موجب فتنہ اور باعث خصومات ہون اور عزلت ان امور کی منافی نہین یہ باتین اس مین بھی ممکن ہین۔ دوسری دلیل یہ حدیث شریف ہے اَلْمُؤْمِنُ اِلْفٌ مَأْلُوفٌ وَلَا خَيْرَ فِيمَنْ لَا يَأْلَفُ وَلَا يُؤْلَفُ اور یہ بھی ضعیف ہے اسلیے کہ اسمین اشارہ بدخلقی کی برائی کی طرف ہے جسکے سبب سے الفت نہین ہو سکتی اسکا مصداق وہ شخص نہین ہے جو خوش خلق ہو اور اگر اختلاط کرے تو خود دوسرون سے الفت کرے اور دوسرے اُس سے الفت کرین لیکن اپنے نفس کی سلامتی اور اصلاح کے مارے اختلاط کو ترک کر دیا ہو تیسری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً اور ایک حدیث مین یون ارشاد فرمایا ہے مَنْ شَقَّ عَصَا الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمُونَ فِي إِسْلَامٍ دَامِجٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ اور یہ دلیل بھی ضعیف ہے اسلیے کہ جماعت سے یہان وہ جماعت مراد ہے

جو ایک امام کی بیعت پر متفق ہو گئی ہو تو جو شخص اُن لوگون کے خلاف کریگا وہ باغی ہو گا تو جدائی سے غرض رائے کی مخالفت ہی اور یہ اسلیے ممنوع ہی کہ مخلوق کے لیے ایک امام ضرور ہونا چاہیے جسکی وہ اطاعت کرین اور سب اُسپر متفق ہو جاوین اور یہ صورت بدون اکثرون کی بیعت کے ہو نہین سکتی اسلیے اس امر مین مخالف ہونا معاملہ دینی کو برہم کرنا اور فتنہ کو برپا کرنا ہی اسمین عزلت کا کچھ ذکر نہین چوتھی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ ترک ملاقات سے منع فرمایا چنانچہ ارشاد فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے اور مر جاوے تو دوزخ مین جاویگا۔ اور فرمایا کسی مرد مسلمان کو حلال نہین کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے اور جو ملاقات مین سبقت کریگا وہ جنت مین داخل ہو گا۔ اور فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو چھ دن سے زیادہ چھوڑے تو وہ مثل اُسکے قاتل کے ہی۔ پس اگر آدمی عزلت کریگا تو بالکل دوست آشناؤن کو چھوڑ دیگا جو ان احادیث کی رو سے ممنوع ہی اور یہ دلیل بھی ضعیف ہی کیونکہ اس چھوڑنے سے مراد یہ ہی کہ لوگون سے ناراض ہو کر بات کرنی اور سلام اور معمولی اختلاط ترک کرے اسمین یہ صورت داخل نہین کہ بدون ناراضی کے اختلاط ترک کر دے علاوہ اسکے دو جگہ مین تین دن سے زائد بھی ترک اختلاط درست ہی ایک یہ کہ معلوم ہو کہ تین دن سے زائد چھوڑے بغیر دوسرا شخص روبراہ ہو جائیگا دوم یہ کہ اپنی سلامتی اسی مین سمجھے اور ممانعت حدیث کی ہر چند عام ہی مگر اُس سے یہ دونون صورتین مخصوص و مستثنی ہین اسلیے کہ حضرت عائشہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنکو ذوالحجہ اور محرم اور صفر کے کچھ دنون تک چھوڑ دیا تھا اور حضرت عمر رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو ایک مہینے کو ترک کیا تھا اور اُنسے قسم کھائی تھی اور ایک اُس مقام مین چڑھ گئے تھے جسمین آپ کا غلہ وغیرہ رہتا تھا اُسمین انتیس دن ٹھہرے جب آپ اُترے تو عرض کیا گیا کہ آپ تو انتیس دن رہے آپ نے فرمایا کہ مہینا کبھی انتیس کا ہوتا ہی۔ اور حضرت عائشہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد مسلمان کو حلال نہین کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زائد چھوڑے مگر اُس صورت مین کہ اُسکے شر سے محفوظ و مامون نہو۔ تو اس حدیث مین تخصیص کی صراحت موجود ہی اور حضرت حسن بصری رح کا قول اسی حدیث پر مبنی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ احمق سے جدا رہنا خدائے تعالیٰ کے قرب ہی یعنی زندگی بھر اُس سے جدائی چاہیے کیونکہ حماقت کا علاج ممکن نہین۔ اور محمد بن عمر واقدی کے سامنے کسی نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے دوسرے سے ترک ملاقات کی اور مرنے تک نہ ملا اُنھون نے کہا کہ یہ معاملہ پہلے بھی کچھ لوگون نے کیا ہی چنانچہ سعد بن ابی وقاص رض نے عمار بن یاسر رض سے ملاقات ترک کی یہانتک کہ دونون کی وفات ہوئی اور حضرت عثمان غنی رض حضرت عبدالرحمن بن عوف رض سے نہ ملتے تھے اور حضرت عائشہ رض نے حضرت حفصہ کو چھوڑ دیا تھا اور طاؤس رح نے وہب بن منبہ رح سے ملاقات زندگی بھر کو چھوڑ دی تھی اور یہ جدائی اس بات پر محمول ہی کہ ان بزرگون نے اپنی سلامتی اسی مین دیکھی تھی۔ پانچوین دلیل یہ ہی کہ مروی ہی کہ کوئی شخص کوہستان مین گیا کہ وہان عبادت کرے اُسکو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس مین لائے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ کر اور تم مین سے کوئی ایسا نہ کرے اسلیے کہ بعض اسلام کے

مواقع مین تم مین سے کسی کا رہنا تنہائی چالیس برس کی عبادت سے بہتر ہے اور غالباً یہ اسلیے فرمایا تھا کہ اُسوقت ابتداء اسلام مین جہاد بہت ضرور تھا اور عزلت سے جہاد چھوٹ جاتا تھا چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی سے مروی ہی کہ فرمایا کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین جہاد کو نکلے ہمارا گذر ایک گھاٹی پر ہوا جسمین ایک چھوٹا سا چشمہ ستھرے پانی کا تھا ایک شخص نے ہم مین سے کہا کہ خوب ہو کہ اس گھاٹی مین لوگون سے علحدہ ہو کر مین عزلت کرون مگر جبتک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر نہ کر لونگا تب تک ایسا نہ کرونگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو ارشاد فرمایا کہ ایسا نہ کر کیونکہ خدا کی راہ مین تم مین سے کسی کا ٹھہرنا اپنے گھر مین ساٹھ برس عبادت کرنے سے بہتر ہے کیا تم یہ نہین چاہتے کہ خداے تعالیٰ تمھاری مغفرت کرے اور تم جنت مین داخل ہو اللہ تعالیٰ کی راہ مین جہاد کرو اسلیے کہ جو کوئی خدا کی راہ مین اتنی دیر لڑیگا جتنی دودھ کی دو دھارین نکالنے کے بیچ مین عرصہ ہوتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُسکو جنت مین داخل کریگا چھٹی دلیل یہ ہی کہ حضرت معاذ بن جبل رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ القاصیة والناحیة والشاذة وایاکم والشعاب وعلیکم بالعامة والجماعة والمساجد اور اس حدیث مین ایسا شخص مراد ہی جو علم کی تکمیل سے پیشتر عزلت کرے اور اسکا بیان عنقریب آویگا اور یہ بھی کہ قبل تحصیل علم عزلت ممنوع ہی مگر ضرورت کے لیے مضائقہ نہین

دوسرا بیان اُن لوگون کے دلائل کے ذکر مین جو عزلت کی تفضیل کے طرف مائل ہین اور وجہ انکے ضعیف ہونے کی

ان لوگون کی دلیل اول یہ ہی کہ خداے تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قول نقل فرماتا ہی وَاَعْتَزِلُکُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَاَدْعُوْ رَبِّیْ الآیہ اور ارشاد فرمایا فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ نعمت عزلت کے باعث سے ملی اور یہ دلیل ضعیف ہی اسلیے کہ ہر کافرون کے اختلاط سے یہی فائدہ ہی کہ انکو اسلام کی طرف بلائین اور جب اُس سے ناامید ہوا اور جان لیا کہ یہ لوگ نہ مانینگے تو بجز انکو چھوڑ دینے کے اور کوئی صورت نہین اور گفتگو مسلمان کے اختلاط مین ہی کہ اُنکے ملنے سے برکت ہوتی ہی چنانچہ مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کوٹھی کے ڈھکے ہوے برتنون سے وضو کرنا زیادہ پسند ہی یا ان پانی کے حوضون سے جنسے لوگ طہارت کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ ان پانی کے حوضون سے وضو کرنا محبوب ہی اس وجہ سے کہ مسلمانون کے ہاتھون کی برکت حاصل ہو اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب خانہ کعبہ کا طواف کیا تو چاہ زمزم کی طرف توجہ فرمائی کہ اُسکا پانی نوش فرمائین اتنے مین دیکھا کہ چمڑے کے کٹرون مین کھجورین بھیگی ہوئی ہین اور لوگون نے انکو ہاتھون سے مل دیا ہی اور اُسی کو لے لے کر پی رہے ہین آپ نے فرمایا کہ مجکو بھی اسمین سے پلاؤ حضرت عباس رض نے عرض کیا کہ یہ نبیذ ہی کہ ہاتھون سے ملا اور چھو لا گیا ہی آپ فرمائین تو آپکے لیے ان ڈھکے ہوے گھڑون مین سے جو مکان کے اندر ہین ستھرا شربت لا دون آپنے فرمایا کہ مجکو اسی مین سے پلاؤ جسمین سے لوگ پیتے ہین مین مسلمانون کے ہاتھون کی برکت کا خواہان ہون غرض کہ اُسمین سے نوش فرمایا حاصل یہ کہ کفار اور اصنام سے عزلت کرنے سے کسطرح

نکلتا ہی کہ مسلمانون سے عزلت چاہیے حالانکہ اُنکے اختلاط مین بہت ہی برکت ہی۔ دوسری دلیل یہ ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ کہا تھا وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ یعنی یاس کی صورت مین آپ نے عزلت کی طرف التجا کی اور اصحاب کہف کے حال مین اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ انھین عزلت کے لیے امر کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب قریش نے ایذا دی اور آپ پر جفا کی تو آپ اُنسے علحدہ ہوکر پہاڑ کی گھاٹی مین چلے گئے اور اپنے یاران خاص کو عزلت کا اور حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا چنانچہ سب ہجرت کر گئے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنا بول بالا کیا سب مدینہ منورہ مین آپ سے جا ملے۔ اس دلیل مین بھی یہی بات ہی کہ کافرون سے جسوقت یاس ہوا اُنسے عزلت اختیار کی یہ نہین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون سے عزلت کی ہو یا کفار مین سے جنکے مسلمان ہونے کی توقع تھی اُس سے علحدگی اختیار فرمائی ہو۔ اور اصحاب کہف نے باہمدگر عزلت نہین کی حالانکہ سب ایماندار تھے بلکہ کفار سے علحدگی کی تھی اور گفتگو مسلمانون سے عزلت کرنے مین ہی پس اصحاب کہف کی عزلت حجت نہین ہوسکتی

تیسری دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقبہ بن عامر جہنی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نجات کی کیا صورت ہی آپ نے فرمایا کہ اپنے مکان ہی کے ہو رہو اور اپنی زبان بند کرو اور اپنی خطا پر روؤ اور مروی ہی کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ کونسا آدمی افضل ہی آپ نے ارشاد فرمایا مؤمن مجاهد بنفسه وماله فی سبیل الله تعالیٰ قیل ثم من قال رجل معتزل فی شعب من الشعاب یعبد ربه ویدع الناس من شره اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ان الله یحب العبد التقی النقی الخفی اور ان احادیث سے حجت لانے مین شبہ ہی اسلیے کہ آپ کا ارشاد عقبہ بن عامر کو اسوجہ سے تھا کہ آپنے اُنکا حال نور نبوت سے دریافت کر لیا تھا کہ اُنکے حق مین گھر مین بیٹھے رہنا اختلاط کی نسبت کے لائق اور سالمتر ہی کیونکہ سب اصحاب کو آپ نے یہ حکم نہین دیا اور ایسا اکثر ہوتا ہی کہ کسی شخص کے حق مین عزلت ہی مین سلامتی ہوتی ہی نہ اختلاط مین جیسے بعض کے حق مین گھر مین بیٹھے رہنا اچھا ہوتا ہی جہاد مین جانے سے اور اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ مطلقاً ترک جہاد افضل ہو اور لوگون کے اختلاط مین مجاہدہ اور مشقت ہوا کرتی ہی اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جو شخص لوگون سے اختلاط کرتا ہی اور اُنکی ایذا پر صبر کرتا ہی وہ اُسکی نسبت کہ بہتر ہی جو لوگون سے نہ ملے اور اُنکی ایذا پر صبر نہ کرے اور اسی امر پر یہ ارشاد آپ کا محمول ہی رجل معتزل یعبد ربه ویدع الناس من شره یعنی اسمین اشارہ اُس شخص کی طرف ہی جو سرشت مین شریر ہو اور لوگ اُسکے اختلاط سے ایذا پاوین اور یہ جو آپ کا ارشاد ہی ان الله یحب التقی الخفی اسمین اشارہ ہی گمنامی کے اختلاط کرنے اور شہرت سے محترز رہنے کے لیے اور یہ امر عزلت سے متعلق نہین اسلیے کہ بہت سے راہب ایسے ہوتے ہین کہ اُنکو تمام خلق جانتی ہی اور بہت سے اختلاط کرنے والے ایسے ہین کہ اُنکی شہرت کچھ بھی نہین ہوتی تو پھر ایسی حدیث کو حجت ٹھہرانا جو عزلت سے متعلق ہی نہین کیا مفید ہوگا

چوتھی دلیل یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو ارشاد فرمایا کہ کیا مین تمکو سب لوگون مین سے بہتر کو نہ بتا دون انھون نے عرض کیا کہ کیون نہین آپ ارشاد فرما دیجیے آپ نے اپنے دست مبارک سے

مغرب کی طرف اشارہ کیا پھر فرمایا کہ بہتر وہ شخص ہی جو خدای تعالیٰ کے راستہ مین اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے منتظر ہی
کہ خود دھاوا کرے یا دوسرے لوگ اُسپر دھاوا کرین اور مین تمکو وہ بھی بتائے دیتا ہون جو بعد اُسکے سب سے اچھا ہی
اور اپنے ہاتھ سے حجاز کی طرف کو اشارہ کرکے فرمایا کہ اُسکے بعد وہ آدمی ہی جو بکریون کے گلہ مین نماز ادا کرتا ہی اور زکوٰۃ
دیتا ہی اور اپنے مال مین خدا ے تعالیٰ کا حق پہچانتا ہی اور لوگون کے شرون سے الگ ہی اب فریقین کی حجتین بیان
کرنے کے بعد ہم کہتے ہین کہ دونون جانب کی دلیلون سے خاطر خواہ تسکین نہین ہوتی اسلیے ضرور ہوا کہ عزلت کے
فوائد اور ضررون کو مفصل لکھکر اور ایک کو دوسرے کے مقابل کرکے دیکھین تاکہ امر حق واضح ہوجاے۔

دوسری فصل عزلت کے فوائد اور آفات مین اور اُسکی فضیلت کے باب مین امر حق کی توضیح مین۔

واضح ہو کہ عزلت اور اختلاط مین لوگون کا اختلاف ایسا ہی جیسا نکاح اور تجرد کی فضیلت مین اختلاف ہی اور باب النکاح
مین ہم ذکر کرچکے ہین کہ مطلق فضیلت ایک کو دوسرے پر نہین کہہ سکتے بلکہ احوال اور اشخاص کے لحاظ سے کسی کے
حق مین نکاح افضل ہی اور کسی کے حق مین ترک نکاح چنانچہ نکاح کے آفات و فوائد کو مفصل بیان کرکے ہم نے اس
حکم کو متفرع کیا ہی پس اسی طرح ہم اس مضمون متنازع فیہ کو بیان کرتے ہین اور اول عزلت کے فوائد کو لکھتے ہین
عزلت کے فوائد دو قسم ہین ایک دنیاوی اور ایک دینی فوائد دینی جیسے تنہائی مین عبادت اور فکر اور تربیت علمی پر
مواظبت کرنے سے ملاحظون کا حاصل کرنا یا جن منہیات کا مرتکب ہونا اختلاط پر منحصر ہی اُنسے بچا رہنا مثلاً ریا اور
غیبت کرنا اور امر معروف اور نہی منکر سے ساکت رہنا اور جلیسان بد کے برے اخلاق اور خبیث اعمال کا اپنی طبیعت مین
آجانا وغیرہ اور فوائد دنیاوی یہ ہین کہ خلوت مین تحصیل پر قادر ہونا جیسے پیشہ ور تنہائی مین اپنا کام خوب کرتے ہین اور
اُن خرابیون سے بچا رہنا جو اختلاط کی صورت مین پیش ہوتی ہین مثلاً دنیا کی بہار کو تاکنا اور لوگون کا ہمہ تن اُسکی
طرف متوجہ ہونا اور خود دوسرون کی چیز پر طمع کرنا اور اپنی چیز مین دوسرون کا طمع کرنا اور اختلاط کی جہت سے پردہ
مروت کا معدوم ہونا اور ہمنشین کی بُری عادت سے ایذا پانا یا بات کاٹنے یا بدگمان ہونے یا چغلی کھانے یا باہم حسد
کرنے سے یا اُسکی بدصورتی اور گرانی سے ایذا پانا کہ عزلت کے باعث ان سب سے محفوظ رہتا ہی غرض کہ سب فوائد عزلت کے
یہی ہین انکو ہم چھ فائدون مین منحصر کرتے ہین

پہلا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ عبادت اور فکر کے لیے فارغ ہونا اور خلق کی مناجات کے عوض مین اللہ تعالیٰ کی مناجات سے انس
حاصل کرنا اور ساملہ دین و دنیا و ملکوت زمین و آسمان مین اسرار الٰہی کے معلوم کرنے مین لگا رہنا نصیب ہوتا ہی کیونکہ یہ امور فراغ کو
چاہتے ہین اور اختلاط کی صورت مین فراغ میسر نہین پس عزلت ہی ان امور کا وسیلہ ہوتی ہی اور اسلیے کسی حکیم نے کہا ہی کہ کوئی
شخص بدون کتاب اللہ کے تمسک کے خلوت نہین کرسکتا اور جو لوگ کتاب اللہ پر تمسک کرتے ہین وہی ہین کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دنیا سے
[illegible] اسی کے سبب سے گئے ہین ذکر اللہ ہی پر زندہ رہے اور ذکر اللہ ہی پر وفات پائی اور ذکر اللہ ہی پر

اللہ تعالی سے ملے - اور اسمین شک نہین کہ ایسے لوگون کو اختلاط فکر اور ذکر سے مانع ہوتا ہی اسلیے انکے حق مین عزلت ہی بہتر ہی اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا مین جبل حرا پر سب سے علیحدہ ہوکر عزلت فرماتے تھے یہان تک کہ آپ مین نور نبوت قوی ہوگیا پھر مخلوق آپ کو اللہ تعالی سے حاجب نہوتی تھی ظاہر کے بدن سے آپ مخلوق کے ساتھ تھے اور دل سے متوجہ الی اللہ حتی کہ لوگون کو گمان تھا کہ حضرت ابوبکر صدیق رض آپ کے خلیل ہین مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ ہماری ہمت والا نہمت اللہ تعالی کے ساتھ مستغرق ہی اور ارشاد فرمایا[۲] لو کنت متخذا خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن صاحبکم خلیل اللہ اور ظاہر مین لوگون سے ملا رہنا اور باطن مین ہمہ تن خدائے تعالی کی طرف متوجہ رہنا بجز زور نبوت کے اور کسی کی مجال نہین ایسا نہو کہ ہر ضعیف شخص اپنے نفس سے دھوکے مین آکر اس مرتبہ کی طمع کرنے لگے اور بعض اولیاء اللہ کا درجہ اسقدر ہوجانا کچھ بعید بھی نہین چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین تیس برس سے اللہ تعالی سے باتین کرتا ہون اور لوگون کو گمان ہی کہ ہم سے باتین کرتے ہین اور یہ بات اُس شخص کو میسر ہوتی ہی جو اللہ تعالی کی محبت مین ایسا ڈوبے کہ اُسمین غیر کی گنجائش نہ رہے اور ایسا ہونا محال نہین اسلیے کہ یہ تو مخلوق کے عاشقون کا حال بھی ہوجاتا ہی کہ ظاہر مین لوگون سے ملتے ہین مگر یہ نہین سمجھتے کہ خود کیا کہتے ہین اور دوسرے اُنسے کیا گفتگو کرتے ہین کیونکہ محبوب کی فریفتگی دل پر کمال درجے کی ہوتی ہی بلکہ جس شخص پر دنیاوی اُمور کے بابین کوئی سخت تردد آپڑتا ہی تو بعض اوقات اُسکی فکر مین ایسا ڈوبتا ہی کہ لوگون سے ملتا ہی مگر کسی کو نہین پہچانتا اور نہ اُنکی آواز سنتا ہی اور عاقلون کے نزدیک آخرت کا معاملہ بہت بڑا ہی اگر اسکی فکر مین آدمی کا ایسا حال ہوجاے تو کیا بعید ہی مگر اکثرون کے لیے عزلت سے مدد لینا بہتر ہی اور یہی وجہ کسی حکیم سے جو پوچھا گیا کہ خلوت سے لوگون کی غرض کیا ہی تو اُسنے جواب دیا کہ اُس سے یہ مطلوب ہی کہ فکر دائم ہوجائے اور علوم دلون مین ثابت اور مستحکم ہون تاکہ عمدہ طور سے زندگی کرین اور شیرینی معرفت کی چکھین - اور کسی راہب سے کہا گیا کہ تم تنہائی پر بڑے صابر ہو اُسنے کہا کہ مین تو تنہا نہین رہتا اپنے پروردگار کا ہمنشین ہون جب مین چاہتا ہون کہ وہ مجھسے کچھ فرمائے تو اُسکی کتاب پڑھنے لگتا ہون اور اگر چاہتا ہون کہ مین اُس سے کچھ کہون تو نماز پڑھتا ہون - اور کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ زہد اور عزلت نے تمکو کیا چیز ملی اُسنے کہا کہ اللہ تعالی کا انس - اور سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ مین نے ابراہیم ادہم رح کو شام کے شہرون مین دیکھا اور عرض کیا کہ خراسان کو آپ نے بالکل چھوڑ دیا فرمایا کہ مجکو آرام اسی جگہ ملا ہی کہ مین اپنا دین ایک پہاڑ سے دوسرے پر لیے پھرتا ہون اگر مجکو کوئی دیکھ پاتا ہی تو کہتا ہی کہ یہ شخص وسواسی ہی یا کوئی شتربان خواہ ملاح ہی - اور غزوان رقاشی سے کسی نے کہا کہ یہ ہم نے مانا کہ تم ہنستے نہین مگر اپنے دوستون کے پاس بیٹھنے سے کونسی چیز مانع ہی اُنھون نے کہا کہ جس سے مجھے غرض تھی اُسکی ہمنشینی سے میرے دل کو راحت مل گئی اور دوستون کے پاس بیٹھنے سے کیا مطلب رہا اور حضرت حسن بصری سے لوگون نے کہا کہ یہان ایک شخص ہی کہ ہم نے اُسکو جب دیکھا ہی تو تنہا ایک ستون کی آڑ مین بیٹھا دیکھا ہی وہ آپکی مجلس مین شریک نہین ہوتا آپ نے فرمایا کہ اگر تم اُسکو دیکھو تو مجکو اطلاع کرنا چنانچہ ایکروز اُسکو دیکھکر آپ سے کہدیا کہ وہ شخص یہ

[۲] یعنی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ اگر مین کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو خلیل بناتا مگر مین تو خدا کا خلیل ہون - مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲

جسکا حال ہم نے آپ سے کہا تھا آپ اُسکے پاس تشریف لیگئے اور فرمایا کہ ای بندۂ خدا مجکو معلوم ہوتا ہی کہ تمکو عزلت پسند ہی مگر کیا بات ہی کہ تم لوگون کے پاس نہین بیٹھتے اُنھون نے جواب دیا کہ ایک ایسا ہی معاملہ ہی جسنے مجکو لوگون سے روک دیا ہی آپ نے فرمایا کہ پھر اسی شخص کے پاس بیٹھا کرو جسکو حسن کہتے ہین اُسنے کہا کہ مین ایسے امر مین لگا ہون کہ نہ مجھے لوگون کے پاس بیٹھنے کی فرصت ہی نہ حسن کے پاس آپ نے پوچھا کہ میان صاحب وہ کونسا امر ہی اُسنے کہا کہ صبح اور شام مجھپر خدای تعالی کی نعمت ہوتی رہتی ہی اور مین گناہ کرتا ہون تو مین نے یہ بہتر سمجھا کہ نعمت الٰہی پر اُسکا شکر کرون اور اپنے گناہ سے اُس سے مغفرت کی درخواست کرون پس ان دونون باتون سے مجکو فرصت نہین ملتی آپ نے فرمایا کہ ای بندۂ خدا میرے نزدیک تو حسن سے زیادہ سمجھتا ہی جو کام کرتا ہی اُسی کو لپٹا رہ کہتے ہین کہ حضرت اویس قرنی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے مین ہرم بن حیان اُنکی خدمت مین حاضر ہوئے اُنھون نے پوچھا کہ کیسے آئے اُنھون نے جواب دیا کہ تم سے انس حاصل کرنے کو آیا ہون حضرت اویس نے فرمایا کہ مجھے ایسا کوئی نہین معلوم ہوتا کہ اپنے پروردگار کو پہچان کر اُسکے غیر سے انس حاصل کرے۔ اور فضیل رح کا قول ہی کہ جب مین رات آتی دیکھتا ہون تو خوش ہوتا ہون اور کہتا ہون کہ اب اپنے پروردگار سے خلوت کرونگا اور جب دیکھتا ہون کہ صبح ہوئی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھتا ہون کہ اب لوگ مجکو گھیر لینگے اور کوئی ایسا شخص میرے پاس آجاویگا جو مجکو میرے پروردگار سے غافل کردیگا۔ اور عبد اللہ بن زید کہتے ہین کہ خوش حال اُن لوگون کا جنھون نے دنیا مین بھی عیش کی اور آخرت مین بھی عیش کرینگے لوگون نے پوچھا یہ کسطرح ہوگا اُنھون نے فرمایا کہ دنیا مین تو اللہ تعالی سے مناجات کرتے رہے اور آخرت مین اُسکے پڑوس مین رہینگے۔ اور ذوالنون مصری رح فرماتے ہین کہ اہل ایمان کی خوشی اور لذت اسی مین ہی کہ تنہائی مین اپنے پروردگار سے مناجات کرے اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ جسکو مخلوق کی ہم کلامی کے عوض مین خدای تعالی کی ہم کلامی سے انس حاصل نہو وہ کم علم اور دل کا اندھا ہی اُسنے اپنی عمر مفت کھوئی۔ اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ کیا اچھا حال ہی اُس شخص کا جو صرف اللہ تعالی کا ہو رہے۔ اور ایک نیک بخت نقل کرتے ہین کہ مین شام کی سیر کرتا پھرتا تھا کہ ایک عابد کو کسی پہاڑ سے نکلتے دیکھا اُسنے جو مجکو دیکھا تو ایک درخت کی آڑ مین چھپ گیا مین نے اُسکے پاس جاکر کہا کہ سبحان اللہ آپکو اتنا بخل ہی کہ یہ بھی گوارا نہین کرتے کہ مین تمکو دیکھون اُسنے کہا کہ میان صاحب اصل یہ ہی کہ مین اس پہاڑ مین مدت مدید سے اپنے دل کا علاج کررہا ہون کہ دنیا اور اہل دنیا سے صبر کرے اور اس باب مین نے بہت مشقت اُٹھائی اور عمر صرف کی ہی اور اللہ تعالی سے دعائین مانگی ہین کہ ایسا نہ کرنا کہ بجز محنت اور مشقت کے اور کچھ ہاتھ نہ لگے بارے اللہ تعالی نے میرے دل کا اضطراب دور کیا اور تنہائی اور علیحدگی سے اسکو مانوس کردیا اب جو مین نے تمکو دیکھا تو یہ خوف ہوا کہ کہین دل کا حال پھر پیشتر کا سا نہو جاے پس تم مجھسے علیحدہ رہو کہ مین تمھارے شر سے پناہ مانگتا ہون رب العارفین اور حبیب القانتین کی پھر ایک نعرہ مارا کہ آہ افسوس دنیا مین اتنا زیادہ ٹھہرے پھر میری طرف سے مُنھ پھیر لیا اور ہاتھون کو جھٹک کر کہا کہ ای دنیا مجھسے علیحدہ رہ میرے سوا کسی اور کو اپنی زینت دکھا اور جو

سمجھنا چاہیے اُسکو دعوے کا دے پھر کہا پاک ہے وہ ذات جسنے اپنی خدمت کی لذت اور اپنی طرف منقطع ہونے کی حلاوت عارفون کے دلون کو ایسی چکھائی جس سے انکے دل بہشت اور حورون کی یاد بھول گئے اور اُنکی ہمتون کو صرف اپنی ہی یاد مین مسکین دیکھا کہ انکے نزدیک کوئی چیز اسکی مناجات سے بڑھکر مزہ دار نہین پھر قدوس قدوس کہتا ہوا چلا گیا غرض کہ تنہائی مین اللہ تعالے کے ذکر سے اُنس اور اُسکی معرفت کی کثرت ہوتی ہے اور اسی بات مین کسی نے یہ مضمون کہا ہے **قطعہ** مجھکو بیہوشی نہین ہے جا کر یہ ترے ناملاقی ہووے شاید تیرا اور میرا خیال ؛ ہمنشینون سے الگ ہوتا ہون مین اس لیے ہون تا کرون فرصت سے اپنے دل مین تیری قیل و قال ؛ اور ہمین خبر ہے کسی حکیم نے کہا ہے کہ جب آدمی اپنے آپ مین کوئی فضیلت نہین پاتا تو خود اپنے نفس سے وحشت کے مارے اور اسی وجہ سے لوگون سے بہت ملکر وحشت کو اپنے نفس پر سے دفع کرتا ہے لیکن جس صورت مین کہ اسکی ذات مین فضیلت ہوتی ہے تو تنہائی کو تلاش کرتا ہے تاکہ خلوت کے باعث فکر پر مدد لے اور علم و حکمت کو ظاہر کرے - اور کہتے ہین کہ آدمیون سے اُنس حاصل کرنا افلاس کی نشانی ہے حاصل یہ کہ خلوت سے فراغ کا ملنا بہت بڑا فائدہ ہے مگر بعض خواص کے حق مین ہے نہ کل کے لیے اور جس شخص کو کہ ذکر دائمی سے اللہ تعالی کے ساتھ انس میسر ہو اور دوام فکر سے خداے تعالی کی معرفت مین استحکام ہوتا ہو اُسکے حق مین جتنی باتین کہ اختلاط سے متعلق ہین اُن سب کی نسبت تنہا رہنا افضل ہے اسلیے کہ علت غائی تمام عبادات کی اور ثمرہ سب معاملات کا یہ ہے کہ آدمی اللہ کا محب و عارف ہو اور ایسے حال مین مرے اور محبت جبھی ہوتی ہے کہ دوام ذکر سے انس حاصل ہو اور معرفت بدون دوام فکر کے نہین ہوتی اور دل کا فارغ ہونا محبت اور معرفت دونون کے لیے شرط ہے اور اختلاط کے ساتھ فراغ نہین ہو سکتا۔ **دوسرا فائدہ** عزلت کا یہ ہے کہ جو گناہ آدمی کو اکثر اختلاط سے پیش ہوا کرتے ہین وہ تنہائی مین اُنسے محفوظ رہتا ہے اُنسے بچنا میسر ہوتا ہے اور وہ گناہ چار ہین غیبت اور ریا اور چپ رہنا امر معروف اور نہی منکر سے اور چوری چوری طبیعت مین اخلاق قبیحہ اور اعمال خبیثہ کا داخل ہونا جنکا باعث حرص دنیاوی ہوتی ہے غیبت کا تو یہ حال ہے کہ اگر باب آفات زبان کو اس کتاب کی جلد سوم مین مطالعہ کر کے غیبت کی وجہین معلوم کروگے تو جان لوگے کہ اختلاط کی صورت مین اُس سے بچا رہنا ایک بڑا کام ہے بجز صدیقون کے اور کوئی نہین بچ سکتا اسلیے کہ لوگون کی عادت پڑگئی ہے کہ جہان بیٹھتے ہین اسی کا چرچا رکھتے ہین بلکہ اسمین چاشنی اور لذت اور نقل اور گزک کی سی حلاوت سمجھتے ہین اور تنہائی کی وحشت کو اسی سے ٹالتے ہین پس اگر تم لوگون سے اختلاط کرکے اُنھین کی سی کہوگے تب تو گنہگار اور مستحق غصہ پروردگار ہوگے اور اگر خاموش رہوگے تب بھی غیبت کرنے والون مین گنے جاؤگے کہ سننے والا غیبت کا ایسا ہی ہے جیسا غیبت کرنے والا اور اگر تم لوگون کو غیبت سے منع کروگے تو وہ تمھارے دشمن ہو جائینگے اور جسکی غیبت کرتے تھے اسکو چھوڑ کر تمھاری غیبت کرینگے اور ایک نہ شد دو شد کا مضمون ہوگا بلکہ عجب نہین کہ غیبت سے بڑھکر تمکو حقیر جانین اور گالیان سنائین اور امر بالمعروف اور نہی منکر دین کے اصول مین سے ہے اور واجب ہے چنانچہ اسکا ذکر اس جلد کے آخر مین آویگا اور جو شخص لوگون سے اختلاط کریگا تو بالضرور بُری باتین دیکھیگا پس اگر اُنپر سکوت کریگا تب تو اللہ تعالی کا نافرمان ٹھہریگا اور اگر منع کریگا تو اپنے آپ کو انواع ضرر کا ہدف بنائیگا اور عجب نہین کہ جن افعال سے منع کیا ہو اُنسے زیادہ اور معاصی دیکھنے پڑین اور اُنسے احتراز لازم

کرنا پڑے اور عزلت مین اُن امور سے نجات رہتی ہے کیونکہ اختلاط کی صورت مین انکو دیکھکر نہ چپ رہتے بنے نہ کہتے بنے تو ہم مشکل کہ انکو ہم
نصیحت کا مضمون ہوتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیق نے ایکبار خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ
اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ مگر تم اسکو اسکی جگہ مین استعمال نہین کرتے اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے
سنا ہے اذا رای الناس المنکر فلم یغیرہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندہ سے پرسش فرمائیگا یہانتک کہ یون ارشاد کریگا کہ دنیا مین جب تو نے بری بات دیکھی تھی اسکو کیسلیے منع نہ کیا پس
اگر اللہ تعالیٰ بندہ کو جواب سوجھا دیگا تو وہ عرض کریگا کہ الٰہی مجھکو تیرے رحم کی توقع تھی اور لوگون سے خوف تھا اور یہ
اس صورت مین ہے کہ مار پیٹ سے ڈرے یا ایسی بات سے جسکی طاقت اپنے آپ مین نہو اور اسکی پہچان مشکل ہے اور خالی
خطر نہین لہذا عزلت مین اس سے نجات ہے اور اچھی بات کے امر کرنے سے خصومت کا ابھار اور سینون مین کینہ ہوتا ہے جیسے کسی نے
کہا ہے سعہ زندگی مین نے نصیحت مین تمہاری صرف کی تو مجھے پر افسوس ہے کہ تمکو عداوت ہوگئی ہے اور جو شخص امر بالمعروف کا اُٹھانا چاہتا ہے
غالبا ندامت اُٹھاتا ہے کیونکہ معروف کرنا ایسا ہے جیسا کوئی ٹیڑھی دیوار کو سیدھا کرنا چاہے اور عجب نہین کہ دیوار اُسی پر آپڑے
اور پھر پچتاوے کہ کاش مین اسکو جھکی ہوئی رہنے دیتا ہان اگر کچھ لوگ اسکو مدد دین اسطرح کہ دیوار کو تھام لین یہانتک کہ یہ شخص اسمین
اڑانا وغیرہ خوب مضبوط لگا دے تو البتہ اُسکا سیدھا ہونا بدون ضرر کے ہو سکتا ہے لیکن امر معروف کرنے مین مددگار نہ پائے جائین
کہ انکے سہارے کسی کو کچھ کہے اسی لیے یہ بہتر ہے کہ آدمی کنج عافیت اختیار کرے۔ اور ریا ایک ردلا علاج ہے جس سے احتراز
کرنا ابدال اور اوتاد کو بھی دشوار ہے اور دان کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ جو شخص لوگون سے ملیگا انکی مدارات کرنی پڑیگی اور جو مدارات کریگا وہ
ریا کریگا اور جو انکو دکھلاوے کے لیے اعمال کریگا وہ انھین باتون مین مبتلا ہوگا جنمین وہ مبتلا ہین اور جیسے وہ تباہ ہوے
ویسا ہی وہ بھی تباہ ہوگا اور ادنی خرابی اسمین یہ ہے کہ نفاق لازم آویگا مثلاً اگر تم دو عداوت والون سے ملو تو اگر ایسی طرح ہر ایک سے
نہ ملو جو اسکی مرضی کے موافق ہو تب تو دونون کے نزدیک دشمن ٹھہروگے اور اگر دونون سے اسی کی منھ دیکھی بات کہوگے
تو بدترین خلق ٹھہروگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین تجدون من شر الناس ذا الوجھین الذی یاتی ھؤلاء بوجہ
وھؤلاء بوجہ اور لوگون کے اختلاط مین ادنی بات یہ ضرور ہے کہ ملنے کے وقت اظہار شوق اور شدت سے تمنا
بیان کیا جاے حالانکہ یہ امر تو اصل ہی مین جھوٹ ہوتا ہے یا مقدار زیادتی مین دروغ یقینا ہوتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے
کہ ملنے والے سے اُسکے حالات پوچھنے سے اپنی شفقت ظاہر کرین پس اگر تم کسی سے پوچھو کہ آپکا مزاج شریف
اور آپ کے اہل وعیال کیسے ہین اور دل مین تمہارے اُنکا کچھ دھیان نہو تو یہ نفاق خالص ہے اور حضرت
ابن مسعود فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی اپنے گھر سے نکلتا ہے اور راستہ مین کوئی شخص اُس سے اپنی حاجت کہتا ہے
کہ فلان کام میرا کر دیجیے تو وہ بظاہر اسکا مشکور ہوتا ہے کہ خوب کیا تمنے اپنا مطلب مجھسے کہا مگر شاید اُسکی حاجت مین
کچھ کام نہین کرتا پس ایسا شخص گھر کو جو پھرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر خفا کرتا ہے اور اپنے دین کو جدا برباد کرتا ہے

ور سری سقطی فرماتے ہین کہ اگر میرے پاس میرا کوئی دوست آوے اور مین اُسکے دکھانے کو اپنی داڑھی ہاتھ سے
برابر کرون تو مجھے یہ ڈر ہو کہ میرا نام کہین منافقون کے دفتر مین نہ لکھا جائے - اور فضیل رح تنہا مسجد حرام مین بیٹھے تھے
ایک اُنکا دوست اُنکے پاس گیا اُنھون نے پوچھا کہ کیسے آئے اُسنے کہا دل بہلانے کے لیے اُنھون نے فرمایا کہ یہ تو وحشت کا کام ہی کیونکہ تم یہی چاہتے
ہوگے کہ میرے دکھانے کو زینت کرو اور مین تمھارے دکھانے کو بن سنور بیٹھون اور تم میری خاطر جھوٹ بولو اور مین
تمھاری خاطر پس اس سے بہتر یہ ہی کہ یا تم میرے پاس سے چلے جاؤ یا مین تمھارے پاس سے اُٹھ جاؤن - اور کسی
عالم کا قول ہی کہ اللہ تعالی جس بندہ سے محبت کرتا ہی تو یہ بھی چاہتا ہی کہ اُسکی اطلاع اُسکو نہو - اور طاؤس رح خلیفہ ہشام کے
پاس تشریف لیگئے اور اُسکو فرمایا کہ اے ہشام تم کیسے ہو ہشام غصہ ہوا اور کہا کہ تمنے مجھکو امیر المؤمنین کیون نہ کہا آپنے فرمایا
اسلیے کہ سب مسلمان تمھاری خلافت پر متفق نہین تو مجھکو خوف ہوا کہ امیر المؤمنین کہنے سے کہین مین دروغ گو نہو جاؤن
جس شخص سے اِسطرح کا احتراز ہو سکے اُسکو لوگون سے اختلاط کرنے کا مضائقہ نہین ورنہ اپنا نام منافقون کے
دفتر مین لکھوانے پر راضی ہو تو اختلاط کرے - اور سلف کے اکابر جو آپسمین ملتے تھے تو مزاج پوچھتے اور اُسکے جواب
دینے سے احتراز کرتے تھے کیونکہ انکا دستور احوال دین دریافت کرنے کا تھا نہ حالات دنیا کے پوچھنے کا چنانچہ
حاتم اصم نے حامد لفاف سے پوچھا کہ تمھارا حال کیسا ہو اُنھون نے جواب دیا کہ سالم اور عافیت سے ہون حاتم کو
جواب بُرا معلوم ہوا کہا کہ اے حامد سلامتی تو پل صراط کے پار اور عافیت جنت مین ہے - اور حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ
والسلام سے جب کوئی پوچھتا کہ آپ آج کیسے ہین تو فرماتے کہ ایسا ہون کہ جس چیز کی توقع کرتا ہون
اُسکی تقدیم پر قادر نہین اور جس چیز سے ڈرتا ہون اُسکو ٹال نہین سکتا اپنے عمل کے بدلے مین گرو ہون اور بہتری بالکل
دوسرے کے ہاتھ ہی پس کوئی محتاج مجھسے زیادہ حاجتمند نہین اور ربیع بن خثیم سے اگر کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہین
کہتے کہ ضعیف گنہگار ہین اپنی قسمت کا دانہ پانی پورا کرتے ہین اور اس انتظار مین ہین کہ کب مرتے ہین - اور حضرت ابو درداء
سے کوئی پوچھتا کہ آج آپ کیسے ہین فرماتے کہ اچھا ہون اگر دوزخ سے بچ جاؤن اور سُفیان ثوری رح سے اگر کوئی پوچھتا
کہ آپ کیسے ہین فرماتے کہ انکا شکر اُسکے سامنے کرتا ہون اور ایک کی برائی دوسرے کے سامنے اور ایک سے بھاگ کر
دوسرے پاس جاتا ہون - اور حضرت اویس قرنی رض سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپ نے فرمایا کہ اُس
شخص کا حال کیا پوچھتے ہو کہ شام ہو تو یہ نہین جانتا کہ صبح کرونگا اور صبح ہو تو یہ نہ جانے کہ شام کرونگا - اور مالک
بن دینار رح سے کسی نے پوچھا کہ آج آپ کیسے ہین فرمایا کہ ایسا ہون کہ عمر گھٹتی جاتی ہی اور گناہ بڑھتے جاتے ہین
کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ تم کیسے ہو کہا کہ موت کی خاطر اپنی زندگی کو پسند نہین کرتا اور اپنے رب کے سامنے اپنے
نفس سے راضی نہین - اور کسی دوسرے حکیم سے سوال کیا گیا کہ تم کیسے ہو کہا کہ اپنے رب کا رزق کھاتا ہون
اور اُسکے دشمن ابلیس کی اطاعت کرتا ہون - اور کسی نے محمد بن واسع سے پوچھا کہ آپ کیسے ہین آپنے فرمایا کہ جو

شخص ہر روز آخرت کی طرف کو ایک منزل چلتا ہو اُسکا حال تم ہی سمجھ لو کہ کیا ہوگا اور حامد لفاف سے کسی نے پوچھا کہ تم کیسے ہو کہا کہ یہ تمنا ہو کہ ایک دن اور رات عافیت مین گذرے سائل نے کہا کہ کیا آپ ہر روز عافیت سے نہین ہین فرمایا کہ عافیت اُس روز ہوتی ہو جسمین خداے تعالیٰ کی نافرمانی نکرون - اور ایک شخص نزع کی حالت مین تھا اُس سے کسی نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہو اُسنے کہا کہ اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو کہ سفر دور و دراز بدون زاد کے طے کیا چاہتا ہو اور قبر وحشت ناک مین بدون مونس کے جاتا ہو اور بادشاہ عادل کے سامنے بدون حجت کے حاضر ہوتا ہو - اور حسان بن ابی سنان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کیسے ہین فرمایا کہ اُس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جو مریگا پھر اُٹھایا جائیگا پھر حساب لیا جائیگا - اور حضرت ابن سیرین رح نے ایک شخص عیالدار تنگدست سے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہو اُسنے کہا کہ کیا حال پوچھتے ہو اُسکا جسکے ذمہ پانسو درم قرض ہون اور وہ عیالدار ہو حضرت ابن سیرین اپنے گھر مین جاکر ہزار درم نکال لائے اور اُس شخص کو دیکر فرمایا کہ پانسو سے تو اپنا قرضہ ادا کرنا اور پانسو اپنے عیال کے لیے رکھنا اور آپکے پاس بجز اُن ہزار درم کے اور نہ تھے پھر فرمایا کہ بخدا اب کسی سے اُسکے حال کا استفسار کبھی نہ کرونگا اور یہ عہد اسلیے کیا کہ آپ کو یہ خوف ہوا کہ استفسار کرنے کے بعد اگر اعانت نبن سکیگی تو استفسار ریا اور نفاق مین متصور ہوگا - حاصل یہ کہ اکابر سلف کا سوال دین کے احوال اور خداے تعالیٰ کے معاملہ مین دل کے حالات سے ہوتا تھا اور اگر دنیا کے امور کو پوچھتے تھے تو جو کچھ دوسرے کی حاجت معلوم ہوتی تھی اُسکے پورا کرنے مین اہتمام کرتے تھے اور حتی الوسع انجاح مرام کردیتے تھے - اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین اُن لوگون کو جانتا ہون کہ ایک دوسرے سے ملاقات نکرتے تھے لیکن اگر ایک شخص دوسرے کے تمام متاع پر حکم کرتا تو دوسرا اُسکو کبھی نہین روکتا اور اب مین ایسے لوگ دیکھتا ہون کہ آپسمین ملتے ہین اور ایک دوسرے سے اتنا تپاک کرتے ہین کہ گھر کی مرغی تک کا حال پوچھتے ہین لیکن اگر ایک شخص بے تکلفی کرکے دوسرے سے بالفرض ایک پیسہ لینا چاہے تو وہ ہرگز نہین دیتا تو یہ بات بجز ریا اور نفاق کے اور کیا ہو اور اسکی علامت یہ ہو کہ تم دیکھتے ہو کہ جب دو شخص ملتے ہین تو ایک کہتا ہو مزاج شریف اور دوسرا کہتا ہو آپکا مزاج لطیف کہ نہ اول انتظار جواب کا کرتا ہو نہ دوسرا اُسکے سوال کا جواب دیتا ہو بلکہ اپنا سوال پیش کرتا ہو اور اسکی وجہ یہی ہو کہ انکو معلوم ہو کہ یہ امر دوسرے کے دکھانے اور تکلف کا ہو بلکہ بعضے اوقات دل مین تو کینہ اور بغض ہوتا ہو اور زبان سے خیریت پوچھی جاتی ہو - اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ پہلے لوگ جب السلام علیکم کہتے تھے تو اُس وقت کہتے تھے کہ دل سلامت ہوتے تھے اور اب جو کہتے ہین کہ آپ کیسے ہین اور خداے تعالیٰ آپکو تندرست رکھے اور آپکا مزاج مبارک کسطرح ہو اللہ تعالیٰ آپکو بخیر رکھے تو اگر ان اقوال کو ہم تامل کرین تو یہ سب بدعت کی راہ سے ہین نہ تعظیم کے طور پر چاہین لگ ہمسے ناراض ہون چاہین راضی رہین - اور آپنے اسلیے فرمایا کہ اگر تم ملتے ہی دوسرے سے کہنے لگو کہ مزاج شریف تو یہ بدعت ہو ایک شخص نے ابو بکر بن عیاش سے پوچھا کہ مزاج شریف آپنے اُسکو جواب نہ دیا اور کہا کہ ہمکو

اس بدعت سے معاف رکھو اور فرمایا کہ ابتدا اس استفسار کی اسطرح ہوئی کہ حضرت عمر رضہ کے عہد مبارک مین جب شہر عمواس مین جو شام کے ملک مین ہی وبا طاعون پہلے پھیلی اور لوگ نہایت کثرت سے مرے، تو اُس وقت اگر کوئی اپنے بھائی سے صبح کو ملتا تھا تو پوچھتا تھا کہ آپ کو صبح بخیر ہوئی یعنے رات کو طاعون سے محفوظ رہے کہ نہین اور شام کو ملتا تھا تو ون کی خیریت پوچھتا تھا کہ شام بخیر گذری پھر رفتہ رفتہ ہر ملاقات مین یہ تکلف جاری ہوگیا۔ غرضکہ اختلاط عادتون کے اعتبار سے غالباً اقسام تکلف اور ریا اور نفاق سے خالی نہین ہوتا اور یہ سب باتین بُری ہین انمین سے کوئی ممنوع اور حرام ہی اور کوئی مکروہ اور عزلت کی وجہ سے ان بُرائیون سے نجات رہتی ہی کیونکہ جو شخص خلق سے ملے اور اُنکے عادات مین اُنکا شریک نہو تو لوگ اُس سے ناخوش ہونگے اور اُسکو گران جانینگے اور اُسکی غیبت کرینگے اور ایذا کے درپے ہونگے تو اُنکا دین اس شخص کے باب مین برباد جاویگا اور اگر یہ اُنسے بدلا لیگا تو اُسکی دنیا اور دین دونون ضایع ہونگے اور لوگون کے اعمال اور اخلاق کو دیکھکر دیکھنے والے کی طبیعت کا اونکو چرالینا ایک خفیہ مرض ہی کہ اُسپر عاقلون کو بھی آگاہی نہین ہوتی غافلون کا تو کیا ذکر ہی مثلاً اگر کوئی شخص کسی فاسق کے پاس مدت تک بیٹھے گو دل مین اسکو برا جانتا ہو تب بھی اپنے دل کا حال پیشتر کی نسبت کر متفاوت پائیگا یعنی اُسکے پاس بیٹھنے سے پہلے جتنی نفرت اور گرانی اپنے دل مین فساد سے معلوم کرتا ہوگا اُسقدر نفرت فساد سے اب نہ رہیگی اِسلیے کہ برائی کو دیکھتے دیکھتے طبیعت پر سہل ہوجاتی ہی اور اُسکا بُرا ہونا دل مین جاتا رہتا ہی اور خرابی سے رُکنے کی وجہ یہی ہوتی ہی کہ دل مین اُسکی وقعت بہت ہوتی ہی جب کثرت سے دیکھنے کے باعث وہ حقیر ہوجاتی ہی تو کیا عجب ہی کہ روکنے والی قوت مضمحل ہوکر آدمی خود اُس خرابی یا اُس سے کمتر کے کرنے کا آمادہ ہوجائے۔ اور جس صورت مین کہ آدمی دوسرے کو کبیرہ گناہ کرتے دیکھتا ہی تو اپنے گناہ صغیرہ اُسکی نظرون مین حقیر معلوم ہوتے ہین اور یہین وجہ جو شخص توانگرون کی طرف نظر کرتا ہی تو اللہ تعالی کی نعمت اپنے اوپر کم سمجھتا ہی تو انگرون کی صحبت اسی لیے اختیار کیجاتی ہی تاکہ جو کچھ اپنے پاس ہی اُسکو کم جانا جائے اور فقیرون کی صحبت اِسلیے پسند ہوتی ہی کہ جو نعمتین اللہ تعالی نے عنایت فرمائی ہین اُنکو بڑا سمجھین یہی حال مطیعون اور عاصیون کی طرف دیکھنے کا ہی کہ اِسکی تاثیر بھی طبیعت مین ویسی ہی ہی یعنی جو شخص صرف صحابہ اور تابعین ہی کا حال دیکھے کہ اُنھون نے عبادت کسطرح کی اور دنیا سے کیسے برکنار رہے تو وہ اپنے نفس کو ہمیشہ ذلیل اور اپنی عبادت کو حقیر سمجھیگا اور جانیگا کہ مین نہایت قاصر ہون اسی وجہ سے کوشش اپنی تکمیل مین ضرور کرتا رہیگا اور یہ چاہیگا کہ ان اکابر کا اقتدا کامل طور پر نصیب ہو اور جو شخص اُن حالات کو دیکھیگا جو دنیا دارون پر غالب ہین یعنی حق سے انکار و گردان رہنا اور دنیا کی طرف متوجہ رہنا اور معاصی کا عادی ہونا تو وہ شخص اپنے دل مین اگر ادنی رغبت نیک بات کی پائیگا اُسی کے سبب سے اپنے نفس کو بڑا سمجھیگا۔ اور یہی تباہ ہونے کی صورت ہی۔ اور طبیعت کے بہلنے کے لیے صرف خیر اور شر کی باتون کا سُننا کافی ہوا کرتا ہی دیکھنا تو درکنار رہا اور اسی دقیقہ سے اِس حدیث کے

معنی معلوم ہوتے ہین عند فی ذکر الصالحین تنزل الرحمة اسلیئے کہ رحمت تو جنت کے داخل ہونے اور دیدار الٰہی کو کہتے ہین اور یہ باتین ذکر کے وقت نازل نہین ہوتین بلکہ انکا سبب نازل ہوتا ہی یعنی دل کے اندر سے ایک جوش اور حرص صالحین کے اقتدا کی اور اپنی تقصیر اور کمی پر خجالت اور کراہت اُبھرتی ہی غرض کہ رحمت فعل خیر کے باعث ہوتی ہی اور فعل خیر رغبت کی جہت سے اور رغبت احوال صالحین کے ذکر کرنے سے تو نزول رحمت کے یہی معنی ہوے کہ وہ چیز نزول کرتی ہی جو انجام کو ذریعۂ رحمت ہو اور جیسا اس حدیث کے الفاظ سے یہ معنی سمجھ مین آتے ہین ایسا ہی کچھ آدمی اس کلام کے فحوی سے یہ سمجھ سکتا ہی کہ فاسقون کا احوال بیان کرنے کے وقت لعنت برستی ہی اسلیے کہ کثرت سے انکا ذکر کرنا گناہون کو طبیعت پر ہلکا کر دیتا ہی اور لعنت اللہ تعالی سے دور ہونے کو کہتے ہین اور دور ہونے کا سبب معاصی ہین اور دنیاوی لذات اور سردست کی شہوات پر بطور مشروع متوجہ ہونا اور خدا تعالی سے مُنہ پھیرنا اور اُن معاصی کا سبب یہ ہی کہ دل سے انکی گرانی اور بُرائی جاتی رہے اور گرانی کے جانے کا باعث اُنکے ساتھ مانوس ہونا ہی اور اُنس کثرت سے سننے کے سبب سے ہوتا ہی ۔ تو جس صورت مین صالحون اور فاسقون کے احوال سننے کا یہ حال ہو تو اُنکے دیکھنے کو سمجھ لو کہ بطریق اولی مُؤثر ہوگا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہی چنانچہ ارشاد فرمایا مثل الجلیس السوء کمثل الکیر ان لم یحرقك بشرره علق بك من ریحه یعنی جیسے کپڑا بھٹی مین بس جاتا ہی اور آدمی کو خبر نہین ہوتی اسی طرح فساد دل پر سہل ہو جاتا ہی اور اُسکو خبر نہین ہوتی اور فرمایا مثل الجلیس الصالح مثل صاحب المسك ان لم یھب لك منه تجد ریحه اور اسی لیے ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو کسی عالم کی لغزش معلوم ہو تو دو وجہ سے اُسکا ذکر کرنا حرام ہی اول تو یہ کہ غیبت عالم کی ہوگی دوسرے یہ کہ لوگ عالم کا حال سنکر اُس خطا مین سہل انگاری کرینگے اور اُسکی گرانی اُنکے دلون سے ساقط ہو جائیگی اور اُسپر جرأت کرنا بُری بات نہ جانینگے کیونکہ جب کوئی اُس خطا کا مرتکب ہوگا اور اُسپر کوئی اعتراض کریگا تو وہ یہ جواب دیگا کہ ہمسے ایسا ہو جانا کیا بعید ہی اسمین تو عالم اور عابد بھی مجبور ہین اور جبتک اُسکے اعتقاد مین یہ بات رہیگی کہ ایسی حرکت پر عالم اور انگشت نما شخص مبادرت نہین کیا کرتے تب تک اُسکو اس حرکت کا ارتکاب بُرا معلوم ہوگا اور جہان معتبر اور مقتدا لوگون کی کوئی اس قسم کی بات سن پائی تبھی اُنکو اپنی حرکت کی سند ہو جاتی ہی مثلاً اکثر شخص جو دنیا پر لڑنے جھگڑنے مین اور اُسکے جمع کرنے کے حریص ہین اور ریاست کی محبت پر کٹے مرتے ہین اُنکے دلون پر اُن امور کی بُرائی اسی وجہ سے آسان ہی کہ خیال کرتے ہین کہ صحابہ ریاست کی محبت سے محترز نہ تھے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت معاویہ رض کے مناقشہ کو اپنی سند بیان کرنے لگتے ہین اور اپنے جی مین تصور کرتے ہین کہ یہ مناقشہ طلب حق کے لیے نہ تھا بلکہ طلب ریاست کے لیے تھا پس اسی جھوٹے اعتقاد سے امر ریاست اُنپر آسان ہو جاتا ہی اور اُسی قسم کی معصیتون کے مرتکب ہونے لگتے ہین اور سرشت بد لغزشون کے اتباع اور حسنات سے اعراض پر مائل ہوتی ہی بلکہ جس جگہ لغزش نہین ہوتی اپنی غرض کے لیے لغزش مان لیتی ہی تاکہ

بہانہ لمبا ہے اور پیام شیطان کے دقیق مکرون مین سے ہی اور یہیج جبت اللہ تعالی نے شیطان کے خلاف کرنے والون کو ان الفاظ سے تعریف فرمائی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کی مثل بیان فرمائی کہ جو شخص بیٹھکر حکمت کی بات سنے پھر اُسمین سے برائی کے سوا اور کچھ یاد نہ رکھے اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی شخص کسی چرواہے کے پاس آوے اور اس سے کہے کہ اپنے گلہ مین سے مجکو ایک موٹی بکری ذبح کرنے کے لیے دے اور وہ جواب دے کہ گلہ مین جا اور جو بکری اُنمین سب سے بہتر تجکو ہو اُسکو پکڑ لے اور وہ جا کر گلہ کے کتے کا کان پکڑ لاوے پس جو شخص کہ ائمہ کی لغزشین نقل کرتا ہی یہ مثال اسکی بھی ہوسکتی ہی علاوہ ازین اکثر آدمیون کا دستور ہی کہ جب کسی مسلمان کو دیکھین کہ رمضان کے دنون مین بلا وجہ روزہ نہین رکھتا تو اس امر کو اتنا بعید جانین کہ عجب نہین کہ اسکو کافر جاننے لگین لیکن ایسے لوگون کو دیکھتے ہین کہ نماز نہین پڑھتے یا قضا کرتے ہین تو اُنسے نفرت اُنکی طبیعت کو نہین ہوتی ہی جیسے روزہ نہ رکھنے والون سے نفرت ہوتی ہی باوجودیکہ ایک نماز کا ترک کرنا بعضون کے نزدیک موجب کفر ہی اور بعض کے نزدیک گردن مارنے کا باعث ہی اور رمضان کے سب روزے نہ رکھنے سے بھی یہ سزا کسی کے نزدیک نہین پھر اسکی وجہ اور کچھ نہین بجز اسکے کہ نماز مین تساہل اکثر ہوتا ہی اور دن مین پانچ بار اسکا مشاہدہ ہوتا ہی تو دیکھتے دیکھتے دل مین سے اسکی برائی کی وقعت جاتی رہی ہی اور روزہ چونکہ سال مین ایکبار ہوتا ہی اسکی وقعت برستور ہی اسی طرح اگر کوئی عالم ریشمی کپڑا یا سونے کی انگوٹھی پہنے یا چاندی کے برتن سے پانی پی لے تو لوگ اُسکو سخت بعید جانین اور بہت انکار کرین حالانکہ اُسکو بار ہا بڑی دیر تک لوگون کی غیبت ہی کرتے دیکھتے ہین اور برا نہین جانتے اگرچہ غیبت زنا سے بڑھکر ہی تو حریر پہننے سے بڑھکر کیسے نہوگی مگر چونکہ غیبت سنتے سنتے اور غیبت کرنے والون کو دیکھتے دیکھتے دل پر اُسکی برائی نہین رہی اسی لیے اُسمین سہل انکاری برتی جاتی ہی پس ان دقائق کو سمجھکر لوگون سے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو اسلیے کہ لوگون مین تم وہی بات دیکھوگے جس سے تمکو دنیا کی حرص اور آخرت سے غفلت زیادہ ہو اور معصیت کو سہل سمجھو اور طاعت مین رغبت کم کرو پھر اگر کوئی ہمنشین تمکو ایسا مل جاوے جسکی صورت اور سیرت تمکو اللہ تعالی کی یاد دلائے تو اُسکا ساتھ دو اور اُسکو غنیمت سمجھو اور اُس سے علیحدہ نہو کہ عاقل کے حق مین اُسکا وجود اکسیر اور سونے کی جڑ با ہی اور یہ بھی خوب سمجھ جان لو کہ اچھا ہمنشین تنہائی کی نسبت کرہیت بہتر ہی اور برے جلیس سے تنہا رہنا اچھا ہی اور جب تم ان باتون کو سمجھ لوگے اور اپنی طبیعت کا حال ملاحظہ کروگے اور پھر جس سے اختلاط کیا چاہتے ہو اُسکے حال پر التفات کروگے تو تمکو واضح ہو جاویگا کہ اس سے عزلت اختیار کرنی بہتر ہی یا مختلط رہنا لیکن زنہار مطلق حکم مت کیجیئو کہ عزلت بہتر ہی یا اختلاط اسلیے کہ جو چیزین تفصیل کے ساتھ ہین انمین مطلق ہان یا نہین کہدینا محض خلاف ہی بلکہ تفصیل وار من تفصیل ہی شایان ہی تمیسرا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ فتنون اور خصومتون سے نجات ملتی ہے اور انمین گرفتار نہونے سے دین اور نفس دونون محفوظ رہتے ہین اور چونکہ فتنون اور تعصبات سے شہر کم خالی ہی تو جو کوئی لوگون سے علیحدہ رہیگا وہ اُنکے فتنون

وغیرہ سے بھی سلامت رہیگا حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جب فتنون کا ذکر فرمایا اور انکا حال اسطرح ارشاد فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ لوگون کے عہد درہم ہوگئے اور امانتین ہلکی پڑگئین اور وہ اس صورت سے ہوگئے اور آپنے ہاتھون کی انگلیان ایک دوسری مین ڈال لین تو مین نے عرض کیا کہ آپ ایسے وقت مین مجھکو کیا حکم فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ اپنے گھر مین بیٹھے رہو اور زبان بند کرو اور جو بات جانتے ہو اسکو کرو اور جو نہین جانتے ہو اسکو ترک کرو اور خاص لوگون کا طریق لازم پکڑو عوام کا ترک کرو - اور حضرت ابو سعید خدری رضؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یوشک ان یکون خیر مال المسلم غنما یتبع بہا شعف الجبال و مواقع القطر یفر بدینہ من الفتن اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب لوگون پر ایسا وقت آویگا کہ دیندار کا دین سلامت نہ رہیگا مگر جو شخص اپنا دین لیکر ایک گاؤن سے دوسرے گاؤن مین اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ مین پھر ایک بل سے دوسرے بل مین لومڑی کی طرح ادھر ادھر بھاگتا پھریگا لوگون نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ زمانہ کب ہوگا آپنے فرمایا کہ جس وقت معیشت جل شانہ تعالی کی معصیت کے سوا اور کسی چیز سے نہ ملیگی جب ایسا وقت ہوگا تو مجرد رہنا واجب ہوگا لوگون نے عرض کیا کہ آپنے تو ہمکو نکاح کرنے کا حکم فرمایا ہے مجرد رہنا کیسے واجب ہوگا آپنے فرمایا کہ جب وہ وقت ہوگا تو آدمی کی تباہی اسکے والدین کے ہاتھون ہوگی اور اسکے مان باپ نہونگے تو اسکی بی بی اور اولاد کے ہاتھ سے اور یہ بھی نہونگے تو رشتہ دارون کے ہاتھ سے ہوگی لوگون نے عرض کیا کہ یہ کیسے ہے آپنے فرمایا کہ اسکو تنگدستی کا عیب لگاتے ہین تو وہ تکلف وہ کام کرتا ہے جسکی طاقت اسکو نہین ہوتی اور یہی امر اسکو تباہی کی جگہ مین پہنچادیتا ہے - اور یہ حدیث اگرچہ نکاح کے باب مین ہے مگر عزلت بھی اس سے سمجھی جاتی ہے کیونکہ عیالدار معیشت اور اختلاط سے خالی نہین رہتا اور کسب معیشت بدون معصیت کے نہین کرتا - اور مین نہین کہتا کہ جو زمانہ حدیث بالا مین فرمایا ہے اسکا وقت یہ ہی ہے بلکہ اس حالت کا وقت سے بہت پیشتر سے ہوگیا ہے اور اسی وجہ سے حضرت سفیان ثوری کا قول مشہور ہے کہ بخدا اب عزلت واجب ہوگئی - اور حضرت ابن مسعود رضؓ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ اور ایام ہرج کا ذکر فرمایا مین نے عرض کیا کہ ہرج کیا ہے آپنے فرمایا کہ جس وقت آدمی اپنے ہمنشین سے امن نہ رہے مین نے عرض کیا کہ اگر مین وہ زمانہ پاؤن تو آپ مجھکو کیا حکم فرماتے ہین آپنے فرمایا کہ اپنے نفس اور ہاتھ کو روک لے اور اپنے گھر مین داخل ہو مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر کوئی شخص میرے پاس مکان مین چلا آوے آپنے فرمایا کہ اپنی کوٹھری مین گھس جا مین نے عرض کیا کہ اگر کوئی کوٹھری مین بھی گھس جاوے آپنے فرمایا کہ اپنی مسجد مین داخل ہو اور اسطرح کر اور آپنے اپنا پہنچا پکڑ لیا اور کہہ کہ میرا رب اللہ ہے یہانتک کہ تو دعا پاوے - اور حضرت سعد رضؓ کو جب لوگون نے امیر معاویہ رضؓ کے عہد مین نکلنے کے لیے ورلڑنے کو کہا انھون نے جواب دیا کہ مین اٹھنے کو نہین چلتا ان ایک طرح چل سکتا ہون کہ مجھکو ایسی تلوار دو جو آنکھون سے دیکھتی ہو اور زبان سے بولتی ہو کہ اگر کافر کو دیکھے تو بتادے اور اسکو مارد الو اور مومن ایمان کو پہچانے اسکا حال مجھسے کہدے تاکہ مین اسکو نہ مارون اور سعد نے فرمایا کہ ہماری اور تمھاری مثل ایسی ہے جیسے کچھ لوگ کشادہ راستہ پر جاتے ہون اور انکی آنکھ مین غبار آگیا ہو چلے اور راہ بھول جاوین تب کوئی کہے کہ راہ اسی طرف کو ہے اور اسی طرف کو چلدین اور حیران پشیمان ہو کر پھر راہ کو کوئی کہے کہ یا مین کو ہے اور اسطرف جاکر خراب خستہ ہون اور بعضے لوگ اسی جگہ ٹھہر لیوین اور اتنا صبر کرین کہ آندھی دفع ہو جاوے اور راہ معلوم ہونے لگے غرض کہ حضرت سعد کیطرح لوگون نے فتنون مین شرکت کی اور مینکا فتنہ فرو ہو لیا لوگون کا قتال اللہ نے کیا اور حضرت ابن عمر کا حال تھا کہ آپکو خبر ہوگئی

ا ح ابو داؤد و نسائی
۲ ح ترمذی ... مسلمان کا بہتر مال بکریان ہونگی کہ انکو پہاڑون کی چوٹیون اور مینھ کی جگہون مین ... دین لیکر بھاگیگا ... بخاری ... نقل کیا
۳ ح اسکی سند ... باب النکاح مین گذر چکی
۴ ... ابن ابی الدنیا ... البخاری
ح ابو داؤد ... مسلم ...

کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے عراق کا قصد فرمایا آپ روانہ ہوگئے اور تین منزل پر ملازمت حاصل کی اور پوچھا کہ آپ کہان کا ارادہ کرتے ہین فرمایا کہ عراق کا اور جو خطوط عراق سے آئے وہ دکھلائے اور فرمایا کہ یہ انکے خطوط اور عہدنامے ہین آپ نے فرمایا کہ ان خطون پر آپ لحاظ نہ فرمائین اور وہان تشریف نہ لیجائین حضرت امام علیہ السلام نے نہ مانا آپ نے فرمایا کہ مین آپ سے ایک حدیث بیان کرتا ہون کہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور آپ کو دنیا اور آخرت کے پسند کرنے مین اختیار دیا آپ نے آخرت کو پسند فرمایا اور دنیا کو ناپسند کیا اور آپ لخت جگر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہین بخدا کہ آپ لوگون مین سے کوئی دنیا کا والی ہوگا اور تمسے دنیا کو اسی چیز نے علحدہ رکھا ہی جو تمھارے حق مین بہتر ہی آپ نے واپس پھرنے سے انکار کیا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ آنسے معانقہ کرکے رونے لگے اور فرمایا کہ اے شہید آپ کو خدائے تعالیٰ کے سپرد کرتا ہون۔ اور صحابہ رضی اللہ عنہم مین دس ہزار آدمی تھے مگر فتنہ کے دنون مین چالیس سے زیادہ آدمیون نے جرأت نہ کی۔ طاؤس رحمہ اللہ اپنے گھر مین بیٹھ رہے لوگون نے اُنسے وجہ پوچھی فرمایا کہ زمانہ کی خرابی اور حاکمون کے ظلم کے باعث بیٹھ رہا ہون اور جب حضرت عروہ نے عقیق مین محل بنوایا اور اُسمین بیٹھ رہے لوگون نے کہا کہ آپ محل مین بیٹھ رہے اور مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کیا فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ تمھاری مسجدون مین لہو ولعب ہوتا ہی اور بازارون مین لغو اور کوچون مین فحش کا غل ہی اسلیے یہ امر اختیار کیا کہ اسمین ان سب باتون سے نجات ہی۔ اس سب تقریر سے معلوم ہوا کہ عزلت کا ایک فائدہ یہ ہی کہ آدمی خصومات اور فتنون سے محفوظ رہتا ہی چوتھا فائدہ عزلت کا یہ ہی کہ لوگون کی ایذا سے رہائی رہتی ہی یعنے لوگ کبھی تو ہمکو غیبت سے ستاتے ہین اور کبھی بدگمان ہوکر تہمت لگاتے ہین اور کبھی تمسے وہ سوال کرتے ہین جو تمسے پورا نہو سکے اور کبھی چغلی اور جھوٹ سے ایذا دیتے ہین کیونکہ اختلاط کی صورت مین تمھارے اعمال اور اقوال اُنکے پیش نظر ہوتے ہین جس عمل اور قول کی کنہ کو اُنکی عقل دریافت نہین کرتی اُسکو یاد رکھتے ہین اور جب موقع شر کا پاتے ہین اسوقت اُسکو ظاہر کرتے ہین پس جس صورت مین کہ تم اُنسے عزلت کروگے تو ان سب امور سے احتراز کرنے کی حاجت ہوگی جو جدا ہوکے سوا کوئی ان امور سے احتیاط اختلاط ہی مین درکار ہی اسواسطے کسی حکیم نے دوسرے شخص سے کہا کہ مین تجکو ایک قطعہ کہتا ہون جو دس ہزار درم سے اچھا ہی اُسنے پوچھا کہ وہ کیا ہی اُسنے اس مضمون کا قطعہ پڑھا

قطعہ

کہنا نہو کچھ اگر کہو آہستہ رات مین	دن کو اگر کہو تو کرو پہلے التفات
مشہور ہی مثل کہ نہیں لوٹتے کبھی	چھٹکر کمان سے تیر نکل کر دہن سے بات

اور اسمین کچھ شک نہین کہ جو شخص لوگون سے اختلاط رکھیگا اور اُنکے اعمال مین شریک ہوگا تو اُسکا حاسد یا دشمن ضرور ہوگا جو اُسپر بدگمانی کریگا اور یہ وہم کریگا کہ یہ شخص میری دشمنی پر آمادہ ہی اور اُسپر کوئی داؤ چلیگا اور خفیہ دغا کریگا اسلیے کہ آدمی جب کسی چیز کے زیادہ حریص ہوتے ہین تو ہر کسی کو اپنے ہی حق مین مضر جانتے ہین اور چونکہ دنیا پر شدت سے حریص ہین تو غیر کو بھی یہی سمجھتے ہین کہ یہ شخص ہمارا رقیب ہی متنبی نے دو شعر کہے ہین جنکا ترجمہ یہ ہی قطعہ

بدگمان ہوتا ہے انسان جب کرے اعمال بد	جانتا ہے وہم معمولی کو صادق برملا
دشمنون کے قول پر رکھتا ہے بغض احباب سے	شک کی تاریکی مین وہ آخر کو رہتا ہے پھنسا

اور کہتے ہین کہ بدون کی صحبت مین بیٹھنا ابرار کے ساتھ بدگمانی کا موجب ہوتا ہے اور اقسام بدی کے جو انسان کو آشناؤن اور اختلاط والون سے پہونچتے ہین بہت ہین ہم انکی تفصیل کو ترک کرتے ہین اسلیئے کہ جتنا ہم لکھ چکے ہین اسمین مجملاً سب آگئے ہین اور عزلت مین ان سب سے نجات ہوتی ہے اور جن لوگون نے عزلت اختیار کی ہے انکے اقوال سے بھی ایسا ہی کچھ پایا جاتا ہے چنانچہ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہین کہ آدمی کو آزمالے تاکہ اسکو دشمن جانے اور کسی شاعر نے اس مضمون کا قطعہ کہا ہے

	قطعہ	
بدون تجربہ مخلوق کی کرے جو ثنا		تو بعد تجربہ ممدوح کو کہیگا بُرا
یہان تلک کہ قریب اور بعید کو کر ترک		نہ دل لگے کہین جز کنج عافیت اسکا

اور حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عزلت مین ہمنشین بد سے راحت ملتی ہے- اور کسی نے عبد اللہ بن زبیرؓ سے کہا کہ آپ مدینہ منورہ مین تشریف نہین لاتے فرمایا کہ جو لوگ وہان اب باقی ہین وہ یا نعمت پر حسد کرتے ہین یا دوسرے کی تکلیف پر خوش ہوتے ہین اور ابن سماک رح کہتے ہین کہ ہمارے ایک دوست نے ہمکو خط مین یہ مضمون لکھا کہ آدمی دوا تھے کہ ہم اُس سے علاج کیا کرتے تھے اور اب ایسے روگ ہوگئے ہین جسکا کچھ علاج نہین تو اُنسے ایسا بھاگو جیسا شیر سے بھاگتے ہو- اور کوئی اعرابی مدام ایک درخت کے پاس رہتا اور کہا کرتا کہ یہ ہمنشین تین خصلتین رکھتا ہے جو میری بات سنتا ہے تو میری چغلی نہین کھاتا اور اگر مین اسپر تھوک بھی دیتا ہون تو برداشت کرتا ہے اور اگر بدخلقی کرتا ہون تو مجھپر غصہ نہین ہوتا یہ بات ہارون رشید نے سنی فرمایا کہ اس شخص نے مصاحبون کے باب مین مجھکو زاہد بنا دیا- اور کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ وہ قبرستان مین بیٹھے رہتے کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ تنہائی سے کسی چیز مین مجھکو سلامتی نہ معلوم ہوئی اور نہ قبر سے زیادہ کوئی شے واعظ ہے اور نہ دفتر سے زیادہ کوئی جلیس سودمند ہے- اور حضرت حسن رح کہتے ہین کہ مین نے قصد حج کیا ثابت بنانی جو اولیاء اللہ مین سے تھے انھون نے خبر سنکر کہا کہ مین نے سنا ہے کہ آپ حج کو جاتے ہین مین چاہتا ہون کہ آپکے ساتھ رہون حسن رح نے فرمایا کہ میان صاحب اسی مین خیر ہے کہ خدا تعالیٰ کی پردہ پوشی کے ساتھ رہین مجھے یہ ڈر ہے کہ ساتھ اگر رہینگے تو ایسے حال ایک دوسرے کے دیکھینگے جنسے باہم بغض کی صورت ہو اور اس قول سے ایک اور فائدہ عزلت کا معلوم ہوا یعنے دین اور مروت اور اخلاق اور فقر وغیرہ کا بھرم بندھا رہتا ہے اور عیوب ڈھکے رہتے ہین اور اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کرنے والون کی تعریف فرمائی چنانچہ ارشاد ہے يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ اور کسی شاعر نے کہا ہے

مال کا جانا شریفون کے لیئے عیب نہین	وضع ظاہر کے بگڑنے سے ہے پر اُنکو ننگ

اور انسان اپنے دین اور دنیا اور اخلاق اور افعال مین ایسے عیوب ضرور رکھتا ہے جنکا چھپانا ہی دارین مین اُسکے حق مین مناسب ہوتا ہے اور اُنکے ظاہر ہونے پر سلامتی باقی نہین رہتی حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہین کہ پہلے لوگ تیے تھے

جنمین کا زمانہ تھا اور آج کانٹے ہین جنمین پتے نہین اور جب حضرت ابو درداء کے زمانہ کا حال یہ ہو جو آخر قرن اول تھا تو ظاہر ہے کہ جو زمانہ اُنکے زمانہ کے بعد ہوا وہ اُس سے بدتر ہی ہوا اور سفیان بن عیینہ کہتے ہین کہ سفیان ثوری رحمہ اپنی زندگی کے ایام مین مجکو بیداری مین اور بعد مرنے کے خواب مین یہ ارشاد فرمایا کہ لوگون سے آشنائی کم کرو اُنسے بچنا بہت مشکل ہے اور میرے گمان مین جو برائی مجکو پہونچی وہ آشنا ہی سے پہونچی۔ اور ایک بزرگ کہتے ہین کہ مین مالک بن دینار کی خدمت مین آیا آپ تنہا بیٹھے تھے اور ایک کتا آپ کے زانو پر اپنی گردن رکھے ہوئے تھا مین نے چاہا کہ اُسکو ہٹا دون آپ نے فرمایا اُسکو رہنے دو یہ کچھ ضرر اور ایذا نہین دیتا اور ہمنشین بد سے بہتر ہے۔ اور کسی بزرگ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپنے لوگون سے عزلت اختیار کی انھون نے جواب دیا کہ مجکو یہ خوف ہوا کہ کہین ایسا نہو کہ میرا دین چھین جاوے اور مجکو خبر بھی نہو۔ اسمین یہ اشارہ ہوا کہ ہمنشین بد کے اخلاق کو طبیعت چورا لیتی ہے۔ اور حضرت ابو درداء رضا فرماتے ہین کہ اللہ سے ڈرو اور لوگون سے احتراز رکھو کیونکہ یہ لوگ اگر اونٹ پر چڑھتے ہین تو اُسکی پیٹھ زخمی کر دیتے ہین اور گھوڑے پر سوار ہوں تو اُسکی کمر لگا دیتے ہین اور اہل ایمان کے دل مین جگہ کرتے ہین تو اُسکو خراب کر دیتے ہین اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ آشنا کم کرو کہ تمھارا دل و دین خوب محفوظ رہیگا اور حقوق سے ہلکے پھلکے رہوگے اسلیے کہ جسقدر آشنا زیادہ ہونگے اُسی قدر حقوق زیادہ ہونگے اور سب کا ادا کرنا دشوار ہوگا۔ اور کسی بزرگ کا قول ہے کہ جسکو پہچانتے ہو اُس سے اجنبی ہو اور جسکو نہین پہچانتے اُس سے آشنائی مت کرو۔ پانچوان فائدہ عزلت کا یہ ہے کہ نہ لوگ تمسے کچھ طمع کرینگے نہ تم اورون سے اور لوگون کی طمع کا تمسے منقطع ہونا ایک امر نہایت مفید ہے اسلیے کہ لوگون کا راضی کر دینا تو ممکن نہین اس سے یہی بہتر ہے کہ آدمی اپنے ہی نفس کی اصلاح کرے اور ادنی اور آسان حقوق مین سے جنازہ پر جانا اور بیمار پرسی اور ولیمون اور عقد نکاح مین حاضر ہونا ہے اور ان سب مین تضیع اوقات اور آفات کا متعرض ہونا ہے پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ان مین سے بعض حقوق نہین ادا کر سکتا ہے اور عذر ہر چند مقبول ہوتا ہے مگر ہر ایک عذر قابل ظاہر کرنے کے نہین ہوتا تو لوگ یہی کہتے ہین کہ آپنے فلان شخص کا حق ادا کیا اور ہمارا حق ادا نکیا اور یہی وجہ عداوت کی ہو جاتی ہے چنانچہ کہتے ہین کہ جو شخص بیمار کو عیادت کے وقت مین نہین پوچھتا وہ یہ چاہتا ہے کہ بیمار مذکور مر جائے تاکہ اچھا ہونے پر اُسکی نظر مین عیادت نہ کرنے سے شرمندگی نہو اور جو شخص کسی کی شادی یا غمی مین شریک نہو اُس سے سب ناراضی رہتے ہین اور جو ایک کا شریک ہوا اور دوسرے کا نہو اُس سے وحشت کرتے ہین اور اگر آدمی دن اور رات تمام اوقات مین التزام ادائے حقوق کا کرے تب بھی سب حقوق ادا نہو سکینگے اور جس صورت مین کہ کسی کو دنیا یا دین کا شغل بھی ہو تو اُس سے کیسے ادا ہو سکتے ہین حضرت عمرو بن العاص رضہ نے فرمایا دوستون کا زیادہ ہونا قرضخواہون کا زیادہ ہونا ہے یعنے جتنے دوست زیادہ ہونگے اُتنے ہی اُنکے حق ادا کرنے ہونگے۔ اور ابن رومی نے ایک قطعہ کہا ہے جسکا ترجمہ یہ قطعہ ہے

دوست ہی ہوتا ہے آخر کو عدو
بس نہ لو کثرت احباب کا نام

دیکھ لو جتنے ہین امراض بدن
کھانے پانے سے ہوتے ہین تمام

حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ ناجیون کے ساتھ سلوک کرنا ہر عداوت کی جڑ ہے - باقی رہی دوسری شق یعنے تمہاری طمع کا منقطع ہونا دوسرون سے تو یہ بھی بڑا فائدہ ہر اسلیے کہ جو کوئی دنیا کی بہار اور زینت کو دیکھتا ہر اُسکی حرص جنبش کرتی ہر اور حرص کے زور سے طمع اُبھرتی ہر اور اکثر طمعون مین بجز نامرادی کے اور کچھہ نہین پاتا اسلیے بہت ایذا اُٹھاتا ہر اور جس صورت مین کہ عزلت کرلی تو نوبت دیکھنے کی نہ آئیگی اور جب دیکھنے کا نہین تو اُسکی تمنا اور طمع بھی نہ کریگا اور یہین وجہ اللہ تعالی نے فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا اِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ فَاِنَّهٗ اَجْدَرُ اَنْ لَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اور عون بن عبداللہ کہتے ہین کہ مین ابتدا مین توانگرون کے پاس بیٹھا کرتا تھا تو ہمیشہ رنجیدہ اور اُوداس رہتا کہ اُنکے کپڑے اپنے کپڑون سے بہتر دیکھتا اور اُنکی سواری اپنی سواری سے اچھی پاتا مگر پھر مین نے فقیرون کی ہمنشینی اختیار کی تو مجھکو راحت ہوگئی - اور کہتے ہین کہ مزنی رح ایکدن جامع فسطاط کے دروازہ سے نکلتے تھے کہ اتنے مین ابن عبدالحکم اپنے لشکر کے ہمراہ وہان کو گذرا مزنی اُسکا حال دیکھکر ششدر رہ گئے اور یہ آیت پڑھی وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً اَتَصْبِرُوْنَ پھر فرمایا کہ ہان مین صبر کرونگا اور راضی ہونگا اور آپ تنگدست اور کم مایہ تھے غرضکہ جو شخص اپنے گھر مین رہتا ہر وہ ان جیسے فتنون مین مبتلا نہین ہوتا اور دنیا کی زینت دیکھنے پر تو دو ہی حال ہونگے یا یہ کہ دین اور یقین آدمی کا قوی ہو اور صبر کرے اور ظاہر ہر کہ صبر کی تلخی صبر سے بھی زیادہ ہر یا یہ کہ اُسکی خواہش اور طمع اُبھر کھڑی ہو اور دنیا کی طلب کی تدبیر کرے اور ہمیشہ کو تباہ ہو جائے دنیا مین تو اس طرح کہ اکثر طمعین آدمی کی پوری نہین ہوتین ہر طالب اور طامع اس شعر سے گویا تر زبان رہتا ہر - اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ؏ اور آخرت مین تباہی کی وجہ یہ ہر کہ دنیا کی متاع کو اللہ تعالی کے ذکر پر ترجیح دے اور یہین وجہ ابن اعرابی نے ایک شعر اس مضمون کا کہا ہے ؎

ذلت نظر جب آئی امیری کی راہ مین
پہونچا مین برتری مین فقیری کی راہ سے

اسمین یہ اشارہ ہر کہ طمع سردست موجب ذلت کی ہر چنانچہ کسی دوسرے کا شعر ہر ؎

طمع را سہ حرف ست وہر سہ تہی
ازان نیست سر مطمعان زا بہی

چھٹا فائدہ عزلت کا یہ ہر کہ ثقیلون اور احمقون کے دیکھنے اور اُنکی بیوقوفی اور اخلاق سے ایذا اُٹھانے سے نجات ہوتی ہر کہ ایسے لوگون کا دیکھنا گویا نصف نابینائی ہر - اعمش رح سے کسی نے پوچھا کہ آپ کی آنکھین چندھی کیون ہوگئین فرمایا کہ ثقیل لوگون کے دیکھنے سے اور کہتے ہین کہ امام ابوحنیفہ رح بھی اُنکے پاس گئے تھے اور کہا تھا کہ حدیث مین ہر کہ اللہ تعالی جس شخص کی آنکھین چھین لیتا ہر اُنکے عوض مین اُسکو وہ چیز دیتا ہر جو آنکھون سے بہتر ہو تو تمکو کون چیز دی ہر ان اعمش نے ظرافت کی راہ سے کہا کہ مجھکو آنکھون کا عوض یہ دیا کہ گران لوگون کے دیکھنے سے بچایا

اور تم بھی اُنھین مین سے ہو۔ اور ابن سیرین رحمہ کہتے ہین کہ ایک شخص مجھسے کہتا تھا کہ مین نے ایک بار گران شخص کو دیکھا تو مجکو غش آگیا۔ اور جالینوس نے کہا ہی کہ ہر شی کا ایک بخار ہی اور روح کی تپ ثقیل شخصون کو دیکھنا ہی۔ اور امام شافعی رحمہ فرماتے ہین کہ جب مین گران شخصون کے پاس بیٹھا ہون تو میری بدن کی جو طرف اُنکی جانب ہوتی ہی وہ دوسری طرف کی نسبت کر مجکو بھاری معلوم ہوتی ہی اور پہلے دو فائدون کے سوا چار فائدے مقاصد دنیوی سے متعلق ہین مگر یہ فوائد دین سے بھی متعلق ہو سکتے ہین کیونکہ انسان جب ثقیل آدمی کے دیکھنے سے ایذا پائیگا تو اُسکی غیبت کرنے لگیگا اور خدا سے تعالیٰ کی حکمت کو بُرا سمجھیگا اور جب دوسرے شخصون سے غیبت یا بدگمانی یا حسد یا چغلی وغیرہ کے باعث ایذا اُٹھائیگا تو بدون اُنکی مکافات کے چین نہ لیگا اور یہ سب باتین انجام کو دین مین خرابی لاتی ہین اور عزلت مین ان سب سے سلامتی رہتی ہی اسکو سمجھ لینا چاہیے۔ اب **آفات عزلت** کی بیان کی طرف ہم متوجہ ہوتے ہین واضح ہو کہ جو مقاصد دینی اور دنیاوی کہ غیر کی مدد سے حاصل ہوتے ہین وہ بدون اختلاط کے میسر نہین ہو سکتے اور جو امور کہ اختلاط سے ہم ہوتے ہین ظاہر ہی کہ عزلت سے وہ جاتے رہینگے اور اُنکا جاتا رہنا ہی عزلت کا نقصان ہی تو اب اختلاط کے فوائد کو اگر لحاظ کرو تو معلوم ہو جائیگا کہ عزلت کے باعث کتنے فوائد فوت ہو جائینگے یعنے اختلاط سے یہ فوائد ہین تعلیم اور تعلم نفع پہونچانا اور حاصل کرنا ادب دینا اور ادب سیکھنا انس حاصل کرنا اور دوسرون کا انیس ہونا اور حقوق کی بجا آوری سے ثواب پانا اور پہونچانا تواضع کا عادی ہونا اور حالات کے دیکھنے سے تجربون کا حاصل کرنا اور عبرت پکڑنی تو یہ فوائد اختلاط کے سات ہوئے اب انکی تفصیل لکھی جاتی ہی۔ **آفت اول** عزلت کی یہ ہی کہ تعلیم و تعلم فوت ہو جاتا ہی جنکی فضیلت ہم باب العلم مین ذکر کر چکے ہین اور یہ دونون دنیا کے اندر بڑی عبادات مین سے ہین اور بدون اختلاط کے یہ ہو نہین سکتے ہان اتنی بات ہی کہ علوم بہت ہین اور بعض ضروری نہین ہین اور بعض ضروری ہین تو جن علوم کا سیکھنا آدمی پر فرض ہی اگر اُنکو نہ سیکھیگا اور عزلت کریگا تو گنہگار ہوگا اور اگر بقدر فرض کو سیکھ چکا ہی اور باقی علوم مین خوض اُس سے نہین ہو سکتا ہی اور عبادت کرنے کو دل چاہتا ہی تو عزلت کرلے اور اگر علوم نقلی اور عقلی کی تکمیل پر قادر ہی تو قبل تعلم عزلت کرنا اُسکے حق مین نہایت خسارہ ہی اور اسی لیے ابراہیم نخعی اور دوسرے اکابر نے فرمایا ہی کہ پہلے عالم ہو پھر عزلت کرو۔ اور جو شخص علم سیکھنے سے پہلے عزلت کرتا ہی وہ اکثر اپنی اوقات سونے مین یا کسی ہوس کی فکر مین ضائع کرتا ہی اور غایت یہ ہی کہ تمام اوقات وظیفہ مین ڈوبا رہے اور بدن سے اعمال کرتا رہے مگر دل طرح طرح کے فریبون سے اُسکی سعی کو بیکار اور عمل کو باطل کر دیگا کہ اُسکو خبر بھی نہوگی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے

اعتقاد مین کچھ کے کچھ وہم باندھ کر اُنسے انس حاصل کریگا اور اکثر فاسد وسوسے اُسکو پیش آئینگے جنکے باعث اکثر حالات مین شیطان کا کھلونا بنے گا اور دل مین اپنے آپ کو عابد سمجھیگا غرضکہ علم دین کی اصل ہے اور عوام اور جاہلون کی عزلت مین کچھ خیر نہین یعنے جو شخص تنہائی مین عبادت کرنا اچھی طرح نہین جانتا اور اُسکو معلوم نہین کہ خلوت مین کونسی باتین ضروری ہین اُسکو عزلت سے کچھ فائدہ نہوگا اسلیے کہ آدمی کا نفس ایسا ہی ہے جیسا مریض کہ طبیب مشفق کے علاج کا حاجتمند ہوتا ہے تو اگر کوئی جاہل مریض طب نہ سیکھے اور طبیب سے تنہا رہنا چاہے تو ظاہر ہے کہ مرض سے دونی ایذا پائیگا پس بجز عالم کے اور کسی کو عزلت زیبا نہین۔ اور تعلیم مین بھی بڑا ثواب ہے بشرطیکہ معلم اور متعلم دونون کی نیت درست ہو اور جس صورت مین کہ معلم کا قصد ہو کہ میری قدر بہت ہو اور شاگرد اور پیرو زیادہ ہون تو یہ امر دین کی خرابی ہے اور ہمنے اسکی وجہ باب العلم مین مذکور کی ہے۔ اور اس زمانہ مین عالم کا حکم یہ ہے کہ اگر اپنے دین کی سلامتی چاہے تو عزلت کرے کیونکہ اب کوئی طالب علم ایسا نظر نہین آتا جو دین کے فائدے کے لیے تحصیل کرتا ہو بلکہ ایسی چکنی باتون کے طالب ہین جنسے وعظ مین عوام کو اپنی طرف پھیر لین یا مضامین مناظرہ سیکھتے ہین کہ اُنسے ہمسرون کو بند کرین اور حکام کے یہان تقرب حاصل کرین اور فخر و مباہات کے مقام مین استعمال مین لاوین اور مرغوب علمون مین سے سب مین اقرب علم مذہب ہے یعنے روایات فقہیہ جنپر فتوی ہے مگر انکو غالباً اسلیے سیکھتے ہین کہ ہمسرون سے بڑھ کر رہین اور عہدہ جات سلطانی پر مامور ہو کر مال جمع کرین تو دین اور احتیاط اسی امر کی مقتضی ہین کہ عالم ایسے طالب علمون سے احتراز کرے اور اگر کوئی طالب علم ایسا ملے جو اللہ تعالی کے واسطے علم سیکھے اور علم سے مدنظر خداے تعالی کا تقرب ہو تو ایسے طالب علم سے احتراز کرنا اور اُس سے علم کا چھپانا سخت گناہ کبیرہ ہے اور ایسا طالب علم اگر میسر بھی ہوتا ہے تو بڑے بڑے شہرون مین ایک دو سے زائد نہین ہوتا۔ اور سفیان ثوری کے اس قول سے دھوکا مت کھانا کہ ہمنے علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھا مگر علم نے نہ مانا بجز اسکے کہ خدا ہی کے لیے ہو اور اس دھوکے مین آکر یہ مت سمجھنا کہ عالم علم کو غیر اللہ کے لیے سیکھتے ہین مگر بعد کو اللہ تعالی کی طرف رجوع کرتے ہین کیونکہ اکثر لوگون کا حال تمھارے پیش نظر ہے اُسکو دیکھ کر عبرت کرو کہ اکثر دنیا کی طلب ہی مین مرتے ہین اور اُسی کے حریص رہتے ہین کم دیکھوگے کہ دنیا سے اعراض کرین یا اُسکے زاہد نہین اور مثل مشہور ہے کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ اور جان لو کہ جس علم کی طرف سفیان رح نے اشارہ فرمایا ہے وہ علم حدیث اور تفسیر اور سیر انبیا اور اصحاب کبار کا ہے کہ اُسمین غور کرنا موجب خوف الہی کا ہوتا ہے اور اگر وہ اُسوقت اثر نہین کرتا تو مآل مین موثر ہوتا ہے اور علم کلام اور فقہ محض جو معاملات کے فتاوی اور خصومات مذہبی کے فیصلون پر مشتمل ہے

اسکی تاثیر یہ نہین کہ جو کوئی اُس مین دنیا کی وجہ سے رغبت کرے تو اُسکو اللہ تعالی کی طرف متوجہ کردے
بلکہ اسکے پڑھنے سے تو آخر عمر تک دنیا کا حریص ہی رہیگا اور غالبًا جو باتین کہ ہمنے اپنی اس کتاب مین
لکھی ہین اگر طالب علم انکو دنیا ہی کی رغبت کے لیے سیکھے تو اُسکو اجازت دیجا سکتی ہے اسوجہ سے کہ توقع
پڑتی ہے کہ آخر عمر مین اپنی حرکت سے باز آوے کیونکہ یہ کتاب اللہ تعالی کا خوف دلانے اور آخرت
پر راغب کرنے اور دنیا سے ڈرانے سے بھری ہوئی ہے اور یہ وہ باتین ہین کہ احادیث اور تفسیر
قران مجید مین ملتی ہین اور علم کلام اور اقوال راجح اور مرجوع فقہیہ مین نہین ملتین تو ایسا نہو کہ آدمی
اپنے دل مین دھوکا کھاکر صرف اسکی تحصیل کا ہو رہے اور جانے کہ مین بہتر کرتا ہون کیونکہ تقصیر والا
اگر اپنے قصور کو جانتا ہے تو وہ اُس سے اچھا ہوتا ہے جو نادان اور دھوکا کھایا ہو یا ہمہ دانا دان
بنکر غلطی اُٹھائے۔ اور جو عالم کہ تعلیم پر شدت سے حریص ہو عجب نہین کہ اُسکی غرض قبول اور جاہ ہو اور
اسکو سردست یہی نفع ہو کہ جاہ اور عزت اور ناز کرکے اپنا دل خوش کر لیا کیونکہ علم کی آفت تکبر ہے
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے اور شریح سے مروی ہے کہ اُنھون نے سترہ
صندوق کتب احادیث کے جنکو اُنھون نے سنا تھا دفن کردیے تھے اور روایت حدیث نہین
کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجکو تمنا ہے کہ روایت حدیث کرون اسی وجہ سے نہین کرتا اگر ایسی صورت ہو
کہ دل مین ہوس حدیث کے بیان کرنے کی نہو تو البتہ روایت کرون اور اسی وجہ سے اُنھون نے فرمایا ہے
کہ لفظ حدثنا دنیا کے دروازون مین کا ایک پھاٹک ہے اور جب کوئی حدثنا کہتا ہے تو وہ یہی کہتا ہے
کہ میرے لیے وسعت کرو۔ اور رابعہ عدویہ نے حضرت سفیان ثوری سے فرمایا کہ تم اچھے آدمی ہو بشرطیکہ
دنیا کی رغبت نہوتی آپنے پوچھا کہ مین نے کونسی چیز مین رغبت کی ہے رابعہ نے کہا کہ حدیث مین اور
یہین وجہ ابو سلیمان دارانی رح نے فرمایا کہ جسنے نکاح کیا یا حدیث کو لکھا یا سیاحی مین مشغول ہوا تو
اُسنے دنیا کی طرف میل کیا۔ اور ان آفات پر ہم باب العلم مین آگاہ کرچکے ہین اور احتیاط اسی مین ہے
کہ جسقدر ہوسکے شاگرد کم کرے اور عزلت اختیار کرکے اس امر سے احتراز کرے بلکہ جو شخص تدریس اور
تعلیم سے دنیا کا طالب ہو تو اس زمانہ مین اُسکے حق مین بہتر یہی ہے کہ اگر عاقل ہے تو اپنا کام چھوڑ دے
کیونکہ ابو سلیمان خطابی نے اس زمانہ کا حال یون بیان کیا ہے اور واقع مین درست کہا ہے جو لوگ
تمھارے پاس بیٹھنے اور تمسے پڑھنے کے راغب ہون انکو ترک کرو کہ تمکو اُنسے نہ مال ملے نہ جمال وہ
لوگ ظاہر کے دوست اور باطن کے دشمن ہین جب تمکو دیکھتے ہین تو خوشامد کرتے ہین اور پیچھے برا
کہتے ہین اگر کوئی پاس آتا ہے تو تمھارے افعال کا نگران رہتا ہے اور باہر جاکر تمھاری برائیان کہتا ہے

یہ لوگ نفاق اور بغض اور کینہ اور فریب کے بندے ہین اُنکے جمع ہونے سے دھوکا ست کھانا اُنکی غرض علم کی تحصیل نہین بلکہ جاہ و مال کے خواہان ہین تمکو اپنے مطالب کا زینہ خواہ اپنی حاجات کا گدھا بنایا چاہتے ہین اگر اُنکی کسی غرض مین تمسے کوتاہی ہوجائے تو سخت دشمن ہوجاتے ہین پھر تمہارے پاس اپنی آمد و رفت کا ناز کرتے ہین اور اس امر کو تم پر حق واجب سمجھتے ہین اور تمسے اس بات کے خواہان ہین کہ اپنی عزت اور دنیا و دین سب اُنکے لیے خرچ کرو یعنے اُنکے دشمن سے عداوت کرو اور اُسکے قریب کی مدد اور خادم اور دوست کی اعانت کرو اُنکی یہ مرضی ہو کہ تم عالم ہوکر اُنکے لیے بیوقوف بنو اور متبوع اور رئیس ہوکر اُنکے تابع خسیس بنو اور یہین وجہ مشہور ہو کہ عوام سے کنارہ کرنا مروت کامل ہو یہ خلاصہ تقریر ابو سلیمان کا ہو اور بہت درست و بجا ہو کہ مدرس بیچارے ہمیشہ کی غلامی مین رہتے ہین یعنے جو کوئی اُنکے پاس آتا ہو وہ اپنا حق جتاتا ہو اور بڑا احسان جتاتا ہو گویا مدرس کو کوئی جاگیر بخش دی ہو اور بعض اوقات ایسا ہوتا ہو کہ اگر مدرس اپنے روزینہ سے طالب علم کے کھانیکی خبر نہ لے تو اُسکے پاس کوئی نہین جاتا اور اُسکا روزینہ اسقدر نہین ہوتا کہ طلبہ کی خوراک کی بھی صورت ہوجائے تو وہ بیچارہ سلاطین کا سائل ہوتا ہو اور اقسام کی ذلت اور رسوائی کھینچتا ہو یہانتک کہ سلطان کسی حرام آمدنی پر اُسکے لیے کچھ لکھ دیتا ہو اب اُسکو عامل کی خدمت اور غلامی کرنی پڑتی ہو اور بہت دنون اُسکی دربار داری مین ذلیل ہوتا ہو حتی کہ مال اُس سے اسطرح وصول ہوتا ہو کہ گویا اُسنے اپنی گرہ سے دیا اب دستون کے لبے طلبہ مین تقسیم کرنے کا نیا درد اُٹھاتا ہو یعنے اگر سب کو برابر دیتا ہو تو منتہی شخص ناراض ہوتے ہین اور مدرس کو احمق کہتے ہین کہ ان کو تمیز نہین کہ مصارف اہل فضل کے کتنے ہوتے ہین اور طریق عدل کا قائم رکھنا نہین جانتے اور اگر باہم تفاوت کے ساتھ دیتا ہو تو بیوقوف زبان سے اُسپر کلی تراشتے ہین اور شیر وارثو ہا کی طرح اُسپر بھکتے اور لپکتے ہین غرضکہ دنیا مین تو یون ہی خراب رہتی ہو اور آخرت مین جو مال لیکر تقسیم کرتا ہو اُسکے مظلمہ مین خراب ہوگا اور طرفہ یہ ہو کہ مدرس صاحب کا نفس باوجود ان مصائب کے اُنکو جھوٹی آرزوئین دلاتا ہو اور فریب کے داؤ کھیلتا ہو کہ تو اپنے کام مین سستی نہ کر جو کچھ تو کرتا ہو اُس سے رضائے الٰہی کا طالب ہو اور شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور علم دین کے پھیلانے مین ساعی ہو اور بندگان خدا مین سے جو علم کے طالب ہین اُنکی خدمت کرتا ہو اور سلاطین کے مال خاص اُنکی ملک نہین بلکہ وہ مصلحتون کے لیے ہین اور علم کے زیادہ کرنے سے کوئی مصلحت زیادہ نہین کیونکہ علما کے سبب سے دین کا اظہار اور اہل دین کی تقویت ہو۔ اور اگر یہ مدرس شیطان کا کھلونا نہوتا

تو ادنیٰ تامل سے جان لیتا کہ زمانہ کی خرابی کی وجہ بن ہی کہ ایسے فقیہ بہت ہو گئے ہین کہ جو پاتے ہین کھا جاتے ہین اور حلال وحرام مین کچھ فرق نہین کرتے اور جاہل اُنکو دیکھ کر گناہون پر جرأت کرتے ہین اور انکے قدم بقدم چلتے ہین اور اسی وجہ سے کہتے ہین کہ رعیت نہین خراب ہوتی مگر بادشاہون کے خراب ہونے سے اور بادشاہ نہین خراب ہوتے مگر علماء کے خراب ہونے سے ہم خداے تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہین مغالطہ کھانے اور بصیرت کے جانے سے کیونکہ یہ ایسا روگ ہی جسکا کوئی علاج نہین —

دوسری آفت عزلت کی یہ ہی کہ نفع اور انتفاع فوت ہو جاتا ہی یعنے لوگون سے خود نفع اُٹھانا کمانے اور معاملہ کرنے سے ہوتا ہی اور یہ بدون اختلاط کے میسر نہین تو جو شخص معاملات و کسب کا حاجتمند ہی وہ خواہی نخواہی عزلت کا تارک ہوگا پھر معاملات مین اگر شریعت کے بموجب کاربند ہوگا تو اختلاط مین بڑی دقت اُٹھانی پڑیگی چنانچہ باب الکسب مین ہم اسکو لکھ چکے ہین پس اگر آدمی کے پاس اسقدر مایہ ہو کہ کفایت سے چلے تو کافی ہو جائیگا تو ایسے کے حق مین عزلت افضل ہی اسلیے کہ اب کسب معیشت کا باب بجز معاصی کے اور نہین ہی ہان اگر یہ منظور ہو کہ کسب معیشت مین خیرات کا صیغہ جاری رکھے اور حلال وجہ سے کما کر صدقہ دیا کرے تو اُس عزلت سے بہتر ہی جو صرف نفل کے لیے اختیار کرے مگر اُس عزلت سے افضل نہین جو خداے تعالیٰ کی معرفت اور علوم شریعت کی تحقیق کے لیے اور نہ اس امر سے بہتر ہی کہ آدمی اپنی ہمہ تن ہمت سے خداے تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے اور صرف ذکر الہی کے لیے ہو رہے یعنے اسکو مناجات الٰہی سے اُنس ہو کشف و بصیرت کے ساتھ نہ وہمی باتون اور خیالات فاسدہ کے طور پر اور دوسرون کو نفع پہونچانا اسطرح ہی کہ یا مال سے اُنکے ساتھ سلوک کرے یا بدن سے کوئی اُنکی خدمت بجا لاوے اور ظاہر ہی کہ مسلمانون کی حاجات کو پورا کرنا اجر جزیل رکھتا ہی مگر یہ بدون اختلاط کے بن نہین پڑتا تو جو شخص کہ لوگون کی کاربراری پر قادر ہو اور اُسکے ساتھ شریعت کی حدود کو بھی ہاتھ سے نہ دے تو ایسے شخص کے لیے اختلاط عزلت کی نسبت کہ افضل ہی بشرطیکہ عزلت مین نوافل نماز اور اعمال بدنی کے سوا اور کچھ نہ کرتا ہو اور جس شخص کو دل سے عمل کرنے کا راستہ کھل گیا ہو اور مدام ذکر و فکر مین رہتا ہو تو اُسکی برابر البتہ دوسری بات نہین ہو سکتی - تیسری آفت عزلت کی یہ ہی کہ تادیب اور تادب سے باز رہنا پڑتا ہی اور ہماری غرض تادب سے یہ ہی کہ نفس کا مرتاض ہو جانا اور لوگون سے ایذا کا تحمل کرنا تاکہ نفس ڈھیلا ہو جائے اور شہوت مغلوب ہو وے اور نفس کا مرتاض ہونا بھی بدون اختلاط کے نہین ہو سکتا اور یہ اختلاط عزلت سے اُس شخص کے حق مین بہتر ہی جسکے اخلاق مہذب اور شہوات حدود شرعیہ کی منقاد نہوئی ہون اور یہی وجہ خانقاہون کے خادم جو صوفیون کی خدمت کرتے ہین

اس کام کو بہتر سمجھتے ہین اسوجہ سے کہ لوگون سے سوال کرنے مین نفس کی رعونت ٹوٹتی ہی اور صوفیون کی دعا سے برکت ہوتی ہی جو ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہین گذشتہ زمانون کی ابتدا مین اس کام کی وجہ یہی تھی اب اسمین اور اغراض فاسدہ ملگئے ہین اور پہلا قانون باقی نہین رہا جیسے اور دین کے شعائر اپنی اصلی ہیئت سے مائل ہوگئے اب خدمت کے لیئے تواضع اسلیے کرتے ہین کہ بہت سے لوگ تابع ہو جائین اور بہت سامان ملجائے تو اگر خدمت اور ریاضت سے یہی نیت ہو تو اس سے تو عزلت ہی بہتر ہی گو کسی قبر ہی کے پاس ہو اور اگر واقع مین نیت نفس کی رعونت دور کرنیکی ہو تو جو شخص ریاضت کا محتاج ہو اسکے حق مین عزلت کی نسبت کہ بہتر ہی اور ریاضت کی احتیاج ابتداء سلوک مین ہوتی ہی بعد حصول ریاضت کے یہ سمجھنا ضرور ہی کہ گھوڑے کو جو پھیرتے ہین اس سے فقط پھیرنا مقصود نہین ہی بلکہ غرض یہ ہوتی ہی کہ بعد شائستگی کے اسکو قطع منازل کے لیے مرکب کیا جائے اور جس منزل کو جانا چاہین اسکے ذریعہ سے پہونچ سکین اسی طرح آدمی کا بدن دل کی سواری ہی کہ اسپر سوار ہو کر طریق آخرت کے منازل کو قطع کرے اور چونکہ اسمین بہت سی شہوات ہین کہ اگر انکو دور نہ کیا جائے تو راستہ مین سرکشی کر بیٹھیگا اسلیے حاجت ریاضت کی ہوئی مگر مقصود وہی سواری ہی پس اگر کوئی عمر بھر ریاضت مین رہے تو اسکی مثال ایسی ہوگی کہ کوئی شخص تمام عمر گھوڑے کو پھراوے اور سوار نہو تو اس صورت مین اسکی شایستگی کا یہی فائدہ ہوگا کہ سر دست کاٹنے اور لات اور ٹاپ مارنے سے محفوظ رہیگا اور ہر چند یہ فائدہ بھی مقصود ہی مگر ایسا فائدہ تو مردار جانور سے بھی حاصل ہی گھوڑا تو اسلیے ہوتا ہی کہ اس سے زندگی مین کچھ کام لیا جائے اسی طرح بدن کی شہوات سے رہائی تو سونے اور مرنے سے بھی حاصل ہی مگر صرف ترک شہوات ہی مقصود نہین بلکہ اسکے بعد راہ آخرت کو طے کرنا بھی مقصود ہی پس آدمی کو چاہیے کہ ترک شہوات اور صرف ریاضت پر قانع نہو جیسے کسی نے ایک راہب کو کہا تم راہب ہو اُسنے جواب دیا کہ مین تو راہب نہین ہون بلکہ ایک باولا کتا ہون مین نے اپنے نفس کو روک لیا ہی کہ آدمیون کو نہ کاٹون اور ایسا شخص بہ نسبت ایذا دہندہ کے بہتر ہی مگر صرف اسی قدر پر قناعت نہ چاہیے کیونکہ جو شخص اپنے آپ کو قتل کرڈالے عدم ایذا مردم تو اسمین بھی ہو جائیگا مگر طریق آخرت کچھ طے نہوگا اسلیے یہ چاہیے کہ اپنے انتہا مقصود کو مدنظر کرلے کہ ریاضت کے بعد کیا کرنا ہوگا اور جب کوئی اس دقیقہ کو سمجھ لیگا اور راہ راست پر آکر سلوک پر قادر ہوگا اسکو صاف معلوم ہو جائیگا کہ عزلت اسکے لیے اس طریق مین زیادہ معین ہی بہ نسبت اختلاط کے لیے ایسے شخص کے لیے ابتداء امر مین اختلاط افضل ہی اور انجام کو عزلت۔ اور تادیب سے ہماری غرض دوسرے کو ریاضت کش کرنا ہی جیسے صوفیون کے مرشد صوفیون کے ساتھ کرتے ہین اور یہ بھی

بدون اختلاط کے نہین ہو سکتا یعنے مرشد جبتک مریدون کے ساتھ اختلاط نہ کریگا اُنکی تہذیب پر قادر نہوگا اور مرشد کا حال معلم کی طرح ہی اور جو حکم معلم کا ہی وہی مرشد کا ہی اور ارشاد مین بھی آفتین دقیق اور ریا ایسے ہی آتے ہین جیسے علم کے سکھانے مین آتے ہین ہان اتنا فرق ہی کہ جو مرید طالب ریاضت ہین اُنمین آثار طلب دنیا کے بعید ہوتے ہین اور طالبان علم مین طلب دنیا کے علامات قریب ہین اور اسی جہت سے طالبان ریاضت کم نظر آتے ہین اور طلبہ علم بہت تو اس صورت مین یہ چاہیے کہ جو بات خلوت سے حاصل ہو اُسکو اُس سے مقابل کرے جو اختلاط سے میسر ہو اور دونون مین سے افضل کو اختیار کرے اور افضل کا معلوم کرنا دقیق اجتہاد سے متعلق ہی اور احوال اور اشخاص کے سبب سے مختلف ہوا کرتا ہی اس جہت سے اُسپر حکم نفی یا اثبات کا مطلقاً نہین کر سکتے بدون تفصیل کے — چوتھی آفت عزلت کی یہ ہی کہ دوسرون سے اُنس کا حاصل ہونا اور اُنکو اُنس دینا فوت ہو جاتا ہی اور یہ امر اُس شخص کو منظور ہوتا ہی جو ولیمون اور دعوتون اور دل لگی کی جلسون مین نہین جاتا اور اسکا مآل صرف لذت نفسانی ہوتی ہی اور کبھی دیانت بھی ہوا کرتی ہی جیسے کوئی مشائخ سے اُنس حاصل کرے اسوجہ سے کہ وہ ہمیشہ تقویٰ اور ورع مین رہتے ہین تو اُنکے اقوال اور حالات کو دیکھکر اُنس حاصل کرنا دین کے باب مین مستحب ہی اور حظ نفسانی کبھی تو حرام ہوتا ہی جیسے اُس شخص سے موانست کرنی جسکی موانست درست نہو اور کبھی مباح ہوتا ہی اور بعض اوقات مستحب ہی بشرطیکہ حظ نفسانی سے مقصود یہ ہو کہ عبادت مین کچھ نشاط و کیفیت اُبھرے اور دل کو راحت ملے اسلیے کہ دل سے اگر بزور مشقت کام لیجاتا ہی تو اندھا ہو جاتا ہی تو جس صورت مین تنہائی مین وحشت ہو اور دوسرون کے پاس بیٹھنے سے دل کو اُنس اور راحت پہونچتی ہو تو اختلاط اولیٰ ہی کیونکہ عبادت مین نرمی برتنی احتیاط کا کام ہی اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی إِنَّ اللّٰهَ لَا يَمَلُّ حَتّٰى تَمَلُّوا اور یہ امر بھی ضروری ہی بایں وجہ کہ دل علی الدوام بدون راحت کے امر حق سے الفت نہین کرتا اور اگر بزور اُس سے کام لیا جاتا ہی تو گھبرا جاتا ہی اور دین مین جو کوئی طاقت سے زیادہ اپنے ذمہ پر کوئی بات کرلیتا ہی تو آخرکو وہی مغلوب ہو جاتا ہی اور دین غالب رہتا ہی احتیاط اسی مین ہی کہ دین مین نرمی سے داخل ہو اور بہمین وجہ حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ اگر مجھکو خوف وسواس نہوتا تو مین آدمیون سے ہمنشینی نکرتا اور ایکبار یون فرمایا کہ ایسے شہرون مین چلا جاتا جہان کوئی انیس نہوتا۔ اور آدمیون کی خرابی آدمیون ہی سے لگا کرتی ہی تو اس صورت مین عزلت کرنے والے کے لیے ایک رفیق ضروری ہی جس سے رات دن کے عرصہ مین دیکھنے اور بات کرنے سے گھنٹہ بھر دل بہلاوے

ح [illegible]

مگر ایسا شخص تلاش کرنا چاہیے جو فقط اسی ایک گنج مین اُسکے تمام کنجشکون کی محنت رائگان کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین۔ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ اور چاہیے کہ رفیق سے ملنے کے وقت زیادہ تر تمنا اس بات کی کرے کہ امور دینی مین گفتگو ہو اور دل کا احوال اور اسکی شکایت بیان کیجائے کہ امر حق پر ثابت اور مستقل کم رہتا ہے اسکی تدبیر کیا ہے تم اسطرح کے اختلاط مین البتہ نفس کو راحت ملتی ہے اور جو شخص اُسکی دوستی کے درپے ہے اُسکو اسمین بہت گنجایش ہے کیونکہ گو کتنی ہی عمر زیادہ ہو شکایت کبھی منقطع نہوگی اور جو شخص اپنے نفس کے حال سے راضی ہوجاتا ہے وہ یقیناً مغالطہ مین پڑتا ہے غرضکہ انس کا یہ طور البتہ دن کے کسی حصہ مین بعض اشخاص کے حق مین عزلت سے بہتر ہے تو عزلت والے کو چاہیے کہ اپنے دل کا حال دریافت کرے پھر جلیس کے حالات معلوم کرے تب اُس سے ہمنشینی کا مضائقہ نہین۔ پانچوین آفت عزلت کی یہ ہے کہ ثواب کے پہونچنے اور پہونچانے سے محروم رہتا ہے ثواب اپنے آپ کو ہونا تو اسطرح ہے کہ جنازون پر جانا اور بیمارون کا پوچھنا اور عیدین مین شریک ہونا وغیرہ اور جمعہ مین حاضر ہونا عزلت والے کو ضرور چاہیے اسی طرح سب نمازون کی جماعت مین بھی شرکت ضروری ہے جماعت کے ترک کی اجازت کسی صورت مین نہین ہان اگر خوف کسی ایسے ظاہری نقصان کا ہو جو جماعت کے ثواب نہ ملنے کا ہم پلہ ہو تب ترک جماعت ہو سکتا ہے مگر ایسا اتفاق بہت کم ہوتا ہے اور ولیمون اور دعوتون اور نکاحون مین شریک ہونے سے بھی ثواب ملتا ہے کہ ایک مسلمان کے دل کو خوش کرنا ہوتا ہے۔ اور دوسرون کو ثواب پہونچانا اسطرح ہے کہ اپنا دروازہ کھلا رکھے تاکہ لوگ اُسکی عیادت کرین اور مصیبت مین تسکین اور خوشی مین تہنیت کرین کیونکہ ان باتون سے لوگون کو ثواب ملتا ہے اسی طرح اگر آدمی عالم ہو اور وہ اجازت دے دے کہ لوگ زیارت کرین تو اُنکو زیارت کا ثواب ملیگا اور اسکا سبب یہی شخص ہوگا تو سالک کو چاہیے کہ ان اختلاطون کے ثواب کو اُن آفتون سے مقابل کرے جو ہمنے مذکور کی ہین اس صورت مین کبھی تو عزلت کو ترجیح ہوگی اور کبھی اختلاط کو اور سلف کے بعض لوگ مثل مالک وغیرہم اپنے گھرون مین بیٹھ رہے تھے دعوتون کا قبول کرنا اور بیمارون کا پوچھنا اور جنازون پر جانا بالکل ترک کر دیا تھا بجز جمعہ اور زیارت قبور کے مطلق باہر نہ نکلتے تھے اور بعضون نے سکونت شہرون کی ترک کرکے پہاڑون کی چوٹیون پر پناہ لی تھی کہ عبادت مین فراغت ملے اور کوئی مانع پیش نہ آئے۔ چھٹی آفت عزلت کی یہ ہے کہ تواضع فوت ہوتی ہے جو افضل مقامات ہے اور تنہائی مین نہین بن سکتی بلکہ تنہائی کا باعث کبھی تکبر ہی ہوا کرتا ہے چنانچہ بنی اسرائیل کی خبرون مین مذکور ہے کہ کسی حکیم نے حکمت کے باب مین

ترستھ کتابین بنائی تھین یہانتک کہ اُسکو گمان ہوا کہ خدا تعالی کے نزدیک مجکو بڑا مرتبہ ہوا ہوگا اللہ تعالی نے اُسوقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلان شخص سے کہدو کہ تو نے اپنی بکبک سے تمام زمین بھر دی ہین تیری اس بک مین سے کچھ قبول نہین کرتا اُس حکیم نے خلوت اختیار کی اور زمین کے نیچے کسی تہ خانہ مین جا رہا اور دل مین کہا کہ اب مین اپنے پروردگار کی محبت کو پہونچ گیا اللہ تعالی نے اپنے نبی پر وحی بھیجی کہ اُسکو کہدو کہ تو میری رضا کو نہ پہونچیگا جبتک کہ لوگون سے اختلاط کرکے اُنکی ایذا نہ سہے اسکے بعد اُسنے عوام سے اختلاط کیا اور انکے پاس بیٹھا اور ساتھ کھانا کھایا اور بازارون مین اُنکے ہمراہ پھرا تب اللہ تعالی نے اپنے نبی کو حکم فرمایا کہ اُس سے کہدو کہ اب تو ہماری رضا کو پہونچا بس بعض عزلت گزین ایسے بھی ہوتے ہین کہ اُنکی عزلت کا باعث تکبر ہی ہوتا ہی اور محفلون مین اسی وجہ سے نہین جاتے کہ کوئی توقیر نہ کریگا یا مقدم نہ بٹھائیگا یا یہ سمجھتے ہین کہ ہم لوگون سے نہ ملینگے تو ہمارا رتبہ بڑھیگا اور نام زیادہ مشہور ہوگا اور کچھ لوگ اسوجہ سے عزلت اختیار کرتے ہین کہ مبادا اختلاط کے باعث ہماری قلعی کھل جاوے اور زہد و عبادت کا اعتقاد جو ہمپر کرتے ہین وہ نابود ہوجائے اسلیے وہ اپنے گھر کو اپنی برائیون کی آڑ بنا لیتے ہین تاکہ لوگ اُنکو عابد و زاہد جانتے جائین حالانکہ خود بدولت گھر مین کوئی وقت بھی ذکر و فکر مین صرف نہین کرتے اور اُن لوگون کی پہچان یہ ہی کہ خود کسی کے یہان جانا پسند نہین کرتے اور دوسرون کا اپنے یہان آنا چاہتے ہین بلکہ اس بات سے خوش ہوتے ہین کہ عوام اور سلاطین اُنکے دروازہ اور راستہ پر جمع ہون اور انکے ہاتھ کو تبرک جان کر بوسہ دین تو ایسے لوگون کو اگر اختلاط کی نفرت شغل عبادت کی جہت سے ہوتی تو جیسا اپنا جانا اچھا نہین معلوم ہوتا تھا دوسرے کا آنا بھی اپنے پاس بُرا جانتے جیسے فضیل رحمہ کا حال ہمنے ابھی بیان کیا ہی کہ دوست کو دیکھکر یہ فرمایا کہ تم صرف اسلیے آئے ہو کہ مین تمھارے سامنے بن سنور کر بیٹھون اور تم میرے سامنے یا جیسے حاتم اصم نے اُس حاکم سے کہا تھا جو اُنسے ملنے گیا تھا کہ میری حاجت یہ ہی کہ نہ مین تمکو دیکھون اور نہ تم مجکو تو جو شخص تنہائی مین مشغول بذکر خدا نہین اُسکی عزلت کرنے کا سبب یہی ہی کہ شدت سے لوگون مین مشغول ہی یعنے اُسکا دل یہی چاہتا ہی کہ لوگ مجکو وقار اور حرمت کی نظر سے دیکھین نہ یہ ایسی عزلت کئی وجہ سے جہالت ہی اول یہ کہ جو شخص علم اور دین مین بڑا ہوتا ہی تو اختلاط اور تواضع سے اسکا منصب کم نہین ہوتا چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خرما اور نمک اپنے کپڑے اور ہاتھ مین اٹھالاتے اور فرماتے ؎

	اکامل کو کچھ ضرر نہین اُسکے کمال مین	اگر فائدہ کی چیز وہ لادے عیال مین	

اور حضرت ابو ہریرہ اور حذیفہ بن یمان اور ابی بن کعب اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم لکڑی کے گٹھے

اور آٹے کی گٹھریان اپنے شانون پر لے آتے تھے اور حضرت ابوہریرہ اپنے عہد حکومت مین لکڑیان سر پر لیے جاتے اور کہتے کہ اپنے امیر کو راستہ دو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چیز خرید فرماتے اسے خود بکمال کو لے چلتے اگر کوئی صحابی عرض کرتا کہ مجکو عنایت فرمایئے مین لے چلون تو فرماتے کہ چیز کا مالک اسکے لے چلنے کا زیادہ مستحق ہی۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام سائلون پر گذرتے کہ وہ ٹکڑے کھاتے ہوتے اور کہتے کہ صاحبزادے آؤ کچھہ تناول فرماؤ تو آپ سواری سے اترتے اور راستہ پر بیٹھہ کر اُنکے ساتھہ کھاتے پھر سوار ہو کر فرماتے کہ اللہ تعالیٰ تکبر والون کو ناپسند کرتا ہی۔ دوسری وجہ یہ ہی کہ جو شخص اس کام مین لگا ہی کہ لوگ مجھسے راضی رہین اور میرے باب مین اپنا اعتقاد درست رکھین وہ مغالطہ مین پڑا ہی اسلیے کہ اگر خدائے تعالیٰ کو کما حقہ پہچانتے تو جان لے کہ خلق سے کوئی کام نہین نکلتا نفع اور نقصان سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ مین ہی کوئی اُسکے سوا نہ فائدہ پہونچا سکے نہ ضرر اور جو شخص لوگون کی رضامندی اور محبت اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے چاہتا ہی تو اللہ تعالیٰ اُس سے ناراض ہوتا ہی اور خلق کو بھی اُس سے ناخوش کرتا ہی علاوہ اُسکے لوگون کی رضامندی ایک ایسی بات ہی کہ حاصل نہین ہو سکتی تو اس سے یہی بہتر ہی کہ خدائے تعالیٰ کی رضامندی طلب کیجائے اور اسی جہت سے حضرت امام شافعی رح نے یونس بن عبدالاعلیٰ کو فرمایا کہ بخدا مین تیرے بھلے کی کہتا ہون کہ آدمیون سے سلامت رہنے کی کوئی تدبیر نہین اس صورت مین تامل کرکے جو اپنے حق مین مصلحت جانو اُسکو کرو اور اسی لیے کسی نے کہا ہی

غم سے مرتا ہی کہے جو کوئی لوگونکا لحاظ	ملتی ہی دنیا مین لذت اُسکو جو بیباک ہو

اور سہیل تستری رح نے اپنے کسی مرید کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ فلان عمل کرو اُسنے عرض کیا کہ یہ تو لوگون کی جہت سے مین نہین کر سکتا آپ اپنے مریدون کی طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ آدمی کو حقیقت معرفت نہین ملتی جبتک کہ دو باتون مین سے ایک کے ساتھہ متصف نہو یا یہ کہ لوگ اُسکی نظر سے گرجاوین کہ دنیا مین سوائے اپنے پروردگار کے اور کسی کو نہ دیکھے اور سمجھ لے کہ کوئی مجکو نفع اور ضرر نہین پہونچا سکتا یا یہ کہ اُسکا نفس اُسکے دل کے سامنے ہیچ ہو جاوے کہ اسکی پروا نہ رہے کہ لوگ کس حال پر مجکو دیکھینگے اور حضرت امام شافعی رح فرماتے ہین کہ کوئی شخص ایسا نہین جسکا دوست اور دشمن نہو تو جب یہ بات ہی تو انھین کے ساتھہ رہنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت والے ہین اور حضرت حسن بصری سے کسی نے کہا کہ آپ کی مجلس مین کچھہ لوگ صرف اسی غرض سے آتے ہین کہ دیکھین آپ کہان کہان وعظ مین غلطی کرتے ہین یا سوال کرکے آپ کو دق کرین آپ نے تبسم فرما کر اُس شخص سے کہا کہ اس بات سے برا مت مانو کیونکہ مین نے اپنے نفس کو جنت مین رہنے اور

رح ابو یحیی برادرزادہ ہین ربیع ہیں حجتہ عنیف ۱۲

خداے تعالی کی ہمسایگی کے لیے کہ رکھا ہی تو اُسی کا مین طامع ہون اور یہ مین نے کبھی نہین کہا کہ لوگون سے سلامت رہونگا اسلیے کہ مجکو معلوم ہی کہ اللہ تعالی جو لوگون کا خالق اور رازق اور زندہ کرنے والا اور مارنے والا ہی وہ تو اُن سے سلامت ہی نہین رہا مین کیسے سلامت رہونگا اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ یارب لوگون کی زبان مجھسے روک دے حکم ہوا کہ اے موسی یہ وہ بات ہی کہ اسکو مین نے اپنی ذات پاک کے لیے نہین پسند کیا تو تیرے لیے کیسے کرون۔ اور اللہ تعالی نے حضرت عزیر علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اگر تمکو یہ بات اچھی نہین معلوم ہوتی کہ مین تمکو لوگون کے منہ مین مسواک کی طرح کردون کہ تمکو چبایا کرین تو مین تمکو اپنے یہان تواضع کرنے والون مین نہ لکھونگا۔ حاصل یہ کہ جو شخص اپنے آپ کو گھر مین اسلیے روک رکھے کہ اُسکے باب مین لوگون کا اعتقاد اچھا ہوجاوے اور سب نیک کہین تو اُسکو دنیا مین بھی مشقت ہوئی اور آخرت کا عذاب تو بہت بڑا ہی اگر سمجھے اس سے یہ نکلتا ہی کہ عزلت ایسے ہی شخص کو مستحب ہی جو ہر وقت اپنے پروردگار کے ذکر اور فکر اور عبادت اور معرفت مین ڈوبا رہے اور اگر لوگون سے اختلاط کرے تو اُسکی اوقات رائگان ہو اور عبادت پریشان تو عزلت کے اختیار کرنے مین یہ آفتین پوشیدہ ہین جن سے ضرور بچنا چاہیے کہ ظاہر مین تو نجات دینے والی معلوم ہوتی ہین مگر واقع مین ہلاک کرنے والی ہین۔

ساتوین آفت عزلت کی یہ ہی کہ تجربے فوت ہوتے ہین جنکا مدار لوگون سے ملنے اور اُنکے روزمرہ کے حالات دیکھنے پر ہی اور عقل طبعی دین اور دنیا کی مصلحتون کے سمجھنے کے لیے کافی نہین بلکہ مصلحتین تجربہ اور مہارت سے معلوم ہوتی ہین اور جو شخص تجربون سے خوب ماہر نہو اُسکی عزلت مین کچھ بہتری نہین مثلاً اگر کوئی لڑکا عزلت کرے تو ناتجربہ کار اور جاہل رہیگا بلکہ چاہیے کہ اول علم پڑھے اور اس عرصہ مین جتنے تجربے کہ ضروری ہین اُسکو حاصل ہوجائینگے اور اسی قدر کافی ہونگے اور باقی تجربے حالات کے سننے سے بھی معلوم ہوسکتے ہین اختلاط ہی کے محتاج نہین اور زیادہ ضروری تجربون مین سے یہ ہی کہ آدمی اپنے نفس اور اخلاق اور صفات باطنی کو آزماوے اور یہ امر تنہائی مین نہین ہوسکتا اسلیے کہ تنہائی مین تو ہر تجربہ کرنے والا راحت پاتا ہی اور جتنے غصہ والے یا کینہ اور حسد والے ہین جب علحدہ ہوتے ہین تو اُنسے کوئی خباثت سرزد نہین ہوتی اور یہ صفتین سب مہلک ہین انکا دور کرنا واجب ہی اور مغلوب کرنا ضرور ہی اور یہی کافی نہین کہ جن امور سے انکو جنبش ہوتی ہو اُنسے دور رہ کر انکو ساکن کردیا جائے کیونکہ دل کی مثال جسمین یہ صفات بھری ہون ایسی ہی جیسے دنبل جسمین پیپ اور کچھ لہو بھرا ہوا اور جبتک اُسکو جنبش نہو یا کوئی ہاتھ نہ لگاوے تب تک دنبل والے کو اُسکا درد معلوم نہوا اگر فرض کرو کہ اُس شخص کے ہاتھ نہین جو اُسکو چھوے اور نہ آنکھ ہی کہ دیکھے اور نہ کوئی اُسکے پاس ہی جو اُسکو جنبش دے تو غالباً وہ اپنے دل مین یہی سمجھیگا

کہ مین تندرست ہون اور میرے بدن مین کوئی دنبل نہین لیکن اگر کوئی اُسکو حرکت دیگا یا نشتر لگا دیگا تو اُسمین سے پیپ اور مادّہ ایسا بہنے لگیگا جیسے بند پانی فوارہ مین سے اُبھرتا ہی اسی طرح جس دل مین کینہ اور بخل اور حسد اور غصہ اور دوسرے بُرے اخلاق بھرے ہوتے ہین وہ بھی جبھی جوش کرتے ہین جب اُنکو حرکت دیجاتی ہی اور یہین وجہ سالکان طریق آخرت جو اپنے دلون کو صاف کیا چاہتے تھے وہ اپنے نفسون کا امتحان کر لیا کرتے تھے تو جس شخص کو اپنے نفس مین تکبر معلوم ہوتا تھا تو پانی کی مشک کمر پر یا لکڑیون کا بوجھ سر پر لیکر بازارون مین پھرتا تھا کہ اُس سے نفس کا تکبر دور ہو غرضکہ نفس کی آفات اور شیطان کے مکر پوشیدہ ہوتے ہین ایسے لوگ کم ہین جو اُنکو جانتے ہون اور یہین وجہ ایک بزرگ سے نقل ہی کہ فرمایا کہ مین نے تیس برس کی نماز دوبارہ پڑھی باوجودیکہ مین اُسکو صف اول مین پڑھا کرتا تھا مگر دوہرانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز کسی عذر سے مین پیچھے رہ گیا اور اول صف مین جگہ نہ پائی لہٰذا دوسری صف مین کھڑا ہو گیا تو مین نے اپنے نفس کو دیکھا کہ میرے پیچھے رہ جانے کے باعث سے جو لوگ مجھے دیکھتے تھے تو خجالت کرتا تھا اُسوقت مین نے جانا کہ میری تمام نماز ریا سے ملی ہوئی تھی اور یہ اچھا معلوم ہوتا تھا کہ لوگ مجکو خیرات کی طرف سبقت کرنے والا دیکھین حاصل یہ کہ اختلاط کا ایک بڑا فائدہ کھلا ہوا یہ ہی کہ اُس سے صفات مذمومہ معلوم ہو جاتی ہین اور یہین وجہ کہتے ہین کہ سفر اخلاق کو ظاہر کر دیتا ہی اسلیے کہ وہ بھی ایک قسم کا اختلاط ہی جو دیر پا رہتا ہی اور ان صفات کے معانی اور باریکیان جلد ثالث مین مذکور ہونگی کیونکہ اُنکو نہ جاننے کے سبب سے بہت سا عمل خراب ہو جاتا ہی اور اُنکے جاننے کے باعث سے تھوڑا سا عمل عمدہ ہو جاتا ہی اور اگر یہ بات نہین ہوتی تو علم کو فضیلت عمل پر نہوتی کیونکہ محال ہی کہ نماز کا علم جو صرف نماز کے لیے مقصود ہی نماز سے افضل ہو اسلیے کہ ہم جانتے ہین کہ جو چیز غیر کے لیے مقصود ہوتی ہی تو وہ غیر اُس سے اشرف ہوا کرتا ہی مگر شریعت نے عابد سے عالم کے افضل ہونے کا حکم کیا یہانتک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنٰى رَجُلٍ مِّنْ أَصْحَابِي تو معلوم ہوا کہ علم کو فضیلت تین جہت سے ہی اول تو وہی جو ہمنے ذکر کی یعنے اُسکے باعث سے تھوڑا عمل بھی صاف وشستہ ہوتا ہی دوم یہ کہ علم کا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہی اور عمل کا فائدہ متعدی نہین تیسرے یہ کہ علم سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات اور افعال کا علم ہو جو سب اعمال سے افضل ہی بلکہ اعمال سے غرض یہی ہی کہ دل مخلوق کی طرف سے خالق کی طرف راجع ہو اور بعد رجوع الی اللہ کے خدائے تعالیٰ کی معرفت اور محبت کے لیے ہمہ تن علم اور عمل جو نون اس علم کے لیے ہوتے ہین اور مریدون کی انتہا یہی علم ہی اور عمل

اسکے لیے شرط کا قائم مقام ہی اور اسی کی طرف اشارہ ہی اس آیت مین اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ کلم طیب ہی علم ہی اور عمل ایسا ہی جیسا بوجھ اٹھانے والا کہ اسکو اٹھا کر منزل مقصود کو پہونچا دیتا ہی تو ظاہر ہی کہ سواری کی نسبت کر سوار بہتر ہوگا یہ تقریر بطور جملہ معترضہ کے آگئی کہ اس بحث مین مناسب نہین اسلیے کہ اسکو چھوڑ کر غرض اصلی کی طرف متوجہ ہوتے ہین کہ جب تمنے عزلت کے فوائد اور آفات معلوم کر لیے تو جان لیا ہوگا کہ عزلت پر مطلق حکم کرنا کہ افضل ہی یا نہین خطا ہی بلکہ چاہیے کہ اس شخص کو اور اسکے حال کو اور جلیس اور اسکے احوال کو دیکھا جائے اور یہ بھی کہ اختلاط کا باعث کیا ہی اور اختلاط کے باعث سے کون کون سے فوائد جاتے رہینگے اور کیا نفع ہوگا پھر نفع اور نقصان کا مقابلہ کیا جائے تب البتہ امر حق واضح ہوگا اور فضیلت معلوم ہوگی اور امام شافعی رح کی تقریر اس باب مین قول فیصل ہی کہ آپ نے فرمایا کہ اے یونس آدمیون سے منقبض رہنا موجب عداوت کا ہی اور اُنسے کھل کھیلنا بُرے ہمنشین پیدا کرتا ہی تو ایسی طرح رہنا چاہیے کہ نہ منقبض ہو نہ منبسط چنانچہ سعدی رح فرماتے ہین نہ چندان درشتی کن کہ از تو سیر گردند نہ چندان نرمی کہ بر تو دلیر غرضکہ اختلاط اور عزلت مین اعتدال ضروری ہی اور یہ امر حالات کے تفاوت سے مختلف ہوا کرتا ہی اور فوائد و آفات کے دیکھنے سے افضل طریق واضح ہوجاتا ہی اس باب مین امر حق ٹھیک ٹھیک یہی ہی اور اسکے سوا جو کچھ کسی نے ذکر کیا ہی وہ ناتمام ہی بلکہ ہر ایک نے ایک ایسی حالت خاص کا ذکر کیا ہی جسمین وہ خود موجود ہی تو اگر غیر شخص جو اس حال مین نہین اُسپر بھی وہی حکم کیا جائیگا تو درست نہوگا اور علم ظاہر مین صوفی اور عالم کے درمیان یہی فرق ہی کہ صوفی وہی تقریر کرتا ہی جس حال مین خود ہوتا ہی اسی وجہ سے مسائل مین سب صوفیون کے جواب جدا جدا ہوتے ہین اور عالم وہ ہی کہ امر حق کو نفس الامر مین دریافت کرتا ہی اور اپنے حال کا لحاظ نہین کرتا اسی وجہ سے جو کہتا ہی وہی حق ہوتا ہی اسمین مجال اختلاف نہین ہو سکتی کیونکہ امر حق تو ہمیشہ ایک ہی ہوگا اور حق سے قاصر بیشمار ہوا کرتے ہین اور یہین وجہ صوفیہ کرام سے جو درویشی کا حال پوچھا گیا ہی تو ہر ایک نے وہ جواب دیا جو دوسرے کے جواب کا غیر تھا اور وہ جواب ہر چند باعتبار مجیب کے حال کے حق ہین مگر نفس الامر مین حق نہین ہین اسلیے کہ حق تو ایک ہی ہوا کرتا ہی مثلاً ابو عبد اللہ جلا سے جو پوچھا گیا کہ فقیری کیا ہی فرمایا کہ اپنی دونون آستینین دیوار سے مار کر کہو کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہی یہی فقیری ہی اور حضرت جنید بغدادی رح نے اسکا جواب یہ فرمایا ہی کہ فقیر وہ ہی جو نہ سوال کرے نہ کسی سے مزاحمت کرے اور اگر اس سے کوئی مناقشہ کرے تو خاموش ہوجائے اور سہل بن عبد اللہ رح نے فرمایا کہ فقیر وہ ہی جو سوال نکرے اور

ترجمہ نہ اتنی سختی کر کہ لوگ تجھ سے سیر ہو جاوین اور نہ اتنی نرمی کہ تجھ پر دلیر ہو جاوین

ذخیرہ کرے اور کسی اور بزرگ نے فرمایا ہے کہ فقیری یہ ہے کہ تمھارے پاس کچھ نہو اور جب ہو بھی جاوے تو اپنی نہ سمجھو اور چونکہ تمھاری نہ تھی تو اب بھی تمھاری نہین۔ اور ابراہیم خواص رحمۃ کہتے ہین کہ فقیری یہ ہے کہ شکایت نہ کرے اور سختی کا اثر ظاہر ہو۔ اور مقصود یہ ہے کہ اگر سو آدمیون سے سوال کیا جائے تو سو جواب جدا جدا ہونگے کہ غالباً دو بھی ایک سے نہونگے اور وہ من وجہٍ سب درست ہونگے اسلیے کہ ہر ایک کا جواب اُسکے حال کی خبر اور جو کچھ اُسکے دل پر غالب ہو رہا ہے اُسکی حکایت ہوگی اور اسی وجہ سے اس فرقہ کے دو آدمی ایسے نہ دیکھو گے جنمین سے ایک اپنے ساتھی کو تصوف مین ثابت قدم بتلائے اور اُسکی تعریف کرے بلکہ ہر ایک کو یہی دعوی ہوتا ہے کہ واصل اور واقف بحق مین ہی ہون اسلیے کہ اُنکی دَور اُنھین احوال کے مقتضا تک ہے جو اُنکے دلون پر پیش ہوتے ہین اور اسی وجہ سے وہ اپنے ہی نفس سے مشغول رہتے ہین دوسرون کی طرف التفات نہین کرتے۔ اور علم کا نور جب چمکتا ہے تو سب پر محیط ہوتا ہے اور پردۂ خفا کو دور کرتا ہے اور اختلاف اُٹھا ڈالتا ہے اور اس اختلاف کی مثال یہ ہے کہ ہمنے زوال کے وقت سایہ اصلی کے باب مین اقوال دیکھے ہین کہ کچھ کہتے ہین کہ گرمیون مین سایہ دو قدم ہوتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ نصف قدم ہوتا ہے اور دوسرا اُسپر اعتراض کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جاڑون مین سات قدم ہوتا ہے اور کوئی پانچ قدم بتاتا ہے اور دوسرا اُسکو رد کرتا ہے تو یہ حال صوفیون کے جوابون کا سا ہے یعنے ہر شخص نے اپنے شہر کے سایہ اصلی کو دیکھ کر کہدیا کہ اتنا ہے اور یہ بات درست ہے مگر دوسرے کی غلطی جو بیان کرتا ہے وہ بیجا ہے کیونکہ تمام دنیا کو اُسنے اپنا شہر یا اُسکے مثل سمجھ لیا ہے جیسے صوفی اپنے حال پر قیاس کرکے دنیا پر حکم لگا دیتا ہے اور جو شخص زوال کو جانتا ہے اُسکو معلوم ہے کہ سایہ کس باعث سے چھوٹا اور بڑا ہوا کرتا ہے اور شہرون مین کس وجہ سے مختلف ہوتا ہے اسی وجہ سے اُسکا جواب ہر شہر کے لیے ایک جدا حکم پر مشتمل ہوگا مثلاً کہیگا کہ بعض شہرون مین سایہ نہین رہتا اور بعض مین لنبا اور بعض مین کوتاہ ہوتا ہے۔ یہ ہے عزلت اور اختلاط کی فضیلت کا بیان جسکو ہمنے ذکر کرنا چاہا تھا۔ اب اگر یہ کہو کہ اگر کوئی شخص اپنے حق مین عزلت کو افضل اور اسلم سمجھے تو عزلت کے آداب اُسکے لیے کیا ہین تو اُسکا جواب یہ ہے کہ آداب اختلاط کا بیان کرنا البتہ طویل تھا اُسکو ہم باب آداب صحبت مین لکھ آئے اور عزلت کے آداب کو ہم طول نہین دیتے مختصر ابیان کیے دیتے ہین کہ عزلت کرنے والے کو اول یہ نیت کرنی چاہیے کہ میری بُرائی لوگون کو نہ پہونچے دوم یہ کہ لوگون کی شرارت سے سلامت رہون سوم حقوق مسلمین کی بجا آوری مین قاصر ہونے سے نجات پاؤن چہارم تمام ہمت خدا تعالی کی عبادت کے لیے مجرد ہو جاؤن جب اس طرح عزلت کرنے مین نیت کر چکے تو پھر خلوت مین علم اور عمل اور ذکر اور فکر پر مداومت کرے تاکہ ثمرۂ عزلت سے دامن مراد بھرے اور

لوگون کو روک دے کہ میرے پاس بہت آمد و رفت نہ کرو ورنہ اکثر اوقات مین دلجمعی نہو گی اور لوگون کے احوال اور شہر کی ز ٹلین نہ پوچھے اور نہ سُنے اور نہ اس بات پر کان لگاوے کہ لوگ کیا کرتے ہین کیونکہ یہ سب باتین دل مین کھب جاتی ہین حتی کہ نماز کے اندر اور فکر کے اثنا مین ایسی طرح اُبھر آتی ہوتی مین آدمی کو خبر بھی نہین ہوتی کان مین خبرون کا پڑنا ایسا ہے جیسے زمین مین تخم کا گرنا کہ وہ بھی ضرور نکلتا ہے اور رگ و ریشہ و برگ و شاخ پیدا کرتا ہے اسی طرح خبرون سے اور خبرین متفرع ہوتی ہین اور وسوسے پیدا ہوتے ہین اور عزلت مین ایک امر ضروری یہ ہے کہ وسوسے منقطع ہون جو ذکر الٰہی سے روکتے ہین اور خبرین انکا منبع ٹھہرین تو اُنسے احتراز ضروری ہوا۔ اور چاہیے کہ تھوڑی سے معیشت پر قناعت کرے ورنہ اگر وسعت چاہیگا تو ناچار لوگون سے اختلاط کرنا پڑیگا۔ اور چاہیے کہ ہمسایون کی ایذا پر صابر ہو اور اگر وہ عزلت کرنے سے اُسکے ثناخوان ہون یا ترک اختلاط پر طعن کرین تو کچھ نہ سُنے اور اپنے دھیان مین لگا رہے اسلیے کہ یہ باتین اگر تھوڑی دیر بھی سنی جاتی ہین تو بہت ضرر کرتی ہین اور اپنے شغل دلی کے وقت یہ بھی ضرور ہے کہ طریق آخرت کی سیر سے واقف ہو یعنے یہ سیر یا تو اسطرح ہوتی ہے کہ کسی وظیفہ یا ذکر پر حضور دل کے ساتھ مواظبت کرے یا اسطرح ہے کہ اللہ تعالی کے جلال اور صفات اور افعال اور زمین و آسمان کے اسرار مین فکر کرے یا یون ہے کہ اعمال کی باریکیون اور دل کے مفسدات مین تامل کرے اور ان امور سے بچنے کی جستجو مین رہے اور یہ سب طرحین فراغت کو چاہتی ہین اور جس صورت مین کہ آدمی اخبار وغیرہ پر کان لگاویگا تو فراغت کا ہونا معلوم بلکہ اُسی وقت دل کو پریشانی ہوگی اور بعض اوقات ان حالات کا یاد آجانا دوام ذکر کا بھی مخل ہوتا ہے اور ایک بات یہ چاہیے کہ کوئی گھر کا آدمی یا جلیس نیک بخت بھی ہو تاکہ عزلت نشین دن بھر مین ایک گھنٹہ اُسکی صحبت مین دل بہلائے اور محنت متواتر سے راحت پائے کہ اسطرح سے باقی اوقات پر سہارا ہو جاتا ہے اور عزلت پر صبر کرنا اُسوقت کامل ہوتا ہے کہ آدمی دنیا سے اور جس بات مین دنیا دار مصروف ہین اُس سے طمع قطع کر دے اور طمع کے منقطع ہونے کی صورت بجز امل کے مختصر کرنے کے اور کوئی نہین یعنے اپنی زندگی بہت نہ سمجھے بلکہ یون جانے کہ صبح ہوئی تو شام نہ پکڑونگا اور شام ہو تو صبح نہ پکڑونگا اس صورت مین اُسیدم چار پہر کا صبر کرنا آسان ہوگا اور اگر بالفرض یہ سوچیگا کہ میری موت بیس برس کے بعد آویگی تو اتنے عرصہ تک صبر کرنا دشوار ہوگا۔ اور چاہیے کہ عزلت مین موت کو بہت یاد کرے اور جب تنہائی سے دلتنگ ہو تو یہ سمجھے کہ آخر قبر مین کون ساتھ ہوگا وہان بھی تو تنہا پڑا رہنا ہوگا اور یہ یقین کر لے کہ جس کسی کا دل اللہ تعالی کے ذکر اور معرفت سے اُنس حاصل نکریگا اُسکو مرنے کے بعد تنہائی کی وحشت کی تاب نہوگی اور جو شخص خداے تعالی کے ذکر اور معرفت سے مانوس ہوگا تو مرنے سے اُسکا اُنس جاتا نہ رہیگا کیونکہ موت

انس اور معرفت کے محل کو نہین دھاتی بلکہ وہ خداے تعالی کے فضل سے اسکی معرفت اور انس سے زندہ اور خوش رہتا ہی جیسا کہ اللہ تعالی نے شہدا کے باب مین فرمایا ہی وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ اور جو شخص کہ اللہ تعالی کے لیے اپنے نفس پر مشقت کرتا ہی وہ مرنے کے بعد شہید ہوتا ہی کیونکہ جہاد کرنے والا وہی ہی جو اپنے نفس اور خواہش پر جہاد کرے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی تصریح فرمائی ہی اور جہاد اکبر نفس ہی کا جہاد ہی صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ ہمنے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کیا اس سے مراد انکی یہی تھی کہ نفس کا جہاد شروع کیا باب عزلت تمام ہوا والحمد للہ اولا و آخرا والسلام علی عبدہ المصطفی

ساتوان باب سفر کے آداب مین

رباعی ہے تعب و مشقت مین سفر مثل سقر	ہوتی ہی و لے اس سے بھی آخر کو ظفر
ہے قول خدا دیکھیے سیروا فی الارض	تا تجھپہ کھلے راز معمائے سفر

واضح ہو کہ سفر نفرت کی چیز سے خلاصی کا ذریعہ اور مطلوب چیز کے ملنے کا وسیلہ ہی اور سفر دو قسم ہی ایک ظاہر بدن سے کہ اپنے وطن اور قرارگاہ سے جدا ہو کر صحرا و دشت نوردی کرے دوسرے سفر باطن دل کا کہ اسفل السافلین سے ملکوت سموات کی سیر کرے اور ان دونون قسمون مین سے سفر باطن اشرف ہی اسلیے کہ جو شخص اسی حالت پر ٹھہرا رہتا ہی جسپر کہ پیدا ہوا ہی اور جو کچھ باپ دادون کی تقلید سے سیکھ لیا ہی اسی پر جما رہتا ہی تو وہ درجہ قصور پر لازم اور مرتبہ نقصان پر قانع ہی اور وسعت فضاء جنت کے عوض تاریکی محبس دار وحشت اختیار کرتا ہی اور کسی نے سچ کہا ہی ؎

اس سے بڑھکر ہے نہین انسان مین کوئی بدی	ہو کے قادر اپنی وہ تکمیل پر ناقص رہے

مگر چونکہ اس سفر مین گھسنا دشوار ہی اسلیے اسکے واسطے کوئی راہبر اور رفیق درکار ہی اور از انجا کہ راہ نامعلوم ہی اور راہبر اور رفیق معدوم اور راہ کے چلنے والے تھوڑے سے بہرہ پر مائل ہوتے ہین اور اس دولت کثیر سے غافل لہذا ان راہون مین کوئی پھرنے والا رہا نہ انفس و آفاق اور ملکوت کی سیرگاہون مین کوئی سیر کرنے والا حالانکہ اللہ تعالی اسی راستہ کی طرف بلاتا ہی چنانچہ ارشاد فرماتا ہی سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ اور فرمایا وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ اور اس سفر سے منہ پھیر رہنے پر اللہ تعالی انکار فرماتا ہی اپنے اس ارشاد مین وَإِنَّكُمْ لَتَمُرُّونَ عَلَيْهِمْ مُصْبِحِينَ وَبِاللَّيْلِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ اور اس آیت مین وَكَأَيِّنْ مِنْ آيَةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَمُرُّونَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُونَ تو جس شخص کو یہ سفر نصیب ہوتا ہی وہ بدن سے تو اپنے وطن اور قرارگاہ مین رہتا ہی

اور تو نہ سمجھیو کہ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ مین مردے بلکہ زندہ ہین اپنے رب کے پاس روزی پاتے خوشی کرتے ہین اس پر جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے ۱۲ ح
حاکم بروایت فضالہ بن عبید مجاہد وہ ہی جو خواہش نفس سے جہاد کرے ۱۲ ح
اب ہم دکھاوینگے انکو اپنے نمونے دنیا مین اور آپ انکی جان مین
اور زمین مین نشانیان ہین یقین لانے والون کو اور خود تمہارے اندر سو کیا تمکو نہین سوجھتا ۱۲
اور تم ہو کہ گذرتے ہو ان پر صبح کو اور رات کو کیا نہین سمجھتے ۱۲
اور کتنی نشانیان ہین آسمان و زمین مین جن پر گذرتے ہین اور ان سے دھیان نہین کرتے ۱۲

اور باطن سے تماشا سیرگاہ جنت کا جسکا پھیلاؤ افلاک و زمین کے برابر ہی کیا کرتا ہی یہ وہی سفر ہی جسکے چشموں اور گھاٹوں پر تنگی کا خطر نہین اور کثرت ازدحام سے اُسکو کچھ ضرر نہین بلکہ مسافرون کی کثرت سے اُسکے ثمرات اور فوائد زیادہ ہوے ہین نہ اسکے ثمرات دائمی سے کسی کو مزاحمت اور نہ فوائد ستر اہد سے کسی کو ممانعت ہان جو مسافر خود دامن سستی سے بھرے یا اپنی حرکت مین وقفہ کرے تو اپنا کیا پاتا ہی کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ اور اللہ تعالی اپنے بندون پر ظلم نہین کرتا مگر بندے ہی اپنی جانون پر ظلم کرتے ہین اور جو شخص مرد اس میدان کا اور تماشائی اس بوستان کا نہین وہ عجب نہین کہ بہت سی مدت مین ظاہر بدن سے چند فرسنگ تک کے چلنے اور تجارت دنیاوی خواہ ذخیرۂ حزوی کے لیے اُسی کو غنیمت سمجھے پس اگر اُسکا مطلب سفر سے علم کا سیکھنا اور دین ہوگا یا دین پر مدد لینے کے لیے کفایت چاہتا ہوگا تو اس صورت مین تو وہ راہ آخرت کا سالک ہوگا اور اس سفر کے لیے اُسکو کچھ شرطین اور آداب چاہیین کہ اگر انکا لحاظ نہ کرے تو دنیادار اور زمرۂ شیاطین مین متصور ہوا اور اگر اُنکا لحاظ مدام رکھے تو اس سفر مین اُسکو وہ فوائد ملین جنسے آخرت کے طلبگارون مین لاحق ہوجائے اسلیے ہم سفر کے آداب و شروط کو دو فصلون مین لکھتے ہین

پہلی فصل شروع سفر سے واپس آنے تک کے آداب مین اور سفر کی نیت اور فائدہ کے ذکر مین مشتمل دو بیانون پر

پہلا بیان سفر کے فوائد اور فضیلت اور نیت کے ذکر مین مخفی نہ رہے کہ سفر ایک قسم کی حرکت اور اختلاط کا نام ہی اور اسمین بہت سے فائدے اور آفتین ہین چنانچہ باب الصحبت و عزلت مین ہمنے ذکر کیا ہی اور جو فوائد کہ آدمی کو سفر پر آمادہ کرتے ہین وہ یا تو کسی چیز سے گریز کرنا یا کسی چیز کا طلب کرنا ہی یعنے مسافر جو سفر کرتا ہی تو وہ یا اسلیے کرتا ہی کہ کوئی چیز اُسکو بزور اپنے مقام سے نکالے دیتی ہی اور اگر بالفرض وہ نہوتی تو یہ سفر بھی نہ کرتا یا اسلیے کرتا ہی کہ کسی مقصد یا مطلوب کو حاصل کرے اور گریز کرنے کی چیز یا ایسی ہی جسکی تاثیر امور دنیاوی پر ہو مثلاً طاعون اور وبا کا شہر مین ہوتا یا کسی فتنہ اور خصومت کا برپا ہوجانا یا غلہ کا گران ہوجانا یہ اشیا تو اسباب عام ہین اور کبھی سبب خاص بھی ہوتا ہی کہ شہر والون کو خاص اُسی شخص کو ایذا دینی منظور ہو اسلیے شہر سے چلا جائے اور ایک صورت ہی کہ اُسکی تاثیر دین مین ہو مثلاً شہر مین رہنے سے جاہ و مال مین مبتلا ہوجانا اور ایسے اسباب کی کثرت ہونی جنسے خدا تعالی کے ذکر کے لیے فارغ بالی میسر نہو تو اس وجہ سے سفر اور گمنامی اختیار کرے اور جاہ و غنا سے احتراز چاہے یا کسی شخص کو شہر والے جبراً بدعت کے ارتکاب کے لیے کہین خواہ ایسے عمل کی ولایت اسکے سر دھرین جسکا کرنا شرعاً مباح اور حلال نہو تو اس نظر سے

شہر کو چھوڑنا چاہیے - اور مطلوب چیز بھی یا دنیاوی ہو جیسے مال وجاہ کی طلب یا کوئی امر دینی ہو پھر
دینی مطلب یا علم ہوگا یا عمل اور علم تین طرح پر ہے ایک فقہ وحدیث وتفسیر اور انکے متعلقات کا علم دوسرے
اپنے اخلاق اور صفات کا علم تجربہ کے طور پر تیسرے زمین کی نشانیاں اور اُسکے عجائب کا علم جیسے
ذوالقرنین نے زمین کے اطراف میں سفر کیا تھا اور عمل دو طرح پر ہے یا عبادت یا زیارت عبادت تو جیسے
حج اور عمرہ اور جہاد کا سفر ہے اور زیارت کا سفر یا مکانات کی طرف ہوگا جیسے مکہ اور مدینہ زادہما اللہ شرفا
اور بیت المقدس کا سفر یا دار الاسلام کی حدود پر کفار کو روکنے کے لیے جانا اور کبھی سفر زیارت سے
مقصود اولیا اور علما ہوتے ہیں اور وہ یا تو زندہ ہونگے جنکو دیکھنا موجب برکت ہے اور انکے حال کا
مشاہدہ کرنے سے اُنکی پیروی کی رغبت کو زور ہوتا ہے یا وہ مردے ہیں کہ اُنکی قبروں کی زیارت
ہوا کرتی ہے غرضکہ سفر کی اتنی ہی قسمیں ہیں اور اس تقسیم سے اقسام مفصلۂ ذیل نکلتی ہیں **قسم اول** طلب
علم کے لیے سفر کرنا اور چونکہ علم یا واجب ہے یا نفل ہے تو سفر بھی واجب کے لیے واجب ہوگا اور نفل کے لیے نفل
اور ابھی ہمنے لکھا ہے کہ علم یا امور دینی کا علم ہے یا اپنے اخلاق کا یا زمین کے عجائب قدرت الٰہی کا تو
انمیں سے جس علم کے لیے سفر کریگا ثواب پاویگا چنانچہ علم دین کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہیں مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَرْجِعَ اور دوسری حدیث میں
ارشاد فرمایا ہے مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهُ طَرِيقًا اِلَى الْجَنَّةِ اور حضرت سعید
بن المسیب ایک حدیث کی طلب میں بہت سے دنوں کا سفر کیا کرتے تھے اور شعبی رح فرماتے ہیں کہ
اگر کوئی شخص ایسے کلمہ کی تلاش میں جو اُسکو نیک بات بتائے یا ہلاک سے بچائے شام سے لیکر یمن کے
اس کنارہ تک چلا جائے تو اُسکا سفر ضائع نہوگا - اور جابر بن عبد اللہ رض دس صحابہ کے مدینہ منورہ
سے مصر کو تشریف لیگئے کیونکہ اُنھوں نے سنا کہ عبد اللہ بن انیس انصاری رضا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں چنانچہ ایک مہینہ برابر چلے اور اُس حدیث کو سنا - اور صحابہ رضا کے
زمانہ سے ہمارے اس زمانہ تک عالم ایسے کم ہونگے جنھوں نے علم دین کی تحصیل میں سفر نہ کیا ہو - اور اپنے
نفس اور اخلاق کا علم بھی ضروری ہے اسلیے کہ طریق آخرت کا چلنا بدون عادات کی درستی اور اخلاق
کی تہذیب کے ممکن نہیں اور جو شخص اپنے باطن کے اسرار اور صفات کی برائیوں سے واقف نہوگا وہ اپنے
دل کو انسے صاف کیسے کریگا اور سفر تو اُسی کو کہتے ہیں جس سے اخلاق ظاہر ہوں اور اُسی سے اللہ تعالیٰ
آسمانوں اور زمین کے امور مخفی کو نکالتا ہے اور سفر کا نام بھی سفر اسی وجہ سے کہ مشتق سفر سے ہے جسکے
معنے ظہور کے ہیں تو اخلاق کا ظاہر کرنیوالا ہونے سے سفر کہلایا گیا اور اسلیے حضرت عمر رض کے سامنے

جب کسی گواہ کا پہچاننا ایک شخص نے بیان کیا تو آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو اس گواہ کے ساتھ کبھی سفر مین بھی رہا ہے جس سے مکارم اخلاق معلوم ہوا کرتے ہین اُسنے عرض کیا کہ یہ بات تو نہین ہوئی آپ نے فرمایا کہ میری دانست مین تو اس سے واقف ہی اور بشر رح فرمایا کرتے تھے کہ اے گروہ قاریان سفر کرو تاکہ طیب ہو جاؤ کیونکہ پانی جب روان ہوتا ہے تو طیب ہوتا ہے اور اگر مدت ایک جگہ مین ٹھہرتا ہے تو متغیر ہو جاتا ہے ـ حاصل یہ کہ آدمی جبتک وطن مین رہتا ہے تو جن امور کا عادت سے اسکی طبیعت کو ہوتی ہے انہین سے مانوس رہتا ہے اور برے اخلاق ظاہر نہین ہوتے کیونکہ طبیعت کے خلاف کرنے کی نوبت ہی نہین آتی اور جب سفر کی سختی اُٹھاتا ہے اور امور معمولی اور معتاد مین تغیر پاتا ہے تو اخلاق کی خفیہ آفات منکشف ہو جاتی ہین اور اُنکے عیوب پر مطلع ہو جاتا ہے تو اب اُنکا علاج بھی کر سکتا ہے جیسا سعدی فرماتے ہین ؎ تا بدوکان خانہ در گروی ✤ ہرگز اے خام آدمی نشوی ✤ اور ریاضت کی آفات کے ضمن مین ہم اختلاط کے فوائد ذکر کر چکے ہین سفر مین اختلاط کے سوا آثار کا دیکھنا اور تجربہ کی زیادتی حاصل کی اور مشقت کا اُٹھانا بھی ہوتا ہے باقی رہا زمین مین خدا تعالیٰ کی نشانیون کا دیکھنا سو اُنکے دیکھنے مین بھی بہت فائدے ہین اہل بصیرت کے لیے مثلاً امکنہ مختلفہ ایک دوسرے سے متصل اور کوہ و دشت اور بحر و بر اور اقسام حیوانات و نباتات سب کچھ دیکھنے مین آتی ہین اور زمین سے کوئی ایسی چیز نہین جو خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر شاہد نہو اور زبان گویا سے اُسکی تسبیح نہ کرتی ہو مگر اُنکی شہادت اور تسبیح کو وہی سمجھتا ہے جو کان لگاوے اور حضور دل سے سنے ورنہ منکر اور غافل جو دنیا کی ظاہری بہار پر فریفتہ ہین وہ نہ دیکھتے ہین نہ سنتے ہین اسلیے کہ اُنکو وہ کان ہی نہین اور نہ وہ آنکھین وہ تو اس آیت کے مصداق ہین يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غَافِلُوْنَ اور اُسکے اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ اسمین ظاہر کے کان مراد نہین کیونکہ گوش ظاہر سے تو وہ لوگ معزول نہ تھے بلکہ گوش باطن مراد ہین اور گوش ظاہر سے بجز آواز کی چیزون کے اور کچھ نہین معلوم ہوتا اور اس بات مین خصوصیت انسان ہی کو نہین سب حیوانات بھی اصوات سنتے ہین اور گوش باطن سے زبان حال سنی جاتی ہے جو زبان قال سے علیحدہ چیز ہے جیسے کوئی میخ اور دیوار کا قصہ بیان کرے کہ دیوار نے میخ سے کہا کہ تو مجھکو کیون چیرتی ہے میخ نے جواب دیا کہ یہ امر اُس سے دریافت کر جو میرے سر پر چوٹ کرتا ہے یعنے ہتھوڑے سے پوچھو کہ مجھکو میری تجویز پر کیون نہین چھوڑتا مجھکو کیون ٹھوکتا ہے غرضکہ آسمانون اور زمین مین کوئی ذرہ نہین جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر انواع شہادات نہ رکھتا ہو اور یہی شہادتین اُسکی توحید ہین اور اللہ تعالیٰ کے پاک ہونے پر جو شہادتین ہر ذرہ مین ہین وہ اُسکی تسبیح ہین مگر لوگ ذرہ کی تسبیح کو

نہین رکھتے ... کو ... کر دیا ہے ۱۲

نہین سمجھتے اسوجہ سے کہ انکو مضیق گوش ظاہر سے میدان وسیع باطن کا سفر میسر نہین ہوا اور زبان
قال کی رکاکت سے زبان حال کی فصاحت ہرگز نصیب نہین ہوا اور اگر بالفرض ہر عاجز شخص اسطرح کا
سفر کر لیا کرتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام ہی پرندون کی گفتگو سمجھنے سے مخصوص نہوتے اور نہ حضرت
موسی علیہ السلام کو کلام الٰہی کے سننے کی خصوصیت ہوتی جس کلام کا پاک جاننا حروف اور اصوات
کی مشابہت سے واجب ہی اور جو شخص سفر کرتا ہی اس غرض سے کہ ان شہادتون کو جو صفحات جمادات
پر خطوط الٰہی سے لکھی ہوئی ہین تلاش کرے اُسکو سفر بدنی بہت سا نہین کرنا پڑیگا بلکہ ایک جگہ ٹھہر کر اپنے
دل کو فارغ کریگا تاکہ ہر ذرہ سے صدای تسبیح سنکر راحت پائے ایسے شخص کو جنگلون مین پھرنے سے کیا کام
اُسکا مطلب تو آسمانون کے اسرار سے نکل سکتا ہی کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اُسکے حکم کے مطیع ہین
اور ارباب بصیرت کی نگاہون مین سال اور مہینہ مین کئی بار دورے کرتے ہین بلکہ ہر لحظہ حرکت کی مشقت
اٹھاتے ہین تو جس شخص کے گرد خود کعبہ طواف کرے وہ اگر کسی مسجد کے طواف کے لیے محنت کرے تو خالی
از تعجب نہین اسی طرح جس شخص کے گرد اطراف آسمان کے گردش کرتے ہون وہ زمین کی سمتون مین
دورہ کریگا تو خالی تعجب سے نہین پھر مسافر جبتک چشم ظاہر کے دیکھنے کا محتاج رہیگا اور سیر عالم ظاہری کو
منحصر آنکھ کے دیکھنے پر جانیگا تب تک وہ خدا تعالی کی طرف چلنے والون کی اول منزل مین رہیگا گویا کہ وطن
کے دروازے پر بیٹھا ہی اور میدان وسیع تک پہونچنے کی نوبت نہین آئی اور اس منزل مین پڑے رہنے کا
سبب سوا نامردی اور کم ہمتی کے اور کچھ نہین اور نہین وجہ کسی اہل دل نے فرمایا ہی کہ آدمی یون کہتے ہین
کہ اپنی آنکھین کھول تاکہ دیکھو اور مین یہ کہتا ہون کہ آنکھین بند کرو تاکہ دیکھو اور یہ دونون قول حق ہین
لیکن اتنا فرق ہی کہ قول اول حکایت منزل اول کی ہی جو وطن سے قریب ہی اور دوسرا قول اُن
منازل کا حال ہی جو وطن سے دور ہین اور انکو وہی طی کرتا ہی جو اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالتا ہی اور
اُنکی طرف گذرنے والا بعض اوقات برسون حیران پھرتا ہی اور کبھی توفیق اُسکا ہاتھ پکڑ کر سیدھا رستہ
بتا دیتی ہی لیکن اس جنگل مین ہلاک ہونے والے بہت ہین سہ درین ورطہ کشتی فرو شد ہزار کہ پیدا نشد تختہ بر کنار
مگر جن لوگون کو توفیق یاور ہوئی اُنکو راحت بیشمار اور سلطنت پایدار ملی اور وہی لوگ ہین کہ کاتب ازل
نے اُنکی قسمت مین خوبی لکھی ہی اس سلطنت کا حال دنیا کی سلطنت کا سا جانو کہ اول تو باوجود لوگون
کی کثرت کے اُسکے طالب کم ہوتے ہین پھر طالبون مین سے ہلاک ہونے والے زیادہ ہوتے ہین اور مراد کو
پہونچنے والے کم اور یہ دستور ہی کہ جب مطلب بڑا ہوتا ہی تو اُسمین مددگار کم ہوتے ہین اور نامرد اور عاجز
طالب سلطنت کے درپے نہین ہوتا اسلیے کہ اُسمین خطرہ اور مشقت بہت ہی اسکا بہت سہی وقت ہوتا ہی کہ نفس

حوصلہ ور ہو جیسا کسی نے کہا ہے ؎

نفس جب حوصلہ ور ہوتے ہین اُس وقت اجسام	محنتین اُنکی مرادون کے لیے سہتے ہین

اور اللہ تعالیٰ نے دین اور دنیا کی عزت اور سلطنت کو بجز محل خطر کے اور کسی جگہ نہین رکھا مگر نامرد اپنے جبن اور قصور کا نام ہوشیاری اور پرہیز رکھ لیتا ہے چنانچہ کسی کا شعر ہے

نامرد بزدلی کو سمجھتے ہین احتیاط	پر حق یہ ہے کہ دھوکا ہے طبع لئیم کا

غرضکہ سفر ظاہر سے خدا تعالیٰ کی قدرت کی نشانیان زمین مین دیکھ کر اگر سفر باطن منظور ہو تو اسکا حکم یہ تھا جو مذکور ہوا اب ہم اُس مطلب کو لکھتے ہین جسکے بیان کے درپے ہین دوسری قسم یہ ہے کہ سفر عبادت کے لیے ہو مثلاً حج یا جہاد کے واسطے ہو اور اس سفر کی فضیلت اور آداب ظاہری و باطنی اعمال باب اسرار حج مین ہم لکھ چکے ہین اور اسی مین داخل ہے انبیا علیہم السلام اور صحابہ و تابعین رضہ اور علما اور اولیا کی قبرون کی زیارت یعنے جن لوگون کا دیکھنا زندگی مین موجب برکت ہے تو اُنکے مرنے کے بعد اُنکی قبرون کی زیارت باعث برکت ہے اور اس غرض کے لیے سفر کیا درست ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ اَلْمَسْجِدُ الْحَرَامُ وَمَسْجِدِیْ هٰذَا وَمَسْجِدُ الْاَقْصٰی اس سفر کا مانع نہین اسلیے کہ یہ حکم مسجدون کے باب مین ہے کہ ان تینون کے سوا سب ایک سی ہین ورنہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ انبیا اور اولیا کی قبرون کی زیارت مین اصل فضیلت یکسان ہے گو اللہ تعالیٰ کے نزدیک جتنا اُنکے مدارج مین فرق ہے اُسی قدر فضیلت بھی متفاوت ہوتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ زندون کی زیارت بہ نسبت مُردون کے افضل ہے اور زندون کی زیارت سے یہ فائدے ہین کہ اُنکی دعا کی برکت اور اُنکو دیکھنے کی برکت حاصل ہوتی ہے اسلیے کہ علما اور صلحا کے چہرون کو دیکھنا عبادت ہے اور نیز اُنکی زیارت مین اُنکی پیروی اور اُنکے اخلاق سے موصوف ہونے کی رغبت اُٹھتی ہے علاوہ ازین اُنکی ذات اور افعال سے فوائد علمیہ کے حاصل ہونے کی توقع رہتی ہے اور خود فی اللہ بھائیون کی زیارت ہی کو دیکھ لو کہ قطع نظر اور فوائد کے اُس مین کتنی فضیلت ہے چنانچہ باب آداب صحبت مین ہم لکھ آئے ہین اور توریت مین ہے کہ چار میل سفر کر کے فی اللہ برادر کی زیارت کر یا تی رہا مکانون کا زیارت کرنا تو اُنکی زیارت کے کچھ معنی نہین بجز مساجد سہ گانہ اور حدود اسلام کی محافظت کے تو حدیث بالا کا مضمون ظاہر یہ ہوا کہ جگہون کی برکت حاصل کرنے کے لیے بجز تینون مسجدون کے اور جگہہ کو سفر نہ کیا جائے اور حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا کے فضائل باب الحج مین ہم لکھ آئے ہین اور بیت المقدس کے فضائل بھی بہت ہین حضرت ابن عمر رضہ مدینہ منورہ سے چل کر بیت المقدس مین پہونچے اور پانچ نمازین اُسمین ادا کر کے دوسرے روز وہان سے مدینہ طیبہ کو رجوع فرمایا اور حضرت سلیمان علی نبینا و

سواریان نہ باندھی جاوین مگر تین مسجدون کی طرف مسجد حرام اور میری یہ مسجد اور مسجد اقصیٰ کیطرف باب الحج مین گذری

علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پروردگار سے یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی جو کوئی اس مسجد کا قصد کرے اور بجز اس مین نماز پڑھنے کے اور کچھ اُسکی غرض نہو تو وہ جبتک اس مسجد مین رہے تو اپنی نظر عنایت اُس سے مت ہٹائیو یہانتک کہ وہ اسمین سے باہر ہو جائے اور اُسکو گناہون سے نکالدینا جیسا وہ اُس روز تھا کہ اپنی ما کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ دعا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبول فرمائی پس ظاہر ہے کہ مسجد موصوف کی زیارت کا بہت ثواب ہے **تیسری قسم** سفر کی یہ ہے کہ جس سبب سے دین کے اندر تشویش ہو اُسکی وجہ سے سفر کر جائے یہ سفر بھی اچھا ہے اسلیے کہ جس چیز کی برداشت نہو اُس سے گریز کرنا انبیا اور مرسلین کی سنت ہے اور جن چیزون سے بھاگنا واجب ہے اُنمین سے حکومت اور جاہ اور علائق کا بہت ہونا اور اسباب کی کثرت ہے اسلیے کہ یہ سب دل کی فراغت کو ابتر کرتے ہین اور دین اُسی وقت کامل ہوتا ہے کہ دل غیر اللہ سے فارغ ہو تو اگر فراغت کامل نہو گی تو جسقدر فراغت ہو گی اُسی قدر دین مین مشغول ہو سکے گا اور دنیا مین دل کا فارغ ہونا کاروبار دنیاوی اور حاجات ضروری سے ممکن نہین ہان یہ ہو سکتا ہے کہ حاجتین خفیف ہون یا ثقیل اور ہلکی حاجت والے ناجی ہین اور بھاری والے ہالک اور خداے تعالیٰ کا بڑا شکر ہے کہ اُستے نجات کو اس امر پر وابستہ نہین کیا کہ سب گناہون اور بوجھون سے بالکل فارغ ہو بلکہ اپنے فضل کامل اور رحمت وسیع سے ہلکے بوجھ والون کو قبول کر لیا اور خفیف بوجھ والا وہ ہے کہ جسکی ہمت زیادہ تر دنیا کی طرف متوجہ نہو اور یہ بات وطن مین بسبب وسعت جاہ اور کثرت علائق کے میسر نہین اسلیے بدون سفر اور گمنامی اور اُن علائق کے منقطع کرنے کے جنسے فرہو سکتا ہے اور مدت مدید تک نفس کو مرتاض کرنے کے مقصود پورا نہو گا اور اسکے بعد کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد سے اُسپر انعام کرے اور نفس کی تقویت اور دل کا اطمینان عنایت فرماوے اور اُسکے نزدیک حضر اور سفر یکسان ہو جائے اور اسباب کا عدم اور وجود برابر ہو تو اس صورت مین ذکر آلٰہی سے اُسکو کوئی چیز نہ روکے مگر ایسا ہونا نہایت کم ہے اب تو دلون پر ضعف ہی غالب ہے اور گنجایش مخلوق اور خالق کی ایکساتھ اُنمین ہونی نہایت قلیل ہان اس قوت سے انبیا اور اولیا سرفراز ہوا کرتے ہین اور کسب سے اُس تک پہونچنا مشکل ہے گو محنت و کسب کو کسی قدر اُسمین دخل ہے - اس باب مین قوت باطنی کا مختلف ہونا ایسا ہے جیسا اعضا مین قوت ظاہری مختلف ہوتی ہے مثلاً بعض پہلوان ہٹے کٹے تنہا ڈہائی من بوجھ اُٹھا سکتے ہین پس اگر کوئی ناتوان اور بیمار چاہے کہ بوجھ اٹھانے کی مشق کرنے سے تدریج پہلوان کا رتبہ حاصل کرلے تو ہرگز نہو گا ہان مہارت اور کوشش سے اُسکی قوت کسی قدر زیادہ ہو جائیگی گو اُسکے درجہ کو نہ پہونچے پس اگر آدمی مرتبۂ عالی پر پہونچنے سے مایوس ہو تو محنت کو ترک کرنا نہ چاہیے کہ یہ

نہایت جہالت اور کمال درجہ کی گمراہی ہی چنانچہ سلف کے اکابر کی عادت تھی کہ فتنون کے ڈر سے وطن چھوڑ دیتے تھے اور سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ یہ وقت ایسا بُرا ہی کہ اسمین گمنامون کو بھی امن کی صورت نہین مشہورون کا تو کیا ذکر ہی یہ وہ زمانہ ہی کہ آدمی ایک شہر سے دوسرے شہر مین جائے اور جس جگہ مشہور ہوجائے وہان سے دوسری جگہ چلدے - اور ابونعیم کہتے ہین کہ مین نے سفیان ثوری رح کو دیکھا توشہ دان کمر پر رکھے اور ہاتھ مین تھلیا لٹکائے جاتے ہین مین نے پوچھا کہ کہان کو فرمایا کہ مین نے سُنا ہی کہ ایک گانون مین ارزانی ہی اسلیے جاہتا ہون کہ اسمین ٹھہرون مین نے کہا کہ آپ ایسا کرتے ہین فرمایا کہ ہان جب تم سنو کہ فلان گانون مین ارزانی ہی تو اسمین جا رہو کہ اس سے تمھارا دین بھی سلامت رہیگا اور تردد بھی کمتر ہوگا غرضکہ یہ سفر نرخ کی گرانی کی وجہ سے تھا اور سری سقطی صوفین سے فرمایا کرتے کہ جب جاڑا نکل گیا تو چیت کی آمد ہوئی اور درخت برگ دار ہوئے اور نکلنے کی بہار ہوئی تو اب نکلو اور چلو پھرو - اور ابراہیم خواص کسی شہر مین ایک چلہ سے زیادہ نہ ٹھہرتے اور متوکلین مین سے تھے اسباب پر اعتماد کرکے کسی جگہ ٹھہرنے کو توکل کا مخل جانتے تھے اور اسباب پر اعتماد کرنے کے اسرار باب التوکل مین انشاءاللہ مذکور ہونگے چوتھی قسم سفر کی یہ ہی کہ ایسی چیز سے گریز کرے جو بدن مین ضرر کرے جیسے طاعون یا مال مین خلل ڈالے جیسے نرخ کی گرانی یا اور کوئی ایسی ہی منفر چیز ہو اور اس قسم کے سفر مین بھی کچھ حرج نہین بلکہ جو فائدے اس سفر پر مترتب ہوتے ہین اگر وہ واجب ہون تو بعض صورتون مین سفر بھی واجب ہوگا اور اگر وہ مستحب ہون تو سفر بھی مستحب ہوگا مگر اس سفر سے طاعون کی صورت مستثنی ہی کہ اس سے بھاگنا نہ چاہیے کیونکہ حدیث شریف مین طاعون سے بھاگنے پر نہی وارد ہی چنانچہ اسامہ بن زید رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم نے فرمایا اِنَّ هٰذَا الْوَجَعَ اَوِ السَّقَمَ رِجْزٌ عُذِّبَ بِهٖ بَعْضُ الْاُمَمِ قَبْلَكُمْ ثُمَّ بَقِيَ بَعْدُ فِي الْاَرْضِ فَيَذْهَبُ الْمَرَّةَ وَيَاْتِي الْاُخْرٰى فَمَنْ سَمِعَ بِهٖ فِي الْاَرْضِ فَلَا يَقْدَمَنَّ عَلَيْهِ وَمَنْ وَقَعَ بِاَرْضٍ وَهُوَ بِهَا فَلَا يُخْرِجَنَّهُ الْفِرَارُ مِنْهُ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی تباہی طعن اور طاعون سے ہوگی مین نے عرض کیا کہ طعن کے معنے تو ہمنے جانے مگر طاعون کیا ہی آپ نے فرمایا کہ وہ ایک گوشت مثل آونٹ کے طاعون کے جو لوگون کے پیٹ کے اسفل اور نرم حصہ مین پیدا ہوتا ہی جو مسلمان اس سے مرتا ہی وہ شہید ہی اور جو شخص طلب ثواب مین طاعون کی جگہ مقیم رہتا ہی وہ ایسا ہی کہ گویا جہاد کی تاک مین تیار بیٹھا ہی اور جو اس سے بھاگتا ہی وہ ایسا ہی کہ گویا جہاد کی صف مین سے بھاگتا ہی اور مکحول رح ام ایمن رض سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی صحابی کو

وصیت فرمائی کہ اللہ تعالی کا شریک کسی چیز کو مت کر تجکو تکلیف دیجائے یا دھمکایا جائے اور اپنے ما باپ کی اطاعت کر اور اگر تجکو یہ کہین کہ جو چیز تیری ہی سب سے دست بردار ہو تو سب سے دست بردار ہو جا نماز کو عمداً مت چھوڑ کہ جو کوئی نماز عمداً چھوڑتا ہی اللہ تعالی کا ذمہ اُس سے بری ہو جاتا ہی اور شراب سے اجتناب کر کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہی اور گناہ سے احتراز کر کہ وہ اللہ تعالی کو ناراض کرتا ہی اور صف جہاد سے مت بھاگ اور اگر لوگون مین مری پڑے اور تو اُنمین موجود ہو تو وہین ٹھہرا رہ اپنی نعمت اپنے گھر والون پر خرچ کر اور تادیب اُنکو کیا کر اور خداے تعالی سے انکو ڈرایا کر۔ غرضکہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہی کہ طاعون سے بھاگنا ممنوع ہی اور اسی طرح طاعون مین جانا بھی ممنوع ہی اور اسکا بھید باب التوکل جلد چہارم مین مذکور ہوگا۔ یہ قسمین سفر کی تھین انکے بیان سے یہ حاصل ہوا کہ سفر یا بُرا ہوتا ہی یا اچھا یا مباح اور برا سفر یا تو حرام ہوگا جیسے غلام کا بھاگنا یا ما باپ کی نافرمانی کرکے جانا یا مکروہ ہوگا جیسے طاعون والے شہر سے نکلجانا اور اچھا سفر بھی یا واجب ہوگا جیسے حج کو جانا خواہ اُس علم کی طلب مین نکلنا جو ہر مسلمان پر فرض ہی یا مستحب ہوگا جیسے علما اور اُنکے مشاہد کی زیارت اور اُنھین سببون سے نیت ظاہر ہوتی ہی کیونکہ نیت کے معنے یہی ہین کہ ابھرنا اُس سبب کے لیے جو فعل پر آمادہ کرے اور قائم ہوجانا خواہش کے کہنا ماننے کے واسطے تو چاہیے کہ آدمی کی نیت تمام سفرون مین آخرت ہی ہو اور یہ بات واجب اور مستحب مین تو ہوسکتی ہی مگر مکروہ اور ممنوع مین محال ہی باقی رہا سفر مباح تو اُسکا مآل نیت پر ہی یعنے اگر سفر سے غرض مال کی طلب ہی اسلیے کہ مثلاً سوال نہ کرنا پڑے اور اہل و عیال پر مروت کا لحاظ بنا رہے اور جو حاجت سے زائد رہے اُسکو صدقہ کر دیا کرے تو یہ مباح اس نیت کے باعث اعمال آخرت مین سے ہوجاویگا اور اگر بالفرض حج کو جاتا ہی اور نیت ریا اور شہرت ہی تو اس نیت سے یہ سفر اعمال آخرت سے نکلجائیگا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اور یہ حکم واجبات او مستحبات اور مباحات مین عام ہی ممنوعات مین نہین اسلیے کہ نیت کی تاثیر یہ نہین کہ ممنوع کو ممنوع نہ رکھے۔ بعض اکابر سلف نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالی نے مسافرون پر کچھ فرشتے معین کر دیے ہین کہ وہ اُنکے مقصدون کو دیکھتے ہین پھر ہر شخص کو اُسکی نیت کے موافق دیا جاتا ہی یعنے جسکا مقصود دُنیا ہوتی ہی اُسکو دنیا ہی ملتی ہی اور اُسکی آخرت مین سے کئی گُنا گھٹا دیا جاتا ہی اور ہمت اُسکی پریشان کر دیجاتی ہی اور حرص اور رغبت کا شغل زیادہ ہوجاتا ہی اور جسکا مقصود آخرت ہوتی ہی تو اُسکو بصیرت اور حکمت اور تیزی طبع عنایت ہوتی ہی اور بقدر نیت تذکرہ اور عبرت کا باب کھول دیا جاتا ہی اور اُسکی ہمت مجتمع کر دیجاتی ہی اور فرشتے اُسکے حق مین

دعا اور استغفار کرتے ہین - اب یہ بحث کہ سفر بہتر ہے یا اقامت تو یہ ایسی ہے جیسے یون کہنا کہ عزلت افضل ہے یا اختلاط اور اسکا طریق باب عزلت مین ہم لکہ آئے ہین اس بحث کو وہان سے سمجھ لینا چاہیے کیونکہ سفر بھی ایک قسم کا اختلاط ہے اتنی بات زیادتی ہے کہ اس مین مشقت زیادہ اور تفرق ہمت اور پریشانی دل اکثرون کے حق مین ہوتی ہے اور افضل اس بات مین وہ ہے جس سے دین پر مدد زیادہ ہو اور دین کا ثمرہ کامل دنیا مین اللہ تعالی کی معرفت کا حاصل ہونا اور اسکے ذکر سے انس کا پایا جانا ہے اور انس ذکر دائمی سے اور معرفت ہمیشہ کی فکر سے حاصل ہوتی ہے اور جو شخص کہ ذکر اور فکر کا طریق نہ سیکھ چکا ہوگا اس سے یہ دونون نہ ہو سکینگے اور سیکھنے کے لیے ابتدا مین سفر اعانت کرتا ہے اور انجام کو علم کی بموجب عمل کرنے سے کے اقامت مدد کرتی ہے اور ملکون مین ہمیشہ سیاحی کرنی دل کو پریشان کرتی ہے اسپر بجز قوی شخصون کے اور قادر نہین ہو سکتا کیونکہ سفر مین جان اور مال دونون کا خطرہ ہے خدا ہی بچاوے تو بچیے پس مسافر کو کبھی تو اپنی جان و مال کا فکر ہوتا ہے اور کبھی اپنی مالوف اور معتاد چیزون کے جدا ہو جانے کا خیال ہوتا ہے کہ اقامت مین یہ بات نصیب تھی اس وقت نہین اور اگر اسکے پاس مال نہین ہوتا جسکا خوف ہو تو لوگون کی طرف طمع کرنے سے خالی نہین رہتا کبھی مفلسی کے باعث دل ضعیف ہو جاتا ہے اور کبھی اسباب طمع کے قوی ہونے سے دل قوی رہتا ہے پھر روز روز کے کوچ مقام کا تردد ایسا ہے کہ یہ سب حالات کو ابتر کر دیتا ہے تو سالک آخرت کو بجز طلب علم یا زیارت کسی بزرگ مقتدا کے جسکے دیکھنے سے رغبت اسکی سیرت اور خیر کی حاصل ہو سفر کرنا نہ چاہیے پھر اگر قوی النفس اور واقف کار ہو اور فکر کا طریق یا عمل کا راستہ اسکے لیے کھلا ہو تو اسکے لیے ٹھہرنا ہی بہتر ہے مگر اس زمانہ کے اکثر صوفیون کے باطن چونکہ لطائف افکار اور دقائق اعمال سے خالی ہین اور خلوت مین انکو اللہ تعالی سے انس اور اسکے ذکر سے الفت نہین حاصل ہوتی اور وہ ذاکر شاغل ہونے کی جگہ باطل و کاہل ہو رہے ہین اسلیے انکو کاہلی کی عادت ہو گئی ہے عمل کو دشوار اور طریق کسب کو مشکل سمجھ لیا ہے سوال اور گداگری سہل جان لی ہے یہ اچھا سمجھتے ہین کہ شہرون مین جو رباطین صوفیون کے لیے بنی ہین انمین جا رہین اور وہان کے خادم جو اہل دل کی خدمت پر معین ہین انسے اپنی خدمت لین ان لوگون نے اپنی عقل اور دین دونون کو حقیر کر دیا اسوجہ سے کہ انکا مقصود خدمت سے بجز ریا و شہرت اور آوازہ پھیلنے اور بھیک سے مال جمع کرنے کے اور کچھ نہین اور سوال کا بہانہ یہ کرتے ہین کہ راہ خدا سیکھنے والے بہت جمع ہین ایسے شخصون سے خانقاہون مین کیا تماشہ ہوگی اور مریدون کی تادیب کیا نافع ہوگی کہ کوئی انکا ملنا زبردست نہین گدڑیان پہنکر

خانقاہوں کو سیرگاہ بنالیا ہے اور کسی قدر الفاظ چکنی تر کی طرح کے سیکھ لیے ہین اپنے آپ کو لباس اور سفر اور بول چال اور آداب ظاہری مین اصلی صوفیون کے مشابہ دیکھ کر ہر بات کا اچھا ہی سمجھتے ہین اور اپنے نفس کو بہتر گمان کرتے ہین اور یہ وہم کرتے ہین کہ ظاہر کے امور مین شریک ہونے سے ضرور ہے کہ حقائق مین بھی شرکت ہو اور یہ بات کہان ہو سکتی ہے ؎

ہوتے سیرت سے ہین مردان خدا اور ممتاز	ورنہ صورت مین تو کچھ کم نہین شہباز سے چیل

جو شخص فریبی اور وہم مین پڑا ہو اس سے زیادہ یہ احمق اور بیوقوف ہوگا تو اسطرح کے صوفی اللہ تعالی کے نزدیک بُرے ہین کیونکہ اللہ تعالی جوان شخص بیکار کو نا پسند رکھتا ہے اور ان حضرات کو جو سفر پر آمادہ کیا ہے تو جوانی اور بیکاری ہی نے کیا ہے ہان جو کوئی حج یا عمرہ کے لیے بدون ریا اور شہرت کے یا کسی بزرگ مقتدا کی زیارت کے واسطے سفر کرے تو وہ البتہ آفرین کے قابل ہے مگر اس زمانہ مین شہر ایسے لوگون سے خالی ہو گئے اور امور دینی سب کے سب ضعیف اور خراب ہو گئے ہین مگر تصوف تو بالکل ہی نیست و نابود ہو گیا ہے اسلیے کہ اور علوم ابھی تک موجود ہین گو عالم بگڑ گئے ہین مگر عالم کا بگڑنا اسکی سیرت کا فساد ہے نہ علم کی خرابی تو ہو سکتا ہے کہ عالم بے عمل کا علم بنا رہے کہ عمل اور چیز ہے اور علم دوسری چیز لیکن تصوف اسکا نام ہے کہ اللہ تعالی کے واسطے دل کا مجرد ہونا اور اسکے سوا دوسری چیزون کو حقیر جاننا اور یہ باب دل اور اعضا کے عمل سے متعلق ہے تو جس صورت مین عمل خراب ہوگا اصل ہی مفقود ہو جائیگی فقہا کو ان صوفیون کے سفر کرنے مین تامل ہے اس وجہ سے کہ بیفائدہ نفس کو مشقت مین ڈالنا ہے اور کہتے ہین کہ نفس کو بلا وجہ مشقت مین ڈالنا ممنوع ہے تو اس بنا پر انکا سفر بھی ممنوع ہوا لیکن ہمارے نزدیک صواب یہ ہے کہ اس سفر کو انکے حق مین مباح کہا جائے کیونکہ غایت انکی اس سفر سے یہی ہے کہ مختلف شہرون کی سیر کرکے محنت بطالت سے آسایش پاوین اور یہ علت ذاتی اگرچہ خسیس اور حقیر ہے لیکن انکے نفوس بھی اسی قسم کے ہین تو گویا انکی مثال اس سفر مین ایسی ہوئی ؎

گر آب چاہ نصرانی نہ پاک ست	یہودی مردہ بشوید چہ باک ست

اور فتوی اس بات کا مقتضی ہے کہ عوام کو جن مباحات مین نہ نفع ہو نہ نقصان مطلق العنان کر دینا جائز ہے اور جو لوگ بدون کسی غرض دینی کے دنیا مین صرف سیر کی نیت سے سیاحی کرتے ہین وہ ایسے ہی ہین جیسے جنگل مین بہائم پھرتے ہین تو انکی سیاحی کا کچھ مضائقہ نہین جبتک کہ لوگون کو ایذا نہ دین اور اپنے حال سے مخلوق کو مغالطہ نہ دین اس صورت مین ان صوفیون کی خطا یہی ہے کہ مغالطہ دیتے ہین اور تصوف کے نام سے مانگتے ہین اور جو اوقاف کہ صوفیون کے لیے ہین انمین سے کھاتے ہین

حالانکہ صوفی اُسکو کہتے ہین جو مرد نیکبخت اور دین مین عادل ہو اور سوا نیکبختی کے اور صفات بھی رکھتا ہو تو یہ ظاہر ہے کہ صوفی اصل صوفی نہین ہو سکتے اسلیے کہ ان لوگون کی ادنی صفت یہ ہے کہ بادشاہون کا مال کھاتے ہین اور مال حرام کا کھانا گناہ کبیرہ ہے تو کبیرہ کے ارتکاب کے ساتھ عدالت اور نیکبختی دونون نہین رہتین اور اگر کوئی صوفی فاسق بھی ہو سکتا ہو تو چاہیے کہ کافر بھی ہو سکتا ہو اور کوئی دمقیہ یہودی بھی ہو تو جیسے فقیہ ایک مسلمان خاص کا نام ہے ویسے ہی صوفی بھی ایک عادل خاص کا نام ہے جو دین مین اُسی قدر پر اکتفا نہ کرے جس سے عدالت حاصل ہو۔ اور اسی طرح جو شخص ان لوگون کے ظاہر کو دیکھے اور باطن کو نجانے اور اُنکو اپنے مال مین سے بطور تقرب الی اللہ کچھ دیوے تو اُنکو اُس مال کا لینا حرام ہے اور اُسکا کھانا جائز نہین یعنے جس صورت مین دینے والا ایسا ہو کہ اگر اُنکے باطن کا حال معلوم کر جائے تو اُنکو کچھ نہ دے تو ایسے شخص سے تصوف کا اظہار کر کے لینا اور واقع مین حقیقت تصوف سے بے بہرہ ہونا ایسا ہے جیسے کوئی اپنے آپ کو سید کہکر لیوے تو جو شخص اپنے سید ہونے کا مدعی ہو اور واقع مین جھوٹا ہو تو اُسکو اگر کوئی مسلمان باقتضاے محبت اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ دیوے اور اگر جان لیوے کہ مدعی جھوٹا ہے تو کچھ نہ دے تو اُس مال کا اُسکو لینا حرام ہے اور یہی حال صوفی کا ہے اور یہین وجہ احتیاط کرنے والون نے دین کے بدلے مین مال کھانے سے احتراز کیا ہے یعنے جو شخص اپنے دین کے باب مین بہت احتیاط کرتا ہے اُسکے باطن مین بھی کسی قدر عیوب ایسے ہوا کرتے ہین کہ اگر وہ ظاہر ہو جائین تو جو لوگ اُسکے ساتھ رعایت کی رغبت رکھتے ہین وہ رعایت مین کوتاہی کرنے لگین تو ایسی صورت مین اُسکا لینا ویسا ہی ٹھہریگا جیسا جھوٹے صوفی اور سید کا تھا تو اسی خیال سے احتیاط والے کوئی چیز اپنے لیے آپ خرید نہ کرتے تھے اس خوف سے کہ کہین ظاہر کی نیکبختی کو دیکھکر بائع کچھ رعایت نہ کرے اور دین کے عوض کھانا نصیب نہ ہو بس اس نظر سے دوسرے شخص کو خریدنے کا وکیل کر دیتے تھے اور وکیل سے شرط کر لیتے کہ بائع سے نہ کہیو کہ مشتری کون ہے ہان دینداری کے لیے جو مال ملتا ہے اُسکا لینا اُسوقت حلال ہے کہ اگر دینے والے کو لینے والے کے باطن کا حال کما حقہ معلوم ہو تب بھی اپنے سلوک مین سر مو فرق نہ کرے اور عاقل منصف جانتا ہے کہ یہ امر محال خواہ کمیاب ہے اور جو شخص جاہل اور اپنے نفس کے مغالطہ مین پڑا ہوا ہے اُسکو معاملہ دین سے ناواقف رہنا زیبا ہے کیونکہ اُسکے بدن سے زیادہ تر نزدیک اُسکا دل ہے جب دل ہی کا حال اُسپر مشتبہ ہے تو غیر کا حال کیسے ظاہر ہو جائیگا اور جو شخص اس حقیقت کو پہچانتا ہے اُسکو بالضرور لازم ہے کہ اپنی کمائی سے اپنی قوت کرے تاکہ اس آفت سے مامون ہو جائے یا ایسے شخص کا مال کھائے جسکو قطعاً جانتا ہو کہ اگر میرے عیوب پنہانی اُسپر آشکار ہونگے

تب بھی یہ سلوک سے باز نہ رہیگا اور بدستور مواسات جاری رکھیگا اگر طالب حلال اور طریق آخرت کے سالک کو مجبوری غیر سے مال لینا ہی پڑے تو چاہیے کہ دینے والے سے صاف صاف کہدے کہ اگر تم مجکو اس اعتقاد سے دیتے ہو کہ مین دیندار ہون تو مین اس مال کا مستحق نہین اگر اللہ تعالی میرا پردہ فاش کردے تو تم مجکو توقیر کی نگاہ سے نہ دیکھوگے بلکہ اعتقاد کروگے کہ سب مین برا مین ہون پھر اگر باوجود اس تصریح کے بھی وہ دیوے تو لے لیوے اسلیے کہ بعض اوقات دینے والے کو اسکی یہی خصلت اچھی معلوم ہوگی کہ اپنے دین کی سستی کا اقرار کردیا اور کہدیا کہ مین اس مال کا مستحق نہین مگر یہان نفس کا ایک فریب بھی ہے اس سے بھی ہوشیار رہنا چاہیے وہ یہ ہے کہ کبھی اسطرح پر اقرار کرنا اسلیے ہوتا ہے کہ دوسرے لوگ اپنے آپ کو نیک بختون کے مشابہ سمجھین یعنے صلحا کا دستور ہے کہ اپنے آپ کو برا کہا کرتے مین اور اپنے نفسون کو حقیر جانتے ہین اور انکو بچشم حقارت دیکھتے ہین تو اس صورت مین ظاہر کلام تو حقارت پر مشتمل ہوگی اور باطن اور روح کلام مدح و ثنا ٹھہریگی کیونکہ اکثر لوگ اپنے نفس کو برا کہتے ہین مگر واقع مین اسی مذہب سے گویا تعریف کرتے ہوتے ہین اس نظر سے نفس کو خلوت ہی مین برا کہنا اچھا ہے اور مجمع مین تو عین ریا ہے ہان اگر طرز بیان اسطرح ہو کہ سننے والا قطعاً جان لے کہ یہ شخص اپنے گناہون کا مقر اور خطاؤن کا معترف ہے تو البتہ اس مکر سے محفوظ ہوسکتا ہے اور جو شخص اپنے اور خداے تعالی کے درمیانی معاملہ مین سچا ہے وہ جانتا ہے کہ خداے تعالی کو یا اپنے نفس کو فریب دینا محال ہے تو اسکو ایسی باتون سے احتراز کرنا کچھ دشوار نہین سفر کے اقسام اور مسافر کی نیت او فضیلت سفر کی بحث یہانتک ہوچکی اب

دوسرا بیان شروع کرتے ہین

دوسرا بیان مسافر کے آداب مین شروع ارادہ سفر سے گھر کو واپس آنے تک اور وہ کل گیارہ آداب ہین - پہلا ادب یہ ہے کہ سفر کے ارادہ کرنے کے وقت پیشتر جنکے حقوق دبا لیے ہون انکے حوالہ کرے اور قرضخواہون کا قرض بیباق کرے اور جن لوگون کو خرچ دینا اپنے ذمہ ہو اسکی فکر کرے اور اگر کسی کی امانت اپنے پاس ہو وہ مالک کے پاس پہونچائے اور زادراہ بجز مال حلال اور طیب کے اور مال نہ لے اور اتنا زادراہ لے کہ اسمین سے رفیقون کے دینے کی بھی گنجایش ہو حضرت ابن عمر رض نے فرمایا ہے کہ آدمی کا کرم ایک یہ ہے کہ زاد سفر طیب ہو - اور سفر مین اچھی طرح بولنا اور کھانا کھلانا اور مکارم اخلاق کو ظاہر کرنا ضرور ہے اسلیے کہ سفر باطن کی پوشیدہ باتین ظاہر کرتا ہے اور جو شخص سفر مین ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہے وہ حضر مین ساتھ رہنے کی لیاقت رکھتا ہے مگر بعض شخص حضر کی صحبت کے تو قابل ہوتے ہین اور سفر کی صحبت کے قابل نہین ہوتے اور اسی لیے کہتے ہین کہ جب کسی شخص کی تعریف اسکے ساتھ حضر مین معاملہ کرنے والے

اور سفر میں کے رفیق دونون فرماتے ہین تو اسکی نیک بختی مین کچھ شک مت کرو اور سفر تکالیف کے
اسباب مین سے ہی تو جو شخص تکلیف مین خوش خلق رہے تو واقع مین خوش خلق وہی ہی ورنہ جب
ہر ایک کام غرض کے موافق خاطر خواہ ہوتا جاے تو ایسی صورت مین کج خلقی بہت کم ہوتی ہی اور
مشہور ہی کہ تین شخصون کو بیقراری پر ملامت نہین ہوتی ایک روزہ دار دوم بیمار سوم مسافر اور
مسافر کا حسن خلق اسوقت کامل ہوتا ہی کہ کرایہ والے سے سلوک کرے اور رفیقون کے امور ممکنہ
سے اعانت کرے اور اگر کوئی علیحدہ رہگیا ہو تو اسکی دلجوئی کرے یعنے بدن اسکی اعانت کیلیے آگے
نہ بڑھے سواری یا زاد جسکی اسکو حاجت ہو اگر بن سکے تو دریغ نہ کرے اور اعلی یہ ہی کہ اسکی خاطر ٹھہر جاے
اور رفیقون کیساتھ حسن خلق کا کمال یہ بھی ہی کہ بعض اوقات ہنسی اور دل لگی جسمین فحش اور گناہ نہو
کرتا رہے تا کہ تکلیف سفر اور شداید راہ کا غم غلط ہو - دوسرا ادب یہ ہی کہ رفیق سفر کے لیے تجویز کرے تنہا
سفر نکرے کہ اول رفیق پھر طریق مشہور ہی اور رفیق ایسا ہونا چاہیے جو دین پر مددگار ہو یعنے اگر یہ
بھولے تو وہ یاد دلاے اور یہ یاد کرے تو اسکا ساتھ دے اور مین ہی کہ آدمی اپنے خلیل کے دین پر ہوتا ہی
اور مرد بدون اپنے رفیق کے پہچانا نہین جاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہی
اور فرمایا کہ تین شخص جماعت ہین اور فرمایا کہ سفر مین جب تم تین ہو جاو تو ایک کو اپنا حاکم کر لو اور
اکابر بے تکلف ایسا ہی کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ وہ امیر ہی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کیا ہی
اور چاہیے کہ ایسے شخص کو امیر کرین جو اخلاق مین سب سے اچھا اور ساتھیون کے ساتھ زیادہ نرم اور اپنے
اوپر غیر کو ترجیح دینے اور طلب موافقت مین جلد باز ہو اور امیر کی ضرورت اسلیے ہی کہ منزلون اور راہون
اور سفر کی مصلحتون کے تعیین مین راین مختلف ہوتی ہین تو اگر ایک کی راے پر مدار رہیگا تو انتظام
درست رہیگا ورنہ شرکت کی ہنڈیا چوراہے مین مشہور ہی دنیا کا انتظام بھی اسی لیے بنا ہوا ہی کہ سب کا
مدبر ایک ہی اگر بہت سے معبود ہوتے تو خرابی پڑتی جیسے اللہ تعالی فرماتا ہی لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ
إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا اور یہ قاعدہ سفر و حضر سب مین ہی کہ ایک کی راے پر کام ہو تو درست رہتا ہی
اور بہتون کی راے پر خراب ہوتا ہی مگر حضر کے مقامات مین تو کوئی امیر معلوم ہوتا ہی جیسے شہر کا حاکم
یا امیر خاص ہوتا ہی جیسے مکان کا مالک لیکن سفر مین بدون مقرر کرنے کے کوئی معین نہین ہوتا اسلیے
امیر کرنا ضرور ہوتا کہ مختلف راین جمع ہو جائین پھر امیر پر لازم ہی کہ وہ تدبیر سوچے جسمین قوم
کی بہتری ہو اور اپنے آپ کو انکی سپر کرے جیسے عبد اللہ مروزی سے منقول ہی کہ ابو علی رباطی نے
سفر مین انکی ہمراہی چاہی انھون نے کہا کہ اس شرط پر منظور ہی کہ یا تم حاکم ہو یا مین ابو علی نے کہا

ح ... ابن مسعود ۱۲ ... ان دونون مین ... ہوسکے ۱۲

کہ حاکم آپ ہی ہین پس سارے سفر مین اپنا اور ابو علی کا زاد اپنی کمر پر رکھتے اور ایک رات جو مینہ برسا تو تمام رات رفیق کے سر پر چادر لیے کھڑے رہے کہ مینہ مین نہ بھیگے اور جب ابو علی اُن سے کہتے کہ خدا کو مان کے ایسا مت کرو تو جواب دیتے کہ اپنے قول سے مت پھرو تم کہہ چکے ہو کہ حاکم مین ہون جو میرا دل چاہیگا کرونگا تم کو میری اطاعت چاہیے ابو علی دل مین کہتے تھے کہ مین نے کیا غضب کیا کہ اُنکو حاکم کہدیا اس سے تو مین مر جاتا تو خوب ہوتا کہ میرے واسطے اتنی تکلیف اُٹھاتے ہین حاصل یہ کہ سفر کا امیر ایسا ہونا چاہیے اور ایک حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہتر ساتھی چار ہین اس حدیث مین جو سب اعداد مین سے چار کو خاص کیا تو اسمین کوئی فائدہ ضرور ہوگا ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسافر کے لیے دو کام ضروری ہین ایک تو حفاظت اسباب کی دوم حاجات کے لیے آنا جانا تو اگر تین رفیق ہون اور انمین سے دو حفاظت کرین اور ایک حاجات کے لیے جاوے تو وہ اکیلا گھبرائیگا کہ رفیق کی دل لگی نہ رہی اور اگر دو جائینگے تو حفاظت پر ایک رہجائیگا او تنگدل ہوگا اور دونون صورتین خطرہ سے بھی خالی نہین تو اس سے معلوم ہوا کہ چار سے کمتر مین کام نہین نکلتا چار ہون تو دو سودا سلف لائین اور دو حفاظت اسباب کرین اور چار سے زائد اگر ہونگے تو انمین سلسلہ رفاقت خوب نہوگا اسلیے کہ پانچوان زائد از حاجت ہی اسی لحاظ سے جسکو اُسکی حاجت نہوگی وہ کیسے اُسکی طرف متوجہ ہوگا اور شرط رفاقت بجا لائیگا ہان رفیقون کی کثرت سے یہ فائدہ ہی کہ خوف کی جگہون سے مامون رہتے ہین اور حدیث مین جو ذکور ہی وہ عدد رفاقت خاصہ کے لیے ہی نہ رفاقت عامہ کے واسطے اور کثرت رفیقون کی صورت مین اکثر ایسا بھی ہوتا ہی کہ تمام رستہ مین ایک کو دوسرے سے بولنے کی نوبت نہین بھی آتی کیونکہ کچھ کام ہو تو کلام بھی ہو تیسرا ادب یہ ہی کہ سفر کے رفیقون اور گھر والون کو رخصت کرے اور چلتے وقت وہ دعا مانگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہی یعنے أَسْتَوْدِعُ اللهَ دِيْنَكَ وَأَمَانَتَكَ وَخَوَاتِيْمَ عَمَلِكَ بعض تابعی فرماتے ہین کہ مین حضرت ابن عمر رض کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ تک رہا جب مین نے آپ سے جدا ہونا چاہا تو آپ چند قدم میرے ہمراہ ہوئے اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ لقمان کا قول ہی کہ اللہ تعالی کو اگر کوئی چیز سپرد کیجاتی ہے تو وہ اسکی حفاظت فرماتا ہی اور مین اللہ تعالی کو تیرا دین اور گھر بار اور اواخر اعمال سپرد کرتا ہون ١ور زید بن ارقم سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی تممین سے سفر کیا چاہے تو اپنے بھائیون سے رخصت ہولے کہ اللہ تعالی انکی دعا سے اُسکے حق مین برکت کرتا ہی ١ور عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادے سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص کو رخصت کیا کرتے تھے تو یون فرماتے

رواہ ابو داود ترمذی حاکم

زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ لِلْخَيْرِ حَيْثُ تَوَجَّهْتَ ۔ یہ دعا مقیم کی ہی مسافر کے لیے
اور موسیٰ بن وردان کہتے ہیں کہ میں نے ایک سفر کا ارادہ کیا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رخصت
ہونے گیا آپ نے فرمایا کہ بھتیجے میں تجکو وہ چیز سکھاتا ہوں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو رخصت
ہونے کے وقت کے لیے سکھائی ہی میں نے کہا بہتر آپ نے فرمایا کہ اسطرح کہو اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ الَّذِي
لَا تَضِيعُ وَدَائِعُهُ اور حضرت انس بن مالک رضہ سے مروی ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں سفر کیا چاہتا ہوں مجکو کچھ وصیت فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا فِي حِفْظِ اللّٰهِ
وَفِي كَنَفِهِ زَوَّدَكَ اللّٰهُ التَّقْوٰى وَغَفَرَ ذَنْبَكَ وَوَجَّهَكَ لِلْخَيْرِ حَيْثُ كُنْتَ يا اَيْنَمَا كُنْتَ فرمایا اور چاہیے
کہ جب اپنے پس ماندوں کو سپرد بخدا کرے تو سب کو سپرد کرے کسی کی تخصیص نہ کرے چنانچہ مروی ہی
کہ حضرت عمر رضہ لوگوں کو مال مرحمت فرماتے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اپنے بیٹے کو لیکر آیا آپ نے اُس سے
فرمایا کہ جتنا یہ لڑکا تیرے مشابہ ہی میں نے کسی کو اتنا دوسرے کا ہمشکل نہیں دیکھا اُسنے عرض کیا
کہ میں اسکا حال آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ جسوقت یہ حمل میں تھا میں نے سفر کرنا چاہا
اُسکی ماں نے کہا کہ تم باہر جاتے ہو اور مجکو اس حال پر چھوڑتے ہو میں نے کہا کہ جو کچھ تیرے پیٹ میں ہی
اُسکو میں خدائے تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں یہ کہکر میں چلا گیا پھر جو میں سفر سے آیا تو اسکی ماں مر چکی تھی
ہم بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے کہ اُسکی قبر پر آگ کی سی روشنی معلوم ہوئی میں نے لوگوں سے پوچھا کہ
یہ آگ کہاں جلتی ہی انھوں نے کہا کہ فلاں عورت کی قبر میں سے نمودار ہی اور ہم ہر شب ایسا ہی دیکھتے ہیں
میں نے کہا کہ بخدا وہ تو دن کو روزہ رکھتی تھی اور رات کو عبادت کیا کرتی تھی یہ کیا بات ہی اسکو دیکھنا چاہیے
میں نے ایک پھاوڑا لیکر قبر کی راہ لی لوگ بھی ہمراہ گئے اور اُسکی قبر کو کھودا دیکھا تو ایک چراغ جلتا ہی اور یہ
لڑکا ہاتھ پانوں چلا رہا ہی اُسوقت آواز آئی کہ یہ تیری ودیعت ہی اور اگر تو اُسکی ماں کو بھی سپرد کر دیتا تو
وہ بھی تجکو ملتی حضرت عمر رضہ نے فرمایا کہ جتنا کوا دوسرے کوے کے ہمشکل ہوتا ہی یہ اُس سے بھی
زیادہ تجھسے ملتا ہی چوتھا ادب یہ ہی کہ سفر سے پہلے نماز استخارہ پڑھے جسطرح کہ باب الصلوٰۃ میں اُسکی
ترکیب ہمنے لکھی ہی اور چلنے کے وقت سفر کی چار رکعتیں پڑھے چنانچہ انس بن مالک رضہ سے مروی ہی
کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میں نے ایک سفر کی منت
مانی ہی اور وصیت لکھ رکھی ہی تو تین شخصوں میں سے کسکو وہ وصیت سپرد کروں اپنے باپ کو
دوں یا بیٹے کو یا بھائی کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی نائب جو آدمی اپنے پیچھے
گھر پر چھوڑے اس سے بہتر نہیں کہ جب سفر کے کپڑے اپنی کمر سے لگائے تو چار رکعتیں اپنے گھر میں

پڑھے اور ہر ایک میں سورۂ فاتحہ اور اخلاص پڑھے پھر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَقَرَّبُ بِھِنَّ اِلَیْکَ فَاخْلُفْنِیْ بِھِنَّ فِیْ اَھْلِیْ وَمَالِیْ تو یہ رکعتیں اُسکے اہل اور مال میں نائب اور اُسکے مکان کے گرد محافظ رہنگی جبتک کہ وہ شخص اپنے گھر کو واپس آوے پانچواں ادب یہ ہے کہ جب مکان کے دروازہ پر پہونچے تو یون کہے بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ رَبِّ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضَلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزَلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْھَلَ اَوْ یُجْھَلَ عَلَیَّ اور جب دروازہ سے نکل کر چلے تو کہے اَللّٰھُمَّ بِکَ انْتَشَرْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَبِکَ اعْتَصَمْتُ وَاِلَیْکَ تَوَجَّھْتُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ وَاَنْتَ رَجَائِیْ فَاکْفِنِیْ مَا اَھَمَّنِیْ وَمَا لَا اَھْتَمُّ بِہٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّیْ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ لَا اِلٰہَ غَیْرُکَ اَللّٰھُمَّ زَوِّدْنِی التَّقْوٰی وَاغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَوَجِّھْنِیْ لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّھْتُ اور اس دعا کو ہر منزل سے کوچ کرتے وقت بھی پڑھ لیا کرے اور جب سواری پر سوار ہو تو کہے بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَہٗ مُقْرِنِیْنَ وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ اور جب سواری اُسکے نیچے ویسے ہی یعنی سواری پر اچھی طرح جم جائے تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَامِلُ عَلَی الظَّھْرِ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ عَلَی الْاُمُوْرِ چھٹا ادب یہ ہے کہ منزلوں پر سے تڑکے کوچ کرے حضرت جابر رضہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پنجشنبہ کو بارادہ تبوک کوچ بہت تڑکے سے فرمایا اور یہ ارشاد کیا اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِاُمَّتِیْ فِیْ بُکُوْرِھَا یعنے خدایا میری اُمت کے لیے تڑکے چلنے میں برکت کر اور مستحب ہے کہ ابتداء سفر پنجشنبہ کو کرے کہ عبد اللہ بن کعب بن مالک اپنے باپ سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کم دستور تھا کہ سفر کو سوا ے پنجشنبہ کے رخصت فرمائیں اور حضرت انس رضہ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری اُمت کیلیے شنبہ کے روز کے تڑکے چلنے میں برکت کر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور مبارک تھا کہ جب کوئی لشکر روانہ فرمایا کرتے تھے تو صبح کے وقت روانہ فرماتے تھے اور حضرت ابو ہریرہ رضہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الٰہی میری اُمت کو پنجشنبہ کے تڑکے اُٹھنے میں برکت کر اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ جب تمکو کسی شخص سے کچھ کام ہو تو اُسکو دن میں تڑکے جا کر پورا کرو رات میں اُسکی تلاش مت کرو کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے الٰہی میری اُمت کے تڑکے اُٹھنے میں برکت دے اور چاہیے کہ جمعہ کے روز فجر ہونے کے بعد سفر نہ کرے اور نہ گناہگار رہوگا جمعہ کے ترک کرنے سے کیونکہ تمام روز منسوب بجمعہ ہے تو شروع کا حصہ بھی جمعہ کے واجب ہونے کا ایک سبب ہے اور رخصت

کے لیے مسافر کے ہمراہ چلنا مستحب بلکہ سنت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ خدا کی راہ مین
جہاد کرنے والے کے ساتھ مجکو چلنا او صبح یا شام کو اُسکی سواری کے گرد ہونا دنیا وما فیہا سے میرے
نزدیک اچھا ہی۔ **ساتوان ادب** یہ ہی کہ جبتک آفتاب خوب گرم نہولے تب تک منزل نہ کرے
کہ یہ امر سنت ہی اور اکثر راستہ رات کو قطع کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اندہیرے مین
چلا کرو کیونکہ مسافت رات کو اسقدر طے ہوتی ہی کہ دن کو اتنی نہین ہوتی۔ اور جب منزل معلوم
ہونے لگے تو کہے اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرَضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ
وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّيَاحِ وَمَا ذَرَيْنَ وَرَبَّ الْبِحَارِ وَمَا جَرَيْنَ اَسْاَلُكَ خَيْرَ هٰذَا الْمَنْزِلِ وَخَيْرَ اَهْلِهٖ
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْمَنْزِلِ وَشَرِّ مَا فِيْهِ اِصْرِفْ عَنِّيْ
شَرَّ اَشْرَارِهِمْ اور جب منزل پر اترے تو دوگانہ پڑھ کر یون کہے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ
التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اور جب رات ہوجائے تو یہ
دعا پڑھے يَا اَرْضُ رَبِّيْ وَرَبُّكِ اللّٰهُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّكِ وَشَرِّ مَا فِيْكِ وَشَرِّ مَا دَبَّ عَلَيْكِ
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ كُلِّ اَسَدٍ وَاَسْوَدٍ وَحَيَّةٍ وَعَقْرَبٍ وَمِنْ شَرِّ سَاكِنِي الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ وَلَهٗ
مَا سَكَنَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اور جب راہ مین کسی بلند زمین پر چڑھے تو یون کہنا چاہیے
اَللّٰهُمَّ لَكَ الشَّرَفُ عَلٰى كُلِّ شَرَفٍ وَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰى كُلِّ حَالٍ اور جب اُنچائی پر سے اترے
تو سُبْحَانَ اللّٰهِ کہے اور جسوقت سفر مین وحشت سے ڈرے تو یہ کہے سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ
رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوْحِ جَلَّلْتَ السَّمٰوَاتِ بِالْعِزَّةِ وَالْجَبَرُوْتِ **آٹھوان ادب** یہ ہی
کہ دن کو اس بات کی احتیاط رکھے کہ قافلہ سے علیحدہ نہ چلے اسلیے کہ عجب نہین کہ ناگہانی مارا جائے
یا جدا رہجائے اور رات کو سونے کے وقت چوکنا رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا
کہ جب ابتداء شب مین سفر مین سوتے تو دست مبارک کو بچھا لیتے اور اگر آخر شب مین سوتے
تو ہاتھ کسی قدر کھڑا کر لیتے اور سر مبارک ہتھیلی پر رکھتے اور اس سے غرض یہ تہی کہ گہری نیند نہ آوے
اور ایسا نہو کہ سوتے رہین اور آفتاب بیخبری مین نکل آئے اور جو بات کہ سفر سے مطلوب ہی
اُس سے بہتر چیز یعنے نماز قضا ہو جائے۔ اور رات کو یہ مستحب ہی کہ سب رفیق ملکر چوکی دینے
کی باری مقرر کرلین اور ایک سوجائے تو دوسرا جاگتا رہے کہ یہ طریق مسنون ہی
اور جب رات یا دن کو کوئی دشمن خواہ درندہ چیرہ آئے تو آیۃ الکرسی اور شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ
لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ آخر تک اور سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھنی چاہیے

بِسْمِ اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ حَسْبِیَ اللّٰهُ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا يَاْتِیْ بِالْخَيْرَاتِ
اِلَّا اللّٰهُ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰهُ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَكَفٰى سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا لَيْسَ وَرَآءَ اللّٰهِ الْمُنْتَهٰى
وَلَا دُوْنَ اللّٰهِ مَلْجَاءٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِيْزٌ تَحَصَّنْتُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ
وَاسْتَعَنْتُ بِالْحَیِّ الَّذِیْ لَا يَمُوْتُ اَللّٰهُمَّ احْرُسْنَا بِعَيْنِكَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاكْنُفْنَا بِرُكْنِكَ الَّذِیْ لَا يُرَامُ
اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنَا بِقُدْرَتِكَ عَلَيْنَا فَلَا نَهْلِكُ وَاَنْتَ ثِقَتُنَا وَرَجَآؤُنَا اَللّٰهُمَّ اعْطِفْ
عَلَيْنَا قُلُوْبَ عِبَادِكَ وَاِمَائِكَ بِرَاْفَةٍ وَرَحْمَةٍ اِنَّكَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

نواں ادب یہ ہے کہ اگر سوار ہو تو سواری کے جانور پر نرمی کرے یعنے اُسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادے اور نہ منھ پر مارے کہ یہ امر ممنوع ہے اور سواری پر نہ سووے کہ سونے سے آدمی بھاری پڑ جاتا ہے اور جانور کو اُس سے ایذا ہوتی ہے اہل ورع سواری کے جانور پر ہرگز نہ سوتے تھے بجز اسکے کہ اونگھ جائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنی سواری کی پشت کو چوکیاں مت بناؤ۔ اور مستحب ہے کہ سواری سے صبح و شام اُتر کر اُسکو آرام دیدیا کرے کہ مسنون ہے اور اُسمیں سلف سے آثار بھی ہیں بعض اکابر کا دستور تھا کہ کرایہ میں یہ شرط کر لیتے کہ ہم سواری پر سے نہ اُتر ینگے اور کرایہ پورا دیتے مگر پھر اُتر لیا کرتے تھے اُس سے اُنکی غرض یہ تھی کہ یہ امر صرف جانور پر احسان ہو تاکہ ہمارے حسنات کے پلہ میں رہے مالک کے پلہ میں نہ جائے اور جو شخص چوپایہ کو مارنے سے خواہ طاقت سے زیادہ لادنے سے ایذا دیتا ہے قیامت کو اس سے مطالبہ کیا جاویگا جیسے اُسکی خدمت میں ثواب پاتا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے فِیْ كُلِّ كَبِدٍ حَرّٰی اَجْرٌ یعنے ہر جگر والے پیاسے کے پانی پلانے میں ثواب ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کا ایک اونٹ مر گیا تو اُس سے فرمایا کہ اے شتر اپنے پروردگار کے سامنے مجھ سے خصومت نہ کرنا کہ میں تجھپر طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادتا تھا۔ اور ایک ساعت کے لیے اُترنے میں دو صدقے ہیں ایک جانور کو آرام دینا دوسرے کرایہ والے کے دل کو خوش کرنا اور اپنا فائدہ بھی ہے کہ سواری پر چڑھے رہنے سے خوف گھٹنوں کے ست ہو جانیکا ہے اسلیے اُتر کر کچھ دور قدم رنجہ کرنا اور چلنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اور چاہیے کہ جو کچھ سواری پر لادے کرایہ والے سے جدا جدا نام چیزوں کا کہدے اور اُسکو دکھا دے تاکہ عقد کرایہ صحیح ہو اور جھگڑے کی بات باقی نہ رہے کہ نوبت طول کلام کی پہونچے اور طول کلام اور خصومت سے احتراز چاہیے کہ ہر ایک لفظ پر بموجب قول خداوند جل شانہ محافظ موجود ہے مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ پس کرایہ والے سے بحث و تکرار کرنی نہ چاہیے اور جو اشیاء مقرر ہو چکے ہوں اُن سے زیادہ کوئی چیز جانور پر نہ رکھے گو ہلکی ہی ہو کیونکہ تھوڑا ہی تھوڑا بہت ہو جاتا ہے

اور جو کاجل کی کوٹھری مین داخل ہوگا دھبہ سے خالی نہ بچیگا- ایک شخص نے حضرت ابن مبارک سے کہا کہ میرا یہ خط فلان شخص کو دیدیجیے گا آپ کرایہ کے جانور پر سوار تھے فرمایا کہ مین نے سب چیزین کرایہ والے سے شرط کرلی ہین اور اس رقعہ کی شرط نہین کی جب تک اُس سے اجازت نہ لے لون مین اسکو نہین لے سکتا تو دیکھو کہ فقہا کا قول اس باب مین یہی ہے کہ ایسی چیز کا مضائقہ نہین کہ ہر کوئی ادنی امور سے تسامح کیا کرتا ہے مگر آپ نے فتوی پر لحاظ نہ کیا تقوی کی راہ اختیار کی- **دسوان ادب** یہ ہے کہ چھ چیزین اپنے ساتھ لے لینی چاہئین حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر کیا کرتے تو اپنے ساتھ[ح۱] پانچ چیزین لیجاتے آئینہ اور سرمہ دانی اور مسواک اور کنگھی اور مدری یعنے داتنا اور ایک روایت مین چھ چیزین فرمائی ہین یعنے آئینہ اور شیشی اور مقراض اور مسواک اور سرمہ دانی اور کنگھی اور ام سعد انصاریہ رضہ فرماتی ہین کہ سفر مین دو چیزین آنحضرت صلی اللہ علیہ کے ساتھ رہتی تھین آئینہ اور سرمہ دانی- اور صہیب رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے[ح۲] فرمایا کہ سونے کے وقت اثمد لگایا کرو کہ وہ بینائی کو زیادہ کرتا ہے اور بال کو اوگاتا ہے اور مروی[ح۳] ہے کہ آپ ہر آنکھ مین تین تین سلائیان ڈالا کرتے تھے اور ایک روایت مین ہے کہ داہنی مین تین اور بائین مین دو لگاتے تھے- اور صوفیہ کرام نے سفر کی چیزون مین ڈولچی اور رستی زیادہ کی ہے اور کسی صوفی کا قول ہے کہ اگر فقیر کے ساتھ ڈولچی اور رستی نہو تو معلوم ہوگا کہ اُسکا دین ناقص ہے اور ان دونون کو اسلیے زیادہ کیا کہ پانی کی طہارت اور کپڑون کا دہونا احتیاط کی چیز ہے تو ڈولچی اس غرض کے لیے ہے کہ پاک پانی اُسمین موجود رہے اور رستی کپڑے سکھانے اور پانی کھینچنے کے مطلب کی ہے اور پہلے لوگ تیمم پر کفایت کرتے تھے اور پانی کے لیے ہونے کی ضرورت نہ سمجھتے تھے اور حوضون وغیرہ کے پانی سے وضو کرنے مین مضائقہ نہ جانتے تھے جبتک کہ نجاست پر یقین نہو جائے یہانتک کہ حضرت عمر رضہ نے ایک نصرانی عورت کی ٹھلیا کے پانی سے وضو کیا تھا اور کپڑے زمین اور پہاڑون پر پھیلا دیتے تھے اسلیے رستی کی حاجت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ ڈولچی اور رستی بدعت ہے مگر بدعت حسنہ ہے بُری بدعت وہی ہے جو صحیح اور ثابت سنتون کی مزاحم ہو اور جو چیز کہ دینی احتیاط پر ممد ہو وہ مستحسن ہے جیسے ڈولچی اور رستی ہے اور ہمنے طہارت مین مبالغہ کرنے کے احکام باب الطہارت مین لکھے ہین اور یہ بھی لکھا ہے کہ جو شخص خاص امر دینی ہی کا ہو رہے اُسکو نہ چاہیے کہ طریق جواز پر کاربند ہو بلکہ طہارت ہی احتیاط کرے ہان اگر احتیاط کرنے مین کوئی عمل اُس سے بھی افضل فوت ہوتا ہو تو البتہ جواز پر کاربند ہونے کا مضائقہ نہین- اور کہتے ہین کہ خواص سے جو اہل توکل تھے سفر اور حضر مین چار چیزین اُنسے علیحدہ نہوتی تھین ڈولچی اور رستی اور سوئی تاگا

ح۱ یہ دونون روایتین طبرانی نے اوسط مین اور بیہقی نے شعب مین اور خرائطی نے مکارم اخلاق مین نقل کی ہین اور سب کی سند ضعیف ہے ۱۲

ح۲ خرائطی نے در مکارم اخلاق بسند ضعیف اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بروایت ابن عباس صحیح الاسناد نقل کیا ہے ۱۲

ح۳ طبرانی در اوسط بروایت ابن عمر بسند لین ۱۲

اور معترض اور فرمایا کرتے کہ یہ چیزین دنیا کی نہین - **گیارہوان ادب سفر سے واپس آنے کے باب مین ہے** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی لڑائی یا حج یا عمرہ یا کسی اور سفر سے واپس تشریف لاتے تو ہر زمین بلند پر تین بار اللہ اکبر کہتے پھر یون ارشاد فرماتے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰہُ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ اور جب اپنی بستی نظر آنے لگے تو یون کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا بِھَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا پھر کسی شخص کو اپنے گھر روانہ کر دے کہ اُسکے آنے کی اطلاع کرے تاکہ ناگہان گھر پر نہ پہونچے اور ایسی بات دیکھے جو اپنے آپ کو بُری معلوم ہو اور چاہیے کہ گھر پر رات کو نہ پہونچے کہ اس سے ممانعت وارد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لاتے تھے تو اول مسجد مین داخل ہوکر دوگانہ ادا فرماتے پھر گھر مین تشریف لیجاتے - اور جب گھر مین داخل ہوتے تو کہتے تَوْبًا تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْبًا لَا یُغَادِرُ عَلَیْنَا حَوْبًا اور چاہیے کہ اپنے گھر والون اور قریبون کے لیے کچھ تحفہ کھانے کی چیز اور جسقدر بن سکے ساتھ لے کہ مسنون ہے چنانچہ مروی ہے کہ اگر کچھ نپائے تو اپنے برتن مین ڈھیلے ہی ڈال لے اور یہ البتہ تحفہ کے لیجانے مین ترغیب کے لیے ایسا مبالغہ کیا گیا ہے کیونکہ سفر سے آنے والے کی طرف سب کی تاک ہوتی ہے اور تحفہ سے دلون کو سرور ہوتا ہے اور اس خیال سے کہ انھون نے ہمکو سفر مین بھی یاد رکھا اور زیادہ خوش ہوتے مین پس یہی وجہ تحفہ کا لیجانا مستحب ہوا - یہ سب آداب ظاہری تھے اب سفر کے آداب باطنی کو لکھتے ہین کہ اُنکا مجموعہ تو بیان اول مین گذر گیا مگر مجملاً یہان بھی اسقدر لکھا جاتا ہے کہ سفر اُسی صورت مین اختیار کرے کہ سفر مین دین کی زیادتی ہو اور جسوقت اپنے دل کو متغیر پائے اُسی جگہ ٹھہر جائے اور واپس چلا آئے اور منزل اُسی جگہ کرنی چاہیے جہان دل مقتضی ہو اُسکے خلاف نہ کرے اور ہر شہر مین داخل ہونے سے یہ نیت کرے کہ وہان کے کاملون کی زیارت کرونگا اور اس باب مین کوشش کرے کہ جس کامل کی زیارت کرے اُس سے کوئی ادب یا کوئی کلمہ کام کا سیکھ لے اس غرض سے ملاقات نہ کرے کہ لوگون سے کہا کرینگے کہ اتنے مشائخ کی زیارت کی ہے - اور کسی شہر مین ایک ہفتہ یا عشرہ سے زیادہ نہ ٹھہرے ہان اگر کوئی مرشد جسکے پاس گیا ہے زیادہ رہنے کو کہے تو مضائقہ نہین - اور جتنے دنون شہر سے بجز پیچ فقیرون کے اور دن کے پاس نہ بیٹھے - اور اگر کسی بھائی سے ملنے گیا ہے تو تین دن سے زیادہ نہ رہے کہ مہمانی کی حد یہی ہے لیکن اگر بھائی کو اُسکی جدائی شاق ہو تو زیادہ رہنے کا بھی مضائقہ نہین اور اگر کسی شیخ کی زیارت کو جائے تو اُسکے پاس ایک دن رات سے زیادہ نہ ٹھہرے اور اپنے نفس کو

عشرت مین مشغول نہ کرے کہ اس سے سفر کی برکت جاتی رہیگی اور جبکہ شہر مین گُھسے تو کسی چیز سے مشغول نہو بلکہ سیدھا شیخ کے مکان کو چلا جائے اور اگر وہ مکان مین تشریف رکھتے ہون تو کواڑ نہ کھٹکھٹائے اور نہ اندر جانے کے لیے اجازت چاہے یہانتک کہ خود ہی باہر نکلین اور باہر تشریف لانے کے وقت ادب سے اُنکے سامنے جاکر سلام کہے اور کوئی بات نہ کہے لیکن اگر وہ سوال کرین تو جسقدر پوچھین اُسی کا جواب دے اور اُنسے کوئی مسئلہ نہ پوچھے جبتک کہ پیشتر اجازت حاصل نہ کرلے اور جب سفر مین ہو تو شہرون کے کھانون اور سخیون کا بہت ذکر نہ کرے اور نہ اپنے دوستون کا کثرت سے نام لے بلکہ وہان کے مشائخ اور فقرا کا ذکر کیا کرے۔ اور سفر مین صالحین کی قبرون کی زیارت ترک نہ کرے بلکہ ہر گانون اور شہر مین اُنکا جویا رہے اور اپنی حاجت بقدر ضرورت ہی اظہار کرے اور وہ بھی ایسے کے سامنے جو اُسکو پورا کرسکے اور اثنا رراہ مین ذکر الٰہی اور قرآن کی قرأت ایسی طرح کرتا رہے کہ دوسرا نہ سُنے اور جب کوئی شخص اُس سے کلام کرے تو ذکر کو چھوڑ کر اُسکو جواب دے اور جبتک وہ گفتگو کرے ذکر موقوف رکھے پھر بدستور ذکر کرنے لگے اور اگر آدمی کا دل سفر یا اقامت سے گھبرا جائے تو اُسکی مخالفت کرنی چاہیے کہ نفس کی مخالفت مین برکت ہے اور اگر نیک بخت لوگون کی خدمت قسمت سے میسر ہو جائے تو اُنکی خدمت سے ملول ہوکر سفر کرنا نچاہیے کہ یہ نعمت کی ناشکری ہے۔ اور جب اپنے نفس مین سفر کی نسبت کہ سفر مین نقصان پاوے تو جان لے کہ سفر اچھا نہین اور مکان کو رجوع کرے اسلیے کہ اگر اچھا ہوتا تو اُسکا اثر ظاہری ہوتا — ایک شخص نے ابو عثمان مغربی سے کہا کہ فلان شخص سفر کو نکلا ہے فرمایا کہ سفر اجنبی بنتا ہے اور اجنبیت ذلت ہے اور مومن کو جائز نہین کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے اس جواب مین یہ اشارہ کیا کہ جس شخص کو سفر مین دین کی زیادتی نہو اُسنے اپنے نفس کو ذلیل کیا ورنہ ظاہر ہے کہ دین کی عزت بجز سفر کی ذلت کے حاصل نہین ہوتی تو چاہیے کہ سالک آخرت اپنی خواہش اور مراد اور طبیعت کے وطن سے سفر کرے تاکہ اُس غربت مین عزت ملے اور ذلیل نہو ورنہ جو شخص کہ سفر مین اپنی خواہش کا مطیع ہو گا وہ ذلت نصیب ہوگا اُٹھائیگا خواہ فی الحال ہو یا آیندہ کو

دوسری فصل سفر کی رخصتون اور قبلہ اور وقتون کی دلیلون کے ذکر مین جنکا سیکھنا مسافر کو ضرور ہے

واضح ہو کہ مسافر ابتدا سفر مین اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کے لیے کچھ زاد ساتھ لے دنیا کا توشہ تو کھانا اور پینا اور دوسری ضرورت کی چیزین ہین پس اگر سفر قافلہ کے ساتھ ہو یا اثنا رراہ مین گانون برابر پڑتے ہون تو اس صورت مین اگر خدا تعالیٰ پر توکل کرکے بدون زاد بھی نکلیگا تو کچھ مضائقہ نہین اور اگر تنہا سفر کرتا ہے یا ایسے لوگون کے ساتھ ہے جنکے پاس کھانا پینا نہین اور راہ مین

آبادی بھی نہین تو ایسی صورت مین اگر وہ شخص ایسا ہو کہ بھوک کی برداشت ہفتہ عشرہ کر سکتا ہی یا جنگل کی گھاس پر اکتفا کر سکتا ہی تو اُسکو بدون زاد سفر کرنا جائز ہی اور نہ تو بھوک پر صبر کر سکتا ہی اور نہ گھاس پر اکتفا کر سکتا ہی تو ایسی صورت مین بدون زاد کے نکلنا گناہ ہی اسلیے کہ اپنے نفس کو اپنے ہاتھ سے ہلاکی مین ڈالتا ہی اور اسکا ایک راز ہی جو باب التوکل مین مذکور ہوگا اور توکل کے یہ معنے نہین کہ اسباب بالکل دور ہو جاوے اگر یہی ہو تو چاہیے کہ ڈولچی اور رسی کی تلاش سے بھی توکل جاتا رہے اور کنوئین مین سے پانی نکا لینے سے بھی باطل ہو جائے اور توکل پر اتنا صبر واجب ہو جائے کہ خداے تعالی اُسکے لیے کسی فرشتے یا انسان کو مسخر کر دے کہ وہ اُسکے منھ مین پانی ڈال دے حالانکہ ایسا نہین ہی یہ چیزین توکل مین خلل انداز نہین ہین جب ڈولچی اور رسی کی حفاظت توکل کی مخل نہین جو پانی ملنے کے آلات ہین تو خود کھانے یا پینے کی چیز کا ایسی جگہ ساتھ رکھنا جہان توقع اُسکے موجود ہونے کی نہو بطریق اولی توکل کا مخل نہوگا اور توکل کی حقیقت انشاء اللہ جلد چہارم مین مذکور ہوگی جو علماء دین کے محققون کے سواے اور ون پر مشتبہ اور مخفی ہی - اور زاد آخرت سفر مین مسلم ہی جبکی ضرورت طہارت اور روزہ اور نماز اور عبادتون مین ہوتی ہی تو اُسمین سے بھی مسافر کو ضرور زاد لینا چاہیے اسلیے کہ سفر بعض باتون کو مسافر پر تخفیف کر دیتا ہی جیسے نماز کا قصر کرنا اور دو نمازون کا اکٹھا پڑھ لینا اور روزہ کا افطار کرنا تو اُسمین یہ بات معلوم کرنے کی حاجت ہوتی ہی کہ تخفیف کسقدر اور کس صورت مین ہی اور بعض باتین سفر مین سخت بھی ہو جاتی ہین کہ جنکی حضر مین کچھ حاجت نہ تھی جیسے قبلہ کا حال معلوم کرنا اور اوقات نماز کا دریافت کرنا کہ حضر مین مسجدون کے رخ دیکھنے سے تو قبلہ معلوم ہو جاتا ہی اور مؤذنون کی اذان سے وقت دریافت ہو جاتا ہی اور سفر مین ان امور کو کبھی خود معلوم کرنے کی حاجت ہوا کرتی ہی لہذا اسکا سیکھنا بھی ضرور ہو اس تقریر سے معلوم ہوا کہ جن اشیا کے سیکھنے کی ضرورت سفر مین ہی وہ دو قسم کی ہین اسلیے اُنکا بیان بھی دو قسمون مین کیا جاتا ہی

قسم اول سفر کی رخصتون کے معلوم کرنے کے بیان مین سفر سے سات رخصتین حاصل ہوتی ہی دو تو طہارت مین یعنے موزون پر مسح کرنے اور تیمم مین اور دو فرض نماز کے اندر یعنے قصر کرنا اور دو فرضون کا جمع کر لینا اور نماز نفل مین دو یعنے سواری پر اور پیادہ چلنے مین ادا کرنا اور ایک روزہ مین ہی یعنے افطار کرنا اب انمین سے ہر ایک کو مفصل سننا چاہیے - پہلی رخصت موزون پر مسح کرنے کی ہی صفوان بن عسال رض کہتے ہین کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب ہم مسافر ہون تو تین دن اور رات تک موزے نہ نکالین - اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے موزون کو ایسی طہارت

سے کے بعد پہنا ہو جس سے نماز مباح ہو پھر بیوضو ہوگیا ہو تو اُسکو جائز ہی کہ بیوضو ہونے کے وقت سے
لیکر تین دن رات تک اپنے موزہ پر مسح کرے اگر مسافر ہو اور ایک دن رات کرے اگر مقیم ہو مگر پانچ
شرطون کے ساتھ موزون پر مسح چاہیے۔ اول یہ کہ موزہ دونون کو پوری طہارت پر پہنا ہو تو اگر دہنا پانون
دھوکر موزہ کے اندر کر لیگا پھر بایان پانون دھوکر دوسرا موزہ پہنیگا تو امام شافعی کے نزدیک مسح درست
نہو گا جبتک کہ دہنے موزہ کو نکال کر پھر سے نہ پہنے دوم یہ کہ موزے ایسے مضبوط ہون کہ انکو پہنکر چل سکے
اور موزون پر مسح جائز ہی گو انمین جدا تلے نہ لگے ہون اسلیے کہ عادت ہو گئی ہی کہ موزے پہنکر
منزلون چلے جاتے ہین کیونکہ اُنمین فی الجملہ قوت ہوتی ہی بخلاف صوفیون کی جرابون سے
اور اُن پاتابون کے جو موزون کے اوپر پہنتے ہین کہ اُنپر مسح درست نہین ضعیف ہونے کی وجہ سے
سوم یہ کہ جہان تک پانون کا دھونا فرض ہی اُتنی جگہ مین موزہ پھٹا نہو پس اگر اسقدر پھٹ گیا ہو کہ محل
فرض کھل گیا تو اُسپر مسح درست نہو گا اور امام شافعی کا پہلا قول یہ ہی کہ جبتک موزہ پانون پر
چپٹا رہے تب تک مسح درست ہی گو پھٹ گیا ہو اور یہی مذہب امام مالک رح کا ہی اور پھٹنے کا مضائقہ نہین کیونکہ
سفر مین ہر وقت سینا دشوار ہی اور حاجت بہت ہی اور پھٹے ہوے پاتابے پر مسح جائز ہی بشرطیکہ اتنے
گھٹے ہون کہ قدم کی جلد نظر نہ آتی ہو اور یہی حال اُس پھٹے موزہ کا ہی جسکی درز بڑے بڑے
ٹانکون سے سی گئی ہو اسلیے کہ ان سب کی طرف ضرورت پڑتی ہی تو اور باتون کا اعتبار نہین صرف
اتنا دیکھ لینا چاہیے کہ ٹخنون سے اوپر تک چھپا رہتا ہی کہ نہین اور اگر پشت قدم کا کچھ حصہ موزہ سے
چھپا ہو اور کچھ لفافہ سے تو اُسپر مسح درست نہو گا۔ چہارم یہ کہ موزہ کے پہننے کے بعد نہ نکالے اور
اگر نکال لیگا تو نئے سرے وضو چاہیے اور صرف دونون پانون دھو لیگا تب بھی کافی ہوگا۔ پنجم یہ کہ مسح
ایسی جگہ کرے جو دھونے کے مقام کے اوپر واقع ہو تو اگر پنڈلی پر مسح کر لیگا تو درست نہو گا اور ادنی
مرتبہ مسح کا یہ ہی کہ پشت قدم پر بھیگا ہاتھ ایسی طرح لگاوے جسکو مسح کہ سکین اور اگر تین انگلیون سے
مسح کر لیگا تو کسی کا خلاف نہ رہیگا اور کامل تر مسح کی صورت یہ ہی کہ موزہ کے اوپر اور نیچے ایک بار مسح
کرلے دو دفعہ نہ کرے ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی اور مسح کی کیفیت یون ہی
کہ دونون ہاتھ تر کرکے دہنے ہاتھ کی انگلیون کے سر دہنے پانون کی انگلیون پر رکھکر انکو اپنی طرف
کھینچتا چلا آئے اور بائین ہاتھ کی انگلیون کے سر بائین موزے کی ایڑی کے نیچے رکھکر پانون کی
انگلیون تک پہونچا دے۔ اور جس صورت مین کہ حالت اقامت مین مسح کیا پھر مسافر ہوگیا یا حالت
سفر مین مسح شروع کیا پھر مقیم ہوگیا تو دونون حالتون مین اقامت کا حکم غالب رہیگا یعنی ایک دن رات

ح [illegible]

مسح کرے اور دنون کی گنتی کا حساب موزے پہنتے کے بعد بے وضو ہونے کے وقت سے لیا جاتا ہی مثلاً
اگر حضر مین صبح کے وقت موزے پہنے اور مسح کی نوبت نہین آئی کہ سفر کو نکلا اور زوال کے وقت
بے وضو ہوا تو تین دن رات کا شمار زوال کے وقت سے کرے یعنے چوتھے روز جب زوال کا وقت
ہو جاویگا تو اب جائز نہوگا کہ بدون پانون دھونے کے نماز پڑھلے بلکہ پانون دھوکر پھر سے موزے پہن لے
اور خیال رکھے کہ کس وقت سے وضو جائیگا جب سے بیوضو ہوا اُسی وقت سے نئی مدت تین دن رات کی حساب
کرلے اور اگر حضر مین موزہ پہنتے کے بعد بیوضو ہو گیا پھر سفر کو نکلا تب بھی تین دن رات تک مسح کرے
اسلیے کہ عادت یون بھی ہی کہ کبھی موزہ سفر سے پیشتر پہن لیتے ہین اور بیوضو ہونے سے احتراز ہو نہین سکتا
لیکن اگر حضر مین موزون پر مسح بھی کرلیا ہو پھر سفر کا اتفاق ہو تو صرف مقیم کی مدت پر اکتفا کرنی چاہیے
اور جو شخص حضر یا سفر مین موزہ پہننا چاہے اُسکو مستحب ہی کہ موزہ کو اُلٹا کرکے جھاڑ دے سانپ
اور بچھو اور کانٹے وغیرہ کے خوف سے چنانچہ ابی امامہ رض سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے موزون کی جوڑی منگائی اور ایک کو پہن لیا استے مین ایک کوا آیا اور دوسرے موزے کو
اُٹھا لے گیا پھر پھینکدیا تو اُسمین سے سانپ نکلا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ
اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے موزے بدون جھاڑے ہوئے نہ پہنے دوسری رخصت
تیمم ہی اور مٹی پانی کا بدلہ ہی جب پانی کا ملنا دشوار ہو اور اُسکی دشواری کی یہ صورت ہی کہ منزل سے
اتنی دور ہو کہ اگر وہان جائیگا تو چیخنے اور چلانے سے قافلہ تک آواز نہ آئیگی اور کوئی مدد نہ ہوسکیگی اور یہ وہ
فاصلہ ہی کہ منزل والے اتنی دور قضاء حاجت کو نہین جایا کرتے اور ایک صورت پانی کی دشواری
کی یہ ہی کہ پانی پر کوئی دشمن یا درندہ ہو تو اس صورت مین بھی تیمم درست ہی گو پانی نزدیک ہو اور
ایک صورت یہ ہی کہ اُس روز خواہ دوسرے دن موجود پانی کے پینے کی ضرورت ہو اور اُسکے سوا اور
کوئی پانی نہو تب بھی تیمم کرنا چاہیے اور ایک صورت یہ ہی کہ کوئی اپنے رفیقون مین اُسکے پینے کا حاجتمند ہو تو
اس صورت مین بھی وضو کرنا درست نہین بلکہ پانی رفیق کو یہ قیمت یا بدون قیمت کے دینا لازم ہی اور
اگر پانی کی ضرورت شوربا پکانے یا گوشت کے پکانے یا روٹی کے ٹکڑے بھگو کر کے لیے ہو تو اس حال
مین تیمم درست نہوگا بلکہ چاہیے کہ سوکھے ٹکڑون پر گذر کرے اور شوربا نہ پکائے۔ اور اگر کوئی دوسرا شخص
اُسکو پانی ہبہ کرے تو اُسکا قبول کرنا واجب ہی اور اگر پانی کا دام ہبہ کرے تو اُسکا قبول کرنا واجب
نہین اسلیے کہ پہلی صورت مین منت نہین اور دوسری صورت مین منت ہی۔ اور اگر پانی معمولی
قیمت سے فروخت ہوتا ہو تو خریدنا لازم ہی اور اگر مہنگا بکتا ہو تو لازم نہین۔ تو جس صورت مین کہ

ح
جھاڑا
نے اُسکو
غسل کیا پھر
اور اُس
نمیت
بیت پری
منت
نمیت

کہ آدمی کے پاس پانی نہو اور تیمم کرنا چاہے تو اگر تلاش سے اُسکا ملتا ہو سکتا ہو تو اول تلاش
کرنی چاہیے اپنے منزل کے ادھر اُدھر پھر چلکر دیکھے اور اپنے اسباب اور برتنون کو ٹٹولے اور گھڑون
بدھنون مین جو کچھ بچا کھچا ہو اُسکو دیکھے تو اگر پانی اسباب مین رکھا ہوا بھول گیا یا کنوان قریب تھا
مگر تلاش نہ کیا اور نماز پڑھ لی تو نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا کہ تلاش مین قصور کیا۔ اور اگر یہ جانے کہ
پانی آخر وقت مین ملجائیگا تو بہتر یہ ہے کہ اول وقت مین نماز تیمم کے ساتھ پڑھ لے کیونکہ زندگی کا اعتبار نہین
اور اول وقت خدا ے تعالیٰ کی رضامندی ہے اسلیے اُسی کو ترجیح ہے چنانچہ حضرت ابن عمرؓ نے ایکبار تیمم
کیا لوگون نے عرض کیا کہ آپ تیمم کرتے ہین اور مدینہ طیبہ کی دیوارین سوجھتی ہین آپنے فرمایا کہ کیا مین
وہان جانے تک زندہ رہونگا۔ اور جب نماز شروع کرنے کے بعد پانی ملیگا تو نماز باطل نہو گی اور نہ وضو
کرنا لازم ہوگا اور اگر نماز شروع کرنے کے پہلے پانی ملیگا تو البتہ وضو لازم ہے۔ اور جس صورت مین کہ باوجود
تلاش کے پانی نملے تو قصد زمین پاک کا کرے جسپر کہ مٹی ہین سے غبار اُٹھتا ہو اور چاہیے کہ اُسپر
دونون ہاتھون کی اُنگلیان بند کرکے ایک ضرب لگادے اور دونون ہاتھون کو منھ پر پھیرے پھر
اُنگلیان پھیلا کر اور انگوٹھے نکال کر دوسری ضرب لگادے اور اُس سے دونون ہاتھون کو کہنیون تک
مسح کرے اور اگر ایک ضرب سے سب جگہ غبار نہ پہونچ سکے تو ایک ضرب زیادہ کرلے اور جس طرح سے
کہ سب جگہ پہونچ سکتا ہے اُسکو ہمنے باب الطہارۃ مین لکھدیا ہے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہین پھر جب تیمم
ایک فرض پڑھ چکے تو اُس سے نفلین جسقدر چاہے پڑھے لیکن اگر دوسرا فرض پڑھنا چاہے تو دوسرا
تیمم کرلے۔ غرض کہ ہر فرض نماز کے لیے جدا تیمم کرنا چاہیے۔ اور یون نہ چاہیے کہ وقت نماز کے داخل ہونے
سے پیشتر تیمم کرلے اور اگر ایسا کریگا تو دوبارہ تیمم کرنا واجب ہوگا۔ اور جب تیمم مین منھ پر ہاتھ پھیرے تو چاہیے
کہ نماز کو مباح کرنے کی نیت کرے اور اگر پانی اتنا ملے کہ اُس سے بعض اعضا کی طہارت ہو سکے تو اُسقدر
اعضا پر پانی کا استعمال کرکے پھر پورا تیمم کرے۔ تیسری رخصت نماز فرض مین قصر کی ہے کہ مسافر
ظہر اور عصر اور عشا مین چار کی جگہ دو پر اکتفا کر سکتا ہے مگر اسکے لیے تین شرطین ہین اول یہ کہ عین
وقت پر یہ نمازین ادا ہون اور اگر بالفرض قضا ہوجائینگی تو ظاہر تر یہ ہے کہ پوری چار پڑھنی
لازم ہونگی۔ دوسری یہ کہ نیت قصر کی کرے پس اگر پوری پڑھنے کی نیت کریگا تو چار پڑھنی لازم
ہونگی اور اگر شک ہوگیا کہ قصر کی نیت کی ہے یا پوری کی تو اس صورت مین بھی پوری پڑھنی
لازم ہے۔ تیسری یہ کہ مقیم امام کے پیچھے نہو اور نہ ایسے مسافر کے جو پوری نماز پڑھتا ہو ورنہ پوری پڑھنی
پڑیگی بلکہ اگر اُسکو شک ہوگا کہ امام مقیم ہے یا مسافر تب بھی پوری ہی پڑھنی لازم ہوگی گو بعد کو یہ معلوم ہو

کہ وہ مسافر ہی اسلیے کہ مسافر کی وجہ سے کچھ بھی نہین رہتی تو چاہیے کہ نیت کو وقت مستقل ہو اور اگر یہ تو معلوم کرلیا کہ امام مسافر ہی مگر یہ نہین جانا کہ اُسنے نیت قصر کی کی ہی یا اتمام کی تو اس بات کے شک سے کچھ ضرر نہین کیونکہ نیتون پر اطلاع نہین ہوا کرتی اور یہ سب اُسوقت ہی کہ سفر دراز اور مباح ہو اور سفر کی تعریف باعتبار آغاز اور انجام کے مشکل ہی اُسکا جان لینا ضروری ہی تو سفر اُسکو کہتے ہین کہ اقامت کی جگہ سے دوسری جگہ معین پر بالقصد جاوے اس صورت مین جو شخص حیران پھرتا ہو یا لوٹ مار کرنے کو جاتا ہو اور کسی خاص جگہ کا قصد نہو اُسکے حق مین قصر کی رخصت نہوگی۔ اور جبتک شہر کی آبادی سے باہر نہولیگا تب تک مسافر نہوگا اور یہ شرط نہین کہ ویران مکانات اور باغون سے بھی نکلجاے جہان تک شہر والے ہوا کھانے گاہ گاہ چلے آتے ہین لیکن اگر گانون سے سفر کرے تو یہ شرط ہی کہ جن باغون کا احاطہ بنا ہو اُنسے نکلجاے اور جنکا احاطہ نہین اُنسے نکلنے کی کچھ قید نہین اور اگر مسافر شہر سے نکلکر پھر کسی بھولی چیز کے لینے کو واپس آئے تو اگر یہ شہر اُسکا وطن ہی تو جبتک پھر آبادی سے باہر نہ نکلجاے قصر نہ کرے اور اگر وطن نہین ہی تو قصر جائز ہی اسلیے کہ اول ہی مرتبہ کی حرکت اور باہر جانے سے مسافر ہوگیا یہ حال آغاز کا ہوا اور سفر کا انجام تین باتون مین سے ایک کے پائے جانے سے ہوتا ہی اول یہ کہ جس شہر مین اقامت کی نیت کی ہی اُسکی آبادی مین پہونچ جاے دوسرے یہ کہ تین روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلے خواہ جنگل مین یا شہر مین تیسرے یہ کہ صورت اقامت کی ہوجاے گو اُسنے عزم نہ کیا ہو مثلاً اگر ایک جگہ مین جانے کے دن کے سوا تین دن اقامت کی تو اسکے بعد اُسکو رخصت قصر جائز نہین ہان اگر عزم اقامت نہین اور کوئی کام درپیش ہی کہ ہر روز اُسکے پورا ہونے کی توقع ہی مگر اتفاقاً تعویق اور تاخیر ہوجاتی ہی تو اس صورت مین دو قولون مین سے قیاس کے مطابق یہی ہی کہ گو کتنی ہی مدت ہوجاے قصر کیے جاے اسلیے کہ وہ دل سے متحرک ہی اور بظاہر وطن سے مسافر اور ایسی حالت مین کہ دل برقرار نہو اور ظاہر مین ایک جا ٹھہرا ہے اس رہنے کا اعتبار نہین اور وہ کام جو اُسکو درپیش ہی خواہ قتال ہو یا کوئی اور دونون مین حکم ایک ہی ہی اسی طرح مدت کی درازی اور کمی مین بھی حکم کا فرق نہین اور نہ اس مین فرق ہی کہ سفر ٹھہرنے کے باعث ہوئی یا کسی اور نہج سے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رخصت پر بعض غزوات مین عمل فرمایا اور ایک ہی جگہ پر اٹھارہ روز تک نماز قصر کی اور ظاہر یہ ہی کہ اگر جنگ مین اور تاخیر ہوتی تو زیادہ دنون تک قصر فرماتے کیونکہ اٹھارہ روز کے تعیین کی تو کوئی وجہ نہین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ قصر کی وجہ یہی تھی کہ آپ مسافر تھے نہ یہ کہ

ابوداود بروایت عمران بن حصین در غزوۂ فتح مکہ و بخاری بروایت ابن عباس بعد ہفتدہ روز

تعازی اور رمقاتل تھے اب سفر طویل کی تعریف معلوم کرنی چاہیے کہ سفر طویل اُسکو کہتے ہیں جو دو منزل کا
ہر منزل چوبیس میل اور ہر میل چار ہزار قدم اور ہر قدم میں پانوں کا (یعنی بحساب مروجہ حال بیس قوسیا
بارہ گرہ کے) اور سفر مباح سے یہ غرض ہو کہ ماباپ کا نافرمان ہو کر نہ جاتا ہو نہ اُنسے بھاگ کر اور نہ غلام اپنے
آقا سے اور نہ عورت اپنے شوہر سے اور نہ تو انگر قرضدار قرضخواہ سے بھاگ کر جاتا ہو اور نہ رہزنی اور
قتل ناحق کے لیے متوجہ ہو اور نہ بادشاہ ظالم سے حرام روزینہ مانگنے جاتا ہو اور نہ دو مسلمانوں میں فساد
ڈالنے کے لیے سفر کرتا ہو حاصل یہ کہ آدمی کسی غرض کے لیے سفر کرتا ہی تو اگر اُس غرض کا حاصل کرنا حرام ہو
اور وہ غرض اگر بالفرض اُسکو نہوتی تو سفر نہ کرتا تو ایسی غرض کے لیے سفر کرنا گناہ ہے اور اس سفر میں
قصر کرنا نماز کا درست نہیں اور جس سفر میں کہ شراب پینے وغیرہ سے فسق کا مرتکب ہو تو وہ مانع رخصت
نہیں بلکہ شریعت نے جس سفر سے منع فرمادیا ہو اُسپر البتہ رخصت قصر سے مدد نہیں ملتی اور اگر سفر کے باعث
دو ہوں ایک مباح اور دوسرا ممنوع لیکن اگر باعث ممنوع نہوتا تب بھی باعث مباح تنہا اُسکو آمادہ سفر کرتا
اور بلا شبہ اسکے لیے سفر کرتا تو اس صورت میں قصر درست ہی اور ظاہر ہے کہ صوفی جو شہروں میں پھرتے ہیں وہ
بجز سیر کے اور کوئی غرض نہیں رکھتے انکو اس رخصت پر عمل کرنے میں اختلاف ہے اور مختار یہی ہی کہ درست ہے
چوتھی رخصت ظہر اور عصر کو اُن دونوں کے وقتوں میں اور مغرب اور عشا کو اُن دونوں کے اوقات
میں ایک ساتھ پڑھنے کی ہے اور یہ رخصت بھی اُسی سفر میں جائز ہی جو طویل اور مباح ہو سفر قصیر میں اُسکے جواز میں
گفتگو ہی پھر اگر عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرے تو چاہیے کہ ظہر سے فارغ ہونے سے پیشتر [illegible]
اکٹھا کرنے کی نیت کرلے اور ظہر کے لیے اذان اور تکبیر [illegible] اور [illegible] ظہر کے [illegible]
اور اگر تیمم سے پڑھتا ہو تو تکبیر سے پیشتر تیمم کرلے اور ظہر اور عصر [illegible]
زیادہ دیر لگا کر [illegible] اور اگر پیشتر عصر کو پڑھیگا تو جائز نہوگی [illegible] اگر ظہر [illegible]
بلکہ نماز عصر کی نیت کے وقت جمع کی نیت کی تو فضل [illegible]
اسکی ایک وجہ ہی کیونکہ تقدیم نیت کے وجہ [illegible]
بھی جمع ہی کی ہے اور چونکہ ظہر [illegible]
تو نیت صرف عصر میں کافی ہونی چاہیے [illegible] دونوں نمازوں [illegible]
کو بھی جمع کرنا چاہیے عصر کے بعد تو کوئی نفل ہی [illegible] نماز سے فارغ ہو
خواہ سوار پڑھے یا ٹھہر کر کیونکہ اگر ظہر کا دوگانہ سنت عصر سے پیشتر پڑھ لیگا تو ظہر اور عصر [illegible]
پڑھی ہونا نہ رہیگا جو ایک صورت سے واجب ہے اور اگر دونوں نمازوں کے پیشتر [illegible]

تو اس طرح پڑھے کہ پہلے چار سنتین قبل ظہر کے پھر چار قبل عصر کے پھر دوگانہ فرض ظہر پھر دوگانہ فرض عصر پھر ظہر کے بعد کی سنتون کا دوگانہ ۔ اور چاہیے کہ سفر مین نفلین نہ چھوڑے اسلیے کہ جسقدر اُنکا ثواب جاتا رہیگا اُسقدر نفع نہ ملیگا علاوہ ازین شریعت نے نوافل مین تخفیف بہت کردی ہی کہ سواری پر ادا کرنا درست فرمادیا ہی تاکہ اپنے رفیقون سے نوافل کے باعث علٰحدہ نہ رہجائے ۔ اور اگر ظہر کو دیر کرے عصر کے وقت مین جمع کرے تب بھی یہی صورت ترتیب ملحوظ رکھے اور اسکی پروا نہ کرے کہ ظہر کے بعد کی سنتین عصر کے بعد مکروہ وقت مین پڑجائینگی اسلیے کہ جن نوافل کے لیے کوئی سبب ہو وہ اسوقت مین مکروہ نہین ۔ اور مغرب اور عشا اور وتر مین بھی ایسا ہی کرے خواہ عشا کو مقدم کرکے مغرب کے وقت مین پڑھے یا مغرب کو تاخیر کرکے عشا کے وقت مین پڑھے اور دونون کے فرضون سے فارغ ہونیکے بعد سب نوافل کو جمع کرے اور سب سے آخر وتر پڑھے ۔ اور اگر ظہر کا وقت نکلنے سے پیشتر دل مین اسکے نماز کا خیال ہوا تو چاہیے کہ عزم کرلے کہ عصر کے ساتھ اُسکو جمع کرونگا کہ یہی نیت جمع کی ہی اسلیے کہ یہ نیت ہوگی تو یا ترک ظہر کی نیت ہوگی یا عصر سے ظہر کو موخر کرنیکی نیت ہوگی اور یہ دونون باتین حرام ہین اور ان پر نیت کرلی بھی حرام ہی اور اگر ظہر کو یاد نہ کیا یہانتک کہ اُسکا وقت نکل گیا خواہ سونیکی جہت سے یا کسی اور شغل کے باعث سے تو اُسکو جائز ہی کہ ظہر کو عصر کے ساتھ ادا کرنے اور اس صورت مین گنا ہگار نہوگا اس وجہ سے کہ سفر جیسا شغل نماز سے مشغول کردیتا ہی ویسا ہی نماز کی یاد سے بھی بعض اوقات غافل کردیتا ہی اور یہ بھی کہا جاسکتا ہی کہ ظہر ادا اُسی صورت مین واقع ہوگا کہ اُسکے وقت کے نکلنے سے پیشتر نیت اُسکے پڑھ لینے کی کرلی ہو مگر ظاہر تر یہ ہی کہ ظہر اور عصر دونون کے وقت کا مجموعہ سفر مین ان دونون نمازون کے لیے مشترک ہوگیا ہی تو اگر بلا نیت سابق بھی عصر کے وقت مین پڑھیگا تو ادا ہی واقع ہوگی اور یہین وجہ اگر حائضہ عورت سفر مین مغرب سے پیشتر طاہر ہوگی تو اُسکو ظہر کی نماز بھی قضا کرنی پڑیگی جیسے عصر کی نماز کو قضا پڑھیگی اور اسی بنا پر یہ اعتراض پڑتا ہی کہ ظہر اور عصر کی نمازون مین ترتیب اور پیا پے پڑھنا شرط ہونا چاہیے حالانکہ تم کہتے ہو کہ اگر عصر کو پہلے پڑھ لیگا تو درست ہوگی اور اسکا جواب یہ ہی کہ ہرچند سب وقت دونون نمازون مین شریک ہی مگر ظہر سے فارغ ہونے کے بعد کا وقت عصر کے لیے کیا گیا ہی تو اب بدون ظہر کے پڑھے عصر کیسے پڑھ سکتا ہی ۔ اور مینھ کے عذر سے بھی جمع کرنا ان نمازون کا درست ہی جیسے سفر کے عذر سے جائز ہی ۔ اور جمعہ کا ترک کرنا بھی سفر کی رخصتون مین سے ہی اور یہ فرض نمازون سے متعلق ہی ۔ اور اگر نماز عصر سفر مین پڑھ لی تھی اُسکے بعد اقامت کی نیت کی اور ہنوز وقت عصر باقی ہی تو اُسپر عصر کا ادا کرنا واجب ہی اور جو ادا کرچکا ہی وہ اُس صورت مین

ح بخاری و مسلم بروایت ابن عمر رضہ ۱۲

کافی تھی کہ عذر سفر عصر کے وقت نکلنے تک باقی رہتا۔ پانچوین رخصت سواری کی حالت مین نفل پڑھنے کی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر نماز نفل پڑھا کرتے تھے چاہے وہ کدھر ہی کو جاتی ہو اور آپنے وتر بھی سواری پر پڑھے ہین اور جو شخص سواری پر نفل پڑھے وہ رکوع اور سجدہ مین اشارہ کرے اور سجدہ کے لیے رکوع کی نسبت کر زیادہ جھکے مگر ایسا جھکنا ضرور نہین جس سے کوئی خطرہ درپیش ہو یا جانور کی شرارت کا خوف ہو اور اگر خوابگاہ مین نفل پڑھے تو رکوع سجدہ پورا کرے کہ وہان قدرت پورا کرنے کی حاصل ہی باقی رہا قبلہ کی طرف متوجہ ہونا تو وہ نہ ابتدا ء نماز مین واجب ہی اور نہ اثناء نماز مین آخر تک بلکہ رستہ کا رخ قبلہ کا بدل ہی اب نمازی کو اختیار ہی چاہے تمام نماز مین قبلہ رخ رہے یا رستہ کی جانب متوجہ رہے کہ یہ ایسی جہت ہی کہ اسمین ثابت رہیگا پس اگر سواری کو قصداً رستہ سے موڑیگا تو نماز باطل ہو جائیگی لیکن اگر قبلہ کی طرف موڑیگا تو درست ہی اور اگر بھولے سے موڑیگا تو اگر زمانہ کم ہوگا تو نماز نہ جائیگی اور اگر زیادہ عرصہ لگیگا تو اسمین خلاف ہی۔ اور اگر سواری بھٹک کر خود رستہ سے منحرف ہوگئی ہو تو نماز نہ جائیگی کیونکہ ایسا بہت ہوا کرتا ہی اور اس صورت مین نمازی پر سجدہ سہو بھی نہین کیونکہ بھٹکنا سواری کا نمازی کا کام نہین بخلاف اس صورت کے کہ بھول کر موڑ دیا ہو کہ اسمین سجدہ سہو اشارہ سے کرے چھٹی رخصت یہ ہی کہ پیادہ چلنے کی حالت مین سفر کے اندر نفل پڑھنی درست ہی اور رکوع اور سجدے کے لیے اشارہ کرے اور تشہد کے لیے بیٹھے نہین اسلیے کہ اگر بیٹھنا پڑے تو رخصت سے کیا فائدہ ہوا اور پیادہ چلنے والے کا حکم یہی ہی جو سوار کا بیان ہوا مگر اتنا فرق ہی کہ چلتا آدمی اگر نفل پڑھے تو قبلہ رخ ہو کر تکبیر تحریمہ کرلے کہ ایک لمحہ کے لیے راہ سے دوسری طرف کو منہ پھیرنا کچھ دقت نہین بخلاف سوار کے کہ سواری کا پھیرنا گو باگ ہاتھ مین ہو خالی دقت سے نہین علاوہ ازین اگر نمازین کئی پڑھنی ہون تو ہر بار سواری کو متوجہ قبلہ کرنے مین بڑا حرج ہی اور چاہیے کہ اگر راہ مین نجاست تر ہو تو اسمین نہ چلے اور اگر چلیگا تو نماز جاتی رہیگی بخلاف سوار کے کہ اگر سواری کے پانون کے نیچے نجاست آجائیگی تو نماز باطل نہوگی۔ اور یہ لازم نہین ہی کہ جو نجاستین رستہ مین اکثر پڑی رہتی ہین انسے بچنے کے واسطے تکلف کرے اور جو شخص کہ دشمن یا درندہ یا سیل سے بھاگنے والا ہو وہ نماز فرض سوار خواہ پیادہ اسی طرح پڑھ لے جیسے ہمنے نفل کا حال لکھا ہی۔ ساتوین رخصت افطار کی ہی کہ مسافر کو جائز ہی کہ سفر مین روزہ افطار کرلے لیکن اگر صبح کو مقیم تھا پھر سفر کیا تو اس دن کا روزہ پورا کرنا اسکو لازم ہی۔ اور اگر مسافر روزہ دار تھا پھر اقامت کی تو اب روزہ کا پورا کرنا واجب ہی اور اگر روزہ سفر مین افطار کرلیا تھا پھر اقامت کی تو باقی دن مین امساک واجب نہین اور اگر مسافر روزہ کی نیت پختہ کرلے تو اسکو

روزہ کا پورا کرنا لازم نہین بلکہ جب چاہے افطار کرنا جائز ہی - اور روزہ رکھنا افطار سے بہتر ہی اور قصر کرنا نماز کے تمام پڑھنے سے افضل ہی کہ خلاف کا شبہ نہین رہتا اور ایک وجہ روزہ کے افضل ہونے کی مسافر کے حق مین یہ بھی ہی کہ اگر افطار کریگا تو اُسکے ذمہ قضا لازم ہوگی اور ہو سکتا ہی کہ کسی وجہ سے قضا مشکل پڑ جائے تو یہ فرض ذمہ پر رہجائیگا ہان اگر روزہ اُسکو ضرر کرتا ہو تو اس صورت مین افطار ہی افضل ہی - تو یہ سات رخصتین ہوئین کہ تین سفر طویل سے متعلق ہین یعنے قصر نماز کرنا اور افطار کرنا روزہ کا اور موزون پر تین دن رات مسح کرنا اور دو مطلق سفر سے متعلق ہین خواہ سفر طویل ہو یا قصیر یعنے جمعہ کا ساقط ہونا اور تیمم سے نماز پڑھنے کے بعد اُسکی قضا کا ساقط ہوجانا اور نماز نفل کو پیادہ پا چلتے ہوے یا سواری پر پڑھنے مین اختلاف ہی اور صحیح یہ ہی کہ سفر قصیر مین بھی جائز ہی اور دو نمازون کے ایک ساتھ پڑھنے مین بھی خلاف ہی اور ظاہر تر یہی ہی کہ یہ امر سفر طویل سے مخصوص ہی اور فرض نماز کو سواری پر اور چلتے ہوئے پڑھنا خوف کی جہت سے سفر کی خصوصیت نہین رکھتا اسی طرح مردار کا کھانا اور پانی کے نہ ملنے کی صورت مین تیمم سے نماز کا پڑھنا سفر سے مخصوص نہین بلکہ حضر اور سفر مین سے جسمین اُنکے اسباب پائے جائینگے اُسی مین درست ہوجاتے ہین اب اگر یہ کہو کہ مسافر کو ان رخصتون کا سیکھنا سفر سے پیشتر واجب ہی یا مستحب تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر مسافر پہلے سے نیت پختہ کرلے کہ مین مسح اور قصر اور جمع اور افطار نہ کرونگا اور سواری پر اور پیادہ چلتے ہوے نفل نہ پڑھونگا تو اُسکو ان رخصتون کی شرطون کا جاننا ضرور نہین اسلیے کہ رخصت پر عمل کرنا اُسپر واجب نہین مگر تیمم کی رخصت کا علم ہونا ضرور ہی کہ یہ پانی کے نہ ملنے پر موقوف ہی اور پانی کا ملنا اُسکے اختیار مین نہین ہان اگر نہر کے کنارہ کنارہ جاتا ہو اور جانتا ہو کہ انتہا سفر تک یقیناً پانی باقی رہیگا یا رستہ مین کوئی عالم ساتھ ہو کہ ضرورت کے وقت اُس سے مسئلہ پوچھ لیگا تو البتہ سیکھنا اُن مسائل تیمم کا حاجت کے وقت تک ملتوی کر سکتا ہی اور جس صورت مین کہ گمان پانی کے نہ ملنے کا ہو اور ساتھ مین کوئی عالم مسئلہ بتانے والا نہو تو سیکھنا ضرور ہی - اور اگر یہ کہو کہ تیمم کی حاجت نماز کے لیے ہوگی جسکا وقت ابھی تک داخل نہین ہوا تو ایسی نماز کے لیے جسکا وقت ابھی نہین آیا اور ذمہ پر واجب نہین اور شاید واجب ہی نہو علم طہارت کیسے واجب ہوگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ جس شخص کے درمیان کعبہ سے فاصلہ ایک برس کی راہ کا ہو تو اُسکو حج کے مہینون سے پیشتر سفر کا شروع کرنا اور اعمال حج کا سیکھنا لازم ہوتا ہی بشرطیکہ گمان غالب یہ ہو کہ اثناء راہ مین کوئی بتانے والا نہ ملیگا اسلیے کہ اصل زندہ رہنا اور انتہا سفر تک زندگی کا باقی رہنا ہی اور جو چیز اس طرح کی ہوتی ہی کہ واجب تک بدون اُسکے رسائی نہو تو وہ واجب ہوتی ہی اور جس چیز کی توقع ہو کہ ظاہر مین بگمان غالب واجب ہو جائیگی اور اُسکی کوئی شرط ایسی ہو کہ اُسکی تقدیم سے اُس چیز تک

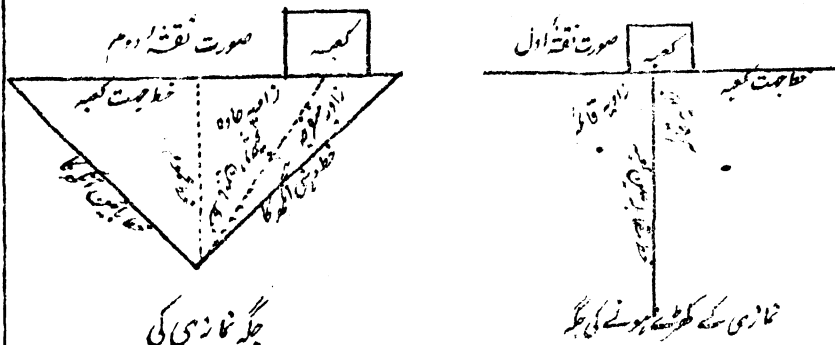
رسائی ہو تو اس شرط کا سیکھنا بھی واجب ہوتا ہی جیسے حج کے وقت سے پیشتر اور اسکے کرنے سے پہلے افعال حج کا سیکھنا ضروری ہوتا ہی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسافر کو سفر کرنا بدون اسقدر مسائل تیمم کے سیکھے حلال نہوگا اور اگر سب رخصتون پر عمل کرنے کی نیت پختہ ہو تو اسپر سب رخصتون کا علم سیکھنا جسقدر ہمنے ذکر کیا ہی واجب ہی اسلیے کہ اگر اسکو سفر کی رخصت کا حال معلوم نہوگا کہ جائز کیا بات ہی تو وہ اسپر اقتصار کیسے کریگا۔ اب اگر یہ کہو کہ مسافر اگر بالفرض سواری پر اور پیادہ چلتے ہوے نفل نماز پڑھنے کی کیفیت نہ سیکھیگا تو اسکا کیا نقصان ہی غایت یہ ہی کہ اگر مثلاً نفل پڑھیگا تو فاسد ہوگی تو نفل اُسکے ذمہ واجب نہین اگر فاسد ہوگئی تو کیا خرابی ہوئی پس اُسکے لیے غیر واجب چیز کا علم واجب کیسے ہوگا تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر واجب ہی کہ نفل نماز کو فساد کی صفت پر نہ پڑھے جیسے بے وضو نفل پڑھنا اور نجاست کے ساتھ اور قبلہ کے سوا اور جانب کو رخ کرنا اور بدون نماز کی شرطون کے اتمام کے پڑھنا حرام ہی تو اس صورت مین اُن باتون کا سیکھنا جنسے نفل فاسد سے احتراز ہو اسپر واجب ہی تاکہ مرتکب حرام کا نہو

یہان تک بیان اُن اشیاء کے سیکھنے کا ہوا جو سفر مین مسافر پر خفیف ہو جاتی ہین

دوسری قسم وہ ہی کہ سفر کے سبب سے نئے وظیفے مسافر پر ہو جاتے ہین اور وہ قبلہ کا جاننا اور وقتون کا پہچاننا ہی اور ہر چند یہ باتین حضر مین بھی آدمی پر واجب ہین مگر حضر مین تو مسجدون کے رُخ سے تو قبلہ کے دریافت کرنے کی حاجت نہین ہوتی کہ سب کا اسپر اتفاق ہوتا ہی اور موذن کی اذان سے وقت کی شناخت کی ضرورت نہین رہتی کہ وہ وقت کا لحاظ رکھتا ہی اور مسافر کو کبھی قبلہ کا حال معلوم نہین ہوتا اور کبھی وقت مشتبہ ہو جاتا ہی اسلیے اسکو قبلہ اور وقت کی دلیلون کا جاننا ضروری ہی تو قبلہ کی دلیلین تو تین قسم کی ہین اول زمین کے اشیا مثلاً پہاڑون اور گانوون اور نہرون سے قبلہ پہچاننا دوم ہوائی جیسے شمالی اور جنوبی اور شرقی اور غربی ہواؤن سے حال دریافت کرنا سوم آسمانی مثلاً ستارون سے شناخت کرنی تو زمین اور ہوا کی علامتین ہر شہرون مین جدا جدا ہوتی ہین مثلاً بعض رستے ایسے ہین کہ اُنمین کوئی اونچا پہاڑ ہی اور معلوم ہی کہ قبلہ رخ کھڑا ہونے سے وہ دہنے یا بائین یا آگے یا پیچھے پڑتا ہی تو اسکو جان بوجھ لینا چاہیے اور یہی حال ہوا کا ہی کہ بعض ملکون مین کبھی اس سے سمت معلوم ہو جاتی ہی تو اسکو سمجھ لے کہ اسطرح سمت قبلہ معلوم ہو سکتی ہی اور ہمسے ان اشیا کا پورا بیان نہین ہو سکتا کیونکہ ہر شہر اور ولایت کا جدا حکم ہی لیکن آسمانی علامتین دو طرح کی ہین ایک دن کی اور ایک رات کی دن کی علامت آفتاب ہی تو شہر سے نکلنے کے پیشتر امتحان کرے کہ زوال کے وقت آفتاب کہان ہوتا ہی آیا دونون ابرو کے بیچ مین رہتا ہی یا دہنی آنکھ پر یا بائین پر ہوتا ہی یا پیشانی کی جانب ان جگہون کی نسبت کہ دیا دہ

مائل ہو کیونکہ شمالی ممالک مین آفتاب انھین جگہون مین سے ایک نہ ایک پر رہا کرتا ہو تو جب اس طرح سے زوال کو پہچان جائیگا تو پھر قبلہ کو معلوم کرے اُس دلیل سے جو ہم آگے لکھتے ہین اسی طرح عصر کے وقت آفتاب کا موقع اپنے بدن سے ملحوظ رکھے کہ انھین دونون وقتون کے دریافت کی حاجت ہوگی اور تین وقت تو ظاہری ہین اور چونکہ سایہ بھی ہر ملک مین جداگانہ ہو اسلیے اسکا بیان بھی کامل ممکن نہین باقی رہا قبلہ کا حال تو وہ مغرب کے وقت تو غروب آفتاب سے معلوم ہو سکتا ہو اس طرح کہ اپنے شہر مین معلوم کرلے کہ غروب کی جگہ قبلہ رُخ آدمی سے کس جانب کو رہتی ہو اُسی سمت کو یاد کرلے اور عشا کے وقت قبلہ شفق سے معلوم ہو سکتا ہو اور صبح کے وقت مطلع سے پتا لگ سکتا ہو غرض کہ آفتاب سے گویا پانچون وقت کا قبلہ دریافت ہو سکتا ہو مگر جاڑے اور گرمی مین کسی قدر مختلف ہوگا اس وجہ سے کہ طلوع و غروب کی جگہ بدلتی رہتی ہو گو دونون طرف مین محدود ہو تو اسکو بھی سیکھ لینا چاہیے لیکن کبھی مغرب اور عشا کے پڑھنے کا اتفاق بعد شفق کے غائب ہونے کے ہوتا ہو تو اس صورت مین شفق سے اُسکا پتا لگنا ممکن نہین بلکہ اسکے لیے اُس ستارہ کا لحاظ کرے جو قطب کے نام سے مشہور ہو کیونکہ وہ ایسا ستارہ ہو کہ اُسکی حرکت ظاہر نہین ایک جگہ ثابت معلوم ہوتا ہو پس اُسکو دیکھ لینا چاہیے کہ قبلہ رُخ شخص کے پیچھے رہتا ہو یا داہنے شانہ پر یا بائین پر اُن ممالک مین جو مکہ معظمہ سے شمال کو ہین اور جنوبی ملکون مین مثل یمن وغیرہ کے اور اسکے متعلقات کے تو قبلہ رُخ شخص کے مقابل پڑتا ہو تو قطب کا حال سیکھ لے اور جو صورت اپنے شہر مین پاوے اُسی کی رعایت تمام راستہ مین رکھے لیکن جس صورت مین کہ مسافت بہت ہو تو وہان آفتاب اور قطب کے موقع مین اور طلوع اور غروب کے مواقع مین اختلاف ہو جاتا ہو تو اُسکی تدبیر یہ ہو کہ جس بڑے شہر مین جائے اُس جگہ کے واقف کارون سے دریافت کرلے یا مسجد جامع کے مقابل کھڑا ہو کر قطب کو خود دیکھ لے کہ کس سمت پر واقع ہوا تو جب ان دلائل کو سیکھ چکے تو ان پر اعتماد کرے اور اگر معلوم ہو کہ قبلہ کی جہت چوک گئی کسی اور طرف کو نماز پڑھلی تو چاہیے کہ نماز کو قضا کرے اور اگر اس طرح سے منحرف ہو کہ ٹھیک محاذی قبلہ کے نہین رہا مگر جہت قبلہ سے نہین نکلا تو قضا نماز پھر لازم نہوگی اور فقہا کا اسمین خلاف ہو کہ کعبہ کی جہت مطلوب ہو یا اُسکی ذات اور بعض لوگون پر یہ مضمون مشتبہ رہا اس جہت سے کہ وہ یہ کہتے ہین کہ اگر ہم یہ کہین کہ عین کعبہ مطلوب ہو تو ممالک بعیدہ مین ٹھیک کعبہ کی طرف ہونا کیسے بن پڑیگا اور اگر یہ کہین کہ جہت مطلوب ہو تو جو شخص مسجد حرام کے اندر کھڑا ہو کر جہت کعبہ کی طرف رُخ کرے اور بدن کعبہ کے مقابل نہو تو سب کے نزدیک اُسکی نماز درست نہین اور جہت اور عین کے خلاف کے باب مین بہت سی لمبی تقریرین کی ہین پس ضرور ہوا کہ اول یہ سمجھ لیا جائے کہ مقابلہ ذات کعبہ کا کس کو کہتے ہین اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کے کیا معنی ہین

تو عین کے مقابل ہونے کی تو یہ صورت ہے کہ نمازی ایسی جگہ میں کھڑا ہو کہ اگر اسکی دونون آنکھون کے بیچ سے ایک سیدھا خط کعبہ کی دیوار تک کھینچا جائے تو وہ دیوار سے ملجائے اور اس خط کے دونون جانب دو زاویے مساوی پیدا ہون یعنے جس نقطہ پر دیوار کے یہ خط ملے اُس نقطہ سے اگر دیوار پر خط کھینچین تو خط مذکور پر یہ خط عمود ہو جیسا کہ نقشۂ اول مین بنایا گیا ہے اور نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ سے اگر خط نکالا جائے تو فرض کر لیا جاتا ہے کہ یہی اُسکی دونون آنکھون کے درمیان سے نکلا ہے یہ صورت تو عین کعبہ کے مقابل ہونے کی ہے اور جہت کعبہ کے مقابل ہونے کی صورت یہ ہے کہ دونون آنکھون کے درمیان سے



نمازی کے کھڑے ہونے کی جگہ

جگہ نمازی کی

خط مستقیم کعبہ کی دیوار سے مل سکتا ہے مگر دونون جانب کے زاویے برابر نہین ہوتے کیونکہ زاویے جبھی برابر ہونگے کہ خط مذکور عمود ہو اور عمود کا نقطہ ایک ہی ہوگا اُسکے سوا جتنے نقطون مین اور آنکھ کے درمیان خط ملائے جاوینگے اُنسے برابر زاویے پیدا نہونگے پس جس صورت مین کہ کعبہ خط عمود سے ہٹا ہوا ہوگا تو جو خط آنکھون سے اُس تک ملیگا اُس سے زاویے برابر نہونگے ایک چھوٹا اور ایک بڑا ہوگا اس صورت مین مقابلہ عین کعبہ کا نہوگا بلکہ جہت کعبہ کا مقابلہ ہوگا اور خط جہتی اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ فرض کیا جاوے کہ مصلی کی دہنی آنکھ سے ایک خط نکلے اور ایک بائین آنکھ سے اس طرح کہ اگر ان دونون کو آنکھ کی سمت مین کھینچین تو دونون مل کر زاویہ قائمہ بناوین پھر ان دونون خطون کو کعبہ کے محاذی تک کھینچین یعنے دونون کو برابر اتنا کھینچیں کہ اگر ان دونون مین خط ملایا جاوے تو وہ دیوار کعبہ کو مس کرتا گذرے اس خط کا نام جہت کعبہ اور اسکی وسعت اُسی قدر ہوگی جسقدر دوری مصلی کو کعبہ سے ہوگی اُسکی صورت نقشۂ دوم مین بنی ہے جسقدر مصلی کعبہ سے دور ہوگا اُسی قدر اسکا خط جہت بڑا ہوگا جب ہمین اور جہت کے معنے سمجھ چکے تو اب ہم کہتے ہین کہ فتوی ہمارے نزدیک اس طرح درست ہے کہ اگر کعبہ کا دیکھ لینا ممکن ہو تب تو عین کعبہ کا مقابلہ مطلوب ہے اور اگر دیکھنا دشوار ہو تو مقابل ہونا جہت کا کافی ہے دیکھنے کی صورت مین عین کا مقابلہ اس جہت سے مطلوب ہے کہ اُسپر اجماع ہے اور عدم معاینہ کے وقت جہت کے مقابل ہونے پر

قرآن اور حدیث اور صحابہ رضہ کا فعل اور قیاس دلالت کرتا ہی قرآن مجید کی دلالت اس آیت میں ہی۔ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ اسمین شطر سے مراد ہی جہت چنانچہ جو شخص کعبہ کی جہت کے مقابل ہو اُسکو عرب والے کہتے ہین وَلَّى وَجْهَهُ شَطْرَهُ یعنے اپنا منھ کعبہ کی جہت کو پھیر لیا اور حدیث مین وہ روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو ارشاد فرمایا مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ اور اہل مدینہ کی دہنی طرف مغرب اور بائین ہاتھ مشرق پڑتی ہی پس اس حدیث مین جو فاصلہ مغرب اور مشرق مین تھا اُس سب کو آپنے قبلہ ٹھہرا دیا حالانکہ کعبہ کی مساحت اس فاصلہ کو کافی نہین البتہ جہت کعبہ کی کافی ہی تو معلوم ہوا کہ خط جہت کو قبلہ فرمایا اور یہی الفاظ حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہین اور فعل صحابہ رضہ کا یہ ہی کہ مدینہ منورہ مین مسجد قبا کے لوگ بیت المقدس کی طرف کو منھ اور کعبہ کو پشت کیے صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کیونکہ مدینہ منورہ دونون کے درمیان مین ہی اتنے مین اُنسے کسی نے کہدیا کہ قبلہ بدل گیا اور کعبہ اُدھر طرف کو ہوگیا تو وہ لوگ بدون کسی علامت کے پوچھے کعبہ کی طرف کو عین نماز مین پھر گئے اور اُنکے اس پھرنے پر کسی نے انکار نہ کیا اور اُنکی مسجد کا نام دو قبلون کی مسجد رکھا گیا اور اگر عین کعبہ مطلوب ہوتا تو مدینہ منورہ سے اُسکی سیدھ بدون دلائل ہندسہ کے معلوم ہونی دشوار تھی جو نہایت غور و تامل سے معلوم ہوتی ہی تو اُن لوگون نے فی البدیہہ نماز کے اندر تاریکی کی حالت مین اُسکو کیسے جان لیا اور اُنکے اس فعل سے بھی جہت ہی معلوم ہوتی ہی کہ انھون نے مکہ معظمہ کی نواح مین اور تمام بلاد اسلام مین مسجدین بنائین اور کہین سمت قبلہ کے معلوم کرنے کے لیے کسی مہندس کو نہین بلوایا حالانکہ عین کعبہ کا مقابلہ بدون نظر دقیق ہندسہ کے معلوم نہین ہوسکتا۔ اور قیاس یہ ہی کہ قبلہ رخ ہونے اور مسجدون کے بنانے کی حاجت زمین کی تمام طرفون مین ہی اور بدون علوم ہندسہ کے مقابلہ عین کعبہ کا ممکن نہین اور شریعت مین کہین ذکر نہین کہ ان علوم مین بحث کیجائے بلکہ اگر ہی تو ان علوم مین زیادہ توغل کرنے سے توبیخ وارد ہی پھر ایسی صورت مین شریعت کا معاملہ اُسپر کیسے مبنی کیا جائیگا اس سے معلوم ہوا کہ مقابل ہونا جہت کا ضرورت کے سبب سے کافی ہی۔ اور جس صورت کو ہمنے لکھا ہی یعنے عالم کی جہتون کا منحصر ہونا چار مین اُسکے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ مین قضاء حاجت کے آداب مین یہ ارشاد فرمایا کہ نہ قبلہ کو منھ کرو اور نہ پشت کرو بلکہ مشرق کو منھ کرو یا مغرب کو اور مدینہ مطہرہ مین قبلہ رخ آدمی کی بائین طرف مشرق اور دہنی طرف مغرب پڑتی ہی تو دو جہتون سے منع فرمایا اور دو کی اجازت دی اس سے معلوم ہوا کہ کل جہتین چار ہین اور یہ کسی کے دل مین بھی نہین آتا کہ عالم کی طرفین چھ یا سات یا دس ہوسکتی ہین بہرحال باقی طرفون کا کچھ حکم نہین بلکہ جہات بسم طرح

ت اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیر و اپنے منھ اسی کی طرف ۱۲

ع مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہی ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی ہریرہ

سم مسلم بروایت انس ۱۲

ع بخاری و مسلم بروایت ابی ایوب ۱۲

رہتی ہین جیسے امری کے اعتقاد مین ہون اور بنظر سرشت انسان کے اسکے لیے بظاہر چار ہی سمت ہین یعنے داہنے بائین آگے پیچھے اور شریعت کی بنا انھین جیسے اعتقادات ظاہری پر ہوا کرتی ہو تو معلوم ہوا کہ مقابلہ جہت ہی مطلوب ہو اور اسی سبب سے دریافت مین کوشش آسان پڑتی ہو اور قبلہ کی علامتون کا سیکھنا بھی اسکے لیے دشوار نہین اور عین کا مقابل ہونا اس طرح ہوگا کہ اول مکہ معظمہ کا عرض خط استوا سے اور درجات طول کسی مقام خاص سے معلوم کرنا چاہیے پھر جسجگہ نمازی کھڑا ہو اُس مقام کا طول و عرض دریافت کرنا چاہیے پھر آپس مین مقابلہ کیا جائے اور خط عمودی کے لیے آلات و اسباب بہت سے درکار ہین حالانکہ شریعت کی بنا اُنپر یقیناً نہین۔ غرض کہ قبلہ کی دلیلون مین سے جس قدر سیکھنا چاہیے وہ یہی ہو کہ آفتاب کے نکلنے اور غروب ہونے کی جگہ اور زوال کی کیفیت اور عصر کے وقت وہ کہان ہوتا ہو اسکا حال دریافت ہو جائے تو اسقدر سیکھ لینے سے وجوب ساقط ہو جائیگا۔ اب اگر یہ پوچھو کہ مسافر اگر بدون ان باتون کے سیکھے سفر کرے تو وہ گنہگار ہوگا یا نہین تو اسکا جواب یہ ہو کہ اگر اُس رستے مین گانون پاس پاس پڑتے ہون جنھین مسجدین بنی ہون یا اُسکے ساتھ کوئی قبلہ کی علامتون کا واقف کار ہو جسکے عادل اور تجربہ کار ہونے پر اعتماد ہو تب تو گنہگار نہوگا اور اگر ان باتون مین سے کوئی بھی نہوگی تو البتہ گنہگار رہیگا کہ قبلہ کا متوجہ ہونا تو اُسکو پیش ہی ہونے والا تھا اور قبلہ رُخ ہونا واجب ہی تو اُسکا علم پہلے سے کیون نہ سیکھا تو اُسکا حال ایسا ہی ہوگیا جیسے مثلاً پانی نہ ملے اور پہلے سے مسایل تیمم کا نہ سیکھے اور نماز نہ پڑھے تو اس صورت مین بھی تیمم کے نہ سیکھنے سے گنہگار رہیگا پھر اگر ان علامات کو سیکھ لیا اور راہ مین بباعث ابر سیاہ کے قبلہ کا حال معلوم نہوا یا بالکل سیکھا ہی نتھا اور راہ مین کوئی ایسا نہ ملا جسکی تقلید کرتا تو ایسی صورت مین اُسپر واجب ہو کہ وقت پر نماز اپنے طور پر پڑھے پھر اُسکی قضا کرے خواہ ٹھیک پڑھی ہو یا اور کسی طرف کو۔ اور اندھے آدمی کو بجز تقلید کے اور کوئی چارہ نہین تو جس شخص کو دین اور عقل مین معتمد جانے اُسکی تقلید کرے بشرطیکہ قبلہ کے حال دریافت کرنے مین کوشش کرتا ہوا ور اگر قبلہ سب کو معلوم ہو تو اندھے کو جائز ہو کہ جو نیکبخت اُس سے حضر یا سفر مین رُخ بتلاوے اُسکے قول پر اعتماد کرلے اور اندھے اور جاہل آدمی کو ایسے قافلہ مین سفر کرنا جائز نہین جسمین کوئی قبلہ پہچاننے والا نہو جیسے عامی آدمی کو ایسی بستی مین رہنا درست نہین جسمین کوئی فقیہ نہو کہ شریعت کا حال مفصل جانتا ہو بلکہ اُس بستی سے ایسی جگہ ہجرت کرنی لازم ہو جہان کوئی اُسکو دین کی تعلیم کرے اور یہی حال ہو اگر شہر مین فاسق فقیہ کے سوا دوسرا عالم نہو تو اس صورت مین بھی ہجرت لازم ہو اسلیے کہ فاسق کے فتوے پر اعتماد جائز نہین بلکہ فتوے کے قبول کے لیے عدالت شرط ہو جیسا کہ روایت مین ہو اور اگر ایسا

شخص فقیہ ہو جسکا حال عدالت اور فسق کا مخفی ہو تو اگر عادل شخص عالم نہ ملے تو اُس مستور کا قول قبول کرنا جائز ہی اسلیے کہ شہرون مین مسافر سے نہین ہو سکتا کہ مفتیون کی عدالت تحقیق کرتا پھرے پس اگر اُسکو حریر پہنے دیکھے یا ایسا کپڑا اُسکے بدن پر ہو جسمین ریشم غالب ہو یا سونے کے زین پر سوار ہو تو ایسی صورت مین وہ کھلا فاسق ہی اُسکے قول کا ماننا ممتنع ہی اُسکے سوا دوسرے کو تلاش کرکے اُس سے مسئلہ پوچھے اور اسی طرح اگر اُسکو بادشاہ کے دسترخوان پر کھاتا دیکھے جسکا اکثر مال حرام ہی یا اُس سے روزینہ خواہ انعام لیتا ہی اور تحقیق نہین کرتا کہ وجہ حلال کا ہی یا نہین تو یہ باتین بھی فسق کی ہین اور عدالت مین خلل ڈالتی ہین اور فتوے کے قبول کرنے اور روایت اور گواہی کی مانع ہین۔ اور پانچوان وقتون کا پہچاننا سفر مین ضروری ہی تو ظہر کا وقت زوال سے داخل ہوتا ہی اور ہر شخص کا سایہ آفتاب کے نکلنے کے بعد مغرب کی طرف کو لمبا ہوا کرتا ہی پھر جسقدر دن چڑھتا جاتا ہی وہ سایہ کم ہوتا جاتا ہی زوال کے وقت تک پھر پورب کی طرف کو بڑھنا شروع ہوتا ہی اور غروب تک بڑھتا رہتا ہی تو دوپہر کے قریب مسافر ایک جگہ خواہ خود کھڑا ہو جائے خواہ ایک لکڑی سیدھی دھوپ مین گاڑ دے اور اُسکے سایہ کے سرے پر کچھ نشان کر دے پھر ایک ساعت کے بعد اُس سایہ کو دیکھے اگر وہ نشان سے کم ہو گیا ہو تو ابھی ظہر کا وقت نہین آیا اور اگر بڑھنے لگا ہو تو ظہر کا وقت آگیا اور ایک طریق اُسکے پہچاننے کا یہ ہی کہ اپنے شہر مین جس موذن کی اذان پر اعتماد ہو اُسکی اذان کے وقت اپنا سایہ ناپ لے اگر مثلاً تین قدم اپنے قدم سے ہو تو سفر مین جس وقت سایہ تین قدم ہو کر زیادہ ہونے لگے اُسوقت نماز پڑھ لے اور جب ساڑھے نو قدم سایہ ہو اُسوقت عصر کا وقت داخل ہو گا کیونکہ ہر شخص کا سایہ اُسکے قدم سے ساڑھے چھ قدم تخمیناً ہوتا ہی اور سایہ اصلی مثلاً تین قدم تھا تو ساڑھے نو برابر ایک مثل ہو جائیگا۔ پھر اگر سفر گرمیون کے سب سے بڑے دن کے بعد شروع کیا ہو گا تو سایہ زوال ہر روز کسی قدر زائد ہوتا جاویگا اور اگر جاڑون کے سب سے چھوٹے دن کے بعد کیا ہو گا تو سایہ ہر روز کم ہوتا جائیگا اور زوال کے پہچاننے کا عمدہ طریق یہ ہی کہ مسافر اپنے ساتھ میزان زوال رکھے اور اس آلہ سے ہر وقت سایہ کے بدلنے کو سیکھ لے۔ اور اگر زوال کے وقت سورج کا حال پہلے سے جانتا ہو کہ قبلہ رخ آدمی کے فلان موقع پر ہوتا ہی تو سفر مین اگر ایسی جگہ ہو گا جہان قبلہ کسی اور علامت سے معلوم ہی تو اُس جگہ زوال کا معلوم ہو جانا ممکن ہی کہ جب قبلہ رخ ہو کر آفتاب کو موقع مذکور پر پاوے معلوم کرلے کہ زوال کا وقت ہو گیا۔ اور مغرب کا وقت آفتاب کے غروب سے ہوتا ہی اور جس صورت مین کہ پہاڑون کے سبب سے غروب کی جگہ نظر نہ آوے تو مشرق کی طرف سیاہی پر غور کرے جب سیاہی مشرق کے افق سے ایک نیزہ اونچی ہو جاوے اُسی وقت

مغرب کا وقت ہوجاتا ہی - اور عشا کا وقت شفق کی سرخی کے غائب ہونے سے ہوتا ہی اور اگر پہاڑون کی آڑ سے شفق کا حال معلوم نہو تو یہ خیال کرے کہ جب چھوٹے ستارے کثرت سے نکل آوین تو جان لے کہ شفق نہین رہی کیونکہ وہ سرخی کے غائب ہونے کے بعد ہی ظاہر ہوا کرتے ہین - اور صبح کا وقت اسطرح معلوم کرے کہ اول ایک روشنی یعنی مثل بھیڑیے کی دم کے مشرق کی جانب پیدا ہوتی ہی اور افق پر کچھ اسکی علامت نہین ہوتی وہ صبح جھوٹی ہوتی ہی اسکا کچھ اعتبار نہین پھر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ایک سفیدی چوڑی ظاہر ہوتی ہی کہ اسکا معلوم کرنا آنکھ سے دشوار نہین اسلیے کہ ظاہر ہوتی ہی اور افق تک ہوتی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح ایسی نہین ہوتی اور دونون ہتھیلیون کو ملا دیا بلکہ صبح ایسی ہوتی ہی اور ایک سبابہ کو دوسری پر رکھ دیا اور دونون کو کھول دیا اسمین اشارہ فرمایا کہ وہ عریض اور پھیلی ہوئی ہوتی ہی اور بعض اوقات صبح پر منزلون سے استدلال کیا کرتے ہین اور یہ صورت تخمین کی ہی نہ تحقیق کی اسلیے اسمین اعتماد مشاہدہ پر کرے یعنی جب عرض مین روشنی پھیلی دیکھے جان لے کہ صبح ہوگئی - اور یہ جو کچھ لوگون نے کہا ہی کہ صبح آفتاب کے طلوع سے چار منزل پیشتر نکلتی ہی یعنی قریب ایک پہر کے تو یہ غلطی ہی اسلیے کہ اسوقت فجر کاذب ہوتی ہی اور تحقیق والون کے نزدیک صبح صادق آفتاب کے طلوع سے دو منزل پیشتر ہوتی ہی اور یہ بھی تخمینی بات ہی قابل اعتماد نہین اسلیے کہ بعض منزلین پھیلی ہوئی اور ترچھی نکلتی ہین اُنکے طلوع کا زمانہ کم ہوتا ہی اور بعض سیدھی نکلتی ہین تو اُنکے طلوع کا زمانہ دراز ہوتا ہی اور یہ امر ہر ملک مین مختلف ہوتا ہی جسکا ذکر کرنا طول کلام چاہتا ہی ہان منازل سے اتنا فائدہ ہوتا ہی کہ صبح کا قریب ہونا اور دیر مین ہونا معلوم ہوجاتا ہی لیکن یہ نہین ہوسکتا کہ ابتدا وقت صبح کو دو منزل کہ دین حاصل یہ کہ جب آفتاب کے نکلنے تک چار منزل رہین تو اُمین سے ایک منزل تو قطعاً صبح کاذب کی ہی اور جب دو منزل کے قریب طلوع آفتاب سے رہجاتی ہین تو اُسوقت یقیناً صبح صادق ہوجاتی ہی اب ان دونون صبحون کے بیچ مین بقدر دو تہائی ایک منزل کے وقت مشکوک رہتا ہی کہ معلوم نہین ہوتا کہ صبح کاذب کا حصہ ہی یا صبح صادق کا اور یہ وقت وہ ہی جسمین سفیدی کا ظہور اور انتشار شروع ہوتا ہی اور ابھی پھیلتا نہین تو اسوقت سے روزہ دار کو چاہیے کہ سحر کھانی موقوف کرے اور شب بیدار نماز وتر کو وقت مذکور سے پہلے پڑھ لے اور جبتک یہ وقت گذر نہ جائے تب تک صبح کی نماز نہ پڑھے جب وقت یقینی شروع ہو اُسوقت نماز پڑھے اور اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ ایک وقت مین ٹھیک ایسا معلوم کرے کہ اسمین سحر کے لیے پانی پیئے اور معاً اُسکے بعد ہی بلا مہلت نماز صبح ادا کرے تو یہ بات آدمی کی قوت مین

رہنا ہے برطابق ابن محمود غفرلہ

نہین بلکہ مہارت ضرور ہی کیونکہ اعتماد آنکھ سے دیکھنے پر ہی اور آنکھ سے دیکھنے پر اعتماد جبھی ہی کہ سپیدی عرض مین پھیل جاے اور زردی کا آغاز شروع ہو جاے اور اس باب مین بہت لوگون نے غلطی کی ہی وہ وقت سے پہلے ہی نماز پڑھتے ہین اور ہمارے قول کی صحت پر یہ حدیث دال ہی جو ابو عیسی ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی مین طلق بن علی رض سے مسندا روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو اور چاہیے کہ تمکو روشنی اوپر چڑھنے والی مضطر نہ کردے اور کھاؤ اور پیو یہان تک کہ تمھارے لیے سرخی پھیل جاے تو یہ حدیث سرخی کے لحاظ کرنے مین صحیح ہی اور ابو عیسی رح نے فرمایا کہ اس باب مین عدی بن حاتم اور ابی ذر اور سمرہ بن جندب سے بھی مروی ہی اور یہ حدیث حسن غریب ہی اور اسپر عمل اہل علم کے نزدیک ہی اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ کھاؤ اور پیو جبتک روشنی لمبی رہے اس سے معلوم ہو کہ زردی کے ظہور کے سوا اور چیز پر اعتماد نہ کرنا چاہیے اور یہی گویا آغاز سرخی کی ہوتی ہی اور مسافر کو ضرورت اوقات کے پہچاننے کی اسلیے ہوتی ہی کہ بعض اوقات کوچ سے پیشتر نماز پڑھ لینی چاہتا ہی تاکہ راہ مین سواری سے اترنا یا ٹھہرنا نہ پڑے یا یہ چاہتا ہی کہ نماز سونے سے پیشتر ادا کرکے جلدی سے آرام کرے پس اگر اول وقت کی فضیلت سے قطع نظر کرکے تھوڑی کلفت اترنے کی اور دیر کہ سونے کی اپنے نفس پر گوارا کرلے اور یقینی وقت مین نماز پڑھے تو اوقات دیکھنے کی ضرورت بھی نہ رہے اسلیے کہ وقتا وقات کی ابتدا کا حال معلوم کرنے کی ہی کہ اول وقت کونسا ہی اور درمیانی اوقات تو ہر شخص نمازی جانا کرتا ہی —

والحمد للہ اولا و آخرا و ظاہرا و باطنا و صلی اللہ علی کل عبد مصطفی

آٹھوان باب سماع یعنی راگ اور وجد کے آداب مین

رباعی
اسرار دلی راگ سے ہوتے ہین عیان ہی راگ غذاے روح ہر ایک انسان
شرطون کے موافق ہو گر تو اس سے حاصل بھی ہوتا ہی نفاق اور عصیان

واضح ہو کہ جیسے لوہے اور پتھر مین آگ مخفی رہتی ہی یا جیسے پانی کے نیچے مٹی چھپی ہی اسی طرح دلون کے اور باطن کے جواہر اور اسرار انمین پوشیدہ ہین اور انکے اظہار کی تدبیر راگ سے بہتر کوئی نہین دلون کی طرف راستہ بجز کان کے معدوم ہی نغمات موزون اور لذیذ انکے اندر کے راز ظاہر کرتے ہین خواہ برے ہون یا بھلے کیونکہ دل کا حال بھرے برتن کا سا ہی کہ جب چھلکاؤ گے تو وہی نکلیگا جو اسمین بھرا ہی اسی طرح راگ بھی دلون کے حق مین سچی کسوٹی ہی جب اس سے دلون کو حرکت ہو گی تو انسے وہی باتین ظاہر ہونگی جو انپر غالب ہین اور از انجا کہ دل بالطبع راگ کے مطیع ہین یہان تک کہ اسکے سبب سے اپنی برائی بھلائی سب ظاہر کردیتے ہین تو ضرور ہوا کہ سماع اور وجد کو شرح ذکر کیا جاے

اوران دونون کے فوائد وآفات اور آداب وہیائت اور علما کا اختلاف اس باب مین کہ یہ ممنوع ہین یا مباح تفصیل بیان ہو اور ہم ان امور کو دو فصلون مین ذکر کرتے ہین

پہلی فصل راگ کے مباح ہونے مین علما کے اختلاف کا ذکر اور جو بات کہ اس باب مین حق ہے۔ اور اسمین چار بیان ہین۔ واضح ہو کہ اول راگ ہوتا ہے اور اس سے دل پر ایک حالت ہوتی ہے جسکو وجد کہتے ہین اور وجد کے سبب سے اعضا کو حرکت ہوتی ہے وہ اگر غیر موزون ہوتی ہے تو اسکو اضطراب کہتے ہین اور اگر موزون ہوتی ہے تو تال اور ناچ نام ہوتا ہے اب ہم اول راگ کا حکم لکھتے ہین اور جتنے اقوال مختلف اس باب مین ہین انکو نقل کرتے ہین پھر راگ کی اباحت کا ذکر کرینگے اور سب سے آخر مین اُن لوگون کی حجت کا جواب دینگے جو اسکی حرمت کے قائل ہین

پہلا بیان علما اور صوفیون کے اقوال راگ کی حلت و حرمت مین۔ قاضی ابو الطیب طبری نے امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم اور سفیان ثوری اور دوسرے بہت علما سے ایسے الفاظ نقل کیے ہین جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب راگ کی حرمت کے قائل تھے۔ اور امام شافعی رح نے کتاب اداب القضا مین فرمایا ہے کہ گانا ایک بُرا کھیل ہے باطل کی طرح کا جو شخص اسکا ترکب زیادہ ہو وہ بیوقوف ہے اُسکی گواہی نہ مانی جاے اور قاضی ابو الطیب نے فرمایا ہے کہ اصحاب شافعی کے نزدیک ایسی عورت سے سننا جو مرد کی محرم نہ ہو کسی حال مین درست نہین خواہ وہ کھلی ہو یا پردہ کی آڑ مین اور آزاد ہو یا لونڈی اور حضرت امام شافعی رح نے فرمایا ہے کہ جب لونڈی کا مالک لوگون کو اُسکے گیت سننے کے لیے جمع کرے تو وہ سفلہ ہے اُسکی گواہی نہ مانی جائیگی اور یہ بھی انھین سے منقول ہے کہ آپ لکڑی وغیرہ سے گت لگانی بُری جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زندیقون کی ایجاد کی ہوئی ہے تاکہ اُسکے باعث قرآن سے غافل ہوجائین اور امام شافعی رح یہ بھی فرماتے ہین کہ نرد سے کھیلنا زیادہ مکروہ ہے بہ نسبت ملاہی کے دوسری چیزسے کھیلنے کے چنانچہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے اور مین شطرنج کھیلنا پسند نہین کرتا اور جن چیزون سے لوگ کھیلتے ہین مین سب کو مکروہ جانتا ہون کیونکہ کھیلنا دین اور مروت والون کا کام نہین۔ اور امام مالک رح نے راگ سے منع فرمایا اور فتوی دیا کہ جب کوئی لونڈی خریدے اور معلوم ہو کہ یہ گانے والی ہے تو مشتری کو جائز ہے کہ اُسکو واپس کردے اور یہی مذہب تمام اہل مدینہ منورہ کا ہے بجز ایک شخص تنہا ابراہیم بن سعد کے۔ اور امام ابو حنیفہ رح ان ملاہی کو سب کو بُرا جانتے تھے اور راگ سننے کو گناہ فرماتے تھے اور یہی حال تمام اہل کوفہ سفیان ثوری اور حماد اور ابراہیم اور شعبی وغیرہم کا ہے۔ یہ سب اقوال ابو الطیب طبری نے نقل کیے ہین اور ابو طالب مکی رح نے بہت لوگون سے اباحت راگ کی نقل کی ہے اور فرمایا ہے کہ صحابہ کرام مین سے عبد اللہ بن جعفر

اور ابن زبیر اور مغیرہ بن شعبہ اور معاویہ رضہ وغیرہم نے سنا ہی اور بہت سے سلف صالحین صحابہ و تابعین نے
اُسکو سنا ہی اور یہ بھی ذکر کیا ہی کہ ہمارے نزدیک مکہ کے اندر ہمیشہ حجاز والے برس کے افضل دنون مین سماع
سنتے چلے آئے ہین اور وہ ایسے چند روز ہین جن مین اللہ تعالے نے اپنے بندون کو ذکر کا حکم فرمایا ہی جیسے
ایام تشریق ہین اور مکہ معظمہ والون کی طرح مدینہ مطہرہ والے ہمیشہ راگ سنتے رہے ہمارے اس زمانہ تک
چنانچہ ہمنے ابو مروان قاضی کو دیکھا کہ اُنکے پاس چند لونڈیان گانے والی تھین جنکو صوفیون کے لیے رکھ چھوڑا تھا
وہ لوگون کو راگ سنایا کرتی تھین اور حضرت عطا رح کے پاس دو لونڈیان گانے والی تھین اُنکے دوست
اُنکا راگ سنا کرتے تھے اور یہ بھی ابو طالب کا قول ہی کہ ابو الحسن بن سالم رح سے کسی نے پوچھا کہ تم راگ کا
کیسے انکار کرتے ہو حالانکہ حضرت جنید اور سری سقطی اور ذو النون رح راگ سنا کرتے تھے انھون نے کہا کہ مین
اُسکو کیسے انکار کرون کہ مجھسے بہتر شخصون نے اُسکو جائز کہا ہی اور سنا ہی چنانچہ عبد اللہ بن جعفر طیار
سنا کرتے تھے اور صرف انکار لہو و لعب کا راگ مین کیا کرتے تھے اور یحیی بن معاذ رح سے مروی ہی کہ
اُنھون نے فرمایا کہ تین چیزین ہمسے جاتی رہین اور اب وہ ہمکو ہمیشہ کم ہی ہوتی نظر آتی ہین اول
خوبصورت ہونا مع محفوظ رہنے کے دوم خوبی گفتار مع دیانت کے سوم بھائی بندی وفا کے ساتھ اور
مین نے یہی قول بعینہ بعض کتابون مین حارث محاسبی رح سے منقول دیکھا ہی اور اس سے یہ معلوم ہوا
کہ حارث محاسبی باوجود اپنے زہد اور حفاظت اور دین مین جد و جہد و آمادگی کے راگ کو جائز جانتے تھے
اور ابن مجاہد کا دستور تھا کہ دعوت جبھی منظور کرتے تھے کہ اُسمین راگ بھی ہو۔ اور کسی بزرگ سے
منقول ہی کہ ایکبار ہم ایک دعوت مین گئے جس مین ابو القاسم منیع کے نواسے اور ابوبکر بن ابی داؤد
اور ابن مجاہد اور دوسرے اُنکے ہمسر تھے اتنے مین راگ موجود ہوا ابن مجاہد نے منیع کے
نواسے کو ترغیب شروع کی کہ ابن ابی داؤد کو راگ سننے کو کہو ابن ابی داؤد نے کہا کہ مجھسے میرے باپ نے
نقل کی ہی کہ حضرت امام احمد بن حنبل رح راگ کو بُرا جانتے تھے اور میرا باپ بھی اُسکو بُرا سمجھتا تھا اور
مین اپنے باپ ہی کے مذہب پر ہون اور ابو القاسم نے کہا کہ میرے نانا احمد بن منیع نے مجھسے بیان کیا
صالح بن احمد سے کہ اُنکا باپ ابن خبازہ کا قول سنا کرتا تھا ابن مجاہد ابن ابی داؤد سے کہا کہ تم تو
اپنے باپ کے قول سے مجکو معاف کرو اور ابو القاسم سے کہا کہ تم اپنے نانا کے قول سے مجکو معاف رکھو پھر ابوبکر
کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اگر کوئی ایک شعر پڑھے تو کیا وہ تمھارے نزدیک حرام ہی ابن ابی داؤد رح نے
کہا کہ نہین پھر پوچھا کہ اگر وہ شخص پڑھنے والا خوش آواز ہو تو اُسپر شعر پڑھنا حرام ہو جائیگا اُنھون نے
کہا نہین پھر پوچھا کہ اگر شعر کو ایسی طرح پڑھے کہ جو ممدود حرف تھا وہ مقصور ہو جاوے اور مقصور ممدود تو کیا اُسپر

حرام ہوگا ابوبکرؓ نے کہا کہ مین ایک شیطان پر تو غالب ہی نہین آیا اب دو پر کیسے غالب آؤن۔اور ابوالخیر عسقلانی اسود جو اولیا مین سے تھے راگ سنتے تھے اور بیہوش ہو جاتے تھے اور سماع کے باب مین ایک کتاب لکھی ہی اسمین منکرون پر رد کیا ہی اور بہت سے لوگون نے منکرین کے اقوال کے رد مین کتابین لکھی ہین۔اور کسی بزرگ سے منقول ہی کہ مین نے خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے عرض کیا کہ آپ اس راگ کے باب مین کیا فرماتے ہین جسمین ہمارے اصحاب اختلاف کرتے ہین انھون نے فرمایا کہ وہ ایسی صاف کدورت اور صاف ہی کہ بجز عالمون کے قدم کے اسپر کوئی نہین جمتا۔اور ممشاد دینوری رح نے فرمایا کہ مین نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ اس راگ مین سے آپ کچھ برا جانتے ہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین اسمین سے کچھ برا نہین جانتا مگر انسے کہدینا کہ اس سے پیشتر قرآن پڑھا کرین اور ختم کے بعد قرآن ہی پر تمام کیا کرین۔اور طاہر بن بلال ہمدانی وراق جو علما مین سے تھے کہتے ہین کہ مین مسجد جامع جدہ مین سمندر کے کنارے پر معتکف تھا کہ ایک روز ایک جماعت کو دیکھا کہ مسجد کے ایک گوشہ مین کچھ گا رہے ہین اور سنتے ہین مین نے دل مین برا جانا اور کہا کہ خدا تعالے کے گھر مین شعر پڑھتے ہین پس اسی رات مین نے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ اسی گوشہ مین بیٹھے ہین اور آپ کے برابر حضرت صدیق اکبرؓ ہین اور حضرت صدیقؓ کچھ شعر پڑھتے ہین اور انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہین اور وجد کی سی حالت مین ہوکر اپنا دست مبارک سینہ شریف پر رکھتے ہین مین نے اپنے دل مین کہا کہ مجھکو نہین مناسب تھا کہ جو لوگ اشعار سن رہے تھے انکو برا جانون یہان تو خود انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہین اور حضرت صدیقؓ سناتے ہین انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ هٰذَا حَقٌّ بِحَقٍّ یا یون فرمایا کہ حَقٌّ مِنْ حَقٍّ مجھکو صحیح یاد نہین رہا کہ کونسا لفظ فرمایا۔اور حضرت جنید رح نے فرمایا کہ اس جماعت پر تین جگہون مین رحمت اترتی ہی ایک کھانے کے وقت اسلیے کہ بدون فاقہ کیے یہ لوگ نہین کھایا کرتے دوم باہم ذکر کرنے کے وقت کیونکہ بجز صدیقون کے مقامون کے اور کسی چیز کا ذکر نہین کرتے سوم راگ سننے کے وقت اسوجہ سے کہ اسکو وجد کے ساتھ سنتے ہین اور حق کے سامنے ہوتے ہین۔اور ابن جریح سے منقول ہی کہ وہ راگ سننے کی اجازت دیا کرتے تھے کسی نے انسے پوچھا کہ قیامت کے روز راگ آپکے حسنات مین ہوگا یا منجملہ سیئات فرمایا کہ نہ حسنات مین ہوگا نہ سیئات مین اسلیے کہ لغو کے مشابہ ہی اور اللہ تعالی فرماتا ہی لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ یہ اقوال راگ کے باب مین منقول ہین اور جو شخص تقلید مین حق کا طالب ہوتا ہی جب وہ سب اقوال کو دیکھتا ہی تو بعض اوقات ایک دوسرے کے معارض

یا حیران رہجاتا ہے یا جدھر کو رغبت طبع دیکھی اُسطرف مائل ہوجاتا ہے اور یہ امر نقصان میں داخل ہے بلکہ چاہیے کہ حق کو حق کے طور پر طلب کرے یعنی جتنی باتیں اسمین ممنوع یا مباح معلوم ہون ہر ایک کا حال دریافت کرے تاکہ انجام کو امر حق واضح ہوجائے جیسا ہم ذکر کرتے ہین

دوسرا بیان سماع کے مباح ہونے کی دلیل مین جاننا چاہیے کہ جو شخص راگ کو حرام کہتے ہین اُسکے یہ معنے ہین کہ خدای تعالی اُسپر عذاب کریگا اور یہ بات ایسی نہین کہ صرف عقل سے معلوم ہوجائے بلکہ اسکے لیئے دلیل نقلی چاہیے اور شرعیات منحصر ہے نص مین اور قیاس مین جو منصوص چیز پر کیا جائے اور نص سے ہماری غرض وہ بات ہے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول یا فعل سے ظاہر فرمایا ہو اور قیاس سے وہ معنے مراد ہین جو آپکے الفاظ اور افعال سے سمجھ مین آتے ہون پس اگر کسی چیز مین نہ نص ہو نہ قیاس راست آتا ہو تو اُس چیز کی حرمت کا قول باطل ہے بلکہ وہ چیز دوسرے مباحات کی طرح تصور ہوگی کہ اُسکے فعل مین کچھ حرج نہین اب راگ کو جو ہم دیکھتے ہین تو اُسکی حرمت پر نہ تو کوئی نص دلالت کرتا ہے اور نہ قیاس چنانچہ یہ امر بیان چہارم سے بار کے وضوح کو پہونچیگا جس مین ہمنے قائلین حرمت کی دلیلون کا جواب لکھا ہے اور جب اُنکی دلیلون کا جواب پورا ہوجائیگا تو اباحت کے لیے یہ طریق کافی ہوگا مگر بیان دوسرا طریق ہم بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ نص اور قیاس دونون راگ کے مباح ہونے پر دلالت کرتے ہین قیاس تو اسطرح ہے کہ راگ مین کئی باتین مجتمع ہین تو چاہیے کہ اول اُن باتون کو جدا جدا دیکھین پھر مجموعہ لحاظ کرین یعنی راگ کیا ہے کہ سننا آواز خوش اور موزون کا جسکے معنے سمجھ مین آوین اور دل کو حرکت دین اور اس تعریف مین وصف عام آواز خوش ہے پھر اسکی بھی دو قسمین ہین ایک موزون اور ایک غیر موزون اور موزون بھی دو قسم ہے ایک وہ کہ سمجھ مین آوے جیسے اشعار ہوتے ہین اور ایک وہ کہ سمجھ مین نہ آوے جیسے جمادات اور حیوانات کی آوازین ہین پھر خوش آوازون کا سُننا باعتبار اچھا ہونے کے ایسی چیز نہین کہ حرام ہو بلکہ نص اور قیاس کی رو سے حلال ہے قیاس تو یہ ہے کہ اُسکا مآل یہ ہے کہ حاسہ سمع اپنی مخصوص چیز سے لذت پاتا ہے اور انسان کے لیے ایک عقل اور پانچ حواس ہین اور ہر حاسہ کا ایک ادراک ہے اور جو چیزین اُس سے مدرک ہوتی ہین اُن مین سے بعض تو اُسکو اچھی معلوم ہوتی ہین اور بعض بُری مثلاً آنکھ کو سبزہ اور جاری پانی اور اچھا چہرہ اور تمام خوبصورت رنگون کے دیکھنے سے لذت ہوتی ہے اور میلے رنگون اور بُری صورتون وغیرہ دیکھنے کو بُرا جانتی ہے اور سونگھنے کے حاسہ کو خوشبوؤن سے لذت اور بدبوؤن سے نفرت ہے اور ذائقہ کو لذیذ چیزین روغنی اور شیرین اور کھٹی اور چٹپٹی اچھی معلوم ہوتی ہین اور تلخ اور بدمزہ کسیلی اور سیٹھی بُری معلوم ہوتی ہین اور حاسہ لمس کو نرمی و چکنا پن

اور برابری اچھی معلوم ہوتی ہے اور کھردرا پن اور اونچا نیچا برا معلوم ہوتا ہے اور عقل کو علم اور معرفت سے لذت ہے اور جہالت اور بلادت سے نفرت اور یہی حال اُن اشیا کا ہے جو حاسہ سمع سے معلوم ہوں کہ بعض لذیذ ہونگی جیسے بلبلوں کے چہچہے اور عمدہ باجوں کی آواز اور بعض کریہ ہونگے جیسے گدھے کی آواز تو حس حاسہ کی لذت کو اور حاسوں کی لذت پر قیاس کرنا نہایت ظاہر ہے اور نص سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ سننا آواز خوش کا مباح ہے کیونکہ اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر آواز خوش سے احسان جتایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَاءُ کہتے ہیں کہ اس سے مراد آواز خوش ہے اور حدیث میں ہے مَا بَعَثَ اللهُ نَبِیًّا اِلَّا حَسَنَ الصَّوْتِ اور ایک حدیث میں آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن کو آواز خوش سے پڑھے اللہ تعالی اُسکی تلاوت کو زیادہ سنتا ہے بہ نسبت گانے والی لونڈی کے مالک کے اپنی لونڈی کے راگ کو۔ اور ایک حدیث میں حضرت داؤد علیہ السلام کی مدح کے طور پر ارشاد ہے کہ وہ اپنے نفس پر نوحہ کرتے اور زبور کی تلاوت میں خوش آواز تھے۔ یہانتک کہ اُنکی آواز سننے کو انسان اور جن اور وحشی اور پرند جمع ہوا کرتے تھے اور آپ کی مجلس سے چار سو کے قریب جنازے اٹھا کرتے تھے کسی وقتوں میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسی اشعری کی تعریف میں فرمایا لَقَدْ اُعْطِیَ مِزْمَارًا مِّنْ مَزَامِیْرِ اٰلِ دَاؤدَ اور اللہ تعالی کا ارشاد اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ اپنے مفہوم سے آواز خوش کی مدح پر دلالت کرتا ہے اور اگر کوئی یہ کہے کہ آواز خوش مباح اس شرط سے ہے کہ قرآن کی تلاوت میں ہو تو اسکو یہ کہنا بھی ضرور ہوگا کہ آواز بلبل کا سننا حرام ہے کیونکہ وہ بھی قرآن خوانی نہیں اور اگر صوت ہمل بے معنی کا سننا درست ہے تو جس آواز خوش میں حکمت اور معنی صحیحہ پائے جائیں اُسکا سننا کیوں ناجائز ہوگا اور ظاہر ہے کہ بعض اشعار سراسر حکمت ہوتے ہیں یہ بحث تو خوش آوازی میں ہوئی اب دوسری بات کی بحث کرتے ہیں یعنی خوش آوازی کے ساتھ موزونی بھی ہو کہ وزن اور چیز ہے اور حسن اور چیز اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آواز اچھی ہوتی ہے مگر وزن نہیں ہوتا اور بعض اوقات موزون ہوتی ہے اچھی نہیں ہوتی اور موزون آوازیں بلحاظ اپنے مخارج کے تین ہیں ایک وہ کہ جمادات سے نکلیں جیسے مزامیر اور تاروں کی آوازیں اور طبلہ کی گت اور ڈھولکی کی آواز ہے دوسرے وہ کہ انسان کے گلے سے نکلیں تیسرے وہ کہ حیوان کے گلے سے نکلے جیسے بلبلوں اور قمریوں اور دوسرے جانوروں خوش الحان سجع والوں کی آواز کہ اس قسم کی آوازیں اچھی بھی ہوتی ہیں اور موزون بھی اور انکا آغاز و انجام متناسب ہوتا ہے اور اسی جہت سے اُنکا سننا اچھا معلوم ہوتا ہے اور آوازوں میں اصل حیوانات کے گلے ہیں کہ مزامیر کو انھیں کے مشابہ بنالیا ہے تاکہ صنعت خلقت کے مشابہ ہو جائے اور جتنی چیزیں کہ کاریگروں نے ایجاد کی ہیں

کوئی ایسی نہین جسکی مثال خدای تعالی کی مخلوق مین نہوا ول سید او فیاض نے اسکو اختراع فرمایا پھر اُس سے کاریگرون نے سیکھا خالق کا اقتدا کیا اور اسکی شرح طول چاہتی ہی حاصل یہ کہ اِن آوازون کا سننا حرام نہین ہوسکتا اس وجہ سے کہ اچھی ہین یا موزون ہین کیونکہ کسی کا مذہب یہ نہین کہ بلبل کی آواز سننی حرام ہی یا کسی اور پرند کی اور سب پرندون کے گلے یکسان ہین ایک کی حرام ہوا ور دوسری کی نہو یہ ہو نہین سکتا اور نہ جماد اور حیوان مین کچہ فرق ہی کہ حیوان کی آواز تو درست ہو اور جماد کی نادرست تو چاہیے کہ جتنی آوازین کہ تمام اجسام سے آدمی کے اختیار سے نکلتی ہین انکو بلبل کی آواز پر قیاس کیا جاے مثلاً جو آدمی کے حلق سے نکلے یا لکڑی سے گت لگادے یا ڈھولکی اور دف وغیرہ بجادے سب جائز ہووین اور ان مین سے انکا استثنا کیا جائے جنکو شرع نے منع کیا ہی یعنی آلات لہو اور تار کے باجے اور انکی حرمت لذت کی باعث نہین اسلیے کہ اگر لذت کی وجہ سے یہ چیزین حرام ہوتین تو جن چیزون سے آدمی لذت پاتا ہی سب حرام ہوتین بلکہ انکی حرمت کی یہ وجہ ہی کہ لوگون کو شراب کی حرص زیادہ تھی اسلیے اسکی حرمت اس درجہ کو سخت ہوئی کہ ابتدا مین مٹکون کے توڑنے کا حکم ہوا اور اسی کی حرمت کے لحاظ سے جو باتین کہ میخوارون کے شعار مین سے تھین مثل مزامیر وغیرہ کے وہ بھی حرام ہوئین کہ یہ چیزین اسکی توابع ہین جیسے اجنبی عورت کے ساتھ خلوت حرام ہی اس وجہ سے کہ وہ مقدمہ جماع کا ہی یا جیسے ران کا دیکھنا حرام ہوا کہ پیشاب و پاخانہ کے مقام سے ملحق ہی اور شراب مقدار قلیل حرام ہوئی گو نشہ نہ کرے اسلیے کہ تھوڑی سی کا عادی ہونا بہت کی نوبت پہونچائیگا اور جتنی چیزین حرام ہین انکے لیے ایک حد اور احاطہ انکے متصل ہی کہ حرمت اُس تک موجود ہی تاکہ حرام کی آڑ اور مانع اسکے آس پاس رہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ہر بادشاہ کا ایک رمنہ ہوتا ہی اور اللہ تعالی کا رمنہ اسکے محرمات ہین غرض کہ مزامیر وغیرہ کی حرمت شراب کی تبعیت کی وجہ سے ہوئی ہی اور اسکے تین سبب ہین اول یہ کہ یہ چیزین مے نوشی کی طرف بلاتی ہین کیونکہ جو لذت انسے حاصل ہوتی ہی وہ شراب ہی سے کامل ہوتی ہی اور اسی سبب سے تھوڑی سی شراب حرام ہوئی کہ بہت کی طرف داعی ہوتی ہی دوسرا سبب یہ ہی کہ جسکو شراب چھوڑے تھوڑے دن ہوئے ہون اسکو یہ آلات وہی شراب کے جلسے یاد دلاتے ہین تو یہ یاد کا سبب پڑتے ہین اور یاد سے شوق ابھرتا ہی اور شوق جب زیادہ ابھرتا ہی تو وہ فعل پر جرأت کا سبب ہوتا ہی اور اسی علت کی باعث ابتدا مین دبا اور مزفت اور حنتم اور نقیر کہ خاص شراب ہی کے برتن ہوتے تھے ممنوع الاستعمال ہوئے کیونکہ اُن برتنون کے دیکھنے سے شراب یاد آتی تھی اور یہ علت پہلی علت سے جدا ہی کیونکہ پہلی مین تذکر لذت معتبر نہ تھا اور یہان

ع احمد بروایت ابی امامہ ۱۲
ع بخبر الحلال والحرام بین گذر چکی ۱۲
ع بخاری و مسلم ...

معتبر ہی بس اگر راگ ایسی طرح ہو کہ جو شخص میخواری کے ساتھ سننے کا عادی ہو اُسکو میخواری یاد دلائے تو وہ شخص راگ سے اسی وجہ سے منع کیا جائیگا تیسرا سبب یہ ہی کہ ان آلات پر اجتماع کرنا اہل فسق کی عادت ہی تو انکی مشابہت سے منع کیا گیا کیونکہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرتا ہی وہ انھین مین سے ہوتا ہی اور اس علت کے سبب سے ہم کہتے ہین کہ اگر کسی سنت کو اہل بدعت نے اپنا شعار کر لیا ہو تو انکی مشابہت کے خوف سے اس سنت کا ترک کرنا جائز ہی اور اسی علت کی وجہ سے ڈورو بجانا حرام ہی کہ اُسکو ہیجڑے بجاتے ہین اور سابق مین ہیجڑے بجایا کرتے تھے اگر اسمین مشابہت نہوتی تو یہ بھی مثل حج کے یا جہاد کے ڈھول کے ہوتا اور یہی علت پر یہ متفرع ہی کہ اگر کچھ لوگ ایک مجلس مزین کرین اور اسمین آلات مے نوشی اور پیالے شراب کے جمع کرین اور اُنمین سکنجبین ڈال دین اور ایک ساقی مقرر کرین کہ وہ انکو بھر بھر پلائے اور ساقی سے لیکر پیتے جائین اور اپنی بولیان معمولی شراب نوشی کی بولتے جاوین تو یہ فعل حرام ہوگا اگرچہ سکنجبین کا پینا مباح ہی مگر چونکہ اہل فساد کی صورت پر اُسکو پیا اسلیے پینا حرام ہوا اور اسی وجہ سے قبا پہننے اور سر کے بالون کے پیچھے رکھانے سے اُن بستیون مین منع کیا جانے جہان یہ طور اہل فساد کا ہو اور ماوراءالنہر کے شہرون مین چونکہ یہ طور اہل صلاح کا ہی منع کرنا نہ چاہیے ماحاصل یہ ہی کہ انھین تینون علتون کے سبب سے مزمار عراقی اور تارون کے باجے مثل عود اور چنگ اور رباب اور سارنگی وغیرہ حرام ہوئے بطور انکے سوا اور باجے اپنی اصل پر قیاس کیے گئے جیسے شاہین چرواہون اور حاجیون کے اور شاہین ڈھول والون کے اور نقارہ اور جن آلات مین سے اچھی آواز موزون نکلتی ہی اور مے نوشون کی عادت اُنکے بجانے کی نہین وہ سب اسلیے مباح ہوئے کہ نہ شراب سے متعلق ہین اور نہ اُسکی یاد دلاتے ہین اور نہ شراب نوشی کرتے ہین اور نہ موجب مشابہت اُس فرقہ کے ہین اسلیے اصل اباحت پر مثل پرندون کی آواز کے باقی رہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر کوئی شخص تارون کے باجے کو ناموزون بجائے کہ اُس سے لذت بھی نہو تب بھی وہ حرام ہی ہین اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ اُنکی حرمت مین علت صرف لذت نہین اور نہ طیب ہونا بلکہ قیاس کی رو سے تو سب طیبات حلال ہین بجز اُنکے جنکی حلت مین کوئی فساد ہو اللہ تعالی فرماتا ہی قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ تو یہ آوازین اس جہت سے حرام نہین کہ وہ موزون ہین بلکہ اُنکی حرمت ایک امر عارض کی جہت سے ہی اور امور عارضہ جنکے باعث راگ حرام ہوتا ہی ہم اصلی بیان مین ذکر کرینگے تیسری بات راگ مین یہ ہی کہ سمجھ مین آتا ہی یعنے شعر ہوتا ہی اور شعر انسان ہی کے گلے سے نکلتا ہی تو قطعاً مباح ہوا اسلیے کہ اسمین اتنی زیادتی ہوئی کہ کلام مفہوم ہوگیا اور کلام مفہوم حرام نہین اور آواز طیب اور موزون بھی حرام نہین

یعنی کسی جنس سے بنی ہو سر کی ریشمی پیکاری اُن بستیون سے اور ستھری چیزین کھانے کی

توجب افراد حرام نہوئے تو مجموع کیسے حرام ہوگا ہان اس بات کو دیکھنا چاہیے کہ شعر میں ہے کیا مضمون سمجھ میں آتا ہے اگر اسکا مفہوم امر ممنوع ہے تو اسکی نثر اور نظم دونون حرام ہیں اور اسکو منھ سے نکالنا بھی حرام ہے خواہ نغمہ کے ساتھ ہو یا نہو اور اس باب میں حق وہ ہے جو امام شافعیؒ نے فرمایا ہے کہ شعر ایک کلام ہے اگر اچھا ہے تو اچھا ہے اور برا ہے تو برا ہے جب شعر کا پڑھنا بدون آواز اور نغمہ کے درست ہے تو نغمہ کے ساتھ بھی درست ہے اسلیے کہ جب افراد مباح ہوتے ہین تو مجموعہ بھی مباح ہوگا اور ایک مباح کو جب دوسرے سے ملاتے ہین تو کل حرام نہین ہوتا بشرطیکہ مجموع متضمن کسی امر ممنوع کا نہو جو افراد مین نہ پایا جاتا ہو اور راگ مین کوئی ممنوع بات پائی نہین جاتی اور شعر پڑھنے کا انکار کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھا گیا اور آپ نے فرمایا اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً اور حضرت عائشہؓ نے اس مضمون کا شعر پڑھا ہے

گئے وہ لوگ کہ جنکو تھا عیش انکی حمایت مین	مین تو پچھلون مین رہی اسطرح جیسے جلد اجرب کی

اور صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ مین تشریف لائے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بلالؓ کو بخار چڑھا اور ان دنون مدینہ منورہ مین وبا تھی مین نے حضرت صدیق اکبرؓ کی خدمت مین عرض کیا کہ ہے پدر مہربان کیا حال ہے اور بلال سے پوچھا کہ تم کیسے ہو تو حضرت صدیق کو جب بخار چڑھتا تو اس مضمون کا شعر پڑھتے

ہر ایک شخص کو ہوتی ہے صبح گھر مین وسے	شراک نعل سے بھی موت ہے قریب اُس سے

اور بلالؓ کا جب بخار اترتا تو بلند آواز سے یون کہتے

کاش مین جانتا کب اترونگا اس وادی مین	اذخر اک سمت کو ہو مجھسے اور اک سو ہو جلیل
یا مجنہ کے ہو چشمون پہ کبھی میرا گذر	یا کسی روز پڑے شامہ نظر اور طفیل

حضرت عائشہؓ فرماتی ہین کہ مین نے اس حال کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کردی آپ نے دعا مانگی کہ الٰہی ہمکو مدینہ ایسا محبوب کردے جیسا ہم مکہ سے محبت رکھتے ہین یا اس سے بھی زیادہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مدینہ طیبہ کے بنانے مین لوگون کے ساتھ اینٹین اٹھاتے تھے اور یہ مضمون ارشاد فرماتے تھے

یہ شتر مین نہ شتر خیبر کے	یہ تو اچھے ہین کہین اور اطہر

اور ایکبار آپ نے یہ بھی فرمایا ہے

عیش ہے گر یا الٰہی تو ہے عیش آخرت	اہل ہجرت اور مرے انصار کو کر مرحمت

ع بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ و مسلم بروایت عائشہ در انشاد حسان بن ثابت ۱۲
ع بعض شعرا بعنی... بخاری بروایت ابی بن کعب ۱۲
[illegible]

اور یہ مضمون صحیحین مین ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت کے لیے مسجد مین منبر رکھا کرتے تھے کہ وہ اسپر کھڑے ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فخر بیان کرتے اور کفار سے اشعار مین مباحثہ اور خصومت کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ اللہ تعالی حسان کو روح القدس سے تائید کرتا ہے جبتک وہ خصومت اور مفاخرت اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہے اور جب نابغہ نے اپنا شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو آپ نے دعا دی کہ اللہ تعالے تیرے دانت نہ توڑے اور حضرت عائشہ رضی فرماتی ہین کہ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شعر پڑھا کرتے تھے اور آپ تبسم فرمایا کرتے تھے اور عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انھون نے کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سو قافیہ امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سے پڑھے ہر بار آپ یہی فرماتے تھے کہ اور پڑھو پھر آپ نے فرمایا کہ یہ شاعر تو اپنے اشعار مین گویا مسلمان ہے اور حضرت انس رضی سے مروی ہے کہ سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حدی پڑھی جاتی تھی انجشہ آپ کا غلام تو عورتون کے لیے حدی پڑھتا تھا اور براء بن مالک مردون کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ کو ارشاد فرمایا کہ اونٹ ہانکنے مین نرمی کر کہ انکے سوار شیشہ کے برتن ہین اور حدی خوانی اونٹون کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی کے زمانہ مین ہمیشہ رہی اور وہ اشعار ہی ہوتے ہین با خوش آوازی اور موزون نغمون سے پڑھے جاتے ہین اور صحابہ رضی مین کسی سے اسکا انکار منقول نہین ہوا بلکہ بعض اوقات اسکی التجا کیا کرتے تھے یا تو اونٹون کی حرکت کے واسطے یا خود لذت حاصل کرنے کے لیے پس راگ اس جہت سے بھی حرام نہین ہوسکتا کہ وہ کلام مفہوم ہے اور آواز خوش اور نغمہ موزون سے ادا کیا جاتا ہے ۔ چوتھی بات راگ مین یہ ہے کہ دل کو حرکت دیتا ہے اور جو چیز اسپر غالب ہوتی ہے اسکو ابھارتا ہے تو اسمین ہم یہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی کا ایک بھید ہے کہ موزون نغمون کو روحون کے ساتھ مناسبت رکھی ہے یہان تک کہ وہ ارواح مین عجیب تاثیر کرتے ہین مثلاً بعض نغمات سے سرور ہوتا ہے اور بعض سے غم کسی سے نیند آتی ہے کسی سے ہنسی کسی مین یہ اثر ہے کہ اس سے موزونیت کی حرکتین ہاتھ اور پانون اور سر وغیرہ اعضا مین پیدا کر دیتا ہے اور یہ گمان کرنا چاہیے کہ یہ بات شعر کے معانی سمجھنے سے ہوتی ہے بلکہ تارون کے نغمات سے بھی یہی حال ہوتا ہے یہان تک کہ کہتے ہین کہ جس شخص کو بہار اور اسکے شگوفے اور ستار اور اسکے نغمے حرکت نہ دین تو وہ مزاج کا خراب ہے اسکی کوئی تدبیر نہین اور سمجھنے سے کیسے ہوسکتے ہین کہ یہ امر تو ذرا سے بچون مین بھی پایا جاتا ہے کہ جہان آواز خوش سے لوری دی وہ رونا چھوڑ کر چپکا اسی آواز کو سنتا ہے اور اونٹ باوجود غبی ہونے کے حدی سے ایسا اثر پاتا ہے کہ بھاری بھاری بوجھ

رح ابو داود و ترمذی [illegible] منبر

رح بغوی [illegible] ضعیف [illegible]

رح ترمذی نے [illegible] روایت کی ہے

مسلم نے اسکو نقل کیا ہے اور بروایت عائشہ بخاری مین ہے ۱۲

رح مسلم نے اسکو نقل کیا ہے ۱۲

رح انجشہ کا حدی پڑھنا بخاری و مسلم مین ہے اور براء کی حدیث ابو داود و طیالسی نے نقل کی ہے

اسکے سبب سے ہلکے جاتا ہے اور شدت نشاط مین بڑی مسافت کو تھوڑی سمجھتا ہے اور حدی کا نشہ اسکو ایسا چڑھتا ہے کہ بڑے بیابانون مین جب بوجھ اور محمل سے تھکتا ہے تو جہان آواز حدی کی سنی گردن بڑھاتا ہے اور کان آواز حدی کی طرف لگا کر جلد چلتا ہے حتی کہ بوجھ اور محمل سب ہل جلکر ڈھیلے ہو جاتے ہین اور بعض اوقات بوجھ کی زیادتی اور سخت چلنے سے ہلاک بھی ہو جاتا ہے مگر اسوقت حدی کے سرور مین اسکو کچھ معلوم نہین ہوتا چنانچہ ابوبکر محمد بن داؤد دینوری جو رقی کے نام سے مشہور ہین نقل کرتے ہین کہ مین جنگل مین تھا کہ ایک قبیلہ عرب کا مجکو ملا انمین سے ایک شخص نے میری دعوت کی اور اپنے خیمہ مین لیگیا مین نے خیمہ مین گھسکر دیکھا کہ ایک غلام سیاہ مقید ہے اور چند اونٹ پیش دروازہ مرے پڑے ہین اور ایک جو باقی ہے وہ بھی اتنا دبلا اور مریض ہے کہ مرنے کے قریب ہے اس غلام نے مجھسے کہا کہ تم مہمان ہو اور تمہارا حق ہے تم میری سفارش میرے آقا سے کر دو کہ وہ مہمانون کی خاطر کرتا ہے تمہاری سفارش اتنی بات کے لیے رد نہ کریگا اور غالباً مجکو قید سے چھوڑ دیگا جب وہ شخص کھانا لایا مین نے کھانے سے انکار کیا اور کہا کہ جبتک تم اس غلام کے باب مین میری سفارش منظور نہ کروگے مین کھانا نکھاؤنگا اس شخص نے کہا کہ اس غلام نے تو مجکو محتاج کر دیا میرا سارا مال مار ڈالا مین نے پوچھا کہ اسنے کیا کیا اسنے کہا کہ میری گذران اونٹون کے کرایہ پر تھی اسنے انپر بوجھ بہت لادا اسکی آواز اچھی ہے جب اسنے حدی پڑھی تو تین دن کی راہ ایک دن مین طی کر گئے جب انکے بوجھ اتارے گئے تو سب مر گئے صرف ایک یہ رہگیا ہے کہ وہ بھی قریب المرگ ہے مگر تم میرے مہمان ہو تمہاری خاطر سے مین نے یہ غلام تمکو ہبہ کیا مین نے چاہا کہ اسکی آواز سنون صبح کو اس شخص نے غلام سے کہا کہ حدی پڑھ اور وہ اسوقت ایک کنوئین سے پانی کا اونٹ لیے آتا تھا جب اسنے اپنی آواز بلند کی تو وہ اونٹ ادہر اودہر دوڑنے لگا اور سب رسیان توڑ ڈالین اور مین بھی منھ کے بل گر پڑا مجکو گمان نہین ہوتا کہ مین نے اس سے عمدہ آواز کبھی سنی ہو اس سے معلوم ہوا کہ راگ کی تاثیر دلون مین محسوس ہوتی ہے اور جس شخص کو راگ سے حرکت نہو تو وہ ناقص اور اعتدال سے ہٹا ہوا اور روحانیت سے دور سا اور اونٹون اور پرندون بلکہ تمام بہائم سے طبیعت مین کثیف تر ہے اسلیے کہ موزون نغمون سے سبکو اثر ہوتا ہے شیخ سعدیؒ فرماتے ہین

اشتر بشعر عرب در حالت ست وطرب	گر ذوق نیست ترا کژ طبع جانورے

اور اسی وجہ سے پرند حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سننے کو ہوا مین ٹھہر جاتے تھے اور جس صورت مین کہ راگ کو دل مین تاثیر کرنے کے لحاظ سے خیال کرین تو اسپر مطلق اباحت یا مطلق حرمت کا حکم کرنا درست نہین بلکہ یہ امر احوال اور اشخاص کے اعتبار سے اور طریق نغمات کے اختلاف کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے

اور اسکا حکم وہی ہی جو دل کے اندر کی چیز کا حکم ہی ابو سلیمان نے فرمایا ہی کہ راگ دل مین وہ بات نہین پیدا کرتا جو اسمین موجود نہو بلکہ جو بات کہ دل کے اندر ہوتی ہی اسکو حرکت دے دیتا ہی غرضکہ کلمات مقفی اور موزون کا لگانا چند موقعون پر خاص غرضون کے لیے دستور ہی جنسے دل مین اثر ہوا کرتا ہی اور وہ سات جگہ ہین - اول حاجیون کا گانا کہ وہ اول شہرون مین نقارہ اور شاہین بجاتے ہین اور راگ گاتے پھرا کرتے ہین اور یہ امر مباح ہی اسلیے کہ ان شعرون مین تعریف کعبہ اور مقام ابراہیم اور زمزم اور حطیم اور دوسرے مقامات متبرکہ کی اور جنگل وغیرہ کا ذکر ہوتا ہی اور اسکا اثر یہ ہوتا ہی کہ اگر شوق پہلے سے ہوتا ہی تو حج بیت اللہ کا اشتیاق دوبالا ہو جاتا ہی ورنہ شوق اسوقت ابھر کھڑا ہوتا ہی اور چونکہ حج کار ثواب ہی اور اسکا شوق اچھا ہی تو شوق کا پیدا کرنا خواہ کسی چیز سے ہو اچھا ہی ہوگا اور جیسے وعظ کہنے والے کو جائز ہی کہ وعظ مین کلام منظوم اور مقفی پڑھکر اور خانہ کعبہ اور افعال حج اور اسکا ثواب بیان کرکے لوگون کو حج کا اشتیاق بڑھاوے تو دوسرے شخص کو بھی جائز ہوگا کہ نظم دلکش سے شوق حج کا ابھارے اسلیے کہ وزن و قافیہ جب کلام مین ہوتا ہی تو کلام کی تاثیر دل مین زیادہ ہوتی ہی اور جب اسپر آواز خوش اور نغمہ دلکش بھی زیادہ ہو تو اور زیادہ اثر ہوتا ہی اور اگر نقارہ اور شاہین اور گت ہو تو تاثیر اگلی ہوتی ہی اور یہ سب امور جائز ہین بشرطیکہ ان مین مزمار اور تار کے باجے جو شراب خوارون کے تمغے ہین داخل نہون ہان اگر اس راگ سے اس شخص کا شوق دلانا منظور ہو جسکو حج کو جانا جائز نہین مثلاً ایک شخص فرض حج ادا کرچکا ہی اور اب اسکے ماں باپ اسکو جانے کی اجازت نہین دیتے تو اسکے حق مین حج کو جانا حرام ہی اور راگ سے اسکو شوق حج کا دلانا بھی حرام ہی اسلیے کہ حرام بات کا شوق دلانا بھی حرام ہی خواہ راگ سے ہو یا اور کسی چیز سے اسی طرح اگر رستہ مامون نہو اور اکثر تلف ہی ہوتے ہون تب بھی تحریک اور تشویق جائز نہین - دوم وہ شعار جسکے غازی عادی ہین لوگون کو جہاد پر ابھارنے کے لیے وہ بھی مباح ہین جیسے حاجیون کو مباح ہین مگر چاہیے کہ غازیون کے اشعار اور انکے گانے کے طریق اور ہون اور حاجیون سے جدا کیونکہ جہاد کا شوق بیان شجاعت اور کافرون پر غیظ و غضب کی تحریک اور نفس و مال کو جہاد کے سامنے حقیر جاننے سے اور بہادری کے اشعار سے ہوتا ہی جیسے متنبی نے اس مضمون کا ایک شعر کہا ہی ؎

مرے نہ تو جو تہ تیغ ہو کے عزت سے — تو پھر مریگا کبھی خواری اور ذلت سے

اور دوسرا شعر اسی مضمون کا اسنے کہا ہی

نامرد بزدلی کو سمجھتے ہین احتیاط — پر اصل مین یہ دھوکھا ہی طبع لئیم کا

	اور کسی دوسرے کا شعر ہے	
ای برادر تو حدیث نبوی کو سن لے		باغ فردوس ہے تلوارون کے سایہ کے تلے

غرض کہ اشعار شجاعت کے طریق جداگانہ ہین اور تشویق کے جداگانہ اور شجاع بنانا امر مباح ہے جسوقت جہاد مباح ہو تو اور مستحب ہے اسوقت کہ جہاد مستحب ہو مگر انھین لوگون کے حق مین جنکو جہاد مین جانا جائز ہو — سوم وہ اشعار جنکو بہادر مقابلہ کے وقت پڑھتے ہین انسے مقصود یہ ہوتا ہے کہ نفس شجاعت کرے اور مددگار دلیری پر اقدام کرین اور لڑنے مین انکو سرور جوش کرے ان اشعار مین شجاعت اور فتح کی تعریف ہوتی ہے اور اگر الفاظ عمدہ اور آواز اچھی ہوتی ہے تو دلپر اثر بہت ہوتا ہے اور انکا پڑھنا بھی مباح لڑائی مین مباح اور مستحب مین مستحب ہوتا ہے اور مسلمانون سے جنگ کرنے مین ممنوع ہے اور اسی طرح ذمیون کے لڑنے اور دوسری لڑائیون مین کہ ممنوع ہون انکا پڑھنا ممنوع ہے کیونکہ ممنوع بات کا شوق دلانا بھی ممنوع ہے اور ان اشعار کا پڑھنا بہادران صحابہ رض سے منقول ہے جیسے حضرت امام الاشجعین علی بن ابی طالب اور حضرت سیف اللہ المسلول خالد بن ولید رضی اللہ عنہما وغیرہما ایسا کرتے تھے اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ غازیون کے لشکر مین شاہین کا بجانا نہ چاہیے اسلیے کہ اسکی آواز نرم کنندہ اور رنج پیدا کرنے والی ہے عقدہ شجاعت اس سے ڈھیلی ہو جاتی ہے اور نفس کی حمیت مبدل بہ سستی ہوتی ہے اور اہل و عیال و وطن کا شوق پیدا ہوتا ہے اور جنگ مین کھنڈت پڑتی ہے اسی طرح جتنی آوازین اور نغمات کہ دل کو نرم کرین اور حزن مین مبتلا کرین وہ بہادری دلانے والے نغمات کے مخالف ہین تو جو کوئی انکو اس قصد سے پڑھے کہ دل متغیر ہو جائین اور جنگ مین فتور پڑ جاوے تو وہ گناہگار نافرمان ہے ہان اگر قتال ممنوع ہو اور اس سے دل ہٹانے کی نیت سے کریگا تو مطیع ہوگا چہارم نوحہ کی آوازین اور نغمات ہین اور انکی تاثیر یہ ہے کہ حزن کو ابھارتی ہین اور رونا اور ہمیشہ کو اداس کرنا انکا اثر ہے اور حزن دو طرح کا ہے ایک اچھا اور ایک برا حزن مذموم تو وہ ہے جو فوت ہوئی چیزون پر ہو کہ خدا تعالی نے اسپر غم نہ کرنے کیلیے ارشاد فرمایا ہے چنانچہ فرمایا لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ اور مردون پر غم کرنا بھی اسی مین داخل ہے کیونکہ گویا حکم الہی پر ناراض ہونا اور ایسی چیز پر افسوس کرنا ہے جسکے لیے کچھ تدارک نہین تو اسطرح کا حزن چونکہ مذموم ہے اسلیے نوحہ سے اسکو ابھارنا بھی برا ہے اور اسی وجہ نوحہ کرنے سے صریح نہی آگئی اور حزن محمود وہ ہے کہ آدمی امر دین مین اپنے قاصر ہونے اور اپنی خطاؤن کو یاد کرنے پر حزن کرے اور اسکے لیے رونا اور رونی صورت بنانی اور غم کرنا اور غم کی صورت کرنی اچھی ہے اور اسی پر حضرت آدم علیہ السلام روئے تھے تو اس غم کی تحریک اور تقویت اچھی ہے کیونکہ اس سے تدارک کی امنگ ہوتی ہے اور

اسی بہت سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ کرنا اچھا تھا کیونکہ دوام حزن اور کثرت گریہ خطاؤن اور گناہون کے باعث سے تھی چنانچہ آپ خود غم کرتے اور دوسرون کو غمگین کرتے اور آپ روتے اور دوسرون کو رُلاتے حتی کہ آپکے نوحہ کی مجلسون مین سے جنازے اٹھتے تھے اور یہ نوحہ الفاظ اور نغمہ سے کرتے تھے اور ایسا نوحہ اچھا ہے کیونکہ جو اچھی بات کی طرف ہو بجانے وہ اچھا ہے اور اس بنا پر اگر کوئی واعظ خوش آواز منبر پر لحن سے کچھ اشعار غم مین ڈالنے والے اور دل نرم کرنے والے پڑھے یا روئے اور رونے کی صورت اسلیے بنادے کہ دوسرے لوگ اپنی خطاؤن پر غم کرین تو اسکو یہ افعال حرام نہونگے پنجم خوشی کے اوقات مین سرور کی تاکید کے لیے گانا کہ یہ مباح بھی ہے بشرطیکہ وہ سرور مباح ہو جیسے ایام عیدین اور شادی کی تقریبون مین اور غائب شخص کے آنے مین اور ولیمہ اور عقیقہ اور لڑکا پیدا ہونے اور ختنہ اور حفظ قرآن مجید مین سرور کی جہت سے گانا مباح ہے اور وجہ اس راگ کے جائز ہونے کی یہ ہے کہ الحان سے بعض ایسے ہین کہ اُنسے خوشی اور سرور اور امنگ ابھرتی ہے تو جن موقعون پر سرور جائز ہے انہین سرور کا ابھارنا بھی درست ہے اور دلیل نقلی اسکے جواز کی یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے رشک روضۂ رضوان فرمایا تو عورتین چھتون پر دف بجا کر گیت کی طرح یہ گاتی تھین ع

بدر طالع گشت بر ما از ثنیات الوداع		شکر واجب ہست بر ما تا دعا داعی کند

تو چونکہ یہ حضرت کی تشریف آوری کا سرور تھا اور وہ سرور عمدہ تھا تو اسکا ظاہر کرنا شعر و نغمات اور اچھلنے اور حرکات سے بھی اچھا تھا اور بعض صحابہؓ سے مروی ہے کہ انکو جب سرور ہوا ہے تو ایک ٹانگ پر خوشی کے مارے اچھلتے تھے چنانچہ اُنکا حال احکام رقص مین آویگا اور یہ بات ہر آنے والے کے آنے مین جائز ہے جسکے آنے مین خوشی درست ہو اور اسباب سرور مین سے جو نسا سبب مباح ہو اُس مین بھی درست ہے اور اسپر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اُنھون نے فرمایا کہ مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ مجکو اپنی چادر سے چھپا دیتے اور مین حبشیون کو دیکھا کرتی کہ مسجد مین کھیلا کرتے تھے یہان تک کہ مین خود ہی تھک جاتی تو اب حضرت عائشہؓ کی نوعمری کے لحاظ سے کہ اس عمر مین عورتین حریص کھیل کی ہوتی ہین خیال کرو کہ کتنی دیر کھڑی ہوتی ہونگی کہ تھک جاتی تھین اور بخاری اور مسلم نے بحدیث عقیل کی زہری سے انھون نے عروہ سے انھون نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عائشہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اُنکے پاس دو لڑکیان ایام منی مین دف بجاتی تھین اور ناچتی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام بدن مبارک چادر سے چھپائے ہوئے تھے تو ان لڑکیون کو حضرت صدیق اکبر نے جھڑکا آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے اپنا چہرہ مبارک کھول کر فرمایا کہ اے ابو بکر جانے دو اور کچھ مت کہو کہ یہ عید کے دن ہین - اور حضرت
عائشہؓ فرماتی ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ مجکو اپنی چادر مین چھپائے تھے اور مین
حبشیون کا تماشا دیکھ رہی تھی اور وہ مسجد مین کھیل رہے تھے پس حضرت عمرؓ نے انکو جھڑکا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ اے بنی ارفدہ تم بیخوف رہو اور عمرو بن حارث نے جو ابن شہاب سے حدیث
روایت کی ہے اسمین بھی اسی طرح ہے اور اسمین یہ ہے کہ دونون لڑکیان گاتی اور بجاتی تھین اور حدیث
ابو طاہر مین ابن وہب سے قول حضرت عائشہؓ کا یون ہے کہ بخدا مین نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ میرے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہوتے اور حبشی مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین
اپنے ہتھیارون کا تماشا کرتے اور آپ اپنی چادر سے مجکو چھپا دیتے کہ مین انکا تماشا دیکھون پھر
میری خاطر کھڑے رہتے یہان تک کہ مین خود ہی ہٹ جاتی اور حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا
کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گڑیون سے کھیلا کرتی اور میری ساتھنین میرے پاس آیا کرتین
اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کرکے کوٹھری مین گھس جاتین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
انکو میرے پاس بھیجدیتے تا کہ میرے ساتھ کھیلین - اور ایک روایت مین ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک روز حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ یہ کیا ہین انھون نے عرض کیا کہ میری گڑیان ہین آپ نے
فرمایا کہ انکے بیچ مین جو نظر آتا ہے وہ کیا ہے انھون نے عرض کیا کہ گھوڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے
کے اوپر یہ کیا ہین آپ نے عرض کیا کہ اڑنے کے پر ہین آپ نے فرمایا کہ گھوڑے کے دو بازو ہین حضرت
عائشہؓ نے عرض کیا کہ آپ نے سنا نہین کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑون کے پر تھے حضرت
عائشہؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکو سنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیان ظاہر ہوگئین [illegible]
ہمارے نزدیک حدیث لڑکیون کی عادت پر محمول ہے کہ تصویر مٹی یا کپڑے کی بدون پوری صورت کے
بنا لیتی ہین چنانچہ بعض روایت مین آیا ہے کہ اس گھوڑے کے دو پر کپڑے کے تھے اور حضرت عائشہؓ
سے مروی ہے کہ میرے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اسوقت کہ میرے پاس دو لڑکیان
روز بعاث کا ذکر گا رہی تھین آپ بستر پر لیٹ رہے اور اپنا منہ پھیر لیا اتنے مین حضرت ابو بکرؓ آئے
اور انھون نے مجکو جھڑکا کہ شیطان کا مزمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روا رکھتی ہو پس
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ انکو کچھ مت کہو جب حضرت صدیق
ان لڑکیون سے غافل ہوئے تو مین نے انکو اشارہ کیا وہ باہر چلی گئین اور عید کا دن تھا کہ اس روز
حبشی پھری گدکے سے کھیل رہے تھے مجکو شک ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اول

اوّل درخواست کی یا خود آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے مجکو اپنے
پس پشت کھڑا کیا اور میرا رخسار آپ کے عذار مبارک پر تھا اور آپ اُنسے فرماتے تھے کہ تماشا کیے جاؤ یہانتک
کہ جب مین تھک گئی تو آپ نے پوچھا کہ بس مین نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ تو اب جاؤ۔ اور صحیح مسلم مین
یون ہے کہ مین نے اپنا سر آپ کے شانۂ مبارک پر رکھکر اُنکا کھیل دیکھنا شروع کیا یہانتک کہ مین خود ہی ہٹ
گئی تو یہ سب روایتین صحیحین مین ہین اور اُنسے صاف ظاہر ہے کہ راگ اور کھیل حرام نہین اور ان
احادیث مین چند اقسام کی اجازت بھی پائی جاتی ہے اوّل کھیلنے کی رخصت اور ظاہر ہے کہ حبشیون کی عادت ہے
کہ ناچتے اور کھیلتے ہین دوسرے اِس تماشا کا مسجد مین ہونا تیسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُنکو یہ فرمانا
کہ تماشا کیے جاؤ کہ اُسمین اجازت کھیل کی اور اُسکی درخواست ہے تو اُسکو حرام کیسے کہہ سکتے ہین چوتھے حضرت
ابو بکر اور حضرت عمر رض کو اُنکا اور تغیر سے منع فرمانا اور اُسکی وجہ یہ بیان کرنی کہ عید کا روز ہے اور وہ سرور کا
وقت ہے اور گانا بجانا اسباب سرور مین سے ہے پانچوین بہت دیر تک آپ کا کھڑے رہنا اُسکے
دیکھنے اور سُننے کو حضرت عائشہ رض کی خاطرداری کے لیے اور اسمین یہ بھی پایا جاتا ہے کہ عورتون
اور لڑکون کے دل خوش کرنے کے لیے خوش خلقی کرنی اور کھیل کو دیکھنا بہتر ہے اس سے کہ زہد کی
راہ سے بدخلقی اور کج ادائی اُنکے ساتھ کی جائے اور نہ آپ دیکھے نہ اُنکو دیکھنے دے چھٹے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا ابتداءً حضرت عائشہ رض کو یہ فرمانا کہ تم دیکھنا چاہتی ہو اور یہ فرمانا کچھ
اہل خانہ کی موافقت کی مجبوری سے نہ تھا کہ خوف اُنکے غصہ اور وحشت کا تھا اسلیے کہ اگر بالفرض
اوّل اُنکی درخواست ہوتی اور آپ نہ منظور فرماتے تو عجب نہ تھا کہ سبب وحشت ہوتا لیکن ابتداءً
سوال کرنے مین تو کوئی خدشہ نہ تھا پھر اُسکی کیا حاجت ہوئی۔ ساتوین گانا اور دف بجانا دونون
لڑکیون کا جائز ہوا باوجودیکہ مزمار شیطان سے اُسکو تشبیہ دیگئی اور اِس سے یہ بھی نکلا کہ حرام
مزمار اور چیز ہے۔ آٹھوین یہ کہ دونون لڑکیون کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مین پڑتی تھی
اور آپ لیٹے رہے اگر بالفرض کسی جگہ مین تارون کے باجے بجتے ہوتے تو آپ وہان کا بیٹھنا
پھر کانون مین اُسکی آواز کا آنا ہرگز روا نہ رکھتے اِس سے معلوم ہوا کہ عورتون کی آواز کی حرمت مزامیر کی
حرمت کی طرح نہین بلکہ عورتون کی آواز اُسی جگہ حرام ہوتی ہے جہان فتنہ کا خوف ہو۔ غرضکہ یہ قیاسات اور
تصدیق دلالت کرتے ہین کہ راگ اور ناچ اور دف بجانا اور سپر اور ہتھیارون سے کھیلنا اور حبشیون
اور زنگیون کے ناچ کو دیکھنا سب اوقات سرور مین مباح ہے بقیاس روز عید کہ وہ بھی سرور کا وقت ہے اور اُسی کی
مثل شادی اور ولیمہ اور عقیقہ اور ختنہ اور مسافر کے گھر آنے کا دن ہے اور تمام اسباب فرح یعنی جنسے شرعاً خوشی کرنی درست ہے اُنکا

یہی حال ہی اور از انجا کہ یارون کے ایک جگہ جمع ہونے اور ملاقات کرنے اور باہم کھانا کھانے اور گفتگو کرنے سے بھی خوشی کرنی جائز ہی تو بموقع بھی راگ سننے کا ہی ششم عاشقون کا راگ شوق کی تحریک اور عشق کے دوبالا ہونے اور نفس کی تسکین کے لیے تو اگر معشوق کے سامنے ہو تب تو غرض لذت کے زیادہ ہونے سے ہوتی ہی اور اگر اُسکی جدائی مین ہو تو مقصود شوق کا اُبھارنا ہوتا ہی اور شوق ہر چند رنج ہی مگر اسوجہ سے کہ اُسمین وصال کی توقع ملی ہی گو نہ لذت بھی دیتا ہی کیونکہ توقع لذیذ ہوتی ہی اور یاس درد دہندہ ہوتی ہی اور لذت توقع اُسی قدر قوی ہوتی ہی جسقدر شوق قوی ہوتا ہی غرضکہ اس راگ مین عشق کا دوبالا کرنا اور شوق کو حرکت دینا اور توقع وصال کی لذت کا حاصل کرنا ہوتا ہی اور حسن محبوب کا بیان طول دیا جاتا ہی اور اس طرح کا راگ بھی حلال ہی بشرطیکہ معشوق اُن لوگون مین سے ہو جن کا وصال مباح ہو مثلاً کوئی شخص اپنی منکوحہ یا حرم پر عاشق ہو جائے تو اُسکے راگ پر کان لگاتا ہی تا کہ آنکھ کو اُسکے دیدار سے اور کان کو اُسکی آواز سے لذت ہو اور معانی لطیف وصال اور فراق کے دل سمجھتا جائے تو یہ لذت کے اسباب پیدا ہو جاینگے اور یہ اقسام لذت دنیا کی مباحات اور متاع سے تمتع لینے کی ہین اور متاع دنیا سب لہو و لعب ہی اور یہ امور بھی اُنھین سے ہین اور اسی طرح اگر اُسکے پاس سے لونڈی چھین جائے یا کسی اور سبب سے جدائی واقع ہو تو اُسکو جائز ہی کہ اپنے شوق کی تحریک راگ سے کرے اور سماع سے لذت رجاء وصال اُبھارے - لیکن اگر اُسکو بیچ ڈالے یا زوجہ کو طلاق دے دے تو اس صورت مین تحریک شوق راگ سے اُسپر حرام ہی اسلیے کہ جس جگہ وصال اور دیدار جائز نہین وہان تحریک شوق بھی ناجائز ہی اور جو شخص اپنے دل مین صورت کسی عورت یا لڑکے کی خیال کرلے جسکی طرف دیکھنا اُسکو حلال نہین اور جو کچھ راگ سُنے اُسکو اُسی صورت پر ڈھالتا جائے تو یہ حرام ہی کیونکہ اس سے فکر افعال ممنوعہ کا پیدا ہوتا ہی اور اکثر عشاق اور جوانان بے وقوف غلبہ شہوت مین اس خیال سے خالی نہین ہوتے کچھ نہ کچھ دل مین رکھتے ہین اور یہ امر اُنکے حق مین ممنوع ہی اسوجہ سے کہ اسمین ایک اور امر مخفی ہی نہ اسوجہ سے کہ خود راگ مین کوئی بات ہو کہتے ہین جب کسی حکیم سے پوچھا گیا کہ عشق کیا چیز ہی تو کہا کہ ایک دھوان ہی جو آدمی کے دماغ مین چڑھ جاتا ہی جماع سے جاتا رہتا ہی اور سماع سے بڑھتا ہی - ہفتم اُن لوگون کا سماع جو اللہ تعالٰی کے عاشق اور اُسکے دیدار کے مشتاق ہون کہ جس چیز پر نظر کرین اُسمین اُس نور پاک کو دیکھین اور جو آواز سُنین اُسکو اُسی سے یا اُسکے باب مین جانین تو ایسے لوگون کے حق مین راگ اُنکے شوق کو اُبھارتا ہی اور عشق و محبت کو پختہ کرتا ہی اور یہ

دل پر کام چقماق کا کرتا ہی اور اسمین سے ان مکاشفات اور لطائف کو ظاہر کرتا ہی کہ خارج از حیطۂ وصف ہین جو انکو سمجھتا ہی وہی انکو پہچانتا ہی اور جسکی حس انکے چکھنے سے کند ہوتی ہی وہ انکو کیا جانے اور ان حالات کا نام ارباب تصوف کے یہان وجد ہی جو وجود سے ماخوذ ہی یعنی اپنے نفس مین وہ احوال موجود پائے جو راگ سے پیشتر نہین معلوم ہوتے تھے پھر ان حالات کے سبب سے بعد کو انکے لواحق و توابع ایسے پیدا ہوتے ہین کہ دل کو اپنی آگ سے پھونک دیتے ہین اور اسکو کدورات سے ایسا صاف کر دیتے ہین جیسے آگ مین سے تپ کر میل سونے چاندی وغیرہ کا دور ہو جاتا ہی اور اس صفائی کے بعد مشاہدات اور مکاشفات ہوتے ہین جو علت غائی عاشقان خدا اور ثمرہ جمیع عبادات ہی تو ان چیزون کا ذریعہ بھی منجملہ عبادات ہوگا نہ معصیت یا مباح - اور دل کو راگ سے ان حالات کے حاصل ہونے کا سبب یہی ہی کہ نغمات موزون اور ارواح مین مناسبت ہونا خدائے تعالی کا راز ہی اور علم کے اللہ تعالی نے نغمات کا مسخر بنایا ہی اور انکے اثر سے شوق اور خوشی اور غم اور انبساط اور انقباض ارواح مین پیدا ہوتے ہین اور آوازون سے ارواح کے متاثر ہونے کا سبب علوم مکاشفات کے دقائق مین سے ہی جو غبی آدمی سنگدل طبیعت کا منجمد راگ کی لذت سے محروم ہی اور متعجب ہوتا ہی کہ جو لذت معلوم ہوتی ہی اور وجد کی حالت مین اسکا حال دگرگون ہوتا ہی اور رنگ بدلجاتا ہی اسکو دیکھکر تعجب کرتا ہی تو اسکا تعجب ایسا ہی جیسا چوپایہ لوزینہ کی لذت سے تعجب کرے یا نامرد لذت مباشرت سے یا لڑکا لذت ریاست اور اسباب جاہ کی وسعت سے اور جاہل آدمی لذت معرفت الٰہی اور اسکے جلال و عظمت اور عجائب صنعت سے اور راگ کی لذت سے تعجب کرے اور ان سب کا سبب ایک ہی ہی یعنی لذت ایک قسم کا ادراک ہی جو قوت مدرکہ کو چاہتا ہی تو جسکی قوت مدرکہ کامل نہوگی اسکو لذت کیسے معلوم ہوگی مثلاً اگر کسی شخص مین قوت ذائقہ نہوگی وہ مزہ کیسے معلوم کریگا اور جو بہرا ہوگا اسکو آوازون کی لذت کیسے معلوم ہوگی اور جسکے عقل نہوگی وہ عقلی چیزون کا کیسے ادراک کریگا اسی طرح کان مین آواز پہونچنے سے راگ کا حظ دل کے اندر کی حس باطنی سے معلوم ہوتا ہی تو جسکو وہ حس نہوگی اسکو راگ کی لذت بھی نہوگی - اب شاید تم یہ کہو کہ خدائے تعالی کے حق مین عشق کیسے ہو سکتا ہی تا کہ راگ اسکا محرک ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص اللہ تعالی کو پہچانتا ہی اس سے بالضرور محبت کرتا ہی اور جسکی معرفت پختہ ہو جاتی ہی اسکی محبت بھی پختہ ہو جاتی ہی اور محبت جب زیادہ پختہ ہوتی ہی تو اسکو عشق کہتے ہین کیونکہ عشق کے معنی فرط محبت موکدہ کے ہین اور اسی وجہ سے جب عرب کے لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ غار حرا مین عبادت الٰہی کے لیے تنہا رہتے ہین تو کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گئے ہین -

اور نیز جاننا چاہیے کہ جمال جس قوت مدرکہ سے معلوم ہوتا ہی اُسکے نزدیک محبوب ہوتا ہی اور یہ پر تو خالق جل شانہ کا ہی کہ وہ خود جمیل ہی اور جمال کو محبوب رکھتا ہی تو اگر جمال ظاہری ہوگا یعنی آدمی کا سوڈول ہونا اور رنگ صاف ہونا وغیرہ تو یہ آنکھ کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہی اور اگر جمال باطنی ہی یعنی جلال و عظمت اور علو رتبت اور صفات و اخلاق کا اچھا ہونا اور جمیع خلق کے ساتھ ارادہ خیر کرنا اور ہمیشہ مخلوق پر خیرات کا جاری رکھنا وغیرہ تو یہ دل کے حاسہ سے معلوم ہوتا ہی اور لفظ جمال کبھی صفات باطنی کی خوبی کے لیے بھی بولتے ہین چنانچہ کہتے ہین کہ فلان شخص جمیل ہی حالانکہ اُس کی صورت مقصود نہین ہوتی بلکہ یہ غرض ہوتی ہی کہ جمیل الاخلاق اور محمود الصفات اور سیرت کا اچھا ہی یہان تک کہ بعض اوقات ایک کو دوسرے سے انھین صفات باطنی کی جہت سے محبت ہوتی ہی جیسے ظاہر کی خوبصورتی کی وجہ سے محبت ہوتی ہی اور یہی محبت کبھی بڑھکر عشق کہلانے لگتی ہی چنانچہ امام شافعی اور امام مالک اور امام اعظم رحمہم اللہ کی محبت مین بڑھے ہوے بہت لوگ ہین کہ اپنے جان و مال اُنکی طرفداری اور یاری مین خرچ کر ڈالین اور غلو اور مبالغہ کسی عاشق مین بھی اتنا نہوگا جتنا اُنکو حاصل ہی تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ ایسے لوگون پر عاشق ہونا جنکی صورت کبھی نہین دیکھی کہ خوبصورت تھے یا بدصورت اور اب وہ انتقال کر گئے صرف جمال باطنی اور خصائل حمیدہ اور علم دینی کی خیرات جاری دیکھنے سے تو سمجھ مین آوے اور ممکن ہو اور جس ذات پاک کا یہ حال ہو کہ دنیا مین جتنی خیرات اور جمال اور محبوب ہین وہ سب اُسکی خوبیون کا پرتو ہون اور اُسکے آثار کرم کی علامت اور دریاے جود کا قطرہ بلکہ تمام حسن و جمال جو عالم مین عقل سے خواہ حواس ظاہری آنکھ کان وغیرہ سے شروع پیدائش دنیا سے آخر تک اور ثریا سے لیکر اسفل السافلین تک معلوم ہوتا ہی وہ اُسکے خزائن قدرت کا ایک ذرہ اور اُسکے انوار حضرت کا ایک لمعہ ہی تو جس ذات پاک کا وصف یہ ہو ہمکو معلوم نہین کہ اُسکی محبت کیسے سمجھ مین نہین آتی اور جو لوگ اُسکی اوصاف کے عارف ہون اُنکے نزدیک یہ محبت کیسے نہین بڑھتی بلکہ یہ محبت تو اتنا زیادہ ہو جاتی ہی کہ اسکو عشق کہنا بھی خطا ہی یعنی لفظ عشق بھی اُس افراط کے مفہوم سے قاصر پڑتا ہی سبحان اللہ عجب ذات پاک ہی کہ شدت ظہور ہی اُسکے ظہور کا حجاب ہی اور اُسکے نور کی چمک ہی آنکھون کا پردہ اگر نور کے ستر پردون مین وہ ذات مستتر نہوتی تو اُسکے چہرہ کے انوار اُسکے جمال پاک کو دیکھنے والون کی آنکھین پھونک دیتے اور اگر اُسکا ظہور سبب اُسکے مخفی ہونے کا نہوتا تو عقلین حیران اور دل پریشان اور قوتین ابتر اور اعضا منتشر ہو جاتے اور اگر بالفرض دل پتھر اور لوہے کے ہوتے تو اُسکے انوار تجلی کے سامنے چکنا چور ہو جاتے کیونکہ نور آفتاب کے ماہیت کی تاب بشر مین کہان ہو سکتی ہی اور عنقریب

اس اشارہ کی تحقیق باب محبت جلد چہارم مین مذکور ہوگی اور معلوم ہوگا کہ محبت غیر اللہ کی قصور اور جہالت ہی
بلکہ معرفت کا محقق سواے خداے تعالیٰ کے اور کسیکو نہین پہچانتا کیونکہ حقیقت مین سواے اللہ تعالیٰ
کے اور اسکے افعال کے اور کوئی چیز موجود نہین تو جو کوئی افعال کو اس نظر سے پہچانیگا کہ افعال ہین
اسکی معرفت فاعل سے آگے نہ بڑھیگی اور دوسرے کی طرف نہ جائیگی مثلاً جو شخص امام شافعی اور
انکے علم و تصنیف کو اس لحاظ سے پہچانیگا کہ یہ انکی تصنیف قطع نظر اس سے کہ وہ کاغذ مجلد اور
سیاہی اور کلام منتظم اور زبان عربی ہی تو اسکی معرفت امام شافعیؒ سے دوسرے کی طرف نہ جائیگی
اور نہ انکے غیر کی محبت دل مین آویگی اب دنیا کے موجودات کو جو نظر کیجیے تو کل موجودات اللہ تعالیٰ کی
تصنیف اور اسکا فعل ہین جو کوئی انکو اس اعتبار سے پہچانیگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کاریگری ہی تو وہ
ان مصنوعات مین صانع ہی کی صفات دیکھیگا جیسے خوبی تصنیف سے مصنف کی فضیلت اور
اسکی قدر کی بزرگی معلوم ہوتی ہی اور اسکی معرفت و محبت بھی خداے تعالیٰ ہی پر منحصر رہیگی دوسرے کی طرف
تجاوز نہ کریگی اور اس عشق کی تعریف یہ ہی کہ شرکت کو قبول نہین کرتا اور اسکے سوا جتنے عشق ہین وہ شرکت
قبول کرتے ہین کیونکہ خداے تعالیٰ کے سوا جو محبوب ہی اسکا نظیر ممکن ہی خواہ وجود مین یا امکان مین مگر
اس جمال کا ثانی نہ امکان مین ہوسکتا ہی نہ وجود مین اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کی محبت کو عشق
کہنا مجازی ہی نہ حقیقی ہان جو شخص کہ کم عقل چوپایہ کے قریب ہوتے ہین وہ لفظ عشق سے طلب
وصال ہی سمجھتے ہین جسکے معنے اجسام ظاہری کے ملنے اور شہوت جماع کے پورا کرنے کے ہین
تو ان جیسے گدھون کے سامنے الفاظ عشق اور شوق اور وصال اور انس کے بولنے نہ چاہئیین بلکہ
انکے استعمال سے اجتناب چاہیے جیسے چوپایہ کے سامنے نرگس و ریحان نہین کرتے اور صرف گھاس اور بھوسہ
اور شاخون کے پتے رکھ دیتے ہین اسلیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق مین ان الفاظ کا بولنا جائز ہی جن سے
سننے والے کو ایسی باتون کا وہم نہ ہو جنسے اللہ تعالیٰ کو منزہ کہنا واجب ہی اور وہم لوگون مین انکی
سمجھ کے موافق مختلف ہوا کرتے ہین تو ان جیسے الفاظ مین اس دقیقہ کو یاد رکھنا چاہیے سو

بامسیح نفہم لاف ہمعنے چہ زنی	طفلانہ بطفل گفتگو باید کرد

بلکہ عجب نہین کہ صفات الٰہی کے سنتے ہی دل پر وجد غالب ہو جسکے سبب سے دل پھٹ جاوے
چنانچہ ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے ذکر فرمایا کہ بنی اسرائیل
مین ایک لڑکا کسی پہاڑ پر تھا اسنے اپنی مان سے پوچھا کہ آسمان کسنے پیدا کیا اسنے کہا اللہ تعالیٰ
نے اسنے کہا کہ زمین کو کسنے پیدا کیا اسنے کہا اللہ تعالیٰ نے پھر پوچھا کہ پہاڑون کو کس نے بنایا

اسکی مان سے کہا کہ اللہ جل شانہ نے اُسنے پوچھا کہ بادل کسنے پیدا کیا کہا کہ اللہ تعالی نے پس لڑکے نے کہا
کہ اللہ تعالی کی یہ شان ہے اور یہ کہکر اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دیا اور پاش پاش ہو گیا۔ اور اسکا سبب
غالبا یہی معلوم ہوتا ہے کہ جب اُسنے وہ باتین سنین جو اللہ تعالی کے جلال اور قدرت کامل کی دلیل ہون
تو اسکو طرب و وجد ہوا اور وجد کی حالت مین اپنے آپ کو گرا دیا اور کتابین آسمانی سب ایسے اتری
ہین کہ اللہ تعالی کے ذکر سے لوگ طرب کرین بعض اکابر فرماتے ہین کہ مین نے انجیل مین لکھا دیکھا ہے
کہ ہمنے تمہارے سامنے گایا مگر تمنے طرب نہ کیا اور ہمنے تمہارے لیے مزمار بجایا مگر تم نہ ناچے یعنی ہمنے
اللہ تعالی کے ذکر کا تمکو شوق دلایا مگر تم مشتاق نہوئے یہ ہے جو ہمنے راگ کے اقسام اور اسباب اور
مقتضاؤن کا ذکر کرنا چاہا تھا اور یہان تک یقینا معلوم ہو گیا کہ بعض جگہ مین راگ مباح ہے
اور بعض مین مستحب ہے ہم اُن عوارض کو لکھتے ہین جنسے راگ حرام ہو جاتا ہے اور وہ پانچ ہین

تیسرا بیان اُن عوارض کے ذکر مین جنسے راگ حرام ہو جاتا ہے اور وہ پانچ عارض ہین اول یہ کہ
گانے والی عورت ہو جسکی طرف دیکھنا حلال نہو اور اسکے راگ سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور اسی کے حکم مین
لڑکا بے ریش ہے جسکا گانا سننے سے فتنہ کا خوف ہو اور یہ حرام ہے اسوجہ سے کہ اسمین فتنہ کا خوف ہے
اور یہ حرمت راگ کی وجہ سے نہین بلکہ اگر عورت ایسی ہو کہ باتین کرنے سے اسکی آواز کے باعث فتنہ کا خوف ہو
تو اُس سے کلام کرنا درست نہین اور نہ تلاوت مین اُسکی آواز کا سننا جائز ہے اور یہی حال لڑکے
کا ہے بشرطیکہ فتنہ کا خوف ہو اب اگر یہ کہو کہ تم اسکو حرام ہر حال مین کہتے ہو تاکہ یہ باب بالکلیہ جاتا رہے یا حرام
اُسی جگہ کہتے ہو جہان فتنہ کا خوف ہو اور جس شخص کے حق مین فتنہ کا خوف ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ فقہ کی رو سے یہ مسئلہ
دو احتمال رکھتا ہے اور دو اصلون مین منطبق ہو سکتا ہے ایک اصل تو یہ ہے کہ اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اسکی صورت
دیکھنی حرام ہے خواہ فتنہ کا خوف ہو یا نہو اسلیے کہ یہ امر فی الجملہ محل فتنہ ہے تو شریعت نے اسباب کو
بند کرنے کے لیے حکم فرما دیا اور صورتون کی طرف التفات نہین کیا اور دوسری اصل یہ ہے کہ لڑکون کی
طرف دیکھنا مباح ہے بغیر اس حال کے کہ فتنہ کا خوف ہو تو اس سے معلوم ہوا کہ لڑکون کا حال
عورتون کی طرح پر عام نہین بلکہ اُنکے باب مین خوف فتنہ کی پیروی کیجاتی ہے اور عورت کی آواز
ان دونون اصلون پر منطبق ہو سکتی ہے تو اگر اسکو اسکے دیکھنے پر قیاس کرین تب تو اسکی آواز
کا نہ سننا ہی چاہیے اور یہی قیاس قریب ہے مگر دیکھنے اور آواز سننے مین فرق بھی ہے اسلیے کہ شہوت
اول ہی وہلہ مین دیکھنے کی مقتضی ہوتی ہے اور آواز سننے کی داعی نہین ہوتی علاوہ ازین دیکھنے سے
شہوت چھیڑنے کی زیادہ حرکت کرتی ہے بہ نسبت آواز سننے کے اور آواز عورت کی راگ کے سوا مستر نہین

کیونکہ عورتین صحابہؓ کے وقت مین مردون سے باتین کیاکرتی تھین جیسے سلام اور استفتا اور سوال اور
شکوہ وغیرہ کرتی تھین مگر راگ کو شہوت کی تحریک مین زیادہ اثر ہی تو آواز کا قیاس کرنا لڑکون کے
دیکھنے پر بہتر ہی اسلیے کہ جیسا عورتون کو آواز مخفی رکھنے کا حکم نہین ویسا ہی امردون کو پردہ کرنے کا حکم
نہین اس صورت مین خوف فتنہ پر حرمت منحصر ہونی چاہیے تا وسے نزدیک ترین قیاس یہی ہی اور حدیث
دونون لڑکیون کے حضرت عائشہؓ کے گھر مین گانے کی اسی کی موید ہی کہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم انکی آواز سنتے تھے اور آواز سے احتراز نہ کیا کیونکہ فتنہ کا خوف آپکو نہ تھا غرضکہ اسکا
حال عورت اور امرد کے احوال کے لحاظ سے مختلف ہوگا جوان کا اور حکم ہوگا اور بوڑھے کا اور
اور ان جیسی باتون مین حکم کا مختلف ہونا کچھ بعید نہین مثلاً ہم کہتے ہین کہ اگر روزہ دار بوڑھا ہو اور وہ
اپنی بی بی کا بوسہ لے لیوے تو اسکو جائز ہی اور جوان کو بوسہ لینا درست نہین اسلیے کہ بوسہ مقتضی جماع کا
ہوگا روزہ کی حالت مین اور وہ ممنوع ہی اور سماع بھی مقتضی دیکھنے اور قربت کا ہوتا ہی تو جس
شخص کے حق مین ہو اسکو حرام ہوگا پس سماع بھی ہر شخص کے حق مین جدا حکم رکھتا ہی —
دوم یہ کہ آلات سماع ایسے ہون مثلاً پیخوارون اور مخنثون کے شعار رہون جیسے مزامیر اور طنبور اور
ستار کے باجے اور ان تینون کے سوا اور اپنی اصل پر مباح ہین جیسے دف کہ اسمین جھانجھ ہون
اور نقارہ اور شاہین اور لکڑی سے گت لگانا اور دوسرے آلات مین سوم یہ کہ نظم مین خرابی ہو یعنے
مین اگر فحش اور بیہودگی اور ہجو اور بیہودہ باتین کہ اللہ تعالی اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یا صحابہؓ
پر جھوٹ ہون جیسے رافضی اصحابؓ کی شان مین بنا لیتے ہین تو اسطرح کی باتون کا سننا گیت کی طرح
اور بدون گیت کے حرام ہی اور سننے والا کہنے والے کا شریک ہی اسی طرح وہ اشعار جسمین کسی خاص
عورت کا وصف ہو کیونکہ عورت کا ذکر مردون کے سامنے جائز نہین جس سے اسکے بدن یا اعضا کا حال
معلوم ہو لیکن کافرون اور بدعتیون کی ہجو کرنی درست ہی چنانچہ حضرت حسان بن ثابتؓ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کافرون سے خصومت کیا کرتے اور کفار کی ہجو بیان کرتے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو اسکے لیے اجازت دی تھی رہے اشعار تشبیب کے یعنے ذکر خط و خال
و رخسار و قد وغیرہ عورتون کے اعضا جو شعر و قصائد مین ہوا کرتی ہی تو اسمین شامل ہی اور صحیح یہ ہی
کہ اسکا نظم کرنا اور پڑھنا خواہ آواز سے ہو یا بدون آواز کے حرام نہین اور سننے والے کو چاہیے کہ ان
اوصاف کو کسی معین عورت پر نہ ڈھالے اور اگر ڈھالے تو ایسی عورت پر ڈھالے جو اسکو حلال ہو
مثلاً اپنی منکوحہ یا حرم پر اور اگر اجنبی عورت پر ڈھالیگا تو اس ڈھالنے اور سماع بھی گنہگار ہونے سے

گناہگار رہیگا اور جس شخص کا حال یہ ہو کہ مضامین اشعار کو اپنی عورت پر ڈھالتا ہو تو اسکو سرے سے
ہرگز نہ سننا چاہیے اسلیے کہ جس شخص پر عشق غالب ہوتا ہے وہ جو کچھ سنتا ہے اپنے معشوق پر ڈھال لیتا ہے
خواہ لفظ مناسب ہو یا نہو کیونکہ کوئی لفظ ایسا نہیں جسکو استعارہ کے طور پر بہت سے معانی پر
ڈھال سکیں مثلاً جسکے دل پر عشق الٰہی غالب ہے تا ہے وہ زلفوں کی سیاہی سے کفر کی تاریکی خیال کرتا ہے
اور سفیدی اور تازگی رخسار سے نور ایمان اور وصال کے ذکر سے دیدار الٰہی اور فراق کے مضمون سے اسکی
جناب سے مردودوں کے زمرہ میں محجوب ہونا اور رقیب وصال کے مخل سے دنیا کے عوائق و آفات جو اللہ تعالیٰ
کے ساتھ انس دائمی میں خلل انداز ہیں سمجھ لیتا ہے اور ان الفاظ کو معانی مذکورہ پر ڈھالنے میں اسکو
کچھ تامل اور فکر اور مہلت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ جو باتیں اسکے دل پر غالب ہیں وہ لفظوں
کے ساتھ ہی جھٹ پٹ سمجھ میں آتی ہیں چنانچہ کسی بزرگ کا ذکر ہے کہ بازار میں گزرے اور کسی کو کہتے
سنا کہ خیار پیسے کے دس انکو اسی وقت وجد آگیا کسی نے جو حال پوچھا تو کہا کہ جب خیار پیسے کے
دس ہیں تو اشرار کی کیا قیمت ہوگی یعنے خیار جو بمعنی ککڑی کے تھا اسکو فوراً جمع خیر بمعنی بہتر سمجھ لیا
اور ایک اور شخص کا گزر بازار میں ہوا اور کسی کو کہتے سنا یا سعتر بری تو انکو وجد آگیا لوگوں نے پوچھا کہ آپکے
وجد کی وجہ سے تھا کہا کہ میں نے سنا کہ گویا وہ کہتا ہے اسع ترَ برّی یعنے تو کوشش کر میرا سلوک دیکھیگا
حتی کہ فارس والوں پر کبھی وجد آجاتا ہے عرب کے اشعار سے اسلیے کہ عربی کے بعض کلمات فارسی الفاظ
کے ہموزن ہوتے ہیں اسلیے انسے اور معنے سمجھ لیتے ہیں مثلاً کسی نے یہ مصرع پڑھا ع وَمَا زَارَنِيْ فِي اللَّيْلِ
إِلَّا خَيَالُهُ اسپر ایک فارسی نے وجد کیا اس سے لوگوں نے وجد کا سبب پوچھا اسنے کہا کہ یہ
کہتا ہے کہ مازاریم یعنے لفظ زار فارسی میں نحیف اور قریب المرگ کو کہتے ہیں اور ما نافیہ کو فارسی کی
ضمیر متکلم سمجھ کر یہ خیال کیا کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ ہم سب آمادہ ہلاک ہیں اور اسوقت اسکے دل میں
اندیشہ آخرت کی ہلاکی کا ہوا جو باعث وجد ہوا اور جو شخص آتش محبت الٰہی میں جل رہا ہے اسکا وجد
اسکی سمجھ کے موافق ہے اور اسکی سمجھ اسکے خیال کے موافق اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ اسکا تخیل شاعر
کی مراد کے موافق پڑے یا شعر کی زبان سمجھے تو اسطرح کا وجد حق اور درست ہے اور جو کوئی آخرت
کے ہلاک ہونے کا خطرہ معلوم کرے تو اسپر جو کچھ کیفیت نہو جائے وہ تھوڑی ہے عقل کا مختل اور اعضا کا
مضطرب ہو جانا کیا بڑی بات ہے غرضکہ حقانی وجد والوں کے لیے الفاظ تشبیب کے بدلنے میں
کچھ بڑا فائدہ نہیں وہ تو جو سنا لفظ جس زبان کا سنینگے اس سے لینا ہی مطلب نکال لینگے چنانچہ
حضرت شیخ سعدی فرماتے ہیں شعر خوش شوریدگان مے پرستی کنند چو آواز دولاب مستی کنند

بلکہ جس شخص پر مخلوق کا عشق غالب ہو اُسکو چاہیے کہ کسی لفظ سے راگ نہ سُنے اور اُس سے محترز رہے۔
چہارم یہ کہ سُننے والے میں خرابی ہو یعنے شہوت غالب ہو اور عین بہار جوانی میں ہو اور یہ صفت اور صفات کی نسبت کر اُسپر غالب ہو تو اُسکو راگ سُننا حرام ہی خواہ اُسکے دل پر کسی معین شخص کی محبت غالب ہو یا نہیں کیونکہ وہ کسی حال میں ہوا کرے مگر جب وصف زلف و رخسار اور فراق اور وصال کا سُنیگا تو اُسکی شہوت جنبش کریگی اور اُن الفاظ کو کسی معین صورت پر ڈھالیگا جسکو شیطان اُسکے دل میں پھونک دیگا اس صورت میں شہوت کی آگ بھڑک اُٹھیگی اور شر کے اسباب تیز ہو جائینگے اور اسی کا نام شیطان کے لشکر کو مدد دینا اور عقل کو جو لشکر الٰہی ہی اور شیطان سے بچاتی ہی شکست دینا ہی اور دل کے اندر شیطان کے لشکر یعنے شہوات اور اللہ تعالی کے لشکر یعنے نور عقل میں ہمیشہ لڑائی رہا کرتی ہی بجز اُس دل کے جسمیں ایک لشکر کی فتح ہو گئی ہو اور دوسرا بالکل مغلوب ہو گیا ہو کہ اُسمیں جنگ موقوف ہو جاتی ہی اور اب تو اکثر دل ایسے ہی ہیں جنکو لشکر شیطان نے جیت لیا ہی اور اُنپر وہی غالب ہو رہا ہی تو اس صورت میں ضرور ہوا کہ از سر نو سامان جنگ مہیا کیا جائے تاکہ لشکر شیطان کا دل میں سے پانوں اُکھڑے نہ یہ کہ شیطان کے ہتھیار بہت کر دیے جاویں اور اُسکی تلواروں پر باڑھ رکھی جاوے اور بھالیں تکیلی کر دیجاویں اور اس قسم کے لوگوں کے حق میں راگ ایسا ہی ہی کہ شیطانی لشکر کے ہتھیار تیز کر دیتا ہی تو ایسے آدمی کو سماع کی مجلس میں سے نکلجانا چاہیے ورنہ اُسکو سماع سے ضرر کثیر ہو گا۔ **پنجم** یہ کہ سننے والا عام لوگوں میں سے ہو اور اُسپر نہ محبت خدائے تعالی کی غالب ہی کہ سماع اُسکو اچھا معلوم ہو اور نہ اُسپر شہوت ہی غالب ہی کہ اُسکے حق میں راگ ممنوع ہو تو ایسے شخص کے حق میں سماع ایسا ہوتا ہی جیسے اور لذتیں مباح ہیں لیکن اگر عامی شخص راگ کو اپنی عادت بنا لیگا اور اپنے اکثر اوقات اُسی میں صرف کریگا تو بھی احمق ہی جسکی گواہی مقبول نہو گی اسلیے کہ کھیل پر مواظبت کرنی گناہ ہی اور جسطرح کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہی اسی طرح مباح پر اصرار کرنے سے گناہ ہو جاتا ہی مثلاً زنگیوں اور حبشیوں کے پیچھے پڑا رہنا اور اُنکے کھیل تماشے مدام دیکھنے ممنوع ہیں اگرچہ اصل اُنکی ممنوع نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو کیا ہی اور قبیل سے شطرنج کھیلنا کہ یہ بھی مباح ہی لیکن ہمیشہ کھیلنا سخت مکروہ ہی اور جس صورت میں کہ اس کھیل اور لذت مقصود ہو تو مباح اسی وجہ سے ہوتی ہی کہ دل کو آرام دینا ہوتا ہی اور بعض اوقات دل کو راحت پہونچانا ہی اُسکا علاج ہوتا ہی تاکہ تھوڑا سا سستا کر باقی اوقات دنیا کے کاموں میں جد و جہد کرے مثل کاروبار تجارت کے یا دینی کاموں میں مشغول ہو مثل نماز و تلاوت کے

اور بہت سی محنت میں تھوڑا سا کھیل ایسا سمجھنا چاہیے جیسے رخسار پر تل ہوتا ہے کہ ہر چند کالا ہوتا ہے مگر اچھا معلوم ہوتا ہے اور اگر بالکل رخسار پر بہت سے تل ہو جائیں کہ تل رکھنے کو جگہ نہ رہے تو ظاہر ہے کہ رخسار نہایت بد صورت ہو جائیگا اور جو چیز حسن کی تھی وہی کثرت کے سبب قباحت کی جائیگی تو یہ بات نہیں کہ جو چیز اچھی ہو وہ بہت ہو کر بھی اچھی ہوا کرے یا جو چیز مباح ہے وہ کثیر بھی مباح ہی رہے بلکہ اکثر یہی ہے کہ کثرت کے باعث کراہیت اور حرمت کو پہونچ جاتی ہے مثلاً روٹی مباح ہے اور کثرت سے کھانا حرام ہے تو سماع بھی اور مباحوں کی طرح ہے کہ کبھی کا مضائقہ نہیں اور روزمرہ کا معمول ڈالنا مکروہ اور ممنوع ہے اب اگر یہ کہو کہ تمھاری تقریر سے پایا جاتا ہے کہ سماع بعض احوال میں مباح ہے اور بعض میں مباح نہیں تو تمنے اول اسکو مباح مطلق کیون کہدیا تم تو خود قائل ہو کہ جس امر میں تفصیل ہو اُسکے باب میں مطلق ہان یا نہیں کہدینا خلاف اور غلط ہے پھر تمنے بدون تفصیل مطلق کیسے کہا تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اطلاق حکم اُس تفصیل میں ممنوع ہے جو خود اُس شے میں بدون لحاظ دوسری چیز کے پائی جاوے اور جو تفصیل کہ عوارض کے سبب سے پیدا ہو تو اُسمین مطلق بیان کر دینا ممنوع نہیں دیکھو ہمسے اگر کوئی سوال کرے کہ شہد حلال ہے یا نہیں تو ہم مطلق یہ کہینگے کہ حلال ہے باوجودیکہ وہ ایسے گرم مزاج والے پر حرام ہے جسکو اُس سے ضرر ہوتا ہے اور اگر کوئی ہمسے شراب کا حال پوچھے تو ہم یہی کہینگے کہ حرام ہے حالانکہ وہ اُس شخص کے حق میں حلال ہے جسکے گلے میں لقمہ اٹک جائے اور دوسری چیز اُسکے نیچے اُتارنے کی نہ پائے لیکن اس لحاظ سے کہ وہ شراب ہے بلاشبہ حرام ہے صرف حاجت کی وجہ سے حلال ہو گئی اور شہد اس اعتبار سے کہ شہد ہے حلال ہے حرام صرف ضرر کے عارض ہونے سے ہو جاتا ہے اور جو بات کہ عارض کی وجہ سے ہوتی ہے اُسکا کچھ اعتبار نہیں جیسے بیع حلال ہے لیکن اگر جمعہ کی اذان کے وقت پڑے تو حرام ہو جاتی ہے اسی طرح اور عوارض سے حرمت ہو سکتی ہے مگر اُنپر التفات نہیں کیا جاتا پس سماع کو بھی ایسا ہی جاننا چاہیے کہ اگر بدون لحاظ عوارض کے دیکھو تو اس نظر سے کہ وہ سننا عمدہ آواز مفہوم المعنی اور موزون کا ہے مباح ہے اور اُسکی حرمت صرف کسی امر خارجی سے ہو جاتی ہے جو اُسکی حقیقت ذاتی میں داخل نہیں ہوتی پس جب کہ دلیل اباحت کا حال خوب واضح ہو گیا تو اب ہمکو اُس شخص کی پروا نہیں جو بعد دلیل ظاہر ہونے کے اُسکے خلاف کہے اور امام شافعی رحمہ کا تو مذہب ہی نہیں کہ راگ کو حرام کہیں اور انھوں نے بہ تصریح کہی ہے کہ جو کوئی اُسکو اپنا پیشہ مقرر کر لے اُسکی گواہی درست نہیں اور اُسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اُس قسم کا مکروہ ہے جو باطل کا مشابہ ہے اور جو ایسے امر کو اپنا پیشہ بنائیگا تو سفاہت اور بے مروتی کی طرف

منسوب ہوگا گو سماع حرام ظاہر حرمت والا نہین اور اگر اپنے آپ کو راگ والا نہ کہلائیگا اور نہ اسوجہ سے کوئی اُسکے پاس آوے اور نہ خود اُسکی خاطر دوسرے کے یہان جائے بلکہ یون مشہور ہو کہ کبھی کبھی کچھ گا کر دل خوش کر لیتا ہی تو یہ امر مروت کو ساقط نہین کرتا اور نہ گواہی باطل ہو اور استدلال امام شافعی کا وہی حدیث دونون لڑکیون کی ہی جو اُوپر گذری۔ اور یونس بن عبد الاعلی کہتے ہین کہ مین نے امام شافعیؒ سے پوچھا کہ اہل مدینہ راگ کو مباح کہتے ہین اِسکا حال فرمائے آپ نے فرمایا کہ علماء حجاز مین سے مین کسی کو نہین جانتا جسنے راگ کو مکروہ کہا ہو بجز اُس راگ کے جو اوصاف کے باب مین ہو اور حدی اور منزلون اور اُنکے آثار کا گانا شعرون کے نغمات کی طرح اُسکے مباح ہونے مین کچھ تردد نہین اور یہ جو فرمایا کہ راگ وہ کھیل ہی جو باطل کے مشابہ ہی تو کھیل فرمانا درست ہی مگر کھیل اِس نظر سے کہ کھیل ہی حرام نہین چنانچہ حبشیون کا کھیلنا اور ناچنا بھی ایک کھیل ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو دیکھا اور بُرا نہین جانا بلکہ کھیل کے اگر یہ معنے لو کہ ایسا کام کرنا جسمین کچھ فائدہ نہین تو اُسپر خدائے تعالی بھی مواخذہ نہ فرمائیگا مثلاً کوئی آدمی اپنا وظیفہ کر لے کہ تمام دن مین سو بار اپنا ہاتھہ سر پر رکھ لیا کرے تو یہ حرکت لغو بیفائدہ ہی مگر اُسپر مواخذہ نہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیۤ اَیْمَانِکُمْ تو جب خدا کا نام بطور قسم لینے پر بدون اُس شئی پر عزم کرنے کے مواخذہ نہین تو شعر اور ناچ پر کیسے مواخذہ ہوگا۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ باطل کے مشابہ ہی اس سے بھی حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ اگر باطل ہی فرما دیتے تو حرمت نہ پائی جاتی اِسلیے کہ باطل اُسکو کہتے ہین جسمین فائدہ نہو تو فقط اتنا ثابت ہوگا کہ اُسمین کوئی فائدہ نہین مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بی بی کو کہے کہ مین نے اپنے آپ کو تیرے ہاتھہ بیچ دیا اور وہ جواب دے کہ مین نے خرید لیا تو یہ معاملہ باطل ہی بشرطیکہ مقصود دل لگی اور ٹھٹھول ہو حالانکہ ایسا کرنا حرام نہین ہان اگر اِس معاملہ سے اُسکے حقیقی معنی مراد لیگا اور اپنے آپ کو مملوک ٹھہرائیگا تو حرام ہوگا کہ شرع نے اُسکو منع فرمایا ہی۔ اور یہ جو فرمایا ہی کہ مکروہ ہی تو اُسکی کراہت اُنھین چند جگہون مین ہی جنکو ہمنے مذکور کیا ہی یا کراہت تنزیہی مراد ہی جیسے آپ نے شطرنج کھیلنے کی تصریح کی ہی اور یہ بھی ذکر کیا کہ مین ہر ایک کھیل مکروہ جانتا ہون اور آپ کا علت بیان کرنا بھی اسی بات پر دلالت کرتا ہی کہ کراہت تنزیہی ہو یعنے آپ نے وجہ کراہت یہ فرمائی ہی کہ یہ امر دینداروں اور اہل مروت کی عادت نہین سا اور راگ پر مواظبت کرنے سے جو آپ نے گواہی نامنظور کرنے کو ارشاد فرمایا ہی تو اس سے بھی حرمت نہین پائی جاتی کیونکہ شہادت تو بازار مین کھانے سے بھی نہین مقبول ہوتی حالانکہ اُس سے مروت قطع نہین ہوتی بلکہ تو رہا فی الکسا امر مباح ہی مگر اہل مروت کا پیشہ نہین اسی طرح شہادت کبھی خسیس پیشہ

یعنی نہین پکڑتا تمکو اللہ ساتھ بیہودہ قسمون تمہاری کے

کرنے سے بھی نا منظور ہوتی ہی غرضکہ بیان علت سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ آپ نے کراہت سے کراہت
تنزیہی مراد لی ہی اور گمان غالب یہ ہی کہ اور اماموں نے بھی مکروہ تنزیہی ہی مراد لیا ہو اور اگر حرمت
مراد لی ہو تو ہمنے جو پہلے لکھا ہی یہی انکا جواب ہی

چوتھا بیان اُن لوگون کی دلیلون کے ذکر مین جو راگ کی حرمت کے قایل ہین اور اُنکے جواب مین

اوّل حجت یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ حضرت ابن مسعود اور حسن بصری اور نخعی رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ لہو الحدیث راگ ہی اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا گانے والی لونڈی کو اور اُسکی فروخت کو اور اُسکے دام کو اور اُسکی تعلیم کو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اس حدیث مین گانیوالی لونڈی سے وہ لونڈی مقصود ہی جو شراب کی مجلس مین مردون کے سامنے گاوے اور یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین کہ اجنبی عورت کا گانا فاسقون کے اور ایسے لوگون کے سامنے جنسے فتنہ کا خوف ہو حرام ہی اور عرب والے گانیوالی لونڈی سے ممنوع ہی گانا گواتے تھے اور اگر صرف مالک اپنے سامنے گوالے تو لینا تو اس حدیث سے اُسکی حرمت نہین سمجھی جاتی بلکہ غیر [illegible] بھی اُسکا راگ سُننا درست ہی بشرطیکہ فتنہ نہ ہو اور اسکی دلیل وہی حدیث دونون لڑکیون کی ہی جو حضرت عائشہ رض کے مکان مین گاتی تھین اور آیت مین جو لہو الحدیث کا خریدنا مذکور ہی اُسکے آگے یہ بھی ہی کہ اس حجت سے کہ اُس سے اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کرے تو وہ واقع مین حرام اور برا ہی اور اسمین گفتگو بھی نہین مگر ہر ایک گانا ایسا نہین کہ دین کے عوض خریدا جاوے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے گمراہ کرنے کیلیے اور مقصود آیت شریف مین حرمت ایسے ہی راگ کی ہی بلکہ راگ پر کیا موقوف ہی اگر بالفرض قرآن کو اس نیت سے پڑھے کہ لوگ گمراہ ہون تو اُسکا پڑھنا بھی حرام ہوگا چنانچہ کسی منافق کا ذکر ہی کہ وہ لوگون کی امامت کیا کرتا اور سورۂ عبس کے سوا دوسرا نہ پڑھتا اس لحاظ سے کہ اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عتاب ہی حضرت عمر رض نے اُسکے اس فعل کو حرام جانا اور اُسکے قتل کا ارادہ کیا اس نظر سے کہ اُسکا منشا گمراہ کرنے کا تھا تو اگر شعر اور راگ سے غرض گمراہ کرنا ہو تو بطریق اولی حرام ہی۔ **دوم حجت** یہ ہی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ وَاَنْتُمْ سَامِدُوْنَ - حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ زبان حمیر مین سمود راگ کو کہتے ہین جس سے سامدون نکلا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر آیت مین مذکور ہونے کی وجہ سے حرمت ہی تو چاہیے کہ ہنسنا اور نہ رونا بھی حرام ہو کہ یہ دونون بھی آیت مین مذکور ہین اور اگر یہ کہو کہ ہنسی سے ہنسی مخصوص مراد ہی یعنی مسلمانون پر بوجہ مسلمان ہونے کے ہنسنا تو ہم بھی یہ کہتے ہین

کہ راگ سے اشعار اور راگ مخصوص مراد ہی جو مسلمانون کے تمسخر کے باب مین ہو جیسا اللہ تعالی فرماتا ہی وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ کہ اسمین شعرا کفار سے غرض ہی یہ نہین پایا جاتا کہ شعر کا نظم کرنا فی نفسہ حرام ہو سوم حجت یہ ہی کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے شیطان نے نوحہ کیا اور اسنے ہی اول راگ گایا اس حدیث مین راگ اور نوحہ کو اکٹھا کر دیا تو اسکا جواب یہ ہی کہ کچھ حرج نہین آخر نوحہ مین سے حضرت داود علیہ السلام کا نوحہ اور گناہگارون کا نوحہ اپنی خطاؤن پر مستثنی ہی اسی طرح راگ مین سے وہ راگ مستثنی ہوگا جس سے سرور اور حزن اور شوق کی تحریک مباح چیزون کی طرف مراد ہو جیسے عید کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر مین دونون لڑکیون کا گانا اور جس روز آپ مدینہ منورہ مین رونق افروز ہوئے عورتون کا اس مضمون کا گانا مستثنی ہی ع

بدر طالع گشت بر ما از ثنیات الوداع	شکر واجب ہست بر ما تا دعا داعی کند

چہارم حجت یہ ہی کہ حضرت ابو امامہؓ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنی آواز راگ مین بلند کرتا ہی تو اللہ تعالی دو فرشتے اسکے دونون مونڈھون پر بھیج دیتا ہی کہ وہ دونون اپنی ایڑیان اسکے سینہ پر مارتے رہتے ہین جبتک کہ چپ نہ ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ حدیث راگ کے بعض قسم پر محمول ہی یعنی جس راگ سے شیطان کی مراد کو حرکت ہو یعنی شہوت اور مخلوق کا عشق ابھرے لیکن جس راگ سے شوق الی اللہ یا عید کی خوشی یا لڑکا ہونے کی مسرت یا کسی غائب کے آنے کی فرحت پائی جائے تو یہ سب امور شیطان کی مراد کے مخالف ہین اور انکی دلیل قصہ ان دونون لڑکیون اور حبشیون کا اور وہ اخبار ہین جو ہم صحاح سے نقل کر چکے اسلیے کہ جائز ہونا ایک ہی جگہ مین اباحت کی تصریح کر دیتا ہی اور منع ہزار جگہ مین بھی تاویل کا محتمل ہی اور تنزیہ کا بھی احتمال رکھتا ہی مگر فعل مین کچھ تاویل نہین ہی اسلیے کہ جسکا کرنا حرام ہی وہ صرف زبردستی کے عارض ہونے سے حلال ہوتا ہی اور جسکا کرنا مباح ہی وہ بہت سے عوارض سے حرام ہوجاتا ہی یہانتک کہ نیتون اور قصدون کی جہت سے بھی پنجم حجت یہ ہی کہ عقبہ بن عامرؓ نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی چیزین کہ آدمی انسے کھیلتا ہی باطل ہین مگر اپنے گھوڑے کو پھیرنا اور تیر پھینکنا اور اپنی بی بی سے کھیل کرنی تو اسکا جواب یہ ہی کہ باطل فرمانے سے حرمت نہین پائی جاتی بلکہ بے فائدہ ہونے پر دلالت کرتا ہی اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو حبشیون کی طرف دیکھنے کا کھیل ان تینون مین داخل رہیگا اور حرام ہوگا اور محصور مین غیر محصور کو قیاس کی وجہ سے ملا لیا جائیگا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ کہ اسمین چوتھا اور پانچوان ملا لیا جاتا ہی تو

ف ۔ واللہ [illegible] ۔ ع ۔ [illegible] ۔ ق ۔ [illegible] ۔ ضعیف ہی ۔ ع ۔ نے اسکو نقل کیا ہی اور اسکی سند مین ضعف ہی ۔ ق ۔ [illegible] بخاری و مسلم [illegible] ابن مسعود [illegible]

ایساہی ہی سے جہل کرتا ہے کہ اس سے بجز لذت کے اور کچھ فائدہ نہین علاوہ ازین باغون کی سیر اور پرندون کی آوازون کا سننا اور دوسرے ہنسی ٹھٹھے جنسے آدمی کھیلتا ہے ان مین سے کوئی حرام نہین اگرچہ انکو باطل کہہ سکتے ہین **ششم** یہ حجت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہین کہ جب سے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے نہ کبھی گیت گایا نہ جھوٹ بولا نہ اپنے دہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کو چھوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یہ قول دلیل حرمت ہے تو چاہیے کہ داہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کا چھونا بھی حرام ہو سوا اسکے یہ کہان سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمانؓ جس چیز کو ترک کرتے تھے وہ حرام ہی ہوتی تھی۔ **ہفتم** یہ حجت ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا ہے کہ راگ دل مین نفاق کو اُگاتا ہے اور بعضون نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ جیسے پانی ترکاری کو اُگاتا ہے اور بعض لوگون نے اس قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہےعہ حالانکہ مرفوع صحیح نہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمرؓ کے سامنے احرام باندھے ہوئے گذرے اور انمین ایک شخص راگ گاتا تھا آپنے فرمایا دو بار کہ خدا تعالی تمھاری دعا نہ سنے اور نافع سے مروی ہے کہ مین حضرت ابن عمرؓ کے ساتھ ایک راستہ مین تھا آپ نے ایک چرواہے کی بانسری سنی اور دونون انگلیان دونون کانون مین دیلین اور اس راہ سے دوسری طرف ہولیے اور مجھسے پوچھتے جاتے تھے کہ نافع وہ آواز تو سنتا ہے کہ نہین یہان تک کہ جب مین نے کہا کہ اب آواز نہین آتی تو آپ نے انگلیان کانون مین سے نکال لین اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپنے ایسا ہی کیا تھاعہ اور فضیل بن عیاضؒ نے فرمایا کہ راگ زنا کا منتر ہے اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ راگ بدکاری کا ایلچی ہے اور یزید بن ولیدؒ نے فرمایا کہ راگ سے کنارہ کرو کہ وہ شہوت بڑھاتا ہے اور مروت کو ڈھاتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے اور نشہ کا سا اثر کرتا ہے اگر تم خواہ مخواہ سنو ہی تو راگ عورتون کا مت سنو کہ وہ زنا کا مقتضی ہے تو ان سب اقوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول کہ وہ نفاق اگاتا ہے اس سے یہ غرض ہے کہ گانے والے کے حق مین یہ تاثیر کرتا ہے کیونکہ اسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے پر پیش کرے اور اور اپنی آواز اسکو سناوے اور لوگون سے میل اسیلیے کرتا ہے کہ انکے راگ پر رغبت کرین اور یہ نفاق کی بات ہے مگر اس سے حرمت نہین ثابت ہوتی کیونکہ نفاق اور ریا تو عمدہ پوشاک پہنے اور خوب جمے گھوڑے پر سوار ہونے اور تمام آرائش اور کھیتی اور انعام وغیرہ سے باہم فخر کرنے سے بھی دل مین پیدا ہوتا ہے مگر ان کل اشیا کو مطلق حرام نہین کہاجاتا اور دل مین نفاق اگنے کی وجہ سے صرف گناہ ہی نہین ہوتی بلکہ جو مباحات کہ مخلوق کے دیکھنے کے محل ہوتے ہین وہ بھی باعث ظہور نفاق

عہ یعنی کذافی مرفوعًا اور موقوفًا روایت کیا ہے اور اہل سنن ایک راوی کا نام مبہم بیان کیا ہے ۱۲

عہ [illegible]

ہو جاتے ہین اور بڑا اثر کرتے ہین اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کے نیچے جب گھوڑا جھمکا اور بہن سنور کر آہستہ چلا
تو آپ اُسپر سے اتر پڑے اور اُسکی دم کاٹ ڈالی کیونکہ اُسکی خوش رفتاری سے اپنے دل مین تکبر
معلوم فرمایا تو یہ تناقض مباح سے بھی ہوتا ہی مخصوص بہ حرام نہین کہ قول ابن مسعودؓ سے راگ کو حرام ہی
کہا جائے اور حضرت ابن عمرؓ کا فرمانا کہ خدا تمھاری دعا قبول نکرے اس سے بھی حرمت معلوم نہین ہوتی بلکہ
چونکہ وہ لوگ احرام باندھے تھے اور اُنکو عورتون کا ذکر مناسب نتھا اور اُنکے تماشے سے آپ کو ظاہر ہوگیا کہ یہ
راگ وجد کے لیے اور زیارت بیت اللہ کے شوق کے واسطے نہین بلکہ صرف کھیل کے لیے ہی اسی جہت سے
اُنپر انکار کیا کہ بلحاظ اُنکے حال اور احرام کے بُرا تھا اور ظاہر ہی کہ جتنی حالتین زیادہ ہوتی ہین اتنی ہی احتمال کی
صورتین زیادہ ہو جاتی ہین اور آپکے کانون مین اُنگلیان دینے سے بھی حرمت ثابت نہین ہوتی
کیونکہ اسی قصہ مین اسکا جواب موجود ہی کہ آپنے نافع کو ارشاد نہ فرمایا کہ تو بھی کان بند کر لے اور سُن
اور اپنے آپ جو یہ فعل کیا تو اُسکی وجہ یہ ہی کہ اپنے دل کو سردست ایسی آواز کے سننے سے پاک رکھا
کہ عجب نہین کہ لہو کی محرک ہوکر جس فکر مین آپ تھے اُس سے مانع ہو باوجودیکہ راگ کی نسبت کر اولی تھا
اُس سے باز رکھے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہی کہ آپنے بھی حضرت ابن عمرؓ کو منع فرمایا
تو آپکے اس فعل سے بھی حرمت نہین پائی جاتی بلکہ یہی معلوم ہوتا ہی کہ اُسکا ترک کرنا اولی ہی اور ہمارے
نزدیک اسکا ترک اکثر حالات مین بہتر ہی بلکہ دنیا کے اکثر مباح اشیا کا ترک بہتر ہی بشرطیکہ گمان
غالب ہو کہ اُنکا اثر دل مین ہو گا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد
ابی جہم کا بھیجا ہوا کپڑا اتار ڈالا تھا کہ اُسمین نقش و نگار تھے جنسے آپ کا دل مشغول ہوا اب کیا تم
اس سے یہ سمجھتے ہو کہ کپڑے پر نقش حرام ہین تو شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی حالت مین
ہونگے کہ چرواہے کی بانسری کی آواز آپ کو اُس حالت سے روکتی ہوگی جیسے نقش نے نماز مین
حضور کامل سے روکا بلکہ جن لوگون کو ہمیشہ حق کی حضوری حاصل ہی اُنکو راگ کے حیلہ سے اپنے
دلون مین سے احوال شریفہ کا پیدا کرنا قصور ہی اگرچہ یہ تدبیر غیرون کے لیے کمال ہی اور اسی وجہ سے
حصری نے کہا کہ مین اُس راگ کو کیا کرون کہ گانے والا مر جاوے تو موقوف ہو جائے اسمین یہ
اشارہ ہی کہ اللہ تعالی سے سننا ہمیشہ کو باقی ہی تو چونکہ انبیا علیہم السلام ہمیشہ سننے اور دیکھنے کی
لذت مین رہتے ہین اُنکو حاجت کسی حیلہ سے تحریک کی نہین۔ اور قول فضیل رح کا کہ راگ
زنا کا منتر ہی اور اسی طرح اور اقوال جنکا مضمون اسی کے قریب ہی تو وہ فاسقون اور بوالہوس
شہوت پرستون کے راگ کا حال ہی اور اگر سب راگون کا یہی حال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

خانۂ اقدس مین اُن دونون لڑکیون کا راگ کیون سنا جاتا یہ ذکر کتاب وسنت کی دلیلون کا ہوا اور دلیل قیاسی کی غایت یہ ہی کہ یون کہا جائے کہ جیسے تار کے باجے حرام ہین ویسے ہی راگ بھی حرام ہی تو راگ مین اور تار کے باجون مین فرق پہلے مذکور ہوچکا اسپر قیاس کرنا ٹھیک نہین یا یون کہا جائے کہ راگ کھیل کود ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین ایسا ہی ہی مگر دنیا سب کھیل کود ہی خیال چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی منکوحہ کو فرمایا تھا کہ تو ایک کھلونا ہی گھر کے کونے مین اور عورتون کے ساتھ ہر طرح کی چھیل کھیل ہی ہی بجز قربت کے کہ لڑکا ہونے کا سبب ہی اسی طرح ہنسی جسمین فحش نہو حلال ہی اسطرح کی ہنسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے منقول ہی چنانچہ باب آفات اللسان جلد سوم مین انشاء اللہ مذکور ہوگی اور حبشیون اور زنگیون کے کھیل سے بڑھکر کونسا کھیل ہی اسکی بھی اباحت نص سے ثابت ہوگئی علاوہ ازین ہم کہتے ہین کہ کھیل دل کو راحت پہونچاتا ہی اور فکر کا بوجھ اسپر سے ہلکا کرتا ہی اگر دلون سے زبردستی کام لیا جائے تب بھی کام دینگے مگر انکو راحت دینے سے اس بات کی اعانت ہی کہ اچھی طرح محنت کے ساتھ کام دیوین مثلاً جو شخص فقہ پڑھتا ہو اسکو چاہیے کہ جمعہ کے روز تعطیل کرے اسلیے کہ ایک روز کی تعطیل اور ایام کے لیے باعث نشاط ہوتا ہی اور دل تھکتا نہین اسی طرح جو شخص نوافل پر سب وقتون مین مواظبت کرے چاہیے کہ بعض اوقات مین مستا لیوے اور بہین لحاظ کچھ وقت شریعت نے ایسے مقرر کردیے کہ ان مین نماز مکروہ ہوتی ہی حاصل یہ کہ تعطیل سے عمل پر اعانت ہوتی ہی اور کھیل محنت اور جدوجہد پر اعانت کرتا ہی اور محض جدوجہد اور تلخی امر حق پر بجز انبیاء علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کے دوسرا صبر نہین کرسکتا تو چونکہ کھیل دل کے لیے تھکن اور ماندگی کا علاج ہی اسلیے اسکا مباح ہونا چاہیے مگر اسکی کثرت نہ کرنی چاہیے جیسے دوا کثرت سے نہین پیتے ہین تو اس نیت سے کھیل ثواب ہوجائیگا اور یہ اُس شخص کے حق مین ہی کہ راگ اسکے دل سے کوئی صفت محمودہ پیدا نکرے جسکی تحریک منظور ہو بلکہ بجز لذت اور صرف استراحت کے اور کچھ فائدہ نہو تو اسکے لیے راگ مستحب ہونا چاہیے تاکہ اسکے ذریعہ سے منزل مقصود کو پہونچے ہان اسمین شک نہین کہ یہ امر رتبۂ کمال سے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہی بلکہ کامل وہ ہی جو اپنے نفس کے راحت دینے مین سوا حق کے دوسری چیز کا محتاج نہو مگر چونکہ نیک بندون کی نیکیان مقربون کے حق مین برائیان ہین تو گو راگ مقربون کے لحاظ سے برا ہو مگر ابرار کے لیے کارآمد ہی اور جو شخص کہ دلون کے علاج کے علم پر محیط ہو اور لطائف الحیل سے حق کی طرف انکا لے جانا جانتا ہو وہ یقیناً جان لیگا کہ ان جیسی باتون سے دلون کو راحت دینا ایسی دوا نافع ہی کہ بدون اسکے کوئی چارہ نہین

کہ راگ سے اشعار اور راگ مخصوص مراد ہے جو مسلمانوں کے شعر کے باب میں ہو جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ کہ اس میں شعراء کفار سے غرض ہے یہ نہیں پایا جاتا کہ شعر کا نظم کرنا فی نفسہ
حرام ہو سوم حجت یہ ہے کہ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے
پہلے شیطان نے نوحہ کیا اور اسنے ہی اول راگ گایا اس حدیث میں راگ اور نوحہ کو اکٹھا کر دیا تو
اسکا جواب یہ ہے کہ کچھ حرج نہیں آخر نوحہ میں سے حضرت داؤد علیہ السلام کا نوحہ اور گناہگاروں کا نوحہ
اپنی خطاؤں پر مستثنیٰ ہے اسی طرح راگ میں سے وہ راگ مستثنیٰ ہوگا جس سے سرور اور حزن اور شوق کی
تحریک مباح چیزوں کی طرف مراد ہو جیسے عید کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں دونوں
لڑکیوں کا گانا اور جس روز آپ مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے عورتوں کا ان مضمونوں کا گانا ہے شعر

بدر طالع گشت برما از ثنیات الوداع	شکر واجب ہست برما تا دعا داعی کند

چہارم حجت یہ ہے کہ حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
کوئی شخص اپنی آواز راگ میں بلند کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ دو فرشتے اسکے دونوں مونڈھوں پر بھیج دیتا ہے
کہ وہ دونوں اپنی ایڑیاں اسکے سینہ پر مارتے رہتے ہیں جبتک کہ چپکا ہو تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث
راگ کے بعض قسم پر محمول ہے یعنی جس راگ سے شیطان کی مراد کو حرکت ہو یعنی شہوت اور مخلوق کا عشق
ابھرے لیکن جس راگ سے شوق الی اللہ یا عید کی خوشی یا لڑکا ہونے کی مسرت یا کسی غائب کے آنے کی
فرحت پائی جائے تو یہ سب امور شیطان کی مراد کے مخالف ہیں اور انکی دلیل قصہ ان دونوں لڑکیوں اور
حبشیوں کا اور وہ اخبار ہیں جو ہم صحاح سے نقل کرینگے اسلیے کہ جائز ہونا ایک ہی جگہ میں اباحت کی تصریح
کر دیتا ہے اور منع ہزار جگہ میں بھی تاویل کا محتمل ہے اور تحریم کا بھی احتمال رکھتا ہے مگر فعل میں کچھ تاویل
نہیں ہے اسلیے کہ جسکا کرنا حرام ہے وہ صرف زبردستی کے عارض ہونے سے حلال ہوتا ہے اور جسکا
کرنا مباح ہے وہ بہت سے عوارض سے حرام ہو جاتا ہے یہانتک کہ نیتوں اور قصدوں کی جہت سے
بھی پنجم حجت یہ ہے کہ عقبہ بن عامرؓ نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنی
چیزیں کہ آدمی انسے کھیلتا ہے باطل ہیں مگر اپنے گھوڑے کو پھیرنا اور تیر پھینکنا اور اپنی بی بی
سے چہل کرنی تو اسکا جواب یہ ہے کہ باطل فرمانے سے حرمت نہیں پائی جاتی بلکہ بے فائدہ ہونے پر دلالت
کرتا ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جائے تو حبشیوں کی طرف دیکھنے کا کھیل ان تینوں میں داخل رہیگا اور
حرام نہ ہوگا اور محصور میں غیر محصور کو قیاس کی وجہ سے ملا لیا جائیگا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا یہ ارشاد لَا يَحِلُّ دَمُ امْرِئٍ مُسْلِمٍ إِلَّا بِإِحْدَى ثَلَاثٍ کہ اسمیں چوتھا اور پانچواں ملا لیا جاتا ہے تو

ف اور شاعروں کی پیروی کرتے ہیں گمراہ [illegible]
ع [illegible]
ع اسکو نقل کیا ہے اور اسکی سند میں ضعف ہے ۱۲
ع یعنی حلال نہیں خون مرد مسلمان کا مگر تین باتوں میں سے ایک کے سبب یعنی قصاص یا رجم یا ارتداد سے بخاری و مسلم بروایت ابن مسعود ۱۲

ایسا ہی لہو ہے جیل کرنا ہے کہ اُس سے بجز لذت کے اور کچھ فائدہ نہین علاوہ ازین باجون کی سیٹیون پرندون کی آوازون کا سننا اور دوسرے ہنسی ٹھٹھے جنسے آدمی کھیلتا ہے اُن مین سے کوئی حرام نہین اگرچہ اُنکو باطل کہہ سکتے ہین **ششم** یہ حجت ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب سے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے نہ کبھی گیت گایا نہ جھوٹ بولا نہ اپنے دہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کو چھوا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگر یہ قول دلیل حرمت ہے تو چاہیے کہ داہنے ہاتھ سے آلہ تناسل کا چھونا بھی حرام ہو سوا اسکے یہ کہان سے ثابت ہوا کہ حضرت عثمان ہر بعض چیز کو ترک کرتے تھے وہ حرام ہی ہوتی تھی۔ **ہفتم** یہ حجت ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ راگ دل مین نفاق کو اُگاتا ہے اور بعضون نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ جیسے پانی ترکاری کو اُگاتا ہے اور بعض لوگون نے اس قول کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع کیا ہے[۱] حالانکہ مرفوع صحیح نہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ کچھ لوگ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے احرام باندھے ہوئے گذرے اور اُنمین ایک شخص راگ گاتا تھا آپنے فرمایا دو بار کہ خدا تعالی تمھاری دعا نہ سنے اور نافع سے مروی ہے کہ مین حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک راستہ مین تھا آپ نے ایک چرواہے کی بانسری سنی اور دونون انگلیان دونون کانون مین دیلین اور اُس راہ سے دوسری طرف ہو لیے اور مجھسے پوچھتے جاتے تھے کہ نافع وہ آواز تو سنتا ہے کہ نہین یہان تک کہ جب مین نے کہا کہ اب آواز نہین آتی تو آپ نے انگلیان کانون مین سے نکال لین اور فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپنے ایسا ہی کیا تھا[۲] اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راگ زنا کا منتر ہے اور بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ راگ بدکاری کا ایلچی ہے اور یزید بن ولید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راگ سے کنارہ کرو کہ وہ شہوت بڑھاتا ہے اور مروت کو ڈھاتا ہے اور شراب کا قائم مقام ہے اور نشہ کا سا اثر کرتا ہے اگر تم خواہ مخواہ سنو ہی تو راگ عورتون کا مت سنو کہ وہ زنا کا مقتضی ہے تو ان سب اقوال کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول کہ وہ نفاق اُگاتا ہے اُس سے یہ غرض ہے کہ گانے والے کے حق مین یہ تاثیر کرتا ہے کیونکہ اُسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ اپنے آپ کو دوسرے پر پیش کرے اور اور اپنی آواز اُسکو سناوے اور لوگون سے میل اُسلیے کرتا ہے کہ اُسکے راگ پر رغبت کرین اور یہ بھی نفاق کی بات ہے مگر اس سے حرمت نہین ثابت ہوتی کیونکہ نفاق اور ریا تو عمدہ پوشاک پہننے اور خوب جمے گھوڑے پر سوار ہونے اور قسم قسم آرائش اور کھیتی اور انعام وغیرہ سے باہم فخر کرنے سے بھی دل مین پیدا ہوتا ہے مگر ان کل اشیا کو مطلق حرام نہین کہا جاتا اور دل مین نفاق اُگنے کی وجہ سے صرف گناہ ہی نہین ہوتی بلکہ جو مباحات کہ مخلوق کے دیکھنے کے محل ہونے مین وہ بھی باعث ظہور نفاق

[۱] بلکہ فقط موقوفاً اور موقوف روایت کیا ہے اور اسکی سند مین ایک راوی کا نام نہین بتایا گیا تھا ۱۲

[۲] [illegible]

ہوجاتے ہین اور بڑا اثر کرتے ہین اور اسی وجہ سے حضرت عمرؓ کے پیچھے جب گھوڑا حملہ اور ہین سنور کر آہستہ چلا تو آپ اُسپر سے اتر پڑے اور اسکی دم کاٹ ڈالی کیونکہ اسکی خوش رفتاری سے اپنے دل مین تکبر معلوم فرمایا تو یہ نفاق مباح سے بھی ہوتا ہے مخصوص بہ حرام نہین کہ قول ابن مسعودؓ سے راگ کو حرام کہا جائے اور حضرت ابن عمرؓ کا فرمانا کہ خدا تمھاری دعا قبول نہ کرے اس سے بھی حرمت معلوم نہین ہوتی بلکہ چونکہ وہ لوگ احرام باندھے تھے اور انکو عورتون کا ذکر مناسب نہ تھا اور انکے اثنا سے آپ کو ظاہر ہوگیا کہ یہ راگ وجد کے لیے اور زیارت بیت اللہ کے شوق کے واسطے نہین بلکہ صرف کھیل کے لیے ہی اسی جہت سے آپنے انکار کیا کہ بلحاظ انکے حال اور احرام کے برا تھا اور ظاہر ہے کہ جتنی حالتین زیادہ ہوتی ہین اتنی ہی احتمال کی صورتین زیادہ ہوجاتی ہین اور آپکے کانون مین انگلیان دینے سے بھی حرمت ثابت نہین ہوتی کیونکہ اسی قصہ مین اسکا جواب موجود ہے کہ آپنے نافع کو ارشاد نہ فرمایا کہ تو بھی کان بند کر لے اور سُن اور اپنے آپ جو یہ فعل کیا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ اپنے دل کو سردست ایسی آواز کے سننے سے پاک رکھا کہ عجب نہین کہ لہو کی محرک ہو کر جس فکر مین آپ تھے اُس سے مانع ہو باوجودیکہ راگ کی نسبت کہ اولیٰ تھا اُس سے باز رکھے اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے کہ آپنے بھی حضرت ابن عمرؓ کو منع نہ فرمایا تو آپکے اس فعل سے بھی حرمت نہین پائی جاتی بلکہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسکا ترک کرنا اولیٰ ہے اور ہمارے نزدیک اسکا ترک اکثر حالات مین بہتر ہے بلکہ دنیا کے اکثر مباح اشیا کا ترک بہتر ہے بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ انکا اثر دل مین ہوگا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد ابی جہم کا بھیجا ہوا کپڑا اتار ڈالا تھا کہ اُسمین نقش و نگار تھے جنسے آپ کا دل مشغول ہوا اب کیا تم اس سے یہ سمجھتے ہو کہ کپڑے پر نقش حرام ہین تو شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسی حالت مین ہونگے کہ چرواہے کی بانسری کی آواز آپ کو اُس حالت سے روکتی ہوگی جیسے نقش نے نماز مین حضور کامل سے روکا بلکہ جن لوگون کو ہمیشہ حق کی حضوری حاصل ہے انکو راگ کے حیلہ سے اپنے دلون مین سے احوال شریفہ کا پیدا کرنا قصور ہے اگرچہ یہ تدبیر غیرون کے لیے کمال ہے اور اسی وجہ سے حصبری نے لکھا کہ مین اس راگ کو کیا کرون کہ گانے والا مر جاوے تو موقوف ہوجائے اسمین یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سننا ہمیشہ کو باقی ہے تو چونکہ انبیا علیہم السلام ہمیشہ سننے اور دیکھنے کی لذت مین رہتے ہین انکو حاجت کسی حیلہ سے تحریک کی نہین۔ اور قول فضیل رحمہ کا کہ راگ زنا کا منتر ہے اور اسی طرح اور اقوال جنکا مضمون اسی کے قریب ہے تو وہ فاسقون اور جوان شہوت پرستون کے راگ کا حال ہے اور اگر سب راگون کا یہی حال ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

خانۂ اقدس مین اُن دونون لڑکیون کا راگ کیون سُنا جاتا یہ ذکر کتاب و سنت کی دلیلون کا ہوا اور دلیل قیاسی کی غایت یہ ہی کہ یون کہا جائے کہ جیسے تار کے باجے حرام ہین ویسے ہی راگ بھی حرام ہی تو راگ مین اور تار کے باجون مین فرق پہلے مذکور ہو چکا اُنپر قیاس کرنا ٹھیک نہین یا یون کہا جائے کہ راگ کھیل کود ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ واقع مین ایسا ہی ہی مگر دنیا سب کھیل کود ہی چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی منکوحہ کو فرمایا تھا کہ تو ایک کھلونا ہی گھر کے کونے مین اور عورتون کے ساتھ ہر طرح کی چھیڑ چھاڑ کھیل ہی ہی بجز قربت کے کہ لڑکا ہونے کا سبب ہی اسی طرح ہنسی جسمین فحش نہو حلال ہی اسطرح کی ہنسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ سے منقول ہی چنانچہ باب آفات اللسان جلد سوم مین انشاء اللہ مذکور ہوگی اور حبشیون اور زنگیون کے کھیل سے بڑھکر کونسا کھیل ہی اسکی بھی اباحت نص سے ثابت ہو گئی علاوہ ازین ہم کہتے ہین کہ کھیل دل کو راحت پہونچاتا ہی اور فکر کا بوجھ اسپر سے ہلکا کرتا ہی اگر دلون سے زبردستی کام لیا جائے تب بھی کام دینگے مگر انکو راحت دینے سے اس بات کی اعانت ہی کہ اچھی طرح محنت کے ساتھ کام دیوین مثلاً جو شخص فقہ پڑھتا ہو اسکو چاہیے کہ جمعہ کے روز تعطیل کرے اسلیے کہ ایک روز کی تعطیل اور ایام کے لیے باعث نشاط ہوتا ہی اور دل تھکتا نہین اسی طرح جو شخص نوافل پر سب وقتون مین مواظبت کرے چاہیے کہ بعض اوقات مین مستا لیوے اور بہمین لحاظ کچھ وقت شریعت نے ایسے مقرر کر دیے کہ ان مین نماز مکروہ ہوتی ہی حاصل یہ کہ تعطیل سے عمل پر اعانت ہوتی ہی اور کھیل محنت اور جدوجہد پر اعانت کرتا ہی اور محض جدوجہد اور تلخی امر حق پر بجز انبیاء علیہم السلام کے نفوس قدسیہ کے دوسرا صبر نہین کر سکتا تو چونکہ کھیل دل کے تھکن اور ماندگی کا علاج ہی اسلیے اسکا مباح ہونا چاہیے مگر اسکی کثرت نہ کرنی چاہیے جیسے دوا کثرت سے نہین پیتے ہین تو اس نیت سے کھیل ثواب ہو جائیگا اور یہ اس شخص کے حق مین ہی کہ راگ اسکے دل سے کوئی صفت محمودہ پیدا نکرے جسکی تحریک منظور ہو بلکہ بجز لذت اور صرف استراحت کے اور کچھ فائدہ نہو تو اسکے لیے راگ مستحب ہونا چاہیے تاکہ اسکے ذریعہ سے منزل مقصود کو پہونچے ہان اسمین شک نہین کہ یہ امر رتبۂ کمال سے ناقص ہونے پر دلالت کرتا ہی بلکہ کامل وہ ہی جو اپنے نفس کے راحت دینے مین سوا حق کے دوسری چیز کا محتاج نہو مگر چونکہ نیک بندون کی نیکیاں مقربون کے حق مین برائیاں ہین تو گو راگ مقربون کے لحاظ سے برا ہو مگر ابرار کے لیے کار آمد ہی اور جو شخص کہ دلون کے علاج کے علم پر محیط ہو اور لطائف الحیل سے حق کی طرف انکا لے جانا جانتا ہو وہ یقیناً جان لیگا کہ ان جیسی باتون سے دلون کو راحت دینا ایسی دوا نافع ہی کہ بدون اسکے کوئی چارہ نہین

دوسری فصل سماع کے آثار اور آداب کے بیان میں - واضح ہو کہ اول درجہ سماع کا یہ ہی کہ جو سنا جائے وہ سمجھ میں آجائے اور جو بات کہ سننے والے کے ذہن میں آئے اسکو اُسپر ڈھال لے پھر سمجھنے کے بعد وجد ہوتا ہی اور وجد اعضاء پر حرکت پیدا کرتا ہی تو اس نظر سے ان تینوں باتوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا جاتا ہی تین مقاموں میں پہلا مقام سمجھنے کے ذکر میں جو سننے والے کے حالات کے اختلاف کے موافق مختلف ہوتا ہی اور سننے والے کی چار حالتیں ہیں - حالت اول تو یہ ہی کہ سننا صرف طبعی ہو یعنے بجز نغمات اور الحان کی لذت کے اور کچھ سماع کی کیفیت نہ جانے اور یہ سننا مباح ہی مگر سماع کے مراتب میں سب سے کمتر ہی کیونکہ اس امر میں تو اُسکا شریک اونٹ اور بہائم بھی ہیں بلکہ اس ذوق کے لیے تو صرف زندگی ہی چاہیے کہ ہر ایک حیوان کو آواز خوش سے ایک طرح کی لذت حاصل ہوتی ہی دوسری حالت یہ ہی کہ سمجھ کے ساتھ سنے مگر مضمون کو کسی مخلوق معین یا غیر معین پر ڈھالتا جائے اور یہ سننا جوانوں اور شہوت والوں کا ہی کہ جو کچھ سنتے ہیں اوسکے موافق اپنی شہوتوں اور مقتضاے احوال کے ڈھال لیتے ہیں اور یہ حالت بھی ایسی نہیں کہ اسکا کچھ ذکر کیا جائے بلکہ اسکی برائی اور اس سے ممانعت پر ہی بس کرنا کافی ہی تیسری حالت یہ ہی کہ جو کچھ سنے اسکو اپنے حال پر ڈھالے یعنے خدا تعالی کے معاملہ میں جو اُسکے حالات بدلتے ہیں کبھی تمکن ہوتا ہی اور کبھی تعذر تو انھیں پر ڈھالتا جاوے یہ سماع مریدوں کا خصوص بتدیوں کا ہوتا ہی کیونکہ مرید کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوگا اور اسکا مقصود خدا تعالی کی معرفت اور اُسکا دیدار اور مشاہدہ باطنی کے طریق سے اُس تک پہونچنا اور حقیقت واضح ہوتی ہی اور اس مقصد کا ایک راستہ ہی جسکو وہ چلتا ہی اور کچھ معاملے ہیں جنپر مواظبت کرتا ہی اور کچھ حالات ہیں جو اُسکو پیش آتے ہیں تو جب عتاب یا خطاب کا ذکر سنتا ہی یا قبول خواہ رد کا یا وصل و ہجر کا یا قرب و بعد کا یا افسوس فوت شدہ چیز کا یا اشتیاق متوقع کا یا شوق کسی آنے والے کا یا طمع کا یا خوف کا یا گھبراے کا یا دل لگنے کا یا ایفاے وعدہ خواہ عہد شکنی کا یا خوف فراق خواہ سرور وصال کا یا حبیب کے دیکھنے کا یا رقیب کے برطرف ہونیکا یا اشک افشانی یا متواتر سرگردانی کا یا طول فراق خواہ وعدہ وصال کا یا اور کسی بات کا ذکر سنتا ہی جسکا بیان اشعار میں ہوتا ہی تو ضرور ہی کہ بعض ان حالات میں کے مرید کے مطابق حال ہوں تو اُنکا سننا ایسا ہوتا ہی جیسا چقماق سے آگ کا پیدا ہونا کہ فوراً دل کی آگ بھڑک اٹھتی ہی اور شوق کا اُبھار اور غلبہ زور پکڑ جاتا ہی اور اسکے سبب سے حالات اسکی عادت کے مخالف اسپر ہجوم کرتے ہیں اور الفاظ کو اپنے احوال پر ڈھالنے کی اسکو بڑی گنجایش ہی یہ ضرور نہیں کہ وہ اشعار سے وہی معنے سمجھے جو شاعر کی مراد ہو بلکہ ہر کلام کئی صورتوں پر محمول ہوسکتا ہی اور ہر ذی فہم اس سے اپنی سمجھ کے

موافق معنے نکال سکتا ہی اب ہم کچھ مثالین لکھتے ہین کہ لوگون نے الفاظ کو اپنے مقصود پر کیسے ڈھال لیا تاکہ کوئی جاہل یہ نہ گمان کرے کہ جن شعرون مین ذکر غم اور رخسار اور زلف کا ہوگا اُنکے سننے تو ظاہری ہی معنے سمجھ مین آئینگے اور بات کوئی کیا سمجھیگا اور ہمکو اسکی حاجت نہین کہ اشعار سے سمجھنے کی کیفیت کو بھی بیان کرین اسلیے کہ یہ امر سماع والون کی حکایات سے معلوم ہی ہوجاتا ہی عیان راچہ بیان چنانچہ کہتے ہین کہ کسی صوفی نے ایک شخص کو کہتے سنا شعر

مجھ سے کہا رسول نے کل کو ملوگے تم	مین نے کہا کہتا ہی کیا کچھ خبر بھی ہی

اس آواز سے اُسکو استغراق ہوئی اور وجد مین آکر مصرعۂ اول مکرر پڑھنے لگا اور صیغۂ مخاطب کی جگہہ متکلم کہنے لگا یہانتک کہ شدت سرور اور لذت سے بیہوش ہوگیا جب ہوش مین آیا تب اُس سے وجد کا سبب دریافت کیا گیا کہا کہ مجکو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آیا کہ جنت والے اپنے پروردگار کی زیارت ہر ہفتہ مین ایکبار کرینگے- اور رقی نے ابن دراج سے نقل کی ہی کہ اُسنے کہا کہ مین اور ابن فوطی بصرہ اور ابلہ کے درمیان دجلہ پر چلے جاتے تھے کہ اتنے مین ایک محل خوبصورت نظر آیا اسکے برآمدہ مین ایک شخص بیٹھا ہوا اور اُسکے سامنے ایک لونڈی یہ گا رہی تھی

ہی تغیر ترے احوال مین ہر روز نیا	تجکو تو اسکے سوا اور بھی کچھ ہی زیبا

اتفاقاً ایک جوان رعنا ڈول ہاتھ مین گدڑی پہنے برآمدہ کے نیچے نکلتا تھا کہ یہ آواز اُسکے کان مین پڑی اُس لونڈی سے کہا کہ تجھے قسم ہی خدا کی اور اپنے مولی کی حیات کی کہ اسکو دوبارہ کہدے اُسنے وہی شعر دوبارہ پڑھا کہ بخدا حق کے ساتھ میرے حال کا تلون یہی ہی پھر ایک نعرہ جانسوز مار کر مرگیا راوی کہتا ہی کہ ہمنے کہا کہ اب تو ایک امر فرض ہمپر پیش ہوگیا یہان ٹھہرنا چاہیے اُسکی تجہیز و تکفین کے لیے ہم ٹھہر گئے صاحب مکان نے اُس لونڈی سے کہا کہ تو لوجہ اللہ آزاد ہی پھر بصرہ والے نکلے اور اُس جوان پر نماز پڑھی اور جب دفن سے فارغ ہوچکے تو صاحب مکان نے اُنسے کہا کہ مین تمکو گواہ کرتا ہون کہ جتنی چیزین میری ہین مع اس محل کے سب وقف ہین اور میری سب لونڈیان آزاد ہین پھر اُسنے اپنے کپڑے اتار ڈالے اور ایک تہمت باندھکر دوسرا بدن پر ڈال لیا اور جدھر کو منھ ہوا چلدیا لوگ دیکھتے رہگئے یہانتک کہ اُنکی نظر سے غائب ہوگیا سب اُسکے فراق سے روتے تھے پھر اُسکا حال کچھ نہ سُنا گیا کہ کہان گیا اور کیا ہوا اور مقصود یہ ہی کہ وہ جوان ہر وقت اپنے حال مین حق کے ساتھ مستغرق تھا اور معاملہ کے اندر حسن ادب پر ثابت رہنے سے اپنے آپ کو عاجز جانتا تھا اور اپنے دل کے عدم استقلال اور طریق حق سے مائل ہونے پر متاسف تھا تو جب اُسکے کان وہی بات پڑی

جو اُسکے حال کے موافق تھی تو اُسکو یون خیال کیا کہ اللہ تعالی کی طرف سے مجکو یون خطاب ہی کہ تو ہر روز نئے رنگ بدلتا ہی اگر ایسا نہ کرے تو تیرے حق مین اچھا ہو اور جس شخص کا سماع من اللہ اور علی اللہ اور فی اللہ ہو اُسکو چاہیے کہ معرفت الٰہی اور اُسکی صفات کی معرفت کا علم خوب منضبط کرلے ورنہ سماع سے اُسکے حق مین خطر ہی کہ شاید اللہ تعالی کے حق مین ایسی بات تصور کرے جو اُسکے حق مین محال ہی اور اس سے کافر ہو جائے تو جو مرید مبتدی ہی اُسکو سماع مین خطرہ ہی ہان اگر جو کچھ سنے اُسکو اپنے حال پر ڈھالے اسطرح کہ خدا تعالی کے وصف سے تعلق نہو تو مضائقہ نہین ورنہ دقت ہی مثلاً شعر مذکور مین خطا اسطرح ہو سکتی ہی کہ اپنے آپ کو متکلم سمجھے اور خدا تعالی کو مخاطب اور اُسکی طرف تلون کو نسبت کرے تو کافر ہو جائیگا اور ایسی غلطی کبھی تو محض جہالت سے ہوتی ہی جسمین کچھ تحقیق کی آمیزش نہین ہوتی اور کبھی ایسی جہالت سے ہوتی ہی کہ اسمین گونہ تحقیق بھی ہوتی ہی اُسکی صورت یہ ہی کہ مثلاً اپنے حالات کا بدلنا بلکہ تمام عالم کا متغیر ہونا خدا تعالی کی طرف سے جانے تو اتنی بات حق ہی کیونکہ خدا تعالے کبھی آدمی کا دل کشادہ کرتا ہی اور کبھی تنگ اور گاہے نورانی فرماتا ہی اور گاہے ظلمانی اور کبھی اُسکو سخت کرتا ہی اور کبھی نرم اور گاہے اُسکو اپنی طاعت پر ثابت اور مستحکم کر دیتا ہی اور کبھی اُسپر شیطان کو مسلط کرتا ہی کہ اُسکو طریق حق سے پھیر دے اور یہ سب باتین اللہ تعالی کی طرف سے ہین اور جس شخص سے کہ اوقات قریبہ مین مختلف احوال سرزد ہوا کرتے ہین اُسکو عادت اور عرف مین غیر مستقل اور متلون بولا کرتے ہین اور غالباً شاعر نے اپنے محبوب ہی کو تلون کی طرف نسبت کیا ہی اس نظر سے کہ کبھی قبول کرتا ہی اور کبھی مردود اور گاہے نزدیک کرتا ہی اور گاہے دور مگر سماع سے اس امر کو خدا تعالی کی طرف منسوب کرنا کفر محض ہی بلکہ اللہ جلشانہ کے ساتھ یہ عقیدہ چاہیے کہ وہ دوسرے کو بدلتا ہی خود متلون نہین ہوتا اُسکی طرف سے تغیر ہی اور اُسکو تغیر نہین بخلاف بندون کے کہ وہ متغیر ہوتے ہین اور یہ علم مرید کو تو اعتقاد تقلیدی اور ایمانی سے حاصل ہوا کرتا ہی اور عارف کو یقین کشفی حقیقی سے اور یہ وصف خداوند حقیقی کا کہ دوسرے کو بدل دینا اور خود نہ بدلنا اوصاف عجیبہ مین سے ہی اور اُسکے سوا دوسرے مین ہو نہین سکتا کیونکہ جتنے بدل دینے والے اُسکے سوا ہین وہ اُسی وقت دوسرے کو بدلتے ہین کہ خود بھی بدل جاوین — اور بعض ارباب وجد وہ ہین جنپر ایسا حال غالب ہوتا ہی جیسا نشا بیہوش کر دیتا ہی ایسے حال مین اُنکی زبان اللہ تعالی کے ساتھ عتاب پر کھل جاتی ہی اور اس بات کو بعید جانتے ہین کہ دل کو اُسنے اپنا مطیع کر رکھا ہی اور اُنکے حالات کو مختلف طور پر تقسیم کیا ہی کہ صدیقین کے دل کو صفائی اور حضوری عنایت کی اور منکرون اور مغرورون کے

دل کو دوری اور مہجوری تو اُسکی دی ہوئی چیز کا نہ کوئی روکنے والا اور نہ اُسکی روکی چیز کا کوئی دینے والا کفار سے جو توفیق منقطع کردی تو کسی پہلے قصور کی جہت سے نہین اور انبیا علیہم السلام کو جو اپنی توفیق اور نور ہدایت سے مدد دی تو کسی سابق کے ذریعہ سے نہین بلکہ اپنے آپ کو یون فرماتا ہی وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ اور فرمایا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی اُولٰٓئِکَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ اب اگر تمھارے دل مین یہ خطرہ گذرے کہ تقدیر سابق ہی کیون مختلف ہوئی بندہ ہونے مین تو سب مشترک ہین تو تمکو سراپردہ جلال سے للکارا جاویگا کہ حد ادب سے باہر مت ہو یہ وہ ذات پاک ہی جسکی شان ہی لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ہی اور اصل تو یہ ہی کہ زبان سے اور ظاہر مین ادب کرنے پر تو اکثر قادر ہین مگر دل مین ایسے اختلاف ظاہری کا بعید نہ معلوم ہونا کہ کوئی تو ہمیشہ کو شقی ہی رہے اور راندہ درگاہ اور کوئی سعید جاوید اور مقبول بارگاہ اس امر پر بجز راسخ علما کے اور کو قدرت نہین اور یہی وجہ حضرت خضر علیہ السلام سے جو کسی نے خواب مین راگ کا حال پوچھا تو آپنے فرمایا کہ وہ صاف تھا ہی اُسپر بجز علما کے قدمون کے اور لوگون کے قدم نہین جمتے اور یہ اس وجہ سے فرمایا کہ راگ دلون کے اسرار مخفی کو تحریک کرتا ہی اور جیسے نشہ مدہوش کرنے والا آدمی کو پریشان کردیتا ہی اور ادب کا عقدہ کھولدیتا ہی اسی طرح راگ بھی دلون کو پریشان کرتا ہی اس درجہ تک کہ عجب نہین کہ ادب باطنی بالائے طاق ہو جائے مگر جسکو خداتعالی اپنے نور ہدایت اور عصمت سے بچالیوے اور اسی وجہ سے کسی نے کہا ہی کہ کاش ہم راگ سے جیون کے تیون بچ جاوین کہ نہ ہمکو کچھ ثواب ہو نہ عذاب غرضکہ اس قسم کے سماع مین اُس سماع سے زیادہ خطر ہی جو شہوت کا محرک ہو کیونکہ محرک شہوت کی غایت یہ ہی کہ مرتکب معصیت ہو جائے یہ تو نہین کہ کافر ٹھہر جائے جو اس راگ کی غایت ہی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سمجھ کبھی سننے والے کی حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہی حتی کہ ایک ہی شعر کے دو سننے والون کو وجد ہوتا ہی حالانکہ ایک کی سمجھ درست ہوتی ہی اور دوسرے کی خطا یا دونون کی سمجھ درست ہوتی ہی مگر ایک کچھ معنے سمجھا اور دوسرا کچھ اور ہرچند یہ دونون معنے ایک دوسرے کی ضد ہین مگر اُن دونون شخصون کے حالات کے لحاظ سے ضد نہین جیسے عتبہ غلام سے مروی ہی کہ اُنھون نے کسی کو گاتے سُنا

پاک ہی قدوس ذات کبریا	رنج مین رہتا ہی عاشق مبتلا

تو کہا کہ سچ کہتا ہی اور ایک اور شخص نے جو اسکو سنا تو کہا کہ جھوٹ کہتا ہی کہ کسی اہل دل نے فرمایا کہ دونون

درست و بجا کہتے ہین اسلیے کہ اول کا قول اُس عاشق کا ہی جسکو مراد پر دسترس نہین ہوئی بلکہ اعراض اور انکار محبوب سے بتلاے آلام فراق ہی اور دوسرا کلام اُس عاشق کا ہی جسکو محبت سے انس ہی اور فرط محبت مین انچہ از دوست میرسد نیکوست پر کاربند ہی درد و تکلیف کا اثر نہین معلوم کرتا ہی بلکہ اُس سے مزہ اور لذت اُٹھاتا ہی یا ایسے عاشق کا کلام ہی جو اپنی مراد سے فی الحال کامیاب ہوا اور آیندہ کو خطر اعراض سے واقف نہین یعنے رجا اور حسن ظن اس درجہ کو اسکے دل پر غالب ہوا ہی کہ خطر اعراض سے بالکل غافل ہی تو اسطرح حالات کے مختلف ہونے سے سمجھ مین اختلاف ہو جاتا ہی اور ابو القاسم بن بروان جو ابو سعید خراز رح کی صحبت مین رہتے تھے اور بہت برسون سے راگ سننا چھوڑ دیا تھا اُنکی حکایت ہی کہ کسی دعوت مین گئے وہان ایک شخص کو یہ گاتے سنا ؎

برلب جو تشنہ لب استادہ ام	جام از دستش نمی یابم ہنوز

حاضرین اُٹھے اور وجد کیا جب ساکت ہوئے تو اُنھون نے لوگون سے پوچھا کہ اسکے معنے آپ کیا سمجھے سب نے کہا کہ معنی یہ ہین کہ احوال شریفہ کا اشتیاق ہی اور باوجود اُنکے سامان موجود ہونے کے اُنسے محرومی ہی اس جواب سے اُنکی تشفی نہوئی لوگون نے کہا کہ آپکے نزدیک کیا مقصود ہی فرمایا کہ یہ مراد ہی کہ حالات کے بیچ مین ہو اور کرامات مرحمت کیجائین مگر اصل حقیقت سے کچھ نہ عطا کیا جائے اور اسمین اشارہ ہی کہ حقیقت احوال اور کرامات کے سوا اور چیز ہی انکے بعد ہی اُس سے پیشتر احوال ہوتے ہین اور کرامات اُسکے مبادی ہین کرامات کے ہونے پر بھی حقیقت پر وصول نہین ہوتا منزل مقصود دور رہتی ہی اب ان معنون مین جو انھون نے سمجھے اور اُنمین جو لوگون نے سمجھے تھے اتنا ہی فرق ہی کہ وہ اور جگہ کا اشتیاق بیان کرتے تھے اور ابو القاسم نے اور رتبہ کی تشنہ لبی بیان کی اور دونون صحیح ہین اسلیے کہ جو شخص احوال شریفہ سے محروم ہوتا ہی وہ اول انھین کا مشتاق ہوتا ہی جب اُنپر دسترس ہو جاتی ہی تو اُسکے بعد کے مقامات کا اشتیاق کرتا ہی تو جس مقام پر سالک کو پہونچنا نصیب ہوگا اُسکے نیچے کے مقامات کا اشتیاق نہ رہیگا اوپر کے مقامات کا راغب ہوگا۔ اور شبلی رح اکثر اس مضمون کے شعر پر وجد کیا کرتے تھے ؎

ہجر ست الفت تو محبت عداوتے	وصل تو قطع باشد و صلحت ستیزۂ

اس شعر کو کئی مختلف صورتون پر سمجھ سکتے ہین کہ اُنمین سے بعض حق ہین اور بعض باطل سب سے ظاہر تر وجہ یہ ہی کہ اسکو خلق کے باب مین بلکہ تمام دنیا اور ماسوے اللہ کے باب مین سمجھا جائے اسلیے کہ یہ حال دنیا ہی کا ہی کہ دغاباز فریبی اور اپنے ارباب کے قاتل باطن مین اُنکی دشمن اور ظاہر مین دوست ہی

جس مکان مین کہ اُس سے عیش مالامال ہی آخر کو اُسی کا بُرا حال ہی ابھی مکان والے شادان و فرحان مین اور ابھی نالہ کنان اور گریان چنانچہ حدیث مین بھی اسکا انقلاب مذکور ہی اور ثعالبی نے اسکا وصف اس مضمون سے بیان کیا ہی

بھاگ دنیا سے نکر نسبت کا اُس سے تو خیال	قاتل شوہر جو بی بی ہو نہ دے اُسکو پیام
اسکے خوفون کے مقابل مین ہین امیدین قلیل	سختیان زائد مین اُسکی بے تردد لا کلام
خوب کثرت سے کیے مین واصفون نے اسکے وصف	لیک مین کہتا ہون اسکے حق مین یہ تشبیہ تام
بادۂ گلگون ہی وہ لیکن ہی موت اُسکا خمار	بادپا ہی پر چڑھو اُسپر تو ہووے بدلجام
ہی وہ مہ پارہ کہ جسکا حسن ہی مردم فریب	لیک باطن مین وہ رکھتی ہی خباثت ہاے عام

غرض کہ شعر مذکور الصدر کے سب مضمون دنیا پر منطبق ہو سکتے ہین ۔ اور دوسرے معنے یہ ہین کہ اس شعر کو اپنے نفس پر اچھی طرح ڈھالے کہ خداے تعالیٰ کے حقوق مین نفس کا یہی حال ہی مثلاً اُسکی معرفت جہالت ہی اسلیے کہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہی وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اور طاعت اُسکی ریا ہی اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ سے کما ینبغی ڈرتا نہین اور محبت بالکل روگی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت مین کوئی شہوت اپنی شہوتون مین سے چھوڑتا نہین اسی طرح اور اوصاف کمال کو قیاس کر لینا چاہیے اور جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو بہتری کرنی منظور ہوتی ہی اُسکو اُسکے نفس کے عیبون پر واقف کر دیتا ہی وہ اس شعر کو اپنے حال کا مصداق سمجھتا ہی گو غافلون کی نسبت کر وہ عالی رتبہ ہو اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ اور دوسری حدیث مین فرمایا اِنِّیْ لَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ فِی الْیَوْمِ وَاللَّیْلَةِ سَبْعِیْنَ مَرَّةً اور آپکا استغفار اسی وجہ سے تھا کہ ہر وقت مقامات و احوال کے منازل آپ طی فرماتے تھے اور مدارج عالیہ کی نسبت اُن مقامات کو بعید سمجھکر استغفار کرتے تھے گو وہ مقامات اپنے ماقبل کی نسبت کر درجات قرب مین سے تھے مگر قرب و بعد امور اضافی ہین کوئی قرب ایسا نہین کہ اُسکے آگے اور قرب نہووے اتنہا درجے ہین جیسا کہ مولوی روم فرماتے ہین ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست	ہرچہ بروے می رسی بروے مایست

اور درجات قرب کے اعلیٰ درجہ پر پہونچ جانا محال ہی اور تیسرے معنے یہ ہین کہ اپنے احوال کے مبادی کو دیکھکر اُنپر راضی ہو اور پسند کرے اور پھر اُنکے انجامون کو دیکھکر اُن حالات کو حقیر جانے یعنے ہر ایک مین پوشیدہ مغالطے پاوے اور اس امر کو خداے تعالیٰ کی طرف سے جان کر جب یہ شعر سے تو اسکی

قضا و قدر کی شکایت پر ڈھال دے تو یہ کفر ہی جیسا اوپر ہمنے لکھا ہی اور کوئی شعر ایسا نہین جسکا ڈھالنا کئی معنون پر ممکن نہو اور یہ امر سننے والے کی کثرت علم اور دل کی صفائی پر موقوف ہی چوتھی حالت یہ ہی کہ راگ سننے والا احوال مقامات کو ترک کرکے ماسوے اللہ کے سمجھنے سے جاتا رہا ہو یہانتک کہ اپنے نفس اور احوال اور معاملات سب سے بیخبر ہوا اور ایسا مدہوش ہو کہ گویا عین شہود کے دریا مین مستغرق ہی اور اُسکا حال اُن عورتون کے مشابہ ہو جنھون نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جمال دیکھنے کے وقت اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور ایسی مدہوش ہوئی تھین کہ ہاتھون کا کٹنا معلوم نہوا اور اس جیسی حالت کو صوفی فنا عن النفس بولتے ہین یعنے خودی سے جاتا رہنا اور جب اپنے نفس سے فنا ہوجائیگا تو ظاہر ہی کہ دوسرے سے زیادہ تر فنا ہوگا تو وہ گویا بجز واحد مشہود کے اور سب چیزون سے فنا ہوجاتا ہی یہانتک کہ مشاہدہ کرنے سے بھی فنا ہوجاتا ہی اسلیے کہ دل اگر مشاہدہ کرنے کی طرف التفات کریگا اور اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوگا کہ مین مشاہدہ کر رہا ہون تو مشہود سے غافل ہوگا بلکہ عاشقان مشہود کو مشاہدہ سے سروکار نہین رہتا جیسے کوئی مرئی چیز کا حریص جب اُسکے دیکھنے مین زیادہ مستغرق ہوتا ہی تو اُسکو نہ اپنے دیکھنے کی طرف التفات رہتا ہی اور نہ آنکھ کی طرف جس سے رویت ہوتی ہی اور نہ دل کی طرف جس سے لذت معلوم ہوتی ہی اسی طرح متوالے کو اپنے نشہ کی خبر نہین ہوتی اور نہ لذت پانے والے کو لذت پانے کی طرف توجہ ہو بلکہ جس سے لذت ہوتی ہی فقط اُسی کا حال جانتا ہی اسی طرح کسی چیز کا جاننا اور چیز ہی اور اُسکے جاننے کا علم ہونا اور ہی تو جو شخص ایک چیز کا عالم ہی جب اسکے دھیان مین اُسکے عالم ہونے کا علم ہوگا تو وہ اُس چیز سے اعراض کنندہ ٹھہریگا اور یہ حالت فنا عن النفس کی کبھی تو مخلوق کے حق مین طاری ہوتی ہی اور کبھی خداے تعالی کے حق مین بھی ہوتی ہی مگر اکثر یون ہی کہ یہ حالت بجلی کی سی چمک ہوتی ہی کہ ثابت اور دائم نہین رہتی اور اگر ثابت رہے تو اُسکے تحمل کی تاب قوت بشری مین نہین بلکہ بعض اوقات اُسکے بوجھ مین ایسا اضطراب کرتا ہی کہ اُس سے اُسکا نفس ہلاک ہوجاتا ہی چنانچہ ابو الحسن نوری رح کا حال لکھتے ہین کہ وہ ایک مجلس سماع مین موجود تھے کہ اس مضمون کا شعر سنا ؎

پہونچتا ہون تری الفت سے دائم ایسی منزل مین	اُترتے وقت جسمین ہوتی ہی عقلون کو حیرانی

سنتے ہی اُٹھے اور وجد مین آکر جدھر منھ ہوا چلدیے اتفاقاً ایک جنگل مین پہونچے کہ اُسمین سے بانس کاٹ لیے تھے اور اُنکی جڑین تیز دھار دار کھڑی تھین پس اُنھین مین دوڑتے رہے اور

دوسری صبح تک شعر مذکور کا اعادہ کرتے رہے اور پاؤنون مین سے خون نکلتا جاتا تھا یہانتک کہ دونون پانون اور پنڈلیان ورم کر گئین اور بعد اسکے آپ چند روز زندہ رہکر واصل بحق ہوے رحمہ اللہ تعالی تو اسطرح کی سمجھ اور وجد صدیقون کا درجہ ہی اور یہ سب درجون مین اعلی ہی کیونکہ سماع احوال کے ہونے پر درجہ کمال سے ناقص ہی اور وہ صفات بشری سے مخلوط رہتا ہی جو ایک طرح کا قصور ہی بلکہ کمال اسکا نام ہی کہ اپنے نفس اور احوال سے بالکل فنا ہو جاوے یعنے نہ نفس کی یاد رہے نہ احوال کی اور انکی طرف التفات ہی نہ رہے جیسے کہ مصر کی عورتون کو ہاتھون اور چھری پر التفات نہ رہا تھا اور راگ کو بقد اور باللہ اور فی اللہ اور من اللہ سنے اور یہ رتبہ اُس شخص کا ہی کہ ساحل احوال و اعمال سے پار ہو کر بحر حقیقت مین گھسے اور صفاء توحید اور اخلاص محض مین رل مل جاوے اور خودی کا نشان کچھ اُسمین نہ رہے بشریت بالکل منطفی اور صفات بشری کی طرف التفات یک قلم منفی ہو اور ہماری غرض فنا سے فنا جسم نہین بلکہ فنا دل مقصود ہی اور دل سے مراد گوشت و خون نہین بلکہ وہ سر لطیف مراد ہی جسکو قلب ظاہری کے ساتھ ایک علاقہ مخفی ہی اور اُسکے بعد سر روح ہی جو خدائے عزوجل کے حکم سے ہی اُسکو جو جانتا ہی وہی پہچانتا ہی اور جو جاہل ہی وہ نہین جانتا اور اُس سر کے لیے ایک وجود ہی اور صورت اُس وجود کی وہ ہی جو اُسمین موجود ہو تو جب اُسکے اندر غیر چیز موجود ہوگی تو گویا بجز اُس حاضر چیز کے اور چیز کا وجود نہ رہیگا اور اُسکی مثال جلا والے آئینہ کی سی ہی کہ بذات خود اُسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اُسمین حاضر ہوتی ہی اُسی کا رنگ اُس آئینہ کا رنگ ہوتا ہی اور یہی حال شیشہ کا ہوتا ہی کہ خاص اُسمین کوئی رنگ نہین ہوتا بلکہ جو چیز اُسکے اندر قرار پائی اُسی کے رنگ سے رنگین ہو جاتا ہی تو اُسکا رنگ یہی ہی کہ سب رنگون کے قبول کرنے کی استعداد اُسمین موجود ہی اور سر قلب کی حقیقت بلحاظ اُسکے اندر کی چیز کے کسی شاعر کے اس قطعہ سے خوب معلوم ہوتی ہی قطعہ

صہبا اور آبگینہ ہو دونون ہین رقیق ہی ایک شکل دونون کی اور ایک آب وتاب
گویا کہ ہی شراب نہین جام کا وجود یا یہ کہو کہ ساغر ہی ہی نہین شراب

اور یہ امر علوم مکاشفہ کے اُن مقامات مین سے ہی جنسے بعض لوگون نے حلول و اتحاد ذات حق کا دعوی کرکے انا الحق کہدیا اور فرقہ نصاری جو عالم لاہوت اور ناسوت کے اتحاد کا دعوی کرتے ہین یا اول کا لباس دوم کو بتلاتے ہین یا اول کا حلول دوسرے مین کہتے ہین اُنکے قول کی اصل بھی یہی امر ہی اور یہ اُنکی غلطی ہی انکا کلام ایسا ہی ہے جیسے کوئی آئینہ کے اندر کی سرخی کو دیکھکر اُسکو سرخ رنگ بتا دے اور یہ نجانے کہ یہ رنگ آئینہ کا نہین بلکہ اُس چیز کا ہی جو اُسکے سامنے ہی اور جسکا عکس اُسکے اندر پڑا ہی اور چونکہ یہ تقریر علم معاملہ سے مناسبت نہین رکھتی اسلیے اب اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہین کہ فرق سمجھنے کے درجات کا لکھ چکے ہین

دوسرا مقام وجد ہی جو سمجھنے اور ڈھالنے کے بعد ہوتا ہی۔ صوفیہ کرام اور وہ حکما جو سماع کو ارواح سے مناسبت ہونے کی وجہ مین تقریرین کرتے ہین دونون فرقون کے وجد کی ماہیت مین بہت سے اقوال ہین اول ہم اُنکے اقوال کو نقل کرتے ہین پھر جو امر محقق ہی اسکو بیان کرینگے۔ صوفیون کے اقوال تو اس باب مین یہ ہین کہ ذوالنون مصری رح سماع کے لیے فرماتے ہین کہ وہ حق کا وارد ہی اسلیے آتا ہی کہ دلون کی تحریک حق کی طرف کرے تو جو کوئی اُسکو حق کے سبب سے سنیگا وہ محقق ہی اور جو نفس کے باعث سنیگا وہ زندیق ہی تو گویا اُنکے نزدیک وجد سماع مین یہی ہی کہ دلون کا میل حق کی طرف ہو یعنے جب سماع کا وارد آوے تو حق موجود پائے کہ اسکا نام ہی وارد حق ہی اور ابوالحسین دراج سماع مین وجد کا حال یون فرماتے ہین کہ وجد اُس حالت کا نام ہی جو سماع کے وقت پائی جائے اور کہا کہ سماع مجکو رونق کے میدانون مین دوڑا لیگیا اور عطا کے وقت حق کے واجب ہونے نے مجکو وجد مین ڈالا پھر جام صفا سے مجکو پلایا اور اُس رضا کے مراتب مین نے حاصل کیے اور ریاض نزہت اور فضا مین مجکو سیر کرائی۔ شبلی رح نے فرمایا ہی کہ سماع کا ظاہر تو فتنہ ہی اور باطن عبرت تو جو کوئی اشارے کو پہچانتا ہی اسکو عبرت کا سننا حلال ہی ورنہ وہ خواستگار فتنہ کا اور بلا مین پڑنا چاہتا ہی۔ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ اہل معرفت کے لیے سماع غذا ارواح کی ہی اسلیے کہ یہ ایسا وصف ہی کہ سب اعمال سے باریک ہی اور اپنے رفیق ہونیکی وجہ سے طبیعت کی رقت ہی سے حاصل ہوتا ہی اور بایں وجہ کہ جو اسکے اہل ہین انکے نزدیک یہ صاف اور لطیف ہی تو بجز سر قلبی کی صفائی کے اور کسی بات سے نہین دریافت ہوتا۔ اور عمرو بن عثمان مکی رح فرماتے ہین کہ وجد کی کیفیت کو کوئی عبارت ادا نہین کر سکتی اسلیے کہ وہ ایماندار یقین والون کی عبادت کے وقت کا راز الہی ہی۔ اور بعض فرماتے ہین کہ وجد حق کی طرف کے مکاشفات کا نام ہی اور ابو سعید بن اعرابی فرماتے ہین کہ وجد یہ ہی کہ حجاب کا دور ہونا اور دوست کا مشاہدہ کرنا اور فہم کا موجود ہونا اور غیب کا دیکھنا اور راز قلبی سے گفتگو کرنا اور مفقود کو انس دینا یعنے اپنی خودی کو زائل کرنے سے مانوس ہو جانا۔ اور یہ بھی انھین کا قول ہی کہ وجد خصوصیت کے درجات مین سے اول ہی اور سبب امور غائبہ کی تصدیق کا ہی کہ جب سالک وجد کا مزہ چکھتے ہین اور انکے دلون پر اُسکا نور چمکتا ہی تو انکو کوئی شک اور شبہہ باقی نہین رہتا۔ اور یہ بھی اونکا ہی قول ہی کہ نفس کے آثار کا دیکھنا اور علائق اور اسباب کا تعلق وجد کا مانع ہوتا ہی اسلیے کہ نفس اپنے اسباب کے باعث سے محجوب ہی تو جب اُسکے اسباب منقطع ہو جاتے ہین اور ذکر خالص ہوا اور دل ہوشیار اور رقیق اور صاف ہوا اور نصیحت اسمین اثر کرے اور مناجات بہت اچھی مقام مین پہونچ جاوے اور ادھر سے خطاب ہونے لگے اور خطاب گوش ہوش اور دل حاضر اور سر ظاہر سے

اور جو بات اپنے آپ مین نہ تھی اُسکو مشاہدہ کرے تو اُسکا نام وجد ہی کہ جو بات معدوم تھی اُسکو خود مین موجود پایا - اور یہ بھی انکا قول ہی کہ وجد وہ ہی جو امور مفصلہ ذیل کے وقت ہو یعنے ذکر محرک کے وقت یا خوف قلق مین ڈالنے والے کے وقت یا لغزش پر توبیخ کرنے یا کوئی لطیفہ کہنے یا کسی فائدہ کی طرف اشارہ کرنے یا غائب کی طرف مشتاق ہونے یا گم شدہ پر افسوس کرتے یا گذشتہ پر نادم ہونے یا کسی حال کی طرف کھچ جانے یا کسی واجب کی طرف مائل ہونے یا سر قلبی سے سرگوشی کرنے کے وقت اور وجد کی کیفیت یہ ہی کہ ظاہر کو ظاہر کے مقابل کرنا اور باطن کو باطن کے اور غیب کو غیب کے اور سر کو سر کے اور جو کچھ تقدیر مین فائدہ لکھا ہی مضر چیز کے بدلے مین اسکو پیدا کرنا تاکہ بندہ کی سعی اس باب مین اسکے لیئے لکھ لے جاوے اور اسی کی جانب سے شمار کی جاوے تو اس صورت مین بدون سعی کے تو اسکے پاس سعی ہو جائیگی اور بدون ذکر کے اسلیے کہ شروع مین نعمت دینے والا اور ذمہ دار تو وہی کفیل مطلق تھا اور تمام معاملہ آیندہ کو اسکی طرف رجوع کریگا تو علم وجد کا ظاہر یہ ہی جو بیان ہوا اور صوفیہ کے اقوال وجد کے باب مین اسی طرح کے بہت ہین - اب حکما کے اقوال کو سنو کہ بعض تو کہتے ہین کہ دل مین ایک عمدہ فضیلت تھی جسکو قوت نطق لفظون سے نکال نہ سکی پس اسکو نفس نے نغمون سے باہر نکالا اور جب وہ ظاہر ہوئی تو نفس خوش ہوا اور اسکے سامنے طرب مین آیا تو تم نفس سے سنا کرو اور اسی سے سرگوشی کرو اور ظاہری مناجات کو ترک کر دو - اور بعض یہ کہتے ہین کہ سماع کا نتیجہ یہ باتین ہین کہ رائے سے عاجز رائے کا طالب مستعد بنجاے اور جو فکر سے خالی ہو اسکو فکر حاصل ہو جاے اور جو فہم کا کند ہو اُسکی فہم تیز ہو جاے حتی کہ جو بات نہ رہی ہو وہ پھر سے چلی آئے اور جو تھک گیا ہو وہ چست بنجائے اور جو میلا ہو وہ صاف بنے اور ہر رائے اور نیت مین جولانی کرے اور درست کہے خطا نہو اور کام کرے مگر تاخیر نہ کرے - اور دوسرے حکیم نے کہا ہی کہ جیسا فکر علم کو معلوم کی طرف سے راہ بتاتا ہی ویسا ہی سماع دل سے عالم روحانی کی راہ بتاتا ہی - اور کسی حکیم سے سوال ہوا کہ نغمون کے وزن اور گت پر ہاتھ پانون کا بالطبع ہل جانا کس وجہ سے ہی تو اسنے کہا کہ یہ عشق عقلی ہی عاشق عقلی اس بات کا محتاج نہین کہ اپنے معشوق سے زبان ہی سے گفتگو کرے بلکہ وہ اسی سے کلام اور سرگوشی تبسم اور پلک جھپکنے اور ابرو اور آنکھ کے لطیف اشارے سے کیا کرتا ہی اور یہ سب چیزین باتین کرتی ہین مگر روحانی زبان مین ہین کہ بدون عقل کے اور طرح نہین سمجھی جاتین اور جو عاشق بہیمی ہین وہ اپنی زبان کو مستعمل کرتے ہین تاکہ اپنے شوق ضعیف اور کھوٹے عشق کو تقریر زبانی سے ملمع کر دین - اور ایک اور حکیم کا قول ہی کہ جو شخص حزین ہو اسکو نغمات کا سننا چاہیئے اسلیے کہ نفس جو

جب غم آتا ہی تو اُسکا نور بجھ جاتا ہی اور جب خوش ہوتا ہی تو اُسکا نور مستعمل ہوتا ہی اور اسکی رونق جگمگاتی ہی اس صورت مین جسقدر آدمی مین استعداد ہوگی اور ملونی اور ناپاکی سے صفائی ہوگی اوسی قدر اشتیاق پیدا ہوگا ۔ اور سماع اور وجد کے باب مین اقوال بہت سے ہین اُن سبکے بیان کرنے سے کچھ فائدہ نہین معلوم ہوتا اسلیے ہم امر حق کو لکھتے ہین جسکو وجد کہنا چاہیے پس واضح ہو کہ وجد اس حالت کا نام ہی جو سماع کا ثمرہ ہوتا ہی یعنے ایک نئی حالت راگ سننے کے بعد سننے والا اپنے نفس کے اندر پاتا ہی اور یہ حالت دو قسمون سے خالی نہین یا تو اسکا انجام وہ مشاہدات اور مکاشفات ہون جو منجملہ علوم اور تنبیہات گنے جاوین اور یا تغیرات اور احوال ہون کہ وہ از قبیل علوم نہون بلکہ مثل شوق اور خوف اور حزن اور قلق اور سرور اور افسوس اور ندامت اور بسط اور قبض کے ہون اور سماع ان احوال کو یا تو جوش مین لاتا ہی یا قوی کر دیتا ہی پس اگر سماع ایسا ضعیف ہو کہ نہ تو ظاہر بدن کو حرکت یا سکون دے نہ کوئی سننے والے کی حالت بدلے کہ خلاف عادت ہلنے لگے یا گردن جھکا لے یا دیکھنے اور بات کرنے سے ساکن ہو جائے تو ایسی حالت کو وجد نہ کہینگے اور اگر ظاہر بدن پر حال کا متغیر ہونا معلوم پڑیگا تو اسکو وجد کہینگے اور جسقدر اُسکا ظہور اور ظاہر حال کو بدلنا ہوگا اُسی نسبت سے وجد مذکور ضعیف یا قوی ہوگا اور اسکے تحریک اسقدر زور سے ہوگی جسقدر قوت سے کہ وہ حالت آوے گی اور ظاہر کو تغیر سے محفوظ رکھنا بقدر وجد والے کے زور اور ہاتھ پانون کے قابو مین رکھنے کے ہوتا ہی تو اکثر ایسا ہو جاتا ہی کہ وجد باطن مین قوی ہوتا ہی مگر ظاہر مین تغیر نہین آتا کہ وجد لینے والا قوی ہوتا ہی اور بعض اوقات اُس حالت جدید کے ضعیف ہونے سے ظاہر مین اثر نہین کرتا کہ وہ حالت تحریک مین اور عقدہ ضبط کو کھولنے مین قاصر ہوتی ہی اور اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہی ابو سعید ابن اعرابی نے وجد کی تعریف مین کہ رقیب کا مشاہدہ اور حضور فہم اور غیب کا ملاحظہ ہوتا ہی چنانچہ اوپر بیان ہوا اور بعید نہین کہ سماع ایسی چیز کے منکشف ہونے کا سبب ہو جو پہلے سے مکشوف نہو اسلیے کہ کشف کئی سببون سے ہوتا ہی اول تنبیہ سے اور سماع تنبیہ کرنے والا ہی دوم احوال کا بدلنا اور انکا مشاہدہ اور ادراک کہ اُنکے ادراک مین بھی ایک طرح کا علم ہی جو ایسی باتون کو واضح کر دیتا ہی جو پیشتر معلوم نہ تھی سوم دل کی صفائی اور راگ سبب ہی دل کی صفائی کا چہارم دل کا قوی ہونا اور قوت سماع سے دل کا سرور اتنا برانگیختہ ہوتا ہی کہ اس شدت سرور مین اُن اشیا کا مشاہدہ کر سکتا ہی جسکے مشاہدہ سے پیشتر عاجز تھا جیسے شتر راگ کے باعث وہ بوجھ اُٹھا سکتا ہی جسکے اُٹھانے کی پیشتر اسکو طاقت نہ تھی تو چونکہ دل کا عمل کشف ہونا اور اسرار ملکوت کا ملاحظہ کرنا ہی تو جب دل قوی ہوگا تو اُسکا عمل بھی زیادہ ہوگا جیسے شتر کے قوی ہونے سے

اُسکا عمل زیادہ ہوتا ہی بسنے یوجہ کا اُسنا ہمین انہین اسباب کے وسیلہ سے سماع کشف کا سبب ہوتا ہی بلکہ دل جب صاف ہوتا ہی تو بعض اوقات امر حق اُسکے سامنے صورت پکڑ کر سوجھنے لگتا ہی یا الفاظ منظوم ہنکر اُسکے کان مین پڑتا ہی اور اس آواز کو اگر بیداری مین ہوتی ہی تو آواز ہاتف کہتے ہین اور سونے کی حالت مین ہوتی ہی تو خواب کہتے ہین اور یہ نبوت کے چھیالیس حصون مین سے ایک حصہ ہی کہ امر حق اسطرح آدمی پر واضح ہو جائے اور علم معاملہ سے اس علم کی تحقیق خارج ہی مگر تجربہ شاہد ہی کہ صلحا کو اسطرح کے معاملات پیش ہوتے ہین چنانچہ محمد بن مسروق بغدادی کہتے ہین کہ جن دنون مین مین جاہل تھا ایک رات نشہ کی حالت مین اس شعر کو گاتا ہوا باہر نکلا

گذر کرتا ہون جسدم باغ زیر طور سینا کے | | عجب کرتا ہون اُن لوگون پہ جو پیتے ہین پانی کو

پس مین نے سُنا کہ کوئی یون کہتا ہی

جہنم مین وہ پانی ہی اگر کوئی پیے اسکو | | تو یکدم مین گلا ڈالے وہ امعاء نہانی کو

تو یہی آواز میرے لیے توبہ کرنے اور علم و عبادت مین مشغول ہونے کا باعث ہوئی تو اب دیکھ لو کہ راگ نے اسکے دل کی صفائی مین کیسے اثر کیا کہ حق بات کی حقیقت جہنم کی صفت مین صورت پکڑ کر اور الفاظ موزون ہو کر اُسکے گوش ہوش مین پڑ گئے۔ اور مسلم عبادانی کہتے ہین کہ ہمارے پاس ایک بار صالح مری اور عتبہ غلام اور عبد الواحد بن زید اور مسلم اسواری تشریف لائے اور ساحل دریا پر فروکش ہوے مین سنے ایک رات اُنکے لیے کھانا تیار کرایا اور اُنکی دعوت کی چنانچہ سب صاحب تشریف لائے جب کھانا سامنے آچکا تو اتنے مین کسی نے غیب سے پکار کر یہ شعر پڑھا

یاد تمکو نہین کھانون کے مزہ مین عقبے | | کچھ نہ کام آئیگی یہ لذت نفس آخر کار

اسکو سنکر عتبہ غلام نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑے اور دوسرے لوگ بھی رونے لگے کھانا جون کا تون رکھا رہا کسی نے ایک لقمہ نہ کھایا۔ اور جس طرح کہ قلب کی صفائی کے وقت ہاتف کی آواز سُنائی دیتی ہی اسی طرح آنکھ سے صورت خضر علیہ السلام کی بھی سوجھتی ہی کہ وہ اہل دل کے سامنے مختلف صورتون مین شکل پکڑتے ہین اور اسی جیسی حالت مین فرشتے انبیا علیہم علیہم السلام کے سامنے صورت پکڑتے ہین خواہ اپنی حقیقی صورت مین خواہ ایسی شکل مین کہ کسی قدر اُنکی صورت اصلی سے مشابہت رکھتی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دو بار اُنکی صورت پر دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ اُنھون نے اُفق کو روک لیا اور وہی صورت مراد ہی ان آیتون مین عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ ذُو مِرَّةٍ فَاسْتَوَىٰ وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ آخر آیات تک اور انھین جیسے احوال مین دلون کا حال آدمی کو

معلوم ہوجاتا ہی اور اس معلوم ہونے کو تفرس کہتے ہین اور یہی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ کہتے ہین کہ کوئی یہودی مسلمانون کے پاس جاتا اور پوچھتا کہ اس حدیث کے کیا معنے ہین اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ تو لوگ اسکے معنے بیان کردیتے مگر اُسکی تشفی نہوتی ایکبار وہ کسی صوفی صاحب باطن کے پاس گیا اور انسے بھی وہی سوال کیا اُنھون نے فرمایا کہ اسکے یہ معنے ہین کہ جو زنار تیرے کپڑون کے اندر کمر مین بندھا ہی اُسکو توڑ ڈال اُسنے کہا کہ آپنے سچ کہا اسکے یہی معنے ہین اور مسلمان ہوگیا اور کہا کہ اب مین نے جانا کہ آپ ایماندار ہین اور آپکا ایمان حق ہی — اسی طرح ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ جامع بغداد مین چند درویشون کے ساتھ مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک جوان ظریف خوبصورت اچھی خوشبو کا آیا مین نے اپنے یارون سے کہا کہ مجکو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ شخص یہودی ہی سبکو یہ بات بُری معلوم ہوئی آخر مین باہر چلا آیا اور وہ شخص بھی چلا گیا پھر اُن لوگون سے آکر دریافت کیا کہ شیخ نے میرے باب مین کیا فرمایا تھا اُنھون نے بتانے مین تکلف کیا مگر اُسنے اصرار کیا کہ سچ بتادو تب اُنھون نے کہا کہ یون کہا تھا کہ تم یہودی ہو پھر وہ شخص میرے پاس آیا اور میرے ہاتھون پر جھکا اور سر کو بوسہ دیا اور مسلمان ہوگیا اور کہا کہ ہمنے اپنی کتابون مین یہ مضمون دیکھا ہی کہ صدیق کی فراست خطا نہین کرتی تو مین نے دل مین کہا کہ مسلمانون کا امتحان لون پھر جو مسلمانون کو تامل کیا تو کہا کہ اگر مسلمانون مین صدیق ہوتا ہوگا تو درویشون کے فرقہ مین ہوگا کہ یہ خدا تعالی کا ذکر کرتے ہین اس نظر سے مین تمھارے مجمع مین صورت بدل کر آیا جب شیخ نے فراست سے میرا حال دریافت کرلیا تو مین نے جانا کہ وہ صدیق ہین راوی کہتا ہی کہ پھر وہ جوان بڑے صوفیون مین سے ہوگیا اور اسی طرح کے کشف کی طرف اس حدیث مین اشارہ ہی لَوْ لَا اَنَّ الشَّیَاطِیْنَ یَحُوْمُوْنَ عَلٰی قُلُوْبِ بَنِیْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰی مَلَکُوْتِ السَّمَآءِ اور شیطانون کا دورہ دلون پر اُسی وقت ہوتا ہی کہ صفات مذمومہ سے بھرے ہون کیونکہ شیطانون کی تماشاگاہ وہی ہین اور جو شخص ان صفات سے اپنے دل کو خالص و صاف کرے شیطان اُسکے دل کی گرد نہین پھرتا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ اور فرمایا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ اور سماع دل کی صفائی کا سبب ہی اور بذریعہ صفائی کے حق کا جال ہوا کرتا ہی کہ اُسمین حق ہی سماتا ہی اور اس بات پر یہ روایت دلالت کرتی ہی کہ حضرت ذوالنون مصری بغداد مین داخل ہوئے اُنکے پاس کچھ صوفی جمع ہوئے جنکے ساتھ ایک قوال تھا اور آپ سے اجازت چاہی کہ یہ شخص ہمارے سامنے کچھ گاوے آپنے اجازت دی تو اُسنے اس مضمون کے اشعار پڑھے

تری چھوٹی سی الفت نے ستایا	بڑی ہوگی تو ہوگی کس غضب کی
اکٹھی کر دی تو نے دل مین میرے	محبت جو کہ باہم مشترک تھی
نہ ترس آئیگا تجھ کو اُس حسین پر	کہ جب بیغم ہنسی کرتا ہی زاری

ذوالنون مصری اسکو سنکر کھڑے ہوے اور منہ کے بھل گر پڑے پھر ایک شخص کھڑا ہوا آپنے فرمایا الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ وہ شخص بیٹھ گیا آپکو اُسکے دل کا حال معلوم ہوگیا تھا کہ یہ تکلف سے وجد کرتا ہی اسلیے اسکو جتا دیا کہ اگر غیر اللہ کے لیے اُٹھوگے تو وہی تمہارا مدعی ہوگا جو اوٹھتے وقت تمکو دیکھتا ہی اور اگر وہ مرد سچا ہوتا تو ہرگز نہ بیٹھتا۔ غرض وجد کا انجام اسپر آرہا کہ وجد یا مکاشفہ ہوتا ہی یا حالت اب انمین سے ہر ایک کی دو قسمین ہین ایک وہ کہ افاقہ کے بعد اُسکو بیان کر سکین اور ایک وہ کہ بیان نہ کر سکین اور شاید تم اس امر کو بعید جانو کہ ایسی حالت اور علم کیسے ہو جسکی حقیقت بیان نکی جائے تو اُسکو بعید مت جانو کیونکہ تمکو اسکی نظیرین اپنے حالات مین مل سکتی ہین علم کی مثال تو یہ ہی کہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ کسی فقیہ کے سامنے دو مسئلے ایک ہی صورت کے پیش ہوتے ہین اور وہ اپنے ذہن مین اُن دونون کا فرق حکم مین جانتا ہی لیکن اگر اُس سے کوئی فرق پوچھتا ہی تو زبان یاری نہین کرتی کہ فرق بیان کر دے گو کیسا ہی فصیح ہو اور فرق کا معلوم کرنا ایک علم ہی جو اُسکا دل ذوق سے دریافت کر لیتا ہی اور اسمین بھی شک نہین کرتا کہ دل مین اُسکے پڑنے کا کوئی سبب ہی اور خدا تعالی کے نزدیک اُسکی کوئی حقیقت ہی مگر اُسکو بتا نہین سکتا نہ اس وجہ سے کہ اُسکی زبان مین قصور ہی بلکہ اس وجہ سے کہ خود وہ معنے ہی دقیق ہین کہ لفظون مین نہین آسکتے اور جو لوگ ہمیشہ مشکلات کی بحث کرتے رہتے ہین اُنکو یہ امر معلوم ہی کہ ایسا ہوا کرتا ہی۔ اور حال کی مثال یہ ہی کہ اکثر آدمیون کو جس وقت دل مین قبض یا بسط ہوتا ہی معلوم ہو جاتا ہی مگر اُسکا سبب نہین جانتے اور بعض اوقات آدمی ایک چیز مین فکر کرتا ہی اور اُس سے اُسکے دل مین اثر ہوتا ہی پھر اُس سبب کو بھول جاتا ہی اور اثر دل مین معلوم ہوتا ہی اور باقی رہتا ہی اور کبھی یہی حالت سرور ہوتی ہی کہ کسی ایسے سبب کے سوچنے سے جو موجب سرور ہو دل مین قرار پکڑتی ہی یا حالت حزن کسی غم کی بات مین تامل کرنے سے پیدا ہوتی ہی اور جس بات مین فکر کی تھی وہ یاد سے اُتر جاتی ہی لیکن اُسکے بعد اُسکا اثر باقی رہتا ہی اور یہی حالت کبھی ایسی عجیب و غریب ہوتی ہی کہ نہ اُسکو سرور کہ سکتے ہین نہ حزن اور نہ کوئی اور لفظ ملتا ہی جو ٹھیک اُسکے معنے بتاوے اور مقصود ظاہر کرے بلکہ ذوق موزون شعر کا اور موزون اور ناموزون مین تمیز کرنے کا ایسا ہی کہ کسی مین ہوتا ہی اور کسی مین نہین ہوتا یہ بھی ایک حالت ہی کہ ذوق والے

اُسکو معلوم کر لیتے ہین کہ یہ موزون ہی اور یہ زحاف والی ہی مگر جسکو ذوق نہین اُسکے سامنے ایسی طرح بیان نہین کر سکتے کہ جس سے مقصود واضح ہو جاوے — اور نفس مین احوال عجیب و غریب ایسی کہ اُن سبکی یہی کیفیت ہی بلکہ حالات مشہورہ خوف اور حزن اور سرور تو اُسی سماع سے ہوتے ہین جو مفہوم ہو لیکن تارون کے باجے اور تمام نغمے جو سمجھ مین نہین آتے اُنسے نفس مین تاثیر عجیب ہوتی ہی اور اُن آثار عجیب کا لفظون سے بیان کرنا ممکن نہین اور کبھی اُنکو شوق سے تعبیر کرتے ہین مگر طرفہ شوق ہی کہ جسکی طرف شوق ہی اُسکا حال معلوم نہین مثلاً جسکا دل تارون کے باجے اور شاہین اور بان جیسی اور چیزون کے سننے سے مضطرب ہوتا ہی تو وہ یہ نہین جانتا کہ دل کس چیز کا مشتاق ہی جسکے لیے اضطراب کرتا ہی اور دل مین ایسی حالت پاتا ہی کہ کسی بات کا متقاضی ہی مگر یہ نہین معلوم کہ وہ کیا ہی یہانتک کہ یہ کیفیت عوام پر اور اُن لوگون پر بھی گذرتی ہی جنکے دل پر نہ آدمی کی محبت غالب ہوتی ہی نہ اللہ تعالیٰ کی اور اس بات کا ایک بھید ہی وہ یہ ہی کہ ہر شوق کے دو رکن ہوتے ہین ایک صفت مشتاق کی یعنے مشتاق کو گونہ مناسبت ہونی اُس سے جسکی طرف اشتیاق ہو دوسرے مشتاق الیہ کی صورت کا پہچاننا اور اُسکی طرف پہونچنے کی صورت معلوم ہونی تو اگر آدمی مین شوق کے دونون رکن پاے جاوینگے تب تو ظاہر ہی ہی کہ شوق مین اضطراب ہونا بعید نہین اور اگر وہ صفت تو ہو جس سے شوق ہی مگر مشتاق الیہ کا علم نہو تو جسوقت وہ صفت مشوقہ حرکت کریگی اور اُسکی آگ مشتعل ہوگی تو موجب دہشت اور حیرت کی ہوگی مثلاً کوئی آدمی اسطرح سے پرورش پاے کہ عورتون کی صورت نہ دیکھے اور نہ جماع کی صورت سے واقف ہو پھر اگر وہ بالغ ہوگا اور شہوت غالب ہوگی تو اپنے نفس مین شہوت کی آگ معلوم کریگا مگر یہ نجانیگا کہ یہ اشتیاق جماع کا ہی کیونکہ وہ تو نہ اُسکی کیفیت سے واقف ہی نہ عورتون کی صورت دیکھی ہی اسی طرح آدمی مین صفت شوق دلانے والی موجود ہی یعنے اسکو ملاء اعلیٰ سے مناسبت ہی اور جن لذات کا وعدہ اُس سے سدرۃ المنتہی اور فردوس بریں مین ہوا ہی وہ اسکے مشتاق الیہ مین مگر اسکے خیال مین ان باتون کا علم بجز صفات اور نامون کے اور کچھ نہین جیسے کوئی لفظ جماع اور عورتون کے نام سنلے اور کسی عورت کی صورت کبھی نہ دیکھی ہو نہ مرد کی اور نہ اپنی صورت آئینہ مین دیکھی کہ اُسپر قیاس کر کے جان لے تو اُسکا آگ سننے سے اُسکا شوق حرکت کرتا ہی مگر چونکہ زیادتی جہل اور دنیا مین مشغول ہونے سے وہ اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو بھول گیا ہی اور اپنا وہ ٹھکانا بھی یاد نہین جسکی طرف اُسکا شوق طبعی ہی اسلیئے اُسکا دل ایسے امر کا خواہان ہوتا ہی کہ جانتا نہین کہ وہ کیا ہی پھر مدہوش اور متحیر اور مضطرب ہوتا ہی اور اُس گلا گھونٹنے ہوئے کی طرح

ہوجاتا ہی جسکو کیفیت اُس درد سے چھوٹنے کی معلوم نہو ۔ غرض کہ اسی طرح کے حالات کی حقیقت پوری نہین معلوم ہوتی اور وہ
حال والا اُنکو تقریر سے بیان کرسکتا ہی ۔ اس تقریر سے واضح ہوگیا کہ وجد دو طرح کا ہی ایک وہ کہ اُسکا
بیان لفظون مین ہوسکے اور ایک وہ کہ نہو سکے ۔ پھر معلوم کرنا چاہیے کہ وجد کی دو قسمین ہین ایک وہ
کہ خود بخود دل پر ہجوم کرے دوسرے وہ کہ بتکلف وجد کیا جاے اس دوسری صورت کو تواجد یعنے
حال لینا کہتے ہین اور تواجد مین اگر مقصود ریا ہو یا احوال شریفہ کا اپنے آپ مین ظاہر کرنا حالانکہ واقع
مین اُنسے مفلس ہی تب تو بُرا ہی اور اگر اسلیے ہی کہ احوال شریفہ کا اپنے اندر حاصل ہونا اور اُنکو کسب
کرنا اور تدبیر سے کھینچ لانا چاہتا ہی تو اچھا ہی اس نظر سے کہ آخر کسب کو احوال شریفہ کے کھینچ لانے مین
دخل ہی اور اسی نظر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلاوت قرآن مجید مین فرمایا کہ جس شخص کو
رونا نہ آوے وہ روتی صورت بناوے اور بتکلف حزن کرے کیونکہ یہ احوال ہرچند ابتدا مین بتکلف
کیے جاتے ہین مگر انجام مین ثابت اور متحقق ہوجاتے ہین اور اسکا انکار نہین ہوسکتا کیونکہ جو شخص
قرآن مجید سیکھتا ہی اول بڑے تکلف سے یاد کرتا ہی اور تکلف کے ساتھ خوب سوچ سوچ کر ذہن لگا کر
پڑھتا ہی مگر خوب یاد ہونے کے بعد زبان پر ایسا چڑھ جاتا ہی کہ نماز وغیرہ مین غفلت کی حالت مین بھی
تمام سورت پڑھ جاتا ہی اور تمام ہونے کے بعد جو ہشیار ہوتا ہی تو جانتا ہی کہ غفلت مین پڑھا اسی طرح کاتب
اول مین بڑی محنت لکھنے پر کرتا ہی پھر جو مشق چڑھ جاتی ہی تو لکھنا سرشتی ہوجاتا ہی حتی کہ ورق کے ورق
لکھتا اور نقل کرتا چلا جاتا ہی اور دل دوسری فکر مین ڈوبا رہتا ہی حاصل یہ کہ جن صفات کو نفس اور
اعضا قبول کرتے ہین اُنکے اکتساب کی صورت اول مین یہی ہوتی ہی کہ تکلف اور بناوٹ کرنا پڑتا ہی
اور آخر کو عادت سے سرشت ہوجاتی ہین اور یہی غرض ہی اس قول سے کہ عادت طبع پنجم ہی پس اگر
احوال شریفہ کسی شخص کے اندر مفقود ہون تو اُنسے ناامیدی کرنی نہ چاہیے بلکہ چاہیے کہ اُنکو بتکلف راگ
سے یا اور کسی تدبیر سے حاصل کرے کیونکہ عادت مین ایسا دیکھا گیا ہی کہ جس شخص نے کسی دوسرے پر
عاشق ہونا چاہا ہی اور پہلے سے عاشق نہین تھا تو اُسنے یہ تدبیر کی کہ اپنے نفس کے سامنے اُسکا ذکر مدام کرنا
اور جو باتین اُسمین عمدہ اور اخلاق حمیدہ تھے اُنکا تقریر کرنا اور علی الدوام اُسکی طرف دیکھنا شروع کیا
یہانتک کہ اُسپر عاشق ہوگیا اور عشق اُسکے دل مین ایسا جمگیا کہ اُسکی حد اختیار سے نکل گیا پھر اُسنے
اسکے بعد اُس سے چھوٹنا چاہا تو نہ چھوٹ سکا تو اسی طرح اللہ تعالی کی محبت اور اُسکے
دیدار کا شوق اور اُسکی خفگی کا خوف اور دوسرے احوال شریفہ اگر آدمی مین نہون
تو چاہیے کہ اُنکے حاصل کرنے کی تدبیر کرے اسطرح کہ جو لوگ ان حالات سے موصوف ہون

فصل دوم باب آداب تلاوت مین گذری ۱۲

اُنکے پاس بیٹھکر اُنکے احوال دیکھا کرے اور اُنکی صفات کو دل مین اچھا کہا کرے اور راگ سُننے مین اُنکا شریک ہوکر خداے تعالیٰ کی جناب مین دعا اور تضرع کرے کہ وہ حالت مجکو بھی مرحمت کر اور اُسکے سامان میرے لیے مہیا فرما اور ان احوال کے سامانون مین سے ایک یہ بھی ہی کہ راگ سُننے اور نیکبخت بندون اور خوف کرنے والون اور محبون اور مشتاقون اور خاشعین کے پاس بیٹھے اسلیے جو شخص دوسرے کے پاس بیٹھتا ہی اُسکی صفات اُسکے اندر بھی سرایت کر جاتی ہین ایسی طرح کہ اُسکو خبر بھی نہین ہوتی اور اسباب کی جہت سے محبت وغیرہ احوال کے حاصل ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دلیل ہی کہ آپ نے دعا مین فرمایا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ تو دیکھو اس دعا مین آپ نے محبت کی طلب فرمائی اگر یہ امر سرشتی ہوتا تو اسکی درخواست کیسے ہوتی یہانتک کے بیان سے معلوم ہوا کہ وجد کی دو قسمین ہین مکاشفہ اور حالت اور پھر دو قسمین ہین ایک وہ کہ اُسکا اظہار ممکن ہو دوسرے وہ کہ اُسکا اظہار ممکن نہو اور نیز وجد کی دو اور قسمین ہین ایک وہ کہ بہ تکلف ہو دوسرے وہ کہ طبعی ہو - اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہی کہ صوفیون کو قرآن مجید کے سُننے سے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہی وجد نہین ہوتا اور راگ پر جو کلام شعرا کا ہی وجد ظاہر ہوتا ہی اگر بالفرض وجد خداے تعالیٰ کی عنایت ہی سے ہوتا اور حق ہوتا اور شیطان کے فریب سے اور باطل نہوتا تو چاہیے تھا کہ راگ کی نسبت کر قرآن مجید سے بطریق اولیٰ ہوا کرتا تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو وجد حق ہوتا ہی وہ اللہ تعالیٰ کی فرط محبت اور صدق ارادت اور اُسکے شوق دیدار سے پیدا ہوتا ہی اور اسطرح کا وجد قرآن مجید کے سُننے سے بھی جوش کرتا ہی اور جو وجد کہ خلق کی محبت اور مخلوق کے عشق سے ہوا کرتا ہی وہ البتہ قرآن مجید کے سُننے سے جوش مین نہین آتا اور قرآن مجید سے وجد ہونے پر خود قرآن گواہ ہی کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور فرمایا مَثَانِیَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ طمانینت اور بدن پر رُوون کا کھڑا ہو جانا اور خوف اور دل کی نرمی جو ان آیتون مین مذکور ہین وہ وجد ہی ہین اسلیے کہ وجد وہی ہوتا ہی جو سُننے کے سبب سے سُننے کے بعد نفس مین پایا جاوے اور دوسری جگہون ارشاد ہی اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ اور فرمایا لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ تو ان آیتون مین ترس اور خشوع وجد ہی حالات کے قبیل سے گو مکاشفات کے قبیل سے نہین مگر کبھی مکاشفات اور تنبیہات کا سبب ہو جاتا ہی اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زینت دو قرآن کو اپنی آوازون سے اور حضرت ابوموسی اشعری رضہ کی شان مین فرمایا لَقَدْ اُوْتِیَ مِزْمَارًا

مِن مَزَامِیرِ آلِ دَاوُدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اور جن حکایات سے معلوم ہوتا ہی کہ اہل دل کو قرآن سُننے کے وقت وجد ہوا ہی وہ بہت ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شَیَّبَتْنِی سُورَةُ ھُودَ تو یہ بھی وجد کی خبر ہی اسلیے کہ بڑھاپا حزن اور خوف سے حاصل ہوتا ہی اور حزن اور خوف وجد مین داخل ہی۔ اور مروی ہی کہ حضرت ابن مسعود رض نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۂ نسا پڑھی جب اس آیت پر پہونچے فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَہِیْدٍ وَّجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَہِیْدًا آپ نے فرمایا کہ بس کرو اور دونون آنکھون سے اشک جاری تھے اور ایک روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھا یا کسی اور شخص نے آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا پس آپ بیہوش ہوگئے۔ اور ایک روایت مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کو پڑھکر روئے اِنْ تُعَذِّبْہُمْ فَاِنَّہُمْ عِبَادُکَ الاٰیۃ اور یہ آپ کا دستور تھا کہ آیت رحمت پر گذرتے تو دعا مانگتے اور بشارت کی درخواست کرتے اور بشارت کی التجا وجد ہی اور جو لوگ قرآن مجید پر وجد کرتے ہین انکی تعریف خداے تعالی نے کی ہی چنانچہ فرمایا وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَہُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ اور مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ کے سینۂ مبارک مین ایسا جوش ہوتا تھا جیسے ہنڈیا کے کھدبد ہونے کی آواز ہوتی ہی۔ اور صحابہ اور تابعین نے جو قرآن پر وجد کیا ہی انکی نقلین بہت سی ہین کہ بعضون نے پچھاڑ کھائی اور کچھ روئے اور کچھ بیہوش ہوگئے اور بعضے غشی کی حالت مین مرگئے چنانچہ کہتے ہین کہ زرارہ بن ابی اوفی رقہ مین لوگون کو نماز پڑھاتے تھے کہ کسی رکعت مین یہ آیت پڑھی فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ فَذٰلِکَ یَوْمَئِذٍ یَّوْمٌ عَسِیْرٌ اسکو پڑھتے ہی بیہوش ہوگر پڑے اور محراب ہی مین مرگئے یہ بزرگ تابعین مین سے تھے اور حضرت عمر رض نے ایک شخص کو پڑھتے سنا اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّا لَہٗ مِنْ دَافِعٍ آپ نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر گر پڑے لوگ مکان پر اٹھا لائے ایک مہینہ بھر آپ بیمار رہے۔ اور ابو جریر تابعی کے سامنے صالح مری نے قرآن مین سے کچھ پڑھا وہ چیخ مار کر مرگئے اور حضرت امام شافعی رح نے کسی قاری کو پڑھتے سنا ھٰذَا یَوْمُ لَا یَنْطِقُوْنَ وَلَا یُؤْذَنُ لَہُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ آپ کو غش آگیا۔ اور علی بن فضیل رح نے کسی قاری کو پڑھتے سنا یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تو غش کھا کر گر پڑے حضرت فضیل نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا شکر ہی تجکو وہ ملیگا جو اللہ تعالی نے تجھسے معلوم کر لیا ہی اسی طرح بہت سے لوگون سے اسطرح کی حکایتین منقول ہین۔ اور ایسا ہی صوفیون کا حال ہی چنانچہ کہتے ہین کہ شبلی رح رمضان کی شب مین ایک امام کے پیچھے اپنی مسجد مین

نماز پڑھتے تھے امام نے یہ آیت پڑھی وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ حضرت شبلی نے ایک چیخ ایسی ماری کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ کا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا اور آپ کا رنگ زرد پڑ گیا اور شانے تھرانے لگے اور یہی بار بار کہتے تھے کہ احباب کو ایسی ہی بات سے خطاب کیا کرتے ہیں اور حضرت جنید بغدادی رح حضرت سری سقطی رح کے پاس گئے کہتے ہیں کہ میں نے وہاں دیکھا کہ ایک شخص کو غش آیا ہوا ہے مجھ سے فرمایا کہ ایک شخص ہے کہ قرآن مجید کی آیت سنکر اسکو غش آگیا ہے میں نے کہا کہ اسے وہی آیت دوبارہ پڑھو جب وہ آیت پڑھی گئی تو اسکو افاقہ ہو گیا حضرت سری سقطی نے پوچھا کہ یہ مضمون تم نے کہاں سے کہا میں نے کہا کہ حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی نابینائی مخلوق کے باعث سے تھی تو مخلوق ہی کے سبب سے اچھی ہو گئی اگر آپ کا نابینا ہونا حق کے واسطے ہوتا تو مخلوق کے سبب سے بینا نہ ہوتے حضرت سری سقطی نے اس جواب کو اچھا کہا اور یہ تدبیر کہ حضرت جنید رح نے فرمائی تھی اسی کی طرف شاعر کا قول اشارہ کرتا ہے ؎

میں نے اول تو پیے جام مزہ میں آکر	دور ثانی ہے بدین وجہ کہ ہو دور خمار

اور کسی صوفی کا قول ہے کہ میں ایک شب اس آیت کو پڑھ رہا تھا كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ میں نے اسکو مکرر پڑھنا شروع کیا اتنے میں غیب سے ایک آواز آئی کہ کہاں تک اس آیت کو مکرر پڑھیگا چار جن تو تو نے قتل کر دیئے جنہوں نے روز ولادت سے اپنا سر آسمان کی طرف میں اٹھایا تھا۔ اور ابوعلی مغازلی نے شبلی رح سے کہا کہ بعض اوقات میرے کان میں کوئی آیت قرآن مجید کی پڑتی ہے تو مجھکو دنیا سے اعراض کرنے کی طرف کشش کرتی ہے پھر جو اپنے کاروبار اور لوگوں کی طرف رجوع کرتا ہوں تو کیفیت صدر پہ باقی نہیں رہتا حضرت شبلی نے فرمایا کہ اگر قرآن سنکر تم متوجہ اور مائل الی اللہ ہوتے ہو تو یہ بھی اللہ تعالی کی توجہ اور عنایت ہے اور اگر تمکو تمہارے نفس کی طرف رجوع کر دیتا ہے تو یہ بھی اسکی شفقت اور رحمت ہے کیونکہ اسکی طرف متوجہ ہونے میں تمکو بجز اس امر کے اور کچھ شایان نہیں کہ اپنی تدبیر اور قوت سے بری ہو جاؤ۔ اور کسی صوفی نے ایک قاری کو پڑھتے سنا يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً تو اسکو قاری سے دوبارہ پڑھوا کر کہا کہ نفس کو کب تک کہے جاؤں کہ رجوع کر اور یہ رجوع نہیں کرتا پھر حالت میں آکر ایسی چیخ ماری کہ جان نکل گئی۔ اور بکر بن معاذ نے کسی کو پڑھتے سنا وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ الآیۃ تو مضطرب ہوئے پھر چیخ کر کہا کہ رحم کر اسپر جسکو تو نے ڈرایا اور ڈرانے کے بعد بھی وہ تیری طاعت پر متوجہ نہ ہوا اتنا کہکر انکو غش آگیا۔ اور ابراہیم بن ادہم رح جب کسی کو إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ پڑھتے سنتے تو آپ کے جوڑ ایسے مضطرب ہوتے کہ گویا بند بند کانپتا ہے۔ اور محمد بن صبیح کہتے ہیں

ایک شخص فرات کے اندر غسل کرتا تھا اتنے مین ایک آدمی کنارہ پر یہ آیت پڑھتا ہوا نکلا وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ تو وہ نہانے والا شخص تڑپنے لگا یہانتک کہ ڈوب کر مر گیا اور کہتے ہین کہ حضرت سلمان فارسی رضی نے کسی جوان کو تلاوت کرتے دیکھا اور جب وہ ایک آیت پر پہونچا تو اسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے حضرت سلمان کو اس سے محبت ہو گئی چند روز جو اسکو نہ دیکھا تو لوگون سے اسکا حال دریافت کیا کسی نے کہا کہ وہ بیمار ہی آپ اسکی عیادت کو تشریف لے گئے دیکھا تو وہ نزع مین ہی اسنے حضرت سلمان سے کہا کہ جو پھریری کہ آپ نے میرے بدن پر ملاحظہ فرمائی تھی وہ بہت اچھی صورت بنکر میرے پاس آئی اور مجھسے کہا کہ خدا تعالیٰ نے تیرے سب گناہ بخشدیئے۔ حاصل یہ کہ اہل دل قرآن سننے کے وقت بھی وجد سے خالی نہین ہوتے اور اگر قرآن کا سننا اسمین ہرگز کچھ اثر نہ کرے تو اسکو اس آیت کا مصداق سمجھنا چاہیے كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ بلکہ اہل دل کو تو کلام حکمت بھی اثر کرتا ہی چنانچہ جعفر خلدی کہتے ہین کہ ایک شخص خراسانی حضرت جنید کی خدمت مین حاضر ہوا اسوقت آپ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے انسے پوچھا کہ آدمی کے نزدیک اسکے ثنا خوان اور برا کہنے والے یکسان کب ہو جاتے ہین کسی درویش نے کہا کہ جب آدمی شفاخانہ مین جاتا ہی اور دو قیدون مین مقید ہوتا ہی حضرت جنید رحمہ نے فرمایا کہ یہ جواب تمھاری شان کے شایان نہین پھر آپ اس خراسانی کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کہ یہ نوبت اسوقت ہوتی ہی کہ یقین کرلے کہ مین مخلوق ہون اس شخص نے ایک چیخ ماری اور مر گیا۔ اب اگر یہ کہو کہ اگر قرآن کا سننا وجد پیدا کرتا ہی تو صوفی قوالون کے راگ سننے پر کیون جمع ہوتے ہین قاریون سے قرآن مجید سنتے ہوئے کیون نہین سنتے مناسب تو یہ تھا کہ انکا اجتماع اور حال لینا قاریون کے حلقہ مین ہوتا نہ دھاریون کے حلقون مین اور یہ بھی چاہیے تھا کہ ہر ایک دعوت مین اجتماع کے وقت کوئی قاری بلایا جاتا نہ قوال کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام راگ سے بلاشبہ افضل ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ گو قرآن مجید کا سننا باعث وجد ہی مگر اسکی نسبت کر وجد کا جوش سماع سے زیادہ ہوتا ہی سات وجہون کے سبب سے۔ وجہ اول یہ کہ قرآن مجید کی سب آیتین سننے والے کے مناسب حال نہین اور نہ اس قابل ہین کہ سبکو سمجھکر جس حال مین وہ مبتلا ہی اسپر ڈھال لے مثلاً جس شخص پر حزن اور شوق اور ندامت غالب ہو تو اسکے حال کے مناسب یہ آیت کیسے ہوگی يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ اور یہ آیت وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ اور اسی طرح اور آیتین جنمین احکام میراث و طلاق اور حدود وغیرہ کے ہین اور دل کی بات کی تحریک وہی چیز ہوتی ہی جو اسکے مناسب ہو اور اشعار کو جو شعراء نے نظم کیا ہی تو حالات دل کے ہی ظاہر کرنے کے لیے ہی ان اشعار سے حال کے سمجھنے مین کچھ تکلف نہین کرنا پڑتا ہی جس شخص

حالت زبردست غالب ہو کہ اسکے ہوتے ہوئے دوسری حالت کی گنجایش ہی نہو اور اسکو تیزی طبع اور ذکاء ذہن اسقدر ہو کہ الفاظ مین سے دور دور کے معانی سمجھ لیا کرے تو ایسا شخص البتہ ہر قول کے سنتے پر وجد کر سکتا ہی مثلاً اگر کوئی شخص يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي اَوْلَادِكُمْ سے موت کی حالت سمجھے جس سے وصیت کی حاجت ہوتی ہی اور یہ کہ ہر انسان کو ضرور ہی کہ اپنا مال اور اولاد جو دنیا کے اندر دو محبوب چیزین ہین انمین سے ایک محبوب کو دوسرے کے قبضہ کے لیے چھوڑے اور دونون سے مفارقت کر جائے تو اس خیال سے اسپر خوف اور فزع غالب ہو جائے یا يُوصِيكُمُ اللّٰهُ مین صرف اسم ذات سنکر مدہوش ہو جائے نہ اُسکے آگے کے مضمون کی خبر رہے نہ پیچھے کے مضمون کی یا دل مین یہ گذرے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت کو دیکھنا چاہیے کہ بندون کی میراثون کی تقسیم کا متولی بھی خود ہوا کہ زندگی اور موت دونون حالتون مین بندہ پر عنایت رہے اور اس سے یہ خیال کرے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے مرنے کے بعد ہماری اولاد پر شفقت فرمائی ہی تو بیشک وہ ہم پر بھی نظر رحمت فرمائیگا اور اس خیال سے رجا کی حالت جوش کریگی اور موجب اُسکے سرور اور استبشار کا ہوگی یا لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ سے دل مین یہ خیال بندھے کہ مرد کو مردیت کے باعث سے عورت پر فضیلت ہی اور آخرت مین فضیلت اُن مردون کو ہی جنکی شان یہ ہی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ اور یہ کہ جس شخص کو غیر اللہ خدائے تعالیٰ کی یاد سے بھلا دے تو وہ حقیقت مین مرد نہین عورت ہی اور اس خیال سے خوف کرے کہ کہین ایسا نہو کہ جیسے عورت اموال دنیا مین پیچھے رہ گئی ویسے ہی ہم بھی نعیم آخرت سے پیچھے نہ پڑ جائین تو اسطرح کے خیالات سے البتہ بعض اوقات وجد کی تحریک ہوتی ہی لیکن اُسی شخص کو جسمین دو وصف ہون ایک تو حالت مستغرق غالب دوسرے فطانت جید اور ذکاء کامل کہ قریب کی باتون سے دور کی باتون پر واقف ہو جائے اور ایسا شخص چونکہ کمیاب ہی اسی لیے راگ کی طرف التجا کیجاتی ہی کہ اسمین الفاظ احوال کے مناسب ہوتے ہین سنتے ہی جھٹ پٹ حالت آجاتی ہی۔ اور مروی ہی کہ حضرت ابوالحسین نوری کسی دعوت مین ایک جماعت کے ساتھ تھے ان لوگون مین کچھ تذکرۂ علمی ہونے لگا ابوالحسین خاموش سنتے رہے ایکبارگی سر اُٹھا کر اس مضمون کے اشعار پڑھے

چاشت کو فاختہ دل باختہ ہر شاخ پہ بیٹھ نغمہ کو کوسے کرتی تھی دل اپنا افگار
دلبر و موسم خوش یاد وہ کر رونے لگی اسکے رونے سے ہوا دل مین مرے غم کا ابھار
اپنی زاری سے کبھی اسکو جگاتا ہون مین کچھ مجھے کرتی ہی وہ اپنے فغان سے بیدار
مین جو دکھ کہتا ہون اسکو نہین سمجھا سکتا نہ سمجھتا ہون جو کچھ کہتی ہی اپنا آزار
سوزش دل سے ہی لیکن ہمین آپس کی شناخت مین اُسے جانتا ہون اور وہ مجھے عاشق زار

راوی کہتا ہے کہ اُن لوگون مین کوئی ایسا نہ رہا جسنے اُٹھ کر وجد نہ کیا ہو اور یہ وجد انکو اُس علم سے نہوا جسمین بحث کر رہے تھے حالانکہ وہ علم بھی یقینی اور حق ہی تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید اکثر لوگون کو یاد ہوتا ہے اور کانون اور دلون پر کثرت سے آتا ہے اور جو بات کہ اول ہی سنی جاتی ہے اُسکا اثر دلون مین بہت ہوتا ہے اور دوسری دفعہ مین اثر ضعیف ہو جاتا ہے اور تیسری بار تو گویا رہتا ہی نہین اور اگر بالفرض کسی ایسے شخص کو کہا جاوے جسپر وجد غالب ہو کہ ہمیشہ ایک ہی شعر پر تھوڑے تھوڑے عرصہ مین ایک دن یا ہفتہ کے اندر حال لیا کرے تو اُس سے کبھی نہو سکیگا اور اگر شعر بدل دیا جاےگا تو البتہ اُسکا اثر اُسکے دل مین نیا پیدا ہوگا گو مضمون وہی ہو جو پہلی شعر کا تھا مگر لفظا اور وزن و قافیہ کا پہلے سے جدا ہونا نفس کو حرکت دیدیتا ہے گو قوال وہی ہو اور قاری سے ممکن نہین کہ ہر وقت نیا قرآن پڑھے اور ہر دعوت مین نئی تلاوت کرے اسلیے کہ قرآن تو محصور ہے اسمین کچھ بڑھ نہین سکتا نہ الفاظ بدل سکین وہ لوگ محفوظ ہی اور بہت دفعہ سنا جاتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضہ نے جب اعراب کو دیکھا کہ قرآن مجید پڑھتے ہین اور اُسکو سنتے ہین اور روتے ہین تو فرمایا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے دل سخت ہوگئے تو اس سے یہ گمان نہ کرنا کہ صدیق رضہ کا دل اجلاف عرب سے بھی زیادہ سخت تھا یا آپ کو اللہ تعالیٰ اور اُسکے کلام سے محبت اتنی نہ تھی جتنی اُن لوگون کو تھی بلکہ اصل یہی تھی کہ دل پر مکرر گذرنے سے عادی سے ہوگئے تھے اور کثرت استماع کی جہت سے اُس سے اتنا انس تھا کہ اثر کم معلوم ہوتا تھا کیونکہ عادت مین محال ہے کہ کوئی سننے والا ایک آیت سنے جسکو پہلے نہ سنا ہو اور گریہ کرے پھر بیس برس تک ہمیشہ اُسی کو مکرر پڑھکر رویا کرے حالانکہ آیت وہی ہے مگر چونکہ نئی بات نہین ہوتی اسلیے کچھ اثر نہین ہوتا اور یہ مشہور ہے کہ کل جدید لذیذ ہر نئی بات کا ایک صدمہ ہوتا ہے اور ہر مالوف کے ساتھ انس ہوتا ہے جو صدمہ کے مخالف ہے اور اسی وجہ سے حضرت عمر رضہ نے قصد کیا تھا کہ لوگون کو خانہ کعبہ کا طواف کثرت سے نہ کرنے دین اور فرمایا کہ مجھکو خوف ہے کہ لوگ کہین اِس گھر سے مانوس نہو جائین اور پھر وقعت دل مین کمتر ہو جاے اور جو شخص حج کو جاتا ہے اور پہلی دفعہ خانہ کعبہ پر اُسکی نگاہ پڑتی ہے تو روتا ہے اور چلاتا ہے اور بعض وقت دیکھتے ہی غش آجاتا ہے اور پھر جو اتفاقاً مکہ معظمہ مین مہینا بھر ٹھہرتا ہے تو وہ بات اپنے دل مین نہین پاتا حاصل یہ کہ قوال جنبی اور نئے اشعار ہر وقت پڑھ سکتا ہے اور آیتون مین قاری سے ایسا نہین ہوسکتا تیسری وجہ یہ کہ کلام کے موزون ہونے سے شعر کا مزہ بدلجاتا ہے اور دل مین اثر جداگانہ کرتا ہے کیونکہ اچھی آواز موزون اور ہوتی ہے اور کلام طیب بے وزن اور ہوتی ہے اور وزن اشعار ہی مین پایا جاتا ہے آیات مین نہین ہوتا اور وزن کو اس باب مین اتنا دخل ہے کہ اگر قوال جس شعر کو پڑھتا ہو اسمین زحاف کر دے یا غلطی کرے

یہ ایک دلی چیز مزہ دار ہوتی ہے ۱۲ م

یائی کی حد سے جو نغمہ مین ہوتی ہی مائل ہو جائے تو سننے والے کا دل گھبرائیگا اور اُسکا وجد و سماع
باطل ہو جائیگا طبیعت کو عدم مناسبت کی جہت سے وحشت ہوگی اور جب طبیعت پریشان ہوگی تو دل
پہلے پریشان ہوگا غرضکہ باین لحاظ کہ وزن کو اثر ہوا کرتا ہی راگ مین شعر ہی مطلوب ہوا۔ چوتھی وجہ یہ کہ
شعر موزون کی تاثیر دل مین نغمون کی جہت سے مختلف ہوتی ہی جنکو سُر وری کہتے ہین اور یہ باتین صرف
مقصور کر پڑھانے اور ممدود کو گھٹانے اور کلمات کے بیچ مین وقف کرنے اور بعض کو منقطع اور بعض کو موصول
کرنے سے ہوتی ہین اور یہ تصرفات شعر مین درست ہین مگر قرآن مجید مین جائز نہین کیونکہ اُسمین تلاوت
اُسی طرح چاہیے جیسے خداوند کریم نے نازل فرمایا ہی اگر مقتضاے تلاوت کے خلاف اُسمین مد کی جگہ قصر یا
اسکا عکس یا وقف یا وصل یا قطع ہوگا تو وہ حرام یا مکروہ ہوگا اور اگر قرآن مجید کو سادہ طور پر جیسے نازل
ہوا ہی پڑھا جائیگا تو اُسمین وہ اثر نہوگا جو نغمون کے سُرون سے ہوتا ہی حالانکہ تاثیر مین وہ سبب مستقل ہین
گو سمجھے نہ جاوین جیسے تارون کے باجون اور نفیری اور شاہین اور تمام آوازون مین جو سمجھ مین نہ آوین اثر
دیکھا جاتا ہی۔ پانچوین وجہ یہ کہ نغمات موزون کی تاکید اور آوازون موزون سے بھی ہو جاتی ہی جو حلق
سے نہین نکلتی مثلاً لکڑی سے گت لگانے یا ڈھولکی کی تال وغیرہ سے اثر دوبالا ہو جاتا ہی اسلیے کہ وجد
ضعیف جب ہی اُبھرتا ہی کہ اُسکا سبب قوی ہو اور سبب ان سب باتون کے یکجا ہونے سے قومی ہو جاتا ہی
اور انمین سے ہر واحد کو تاثیر مین دخل ہی اور واجب ہی کہ قرآن مجید ان جیسے قرائن سے بچایا جاے اسلیے
کہ عوام کے نزدیک ان قرائن کی صورت کھیل کی سی ہی اور قرآن تمام خلق کے نزدیک کھیل نہین پس
حق محض مین ایسی چیز ملانی جو عوام کے نزدیک کھیل ہو یا خواص کے نزدیک کھیل کی سی صورت ہو گو وہ
اسکو اس نظر سے نہ دیکھتے ہون کہ کھیل ہی جائز نہوگی بلکہ قرآن کی تعظیم کرنی چاہیے کہ راستون پر نہ پڑھا جائے
اور نہ جنابت کی حال مین اور نہ بیوضو ہونے کے وقت مین بلکہ ایسی مجلس مین پڑھا جائے جسمین سکون
اور سکوت ہو اور ظاہر ہی کہ حق حرمت قرآن کا بجز ان لوگون کے اور کسی سے پورا نہین ہو سکتا جو
اپنے احوال کے نگران رہین اسی لحاظ سے راگ کی طرف میل کیا جاتا ہی جسمین حاجت اس نگرانی اور
لحاظ کی نہین اور یہی وجہ شادی کی شب مین دف بجانا مع قرآن کی تلاوت کے درست نہین حالانکہ
دف بجانیکا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نکاح کو ظاہر کرو گو چلنی ہی بجانے سے ہو یا کسی اور
عبارت سے ارشاد کیا جسکے معنے یہ ہین اور دف بجانا شعر کے ساتھ درست ہی نہ قرآن کے ساتھ اور اسی وجہ سے
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ربیع بنت معوذ کے گھر مین اُنکی شادی کے روز تشریف لے گئے
اور آپکے پاس کچھ لونڈیان گا رہی تھین پس آپ نے ایک کی آواز سنی کہ وہ یہ کہتی تھی

یہ حدیث باب اول میں گذری ۱۲

کہ جو معاملہ کل ہوگا اُسکو ہی معلوم		خدا نے بھیجا ہی وہ سید الرسل ہم مین	

آپ نے فرمایا کہ اسکو ترک کر اور جو پہلے کہتی تھی وہی کہہ اور اسکی وجہ یہی تھی کہ یہ نبوت کی شہادت تھی اور راگ کھیل ہی اور شہادت نبوت کھیل نہین تو اسکو ایسی چیز سے ملانا نہ چاہیے جو کھیل کی صورت ہی مع کہ اس صورت مین اُن اسباب کی تقویت دشوار ہوگی جنسے سماع دل کی تحریک کرتا ہی تو اسی لیے اسکو اس قول سے منع فرمایا اور راگ کی اجازت دیدی بس جیسے اُس لونڈی پر شہادت نبوت سے راگ کی طرف انحراف واجب ہوا اسی طرح حرمت قرآن مجید اسکی مقتضی ہی کہ اُس سے بھی راگ کی طرف منحرف ہونا چاہیے چھٹی وجہ یہ ہی کہ قوال کبھی کوئی شعر ایسا پڑھتا ہی کہ سننے والے کے حال کے موافق نہین پڑتا اسی لیے وہ اسکو بُرا جانتا ہی اور قوال کو روک دیتا ہی کہ اسکو مت کہو دوسرا شعر پڑھو کیونکہ ہر کلام ہر حال کے موافق نہین ہوا کرتا بس اگر دعوتون مین قاری سے کچھ پڑھوایا کرتے تو عجب نہین کہ وہ ایسی آیت پڑھتا جو انکے حال کے موافق نہوتی اسلیے کہ قرآن ہر چند سب کا سب لوگون کے لیے شفا ہی مگر باعتبار حالات کے ہی مثلاً رحمت کی آیتین خائف کے حق مین شفا ہین اور عذاب کی آیتین بے خوف اور مغالطہ مین پڑے ہوئے شخص کی شفا ہین اسی طرح ہر آیت کو معلوم کرنا چاہیے تفصیل وار لکھنا بہت طول چاہتا ہی تو اب قرآن پڑھنے مین یہ اندیشہ ہی کہ کہین ایسا نہو کہ کوئی آیت حاضر مجلس کے حال کے موافق نہ پڑے اور اُسکا نفس اُسکو بُرا جانے اور کلام آلہی کے بُرا جاننے کے خطرہ مین مبتلا ہوجائے کہ پھر اُس سے چھوٹنے کی کوئی سبیل ہی نہ ملے اس خطرہ سے احتراز کرنا نہایت واجب اور بہت ضروری ہی اسلیے کہ اُس سے خلاص ہونے کی تدبیر یہی ہی کہ کلام کو اپنے حال پر ڈھالے اور اللہ تعالی کے کلام کو صرف اسی صورت پر ڈھال سکتے ہین جو اللہ تعالی کو مقصود ہی دوسری صورت پر اُسکا ڈھالنا جائز نہین اور شاعر کے شعر کو جائز ہی کہ اُسکی مراد کے سوا پر بھی محمول کر لیا جائے غرضکہ قرآن مجید مین یا تو خطرہ اُسکے بُرا جاننے کا ہی یا تاویل غلط کا جو حال کے موافق ہو تو کلام آلہی کو ان دونون باتون سے محفوظ رکھنا اور اُسکی توقیر کرنی واجب ہی یہ چھ وجہین قرآن مجید کے نہ سننے اور راگ کی طرف فرقۂ صوفیہ کے میل کرنے کی مجکو سوجھی ہین۔ وجہ ساتوین وہ ہی جسکو ابو نصر سراج طوسی نے ذکر کیا ہی اور قرآن سے سماع نہ کرنیکا عذر اسطرح لکھا ہی کہ قرآن اللہ کا کلام ہی اور ایک صفت ہی اُسکی صفات مین سے اور چونکہ وہ حق ہی اور غیر مخلوق ہی تو بشریت جو مخلوق چیز ہی اُسکو اُسکی تاب نہین اور اگر ایک ذرہ قرآن مجید کے معانی اور ہیبت کا واضح ہو جائے تو بشریت کی صفات پھٹ جائین اور مدہوش و متحیر ہو جائین مگر نغمات عمدہ کو طبیعتون سے مناسبت ہی اور اُنکی نسبت لذتون کی سی نسبت ہی نہ امور حقہ

ہی اور شعر کی نسبت بھی حظوظ کی سی ہی تو جب اشعار کے اشارات اور لطیفے نغمون اور آوازون سے ملتے ہین تو ایک دوسرے کے ہم شکل ہو جاتے ہین اور لذتون سے قریب تر اور دلون پر ہلکے معلوم ہوتے ہین اس نظر سے کہ مخلوق کا جوڑ مخلوق سے خوب ہوتا ہی تو جبتک بشریت رہتی ہی اور ہم اپنی صفات و حظوظ پر ہین تو ہمکو راحت نغمات دلکش اور اصوات خوش سے ملتی ہی اسی لیے ان حظوظ کی بقا کے مشاہدہ کے لیے یہی بہتر ہی کہ ہم اشعار کی طرف راغب ہون اور کلام الٰہی سے جو اللہ تعالی کی صفت ہی اور اُسی سے اُسکا آغاز اور اُسی پر اُسکا انجام ہی حظوظ کے جو یا نہون یہ خلاصہ ہی ابو نصر کی تقریر اور عذر کا۔ اور ابو الحسن درّاج کہتے ہین کہ مین نے بغداد سے یوسف بن حسین رازی کی زیارت اور سلام کے لیے سفر کیا جب رَی مین داخل ہوا تو جس سے اُنکا حال پوچھا اُسنے یہی کہا کہ اُس زندیق سے تمکو کیا کام ہی میرا دل تنگ ہوا اپنا تنگ ارادہ واپس آنے کا کیا پھر دل مین سوچا کہ اتنا بڑا سفر مین نے کیا ہی اور کچھ نہو تو اُنکو دیکھ تو لون غرض پوچھتا پوچھتا اُنکے پاس گیا دیکھا تو وہ ایک مسجد کی محراب مین بیٹھے ہین اور اُنکے سامنے ایک شخص ہی اور خود قرآن ہاتھ مین لیے تلاوت کرتے ہین اور نہایت خوبصورت اور چمک دمک کے آدمی مقطع داڑھی والے ہین مین نے سلام کیا اُنھون نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم کہان سے آئے ہو مین نے کہا بغداد سے پوچھا کہ کس لیے آئے ہو مین نے کہا کہ آپکے سلام کرنے کو آیا ہون فرمایا کہ اگر بالفرض ان شہرون مین جہان کو تم آئے ہو کوئی تمسے یون کہتا کہ تم ہمارے پاس ٹھہر جاؤ ہم تمھارے لیے گھر یا لونڈی مول لیے دیتے ہین تو یہ امر تمھارے آنے کا مانع ہوتا یا نہین مین نے کہا کہ ابتک تو اللہ تعالی نے میرا امتحان کسی بات سے نہین لیا لیکن اگر اسطرح میرا امتحان لیتا تو نہ معلوم اُسوقت مین کیسا ہوتا پھر اُنھون نے مجھسے کہا کہ تمکو کچھ گانا آتا ہی مین نے کہا ہان اُنھون نے کہا کہ تو کچھ کہو مین نے یہ قطعہ پڑھا قطعہ

بناے ہجر تو کرتا ہی دیکھتا ہون مدام — جو ہوش ہوتا تجھے کرتا یہ بنا سمار
پڑا ہی کام مجھے تمسے اُسگھڑی جسدم — کہ لفظ لیت سے بہتر نہین تمھین گفتار
تو کاش پڑتا تجھے پالا ایسی ساعت مین — بہانہ جوئی سے تمکو نہوتا کچھ سروکار

اُنھون نے قرآن مجید تو بند کر دیا اور اتنا روئے کہ داڑھی اور رومال تر ہو گیا حتی کہ رونے کی کثرت سے مجھے بھی اُنکے حال پر ترس آگیا پھر فرمایا کہ بیٹا رَے کے لوگ مجھکو ملامت کرتے ہین اور کہتے ہین کہ یوسف زندیق ہی اور میرا یہ حال ہی کہ صبح کی نماز سے قرآن پڑھتا تھا مگر میری آنکھ سے ایک قطرہ بھی نہین گرا اور ان شعرون سے مجھپر قیامت ٹوٹ پڑی حاصل یہ کہ دل ہر چند خداے تعالی کی محبت مین پھنکے ہوئے ہو تاہم شعر بھی اُن مین وہ جوش پیدا کرتا ہی جو قرآن مجید کی تلاوت سے نہین ہوتا اور یہ بات شعر کے

وزن سے اور طبیعتین سکے ساتھ اُسکے ہم شکل ہونے سے ہوتی ہی اور چونکہ اشعار طبیعت بشری کے مناسب
ہوتے ہین اسی لیے آدمی شعر بنانے پر قادر ہی لیکن قرآن چونکہ کلام بشری کے اسلوب اور طریق سے باہر ہی
اسی لیے قوت بشری بین نہین کہ ویسا کلام کہسکے کیونکہ اُسکی طبیعت کے ہم شکل نہین - اور کہتے ہین کہ ایک
شخص ذوالنون مصری رح کے اُستاد اسرافیل کے پاس آیا اور اُنکو دیکھا کہ زمین اپنی اُنگلی سے کرید تے ہین
اور ایک شعر گا رہے ہین پھر اُس سے پوچھا کہ تجھکو کوئی چیز اچھی طرح گانی آتی ہی اُسنے کہا کہ نہین آپ نے
کہا کہ تو بے دل کا آدمی ہی اسمین یہ اشارہ تھا کہ جو شخص دل والا ہی اور اپنی طبیعت کو جانتا ہی اُسکو
معلوم ہی کہ دل کو اشعار اور نغمون سے وہ حرکت ہوتی ہی جو دوسری چیز سے نہین ہوتی اسی لیے وہ
تحریک کا طریق بتکلف پیدا کرتا ہی خواہ اپنی آواز سے ہو خواہ غیر کی آواز سے - یہان تک ہم دو مقامون کا
حکم لکھ چکے یعنے سماع کے سمجھنے اور ڈھالنے کا اور وجد کا جو دل مین معلوم ہوتا ہی اب ہم وجد کا اثر ظاہری
یعنے چیخنا گریہ کرنا اور ہلنا اور کپڑون کا پھاڑنا وغیرہ بیان کرتے ہین

تیسرا مقام سماع کے آداب ظاہری اور باطنی کے ذکر مین اور اس بات مین کہ وجد کے آثار مین سے کون
اچھا ہی اور کونسا بُرا - سماع کے آداب تو پانچ ہین اول ادب یہ ہی کہ وقت اور جگہ اور یاران جلسہ کا
لحاظ کرنا چنانچہ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ سماع تین باتون کی حاجت رکھتا ہی ورنہ سُننا
نہ چاہیے وقت اور جگہ اور یاران جلسہ وقت کی رعایت سے یہ مراد ہی کہ کھانا موجود ہونے کے وقت
یا جھگڑنے کے وقت یا نماز کے وقت یا اور کسی وقت جسمین کوئی مانع پیش ہو اور دل نہ لگنے دے سماع سے
کچھ فائدہ نہین اور مکان کی رعایت سے یہ غرض ہی کہ چلتا راستہ یا بُری صورت کا مکان نہو یا اُسمین کوئی
ایسا سبب نہو کہ جس سے دل اُسطرف بٹے تو ایسے مکانون سے اجتناب چاہیے اور یاران جلسہ سے یہ
غرض ہی کہ کوئی غیر جنس سماع کا منکر زاہد خشک دلون کی لطائف سے بے بہرہ مجلس مین نہو کیونکہ ایسے شخص کا
موجود ہونا گران گذریگا اور دل اُسکی طرف مشغول ہوگا - اور یہی صورت ہی اگر کوئی متکبر دنیا دار
ہوگا کہ اُسکا لحاظ پاس کرنا پڑیگا یا کوئی بنا ہوا صوفی کہ وجد اور ناچنا اور کپڑے پھاڑنا نمود کے لیے
کرے تو اسطرح کے لوگ دل کو پریشان کرتے ہین ان سے بھی اجتناب چاہیے حاصل یہ کہ اگر یہ شرطین
نہون تو راگ کا نہ سُننا بہتر ہی تو سُننے والے کو انکا لحاظ چاہیے - دوسرا ادب یہ ہی کہ شیخ کو حال
موجودین کا دیکھ لینا چاہیے یعنے اگر اُسکے مریدون کو سماع سے ضرر ہوتا ہو تو اُنکے سامنے راگ نہ سُنے
اور اگر سُنے بھی تو اُنکو کسی اور شغل مین لگا دے اور جس مرید کو سماع سے ضرر ہوتا ہی وہ تین طرح کے
اشخاص مین سے ایک ہوتا ہی اول جو سب مین کم رتبہ ہی وہ مرید ہی جسنے طریق سلوک مین بجز اعمال ظاہری

سکے اور کچھ نہین معلوم کیا اور اُسکو سماع کا مزہ ہی نہین تو ایسے مرید کا سماع مین مشغول ہونا بے فائدہ ہی اسلیے کہ نہ تو وہ کھیل والون مین ہی تا کہ کھیل ہی کھیلے اور نہ ذوق والون مین ہی کہ سماع کے ذوق سے مزہ پائے تو ایسے شخص کو ذکر مین یا اور کسی کام مین مشغول ہونا چاہیے ورنہ راگ مین مفت تضیع اوقات ہوگی۔ دوم وہ کہ اُسکو سماع کا ذوق تو ہی مگر ابھی تک اُسمین کچھ حظ نفس اور شہوات اور صفات بشری کی طرف التفات باقی ہی اور ایسا منکسر ہوا کہ صفات بشری اور شہوات کی آفات سے مامون ہو جاے تو بعض اوقات عجب نہین کہ سماع اُسکے حق مین مقتضی لہو اور شہوت کا ہو جائے اور جس طریق مین وہ مصروف ہی اُس سے باز رکھے اور تکمیل سے روک دے۔ سوم وہ مرید ہی کہ اُسکی شہوت بھی ٹوٹ گئی ہی اور اُسکی آفتون سے بھی محفوظ ہی اور بصیرت مفتوح اور دل پر محبت آلہی غالب ہی مگر اُسنے علم ظاہر کی تحصیل بخوبی نہین کی اور نہ اللہ تعالی کے اسماء اور صفات سے واقفیت بہم پھونچائی اور نہ یہ معلوم کیا کہ خداے تعالی پر کون چیز جائز ہی اور کون محال تو ایسے شخص کے سامنے اگر باب سماع مفتوح ہوگا تو جو کچھ سُنیگا اُسکو خداے تعالی کے حق مین ڈھالیگا خواہ واقع مین جائز ہو یا نا جائز پس اس صورت مین راگ سے جو فائدہ ہوتا اُسکی نسبت کر ضرر زیادہ ہوگا کیونکہ اکثر باتین جو لائق جناب کبریائی نہین اُنکے ڈھالنے سے کافر ہو جائیگا سہل تستری رح فرماتے ہین کہ جس وجد کا شاہد قرآن اور حدیث نہو وہ باطل ہی پس ایسے شخص سماع کے قابل نہین اور نہ وہ جنکا دل دنیا کی محبت اور لوگون کی تعریف و ثنا کے اشتیاق مین ملوث ہی اور نہ وہ لائق ہین جو صرف لذت اور بالطبع اچھا معلوم ہونے کو سُنتے ہین اسلیے کہ سماع اُنکی عادت ہو جاتی ہی اور عبادات اور دل کی نگرانی سے روک دیتا ہی اور جس راہ کے طی کرنے کے درپے تھا وہ متروک ہو جاتا ہی حاصل یہ کہ سماع قدم کی لغزش کرنیکی جا ہی ضعیفون کو اُس سے علیحدہ رکھنا واجب ہی۔ حضرت جنید بغدادی رح فرماتے ہین کہ مین نے خواب مین شیطان کو دیکھا اور اُس سے پوچھا کہ تجھکو ہمارے یارون پر بھی کچھ قابو چلتا ہی اُسنے کہا کہ ہان دو وقتون مین ایک سماع کے وقت دوم نظر کے وقت کہ ان دونون مین مجکو اُنپر دخل ملجاتا ہی آپنے جو اس خواب کو بیان کیا تو کسی بزرگ نے فرمایا کہ اگر مین اُسکو دیکھتا تو یون کہتا کہ تو بڑا احمق ہی بھلا جو کوئی سُننے کے وقت خداے تعالی ہی سے سُنے اور دیکھنے کے وقت اُسی کی طرف دیکھے تو اُسپر تو کیسے جیتیگا آپنے فرمایا کہ تمنے درست کہا۔ تیسرا ادب یہ ہی کہ قوال جو کچھ کہے اُسکو خوب دل لگا کر سُنے اور ادھر اُدھر التفات کم کرے اور سُننے والون کو نہ تاکے اور جو کچھ اُنپر وجد کی کیفیت ظاہر ہو اُسکو نہ دیکھے بلکہ اپنی طرف دھیان کرے اور دل کی نگرانی کرے اور دیکھے کہ خداے تعالی میرے باطن مین اپنی رحمت سے کیا چیز ڈالتا ہی اور حرکت کو روکے رہے جو یاران جلسہ کے دل کو پریشان کر دیتی ہی بلکہ ایسی طرح بیٹھے کہ اعضاء ظاہری سے کچھ نہ ہلے کھنکارنے

اور جمائی لینے سے احتراز کرے اور گردن نیچے کو ڈال لے جیسے کوئی بڑی گہری فکر مین ڈوبا ہوا ہوتا ہے ناچنا
اور ناچنا اور تمام حرکتین بناوٹ کی اور نمود کی کچھ نہ کرے اور اثناء سماع مین وہ کلام نہ کرے جسکی ضرورت
نہو اور اگر وجد غالب ہو اور بے اختیار ہلا دے تو اسمین وہ مجبور ہی کچھ ملامت کے قابل نہین مگر جب
افاقہ ہو اُسی وقت پھر سکون اور وقار اختیار کرے یہ نہین چاہیے کہ اُسی حالت پر باقی رہے اس شرم
سے کہ لوگ یہ کہینگے کہ اچھا وجد تھا جو ذرا سی دیر مین جاتا رہا اور نہ یہ چاہیے کہ زبردستی وجد ظاہر
کرے تاکہ لوگ یہ نہ کہین کہ بڑا سخت دل ہی اور صفائی اور رقت سے بے بہرہ ہی۔ کہتے ہین کہ ایک جوان
حضرت جنید رح کے ساتھ رہتا تھا جب کوئی ذکر سنتا تو چلا پڑتا آپنے ایک روز اُسکو فرمایا کہ اب اگر ایسا پھر
کروگے تو میرے ساتھ مت رہنا اسکے بعد وہ اپنے نفس کو اتنا روکنے لگا کہ ہر بال مین سے اُسکے پانی کا قطرہ
نکلتا مگر چیخ نہ مارتا ایک روز جو اُسنے اپنے نفس کو بہت روکا تو گلا گھٹنے لگا آخر ایک ایسا نعرہ مارا کہ اُسکا دل
پھٹ گیا اور جان نکل گئی۔ اور مروی ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل مین وعظ کہی اُنمین سے
ایک شخص نے اپنا کپڑا پایا کرتا پھاڑ ڈالا اللہ تعالی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اُسکو کہدو
کہ ہمارے لیئے اپنے دل کے ٹکڑے کرے کپڑے نہ پھاڑے۔ ابو القاسم نصرآبادی نے ابو عمرو بن عبید سے
کہا کہ مین یہ کہتا ہون کہ اگر کچھ لوگ جمع ہون اور اُنکے ساتھ مین کوئی قوال کچھ گا دے تو یہ امر اس سے
بہتر ہی کہ وہ لوگون کی غیبت کرین ابو عمرو نے کہا کہ راگ مین نمود کرنی یعنے جو حالت اپنے اندر نہو اُسکو
ظاہر کرنا تیس برس کی غیبت کرنے سے بھی بُرا ہی۔ اب اگر یہ کہو کہ افضل وہ شخص ہی جو ضبط کیے بیٹھا رہے
اور سماع اُسکے ظاہر مین کچھ اثر نہ کرے یا وہ افضل ہی جسپر اثر ظاہر ہو تو اُسکا جواب یہ ہی کہ اثر نہ ظاہر ہونا
کئی طرح سے ہوتا ہی کبھی تو اس وجہ سے ہوتا ہی کہ وجد ہی کم ہو تب تو البتہ نقصان مین داخل ہی اور کبھی
اسطرح ہوتا ہی کہ وجد تو باطن مین قوی ہوتا ہی مگر چونکہ ضبط اعضا کی قوت سالک مین بدرجہ کمال ہوتی ہی
اسلیے ظاہر نہین ہوتا تو یہ درجہ کمال کا ہی اسمین نقصان نہین اور کبھی اسلیے ظاہر نہین ہوتا کہ حالت وجد
کی سالک کو ہر وقت اور ہر حال مین یکسان رہتی ہی تو سماع سے کچھ زیادہ اثر معلوم نہین ہوتا یہ درجہ
نہایت اعلیٰ ہی کمال کا کیونکہ وجد والون کا وجد غالبًا ہمیشہ نہین رہا کرتا تو جو شخص وجد دائمی مین ہو تو وہ
حق سے وابستہ اور عین شہود کا ملازم ہی اُسکو احوال عارضی بدل نہین سکتے اور عجب نہین کہ حضرت
صدیق اکبر رض نے جو اعراب سے فرمایا تھا کہ ہم بھی کبھی ایسے ہی تھے جیسے تم ہو مگر اب ہمارے
دل سخت ہوگئے اس قول سے وجد دائمی کا اشارہ ہو یعنے ہمارے دل قوی اور مضبوط اس درجہ کو ہوگئے ہین
کہ ہر حال مین وجد کے ملازم رہنے کی طاقت رکھتے ہین اسی وجہ سے ہم گویا قرآن کے معنے ہمیشہ سنتے رہتے ہین

ہمارے حق مین قرآن کوئی نئی بات اور عارضی نہین کہ اس سے ہم متاثر ہون غرضکہ وجد کی
قوت تحریک ظاہر کیا کرتی ہی اور عقل اور روک کی قوت اسکو ضبط کیا کرتی ہی اور بعض اوقات ان دونون
مین سے ایک چیز دوسرے پر غالب ہوجاتی ہی یا تو اسوجہ سے کہ خود نہایت درجہ کو قوی ہوتی ہی یا اسوجہ سے
کہ طرف مقابل کمزور ہوتی ہی اور نقصان و کمال اسی کے بموجب ہوا کرتا ہی تو تمکو یہ گمان کرنا چاہیے کہ جو شخص خود زمین پر
تڑپتا ہو وہ تو وجد مین کامل ہی اور جو نیے اضطراب کو ضبط کیے ہی وہ ناقص ہی بلکہ بہت سے ضابطہ بنسبت تڑپنے والے کے
وجد مین کامل ہوتے ہین چنانچہ حضرت جنید شروع سماع مین کچھ حرکت کیا کرتے تھے اور آخر کو بالکل جنبش نکرتے تھے کسی نے
جو اسکا سبب پوچھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ
صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ اسمین اشارہ ہی کہ دل تڑپ رہا ہی اور ملکوت مین جولانیان کرتا ہی اور ظاہر مین اعضا
ساکن او ٹھہرے ہوئے ہین اور ابوالحسن محمد بن احمد جو بصرہ مین تھے کہتے ہین کہ مین ساٹھ برس سہل تستری رح کے ساتھ رہا
مین نے انکو کبھی نہین دیکھا کہ کبھی کسی ذکر یا قرآن کی آیت سنکر انمین کچھ تغیر ہوا ہو جب وہ آخر عمر مین پہونچے تو ایک
شخص نے انکے سامنے یہ آیت پڑھی فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ الآیۃ تو مین نے دیکھا کہ کانپ اٹھے
اور قریب تھا کہ گر پڑین جب وہ اصلی حالت پر آگئے تو مین نے پوچھا کہ کیا بات تھی آپ نے فرمایا کہ مشفق مین
اب ہم ضعیف ہوگئے ہی طرح ایکبار یہ آیت سنی اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ﹰالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ تو تڑپ گئے ابن سالم
جو آپ کے مرید تھے انھون نے اسکی وجہ پوچھی فرمایا کہ مین ضعیف ہوگیا کسی نے انسے عرض کیا کہ اگر یہ بات
ضعف سے ہی تو حال کی قوت کیا ہی آپ نے فرمایا کہ قوی الحال وہ ہی کہ جو وارد اسپر آوے اسکو اپنے
حال کے زور سے نگل جاوے کوئی وارد اتنا کیسی ہی زبردست کیون نہو اسکو متغیر نہ کر سکے۔ اور باوجود وجد کے
ضبط ظاہر پر قادر ہونے کا سبب یہ ہوتا ہی کہ ہر وقت کے شہود سے سب حالتین یکسان ہوجاتی ہین
چنانچہ سہل تستری رح کا قول منقول ہی کہ میری حالت نماز سے پیشتر اور اسکے بعد ایک ہی اسلیے کہ آپ
ہر وقت دل سے نگران اور خداے تعالے کے ساتھ حاضر الذکر تھے تو اسطرح کا شخص سماع سے پہلے اور
پیچھے یکسان رہیگا کیونکہ اسکا وجد اور حال دائمی ہوگا اور اشتیاق برابر اور ذوق متواتر رہیگا اسطرح
کہ سماع سے اسمین کچھ ترقی نہوگی چنانچہ مروی ہی کہ ممشاد دینوری ایک جماعت پر گذرے کہ انمین
قوال کچھ کہہ رہے تھے وہ آپ کو دیکھکر چپ ہوگئے آپ نے فرمایا کہ تم اپنا کام کرو میرے کان مین تو اگر
تمام دنیا کے ملاہی اکٹھے ہونگے تب بھی میری ہمت کو نہ روکینگے اور نہ میری حالت مین کچھ ترقی ہوگی
اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ علم کے فضل کے ہوتے ہوے وجد کا نقصان کچھ ضرر نہین کرتا اور علم کا فضل
وجد کے فضل سے زیادہ کامل ہی اب اگر یہ کہو کہ ایسا شخص پھر سماع مین کیون آتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی

کہ ان لوگون مین سے بعض نے تو سماع کو بوڑھاپے مین چھوڑ دیا تھا اور بہت کم سماع مین آتے تھے یعنے کسی بھائی کی خاطر اور اُسکے دل خوش کرنے کو کبھی اتفاق ہو جاتا تھا اور بعض اوقات اس لیے شریک ہوتے تھے کہ لوگ انکی قوت کے کمال کو دیکھین اور جانین کہ ظاہر کا وجد کچھ کمال کی بات نہین اور ظاہر کا ضبط کر نا ایسے سیکھین کہ تکلف اور بناوٹ سے اسطرح علیحدہ رہتے ہین کہ لوگ انکی پیروی نہو سکے اسوجہ سے کہ یہ امر انسے شکل ہرشت ہو جاتا ہی اور اگر وہ لوگ اتفاق ابنا جنس کے سوا اور کسی سماع مین جاتے ہین تو بدنون سے انکے شریک رہتے ہین اور دلون سے انسے دور رہتے ہین جیسے بدون سماع کے غیر جلسون مین اگر کسی ضرورت سے بیٹھتے ہین تو وہان بھی یہی حال ہوتا ہی کہ ظاہر انکے نہین ہوتا ہی اور باطن ملکوت مین اور کچھ لوگون سے سماع کا ترک منقول ہی اور گمان ہوتا ہی کہ انھون نے اسکو بُرا جانا ہی مگر واقع مین سبب ترک کا یہی ہی کہ انکو سماع کی حاجت نہ تھی دائم الوجد تھے اور بعض لوگ اسوجہ سے زاہد تھے کہ انکو سماع مین حظ روحانی نہ تھا اور نہ اہل لہو تھے تو اسی لیے ترک کر دیا کہ بیفائدہ بات مین کیون مشغول ہون اور بعضون نے اسلیے ترک کیا کہ انکو یاران جلسہ میسر نہ ہوتے چنانچہ کسی شخص سے پوچھا گیا کہ تم راگ کیون نہین سنتے اُسنے جواب دیا کہ کسے سنون اور کسکے ساتھ

چوتھا ادب یہ ہی کہ جب اپنے نفس کو روک سکتا ہو تو نہ کھڑا ہوا اور نہ رونے مین آواز بلند کرے لیکن اگر ناچے اور رونی صورت بناوے تو مباح ہی بشرطیکہ ریا منظور نہو کیونکہ رونی صورت بنانے سے حزن پیدا ہوتا ہی اور سرور و نشاط کی تحریک کا سبب رقص ہوا کرتا ہی اور سرور مباح کی تحریک جائز ہی اور اگر ناچنا حرام ہوتا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حبشیون کو ناچتے نہ دیکھتین چنانچہ آپ بعض روایات مین یون ہی فرماتی ہین کہ وہ ناچ رہے تھے اور صحابہ رضہ مین سے بھی بعض کا بوجہ خوشی و سرور کے وقت مروی ہی اور وہی سرور موجب انکے رقص کا ہوا ہی چنانچہ حضرت امیر حمزہ رضہ کی بیٹی کے قصہ مین جب حضرت علی مرتضی رضہ اور حضرت جعفر آپکے بھائی اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم مین جھگڑا ہوا کہ اس لڑکی کی پرورش کون کرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضہ کو تو یہ فرمایا کہ تو مجھسے ہی اور مین تجھسے اسکو سُنکر حضرت علی رضہ اُچھلنے لگے اور حضرت جعفر رضہ سے فرمایا کہ تو میری صورت اور سیرت کے مشابہ ہو گیا تو وہ حضرت علی رضہ سے بھی زیادہ اُچھلے اور آپ نے حضرت زید رضہ کو فرمایا کہ تو ہمارا بھائی اور مولی ہی تو وہ حضرت جعفر سے بھی زیادہ اُچھلے پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکی جعفر کے پاس رہیگی کیونکہ اسکی خالہ جعفر کی منکوحہ ہی اور خالہ گویا والدہ ہی ہی۔ اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضہ سے فرمایا کہ تجکو حبشیون کا ناچ پسند ہی غرضکہ ناچ اور اُچھلنا خوشی کے سبب سے ہوتا ہی تو اسکا حکم بھی

خوشی ہی پر مترتب ہوگا یعنی جس صورت مین کہ خوشی اچھی ہو اور ناچ سے اسکو ترقی اور تاکید ہوتی ہو تو وہ ناچ محمود اور اچھا ہوگا اور اگر خوشی مباح ہوگی تو ناچ بھی مباح ہوگا اور اگر بری ہوگی تو وہ بھی برا ہوگا ہان یہ حرکت اکابر اور مقتدا لوگون کی شان کے لائق نہین کیونکہ یہ امر اکثر لہو ولعب کے طور پر ہوتا ہی اور جو بات کہ لہو ولعب کی صورت پر لوگون کی نظرون مین ہو تو اُس سے مقتداؤن اور پیشواؤن کو اجتناب کرنا چاہیے تاکہ لوگون کی نظرون مین حقیر نہون اور لوگ اُنکا اقتدا نہ چھوڑین - باقی رہا کپڑون کا پھاڑنا تو اسکی اجازت نہین مگر اُس صورت مین کہ آدمی اپنے اختیار مین نہ رہے اور یہ کچھ بعید نہین کہ دل پر وجد کا غلبہ اس درجہ کو ہو کہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ دے اور وجد کے نشہ مین اسکو معلوم نہو یا معلوم بھی ہو مگر بدون کپڑے پھاڑنے کے نفس کو ضبط نہ کرسکتا ہو تو اُس شخص کا حال ایسا ہوگا جیسے زبردستی کسی سے کوئی کام لیا جائے کیونکہ وہ تڑپنے اور کپڑے پھاڑنے مین بچاؤ کی صورت دیکھکر مجبوری سے اسکو اختیار کرتا ہی جیسے بیمار آہ مجبوری سے کرتا ہی اگر کوئی اسکو نعرہ اور آہ سے روکے تو ہرگز اُس سے صبر نہو سکیگا باوجودیکہ فعل اختیاری ہی کیونکہ یہ ضرور نہین کہ جن فعلون کا حاصل ہونا ارادہ سے ہو انسان اُسکے ترک پر قادر بھی ہو مثلاً سانس لینا بھی ارادہ سے حاصل ہوتا ہی لیکن اگر کسی سے کہا جائے کہ ایک ساعت تک سانس روک لو تو وہ اپنے اندر سے گھبرا کر سانس لینا اختیار کریگا یہی حال چیخنے اور کپڑا پھاڑنے کا ہی کہ یہ بھی کبھی ایسی ہی طرح ہوتے ہین تو انکو حرام نہین کہ سکتے چنانچہ سری رح کے سامنے ذکر تیز وجد اور غالب کا ہوا آپنے فرمایا کہ ہان وجد غالب وہ ہوتا ہی کہ اگر وجد والے کے منہ پر تلوار لگے تو اُسکو خبر نہو لوگون نے دوبارہ پوچھا اور اپنے گمان مین بعید جانا کہ اس حد کو وجد ہو جائے اسلیے بہت سا اصرار کیا مگر آپنے پھر کچھ نہ کہا اور اسکے معنے یہ ہین کہ بعض اوقات مین بعض شخصون کو ایسا ہی وجد غالب ہوتا ہی کہ کیسی ہی ایذا انکو پہنچاؤ سے وہ معلوم نہین کرتے - اب اگر یہ کہو کہ سماع کے بعد اور وجد سے فارغ ہونے پر جو صوفی نئے کپڑے چیر کر اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے لوگون کو دیتے ہین اور اُسکو نام خرقہ کہتے ہین تو اس باب مین حکم کیا کہتے ہو یہ امر کیسا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ امر مباح ہی بشرطیکہ پارچہ پھٹا ہوا مربع قابل پیوند لگانے کپڑون یا جانمازون کے ہو اسلیے کہ پھاڑنے مین کچھ ممنوع بات نہین آخر تھان کو پھاڑ کر ہی کپڑا یا کرتہ بناتے ہین اور مال کا ضائع کرنا بھی نہین اسلیے کہ اس پھاڑنے سے ایک غرض متعلق ہی یعنی پیوند لگانا کہ چھوٹے ہی ٹکڑون سے لگایا جاتا ہی اور سب کو بانٹنا اس غرض سے کہ خیر مین سب شریک ہون مباح اور مقصود ہو اسلیے کہ ہر مالک کو اختیار ہی کہ اپنے تھان کے سو ٹکڑے کرکے مثلاً سو فقیرون کو دیدے لیکن ہان یہ چاہیے کہ وہ ٹکڑے ایسے ہون جو پیوندون مین کام آوین اور سماع مین جو ہمنے

کپڑے پھاڑنے کو منع لکھا ہے تو اسی پھاڑنے کو منع کیا ہے جس سے کپڑا بگڑ جائے اور کسی کام کا نہ رہے
کیونکہ یہ محض ضائع کرنا ہے تو اختیار کے ساتھ جائز نہیں بے اختیاری میں مجبوری ہے

پانچواں ادب یہ ہے کہ کھڑا ہونے میں لوگوں کی موافقت کرنی چاہیے یعنے اگر کوئی شخص وجد صادق میں اگر بدون نمود اور بناوٹ کے کھڑا ہو جاوے یا بدون اظہار وجد کے باختیار خود کھڑا ہو اور لوگ اسکے لیے کھڑے ہو جائیں تو انکے ساتھ آپ بھی کھڑا ہو جانے کہ یاران جلسہ کی موافقت آداب صحبت میں سے ہے اسی طرح اگر لوگوں کی عادت یہ ہو گئی ہو کہ اگر وجد والے کی پگڑی گر جاے تو وہ بھی اپنی پگڑیاں اسکی موافقت کو اتار لیں یا اسکی چادر اتر جائے تو اپنی بھی اتار لیں تو ایسی باتوں میں سب کے موافق کام کرنا خوبی آداب صحبت اور عشرت میں داخل ہے کیونکہ ہمراہیوں کی مخالفت کرنی موجب وحشت ہے اور ہر قوم کی رسم جدا جدا ہے تو جیسا دیس ویسا بھیس کرنا چاہیے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خالقوا الناس باخلاقہم یعنے لوگوں سے انکی عادتوں کے موافق بالخصوص جب ایسے اخلاق ہوں کہ انمیں حسن عشرت اور دلوں کا خوش کرنا موافقت کرنے سے پایا جاتا ہو تو انکا استعمال ضروری ہے اور یہ جو معترض کہتا ہے کہ یہ امر بدعت ہے صحابہ رض کے وقت میں نہ تھی تو یہ اس صورت میں صحیح ہو کہ جتنی مباحات ہیں وہ سب صحابہ رض سے منقول ہوں حالانکہ کچھ ضروری نہیں کہ مباحات صحابہ سے منقول ہوں بلکہ ممنوع وہ بدعت ہے جو مخالف کسی سنت کے ہو جسکے کرنے کا حکم شارع علیہ السلام نے دیا ہو اور امر متنازع فیہ میں کسی طرح کی ممانعت منقول نہیں اور آنے والے کے لیے آنے کے وقت کھڑا ہو جانا عرب کی عادت میں نہ تھا یہاں تک کہ صحابہ رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی بعض احوال میں کھڑے نہ ہوتے تھے جیسا کہ حضرت انس رض نے روایت کیا ہے مگر چونکہ اسمیں کوئی نہی عام ثابت نہیں ہوئی تو جن شہروں میں آنے والے کی تعظیم کی عادت کھڑے ہونے سے ہے انمیں کسی کے لیے کھڑا ہو جانا کچھ مضائقہ نہیں اسلیے کہ مقصود تو اسکی عزت اور تعظیم اور دل خوش کرنا ہے تو جس بات میں موافقت کرنے سے دوسرے کا دل خوش کرنا مقصود ہو اور لوگوں نے اسکو دل خوش کرنے کی اصطلاح ٹھہرالی ہو تو ایسی چیز میں انکی موافقت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ موافقت کرے بجز اس صورت کے جسمیں نہی وارد ہو اور اسکی تاویل کچھ نہو۔ اور ایک ادب یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ ناچنے کو نہ اٹھے اگر وہ لوگ اسکا ناچ برا جانتے ہوں اور اسکے احوال میں ابتری نہ ڈالے اسلیے کہ جو ناچ بدون اظہار وجد لینے کے ہو وہ تو مباح ہے اور جو تواجد کے نام سے ہوتا ہے اسمیں سب کو بناوٹ کا اثر معلوم ہوتا ہے اور جو صدق کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اسکو طبیعتیں ثقیل نہیں جانتیں غرضکہ حاضرین جلسہ اگر اہل باطن ہوتے ہیں تو انکے دل آستی اور تکلف کی کسوٹی ہوتے ہیں چنانچہ کسی بزرگ نے

پوچھا گیا کہ وجد صحیح کیا ہی اُنھون نے فرمایا کہ اُسکا صحیح ہونا یہ ہی کہ وجد والے اُسکو قبول کرین بشرطیکہ اُسکے موافق ہون مخالف نہون - اب اگر یہ کہو کہ یہ کیا بات ہی کہ طبیعتین رقص سے نفرت کرتی ہین اور ظاہرا یہ گمان ہوتا ہی کہ رقص باطل اور لہو اور دین کے مخالف ہی کہ جب کوئی دین مین کوشش کرنے والا اُسکو دیکھتا ہی تو اُسکا انکار ہی کرتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ کوئی کتنا ہی لہو کا زاہد ہو اُسکی حد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہوگی حالانکہ آپنے مسجد مین حبشیون کو ناچتے دیکھا اور انکار نفرمایا کیونکہ وہ وقت بھی اسکے لائق تھا اور وہ لوگ اسکے لائق تھے یعنے عید کا دن تھا اور حبشی ناچ رہے تھے ہان ناچ سے باین لحاظ طبیعتین متنفر ہین کہ اکثر اُسکے ساتھ لہو ولعب ہوتا ہی اور لہو ولعب ہر چند مباح ہی مگر ایسون ہی کے لیے جیسے زنگی اور حبشی ہین اور منصب والون کے لیے مکروہ ہی کہ اُنکی شان کے لائق نہین اور جو چیز اسوجہ سے مکروہ ہو کہ منصب والون کے لائق نہین اُسکو حرام نہین کہہ سکتے مثلاً اگر کوئی سائل کسی فقیر سے کچھ مانگے اور وہ اُسکو ایک روٹی دے دے تو یہ دینا عمدہ طاعت ہی اور اگر کوئی بادشاہ سے کچھ سوال کرے اور بادشاہ اُسکو ایک یا دو روٹی دے تو تمام خلق کے نزدیک بُرا ہوگا اور تاریخون مین لکھا جائیگا کہ منجملہ بادشاہ کی بُرائیون کے ایک یہ حرکت تھی اور اُسکی اولاد و احفاد کو اُسکے سبب سے لوگ ننگ لائینگے مگر باوجود اسکے یون نہین کہہ سکتے کہ بادشاہ مذکور نے جو حرکت کی وہ حرام تھی اسلیے کہ اُسنے باین لحاظ کہ فقیر کو دیا اچھا فعل کیا ہی مگر اپنی شان کے اعتبار سے ایک روٹی کا دینا مثل نہ دینے کے ہی اور بُرا ہی اسی طرح ناچ اور دوسرے مباحات کا حال ہی کہ عوام کے حق مین مباح ہین اور نیک بندون کے حق مین بُرائیان ہین اور نیکون کی بھلائیان مقرب بندون کے حق مین بُرائیان ہین لیکن یہ حکم اُسی صورت مین ہی کہ اُسکو بلحاظ منصب کے دیکھین ورنہ اگر بلا لحاظ کسی منصب وغیرہ کے دیکھین تو یہی حکم کرنا واجب ہوگا کہ بذات خود اسمین کچھ حرمت نہین واللہ اعلم تفصیل گذشتہ سے یہ ثابت ہوا کہ سماع چار قسم ہی حرام اور مباح اور مکروہ اور مستحب سماع حرام اُن لوگون کے حق مین ہی جو جوان ہون اور جنپر دنیا کی شہوت غالب ہو کہ سماع اُنمین کسی قسم کی تحریک نکریگا بجز اُسکے کہ جو بُری صفتین اُنکے دل پر غالب ہین وہ حرکت مین آجائینگی اور مکروہ اُن لوگون کے حق مین ہی جو سماع کو مخلوق کی صورت پر تو نہین ڈھالتے مگر اکثر اوقات اُسکو عادت ٹھہرالیا ہی لہو کے طور پر اور مباح اُن لوگون کے حق مین ہی کہ جنکو سماع سے کوئی بہرہ سوا خوش آوازی سے مزہ پانیکے نہین اور مستحب اُن لوگون کو ہی جنپر خدا تعالیٰ کی محبت غالب ہی اور سماع بجز صفات محمودہ کے اور کسی چیز کی تحریک اُنمین نہین کرتا - والحمد للہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً و صلی اللہ علیٰ کل عبد مصطفیٰ

نواں باب امر معروف اور نہی منکر کے ذکر میں

رباعی کرامر بھلی بات کا ست ہو جاہل	لوگوں کو بُرے کاموں سے روکا ہی غافل
اللہ کا حکم دیکھ وأمر بالعرف	پڑھ وأنہ عن المنکر اگر ہے عاقل

واضح ہو کہ اچھی بات کو حکم کرنا اور بُری بات سے منع کرنا دین کا بڑا امر ہے اور اسی کے لیے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اگر اسکا بساط تہ کر دیا جائے اور اسکے علم اور عمل کو مہمل چھوڑا جائے تو نبوت بیکار اور دیانت مضمحل اور سستی عام اور گمراہی تمام اور جہالت شائع اور فساد ذائع اور فتنہ برپا ہو جائے اور بلاد خراب اور عباد تباہ ہو جائیں گو اپنی ہلاکی کو بجز قیامت کے اور کبھی نہ جانیں اور جس بات کے ہونے کا ہمکو ڈر تھا وہ ہو گئی إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ یعنے اس امر اعظم کا علم و عمل جاتا رہا کچھ اسکی حقیقت اور نشان باقی نہیں سب مٹ گیا دلوں پر خلق کی مداہنت چھا گئی اور خالق کا لحاظ بالکل نہ رہا لوگ ہوائے نفسانی اور شہوتوں میں بہائم کی طرح چھوٹے ہیں روئے زمین پر سچا ایماندار ایسا کمیاب ہے جو اللہ تعالیٰ کے باب میں ملامت گروں کی ملامت سے نہ ڈرے تو جو شخص اس خلل کے دور کرنے اور اس رخنہ کے بند کرنے میں کوشش کریگا اور انبیا ہی پیروی سے اس سنت کا آب رفتہ وجُو لائیگا وہ تمام لوگوں میں احیاء سنت کے باعث نامور ہوگا اور ایسا اجر پائیگا کہ کوئی ثواب اسکے ہم پلہ نہوا اور ہم اس بات کے مضمون کو چار فصلوں میں لکھتے ہیں

پہلی فصل امر بالمعروف اور نہی منکر کے واجب ہونے اور اسکی فضیلت میں اور اسکے ترک کرنے کی مذمت میں قطع نظر اس سے کہ امر معروف اور نہی منکر پر اجماع امت ہے اور عقلیں سلیم اسکی خوبی کی شاہد اسکے لیے بہت سی آیات و احادیث و آثار بھی ہیں آیات یہ ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اس آیت میں ایک تو وجوب اس فعل کا پایا جاتا ہے کیونکہ لفظ ولتکن صیغہ امر ہے اور امر کا ظاہر ایجاب ہی ہے دوم یہ کہ فلاح اسی امر سے وابستہ ہے اسلیے کہ حصر کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ وہی ہیں فلاح پانے والے سوم یہ کہ امر معروف و نہی منکر فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں اگر امت میں سے کچھ لوگ بھی اس پر کاربند ہونگے تو باقیوں کے ذمہ سے فرض ساقط ہو جائیگا اسلیے کہ یہ تو ارشاد نہیں فرمایا کہ تم سب ایسے ہو جاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم میں سے ایک جماعت اس صفت کی ہو تو اسی لیے جب اس پر عمل ایک شخص یا زیادہ کرینگے تو دوسروں پر سے حرج ساقط ہو جائیگا اور مخصوص بہ فلاح وہی ہونگے جو اسکی تعمیل کرینگے اور اگر تمام خلق اس سے پہلو تہی کرینگے تو وبال سب پر ہوگا خصوصاً ان لوگوں پر جنکو امر معروف و نہی منکر کی قدرت ہوگی اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے

لَيْسُوْا سَوَآءً مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيَاتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ اس آیت میں صرف ایمان باللہ اور روز آخر نے صلاح و نیکبختی کو متعلق نہ فرمایا یہانتک کہ ایمان پر امر معروف و نہی منکر کو بھی زیادہ کیا اور فرمایا وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَّاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ اس آیت میں ایمانداروں کا وصف یہ ذکر فرمایا کہ اچھی بات کا امر کرتے ہیں تو جو کوئی امر معروف کو ترک کریگا وہ اُن ایمانداروں کے زمرہ سے خارج ہوگا جنکا وصف اس آیت میں مذکور ہے۔ اور فرمایا لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ اس آیت میں نہایت سختی ہے کہ ماسوا اُنکی مستحق لعنت ہونے کی یہی فرمائی کہ اُنھون نے نہی منکر کو ترک کیا تھا۔ اور فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اس آیت سے فضیلت امر معروف اور نہی منکر کی معلوم ہوتی ہے کیونکہ بیان فرمایا کہ اس صفت کے لوگ خیر امت تھے اور فرمایا فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَئِيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ اسمین بیان فرمایا کہ اُن لوگون نے نجات حاصل کی جنھون نے بُری بات سے منع کیا اور نیز یہ آیت اسکے وجوب پر بھی دلالت کرتی ہے اور فرمایا اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ اس آیت میں امر معروف و نہی منکر کا ذکر نماز اور زکاۃ کے متصل فرمایا صالحین اور مومنین کے وصف میں۔ اور فرمایا وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اسمین تو امر قطعی ہے اور تعاون کے معنے یہ ہین کہ خیر پر ترغیب دینا اور بہتری کے طریقون کو آسان کرنا اور بدی اور تعدی کی راہین بند کردینی جہانتک ہوسکے۔ اور فرمایا لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ اسمین بیان فرمایا کہ نہی منکر کے ترک کرنے سے گناہگار ہوئے۔ اور فرمایا فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ الآیہ اسمین یہ بیان فرمایا کہ ہمنے سب کو ہلاک کردیا مگر تھوڑے سے لوگون کو جو فساد سے منع کرتے تھے۔ اور فرمایا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ تو والدین اور اقارب کے حق میں امر معروف یہی ہے۔ اور فرمایا لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ

مِن نَّجوَاهُم اِلَّا مَن اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَو مَعرُوفٍ اَو اِصلَاحٍ بَينَ النَّاسِ وَمَن يَّفعَل ذٰلِكَ ابتِغَاءَ مَرضَاتِ اللّٰهِ فَسَوفَ نُؤتِيهِ اَجرًا عَظِيمًا اور فرمایا وَاِن طَائِفَتَانِ مِنَ المُؤمِنِينَ اقتَتَلُوا فَاَصلِحُوا بَينَهُمَا الاٰیۃ اور اصلاح اسی کا نام ہی کہ سرکشی سے منع کرے اور طاعت پر مستعد بنالاوے اور اگر وہ نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے اُسکے ساتھ لڑنے کا حکم فرمایا چنانچہ ارشاد ہی فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبغِي حَتّٰى تَفِيءَ اِلٰى اَمرِ اللّٰهِ اور اسی کا نام نہی منکر ہی اور احادیث اس باب میں یہ ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے ایک خطبہ پڑھا اُسمین یہ ارشاد فرمایا کہ لوگو تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اسکی تفسیر خلاف اُسکی مراد کے کرتے ہو یٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا عَلَيكُم اَنفُسَكُم لَا يَضُرُّكُم مَن ضَلَّ اِذَا اهتَدَيتُم اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنا ہی کہ فرماتے تھے مَا مِن قَومٍ عَمِلُوا بِالمَعَاصِي وَفِيهِم مَن يَّقدِرُ اَن يُّنكِرَ عَلَيهِم فَلَم يَفعَل اِلَّا يُوشِكُ اَن يَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّن عِندِهٖ - اور ابو ثعلبہ خشنی رضہ سے مروی ہی کہ انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر لَا يَضُرُّكُم مَن ضَلَّ اِذَا اهتَدَيتُم کی پوچھی فرمایا مُر بِالمَعرُوفِ وَانهَ عَنِ المُنكَرِ فَاِذَا رَاَيتَ شُحًّا مُّطَاعًا وَهَوًى مُّتَّبَعًا وَدُنيَا مُؤثَرَةً وَاِعجَابَ كُلِّ ذِي رَاْيٍ بِرَاْيِهٖ فَعَلَيكَ بِنَفسِكَ وَدَع عَنكَ العَوَامَّ اِنَّ مِن وَّرَائِكُم فِتَنًا كَقِطَعِ اللَّيلِ المُظلِمِ لِلمُتَمَسِّكِ فِيهَا بِمِثلِ الَّذِي اَنتُم عَلَيهِ اَجرُ خَمسِينَ مِنكُم قِيلَ بَل مِنهُم يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ لَا بَل مِنكُم لِاَنَّكُم تَجِدُونَ عَلَى الخَيرِ اَعوَانًا وَلَا يَجِدُونَ عَلَيهِ اَعوَانًا - اور حضرت ابن مسعود رضہ سے اس آیت کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا کہ اُسکا وقت یہ زمانہ نہین کیونکہ اس زمانہ مین تو نصیحت کو مانتے ہین بلکہ عنقریب ایسا وقت آویگا کہ تم امر معروف کروگے تو تمسے ایسا ایسا کیا جائیگا (یعنی لوگ ایذا دینگے) اور تم کچھ کہوگے تو کوئی تمھاری بات نہ مانیگا اُسوقت تمکو اس آیت کے بموجب ناچاہیے عَلَيكُم اَنفُسَكُم لَا يَضُرُّكُم مَن ضَلَّ اِذَا اهتَدَيتُم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین البتہ اچھی بات کا امر کرو اور بری بات سے منع کرو ورنہ خداے تعالیٰ تمپر تمھارے شریرون کو مسلط کردیگا پھر تمھارے بہتر آدمی دعا مانگینگے تو اُنکی دعا مقبول نہوگی اسکے یہ معنی ہین کہ اچھے لوگون کی ہیبت برون کی نظرون سے ساقط ہوجائیگی کہ اُنسے خوف نہ کرینگے - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ تم امر بالمعروف کرو اور منکر سے منع کرو پیشتر اس سے کہ تم دعا مانگو اور تمھاری دعا مقبول نہو - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اعمال خیر جہاد فی سبیل اللہ کے سامنے ایسے ہین جیسے پھوک دریاے عمیق کے سامنے - اور سب اعمال خیر اور جہاد فی سبیل اللہ ملکر امر معروف اور نہی منکر کے سامنے ایسے ہین جیسے پھوک دریاے عمیق کے سامنے - اور فرمایا کہ اللہ تعالے بندہ سے سوال کریگا کہ

کس چیز نے تجھکو باز رکھا کہ جب تو نے بُری بات دیکھی تو منع نہ کیا اسوقت اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جواب سکھلاویگا تو عرض کریگا کہ الٰہی مین نے تجھپر بھروسا کیا اور لوگون سے ڈر گیا - اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا ایّاکم والجلوس علی الطرقات قالوا ما لنا بدّ انما ھی مجالسنا نتحدث فیھا قال فاذا ابیتم الا ذلک فاعطوا الطریق حقھا قالوا وما حق الطریق قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف والنھی عن المنکر - اور فرمایا کہ کلام ابن آدم کا سب اسکو مضر ہوتا ہے مفید نہین ہوتا بجز امر معروف یا نہی منکر یا ذکر خدائے تعالیٰ کے اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ خواص کو عذاب نہین کرتا عوام کے گناہون کے باعث یہانتک کہ کوئی بُرائی ہم نہین دیکھے اور وہ باوجودیکہ اسکے روکنے پر قادر ہون مگر نہ روکین تب البتہ انکو عذاب کرتا ہے - اور ابوامامہ باہلی رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہوگا جب تمھاری عورتین سرکش ہو جائینگی اور جوان بدکار ہو جائینگے اور تم جہاد چھوڑ دوگے لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات ضرور ہوگی آپنے فرمایا کہ ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی لوگون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تمھاری کیفیت کیا ہوگی جب تم اچھی بات کا حکم نہ کروگے اور بُری بات سے منع نہ کروگے لوگون نے عرض کیا کہ کیا یہ ہونا ہے آپ نے فرمایا کہ ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر بات ہوگی اُنھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہے آپ نے فرمایا کہ تمھاری کیا کیفیت ہوگی جب تم اچھی بات کو بُری اور بُری کو اچھی دیکھوگے اُنھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیا یہ ہونے والا ہے آپ نے فرمایا ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر معاملہ ہوگا اُنھون نے عرض کیا کہ اس سے سخت تر کیا ہوگا آپ نے فرمایا کہ تمھارا کیا حال ہوگا جب تم بُری بات کا امر کروگے اور اچھی بات سے منع کروگے اُنھون نے عرض کیا کہ آیا یہ امر ہوگا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپنے فرمایا کہ ہان قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اور اس سے بھی سخت تر ہوگا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مین اپنی قسم کھاتا ہون کہ اُنپر ایسا فتنہ بھیجونگا کہ عقلمند اُسمین حیران رہ جائے - اور عکرمہ حضرت ابن عباس رض سے راوی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ظلم سے قتل کیا جائے اسکے پاس تو مت کھڑا ہو کہ جو شخص وہان موجود ہو اور اُسکی آفت کو نہ ٹالے اُسپر لعنت برستی ہے اور جو شخص ظلم سے پیٹا جائے اُسکے پاس مت کھڑا ہو کہ جو کوئی اُسکے پاس رہے اور اُسپر سے ظلم دفع نہ کرے تو اُسپر لعنت برستی ہے حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مقام مین حاضر ہو

ح [illegible]

ح ابو یعلی [illegible] عن ابن عمرو اور اسمین ایک راوی کا نام نہین لیا ۱۲

ح ابن ابی الدنیا بروایت ابی ہریرہ تین اول کے جملے ذکر کیے ہین بدون پچھلے دو جملون کے اور اسکی سند ضعیف ہے اور دوسرا جملہ چوتھا ابن ابی الدنیا نے بسند ضعیف نقل کیا ہے ۱۲

ح طب بیہقی در شعب بسند حسن ۱۲ ح بیہقی در شعب بسند مثل حدیث سابق ۱۲

تو اُسکو چاہیے کہ بدون حق بات کہے باز رہے اسلیے کہ اجل سے پیشتر تو مرنے کا نہین اور جو رزق اُسکی تقدیر مین ہی اُس سے ہرگز محروم نہوگا (یعنے پھر کس خوف سے امر حق زبان پر نہ لاوے) اور یہ حدیث اِس بات پر دلالت کرتی ہی کہ ظالمون اور فاسقون کے گھرون مین جانا درست نہین اور نہ اُن جگہون مین جہان بُری بات دیکھنی پڑے اور اُسکے بدلنے اور دور کرنے پر قادر نہو کیونکہ حدیث مین موقوف فرمایا ہی کہ حاضر شخص پر لعنت برستی ہی تو جو حاضر ہوگا وہ مستحق لعنت ہوگا اور آدمی کو بدون حاجت بُری بات کا مشاہدہ جائز نہین اس عذر سے کہ ہم تو عاجز ہین ہمارے منع کرنے سے کون مانتا ہی اور یہین وجہ اکابر سلف مین سے کچھ لوگون نے عزلت اختیار کی کیونکہ اُنھون نے دیکھا کہ بازارون اور عیدون اور مجمعون مین سب مین بُری باتین ہوتی ہین اور خود اُنکے دور کرنے سے عاجز ہین اور یہ امر چاہتا ہی کہ خلق سے ہجرت کرنی لازم ہی اور اسی لیے حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ سیّاحون نے جو اپنے مکانات اور اولاد سے مفارقت کی اُسکی وجہ یہی ہوئی کہ اُنپر وہی بلا اتری جو ہم بھگتتے ہین یعنے شر کو ظاہر پایا اور خیر مٹ گئی اور دیکھا کہ نصیحت گر کی بات کوئی نہین مانتا اور فتنے برپا ہین اور یہ خوف کیا کہ کہین ہمکو پیش نہ آئیں اور کہین ایسا نہو کہ عذاب اُن لوگون پر نازل ہو اور اُنکے ساتھ مین ہم بھی اُس سے محفوظ نہ رہین اور خیال کیا کہ درندون کے ساتھ رہنا اور سبزہ کھانا اُن لوگون کے پاس رہنے اور آسایش کے ساتھ بسر کرنے سے بہتر ہی پھر آپ نے یہ آیت پڑھی فَفِرُّوا اِلَی اللّٰہِ اِنِّیْ لَکُمْ مِنْہُ نَذِیْرٌ مُبِیْنٌ اور فرمایا کہ کچھ لوگون نے فرار اختیار کیا اور اگر اللہ تعالیٰ نے نبوت مین کوئی راز نہ رکھا ہوتا تو ہم یہ کہتے کہ نبی اُن لوگون سے افضل نہین ہین اسلیے کہ ہمکو خبر پہونچی ہی کہ فرشتے علیہم السلام اُن لوگون سے ملاقات اور مصافحہ کرتے ہین اور ابر اور درندے اُنکے پاس ہو کر نکلتے ہین اگر کوئی اُنمین سے اُنکو پکارتا ہی تو جواب دیتے ہین اور اگر ابر و درندون سے پوچھتے ہین کہ تمکو کس جگہ کا حکم ہوا ہی تو اُنکو بتا دیتے ہین حالانکہ وہ نبی نہین ہین - اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو شخص کسی معصیت مین حاضر ہوا اور اُسکو بُرا جانا تو وہ ایسا ہی گویا اُسمین نہ تھا اور جو شخص معصیت مین غیر ریکیا نہو مگر اُسکو اچھا جانے تو وہ ایسا ہی گویا اُسمین حاضر ہی اور معنے حدیث کے یہ ہین کہ کسی ضرورت سے معصیت کی جگہ مین حاضر ہو یا اتفاقاً معصیت اُسکے سامنے ہونے لگے ورنہ قصداً معصیت کی جگہ مین حاضر ہونا ممنوع ہی پہلی حدیث کی دلیل سے - اور حضرت ابن مسعود رضہ راوی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھیجا ہی اُسکے حواری بھی ہوئے ہین پھر جسقدر خدا تعالیٰ کو منظور ہوگا

اُس مدت تک نبی اپنی قوم مین رہ کر اللہ تعالی کی کتاب اور حکم کے بموجب عمل کرتا رہیگا یہان تک کہ جب اللہ تعالی اپنے نبی کو اُٹھا لیگا تو حواری اللہ تعالی کی کتاب اور حکم کے بموجب اور اپنے نبی کے طریق کے موافق عمل کرتے رہینگے اور جب وہ بھی مل بسینگے تو اُنکے بعد ایک قوم ایسی ہوگی کہ منبرون پر چڑھ کر وہ باتین کہینگے جنکو جانتے ہین اور کام وہ کرینگے جنکو نہین جانتے تو جب تم ایسا دیکھو تو ہر ایماندار کو اپنے ہاتھ سے اُنپر جہاد کرنا واجب ہے اور اگر ہاتھ سے نہ ہو سکے تو زبان سے جہاد کرے اور اگر زبان سے بھی نہو سکے تو دل سے جہاد کرے اور اسکے بعد اسلام نہین - اور حضرت ابن مسعود رضہ نے فرمایا ہے کہ ایک گانون کے لوگ مرتکب معاصی تھے اور اُنمین چار شخص اُنکے اعمال کو بُرا جانتے تھے انمین سے ایک مستعد ہوا اور لوگون سے کہا کہ تم ایسی ایسی حرکتین کرتے ہو انسے باز آؤ غرض کہ اُنکو منع کرنا اور اُنکے افعال کی بُرائی کرنی شروع کی وہ لوگ اسکے اقوال کو رد کرتے رہے اور اپنے افعال سے باز نہ آئے اسنے اُنکو بُرا کہا اُنھون نے اسکو بُرا کہا آخر کو اُسنے اُنسے قتال کیا وہ لوگ اُسپر غالب رہے پھر یہ اُنسے علیحدہ ہوگیا اور جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی مین نے انکو منع کیا تو میری اطاعت نہ کی اور مین نے انکو بُرا کہا تو انھون نے مجکو بُرا کہا اور مین نے جنگ کی تو یہ غالب رہے یہ کہکر چلا گیا پھر [illegible] اُنکے منع کرنے کو مستعد ہوا اُسکی اطاعت بھی نہ کی اور اُسنے اُنکو سخت کہا تو اُنھون نے بھی اُسکو [illegible] کہا وہ بھی یہ کہکر علیحدہ ہوگیا کہ الٰہی مین نے انکو منع کیا میرا کہنا نہ مانا اور مین نے اُنکو بُرا کہا تو انھون نے مجکو بُرا کہا اور اگر مین انسے لڑتا تو یہی غالب رہتے پھر وہ بھی چلا گیا تیسرا اُٹھا اور اُسنے اُنکو منع کیا اُنھون نے نہ مانا وہ اُنسے علیحدہ ہوا اور کہا کہ الٰہی مین نے اُنکو منع کیا اُنھون نے نہ مانا اور اگر مین اُنکو گالی دیتا تو وہ مجکو دیتے اور اگر مین لڑتا تو وہ جیت جاتے پھر وہ بھی چلا گیا اور چوتھا قائم ہوا اُسنے یون عرض کیا کہ الٰہی مین اگر انکو منع کرتا تو میرا کہنا نہ مانتے اور اگر بُرا کہتا تو مجکو بُرا کہتے اور اگر لڑائی کرتا تو غالب رہتے یہ کہکر وہ بھی چلا گیا حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ چوتھا شخص اُن چارون مین سے رتبہ مین کمتر تھا مگر تم مین اُسکی مثل بھی کم ہی ہین - اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ کسی نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا گانون تباہ ہو جاتا ہے حالانکہ اُسمین نیک آدمی بھی ہون آپ نے فرمایا ہان سائل نے عرض کیا کہ اسکی وجہ کیا ہے آپنے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ نیک بندون نے سستی کی اور اللہ تعالی کی معصیتون پر سکوت اختیار کیا - اور جابر بن عبد اللہ رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے کسی فرشتے کو حکم بھیجا کہ فلان شہر کو اُسکے باشندون پر اُلٹا کردو اُس فرشتے نے عرض کیا

کہ یارب اُس بستی مین تیرا فلان بندہ ہی جسنے تیری نافرمانی ایک لحہ کو نہین کی حکم ہوا کہ اُسپر اور تمام بستی والون پر طبقہ اُلٹ دے کہ اُس شخص کا چہرہ ایک ساعت کو بھی بستی والون کی معصیت پر نہین تمتمایا۔ اور حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بستی کے لوگون کو عذاب دیا گیا جسمین اٹھارہ ہزار وہ لوگ تھے کہ اُنکے عمل انبیا علیہم السلام کے سے عمل تھے لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیسے ہوا آپ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالی کے واسطے خفا نہین ہوتے تھے اور اچھی بات کا امر اور بری بات سے نہی نہ کرتے تھے۔ اور عروہ اپنے باپ سے راوی ہین کہ حضرت موسے علیہ السلام نے خدائے تعالی کی جناب مین عرض کیا کہ یارب تیرے بندون مین سے تیرے نزدیک کونسا محبوب تر ہی فرمایا کہ جو کوئی میری خواہش پر ایسا جھپٹے جیسا گدھ اپنی خواہش پر جھپٹتا ہی اور جو میرے نیک بندون پر ایسا عاشق ہو جیسے بچہ شیر خوار پستان پر ہوتا ہی اور جسوقت کوئی میری حرام کی ہوئی چیزون مین داخل ہو تو وہ ایسا غصہ کرے جیسا چیتا اپنے انتقام کے لیے غضب کرتا ہی کہ جب وہ اپنے نفس کے واسطے غصہ ہوتا ہی تو یہ پروا نہین کرتا کہ آدمی کم ہین یا زیادہ۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہی کہ خوف کی شدت مین امر معروف اور نہی منکر کا بڑا ثواب ہی۔ اور حضرت ابوذر غفاری رضہ فرماتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ سوا مشرکون کے قتال کے کوئی اور بھی جہاد ہی آپ نے فرمایا کہ ہان ای ابوبکر رضہ بہت سے ہین اللہ تعالی کے جہاد کرنے والے شہیدون سے افضل ہین زندہ ہین اور رزق دیے جاتے ہین زمین پر چلتے ہین اللہ تعالی اُنسے فرشتون پر فخر کرتا ہی اور اُنکے لیے جنت ایسی آراستہ ہوتی ہی جیسے ام سلمہ رضہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آراستہ ہوئی حضرت صدیق اکبر رضہ نے عرض کیا کہ وہ کون ہین یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ وہ امر معروف اور نہی منکر کرنے والے اور فی اللہ محبت اور فی اللہ بغض رکھنے والے ہین پھر فرمایا کہ قسم ہی اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ بندہ اُنمین سے شہدا کے غرفون کے اوپر کے غرفہ مین رہیگا ہر غرفہ مین تین لاکھ دروازے ہونگے کہ بعض اُنمین سے یاقوت اور سبز زمرد کے ہونگے اور ہر دروازہ پر نور ہوگا اور اُنمین سے ایک آدمی کا نکاح تین لاکھ حورون نیچی نگاہ بڑی آنکھون والی کے ساتھ ہوگا جب وہ اُنمین سے کسی کی طرف التفات کریگا اور دیکھیگا تو وہ کہیگی کہ تجھکو یاد بھی ہی فلان روز تونے امر معروف اور نہی منکر کیا تھا اور جب اُنمین سے کسی کی طرف توجہ کریگا تو وہ اُسکے سامنے اُن مقامون کا ذکر کریگی جنمین اُسنے کسی اچھی بات کا امر کیا یا کسی بری بات سے منع کیا۔ اور حضرت ابوعبیدہ جراح رضہ فرماتے ہین کہ مین نے

ح ا اسکی سند عراقی نے مجکو نہین ملی مگر ابن ابی الدنیا اور ابن حبان نے نقل کیا کہ ابراہیم بن عمرو صنعانی سے کہ اللہ تعالی نے یوشع بن نون کو وحی بھیجی کہ مین تیری قوم سے چالیس ہزار اچھا اور ساٹھ ہزار برا ہلاک کرونگا

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہدا مین سے خدائے تعالی کے نزدیک بزرگتر کونسا ہی آپ نے فرمایا کہ وہ شخص ہی کہ ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اُسکو اچھی بات کا امر کیا اور بُری بات سے منع کیا اور اسی وجہ سے اُسنے اُسکو مار ڈالا اور اگر ظالم نے اُسکو قتل نہ کیا تو قلم اُسپر اسکے بعد نہ چلیگا گو وہ کتنا ہی زندہ رہے (یعنے اسکا ثواب اتنا ہی کہ امر معروف اور نہی منکر اگر حاکم کو کریگا تو اگر مارا گیا تو شہید ہوا اور نہ گناہ نامۂ اعمال مین عمر بھر نہ لکھے جائینگے) اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے شہیدون مین سے افضل وہ شخص ہی کہ ظالم امام کے سامنے کھڑا ہو کر اُسکو اچھی بات کا حکم کرے اور بُری بات سے منع کرے اور وہ ظالم اسی وجہ اسکو مار ڈالے تو اس شہید کا رتبہ جنت مین حمزہ اور جعفر رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوگا۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ مین نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ بُری قوم وہ لوگ ہین جو انصاف کا حکم نہین کرتے اور بُری قوم وہ ہی جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہین کرتی۔ اور آثار اس باب مین یہ ہین کہ حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ تم امر معروف اور نہی منکر کرو ورنہ خدا تعالے تم پر کوئی بادشاہ ظالم مسلط کر دیگا کہ وہ نہ تمھارے بڑے کی توقیر کریگا اور نہ چھوٹے پر رحم کھائیگا اور تمھارے نیک بندے اُسکو بد دعا دینگے تو اُنکی دعا مقبول نہوگی اور تم مدد مانگوگے تو مدد نہ ملیگی اور استغفار کروگے تو تمھاری مغفرت نہوگی اور حضرت حذیفہ رض سے کسی نے پوچھا کہ زندون مین مردہ کون شخص ہی آپ نے فرمایا کہ جو بُری بات کو اپنے ہاتھ سے نہ بگاڑے اور نہ زبان سے اور دل سے بُرا کہے۔ اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل کے علما مین سے ایک عالم تھا کہ اُسکے مکان پر مرد و عورت جمع ہوا کرتے اور وہ اُنکو اللہ تعالی کے واقعات و انتقامات جو اہل دنیا مین گذرتے رہتے ہین سنایا کرتا ایک دن اسنے کسی لڑکے کو دیکھا کہ کسی عورت پر چشمک مارتا ہی تو اُسکو کہا کہ بس بیٹا بس کر رہا ہی کہتا ہی کہ وہ عالم تو تخت پر سے گر گیا اور اُسکی گردن کا مہرہ ٹوٹ گیا اور اُسکی عورت کو اسقاط ہو گیا اور اُسکے بیٹے لشکر مین مارے گئے اللہ تعالی نے اُسوقت کے نبی کو وحی بھیجی کہ فلان عالم سے کہدو کہ مین تیری پشت سے صدیق کبھی نہ پیدا کرونگا کہ تیرا غصہ میری خاطر نہ تھا صرف اتنا ہی کہا کہ بس بیٹا بس اور حضرت حذیفہ رض نے فرمایا کہ لوگون پر ایک ایسا وقت آویگا کہ اگر ان مین مردہ گدھا ہوان تو مجکو وہ لوگ اس ایماندار سے محبوب تر جانین جو اُنکو امر معروف اور نہی منکر کرے۔ اور اللہ تعالے نے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مین تیری قوم سے چالیس ہزار اچھے اور ساٹھ ہزار برے ہلاک کرونگا انھون نے عرض کیا کہ الٰہی بد لوگ تو بُرے ہین مگر اچھون کا کیا قصور ہی ارشاد ہوا کہ انھون نے

ع [illegible]

امام کے سامنے کھڑا ہو کر امر اور نہی اُسکو کرے اور وہ اُسکو مار ڈالے ۱۲
ع اس حدیث کو ابن حبان نے غیر موصول جابر نقل کیا ہی اور بروایت عمر فاروق ابو منصور دیلمی نے اشارۃ بیان کیا اس طرح مسند البزار عن عمر ۱۲

سیر سے غصہ کے لیے غصہ نہ کیا اور بد ون کے ساتھ کھانے پینے مین شریک رہے۔ اور بلال بن سعد نے کہا ہی کہ معصیت جب پوشیدہ کیجاتی ہی تو سوا معصیت کرنے والے کے اور کسیکو ضرر نہین کرتی اور جب اعلان کے ساتھ کیجاتی ہی اور اُسکو کوئی منع نہین کرتا تو عوام کو ضرر کرتی ہی۔ اور حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے فرمایا کہ تمھاری قوم مین تمھاری منزلت کیسی ہی اُنھون نے کہا کہ اچھی ہی فرمایا کہ توریت تو اسکے خلاف کہتی ہی پوچھا کہ کیا کہتی ہی فرمایا کہ یون کہتی ہی کہ آدمی جب امر معروف اور نہی منکر کرتا ہی تو اُسکی قوم کے نزدیک اُسکی منزلت بری ہو جاتی ہی ابو مسلم نے کہا کہ توریت سچ کہتی ہی اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہی۔ اور حضرت ابن عمر رض عاملون کے پاس جایا کرتے پھر آپ علیحدہ رہے کسی نے عرض کیا کہ اگر آپ اُنکے پاس تشریف لیجائینگے تو شائید اُنکے دل مین عجب رہیگا آپ نے فرمایا کہ مجکو یہ خوف ہی کہ اگر مین کچھ بولون تو وہ یہ جانینگے کہ حال کچھ ہی اور قال کچھ اور اگر خاموش رہون تو یہ ڈر ہی کہ گنہگار نہون تو اسکا مصداق بن رہا ہون گو یہ مشکل گرنگیم مشکل اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص امر بالمعروف سے عاجز ہو اُسپر لازم ہی کہ اُس جگہ سے دور رہے اور ایسی جگہ چھپا جائے کہ معصیت اُسکے سامنے نہو۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رض فرماتے ہین کہ اول جس جہاد پر تمکو دبایا جاتا ہی وہ ہاتھون کا جہاد ہی پھر زبانون کا پھر دلون کا جب دل اچھی بات کو نہین پہچانتا اور بری کا انکار نہین کرتا تو اوندھا کر دیا جاتا ہی کہ اوپر کی طرف نیچے ہو جاوے۔ اور سہل بن عبداللہ رح فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کے سوا دوسرے پر قادر نہین اور امر و نہی اپنی ذات کے متعلق بجالاتا ہی اور دوسرے سے جو برائی ہو اُسکو دل سے برا جانتا ہی تو جسقدر امر معروف اور نہی منکر اُسکو چاہیے اُسقدر بجالاتا ہی۔ اور فضیل رح سے کسی نے کہا کہ تم امر معروف اور نہی منکر کیون نہین کرتے فرمایا کہ کچھ لوگون نے امر و نہی کی اور کافر ہو گئے اور اُسکی وجہ یہ کہ اسکے عوض اُنکو تکلیف دی گئی تو اُسپر صبر نہ کیا۔ اور حضرت ثوری رح سے کسی نے کہا کہ آپ امر معروف اور نہی منکر کیون نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ جب سمندر ٹوٹ نکلے تو اُسکو بند کون لگا سکتا ہی۔ ان دلیلون سے ظاہر ہوا کہ امر معروف اور نہی منکر واجب ہی اور اگر قدرت اُسکی بجاآوری کی ہو تو اُسکا فرض ساقط نہوگا بجز اسکے کہ کوئی اُسکی بجاآوری پر قائم ہو اب ہم اُسکے شروط اور اُسکے واجب ہونے کی شرطین ذکر کرتے ہین

دوسری فصل امر معروف اور نہی منکر کے ارکان اور شروط کے ذکر مین۔ جاننا چاہیے کہ امر معروف اور نہی منکر دونون کو ملا کر حسبت کہتے ہین اور حسبت کے ارکان چار ہین اول محتسب دوسرے محتسب علیہ

یعنے مجرم تیسرے محتسب فیہ یعنی معصیت چوتھے خود احتساب اور ان چارون مین سے ہر ایک کیلیے جدا جدا
شرطین ہین رکن اول محتسب ہی اسکی شرطین یہ ہین کہ عاقل بالغ مسلمان قدرت رکھنے والا ہو
ان شرطون سے مجنون اور لڑکا اور کافر اور عاجز نکل گیا اور رعایا مین سے ہر کوئی داخل ہوگا گو اسکو
بادشاہ کی طرف سے اذن نہوا اور فاسق اور غلام اور عورت بھی اس تعریف مین داخل رہی اب ہم ان شرطون کی
وجہ بیان کرتے ہین اور جن قیدون کو ہمنے چھوڑ دیا اُنکے چھوڑنے کا باعث لکھینگے۔ شرط اول
تکلیف یعنی عاقل و بالغ ہونا اسکی وجہ تو ظاہر ہی کہ غیر مکلف پر کوئی حکم لازم نہین اور ہمنے جو شرط
لکھی ہین اُنسے مراد شرط وجوب ہی نہ شرط جواز کیونکہ احتساب کا امکان اور جواز صرف عقل کا ہی
مقتضی ہی اُسکو بلوغ بھی نہین چاہیے مثلاً کہ لڑکا تمیز دار قریب بہ بلوغ ہر چند مکلف نہین مگر
اُسکو جائز ہی کہ بری بات کا انکار کرے اور شراب کو بہادے اور کھیل کی چیزین توڑ ڈالے اور جب
وہ یہ افعال کریگا تو ثواب پائیگا اور کسی کو جائز نہین کہ اُسکو ان افعال سے روکے کیونکہ اگر
کہ یہ تو مکلف نہین اسلیے کہ یہ افعال ثواب کے ہین اور ایسا لڑکا ثواب کا اہل ہی مثلاً نماز اور اسکی
امامت اور دوسرے ثواب کے کامون کا اہل ہی اور احتساب کا حکم ولایتون کا سا نہین کہ اسمین
جواز کے لیے بھی تکلیف شرط ہو اور اسی وجہ سے ہمنے اسکو غلام اور رعیت کے کسی فرد کیلیے ثابت کیا ہی ہان
فعل سے منع کرتے ہین اور بری بات کے بگاڑنے مین ایک طرح کی ولایت اور حکومت معلوم ہوتی ہی مگر یہ
حکومت صرف ایمان سے حاصل ہوتی ہی جیسے مشرک کا مارنا اور اُسکے اسباب کا باطل کرنا اور ہتھیار کا
چھین لینا کہ لڑکے کو بھی جائز ہی بشرطیکہ اُس سے خود اُس لڑکے کو ضرر نہو تو جب کفر سے منع کرنا
درست ہوا تو فسق سے روکنا بھی ایسا ہی سمجھنا چاہیے۔ دوسری شرط ایمان کی قید کی وجہ بھی
صاف ظاہر ہی اسلیے کہ احتساب دین کی نصرت کا نام ہی تو اسکا اہل وہ شخص کیسے ہو سکتا ہی جو اہل دین کا
منکر اور دشمن ہو تیسری شرط عادل ہونا اسکو بعض لوگون نے شرط کیا ہی اور کہا ہی کہ فاسق کو
احتساب درست نہین اور اپنی دلیل اس باب مین ایک تو یہ کہتے ہین کہ قرآن مجید مین اُن لوگون پر
جو کہتے ہین اور قول کے بموجب خود نہین کرتے وعید وارد ہی چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی أَتَأْمُرُونَ
النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ اور فرمایا كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ
دوسرے یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی کہ فرمایا کہ معراج کی شب کو میرا گذر ایسے لوگون پر
ہوا جنکے لب آگ کی مقراضون سے کاٹے جاتے تھے مین نے اُنسے پوچھا کہ تم کون ہو انھون نے کہا
کہ ہم امر خیر کا حکم کرتے تھے اور خود اُسکو نہین کرتے تھے اور بری بات سے منع کیا کرتے تھے اور خود اُسکے

مرتکب ہوتے تھے تیسرے یہ کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسٰے علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ تم اپنے نفس کو نصیحت کرو جب وہ نصیحت مان جائے تب لوگون کو نصیحت کرو ورنہ مجھسے حیا کرو جو تھی دلیل بطور قیاس بیان کرتے ہیں اس طرح کہ دوسرے کا ہدایت کرنا اور راہ بتانا اسپر متفرع ہے کہ خود راہ پر ہو اسی طرح غیر کا سیدھا کرنا اپنے سیدھا ہونے کی فرع ہے اور درست کرنا زکوۃ ہے نصاب درستی کی تو جو شخص خود درست اور اچھا نہوگا وہ دوسرے کو کیسے درست کریگا یہ تو مثل مشہور ہے ع سایہ کہ راست بود چوب چو باشد ناراست اور یہ جتنی دلیلین انھون نے لکھی ہین سب خیالات ہین حق یہی ہے کہ فاسق کو احتساب جائز ہے اور اسکی برہان یہ ہے کہ ہم یہ کہین کہ احتساب مین کیا یہ شرط ہے کہ محتسب سب گناہون سے معصوم ہو اگر یہ شرط ہے تو [illegible] باکل بند کرنا ہے کیونکہ معصوم تو صحابہ بھی نہ تھے [illegible] انبیاء علیہم السلام کی عصمت مین اختلاف ہے اور قرآن مجید سے منسوب ہونا حضرت آدم علیہ السلام اور بعض دوسرے انبیا کا معصیت کی طرف پایا جاتا ہے اور اسی [illegible] کہ اگر امر معروف اور نہی منکر وہی کیا کرے جسمین کوئی گناہ نہو تو کوئی بھی [illegible] اور اگر یہ کہین کہ معصوم ہونا صغیرہ گناہون سے [illegible] جائز ہے کہ [illegible] اختیاری سے منع کرے [illegible] منع کرنے کا احتساب اسپر کرے [illegible] مین ہمیشہ نیک اور [illegible] آدمی [illegible] دنیا سے [illegible] زمانۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مبارک [illegible] اور اگر یہ کہین کہ شرابخوار کو جہاد کفار کی [illegible] احتساب [illegible] والا کہیگا کہ اسکو یہ بھی جائز ہے کہ قتل سے منع کرے اگر کہین کہ جائز نہین تو ہم یہ کہینگے کہ پھر شراب خوار اور حریر پوش مین فرق بتانا چاہیے کہ حریر پوش کو جائز [illegible] شراب سے منع کرے حالانکہ قتل شراب خواری کی نسبت کرتا ہے برا ہے جیسے شرابخواری حریر پوشی کی نسبت [illegible] کسی طرح کا فرق نہین معلوم ہوتا اور اگر کہین کہ قتل سے منع کرنا جائز ہے اور اسکی [illegible] بیان کرین کہ جو شخص ایک گناہ کا مرتکب ہے تو وہ اسی جیسے گناہ اور اس سے کمتر سے منع نہین کرسکتا البتہ اس سے زیادہ گناہ کو منع کرسکتا ہے تو یہ دعوی بے دلیل اور زبردستی ہے کیونکہ جب [illegible] بعید نہین کہ شراب خوار زنا اور قتل سے منع کرے ویسا ہی یہ بھی بعید نہین کہ زانی شراب پینے سے منع کرے [illegible] بعید نہین کہ آدمی خود [illegible] اور اپنے غلامون اور خادمون کو

شراب خواری سے منع کرے اور یہ کہے کہ مجھپر نہی کو ماننا اور دوسرے کو نہی کرنا دو باتین واجب ہین تو یہ کہان سے لازم آیا کہ اگر مین نے ایک بات مین معصیت کی تو دوسری مین بھی خداے تعالی کا عاصی ہو جاؤن اور جس صورت مین کہ منع کرنا مجھپر واجب ہی تو اسکا وجوب میرے ارتکاب کی جہت سے کیسے ساقط ہو جائیگا اور واقع مین بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہی کہ یون کہین کہ منع کرنا شراب خواری سے اُسپر اُسوقت تک واجب ہی کہ خود شراب نہ پیوے اور اگر پی لیگا تو اُسپر سے منع کرنا ساقط ہو جائیگا اب اگر کوئی یہ کہے کہ تمھاری تقریر سے یہ لازم آتا ہی کہ کوئی شخص یون کہے کہ مجھپر وضو اور نماز دونون واجب ہین مگر مین وضو کرتا ہون گو نماز نہ پڑھون اور سحر کھاتا ہون اگرچہ روزہ نہ رکھون مستحب تو میرے لیے دونون ہین پس اُسکا جواب یہی دوگے کہ ان دونون مین سے ایک چیز دوسرے پر مرتب ہی تو ہم بھی یہی کہتے ہین کہ غیر کا سیدھا کرنا اپنی راستی پر مرتب ہی اسی لیے اول اپنے نفس کی درستی چاہیے پھر دوسرے کی بموجب مثل اول خویش بعدہ درویش تو اسکا جواب یہ ہی کہ سحر کھانا روزہ کے لیے ہوتا ہی اگر روزہ نہوتا تو سحر کھانا مستحب نہوتا اور جو چیز کہ غیر کے لیے مطلوب ہوتی ہی وہ اُس غیر سے جدا نہین ہوا کرتی اور صورت متنازعہ فیہ مین غیر کی اصلاح اپنے نفس کی اصلاح کے لیے مقصود نہین ہوتی نہ اپنے نفس کی اصلاح غیر کی اصلاح کے لیے تو تم جو ایک کو دوسرے پر مترتب کہتے ہو زبردستی ہی اسکی کوئی دلیل نہین اور وضو اور نماز کے اعتراض سے اتنا ہی لازم آتا ہی کہ جو شخص وضو کرے اور نماز نہ پڑھے وہ وضو کے امر کو بجا لائیگا اور اُسکا عذاب اُس شخص کی نسبت کم ہوگا جو وضو اور نماز دونون کا تارک ہوگا ایسا ہی جو شخص منع کرنا اور خود باز رہنا دونون باتین چھوڑ دیگا اُسکو عذاب زیادہ ہوگا بہ نسبت اُسکے جو دوسرے کو منع کرے اور خود نہی پر کاربند نہو کیونکہ وضو شرط ہی بذات خود تو مقصود نہین بلکہ نماز کے لیے مقصود ہی تو بدون نماز کے اُسکا کچھ اعتبار نہین اور امر و نہی پر کاربند ہونے مین احتساب شرط نہین تو ان دونون صورتون مین کچھ مشابہت نہین اب اگر یون کہا جاے کہ اسپر یہ لازم آتا ہی کہ کوئی یون کہے جب ایک مرد کسی عورت سے زبردستی زنا کرے اور وہ عورت اپنا منھ چھپائے ہو پھر اپنے آپ منھ کھولدے اور مرد عین حالت زنا مین احتساب کرے اور عورت سے کہے کہ تجھپر زنا مین تو زبردستی ہوئی مگر منھ کھولنے مین تو تو مختار تھی تو نے جو مجھ غیر محرم کے سامنے اپنے منھ کو کھولدیا بُرا کیا اپنا منھ ڈھانک تو یہ احتساب نہایت بُرا ہی کہ ہر عاقل اسکو بُرا جانتا ہی اور ہر طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ امر حق کبھی طبیعتون کو بُرا معلوم ہوا کرتا ہی اور باطل اچھا معلوم ہوتا ہی اسکا لحاظ ضروری نہین بلکہ لحاظ دلیل کا کیا جاتا ہی وہم و خیالات کی پیروی نہین کیجاتی اب ہم

یہ کہتے ہین کہ مرد کا عورت سے یہ کہنا کہ اپنا منہہ کھول واجب ہی یا حرام یا مباح اگر تم کہو کہ واجب ہی تب تو
غرض حاصل ہی اسلیے کہ منہہ کھولنا غیر محرم کے سامنے معصیت ہی اور اُس سے منع کرنا حق ہی
اور اگر کہو کہ مباح ہی تو مرد کو امر مباح کا کہنا درست ہی پھر جو تم کہتے ہو کہ فاسق کو احتساب درست
نہین اسکے کیا معنے ہونگے اور اگر کہو کہ حرام ہی تو ہم یہ کہینگے کہ احتساب تو واجب تھا حرام کیسے ہو گیا
اگر اُس شخص کے زنا کے مرتکب ہونے سے ہوا تو بڑے تعجب کی بات ہی کہ ایک حرام کرنے سے دوسرا
واجب حرام ہو جاوے باقی رہا طبیعتون کا نفرت کرنا اور اسکو بُرا جاننا تو اُسکی دو وجہین ہین اول تو
یہ کہ اس مرد نے زیادہ تر ضروری چیز کو ترک کر کے اُس سے کمتر ضروری کو اختیار کیا اور طبیعتین جیسے
اس بات کو بُرا جانتی ہین کہ کوئی شخص ضروری بات کو چھوڑ کر بیفائدہ امر اختیار کرے اسی طرح
اس سے بھی نفرت کرتی ہین کہ زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کمتر ضروری کو اختیار کرے مثلاً کوئی شخص مغصوب
کھانے سے تو احتراز کرے اور ہمیشہ زنا کرتا رہے تو ایسے شخص سے نفرت کیجاتی ہی یا کوئی غیبت سے
بچے اور جھوٹی گواہی دیا کرے تو ایسے سے بھی نفرت کرتے ہین اسلیے کہ جھوٹی گواہی دینی غیبت کی
نسبت زیادہ خراب اور سخت ہی غیبت مین تو آدمی وہی بات کہتا ہی جو دوسرے مین ہو یعنی سچ ہوتا ہی
بخلاف جھوٹی گواہی کے لیکن طبیعتون کا نفرت کرنا اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ ترک غیبت
واجب نہین اور نہ اُس سے یہ نکلتا ہی کہ اگر آدمی غیبت کرے یا لقمہ حرام کھالے تو اس سے اُسکو عذاب
زیادہ نہوگا اسی طرح آخرت مین آدمی کو اپنے گناہ سے ضرر زیادہ ہوگا بہ نسبت دوسرے کے گناہ کے
ضرر سے تو اپنے نفس کی فکر نہ کرنی اور دوسرے کے بچاؤ مین مشغول ہونا طبیعتون مین اس وجہ سے مکروہ ہی
کہ اکثر کو چھوڑ کر کمتر کو اختیار کرتا ہی مثلاً اگر کسی شخص کا گھوڑا اور لگام چھین جائے اور وہ گھوڑے کو چھوڑ کر
لگام کی طلب مین مشغول ہو تو طبیعتین اُس سے متنفر ہونگی اور اُسکو جانینگی کہ بُرا کرتا ہی حالانکہ اُسنے
کوئی بات سوا لگام کی طلب کے نہین کی اور وہ کچھ بُری بات نہین کی مگر چونکہ گھوڑے کی طلب کو چھوڑ کر
لگام کی طلب مین مصروف ہوا اسی جہت سے بُرا جانا گیا کہ اہم کو چھوڑا اور اُس سے کم پر توجہ کی اسی طرح فاسق
آدمی کا احتساب اسی وجہ سے بعید معلوم ہوتا ہی اور اس سے یہ نہین پایا جاتا کہ اُسکا احتساب اس جہت سے
بُرا ہی کہ امر معروف یا نہی منکر ہی دوسری وجہ فاسق کے احتساب کے بُرا معلوم ہونے کی یہ ہی کہ احتساب
کبھی تو وعظ سے ہوتا ہی اور کبھی قہر سے اور جو شخص خود اول نصیحت نہین مانتا اُسکا زبانی وعظ مفید
نہین ہوتا اور ہم کہتے ہین کہ جو شخص جانے کہ میرا قول احتساب مین مقبول نہوگا اس وجہ سے کہ لوگ مجکو
فاسق جانتے ہین تو اُسکو احتساب وعظ سے واجب نہین کیونکہ اُسکے وعظ مین کچھ فائدہ نہین اسلیے

کہ فسق اُسکے وعظ کا فائدہ ساقط کر دیتا ہے اور جب وعظ کا فائدہ ساقط ہوجاتا ہے تو وجوب وعظ بھی ساقط ہوجاتا ہے لیکن جس صورت مین کہ احتساب منع سے ہو تو اُس سے مراد قہر ہے اور قہر کامل یہ ہے کہ غلبہ فعل اور حجت دونون مین ہو تو جس صورت مین محتسب فاسق ہوگا تو اگر وہ فعل مین غالب بھی ہوگا تو حجت مین مغلوب ہوگا کیونکہ اُسپر یہ اعتراض متوجہ ہوگا کہ تم اس فعل کے مرتکب کیون ہوا اور اسی وجہ سے اگر وہ حجت مین دبا ہوا ہو کر فعل مین غالب ہوگا تو طبیعتین اُسکے فعل سے نفرت کرینگی مگر اس سے یہ نہوگا کہ وہ فعل حق نہ رہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو ظالم کے پنجہ سے چھوڑا دے اور اُسکا باپ جو مظلومون مین موجود ہے اُسکو نہ چھوڑا دے تو طبیعتین اُس سے نفرت کرتی ہین مگر یہ نہین کہ مسلمان کا پنجہ ظالم سے چھوڑانا حق نہو تو اس سے یہ نکلا کہ فاسق پر وعظ سے احتساب اُس شخص کا واجب نہین جسکو اُسکے فسق کا حال معلوم ہوا اسلیے کہ وہ ماننے کا نہین اور جبکہ اُسپر وعظ زبانی واجب نہین اور یہ جانے کہ میرے کہنے سے لوگ انکار سے پیش آئینگے اور گالیان سُنائینگے تو ہم کہتے ہین کہ اُسکو وعظ زبانی اس صورت مین جائز بھی نہین اب اس تقریر کا انجام یہ ہوا کہ فسق کے باعث احتساب کی ایک قسم یعنے وعظ زبانی باطل ہوگئی اُسکے لیے عدالت شرط ہے باقی رہی دوسری قسم یعنے احتساب قہری تو اُسمین عادل ہونا شرط نہین تو اس صورت مین اگر فاسق شراب گرا دے اور لہو کے آلات وغیرہ توڑ دے جب اُسکو ان امور پر قدرت ہو تو اُسپر کچھ وقت نہین اور یہ صورت نہایت انصاف کی اور صاف ہے اور آیتون سے جو اُن لوگون نے استدلال کیا ہے تو اُنمین اس بات کی برائی مذکور ہے کہ اُن لوگون نے اچھی بات کو ترک کیا اس جہت سے نہین کہ انھون نے امر کیا مگر اُنکے امر کرنے سے اُنکے علم کا زور پایا گیا اور عالم کا عذاب زیادہ سخت ہوتا ہے اس وجہ سے کہ باوجود قوت علمی کے اُسکو کوئی عذر نہین ہے اور اللہ تعالی کے اس ارشاد مین لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَاتَفْعَلُوْنَ جھوٹا وعدہ مراد ہے اور اس ارشاد مین وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ اس بات کو برا فرمایا کہ وہ لوگ اپنی جانون کو بھول گئے نہ اس وجہ سے برائی کی کہ انھون نے دوسرون کو اچھی بات کا امر کیا اور دوسرون کا حال اسلیے ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ وہ لوگ عالم تھے اور اُنپر حجت قوی ہوجائے۔ اور اللہ تعالی کا فرمانا حضرت عیسی علیہ السلام کو کہ اول تو اپنے نفس کو نصیحت کر الخ تو وہ حال احتساب زبانی کا ہے اور اسکو ہم بھی تسلیم کرتے ہین کہ فاسق کا وعظ زبانی غیر مفید ہے اُن لوگون کے حق مین جو اُسکے فسق سے آگاہ ہین پھر اسکے آخر مین یہ فرمایا کہ مجھ سے شرم کر اس سے بھی غیر کو وعظ کرنے کی حرمت نہین پائی جاتی بلکہ اسکے معنے یہ ہین کہ مجھ سے حیا کر اور زیادہ ضروری کو چھوڑ کر کم ضروری مین مشغول مت ہو جیسے یون کہا کرتے ہین کہ اول

اپنے باپ کا پاس کرو پھر ہمسایہ کا ورنہ شرم کرو۔ اب اگر یون کہو کہ اس صورت مین جائز ہو کہ اگر ذمی کسی مسلمان کو زنا کرتے دیکھے تو وہ بھی اُسکو احتساب کرے کیونکہ ذمی کا مسلمان کو یہ کہنا کہ زنا مت کرو واقع مین درست ہو تو اسپر حرام ہونا تو محال ہو بلکہ یا مباح ہونا چاہیے یا واجب حالانکہ ذمی کا احتساب مسلمان کو ممنوع کہتے ہو تو اسکا جواب یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہو وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا تو اب اگر کافر مسلمان کو اپنے فعل سے منع کریگا تو یہ صورت کافر کے غلبہ کی ہی مسلمان پر جو بموجب آیت بالا کے نہونی چاہیے پس اسی غلبہ کی وجہ سے کافر کو منع کیا جاتا ہو اور اگر صرف اُسنے مسلمان کو زبان سے کہا کہ زنا مت کر تو یہ کہنا بذات خود اُسپر حرام نہین مگر اس اعتبار سے کہ اُس لفظ سے مسلمان پر حکومت کرنے کی بو پائی جاتی ہو اور مسلمان کی ذلت ہو تو اس وجہ سے البتہ منع کیا جائیگا ہر چند مسلمان بدکار بھی مستحق ذلت ہو لیکن کافر کی نسبت کرتا ہم ذی عزت ہو تو کافر کا ذلیل رہنا بہتر سمجھ کر احتساب سے منع کرتے ہین ورنہ ہم یہ تو نہین کہتے کہ کافر جب کہے کہ زنا مت کر تو اُسکو سزا ملنی چاہیے اس لحاظ سے کہ اُسنے زنا کی ممانعت کیون کی بلکہ ہم یہ کہتے ہین کہ اگر کافر نے یہ لفظ نہ کہا ہو اور دین کی فروع کا خطاب ہمارے نزدیک اُسپر بھی ہو تو اُسوقت اس لفظ کے نہ کہنے پر سزا دیجایگی اور اس مقام مین بحث ہو اُسکو ہمنے فقہ کے مسائل مین لکھا ہو یہان وہ ہمارے مقصود سے متعلق نہین۔ چوتھی شرط احتساب مین بعضون نے یہ لکھی ہو کہ محتسب کو امام اور حاکم کی طرف سے اجازت ہونی چاہیے اُن لوگون نے رعیت مین سے ہر کسی کو احتساب ثابت نہین کیا اور یہ قید لگائی اُس خراب ہو اسلیے کہ ہمنے جو آیتین اور اخبار لکھے ہین اُنسے معلوم ہوتا ہو کہ جو شخص کہ بری بات کو دیکھ کر سکوت کرے وہ گنہگار ہوگا کیونکہ بری بات سے منع کرنا اُسپر واجب ہو جہان دیکھے اور جس کیفیت سے دیکھے اور یہ حکم عام ہو اسمین یہ قید لگانی کہ حاکم نے اُس شخص کو یہ کام سپرد بھی کیا ہو دعوی بے دلیل اور بلا اصل ہو اور طرفہ یہ کہ رافضیون نے اسپر بھی زیادتی کی اور کہا ہو کہ امر معروف کرنا درست ہی نہین جب تک کہ امام معصوم ظاہر نہون جو اُنکے نزدیک امام برحق اور پوشیدہ ہین تو یہ فرقہ اس قابل نہین کہ اُنسے گفتگو کیجائے بلکہ اُنکا جواب یہ ہو کہ جب وہ قاضیون کے یہان خون اور مال کے حقوق طلب کرنے آئین تو اُنسے یہ کہا جائے کہ تمھاری طرفداری کرنی امر معروف ہو اور جن لوگون نے تمپر ظلم کیا ہو اُنکے پنجہ سے تمھارے حقوق کا نکالنا نہی عن المنکر ہو اور تم جو حق طلب کرتے ہو یہ بھی منجملہ حقوق ہو اور یہ زمانہ تمھارے قول کے بموجب ظلم سے منع کرنے اور حقوق کے طلب کرنے کا نہین اسلیے کہ ابھی امام برحق ظاہر نہین ہوے جب اُنکا ظہور ہوگا تب

ف اور ہرگز نہ دیگا اللہ کافرون کو مسلمانون پر راہ ۱۲

طلب کرلینا۔ اب اگر کوئی کہے کہ امر بالمعروف مین ثابت کرنا سلطنت اور حکومت کا ہی محکوم علیہ پر اور اسی وجہ سے کافر کے لیے امر بالمعروف مسلمان پر ثابت نہین باوجودیکہ اُسکا قول حق ہوتا ہی نہ بتا سکنے کہ رعیت مین سے بھی ہر کسی کو بدون والی اور امیر کے اختیار دینے کے ثابت نہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ کافر کو احتساب اسیلیے منع ہوا کہ اُسمین دباؤ اور حکومت کی عزت ہی اور کافر ذلیل ہی اُسکو اس بات کا استحقاق نہین کہ مسلمان پر حکم کرنے کی عزت حاصل کرے لیکن ہر فرد مسلمان دین کی وجہ سے اس عزت کا استحقاق رکھتا ہی اور جس چیز مین حکومت اور دباؤ کی عزت ہو وہ امام کے اختیار دینے کی محتاج نہین مثلاً تعلیم اور بتلانے کی عزت کہ سب کے نزدیک متحقق ہی کہ اگر کوئی شخص جاہل ہو اور وہ نادانستگی سے ایک امر منکر کا مرتکب ہو رہا ہو تو اُسکو حرمت اور واجب ہونے کو بتلانے کے لیے حاکم کی اجازت کی ضرورت نہین حالانکہ عزت استادی اور رہنمائی کی اسمین موجود ہی اور جسکو بتاتا ہی اُسکو ذلت جاہل ہونے کی ہی لیکن اس قسم کی عزت مین صرف دینداری کافی ہی امام کا حکم ہو یا نہو اور یہی حال منع کرنے کا ہی اور تفصیل اس تقریر کی یہ ہی کہ احتساب کے پانچ مرتبے ہین چنانچہ مذکور ہونگے اول تعریف دوم وعظ لطیف باتون سے سوم زبردستی سے منع کرنا اور قہر کا فعل کر دکھانا مثلاً لہو کے آلات کو توڑ ڈالنا اور شراب کو گرا دینا اور ریشمی کپڑا جو کوئی پہنے ہو اُسکے بدن سے اُتار لینا اور چھینا ہوا مال غاصب سے بزور لیکر مالک کے حوالے کرنا چہارم سخت و سست کہنا اور اس سے یہ غرض نہین کہ فحش بکے بلکہ یون کہنا کہ ای جاہل ای عقل کے دشمن کیا تو خدا سے تعالیٰ سے نہین ڈرتا یا اور کوئی ایسا ہی لفظ بولنا۔ پانچوین ڈرانا اور مار سے دھمکانا یا اتنا پیٹنا کہ جس کام کا وہ مرتکب ہی اُس سے باز آوے مثلاً جو شخص غیبت کیا جاتا ہی اور زنا کی تہمت لگائے جاتا ہی یا کالیان برابر دیتا ہی تو اُسکی زبان کا چھین لینا تو ممکن نہین مگر مارنے سے ساکت کر سکتے ہین اور اس پچھلی صورت مین حاجت استعانت اور مددگارون کی دونون طرفون کو ہوتی ہی اور نوبت کشت و خون کی پہونچتی ہی اور ظاہر ہی کہ چار پہلی صورتون مین امام کے اذن کی کچھ حاجت نہین لیکن اس پانچوین مرتبہ مین البتہ بحث ہی جو عنقریب مذکور ہوگی اول مرتبہ بتلانے کا اور دوسرا وعظ کا وہ تو کسی طرح محتاج امام کی اجازت کا نہین اور چوتھا مرتبہ یعنی کسی فاسق کو جاہل اور احمق اور بدکار اور خدا سے تعالیٰ سے کم خوف رکھنےوالا اور جو ایسے الفاظ ہون کہنا ایک سچی بات ہی اور سچ اسی بات کا مقتضی ہی کہ بلا تامل بولا جائے بلکہ افضل درجات وہ حق بات ہی جو ظالم حاکم کے سامنے بولی جائے جیسے کہ حدیث مین وارد ہی تو جس صورت مین کہ حاکم کے خلاف سچ بولنے کا حکم ہی تو اُسمین حاکم کے اذن کی کیسے حاجت ہوگی

اور تیسرا مرتبہ یعنے لہو کے آلات کو توڑ دینا وغیرہ تو یہ ایسا فعل ہی کہ بدون اجتہاد کے بھی اُسکے کرنے مین حق ہونا ثابت ہی تو اُسمین امام سے اذن کی کیا حاجت ہی ہان پانچوان مرتبہ یعنی مددگار جمع کرنے اور ہتھیار کھینچنے تو اس سے نوبت کبھی بلوائے عام کی ہوجاتی ہی اسی لیے اُسمین بحث ہی چنانچہ مذکور ہوگی اور اکابر سلف جو ہمیشہ والیون کو احتساب کرنے کے عادی رہے یہ امر دلیل قاطع ہی اس بات کی کہ اُنکا اجماع تھا کہ اس باب مین حاجت حاکم کی اجازت دینے کی نہین بلکہ جو شخص کہ امر معروف کریگا تو دو حال سے خالی نہین یا حاکم راضی ہوگا یا ناراض اگر راضی ہوگا تب تو بہتر ہی اور اگر ناراض ہو تو اُسکی ناراضی ایک امر منکر ہی واجب ہی کہ اُسکے سامنے اُسکی بُرائی بیان کیجائے تو پھر ایسی بات مین اُسکے اذن کی حاجت کیسے ہوگی اور سلف کی عادت سے معلوم ہوتا ہی کہ اماموں کی منکرات کو نہ مانتے تھے اور اُسکی بُرائی سامنے ہی بیان کرتے تھے چنانچہ مروی ہی کہ مروان بن حکم نے نماز عید سے پہلے خطبہ پڑھا اُسکو ایک شخص نے کہا کہ خطبہ تو نماز کے بعد ہوا کرتا ہی مروان نے اُسکو کہا کہ ہم تجکو سمجھ لینگے حضرت ابو سعید خدری رضہ نے فرمایا کہ اسکو جو کچھ حکم تھا اُسکی تعمیل کی ہمکو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ جو شخص تم مین سے کوئی بری بات دیکھے تو چاہیے کہ اُسکو اپنے ہاتھ سے دور کرے اور اگر نہو سکے تو زبان سے کرے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو دل مین اُسکو بُرا جانے اور یہ ضعیف ترا یمان ہی تو اکابر سلف ان عام احکام سے بھی سمجھے تھے کہ سلاطین بھی انمین داخل ہین تو پھر اُنکے اذن کی حاجت کیسے ہوگی۔ اور مروی ہی کہ خلیفہ مہدی جب مکہ معظمہ مین آیا تو کچھ عرصہ تک ٹھہرا پھر جب طواف کرنے لگا تو لوگون کو خانہ کعبہ کے پاس سے ہٹا دیا حضرت عبد اللہ بن مرزوق نے جست کرکے اُسکا گریبان پکڑ کر ہلایا اور فرمایا کہ دیکھ کیا کرتا ہی تجکو اس گھر کا مستحق زیادہ کسنے بنایا ہی کہ جو کوئی دور یا نزدیک سے اُسکے پاس پہونچے تو تو اُسکو خانہ کعبہ تک نہ جانے دے اور بیچ مین روک دے حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہی سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ یہ استحقاق تجکو کسنے دیا خلیفہ اُنکا منہ تکنے لگا اور اُنکو پہچانتا تھا اسلیے کہ وہ اُسکے باپ دادا کے موالی مین سے تھے کہنے لگا کون ہی عبد اللہ بن مرزوق آپ نے کہا کہ ہان خلیفہ اُنکو گرفتار کرکے بغداد مین لے آیا اور اُسکو اچھا نہ جانا کہ اُنکو سزا ایسی دے جس سے عوام مین اُنکی ذلت ہو اس نظر سے اُنکو گھوڑون کے طویلہ مین بند کر دیا کہ اُنکی لاتون اور ٹاپون مین کچل جائین اور ایک کاٹنے والا گھوڑا اُنکے پاس کر دیا تاکہ اُنکو کاٹ کھائے اللہ تعالے نے اُس گھوڑے کو اُنکا رام کر دیا کسی طرح کی تکلیف اُنکو نہوئی راوی کہتا ہی کہ پھر خلیفہ نے اُنکو ایک حجرہ مین بند کرکے اُسکی کنجی آپ لے لی تین روز کے بعد اُسمین سے نکل کر

باغ مین داخل ہوے اور وہان کا سبزہ دیکھانے لگے مہدی کو جو آپ کی اطلاع ہوئی آپ سے پوچھا کہ
تمکو کسنے نکالا فرمایا جسنے مجکو بند کیا تھا اُسی نے نکال دیا پوچھا بند کسنے کیا تھا فرمایا کہ جسنے نکال دیا
خلیفہ بہت بھپکا اور چیخا کہ تمکو خوف نہیں کہ مین تمکو جان سے مار ڈالونگا آپ نے اپنا سر اُسکی طرف اُٹھا کر
فرمایا کہ اگر موت و حیات تمہارے قبضہ مین ہوتی تو البتہ مین ڈرتا غرض کہ آپ محبوس رہے یہان تک کہ
مہدی مرگیا پھر لوگون نے اُنکو رہا کر دیا تو آپ مکہ معظمہ کو واپس آئے اور اُسی اثنا مین آپنے نذر کی تھی
کہ اگر خدائے تعالے مجکو انکے ہاتھ سے رہائی دیگا تو مین سَو اونٹ قربان کرونگا پس تدبیر کرکے
نذر اپنی پوری کی۔ اور حبان بن عبد اللہ سے منقول ہی کہ ہارون رشید ایک محلہ ڈویث مین سیر کو نکلا
اُسکے ساتھ سلیمان بن ابی جعفر بنی ہاشم مین سے تھا ہارون رشید نے کہا کہ تیرے پاس ایک
لونڈی خوب گاتی تھی اُسکو بلاؤ وہ آئی اور راگ گایا مگر خلیفہ کے پسند نہ آیا اُس سے پوچھا کہ
تجکو کیا ہوا اُسنے کہا کہ یہ عود میرا نہین خلیفہ نے خادم سے کہا کہ اسکا عود لے آ وہ لیے آتا تھا اثناء
راہ مین ایک بوڑھا خرما کی گٹھلیان چن رہا تھا خادم نے کہا کہ بڑے میان ہٹو اُسنے جو سر اُٹھایا
تو عود دیکھا اُسکے ہاتھ مین سے لیکر زمین پر دے مارا کہ وہ ٹوٹ گیا خادم اُسکو گرفتار کرکے اُس
محلہ کے حاکم کے پاس لیگیا اور کہا کہ اسکو حوالات مین رکھو کہ یہ امیر المومنین کا مجرم ہی حاکم محلہ نے
کہا کہ بغداد مین اس سے بڑھکر کوئی عابد نہین یہ امیر المومنین کا مجرم کیسے ہوا اُسنے کہا کہ جو کچھ مین
کہتا ہون اسکو مان کو پھر ہارون کے پاس گیا اور کہا کہ مین عود لیے ایک بوڑھے کے پاس گذرا کہ وہ
گٹھلیان چن رہا تھا مین نے اُسکو بچنے کو کہا اُسنے جو میرے ہاتھ مین عود دیکھا اُسکو زمین پر
ٹپک کر توڑ ڈالا ہارون رشید جل بھن گیا اور مارے غصہ کے آنکھین سرخ ہوگئین سلیمان نے کہا
کہ اتنا غصہ کیا ضرور ہی حاکم محلہ سے کہلا بھیجو کہ وہ اُسکی گردن کاٹ ڈالے اور اُسکی لاش دجلہ مین
پھینکدے ہارون نے کہا کہ نہین بلکہ ہم اُسکو بلوا کر اُس سے اول بحث کرلین چنانچہ قاصد اُسکے
پاس گیا اور کہا کہ امیر المومنین کے پاس چلو بلایا ہی اُسنے کہا بہتر ایلچی نے کہا سوار ہو لو کہا کہ
سوار نہونگا غرض کہ پیادہ اُسکے ساتھ گیا اور محل کے دروازہ پر کھڑا ہوا ہارون کو خبر ہوئی کہ بوڑھا
حاضر ہی اُسنے اپنے ندیمون سے پوچھا کہ تمہاری کیا صلاح ہی یہ منکر چیزین جو ہمارے سامنے ہین انکو اُٹھوا دین
اور اُسکو اسی جگہ بلوا دین یا کسی اور جگہ جہان منکر نہو اُٹھ چلین اور وہان بلوا دین سب کی صلاح
یہی ہوئی کہ دوسری مجلس مین اُٹھ چلو غرض کہ سب اُٹھ کر ایسے مکان مین جا بیٹھے جہان امر منکر
نہ تھا پھر بوڑھے کے بلانے کا حکم دیا وہ اندر گیا اُسکی آستین مین ایک تھیلی تھی جسمین گٹھلیان تھین

خادم نے اُس سے کہا کہ اسکو اپنی آستین سے نکال ڈال تب امیر المومنین کے سامنے جا اُسنے کہا کہ یہ تو میرے عشا رات کے لیے ہی اُسنے کہا کہ رات کو کھانا ہم کھلاوینگے بوڑھے نے کہا کہ مجکو تمھارے کھانے کی حاجت نہین ہارون نے خادم سے کہا کہ تو اس سے کیا چاہتا ہی اُسنے کہا کہ اسکی آستین مین گٹھلیان ہین مین یہ کہتا تھا کہ انکو ڈال کر آپ کی خدمت مین حاضر ہو یہ نہین ڈالتا ہارون نے کہا کہ مت ڈالو اُسکو آنے دے غرض کہ وہ گیا اور سلام کرکے بیٹھ گیا ہارون نے اُسکو کہا کہ بڑے میان جو حرکت تمنے کی اسکا سبب کیا ہی اُسنے کہا کہ مین نے کیا کیا ہی ہارون شرماتا تھا کہ یہ کیا کہون کہ میرا عود توڑ دیا جب کئی بار یہی سوال کیا تو بوڑھے نے جواب دیا کہ مین تمھارے باپ دادون سے سنتا تھا کہ منبرون پر یہ آیت پڑھا کرتے تھے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ اور مین نے ایک امر منکر دیکھا اُسکو بگاڑ دیا ہارون نے کہا کہ خیر بگاڑ دے اسکے سوا اور کچھ نہ کہا جب وہ بوڑھا باہر نکلا تو ہارون نے ایک تھیلی اپنے آدمی کو دی اور کہا کہ اُسکے پیچھے جا اگر تو دیکھے کہ یہ لوگون سے ذکر کرتا ہی کہ مین نے امیر المومنین سے یہ کہا اور اُسنے مجھ سے یہ کہا تب تو اسکو یہ تھیلی مت دینا اور اگر دیکھے کہ کسی سے کچھ نہین کہتا تو تھیلی دے دینا وہ بوڑھا جب محل سے باہر ہوا تو دیکھا کہ ایک گٹھلی زمین مین گڑ گئی ہی وہ اُسکے نکالنے کی تدبیر کرنے لگا اور کسی سے کچھ نہ کہا اُس آدمی نے اُس سے کہا کہ امیر المومنین تجکو فرماتے ہین کہ اس تھیلی کو لے لو بوڑھے نے کہا کہ امیر المومنین سے کہدو کہ جہان سے اسکو لیا ہی اُسی جگہ واپس کر دے اور ایک روایت مین یہ ہی کہ جب وہ گفتگو کرکے نکلا تو گٹھلی زمین مین گڑی کو اکھاڑنے لگا اور یہ کہتا جاتا تھا قطعہ

پاس جس شخص کے دنیا ہی اُسے دیکھتا ہون	جتنی بڑھتی ہی اُسے ہوتی ہی غم کی کثرت
خوار کرتی ہی اُنھین جو کرے اُسکا اکرام	جنکی نظرون مین ہی خوار اُنکی کرے ہی عزت
چھوڑ اُس چیز کو جس سے ہی تجھے استغنا	کر اُن اشیا کو طلب جنکی ہی تجکو حاجت

اور حضرت سفیان ثوری رح سے مروی ہی کہ خلیفہ مہدی نے سنہ ایکسو چھیتیس ہجری مین حج کیا مین نے اُسکو دیکھا کہ جمرہ عقبہ پر کنکریان مارتا ہی اور لوگ دہنے بائین کوڑون سے لوگون کو ہٹا رہے ہین مین کھڑا ہو گیا اور کہا کہ اے خوبصورت ہمسے حدیث بیان کی ہی ایمن بن نائل نے قدامہ بن عبداللہ کلابی رض سے کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اشتر پر سوار ہو کے نحر کے دن جمرہ کو کنکریان مارتے تھے نہ تو لوگون کو مار پیٹ تھی نہ کوئی ہٹاتا تھا نہ یہ کہتا تھا کہ بچو بچو اور ایک تم ہو کہ دہنے بائین لوگون پر مار پڑ رہی ہی مہدی نے کسی سے پوچھا

کہ یہ کون ہی اُسنے کہا کہ سفیان ثوری ہین پھر مجھ سے کہا کہ ای سفیان اگر خلیفہ منصور ہوتا تو تمکو یہ جرأت نہوتی
مین نے کہا کہ منصور پر جو کچھ گذری اگر وہ تجسے کہ جاتا تو تم بھی جس حال مین ہو اُسمین کوتاہی کرتے پھر
کسی نے خلیفہ سے کہدیا کہ اُنھون نے تمکو خوبصورت کہا امیر المومنین نہ کہا مہدی نے کہا کہ اُنکو بلاؤ
لوگون نے حضرت سفیان کو تلاش کیا مگر وہ آزسین ہو گئے اور نہ ملے۔ اور منقول ہی کہ خلیفہ مامون کو
خبر پہونچی کہ ایک آدمی لوگون مین چل پھر کر احتساب کرتا ہی اور امر معروف اور نہی منکر کرتا ہی حالانکہ
خلیفہ کے یہان سے اس بات کا مامور نہین خلیفہ نے حکم دیا کہ اُسکو ہمارے پاس حاضر کرو جب
وہ سامنے آیا تو خلیفہ نے کہا کہ مین نے سنا ہی کہ تم اپنے آپ کو قابل امر معروف اور نہی منکر کے
سمجھتے ہو بدون اسکے کہ ہم تمکو اجازت دین اور مامون اُسوقت کرسی پر بیٹھا ہوا ایک کتاب یا اخبار
دیکھ رہا تھا اتفاقاً غفلت سے تھوڑا سا نوشتہ نیچے گر کر اُسکے پانون تلے آگیا اور اُسکو خبر بھی نہوئی
محتسب نے اُسکو جواب دیا کہ اول خداے تعالیٰ کے نامون پر سے اپنا پانون ہٹالو پھر جو چاہو سو کہو
مامون اُسکا مطلب نہ سمجھا اور کہا کہ کیا کہتے ہو اُسنے تین بار یہی کہا چوتھی بار اُسنے کہا کہ یا تم خود ہٹالو
نہین مجکو اجازت دو کہ مین اُٹھا دون خلیفہ نے کہا کہ ہین نے اجازت دی اُسنے اُس نوشتہ کی
طرف اشارہ کیا مامون نے دیکھا کہ پانون تلے کتاب پڑی ہی اُسکو اُٹھا کر بوسہ دیا اور شرمندہ ہوا
پھر محتسب سے وہی سوال کیا کہ تم امر بالمعروف اور نہی منکر کیون کرتے ہو یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے
خاندان کے لیے مخصوص کیا ہی اور ہم وہ لوگ ہین کہ اللہ تعالیٰ اُنکی شان مین فرماتا ہی اَلَّذِيْنَ
اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ
محتسب نے کہا کہ آپ نے سچ کہا یا امیر المومنین آپکو تسلط اور حکومت ایسی ہی ہی جیسی آپنے فرمائی مگر
اس باب مین ہم تمھارے مددگار اور طرفدار ہین اسکا منکر وہی ہوگا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم سے جاہل ہو اللہ تعالیٰ فرماتا ہی وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ
بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ الآیۃ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهٗ بَعْضًا اور تمکو خدا نے زمین پر حکومت دی ہی اور کتاب اللہ
اور سنت نبی کریم دونون موجود ہین اگر تم اُنکے مطابق کام کروگے تو جو شخص اُنکی حرمت کی توجیہ
تمھاری اعانت کرے تمکو اُسکا شکرگزار ہونا چاہیے اور اگر تم اُنسے تکبر کروگے اور جو بات کرنا
تمکو اُن دونون کی رو سے لازم ہی اُس سے انحراف کروگے تو جس ذات پاک کے سپرد تمھارا
معاملہ ہی اور تم اسکے قبضہ مین ہو تمھاری عزت اور ذلت ہی اُسنے تو یہی فرمایا ہی کہ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ

ایماندار دوسرے ایماندار کیلیے مثل عمارت کے ہی کہ اُسکا ایک حصہ دوسرے کو تقویت دیتا ہی بخاری و مسلم بروایت ابی موسی اشعری ۱۲ ... نہین کھوتا حق نیکی والون کا ۱۲

اب آپ جو چاہیں وہ فرمائیں امون اُسکی تقریر سے بہت خوش ہوا اور کہا کہ تم جیسے آدمی کو امر بالمعروف
کرنا درست ہے جاؤ اپنا کام کرو ہماری اجازت اور تجویز یہی ہے غرض کہ وہ شخص احتساب کرتا رہا ان
حکایتوں کے بیان سے مطلب یہ ہے کہ امام کے اذن کی کچھ حاجت نہیں - اب اگر یہ کہو کہ احتساب کی
ولایت پسر اور غلام اور زوجہ اور شاگرد اور رعیت کو باپ پر اور آقا اور شوہر اور استاد اور حاکم پر
مطلقاً اسی طرح ہے جیسے باپ کو بیٹے پر اور آقا کو غلام پر اور شوہر کو بی بی پر اور استاد کو شاگرد پر اور
حاکم کو رعیت پر ہے یا اُن دونوں میں کچھ فرق ہے تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اصل ولایت تو ویسی ہے مگر
تفصیل میں فرق ہے اور اسکو ہم پسر اور پدر میں بطور مثال بیان کرتے ہیں دوسرے اشخاص کو بھی
اسی پر قیاس کر لیا جائیگا تو جاننا چاہیے کہ ہمنے حسبت کے پانچ مرتبے ٹھہرائے تھے تو بیٹا باپ پر
فقط دو اول کے مرتبوں سے حسبت کر سکتا ہے یعنی بتلانا اور ملایمت سے نصیحت کرنا اور دو پچھلے مرتبون
اُسکو حسبت کرنا درست نہیں یعنی گالی اور دھمکی اور مار پیٹ سے باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنی ایسا کام کرنا
جس سے منکرات جاتی رہے تو چونکہ اسمیں نوبت باپ کی خفگی اور ناراضی کی ہوتی ہے اسی لیے
اُس سے حسبت کرنے میں تامل ہے مثلاً باپ کا عود توڑ ڈالے یا شراب کا برتن پھوڑ دے یا ریشمی کپڑے
اُدھیڑ ڈالے یا جو مال حرام باپ نے چوری خواہ غصب خواہ اُس روزینہ سے جو مسلمانوں پر ڈانڈ پڑنے سے
لاہو گھر میں رکھا تھا اُسکو لیکر مالکوں کو حوالہ کر دے یا دیواروں پر کی تصویریں یا اور کڑیوں میں کی
مورتیں بگاڑ دے یا سونے چاندی کے برتن توڑ دے تو گویہ سب افعال باپ کی ذات سے
متعلق نہیں بخلاف مارنے اور گالی دینے کے لیکن باپ کو ان حرکات سے ایذا ہوتی ہے اور اُنکے سبب سے
ناراض ہوتا ہے مگر چونکہ فعل پسر کا حق ہے اور باپ کی خفگی کا منشا باطل اور حرام کی محبت ہے تو اس فعل کا
قیاس کھلا ہوا یہی چاہتا ہے کہ پسر کو یہ مرتبہ حسبت کا جائز ہو بلکہ اُسکو لازم ہے کہ ایسا کرے اور
بعید نہیں کہ اسمیں لحاظ امر منکر کی برائی اور خفگی اور ایذا کی مقدار کا کیا جائے یعنی اگر امر منکر بہت
فحش ہو اور باپ کی خفگی اُسپر کم ہو مثلاً تھوڑی سی شراب کا گرا دینا جس سے وہ بہت ناراض نہو تو ظاہر ہے
کہ اس طرح کی حسبت کر سکتا ہے اور اگر امر منکر بہت برا نہو اور ناراضی نہایت درجہ کو ہو جیسے مثلاً
بلور کے برتن کسی جانور کی صورت ہوں اور اُنکے توڑنے میں بہت سے مال کا نقصان ہوتا ہو
تو اُنکو توڑنے سے ناراضی تو بہت ہوگی اور تصویر کا برا ہونا ایسا نہیں جیسے شراب کا ہے تو اس طرح کی
باتیں محل بحث میں ہیں - اب اگر یہ کہو کہ تمنے کہاں سے کہا یا کہ پسر کو حسبت بسختی اور مار سے
اور امر باطل کو بزور چھڑا دینے سے نہیں حالانکہ امر بالمعروف کتاب و سنت میں عام ہے بغیر تخصیص کے

وارد ہوا ہے اور اُف کہنے اور ایذا سے جو ممانعت وارد ہے وہ خاص اُن امور مین ہے جو متعلق منکر اُسکے ارتکاب سے ہون تو اسکا جواب یہ ہے کہ باپ کے حق مین خاص وہ باتین وارد ہوئی ہین جنسے باپ بھی عام سے مستثنے ہوگیا مثلاً اسمین کسیکا خلاف نہین کہ جلاد کو اپنے باپکا قتل کرنا زنا کی حد مین جائز نہین اور نہ یہ جائز ہے کہ وہ خود باپ کو حد لگاوے بلکہ اگر باپ کافر ہو تو بیٹے کو اُسکا قتل کرنا خود نہ چاہیے بلکہ اگر باپ اپنے بیٹے کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو باپ پر قصاص لازم نہوگا اور نہ یہ کہ اُسکے عوض مین باپ کو ایذا دے اور یہ سب باتین اخبار سے ثابت ہین اور بعض اجماع سے بھی ثابت ہین تو جس صورت مین کہ باپ کو ایذا دینا باوجود قصور سابق کے درست نہین تو آیندہ کے قصور احتمالی پر سزا سے اُسکو ایذا دینی کب درست ہوگی بلکہ اس صورت مین تو بطریق اولی ایذا نچاہیے اور یہی حال غلام اور زوجہ کا آقا اور شوہر کے ساتھ ہے کہ لزوم حق مین یہ بھی ایسے ہی ہین جیسے اولاد ہے باپ کی نسبت کر اور ہر چند ملک یمین بہ نسبت ملک نکاح کے زیادہ موکد ہے مگر چونکہ حدیث مین ہے کہ اگر کسی مخلوق کو سجدہ درست ہوتا تو مین عورت کو حکم کرتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حق شوہر کا بھی موکد ہے اور رعیت کا حال حاکم کے ساتھ ذرا ٹیڑھی کھیر ہے باپ کی نسبت کر بھی سخت ہے اُسمین صرف دو اول کے مرتبون یعنے تعریف اور نصیحت ہی سے کام چل سکتا ہے اور تیسرے مرتبہ مین بحث ہے کیونکہ بادشاہی خزانون پر چڑھائی کرکے مال لینا اور مالکون کو حوالہ کرنا اور ریشمی کپڑون کو اُدھیڑنا اور اُسکے گھر مین سے شراب کا گرا دینا گویا اُسکے رعب کو دور کرنا اور اُسکی ہیبت وحشمت کو کھونا ہے اور یہ ممنوع ہے چنانچہ اخبار مین وارد ہے جس طرح کہ امر منکر پر سکوت کرنے سے نہی وارد ہے تو اب دو ممنوع ایک دوسرے کے معارض ہوئے تو اس صورت مین بجز اسکے اور کیا ہوسکتا ہے کہ دیکھا جائے کہ وہ منکر کس درجہ کا بُرا ہے اور بادشاہ پر چڑھائی کرنے سے اُسکی حشمت کس قدر ساقط ہوجائیگی اور یہ بات ایسی ہے جسکا ضبط ممکن نہین اور شاگرد اور اُستاد کا معاملہ اسمین آسان ہے اسلیے کہ عزت اُس اُستاد کی ہوتی ہے جو علم دین سکھائے اور جو عالم کہ علم کے بموجب عمل نہ کرے اُسکی کچھ حرمت نہین تو شاگرد کو جائز ہے کہ علم اُستاد سے سیکھا ہو اُسی کے بموجب اُس سے معاملہ کرے - اور مروی ہے کہ حضرت حسن بصری رح سے سوال کیا گیا کہ بیٹا اپنے باپ پر حسبت کیسے کرے آپ نے فرمایا کہ جب تک باپ کو غصہ آوے تب تک نصیحت کرے اور جب وہ غصہ ہوجاوے تو خاموش ہو رہے - پانچوین شرط محتسب کا قادر ہونا ہے کہ عاجز آدمی بجز دل کی حسبت کے اور واجب نہین اسلیے کہ جو شخص کہ حق تعالی

محبت رکھتا ہو وہ اُسکی معصیت کو بُرا جانتا ہو اور دل سے متنفر ہوتا ہو اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ کفار سے جہاد کرو اپنے ہاتھون سے اور اگر یہ نہو سکے اور صرف اُنکے سامنے ناک بھون چڑھا سکو تو یہی کرو۔ اور یاد رکھو کہ وجوب کا ساقط ہونا اسی پر منحصر نہین ہو کہ عاجزی محسوس ہو بلکہ اسمین وہ صورت بھی شامل ہو جسمین خوف بُرائی اور ایذا پہونچنے کا ہو کہ وہ بھی عاجزی ہی ہو اسی طرح اگر ایذا کا خوف نہو مگر یہ جانے کہ میرا انکار مفید نہوگا تو ضرور ہو کہ حسبت مین ان دو باتون کا لحاظ کیا جائے یعنے ورصورت منع کرنے کے اُسکا کچھ اثر نہونا اور دوسرے تکلیف اور ایذا سے ڈرنا اور ان دونون باتون کے اعتبار کرنے سے چار حالتین حسبت کی حاصل ہوتی ہین ایک یہ کہ دونون باتین جمع ہون یعنے اُسکو معلوم ہو کہ میری حسبت مفید نہ پڑیگی اور اگر بولونگا تو پٹونگا تو اس صورت مین اُسپر حسبت واجب نہین بلکہ بعض مواضع مین عجب نہین کہ حرام ہو ہان اُسپر لازم ہو کہ ایسے مقامات مین نہ جاوے اور اپنے گھر مین بیٹھ رہے تاکہ بُری باتون کے دیکھنے کی نوبت نہ آوے اور بدون سخت ضروری یا واجب کام کے گھر سے باہر نہ نکلے اور اُسپر اُس شہر کو چھوڑنا اور اُس سے ہجرت کرنی لازم نہین مگر جس صورت مین کہ لوگ زبردستی فساد مین شریک کرین یا ظلم مین سلاطین کی موافقت کرائین تب البتہ ہجرت لازم ہو بشرطیکہ ہجرت پر قادر ہو کیونکہ جو شخص زبردستی سے گریز کرسکتا ہو اُسکے حق مین اکراہ اور جبر عذر نہین ہوتا دوسری حالت یہ ہو کہ دونون باتین مفقود ہون اس طرح کہ جانتا ہو کہ امر منکر میرے قول یا فعل سے جاتا رہیگا اور کوئی مجکو ایذا نہ دے سکیگا تو اس صورت مین اُسپر انکار واجب ہوگا اور قدرت مطلق اسی صورت کا نام ہو۔ تیسری حالت یہ ہو کہ جانتا ہو کہ میرا انکار مفید نہ پڑیگا مگر کسی ایذا کا خوف بھی نہین تو اس صورت مین اُسپر حسبت غیر مفید ہونے کی جہت سے واجب تو نہین مگر مستحب ہو اس نظر سے کہ شعار اسلام کا ظاہر کرنا اور لوگون کو امر دینی پر واقف کرنا ہو۔ چوتھی حالت اسکے برعکس ہو یعنے جانے کہ مجکو ایذا تو پہونچیگی مگر امر منکر بھی میرے فعل سے جاتا رہیگا مثلاً کسی فاسق کا شیشہ پتھر مارکر توڑ دینا یا عود کو چھین کر زمین پر دے مارنا کہ امر منکر تو فوراً جاتا رہیگا لیکن یہ جانتا ہو کہ ایسا کرنے سے دھولین اور جوتیان بھی لگینگی تو ایسی صورت مین حسبت نہ واجب ہو اور نہ حرام بلکہ مستحب ہو اور اسکے مستحب ہونے پر وہ حدیث دلالت کرتی ہو جسکو ہم امام ظالم کے سامنے کلمہ حق بولنے کے ثواب مین لکھ آئے ہین اور اسمین شک نہین کہ یہ حسبت مقام خوف ہو اور اسپر وہ روایت بھی دلالت کرتی ہو جو ابو سلیمان دارانی رح سے مروی ہو کہ اُنھون نے فرمایا کہ مین نے کسی خلیفہ سے ایک کلام سنا اور چاہا کہ اُسکو رد کرون اور جان لیا کہ جان سے مارا جاؤنگا مگر مجکو

قتل ہونے نے نہین روکا بلکہ یہ معاملہ علی روس الاشہاد تھا تو مجکو یہ خوف ہوا کہ کہین لوگون کی نمود کے
بات کو مین آراستہ نہ کرون اور پھر جان کی جان جائے اور فعل خالص خدا کے لیے بھی نہوا اسلیے
چپ ہو رہا۔ اب اگر یہ کہو کہ حالت قتل کے خوف مین بھی اگر حسبت مستحب ہو تو اس آیت کے معنی
کیا کہو گے وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ تو اسکا جواب یہ ہو کہ اس باب مین توسع کا
اتفاق ہو کہ ایک مسلمان کو جائز ہو کہ کفار کی صف پر حملہ کر کے اُنسے لڑے گو جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا
اس صورت پر بعض اوقات یہ گمان ہوتا ہو کہ آیت موصوفہ کے مضمون کے خلاف ہو حالانکہ ایسا
نہین کیونکہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہو کہ تہلکہ سے یہ مراد نہین کہ صف کفار پر اکیلا حملہ کرے
اور جانتا ہو کہ مارا جاؤنگا بلکہ یہ مراد ہو کہ خداے تعالیٰ کی طاعت مین کھانا پینا چھوڑ دے یعنے
جو ایسا کریگا اُسنے گویا اپنی جان اپنے ہاتھ سے ہلاک کی۔ اور حضرت براء بن عازب رض نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہو
کہ گناہ کرے پھر کہے کہ میری توبہ مقبول نہو گی۔ اور حضرت ابو عبیدہ رض نے فرمایا کہ تہلکہ یہ ہو کہ گناہ
کرے پھر اُسکے بعد کوئی نیکی نہ کرے یہان تک کہ ہلاک ہو جائے۔ اور جس صورت مین کہ یہ درست ہوا
کہ کافرون سے لڑے یہانتک کہ مارا جائے تو یہ بات حسبت مین بھی اُسکو جائز ہونی چاہیے لیکن اگر
جانے کہ کفار پر میرے حملہ سے کچھ اثر نہو گا مثلاً اندھا آدمی جو اپنے آپ کو اُنکی صف مین جا ڈالے
یا درماندہ جس سے کچھ نہو سکے تو ایسے کا حملہ کرنا حرام ہو اور آیت تہلکہ کے عموم مین داخل ہو بلکہ تنہا حملہ کرنا
اُسی وقت درست ہو کہ جانتا ہو کہ مین قتل بھی کرونگا اور مارا جاؤنگا یا یہ یقین ہو کہ میری بہادری دیکھ کر
کفار کا تیا پانی ہو جائیگا اور جان لینگے کہ مسلمان ہمکو کچھ مال نہین سمجھتے اور خداے تعالیٰ کی راہ مین
اُنکو جان دینا نہایت محبوب ہو اور اس جہت سے اُنکے چھکے چھوٹ جائینگے تو ایسی ہی صورت مین
محتسب کو بھی حسبت جائز ہو بلکہ مستحب ہو کہ اپنے آپ کو ضرب و قتل کا ہدف کرے بشرطیکہ اُسکی
حسبت سے امر منکر برطرف ہو یا فاسق کا جاہ زائل ہو یا دیندارون کے دل کو قوت ہو لیکن اگر کسی
فاسق زبردست کو دیکھے کہ اُسکے ہاتھ مین پیالہ شراب کا ہو اور پاس تلوار ہو اور جانے کہ اگر مین اسکو
منع کرونگا تو شراب کو پی کر میری گردن اُڑا دیگا اور خود اُسوقت اکیلا ہو تو ہمارے نزدیک ایسے
وقت مین حسبت کرنے کا موقع نہین بلکہ خود اپنے نفس کو ہلاک کرنا ہو کیونکہ مطلوب تو یہ ہو کہ
حسبت سے کوئی اثر دین مین ہو اور اُسکے عوض مین اپنے نفس کو فدیہ کر دے یہ نہین کہ نفس کو
بدون کسی اثر کے ہلاک کر دے کہ اسکی وجہ دین مین کچھ معلوم نہین ہوتی بلکہ ایسی صورت حرام
ہونی چاہیے اور اُسکو انکار اُسی صورت مین مستحب ہو جب امر منکر کے بگاڑ دینے پر قادر ہو

یا اُسکے فعل سے کوئی فائدہ ظاہر ہو اور ایک شرط اسمین یہ بھی ہو کہ ایذا کا پہونچنا بھی صرف اُسی شخص پر منحصر ہو پس اگر یہ جانے کہ میرے ساتھ مین میرے یار دوست اور اقارب اور رفیق بھی پٹینگے تو اُسکو حسبت درست نہین بلکہ حرام ہو اسلیے کہ وہ شخص ایک منکر کو بدون دوسرے منکر کے دفع نہین کرسکتا اور یہ امر قدرت مین کچھ بھی داخل نہین بلکہ اگر یہ جانے کہ اگر مین حسبت کرونگا تو وہ امر منکر تو باطل ہو جائیگا مگر ایک دوسرے منکر کا سبب ہو جسکو محتسب علیہ کے سوا کوئی دوسرا کرنے لگیگا تو اس صورت مین اُسکو انکار کرنا ظاہر تر مذہب کی رو سے حلال نہین اسلیے کہ مقصود یہ ہو کہ منکرات شرعی مطلق نہون نہ زید سے نہ عمرو سے اور اسکی مثال یہ ہو کہ مثلاً کسی شخص کے پاس کوئی شربت حلال ہو کہ اُسمین نجاست کرنے سے نجس ہوگیا ہو اور محتسب جانتا ہو کہ اگر مین اُسکو گرا دونگا تو محتسب علیہ یا اُسکی اولاد شراب پینے لگینگے اسوجہ سے کہ شربت حلال اُنکے پاس سے جاتا رہا تو ایسی صورت مین اُس نجس شربت کا گرا دینا اچھا نہوگا اور یہ بھی بعض کا قول ہو کہ اُسکو گرا دے کیونکہ گرا دینے سے ایک بُرائی نجس پینے کی تو یقیناً جاتی رہیگی باقی رہا شراب کا پینا تو جو اُسکا مرتکب ہوگا ملامت اُسپر رہیگی محتسب کے اختیار مین اُسکا منع کرنا نہین اس احتمال کو بھی اکثر نے پسند کیا ہو اور کچھ بعید بھی نہین اسلیے کہ یہ مسائل فقہی ہین اُنمین حکم گمان غالب ہی سے ہوتا ہو اور اگر حکم تفصیل ہو اس طرح کہ دیکھا جائے کہ جس منکر کو بگاڑتا ہو اور دوسرا منکر اُس سے پیدا ہوتا ہو اُن دونون مین زیادہ بُرا کونسا ہو اور اسی کے لحاظ سے حکم ہو تو قرین قیاس ہو مثلاً ایک شخص دوسرے کی بکری اپنے کھانے کے لیے ذبح کرتا ہو اور محتسب کو معلوم ہو کہ اگر اُسکو منع کرونگا تو وہ کسی انسان کو ذبح کرکے کھا جائیگا تو اس صورت مین اُسکو حسبت کرنے کی کوئی وجہ نہین اور اگر کوئی شخص دوسرے کو ذبح کرتا ہو یا اُسکا کوئی عضو جدا کرتا ہو اور محتسب جانے کہ اسکو منع کرونگا تو اس حرکت کو چھوڑکر اُسکا مال چھین لیگا تو ایسی صورت مین حسبت کی وجہ ہو اس طرح کے دقائق محل اجتہاد مین ہین اور ان سب مین محتسب لازم ہو کہ اپنے اجتہاد کا اتباع کرے اور انھین دقائق کی جہت سے ہم کہتے ہین کہ عامی شخص بجز کھلے کھلے مسائل کے جو سب کو معلوم ہین اور ون مین حسبت نہ کرے مثلاً شراب نوشی اور زنا اور نماز کے ترک اُسکو حسبت جائز ہو لیکن جو باتین ایسی ہون کہ بعض افعال کے قرینے سے تو معصیت معلوم ہوتی ہون اور کسی وجہ سے اُن مین اجتہاد کی ضرورت ہو تو عامی شخص اگر ایسی باتون مین خوض کریگا تو بہ نسبت درستی کے بگاڑ زیادہ کریگا۔ اور جو لوگ کہ حسبت کی ولایت بجز حاکم کی اجازت کے ثابت نہین کرتے انکا گمان ایسی ہی صورت سے نتیجہ ہوتا ہو کیونکہ جب حاکم کی اجازت کی قید نہ رہی تو کیا عجب ہو

کہ حسبت کی تعمیل ایسا شخص کرے جو اپنی معرفت یا دیانت کے قاصر ہونیکی جہت سے اُسکا اہل نہو اور انجام کو موجب طرح طرح کے خللون کا ہو اور اسکی توضیح و تحقیق عنقریب مذکور ہوگی انشاءاللہ تعالے اب اگر یہ کہو کہ تمنے تو مطلق علم کو لکھا ہی کہ ایذا پہونچنے اور حسبت کے مفید نہونے کا علم ہو پس اگر علم کے عوض محتسب کو ظن ہو تو اُسکا حکم کیا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ان ابواب مین ظن غالب بمنزلہ علم کے ہی اور فرق صرف اُسی جگہ ہوگا کہ جہان ظن اور علم ایک دوسرے کے متعارض ہون کہ جانب علم یقینی کو ظن پر ترجیح دیجائیگی اور دوسری جگہون مین علم کا حکم جدا ہوتا ہی اور ظن کا جدا یعنے اگر محتسب کو قطعاً معلوم ہو کہ حسبت مفید نہوگی تو وجوب حسبت اس صورت مین اُسکے ذمہ سے ساقط ہو جائیگا اور اگر ظن غالب غیر مفید ہونے کا ہو مگر احتمال مفید ہونے کا بھی ہو اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی کہ ایذا کی توقع نہو تو اس صورت مین اختلاف ہی کہ حسبت واجب ہی یا نہین اور ظاہر تر یہ ہی کہ واجب ہی اسلیے کہ اسمین ضرر تو کچھ ہی نہین اور فائدہ متوقع ہی اور امر معروف اور نہی منکر کی عام نصین ہر حال مین مقتضی وجوب ہین اور ہم جو اُنمین سے بطریق تخصیص اُس حسبت کو مستثنے کرتے ہین جسمین علم مفید نہونے کا ہو تو یا اجماع سے کرتے ہین یا قیاس ظاہر سے اور قیاس مذکور یہ ہی کہ امر بذاتہ مقصود نہین ہوتا بلکہ اسمین مامور مقصود ہوتا ہی تو جس صورت مین مامور سے قطعاً یاس ہو تو وجوب سے کیا فائدہ ہوگا ہان جس صورت مین مامور سے یاس نہو تو مناسب یہی ہی کہ وجوب ساقط نہو۔ اب اگر یہ کہو کہ جس ایذا کے پہونچنے کی توقع ہو وہ اگر نہ تو یقینی ہو اور نہ غلبہ ظن سے معلوم ہو بلکہ اسمین شک ہو یا غالب ظن اُسکے نہونے کا ہو اور احتمال ہونے کا بھی ہو سکتا ہو تو اس احتمال سے وجوب ساقط ہوگا یا نہین یا حسبت اُسی صورت مین واجب نہین جسمین یقین ایذا پہونچنے کا ہو یا ہر حال مین واجب ہی صرف اُس صورت مین نہین جسمین غلبہ ظن ایذا کا ہو تو اسکا جواب یہ ہی کہ اگر ظن غالب ایذا کا ہو تو حسبت واجب نہین اور اگر عدم ایذا کا ظن غالب ہو تو حسبت واجب ہی اور احتمال ضعیف ایذا سے وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ امکان ضعیف تو ہر حسبت مین ہو سکتا ہی اور اگر غلبہ ظن کسی طرف نہو اور شک ہو کہ ایذا ہوگی یا نہین تو یہ صورت محل گفتگو ہی کہ اسمین یہ بھی کہہ سکتے ہین کہ موافق عام نصوص کے اصل وجوب ہی اور وجوب ایذا پہونچنے سے ساقط ہوتا ہی اور ایذا کا پہونچنا جبھی ہوگا کہ قطعاً یا بغلبہ ظن سے توقع ایذا کی ہو اور چونکہ اس صورت مین ایذا کا نہ علم ہی نہ غلبہ ظن تو وجوب ساقط نہونا چاہیے یہ احتمال ظاہر تر ہی اور دوسرا احتمال یہ ہی کہ یون کہین کہ حسبت اُسی صورت مین واجب ہی کہ عدم ضرر کا علم محتسب کو ہو یا غلبہ ظن ہو اور چونکہ یہان دونون نہین

تو واجب ہونی چاہیے مگر عمومات جو امر معروف کے وجوب پر دلالت کرتے ہین اُنکی رو سے احتمال اول ہی زیادہ درست ہی - اب اگر یہ کہو کہ توقع ضرر کی بزدلی اور جرأت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہی نامرد بزدل تو دور کے احتمال کو قریب سمجھتا ہی گویا کہ نظر کے سامنے ہی اور اُس سے ڈرا کرتا ہی اور دلیر بہادر سانپے اوپر ضرر کا پہونچنا اپنی سرشت کی وجہ سے بعید جانتا ہی یہان تک کہ جب تک اُسکو ضرر ہو نہین لیتا تب تک ضرر کی تصدیق نہین کرتا تو اب اعتماد کس پر کرنا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہی کہ اعتماد طبیعت کے اعتدال اور عقل اور مزاج کی سلامتی پر کرنا چاہیے اسلیے کہ نامردی ایک مرض ہی یعنے دل کا ضعیف ہونا اور اُسکا سبب قوت کا ضعف اور کمی ہی اور تہور یعنے بیعقلی کی دلیری بھی اعتدال کے درجہ سے خارج اور افراط کا مرتبہ ہی اور یہ دونون نقصان ہین کمال صرف اعتدال مین ہی جسکو شجاعت کہتے ہین اور نامردی اور تہور مین سے ہر ایک کبھی تو نقصان عقل کے باعث سرزد ہوتی ہی اور کبھی مزاج مین افراط و تفریط کے خلل کی جہت سے کیونکہ جسکا مزاج نامردی اور جرأت کی صفتون مین معتدل ہوتا ہی اُسکو کبھی ایسا ہوتا ہی کہ شر کے مواقع دریافت نہین ہوتے تو جرأت کی وجہ جہالت ہو جاتی ہی اور کبھی دفع شر کے مواقع نہین سمجھتا تو جہل کے سبب نامردی کا مرتکب ہوتا ہی اور کبھی تجربہ اور روزمرہ کے عادی ہونے سے خرابی کے طریقون اور اُسکے دفع کی تدبیرون سے واقف ہوتا ہی مگر ضعف دلی کی وجہ سے شر احتمالی بعید الوقوع اُسمین وہ اثر کرتی ہی جو شجاع معتدل کے حق مین قریب الوقوع شر اثر کرتی ہی اسی وجہ سے دونون طرفون کا کچھ اعتبار نہین اور نامرد کو لازم ہی کہ اپنی نامردی کی علت کو بتکلف دور کرے اور اُسکی علت یا جہالت ہی یا ضعف اور جہل تجربہ سے دور ہوتا ہی اور ضعف اُس فعل کو بار بار کرنے سے جس سے ڈر لگتا ہو تاکہ عادت ہو جائے کیونکہ مناظرہ اور وعظ کا مبتدی کبھی ضعف کے باعث دل چرایا کرتا ہی مگر جب مہارت اور عادت ہو جاتی ہی تو ضعف جاتا رہتا ہی اسی طرح ہر کام مین قیاس کرنا چاہیے - پھر اگر مکتسب کا ضعف قلب ایسا ہو کہ زوال کے قابل نہو تو اُسکا حکم اُسکے حال کا تابع ہوگا یعنے جیسے کوئی بیمار بعض واجبات سے معذور گنا جاتا ہی اسی طرح حسبت کے واجب سے ایسے ضعیف دل کو معذور سمجھا جائیگا اور اسی بنا پر ہم کہتے ہین کہ جس شخص کو سمندر کے سوار ہونے مین بزدلی غالب ہی اُسکے لیے اُسپر حج اسلام واجب نہین اور جو زیادہ خوف نہ کرتا ہو اُسپر واجب ہی تو اسی طرح کا حال حسبت کے واجب ہونے کا جاننا چاہیے - اب اگر یہ کہو کہ ضرر متوقع کی حد کیا ہی آدمیون کا حال تو اس باب مین مختلف ہوتا ہی کبھی ایک ہی لفظ سے ایذا پاتا ہی کبھی مار سے کبھی اس بات کو بُرا جانتا ہی کہ محتسب چلیہ

اُسکے حق مین غیبت وغیرہ سے زبان درازی کرے یا بادشاہ کے یہان اُسکی چغلی کھائے یا کسی مجلس مین اُسپر طعن کرے جسمین طعن کرنے سے اُسکو ضرر ہو اور جس شخص کو کسی اچھی بات کا امر کیا جاتا ہی اُس سے کسی نہ کسی قسم کی ایذا کی توقع ہوتی ہی تو اُس ایذا اور ضرر کی حد بتلانی چاہیے جس سے حسبت کا وجوب ساقط ہوجاتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ بحث بھی دقیق ہی اور صورت اسکی کثیر الوقوع اور اسکے ہونے کے مقامات منتشر ہین مگر ہم حتی الوسع اُسکے اقسام کو حصر کے ساتھ لکھتے ہین اور منتشر کو ایک جگہ کرتے ہین اور کہتے ہین کہ مکروہ یعنے برائی اور ایذا مطلوب کے مخالف ہی اور دنیا مین مخلوق کے مطالب چار طرح کے ہوتے ہین نفس مین تو علم مطلوب ہی اور بدن مین تندرستی اور سلامتی اور مال مین ثروت اور لوگون کے دلون مین جاہ کا بحال رہنا غرض کہ چار مطلوب ٹھہرے علم اور تندرستی اور ثروت اور جاہ یعنے لوگون کے دلون مین مالک ہونا جیسے ثروت روپیون کے مالک ہونے کا نام ہی اور جس طرح کہ روپیون کا مالک ہونا غرضون کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہی ویسے ہی لوگون کے دلون کا مالک ہونا بھی غرضون کا ذریعہ ہی اور جاہ کے معنون کی تحقیق اور طبیعت انسانی کے اُسکی طرف رغبت کرنے کا سبب جلد سوم مین انشاء اللہ مذکور ہوگا اور ان چارون مطالب مین سے ہر ایک کو آدمی اپنے لیے اور اپنے اقارب اور مخصوص کے لیے طلب کیا کرتا ہی اور انمین دو باتون کا ہونا برا جانتا ہی ایک تو موجود چیز کا جاتا رہنا دوسرے متوقع چیز جو اپنے پاس نہو اُسکا نہ ملنا تو ضرر صرف دو ہی طرح ہوتا ہی یا حاصل چیز کے دور ہونے سے یا متوقع کی تاخیر اور التوا سے اسلیے کہ متوقع اُسی کو کہتے ہین جسکا حاصل ہونا ممکن ہو اور جسکا حصول ممکن ہی وہ گویا حاصل ہی ہی اور اُسکے امکان کا فوت ہونا گویا حصول کا فوت ہونا ہی تو اب ضرر دو قسمون مین آرہا ایک متوقع چیز کے نہ ملنے کا خوف تو اس صورت مین تو مناسب نہین کہ امر بالمعروف کے ترک کرنے کی کسی طرح اجازت دیجائے اور ہم اس خوف کی مثال چارون مطالب مذکورہ مین لکھتے ہین علم مین تو یہ ہی کہ مثلاً کوئی شخص اپنے استاد کی کسی مخصوص چیز پر حسبت نہ کرے اس خوف سے کہ وہ استاد سے میری برائی بیان کریگا اور پھر اُستاد مجکو تعلیم نہ کریگا اور صحت کی مثال یہ ہی کہ کوئی شخص طبیب حریر پوش کے پاس جائے اور اُسکو اس ڈر سے منع نہ کرے کہ آئندہ کو میرا علاج نہ کریگا اور اسوجہ سے تندرستی متوقع رک جائیگی اور مال کی مثال یہ ہی کہ حسبت بادشاہ اور امرا اور اُن لوگون پر نہ کرے جو اُسکے ساتھ سلوک کرتے ہین اس خوف سے کہ وہ آگے کو روزینہ بند کردین اور سلوک ترک کرین اور جاہ کی مثال یہ ہی کہ جس شخص سے

اُمید ہو کہ نصرت اور پچ کرنے کی توقع ہو اُسپر حسبت نہ کرے اس ڈر سے کہ مبادا جاہ حاصل نہو
یا اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کے سامنے جس سے توقع حکومت ملنے کی ہی بُرائی نہ کردے
تو ان خوفون سے جو چارون مثالون مین بیان ہوے حسبت کا وجوب فقط نہین ہوتا اسلیے کہ
انہین خوف زیادات کے نہ حاصل ہونے کا ہی اور زائد چیزون کے نہ ملنے کو مجازاً ضرر کہتے ہین حقیقی
ضرر صرف ہوئی چیز کے جاتے رہنے کا نام ہی اور اس سے کوئی چیز مستثنے نہین بجز اُس شی کے
جسکی طرف حاجت متحقق ہو اور اُسکے فوت ہو جانے مین زیادہ ضرر ہو بہ نسبت منکر پر خاموش
رہنے کے مثلاً ایسی صورت مین کہ مرض بالفعل موجود ہی اور اُسکی جہت سے طبیب کی حاجت ہی اور یہ توقع ہی
کہ اُسکی دوا سے تندرست ہو جائے اور جانے کہ دیر کرنے سے مرض کی شدت ہو جائیگی یا
دیر پا ہو جائیگا اور عجب نہین کہ نوبت ہلاک کی پہونچے اور جاننے سے ہماری غرض ظن غالب ہی
جس سے پانی کا استعمال چھوڑ کر تیمم کی طرف رجوع کیا جاتا ہی جب ظن غالب اس درجہ کو ہو تو
بعید نہین کہ حسبت نہ کرنے کی اجازت دیجائے اور علم مین حاجت ہونے کی مثال یہ ہی کہ محتسب
مہمات دین سے ناواقف ہی اور بجز ایک معلم کے دوسرا ملتا نہین یا دوسرے کے پاس جانے پر قادر نہین
اور جانتا ہی کہ محتسب علیہ اُس معلم تک رسائی نہونے دینے پر قادر ہی اسوجہ سے کہ وہ معلم اُسکا
مطیع ہی یا اُسکا کہنا مانتا ہی تو اس صورت مین مہمات دین کا نہ جاننا بھی محذور ہی اور امر منکر پر سکوت کرنا
بھی محذور ہی اسلیے بیان قرین قیاس یہ ہوگا کہ ایک جانب کو ترجیح دیجائے یعنے اگر امر منکر نہایت
فحش ہو تو حسبت کو ترجیح ہو اور اگر مہمات دینی کی حاجت بہت ہو تو عدم حسبت کو ترجیح ہو اور مال مین حاجت
ہونے کی یہ مثال ہی کہ محتسب کسب اور سوال سے عاجز ہی اور توکل پر قوی دل نہین اور ایک شخص کے
سوا اُسپر اور کوئی خرچ نہین کرتا اور اگر یہ اُسی دینے والے پر حسبت کرتا ہی تو وہ اُسکا روزینہ
موقوف کر دیگا پھر محتسب کو روزینہ کے لیے کسی مال حرام کی طلب کرنی پڑیگی یا بھوک سے مر جائیگا
تو اس صورت مین بھی بعید نہین کہ مجبوری کی جہت سے اُسکو خاموشی کی اجازت دیجائے اور
جاہ مین حاجت ہونے کی یہ مثال ہی کہ محتسب کو کوئی شریر ایذا دیتا ہی اور اُسکی شر دفع کرنے کی کوئی
تدبیر بجز اسکے نہین کہ بادشاہ کے یہان سے جاہ حاصل ہو اور بادشاہ تک رسائی اور جاہ کے
حصول کا وسیلہ ایسا شخص ہی کہ حریر پہنتا ہی یا شراب پیتا ہی تو اگر اُسپر حسبت کرتا ہی تو وہ وسیلہ
نہوگا اور اسی وجہ سے جاہ حاصل نہوگا اور شریر کی ایذا سے نجات نہوگی تو یہ سب باتین اگر
ظاہر ہو کر قوت پکڑ جائین تو بعید نہین کہ انکو مستثنے کر دیا جائے مگر انکا معاملہ محتسب کے اجتہاد سے

وابستہ ہو یہان تک کہ وہ اپنے دل سے فتوے لے اور ایک مخذور کو دوسرے کے ساتھ تول کر دینی اعتبار سے ایک کو ترجیح دے نہ اپنی خواہش نفس کے لحاظ سے پس اگر دین کے اعتبار سے ان امور کو ترجیح دیکر سکوت کریگا تو اس سکوت کا نام مدارات ہو اور اگر خواہش نفس کی وجہ سے سکوت کریگا تو اُس سکوت کو مداہنت کہتے ہین اور یہ معاملہ باطنی ہو اُسپر اطلاع بدون نظر دقیق کے نہین ہوسکتی مگر یہ کھنے والا بڑا دیکھنے والا ہو وہ دل کے معاملون کو خوب دیکھتا ہو پس ہر دیندار کو اس باب مین ضرور ہو کہ اپنے دل کا نگران رہے اور جانے کہ اللہ تعالی کو رغبت اور عدم رغبت کا حال معلوم ہو کہ دین کی وجہ سے ہو یا خواہش نفس سے اور جو کوئی نیکی یا بدی کریگا اُسکو اللہ تعالی کے پاس موجود پائیگا گو دل کا التفات اور آنکھ کا جھپکنا ہی ہو اور وہان کچھ ظلم و زیادتی نہوگی کہ اللہ تعالی بندون پر ظلم نہین فرماتا۔ اور دوسری قسم ضرر کی یعنے حاصل ہوئی چیز کا فوت ہونا یہ البتہ ضرر ہو اور حسبت پر سکوت کے جائز ہونے مین سوا علم کے اور مطالب سہ گانہ مذکورہ بالا مین معتبر ہو اور علم مین اسلیے معتبر نہین کہ علم کے فوت ہونے کا خوف نہین بجز اسکے کہ خود قصور کرے ورنہ اور کوئی اختیار نہین رکھتا کہ عالم سے علم چھین لے مگر تندرستی اور ثروت اور جاہ کے چھین لینے پر قادر ہو سکتا ہو اور یہی شرف علم کا ایک سبب ہو کہ دنیا مین بھی ہمیشہ رہتا ہو اور اُسکا ثواب آخرت مین بھی ہمیشہ کو رہیگا غرض کہ اُسکو ابد الآباد نیستی نہین اور صحت اور سلامتی کا جاتا رہنا مارے سے ہو تو جو کوئی یہ جانے کہ حسبت مین مجھ پر ضرب دردناک پڑیگی تو اُسپر حسبت واجب نہین گو مستحب ہو جیسا کہ پہلے گذرا اور جب عدم ضرب دردناک مین سمجھا گیا تو زخمی کرنے اور عضو کے جدا کرنے اور قتل مین بطریق اولی ہوگا اور ثروت کا جاتا رہنا یہ ہو کہ جانے کہ حسبت کرنے سے مکان لٹ جائیگا اور حویلی کھد جائیگی اور کپڑے چھین جاینگے تو اس سے بھی حسبت کا وجوب ساقط ہو جاتا ہو اور استحباب باقی رہتا ہو اس جہت سے کہ اسمین کیا مضائقہ ہو کہ دین کے اوپر دنیا کو فدا کر دے۔ اور مار اور لوٹ مین سے ہر ایک کے کئی مرتبے مین ایک تو کمی کا جسکی پروا نہیجاتی ہو جیسے آہستہ سے تھپڑ لگنا اور ایک کوڑی یا پیسے کا لٹ جانا اور ایک زیادتی کا جسکا اعتبار واجب کے سقوط مین کیا جاتا ہو اور ایک بیچ کی حالت جو اشتباہ مین پڑی ہوئی ہو کہ آیا اسکے ہونے سے حسبت کا وجوب ساقط ہوتا ہو یا نہین اور دیندار کو لازم ہو کہ ایسی مشتبہ صورتون مین اجتہاد کرے اور جہان تک ہوسکے دین کی جانب کو ترجیح دے۔ اور جاہ کے فوت ہونے کا یہ طور ہو کہ مجمع مین پیٹا جائے اور ضرب دردناک نہو جس سے تندرستی جاوے یا علی رؤس الاشہاد گالیان پڑین یا اُسی کا رومال گلے مین ڈال کر شہر مین پھرایا جائے یا کالا منہ کرکے تشہیر کیا جاوے

اور ضرب دردناک کسی مین نہو تو یہ صورتین جاہ کی مخل اور دل کی درد دینے والی ہین اور اسکے بھی کئی درجے مین اور بہتر یہ ہی کہ اسکی تقسیم یون ہو کہ ایک درجہ جاہ کے جانے کا وہ ہو جسکو بعزتی اور تشہیر کہتے ہین مثلاً ننگے سر اور ننگے پانون شہر مین پھرانا تو ایسے درجہ مین حسبت سے خاموشی کی اجازت ہی اسلیے کہ مروت اور عادات کے محفوظ رکھنے کا شریعت مین حکم ہی اور اس بے حرمتی کا درد دل مین بہ نسبت بہت سی ضربون اور روپیون کے جاتے رہنے کے زیادہ ہوتا ہی اور دوسرا درجہ صرف جاہ کے جانے کا ہو مثلاً ایک شخص کی عادت ہی کہ عمدہ پوشاک پہن کر اور گھوڑے پر سوار ہوکر نکلتا ہی اور جانتا ہی کہ اگر حسبت کرونگا تو مجکو بازار مین پیادہ یا ایسے لباس مین پھرنا پڑیگا جسکا عادی نہین تو اس صورت مین ان جیسی باتون سے حسبت کا وجوب ساقط نہوگا کیونکہ یہ زیادتی جاہ کی باتین ہین انکا بچانا کچھ عمدہ بات نہین اور حرمت کی نگاہداشت ایک عمدہ چیز ہی اُسکے جانے کے ڈر سے واجب ساقط ہو جاتا ہی اور جاہ کی زیادتی مین یہ بھی داخل ہی کہ محتسب اس بات سے ڈرے کہ لوگ مجکو سامنے جاہل یا احمق یا ریاکار یا منافق کہینگے یا پیٹھ پیچھے طرح طرح کی غیبتین کرینگے کہ اس سے بھی وجوب ساقط نہین ہوتا اسلیے کہ اسمین صرف زیادتی جاہ کا زوال ہی جسکی چندان حاجت نہین اور اگر بالفرض ملامت کرنے والون کی ملامت یا بدکارون کی غیبت خواہ گالی دینی یا بُرا کہنے سے یا لوگون کے دلون مین سے اپنی منزلت گرجانے کے خوف سے حسبت نہ کیجائے تو حسبت واجب ہی نہ رہیگی اسلیے کہ یہ بات تو ہر حسبت مین موجود ہی ہان جس صورت مین کہ امر منکر غیبت ہی ہو اور محتسب جانے کہ اگر مین غیبت کنندہ کو منع کرونگا تو وہ جسکی غیبت کرتا ہی اُس سے بھی خاموش نہوگا اور اُسکے ساتھ مجکو بھی ملالیگا تو اس صورت مین حسبت حرام ہی اسلیے کہ حسبت معصیت کی زیادتی کا باعث ہی نہ کمی کا اور اگر یہ جانے کہ پہلی غیبت کو وہ چھوڑ دیگا اور صرف میری ہی غیبت کریگا تب بھی حسبت اُسپر واجب نہین کیونکہ غیبت اُسکی بھی غیبت کنندہ کے حق مین معصیت ہی مگر یہ حسبت اس نظر سے مستحب ہی کہ اپنی آبرو کو دوسرے شخص کی آبرو کا فدیہ کرتا ہی اور چونکہ عمومات وجوب حسبت کی تاکید پر دال ہین اور منکر پر خاموش رہنے مین بڑا خطرہ ہی تو اسی لیے اسکے مقابل ایسی ہی چیز ہوگی جسکا خطرہ دین مین زیادہ ہو اور مال اور نفس اور حرمت کا خطرہ شریعت مین موجود ہی تو اُنکے فوت ہونے کے ڈر سے وجوب حسبت بھی ساقط ہوگا مگر زیادتی جاہ وحشمت اور اقسام تجمل اور لوگون کے اچھا کہنے کے طالب ہونے کا کچھ درجہ نہین تو اُنکے خوف سے وجوب بھی ساقط نہوگا۔ باقی رہا یہ کہ حسبت کا نہ کرنا اس ڈر سے کہ بھی ایذائین اپنی اولاد و اقارب کو نہون تو یہ امر خود محتسب کے لحاظ سے کمتر ہی اسلیے کہ خود اپنا

ایذا پانا زیادہ سخت ہوتا ہے بہ نسبت دوسرے کی ایذا کے اور دین کے اعتبار سے زیادہ ہے اسلیے کہ آدمی خود اپنے حقوق سے تو درگذر کر سکتا ہے مگر دوسرے کے حق میں مسامحت اسکو جائز نہیں اس سے یہ نکلا کہ اسکو چاہیے کہ اس صورت میں حسبت نکرے کیونکہ خویش و اقارب کے حقوق جو فوت ہونگے تو دو حال سے خالی نہیں یا بطریق معصیت ہونگے جیسے مارنا اور لوٹنا وغیرہ تو اس صورت میں حسبت درست نہیں اسلیے کہ ایک منکر کو دور کرنے سے دوسری برائی پیدا ہوتی ہے یا معصیت کے طور پر نہونگے تب بھی مسلمان کی ایذا پائی جائیگی اور اسکو درست نہیں کہ دوسرے کا ضرر بدون اسکی رضامندی کے کرے غرضکہ اگر حسبت کی وجہ سے کوئی معصیت ایسی ہوتی ہو جسکا ضرر امر منکر کی نسبت زیادہ ہو تو اسکو چاہیے کہ حسبت کو ترک کرے اور اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص تارک دنیا ہے جسکے اقارب مالدار ہیں تو اسکو اس بات کا ڈر نہیں کہ اگر میں بادشاہ پر حسبت کرونگا تو وہ میرا کچھ مال چھین لیگا بلکہ میرے اقارب کا قصد کریگا اور میرا غصہ انپر نکالیگا تو جب اپنی حسبت سے اقارب اور ہمسایوں پر ایذا ہوتی جانے تو حسبت کو ترک کرے کیونکہ مسلمانوں کو ستانا ممنوع ہے جیسے کہ منکر پر سکوت کرنا ممنوع ہے ہاں اگر انکو مال اور جان کی ایذا نہو بلکہ گالی اور برا کہنے سے ہو تو اسمین بحث ہے اور باعتبار منکرات کے مخ[illegible]ش ہونے کے اور کلام سخت کے دل میں اثر کرنے اور آبرو میں خلل ڈالنے کے اسکا حکم جداگانہ ہوتا ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ کوئی شخص اگر اپنا کوئی عضو کاٹ ڈالتا ہے اور بدون قتال کے اس سے باز نہیں آتا اور عجب نہیں کہ قتال میں وہ مارا جائے تو اس صورت میں اس سے قتال چاہیے یا نہیں اگر تم کہو کہ چاہیے تب تو محال ہے اسلیے کہ عضو کے تلف کرنے کے خوف سے جان کا تلف کرنا لازم آتا ہے اور جان جائیگی تو عضو پہلے جائیگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکو منع کرنا اور لڑنا چاہیے کیونکہ ہمارا مقصود یہ نہیں کہ اسکی جان اور عضو محفوظ رہے بلکہ غرض یہ ہے کہ منکر اور معصیت بالکل مسدود ہو جائے اور حسبت میں اسکا مارا جانا معصیت نہیں اور اسکا عضو کو جدا کرنا معصیت ہے اور اسکی مثال ایسی جانو کہ کوئی شخص مسلمان کے مال پر حملہ کرے اور مالک اسکو ایسی طرح ہٹا دے کہ وہ مارا جائے تو اسطرح کا ہٹانا درست ہے اور اسکے یہ معنے نہیں کہ روپیہ کے بدلا میں ہم مسلمان کی جان لیا چاہتے ہیں کہ یہ تو محال ہے بلکہ اسکو مسلمان کا مال لینا معصیت ہے اور اس معصیت کے ہٹانے میں اسکا مار ڈالنا گناہ نہیں بلکہ مقصود گناہ کا ٹالنا ہے۔ اب اگر یہ کہو کہ بالفرض اگر ہم جانتے ہوں کہ یہ شخص تنہا ہوگا تو اپنا ہاتھ یا پانوں کاٹ ڈالیگا تو یوں چاہیے کہ اسکو اسی وقت مار ڈالیں تاکہ معصیت کا باب بالکل بند ہی ہو جاوے تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہاتھ یا [illegible] کے کاٹنے کا علم یقینی نہیں

اسلیے اُسکا خون گرڈالنا وہ بھی معصیت پر جائز نہین ہان اگر اُسکو اپنا ہاتھ پاؤن کاٹتے دیکھین تو منع
کرینگے اور اگر ہمسے قتال کریگا تو اُس سے لڑینگے چاہے اسکی جان رہے یا جاوے۔ اِن سے یہ معلوم ہوا
کہ معصیت کی تین حالتین ہین ایک تو یہ کہ عاصی اسکو کرچکا ہو تو اُس معصیت پر سزا
دینی یا حد ہوگی یا تعزیر اور یہ سزا حکام کا کام ہے نہ ہر کسی کا دوسرے یہ کہ عاصی اُسکو سر دست کر رہا ہو
جیسے حریر پہنے ہو یا عود خواہ شراب لیے ہو تو ایسی معصیت کا باطل کرنا واجب ہے خواہ کسی طرح سے
بشرطیکہ اُسکے باطل کرنے مین کوئی معصیت اس سے زیادہ خواہ اُسکے برابر نہوتی ہو تو ایسی معصیت
کا دور کرنا ہر کسی کو ثابت ہے تیسرے یہ کہ معصیت متوقع ہو مثلاً ایک شخص مجلس مین جھاڑ و دیکر
اور گلدستون سے آراستہ کرکے شراب خواری پر مستعد ہوا اور ابھی تک شراب نہ آئی ہو تو یہ صورت مشکوک ہے
اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا مانع پیش آوے جس سے نوبت معصیت کی نہ پہونچے اسیوجہ سے
معصیت متوقع سے منع کرنیکا اختیار ہر کسی کو ثابت نہین بجز اسکے کہ وعظ و نصیحت سے فہمایش ہو
اور درشتی اور ضرب سے تو نہ احاد کو جائز ہے نہ سلطان کو ہان اگر وہ معصیت کرنی عاصی کی عادت
دائمی ہو اور جس سبب سے کہ اُس معصیت کی نوبت پہونچے اُسکو وہ کر رہا ہو اور حصول معصیت مین
کوئی کسر نہو بجز انتظار کے تو ایسی صورت مین سختی اور مار سے بھی حسبت جائز ہے اور اُسکی مثال
یہ ہے کہ جوان شخص عورتون کے حمامون کے دروازون پر کھڑے ہوتے ہین کہ اُنکو اندر جاتے اور باہر
نکلتے دیکھین تو یہ لوگ ہر چند راستہ کو تنگ نہین کرتے کہ وہ وسیع ہوتا ہے مگر تاہم درشتی اور ضرب سے
اُنکو وہان سے اٹھا دینا اور اُس جگہ کھڑے ہونے سے منع کرنا درست ہے کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے
تو اُنکا کھڑا ہونا ہی فی نفسہ معصیت ہے گو اُنکا مقصد معصیت نہو جیسے اجنبی عورت سے خلوت کرنی فی نفسہ
معصیت ہے اسوجہ سے کہ وہ مظنہ معصیت ہے اور مظنہ معصیت کا حاصل کرنا بھی معصیت ہے اور
مظنہ سے ہماری غرض وہ بات ہے جس سے انسان غالباً معصیت مین پڑجانے کے درپیش ہوجائے اس طرح
کہ اُس سے رک نہ سکے تو اس صورت مین حسبت کرنا معصیت موجود پر ہوگا نہ متوقع پر
دوسرا رکن حسبت کا وہ شئے ہے جسمین حسبت ہو یعنے وہ امر منکر جو فی الحال موجود ہو اور محتسب پر
بدون تجسس کے ظاہر ہو اور اُسکا منکر ہونا بدون اجتہاد کے معلوم ہو تو یہ چار شرطین ہوئین
ہر ایک کا احوال جدا لکھتے ہین۔ اول اُس شئی کا منکر ہونا اس سے ہماری غرض یہ ہے کہ شرع مین اُسکا واقع ہونا
ممنوع ہو اور ہمنے اُسکو منکر کہا معصیت نہ کہا اسلیے کہ منکر بہ نسبت معصیت کے عام ہے کیونکہ مثلاً اگر
کوئی لڑکے یا مجنون کو شراب پیتے دیکھے تو اُسپر واجب ہے کہ شراب کو گرا دے اور اُنکو منع کرے

ایسا ہی اگر مجنون مرد کو مجنون عورت سے زنا کرتے خواہ چوپایہ سے صحبت کرتے دیکھے تب بھی منع کرنا اس حرکت سے واجب ہی اور یہ منع اسوجہ سے نہین کہ فعل کی صورت بہت بُری اور علانیہ ہو بلکہ اس منکر کو اگر خلوت مین دیکھے تب بھی منع کرنا واجب ہو حالانکہ مجنون کے حق مین فعل معصیت نہین اسلیے کہ وہ شرعاً مکلف احکام شرعی کا نہین تو عاصی یعنے نافرمان نہوگا اور بدون عاصی کے معصیت کا ہونا محال ہو اسلیے ہمنے لفظ منکر رکھا کہ سب برائیون پر دلالت بھی کرتا ہو اور معصیت سے عام بھی ہو اور اُسکے عموم مین ہمنے صغیرہ اور کبیرہ کو درج کر دیا ہو اور حسبت کچھ کبیرہ ہی پر مخصوص نہین بلکہ حمام مین برہنگی کا کھولنا اور اجنبی عورت سے خلوت کرنی اور اجنبی عورتون کو تاکنا سب صغیرہ ہین اور اُنسے ممانعت کرنی واجب ہو اور صغیرہ اور کبیرہ کے درمیان فرق مین بحث ہو کہ جلد چہارم باب التوبہ مین مذکور ہوگی۔ دوم شرط یہ ہو کہ منکر فی الحال موجود ہو یہ قید اس سے احتراز ہو کہ جو شخص شراب خواری سے فارغ ہو چکا تو اُسکی حسبت کا ہر کسی کو اختیار نہین کہ منکر ہو چکا اور نیز احتراز ہو اُس منکر سے جسکی آیندہ کو توقع ہو مثلاً کسی کے حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ آج رات کو شراب خواری کا قصد رکھتا ہو کہ اُسپر حسبت کرنا بجز وعظ کے نہین اور اگر وہ اپنے قصد کا منکر ہو تو وعظ بھی ناجائز ہو اسلیے کہ اسمین مسلمان پر بدگمانی ہو اور کیا عجب ہو کہ وہ سچ ہی کہتا ہو یا کوئی ایسا مانع پیش ہو جس سے وہ اپنا قصد پورا نہ کر سکے اور اسمین وہ دقیقہ یاد رکھنا چاہیے جسکو ہمنے ذکر کیا ہو یعنے خلوت اجنبی عورت کے ساتھ اور کھڑا ہونا حمام زنان کے دروازہ پر اور اس طرح کی اور باتین فی الحال کی معصیت مین ہین سوم شرط یہ ہو کہ منکر محتسب کو بدون تجسس ظاہر ہو پھر اگر کوئی شخص معصیت اپنے گھر مین چھپا کر کرے اور مکان کا دروازہ بند کر لے تو اُسپر جاسوسی کرنی واجب نہین کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہو اور قصہ حضرت عمر فاروق رضہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ کا اس باب مین مشہور ہو جسکو ہم باب آداب الصحبت مین لکھ آئے ہین اور اسی طرح وہ قصہ ہو کہ حضرت عمر رض ایک شخص کے مکان کی دیوار پر چڑھ گئے اور اُسکو بُری حالت مین دیکھ کر منع فرمایا اُسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین اگر مین نے خدا تعالیٰ کی معصیت ایک وجہ سے کی تو آپ نے تین وجہون سے کی آپنے فرمایا کہ وہ کیا ہین اُسنے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو وَلَا تَجَسَّسُوْا اور آپ نے جاسوسی کی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا اور آپ دیوار پر چڑھ کر آئے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہو لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا اور آپنے سلام نہین کیا حضرت عمر رض نے اُسکو چھوڑ دیا اور شرط کر لی کہ توبہ کرنا۔ اور اسی طرح حضرت عمر رضہ نے ممبر پر صحابہ رض سے سوال کیا

کہ امام اگر خود کوئی امر منکر دیکھہ لے تو اُسکو درست ہی یا نہین کہ حد مجرم پر قائم کرے حضرت علی رضا نے جواب دیا کہ امر حد کا کم سے کم دو گواہ پر وابستہ ہی اسمین ایک کافی نہوگا اور ہمنے ان اخبار کو باب اداب الصحبت مین حق مسلمان کے ذیل مین لکھا ہی اب دوبارہ لکھنے کی حاجت نہین۔ پھر اگر یہ پوچھو کہ تعریف معصیت کے ظاہر ہونے اور در پردہ ہونے کی کیا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے اور اُسکی دیوارون کی آڑ مین ہو جائے تو اُسکے پاس جانا بدون اُسکی اجازت کے صرف معصیت کا حال معلوم کرنے کے لیے جائز نہین ہان اگر گھر کے باہر سے آدمی معلوم کرلے کہ اُسکے گھر مین منکر ہی مثلاً بانسری اور تار کے باجے ایسی طرح بجتے ہون کہ باہر آواز خوب آتی ہو تو جو کوئی اُنکو سنے اُسکو جائز ہی کہ گھر مین گھس کر آلات لہو کے توڑ ڈالے اسی طرح اگر شراب خوار جو کلمات اُنمین رائج ہین اُنکو آواز سے بک رہے ہون کہ شرک کے لوگ سنین تو یہ اظہار بھی موجب حسبت ہی غرض کہ دیوارون کی آڑ ہونے سے منکر کے ظاہر ہونے کی دو صورتین ہین ایک بو کا معلوم ہونا دوسرے آواز کا سننا تو اگر شراب کی بو معلوم ہو اور یہ احتمال ہو کہ رکھی ہوئی کی بو ہی تب تو اُسکے گرا دینے کا قصد کرنا درست نہین اور اگر حال کے قرینہ سے معلوم ہو کہ بو کا ظاہر ہونا اسوجہ سے ہی کہ لوگ پی رہے ہین تو اس صورت مین حسبت جائز ہی۔ اور بعض اوقات شراب کا شیشہ اور آلات لہو آستین مین یا دامن کے تلے چھپا لیا کرتے ہین تو جب کوئی فاسق نظر پڑے اور اُسکے دامن تلے کچھ ہو تو اُسکی تفتیش جائز نہین جبتک کہ کسی علامت خاص سے معلوم نہو اسلیے کہ فاسق ہونا اس بات پر نہین دلالت کرتا کہ اسکے پاس شراب ہی کیونکہ سرکہ وغیرہ کی بھی تو اُسکو ضرورت ہوتی ہی پس چھپانے سے استدلال نہین ہو سکتا کہ شراب ہی ہی اور اگر سرکہ ہوتا تو نہ چھپاتا اسلیے کہ چھپانے مین بہت سی غرضین متعلق ہین اور اگر بد بو شراب کی معلوم ہوتی ہی تو محل بحث ہی اور ظاہر یہ ہی کہ حسبت جائز ہی اسلیے کہ یہ علامت مفید ظن ہی اور ان جیسے امور مین ظن مثل علم کے ہی اسی طرح اگر اوپر کا کپڑا پتلا ہوتا ہی تو عود وغیرہ کی شکل پہچانی جاتی ہی تو شکل کی دلالت بھی مثل بو اور آواز کی دلالت کے ہی اور جسکی دلالت ظاہر ہو وہ مستور نہین بلکہ کھلی ہی اور ہمکو شریعت نے حکم فرمایا ہی کہ جسکو خدا تعالی نے مستور کیا اسکو ہم بھی مستور رکھین اور جو ہمارے سامنے ظاہر ہو اُسکو بگاڑ دین اور ظاہر ہونے کی کئی طرح ہین کبھی تو کان کے ذریعہ سے اور کبھی سونگھنے سے اور کبھی دیکھنے سے اور کبھی چھونے سے ظاہر ہوتا ہی تو اُسکو آنکھ سے دیکھنے پر مخصوص کرنا نہ چاہیے بلکہ مقصود علم ہی اور یہ حواس بھی علم کو مفید ہین اس سے یہ نکلا کہ اگر کپڑے کے نیچے کی چیز معلوم ہو جاکے

کہ شراب ہی تو اُسکا توڑنا درست ہی مگر یہ جائز نہین کہ اُس سے یہ کہے کہ مجکو دکھا دے تاکہ معلوم کرون
کہ اُسمین کیا ہی اسلیے کہ یہ امر تجسس ہی جسکے یہ معنی ہین کہ ایسی علامتون کا تلاش کرنا جنسے چیز کا حال
معلوم ہو غرضکہ اسی طرح کی علامتین اگر خود بخود حاصل ہون اور اُنسے منکر کی شناخت ہو جاے
تب تو اُنکے مقتضا کے موافق عمل کرنا درست ہی مگر ایسی علامتون کی تلاش کرنے کی اجازت ہرگز نہین
چہارم شرط یہ ہی کہ بدون اجتہاد کے اُسکا منکر ہونا معلوم ہو تو جتنی چیزین کہ محل اجتہاد مین ہین اُنمین
کچھ حسبت نہین مثلاً کسی حنفی کو جائز نہین کہ شافعی مذہب والے پر ضب اور کفتار اور متروک التسمیہ
کے کھانے کا انکار کرے اور نہ شافعی کو درست ہی کہ حنفی سے کہے کہ تم نبیذ جسمین نشہ نہو کیون
پیتے ہو یا ذوی الارحام کو ترکہ کیون دیتے ہو یا ہمسایگی کے شفعہ سے لیے ہوئے مکان مین کیون بیٹھے ہو
اور اسی طرح اور مسائل مین جنمین اجتہاد جاری ہی ہان اگر شافعی دوسرے شافعی کو نبیذ پیتے دیکھے یا بدون
ولی کے کسی عورت سے نکاح کرکے اُس سے صحبت کرے تو اُسمین تردد ہی اور ظاہر یہی ہی کہ اُسکو
حسبت اور انکار درست ہی اسلیے کہ کوئی عالم اس طرف نہین گیا کہ مجتہد کو دوسرے کے اجتہاد کے
بموجب عمل کرنا درست ہی اور نہ یہ کسی کا مذہب ہی کہ اگر کوئی مقلد اپنے اجتہاد مین کسی شخص کو سب
علما سے افضل جانے تو اُسکے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے کا مذہب اختیار کرے اور سب مذاہب
مین سے اپنے نزدیک عمدہ عمدہ باتین چھانٹ لے بلکہ ہر مقلد پر اتباع اپنے امام کا ہر مسئلہ مین تفصیل وار
واجب ہی اس سے معلوم ہوا کہ اپنے امام کی مخالفت بالاجماع علما کے نزدیک منکر ہی اور جو کوئی مخالفت کرے
وہ عاصی ہی مگر یہ کہ اس سے ایک اور بات زیادہ باریک لازم آتی ہی وہ یہ ہی کہ حنفی کو جائز ہی اگر
کوئی شافعی بدون ولی کے عورت سے نکاح کرے تو اُس سے یہ کہے کہ ہر چند یہ فعل بذات خود
حق ہی مگر تیرے حق مین نہین کیونکہ تیرا اعتقاد یہ ہی کہ صواب مذہب شافعی مین ہی تو جو تیرے
عندیہ مین صواب ہی اُسکی مخالفت کرنی تیرے حق مین معصیت ہی گو خدا تعالی کے نزدیک تیرا ع
اس صورت مین تیرا اُسپر مرتکب ہونا باطل ہی اسی طرح شافعی حنفی پر اعتراض کرسکتا ہی جس
صورت مین کہ حنفی اُسکا شریک ضب و متروک التسمیہ وغیرہ کے کھانے مین ہوا اور یہ کہہ سکتا ہی
کہ یا تو اس بات کا معتقد ہو کہ امام شافعی پیروی کے زیادہ مستحق ہین پھر ان اشیا کو کھا جا یا جو بات
تمھارے عقیدے کے خلاف ہی اُسکے مرتکب نہو پھر اس سے ایک اور بات محسوسات مین جا پڑتی
یعنے فرض کرو کہ ایک بہرا آدمی کسی عورت سے بقصد زنا صحبت کرے اور محتسب کو یہ معلوم ہی کہ
اس شخص کے باپ نے اُسکا نکاح اس عورت سے لڑکپن مین کر دیا تھا اور یہ عورت اسکی منکوحہ ہی

مگر اُسکو معلوم نہین اور نہ اُسکو بتا سکتا ہے اس جہت سے کہ وہ بہرا ہے یا اُسکی زبان کو نہین سمجھتا تو وہ شخص چونکہ اُس عورت کو اجنبی اعتقاد کرتا ہے اس نظر سے صحبت کرنے سے عاصی ہے اور آخرت مین عذاب پائیگا تو چاہیے یون کہ محتسب اُس عورت کو اُس سے منع کر دے باوجودیکہ وہ اُسکی زوجہ ہے حالانکہ یہ منع کرنا اس لحاظ سے تو بعید ہے کہ اللہ تعالی کے علم مین وہ عورت اُسپر حلال ہے اور اس لحاظ سے قریب ہے کہ اُسکی غلطی اور جہالت کی وجہ سے اُسپر حرام ہے اور اسمین شک نہین کہ اگر کوئی مرد اپنی منکوحہ کی طلاق محتسب کے دل کی کسی صفت پر مشروط کرے مثلاً ارادہ یا غصہ وغیرہ پر اور وہ صفت اُسکے دل مین پائی جائے مگر زوجین کو بتلانے سے عاجز ہوا اور یہ جانتا ہو کہ طلاق پڑ گئی تو جب مرد کو عورت سے مجامعت کرتے دیکھے تو زبان سے اُسکو منع کرے کیونکہ واقع مین یہ زنا ہے مگر زانی کو علم نہین کہ یہ زنا ہے اور محتسب کو معلوم ہے کہ تین طلاقین پڑ گئین اور چونکہ زوجین صفت کے موجود ہونے سے جاہل رہنے کے سبب عاصی نہین تو اس سے یہ نہین نکلتا کہ یہ صحبت منکر نہو کیونکہ یہ صورت مجنون کی زنا سے کم کسی طرح نہین اور ہم نے بیان کر دیا کہ مجنون بھی زنا سے منع کیا جائے حاصل یہ ہے کہ جب ایسی بات سے منع جائز ہوا جو خداے تعالی کے نزدیک منکر ہو گو فاعل کے نزدیک منکر نہو اور نہ وہ اُس فعل سے بسبب عذر جہالت کے عاصی ہو تو اسکے عکس سے یہ لازم آتا ہے کہ جو بات خداے تعالی کے نزدیک منکر نہین اور صرف فاعل کے نزدیک جہالت کی وجہ سے منکر ہو تو اُس سے منع نکیا جائے اور یہی ظاہر تر ہے واللہ اعلم تو اس سے یہ حاصل ہوتا ہے کہ حنفی شافعی پر بدون ولی کے نکاح کی صورت مین اعتراض نکرے اور ایک شافعی دوسرے پر اس باب مین اعتراض کرے اسلیے کہ محتسب اور محتسب علیہ دونون کا اتفاق ہے کہ یہ امر منکر ہے اور یہ مسائل فقہی دقیق مین اور انمین احتمالات ایک دوسرے کے معارض مین ہمنے فتوی انمین اُسی بات پر دیا ہے جو ہمارے نزدیک فی الحال راجح پائی گئی اور ہم یہ بھی یقیناً نہین کہتے کہ ان امور مین جو دوسرا حکم دے وہ خواہ مخواہ خطا ہی ہے بلکہ اگر وہ یہ سمجھے کہ احتساب اُسی صورت مین چاہیے جو قطعاً معلوم ہوا اور اس طرف بھی بہت لوگ گئے ہین اُنکا یہی قول ہے کہ حسبت ایسی ہی چیزون مین چاہیے جیسے شراب اور سور اور دوسری یقینی حرام چیزین ہین لیکن ہمارے نزدیک قریب بصواب یہی ہے کہ مجتہد کے حق مین اجتہاد اثر کرتا ہے کیونکہ یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص قبلہ مین اجتہاد کرے اور دلالات ظنی کی رو سے اپنے نزدیک قبلہ کا ایک سمت معین مین ہونیکا اقرار بھی کرے پھر قبلہ کو پشت کر کے نماز پڑھے اور اسکو منع نہ کیا جائے اس وجہ سے کہ دوسرے کے ظن مین غالباً پشت کرنا ہی صحیح ہو

اور جن لوگون کی یہ راے ہی کہ ہر مقلد کو اختیار ہی کہ مذاہب مین سے جو چاہے پسند کرلے اُنکا کچھ اعتبار نہین اور غالبًا کسی کا مذہب سرے سے یہ ہوگا بھی نہین اور اگر ہو تو وہ معتبر نہین - اب اگر یہ کہ جب حنفی پر شافعی نکاح بلا ولی مین اعتراض نہین کرسکتا اس نظر سے کہ وہ نکاح حنفی کے نزدیک حق ہی تو چاہیے کہ معتزلی جو یہ کہتے ہین کہ خداے تعالی کا دیدار نہوگا اور خیر اللہ سے ہی اور شر اُس سے نہین اور کلام اللہ مخلوق ہی اُنپر بھی اعتراض نہ کیا جائے اور نہ حشوی پر اعتراض ہو جو کہتے ہین کہ اللہ تعالی جسم و صورت رکھتا ہی اور عرش پر مستقر اور ثابت ہی بلکہ فلسفی پر بھی اعتراض نہ چاہیے جو یہ کہتے ہین کہ اجسام کا بعث نہوگا بلکہ نفوس اُٹھینگے اسلیے کہ اُنکا اجتہاد اسی کا مقتضی ہوا اور وہ اپنے گمان مین اسکو حق خیال کرتے ہین اور اگر یہ جواب دو کہ ان فرقون کے مذہب کا بطلان ظاہر ہی تو جو مذہب مخالف نص حدیث کے ہی اُسکا بطلان بھی ظاہر ہی پھر جیسے ظاہر نصوص سے خداے تعالی کا دیدار ثابت ہی اور معتزلی اُسکا انکار تاویل سے کرتے ہین اسی طرح وہ مسائل بھی ظاہر نصون سے ثابت ہین جنمین حنفی خلاف کرتے ہین جیسے مسئلہ نکاح بلا ولی اور ہمسایگی کے شفعہ وغیرہ کا ہی تو پھر تخصیص اعتراض نہ کرنیکی حنفی پر کیسے ہوگی تو اُسکا جواب یہ ہی کہ مسائل دو طرح کے ہین ایک وہ کہ انمین کہہ سکتے ہین کہ ہر مجتہد صواب پر ہی اور وہ احکام افعال کے ہین حلت و حرمت کے باب مین اور یہ مسائل ایسے ہین کہ مجتہدین پر اُنکے باب مین اعتراض نہین کیا جاتا اسلیے کہ اُنکی خطا یقینًا معلوم نہین بلکہ ظنی ہی اور دوسری طرح کے وہ مسائل ہین جنمین ایک مجتہد کے سوا دوسرا حق پر نہین ہوسکتا جیسے مسئلہ دیدار الٰہی اور تقدیر کا اور کلام الٰہی کے قدیم ہونے کا اور اللہ تعالی کی صورت اور جسمیت اور عرش پر مستقر ہونے کی نفی کا یہ مسائل اس قسم کے ہین کہ خطا کرنے والے کی خطا قطعًا معلوم ہوجاتی ہی اور اُسکی خطا جو جہالت محض ہی معتبر نہین رہتی اس تقریر سے یہ معلوم ہوا کہ سب بدعتیون کی بالکلیہ جڑ کاٹنی چاہیے اور بدعتیون پر اُنکی بدعت کا انکار کرنا چاہیے گو اُنکے عقیدے مین حق ہو جیسے یہود اور نصاری کا کفر نہین مانا جاتا حالانکہ اُنکے اعتقاد مین وہ حق ہی اسلیے کہ ان لوگون کی خطا قطعًا معلوم ہی بخلاف اُس خطا کے جو مسائل اجتہادی مین ہو کہ وہ ظنی ہی نہ قطعی - اب اگر یہ کہو کہ جب تم قدری شخص پر اعتراض کروگے اُسکے اس کہنے پر کہ شر خداے تعالی کی جانب سے نہین تو وہ بھی تمپر اعتراض کریگا تمھارے اس قول پر کہ شر خداے تعالی کی جانب سے ہی یا اس کہنے پر کہ اللہ تعالے کا دیدار ہوگا یا اور اسی طرح کے مسائل پر کیونکہ بدعتی اپنے عندیہ مین حق پر ہی اور حق والا اُسکے عندیہ مین بدعتی ہی اور ہر کوئی دعوی یہی کرتا ہی کہ مین حق پر ہون اور اپنا بدعتی ہونا نہین ملتا

تو حسبت کیسے تمام ہوگی تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہم اس تعارض کے سبب سے کہتے ہین کہ جس شہر مین وہ
بدعت ہوئی ہو اُسکو دیکھنا چاہیے اگر بدعت کم ہو اور لوگ سب اہل سنت ہون تو انکو اُس بدعت
پر حسبت واجب ہی بدون سلطان کی اجازت کے اور اگر شہر مین دو فریق ہون اہل بدعت بھی
اور اہل سنت بھی اور بدعت پر اعتراض کرنے سے احتمال دونون فریق کے مقابلہ اور بلوہ پردازی
کا ہو تو اس صورت مین ہر کسی کو حسبت کرنی سب مذہبون مین درست نہین لیکن بادشاہ کے اذن
سے درست ہی یعنے جب بادشاہ مذہب حق رکھتا ہو اور اُسکی تائید کے لیے ایک شخص کو اجازت دے
کہ بدعتیون کو اظہار بدعت سے منع کرے تو اسکو حسبت جائز ہی اُسکے سوا دوسرے کو جائز نہین اسلیے
کہ جو حسبت بادشاہ کے حکم سے ہوگی اُسکا مقابلہ کوئی نکریگا اور جو رعیت مین سے کوئی سا شخص
کریگا تو اُسمین مقابلہ اور بلوہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ اور منکرات کی نسبت سے بدعتون میں حسبت زیادہ
ضروری ہی مگر اُسمین جو تفصیل ہمنے مذکور کی ہی اسکا لحاظ رکھنا چاہیے تاکہ نوبت مقابلہ اور
فتنہ کی نہو بلکہ اگر سلطان مطلق اجازت دیدے کہ جو شخص تصریح سے کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہی
یا اللہ تعالے کا دیدار نہوگا یا وہ عرش سے لگا ہوا ہی یا اُسکے سوا اور بدعت زبان سے نکالے
اُسکو منع کرنا چاہیے تو اُس صورت مین ہر کسی کو منع کرنا پہونچتا ہی اور اُسمین مقابلہ کی صورت
واقع نہوگی بلکہ مقابلہ صرف اُسی صورت مین ہوتا ہی کہ سلطان کی اجازت نہو

تیسرا رکن حسبت کا محتسب علیہ ہی جسپر حسبت کیجائے اُسکی شرط یہ ہی کہ ایسی صفت کا ہو کہ
فعل ممنوع اُسکے حق مین منکر ہو جائے اور غالباً یہ کہنا کافی ہی کہ انسان ہو اور مکلف ہونا شرط
نہین چنانچہ ہم بیان کر چکے ہین کہ اگر لڑکا شراب پیے تو اُسکو بھی منع کیا جائے گو بالغ نہوا ہو ورنہ
یہ شرط ہی کہ تمیز دار ہو کیونکہ دیوانہ کے باب مین ہمنے بیان ہی کہ اگر وہ مجنون عورت یا چوپایہ سے زنا کرے
تو اسکو منع کرنا چاہیے ہان بعض افعال ایسے ہین جو دیوانہ کے حق مین منکر نہین جیسے نماز نہ پڑھنا
اور روزہ نہ رکھنا وغیرہ مگر ہم اختلاف تفاصیل کی طرف التفات نہین کرتے اسلیے کہ اسمین تو مقیم
اور مسافر اور بیمار اور تندرست کا حکم بھی جدا جدا ہی ہماری غرض اُس صفت کے بتلانے سے ہی
جس سے اصل انکار محتسب علیہ پر متوجہ ہوتا ہی نہ یہ کہ تفصیل کے بموجب توجہ انکار کو بیان کرین
اب اگر یہ کہو کہ انسان کی شرط کیون لگاتے ہو اسی پر اکتفا کرو کہ محتسب علیہ حیوان ہو اسلیے کہ اگر
کوئی چوپایہ کسی شخص کی کھیتی خراب کرے تب بھی تو ہم اُسکو منع کرینگے جیسے مجنون کو زنا سے اور
چوپایہ کی صحبت سے منع کرتے ہین تو اُسکا جواب یہ ہی کہ چوپایہ کو کھیت سے منع کرنے کا نام حسبت نہین

کوئی وجہ نہین اسلیے کہ حسبت کی تعریف یہ ہی کہ کسی کو حق اللہ کی جہت سے امر منکر سے منع کرنا تاکہ وہ ارتکاب منکر سے محفوظ رہے اب مجنون کو زنا سے منع کرنا اور لڑکے کو شراب خواری سے منع کرنا حق اللہ کی جہت سے ہی اور کوئی آدمی غیر کی زراعت تلف کرے تو دو حقوق کی جہت سے منع کیا جاے کہ ایک تو یہ کہ خود اُسکا فعل معصیت ہی دوسرا جسکا مال تلف کرتا ہی اُسکا حق ہی تو دونون علتین ایک دوسرے سے علیحدہ ہین اِن علتون مین سے جونسی علت پائی جائیگی منع ثابت ہوگا مگر حسبت وہی منع کرنا ہی جو حق اللہ کی جہت سے ہو پس اگر فرض کرین کہ کوئی شخص دوسرے کا ہاتھ اُسکی اجازت سے کاٹتا ہی تو یہان معصیت تو پائی گئی مگر دوسرے کا حق اُسکی اجازت کے سبب سے ساقط ہوگیا پھر بھی حسبت ثابت ہی کہ حق اللہ کی جہت سے منع ثابت ہوگا اور چوپایہ اگر کھیت تلف کرے تو یہان معصیت نہین حق غیر ہی اسلیے منع ہوگا حسبت نہوگی اور اسمین ایک اور دقیقہ ہی وہ یہ کہ ہماری غرض کھیت مین سے چوپایہ کے نکالنے سے یہ نہین ہوتی کہ وہ اس حرکت سے باز رہے بلکہ مسلمان کے مال کی حفاظت منظور ہوتی ہی کیونکہ مثلاً چوپایہ اگر مردار کھاے یا اُس برتن سے پانی پیے جسمین شراب ہی تو اُسکو ہم نہین روکتے اگر اُسکا باز رکھنا مقصود ہوتا تو ان صورتون مین بھی منع کرتے بلکہ شکاری کتون کو مردہ جانور کھلانا جائز ہی تو پھر اُنکا باز رکھنا مقصود کہان رہا البتہ مسلمان کا مال اگر ضائع ہونے کو ہو اور ہم بدون مشقت اُسکو بچا سکتے ہین تو ہم پر اُسکا بچانا واجب ہی بلکہ اگر کسی کا گھڑا اوپر سے گرے اور نیچے کسی کا قرابہ رکھا ہو تو قرابہ کے بچانے کے لیے گھڑے کو دفع کرینگے نہ یہ کہ گھڑے کو گرنے سے منع کرتے ہین کہ قرابہ کو نہ توڑے اور مجنون کو جو چوپایہ کی صحبت سے اور شراب پینے سے منع کرتے ہین یا لڑکے کو ان حرکات سے منع کرتے ہین تو یہ غرض نہین ہی کہ چوپایہ محفوظ رہے یا شراب نہ ضائع ہو بلکہ منظور یہ ہی کہ مجنون اور لڑکا ان افعال سے محفوظ رہے اس لحاظ سے کہ انسان ذی حرمت ہین اُنکو ان افعال شنیعہ سے حتے الوسع بچانا چاہیے تو یہ باریک لطیفے ہین جنکو اہل تحقیق ہی سمجھتے ہین اسلیے غفلت کرنی نہ چاہیے پھر جن افعال مین کہ لڑکے اور مجنون کا بچانا واجب ہی اُنمین بحث ہی لیعنے تردد ہوتا ہی کہ حریر پہننے وغیرہ مین بھی اُنکو منع کرنا چاہیے کہ نہین تو اس بحث کی طرف ہم ثالث مین اشارہ کرینگے انشاء اللہ تعالے۔ اب اگر یہ کہو کہ جو شخص چوپایون کو کسی کے کھیت مین چھوٹا ہوا دیکھے تو اُسپر انکا نکالنا واجب ہی یا نہین یا جو کوئی کسی مسلمان کا مال معرض تلف مین دیکھے اُسپر اُسکی حفاظت واجب ہی کہ نہین اگر یہ کہو کہ واجب ہی تو یہ ایک مشقت سخت ہی اسکے یہ معنے ہین کہ

آدمی عمر بھر دوسرے کا منہ ہو جائے اور اگر یہ کہو کہ واجب نہیں تو پھر جو شخص دوسرے کا مال چھینتا ہو
اُسپر حسبت کیون واجب ہی اسمین بھی تو مال غیر ہی کی رعایت ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ یہ بحث دقیق
اور غامض ہی قول مختصر اس باب مین یہ ہی کہ جب آدمی دوسرے کا مال تلف سے محفوظ رکھنے پر
ایسی طرح قادر ہو کہ نہ بدن کو کچھ مشقت ہو نہ اُسکے مال مین یا جاہ مین کچھ گھٹی آتی ہو تو اُسپر دوسرے
کے مال کی حفاظت واجب ہی اور مسلمان کے حقوق مین اسقدر وجوب کیا بعید ہی تو یہ درجات حقوق
مین سے کمتر رتبہ ہی حقوق مسلمانون کے جن دلیلون سے واجب ہین وہ بہت سی ہین اور ادنی
مرتبہ یہ ہی کہ جب اپنا کسی طرح کا نقصان نہوتا ہو تو دوسرے کا مال ضائع ہونے سے بچاوے
اور جواب سلام کے واجب ہونے کی نسبت کر اسکا واجب ہونا اولی ہی کیونکہ سلام کے جواب نہ دینے
مین اتنی ایذا نہین ہوتی جتنی اسصورت مین ہوتی ہی بلکہ باتفاق ثابت ہی کہ جب کسی آدمی کا مال
کسی ظالم کے ظلم سے ضائع ہوتا ہو اور دوسرے کے پاس شہادت ایسی ہو کہ اگر اسکو بیان کردے
تو حق اسکا اُسکو ملجاوے تو اُسپر شہادت دینی واجب ہوتی ہی شہادت کو چھپائیگا تو عاصی ہوگا
اور جیسی شہادت ہی ویسی ہی اور باتین ہین جنسے دوسرے کا بھلا ہو اور اپنا کچھ نقصان نہو
ہان جسصورت مین کہ مال کی حفاظت مین اسپر کچھ مشقت یا نقصان مال اور جاہ مین ہوتا ہو تب
اُسکو ضرور نہین کہ دوسرے کے مال کی حفاظت کرے کیونکہ جیسے دوسرے کے حق کی رعایت اُسپر
ہی ویسے ہی اپنے بدن اور جاہ و مال کی منفعت کی رعایت اُسکے ذمہ ہی تو کچھ ضرور نہین کہ اپنے
نفس کو دوسرے پر فدا کرے ہان ایثار کرے تو مستحب ہی اور مسلمانون کی خاطر سختیون کا جھیلنا
ثواب ہی مگر یہ نہین کہ واجب ہو اس سے یہ نکلا کہ اگر چوپایون کے نکالنے مین کھیت کے اندر سے
اُسکو مشقت ہوتی ہو تو اس باب مین سعی لازم نہین لیکن اگر مشقت نہ پڑتی ہو صرف مالک خواب سے
جگا دینا یا اطلاع کرنا پڑتا ہو تو یہ اُسپر لازم ہی کیونکہ آگاہ کرنا ایسا ہی ہی جیسا قاضی کے سامنے گواہی
کا نہ دینا پس جائز نہین کہ اُسکو ترک کرے اور یہ ممکن نہین کہ اس باب مین قلت اور کثرت کا لحاظ
کیا جاوے اور یون کہا جاوے کہ اگر بہائم کے نکالنے مین نکالنے والے کا مثلاً ایک درم کا نقصان
ہوتا ہو اور کھیت والے کا زیادہ تو کھیت والے کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ کیونکہ نکالنے والا اپنے ایک
ہی درم کی حفاظت کا اتنا مستحق ہی جتنا ہزار والا ہزار کی حفاظت کا ہی پھر کیسے کہہ سکتے ہین کہ زیادہ
نقصان والے کی جانب کو ترجیح ہوگی۔ اور جسصورت مین کہ مال کا فوت ہونا معصیت کے طریق سے ہو
جیسے غصب یا دوسرے غلام کو مار ڈالنا تو اسمین اگر منع کرنے والے کو کچھ مشقت بھی پڑے تب بھی

منع کرنا واجب ہو کیونکہ مقصود حق شرع ہی اور غرض معصیت کا دور کرنا ہی اور انسان پر لازم ہی کہ معاصی کے دور کرنے مین اپنے نفس کو مشقت مین ڈالے جیسے یہ لازم ہی کہ خود معاصی کو ترک کرنے سے مشقت اُٹھائے اور کوئی معصیت ایسی نہین جسکے چھوڑنے مین مشقت نہو بلکہ طاعت کا مال نفس کی مخالفت ہی جو نہایت درجہ کی مشقت ہی پھر اسپر یہ ضرور نہین کہ ہر طرح کی ضرر کو برداشت کرے بلکہ اس باب مین تفصیل وہی ہی جسکو ہم محتسب کے بیان مین لکھ آئے ہین اور فقہا مین دو مسئلون مین اختلاف ہی جو ہمارے اس مدعا کے مناسب ہین اول یہ کہ پڑی چیز کا اُٹھانا واجب ہی یا نہین کہ یہان لقطہ تو مال ضائع ہونے والا ہی اور اُٹھانے والا اسکو تلف سے روکتا ہی اور اسکی حفاظت مین ساعی ہی اور جواب شافی اس مسئلہ کا ہمارے نزدیک اس تفصیل سے ہی کہ اگر لقطہ ایسی جگہ مین ہو کہ اگر وہان چھوڑ دیگا تو تلف نہوگا بلکہ جسکا ہوگا وہی اُٹھائیگا یا پڑا رہیگا مثلاً کسی مسجد یا رباط مین پڑا ہی جہان معین آدمی آتے ہین اور سب ایماندار ہین تو اسصورت مین اسکو اُٹھانا لازم نہین اور اگر اسکے ضائع ہونے کا احتمال ہو تو دیکھنا چاہیے کہ اگر اسکی حفاظت مین مشقت ہوتی ہو مثلاً لقطہ کوئی جانور ہو کہ اسکا دانہ چارہ اور باندھنے کی جگہ چاہیے تب بھی اسکو اسکا لینا لازم نہین اسلیے کہ پرائی چیز کا لینا صرف مالک کی حق کی جہت سے ہی کہ وہ انسان ذی حرمت ہی اور لینے والا بھی چونکہ انسان ہی ہی تو وہ اس بات کا مستحق ہی کہ دوسرے کے لیے اپنے آپ وبال مین نہ پڑے جیسے دوسرے کو اپنی خاطر مشقت مین نہ ڈالنا اسکو لازم ہی اور اگر افتادہ چیز سونا یا کپڑا یا اور کوئی ایسی چیز ہو جسکی حفاظت مین کوئی مشقت اسکے سوا نہو کہ برس دن تک اسکا ذکر کیا کرے تاکہ مالک اپنی چیز لیجائے تو اس باب مین دو قول ہین کچھ تو یہ کہتے ہین کہ برس روز تک ذکر کرنا اور اسکی شرطون کا بجالانا بڑی تکلیف ہی اسصورت مین اُٹھا لینے کو آدمی پر لازم کر دینا تو ہو نہین سکتا ہان اگر تبرعاً اُٹھالے اور ثواب کے طلب کے لیے ذکر کرنا اپنے اوپر خود لازم کرلے تو ہو سکتا ہی اور کچھ لوگ کہتے ہین کہ اسقدر مشقت حقوق مسلمانون کے لحاظ سے بہت کم ہی اسکو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے گواہ قاضی کی مجلس مین جانے کی مشقت اُٹھاتا ہی کہ اسکو دوسرے شہر مین گواہی کے لیے سفر کرنا لازم نہین بجز اسکے کہ سلوک کے طریق سے مدعی پر احسان کرے لیکن اگر قاضی کی کچہری اسکے پاس ہی تو جانا لازم ہی اور یہ چند قدم کی مشقت گواہی دینے اور ادائے امانت کے سامنے کچھ مشقت شمار نہین ہوتی اور اگر کچہری شہر کے دوسرے کنارہ ہو اور دوپہر مین شدت گرمی کے وقت جانا پڑے تو ایسی صورت مین البتہ تأمل ہی کہ جانا لازم ہی یا نہین کیونکہ نقصان جو غیر کے حق کی حفاظت مین

آدمی کو ہوتا ہی اُسکی ایک طرف تو کمی کی ہو کہ بلا شک اُتنے نقصان کی پروا نہین کیا کرتا اور ایک طرف کثرت کی ہو کہ بلا شبہہ اسکو اسقدر کی برداشت لازم نہین اور ایک وسط ہی جسمین دونون طرف کی کشاکشی ہوتی ہی اور ہمیشہ معرض شبہہ اور تامل مین رہتا ہی اور یہ شبہات دیرینہ مین سے ہی جنکا دور کرنا آدمی کی طاقت مین نہین کیونکہ کوئی وجہ ایسی نہین ہوتی جس سے اُنکے اجزاء متشابہ کو جدا کر سکین مگر متقی آدمی ایسے محل مین اپنے نفس کا خیال رکھتا ہی اور شک کی چیز کو چھوڑ کر یقینی کو اختیار کرتا ہی یہ امر اس قاعدہ مین نہایت تحقیق ہی

چوتھا رکن خود احتساب ہی اور اُسکے چند درجے اور کچھ آداب ہین درجے تو اس ترتیب سے ہین کہ اول منکر کی علامات کا ڈھونڈھنا پھر آگاہ کرنا پھر منع کرنا پھر وعظ و نصیحت کرنا پھر گالی اور درشتی سے پیش آنا پھر ہاتھ سے منکر کو بگاڑ دینا پھر مار پیٹ سے دھمکانا پھر زد و کوب کرنا پھر ہتھیار کھینچنا پھر مددگار اور طرفداروں سے پشتی لینی اور جتھے اکھٹے کرنے پہلا درجہ تعریف کہلاتا ہی یعنی اس بات کا جویا ہونا کہ منکر ہو رہا ہی اور یہ ممنوع ہی اسلیے کہ یہ تجسس ہی جسکو ہم بیان کر چکے ہین تو یہ نہ چاہیے کہ دوسرے کے مکان مین کان لگاوین تاکہ آواز باجون کی سُنے یا سونگھے تاکہ شراب کی بو معلوم ہو یا دوسرے کے کپڑے ٹٹولے تاکہ مزمار پہونچانا پڑے اگر کپڑے کے اندر ہو یا کسی کے ہمسایون سے پوچھے کہ اسکے گھر مین کیا ہوا کرتا ہی ہان اگر دو مرد عادل بدون اُسکے پوچھنے کے ابتداءً خبر دین کہ فلان شخص اپنے گھر مین شراب پی رہا ہی یا شراب پینے کے واسطے رکھی ہی تو اُسوقت اُسکو جائز ہی کہ اُسکے گھر مین چلا جاے اذن لینا اُسپر لازم نہین اور دفع منکر کیلیے دوسرے کے ملک مین چلنا ایسا ہوگا جیسا منع کرنے مین زد و کوب سے اُسکا سر توڑنا بشرطیکہ اُسکی ضرورت ہو اور اگر دو غلامون یا ایک عادل نے غرضکہ ایسے شخصون نے جنکی گواہی مقبول نہین منکر کی خبر دے تو ایسی صورت مین اُسکے گھر پر چڑھ جانے کے جواز مین تامل ہی اور بہتر یہی ہی کہ نہ جاے اسلیے کہ اُسکا حق ہی کہ کوئی اُسکے مکان مین بدون اُسکی اجازت کے نہ جاے اور جو حق مسلمان کا کسی چیز مین ثابت ہو جاتا ہی وہ بدون دو گواہون کے ساقط نہین ہو سکتا اور صورت مفروضہ مین چونکہ گواہی پوری نہین تو بہتر یہی ہی کہ اُسکا حق بھی ساقط نہو اور کہتے ہین کہ حضرت لقمان کی انگوٹھی پر یہ کندہ تھا کہ معاینہ کی ہوئی چیز کا چھپانا بہتر ہی گمان کی چیز کے فاش کرنے سے۔ دوسرا درجہ آگاہ کرنا ہی کیونکہ منکر کا مرتکب کبھی ارتکاب اسی وجہ سے کرتا ہی کہ اُسکو یہ نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر منکر ہی اور جب جان لیتا ہی کہ منکر ہی تو اُسکو ترک کرتا ہی مثلاً دیہاتی آدمی نماز پڑھتا ہی اور رکوع سجدہ اچھی طرح نہین کرتا تو یہی جانا جاتا ہی

کہ اسکو معلوم نہین کہ اسطرح پڑھنے سے نماز نہین ہوتی اور اگر وہ نماز کے نہ ہونے ہی پر راضی ہوتا تو سرے سے نہ پڑھتا اتنی محنت وضو وغیرہ کی کیون اُٹھاتا تو اسکو نرمی سے بدون سختی کے آگاہ کر دینا واجب ہی اور نرمی کی وجہہ یہ ہی کہ آگاہ کرنے کے ضمن مین دوسرے کو جہل و حماقت کی طرف نسبت کرنا ہی اور اسمین آدمی کو ایذا ہوتی ہی اور ایسے آدمی کم ہوتے ہین کہ امور سے جاہل کہلانے پر راضی ہون خصوص شرع سے جاہل کہلانے پر تو اور بھی راضی نہین ہوتے اور اسی لیے تم دیکھتے ہو کہ جس شخص پر غصہ غالب ہوتا ہی جب خطا اور جہل پر آگاہ کیا جاتا ہی تو کیسا بھڑکتا ہی اور حق کو جان بوجھ کیسا انکار کرتا ہی اس طور سے کہ کہین جہالت کی قلعی نہ کھلجاے اور طبیعتین جہالت کی عیب چھپانے کی زیادہ حریص ہین بہ نسبت بول و براز کے مقامات کے چھپانے کے اسلیے کہ جہالت نفس کی بدصورتی اور اُسکے چہرے کی سیاہی ہی اور اسپر لوگ جاہل کو برا کہتے ہین اور بول و براز کے مقامون کی برائی بدن کی صورت کی برائی ظاہر کرتی ہی اور چونکہ نفس بدن سے اشرف ہی اور اُسکا بدصورت ہونا بھی بدن کی بدصورتی سے برا ہی علاوہ ازین بدن کی بدصورتی پر کوئی ملامت نہین کرتا اسوجہ سے کہ بدن کی پیدایش اپنے اختیار مین نہین اور نہ اُسکی بدصورتی کا دور کرنا اور اچھی صورت بنا لینا اپنے اختیار مین ہی اور جہالت ایسی بدصورتی ہی کہ اُسکا دور کرنا اور علم کے حسن سے اُسکو بدل لینا اختیاری بات ہی تو اسی لیے جب انسان کا جہل ظاہر ہوتا ہی تو اُسکو بڑا رنج ہوتا ہی اور علم کے سبب سے اول تو آپ ہی بہت خوش ہوتا ہی پھر جب اُسکے علم کا جمال دوسرے پر ظاہر ہوتا ہی تو زیادہ تر لذت پاتا ہی - اور بازانجا کہ آگاہ کرنا جہل کے عیب کو ظاہر کرتا ہی اور انجام اُسکا دل کی ایذا ہی تو اسی لیے اس ایذا کے دور کرنے کی تدبیر یہی ہی کہ آگاہی نرمی سے کیجاے مثلاً دیہاتی مذکور سے یون کہا جاے کہ بھائی آدمی پڑھا پڑھایا پیدا نہین ہوتا ہم بھی نماز کے مسائل سے جاہل تھے مگر علما نے ہمکو تبلا دیے اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تمھارے گانون مین کوئی عالم نہین یا اُسکا عالم نماز کی شرح اور توضیح سے قاصر ہی ہمکو علما نے یون سکھایا ہی کہ نماز مین رکوع اور سجدہ کے اندر اطمینان حاصل ہونا شرط ہی بدون اسکے نماز نہین ہوتی تم بھی اُسکو یاد کر لو اور اسی طرح اُسکے ساتھ نرمی برتے تاکہ آگاہی بدون ایذا کے حاصل ہو کہ ایذا دینا مسلمان کا حرام ہی اور ممنوع جیسے اسکو منکر پر چپ رہنا ممنوع ہی اور ایسا غافل کوئی نہین جو خون کو خون سے یا پیشاب سے دھووے تو جو کوئی منکر پر سکوت کرنے کے خطرے سے اجتناب کرکے آگاہ ایسی طرح کریگا کہ اُسسے مسلمانون کو ایذا ہو باوجودیکہ ایذا کی ضرورت نہو تو وہ خون کو خون سے یا پیشاب سے دھوویگا

اور چاہیے یون کہ پانی سے دھووے کہ کسی طرح کا دھبّا یا نجاست نہ رہے - اور جب دوسرے کی خطا امر دین کے سوا کسی اور بات مین ظاہر ہو تو اُسکو رد کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ وہ تم سے بات کی بات سیکھیگا اور دشمن ہو جائیگا ہان جب یہ جانو کہ وہ شخص علم کو غنیمت جانیگا تو کچھ مضائقہ نہین اور ایسا شخص نہایت کمیاب ہی - تیسرا درجہ وعظ ونصیحت سے منع کرنے کا اور خداے تعالے کا خوف دلانے کا ہی اور یہ اُن لوگون کے لیے ہی جو منکر کو منکر جانکر اُسکے مرتکب ہون یا اُسپر اصرار کرین جیسے کوئی شخص شرابخواری یا ظلم یا مسلمانون کی غیبت یا اور ایسی ہی بات پر مداومت کرے تو اُسکو نصیحت کرنا چاہیے اور خداے تعالے سے ڈرانا چاہیے اور اُسکے سامنے وہ حدیثین پڑھنی چاہیئین جنمین اُن افعال کے مرتکب پر وعید آئی ہی اور اکابر سلف کی عادت اور متقیون کی عبادت کا حال سنانا چاہیے اور یہ سب باتین شفقت اور نرمی سے ہون درشتی اور غصہ سے نہون بلکہ اُسپر ترس کی نگاہ سے نظر کرنا اور اُسکی معصیت مین مبتلا ہونے کو اپنی مصیبت سمجھنا چاہیے اسلیے کہ سب انسان مثل ایک نفس کے ہین اور یہان ایک آفت بہت بڑی ہی اُس سے بھی احتراز ضرور ہی کہ وہ مہلک ہی یعنے عالم آگاہ کرنے کے وقت علم کی جہت سے اپنے نفس کو عزت والا اور دوسرے کے نفس کو جہل کے سبب سے ذلیل سمجھا کرتا ہی تو عجب نہین کہ آگاہ کرنے سے اسکا مقصود یہی ہو کہ شرف علم سے اپنی شیخی اور امتیاز ظاہر کرے اور دوسرے کو منسوب بجہالت کرنے سے ذلیل ٹھہراوے تو اگر نیت یہی ہو تو یہ برائی اُس سے بڑھ کر ہی جسکے دور کرنے کے درپے ہی اور اسکی مثال ایسی ہی جیسے کوئی اپنے آپ کو جلاکر دوسرے کو آگ سے بچائے اور یہ امر نہایت درجہ کی جہالت ہی اور اسی مین لوگون کے قدم لغزش کر جاتے ہین سخت ہولناک آفت ہی اور شیطان کا عجیب حال ہی کہ ہر کوئی اسمین پھنس جاتا ہی مگر جسکو اللہ تعالے اپنے نفس کے عیبون پر مطلع کر دیتا ہی اور نور ہدایت سے اُسکی چشم بصیرت کھول دیتا ہی وہ البتہ اس آفت سے محفوظ رہتا ہی ورنہ غیر پر حکومت کرنے مین دو وجہ سے بڑی لذت ہوتی ہی اول تو علم کا فخر اور دوسرے پر حکومت اور غلبہ کا ناز کہ اسکا انجام نمود اور طلب جاہ پر ہی اور یہ خواہش خفی ہی جسکا مقتضا شرک خفی ہوتا ہی لیکن اسکے امتحان کی ایک کسوٹی ہی محتسب کو چاہیے کہ اُس سے اپنے نفس کا امتحان کرے اور اس آفت سے محفوظ رہے وہ یہ ہی کہ اُسکے نزدیک دوسرے شخص کا خود بخود منکر کو ترک کر دینا یا کسی دوسرے محتسب کے سمجھانے سے اُس برائی سے باز آنا اسکی نسبت کہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ میری ہی جہت سے روبراہ ہو پس اپنے نفس کو دیکھے اگر حسبت کرنا اُسپر شاق اور گران ہوا اور یہ چاہتا ہو کہ کسی طرح

دوسرا شخص اسکو سمجھاتا تو مین بچ جاتا تب تو حسبت کرنی چاہیے کہ اسصورت مین حسبت کا سبب دین ہی اور اگر نفس مین یہ بات پاوے کہ وہ عاصی خاص میرے ہی وعظ سے منکر چھوڑے اور اپنی حسبت دوسرے کی حسبت سے محبوب جانے تو اسصورت مین وہ محتسب اپنی خواہش نفس کا متبع ہی اور حسبت کے ذریعہ سے جاہ کا حاصل کرنا اور ظاہر کرنا چاہتا ہی پس اللہ تعالے سے ڈرے اور پہلے اپنے نفس پر حسبت کرے اور ایسی ہی صورت مین اسکو وہ خطاب ہوگا جو حضرت عیسی علیہ السلام کو ہوا تھا کہ اے ابن مریم پہلے اپنے نفس کو نصیحت کر اور جب وہ نصیحت مان لے تو لوگون کو نصیحت کر ورنہ مجھ سے حیا کر۔ اور حضرت داؤد طائی رح سے کسی نے کہا کہ یہ فرمایئے کہ اگر کوئی شخص ان امیرون کے پاس جائے اور امر معروف اور نہی منکر انکو کرے تو آپ کی کیا راے ہی آپ نے فرمایا کہ مجکو یہ ڈر ہی کہ سبن اسکے کوڑے نہ لگین سائل نے کہا کہ محتسب اس بات سے قوی ہی آپ نے فرمایا کہ مجکو اسپر تلوار کا خوف ہی اسنے کہا کہ وہ اس سے بھی زبردست ہی آپ نے فرمایا کہ مجکو اسپر مرض مخفی شیخی کا ڈر ہی۔ چوتھا درجہ سخت و سست کہنے اور الفاظ درشت بولنے کا ہی اور اسکی ضرورت اسوقت ہی کہ نرمی سے کام نہ چلے ورنہ جبتک نرمی سے کام نکلے سختی کی حاجت نہین بقول سعدی

چو کارے بر آید بہ لطف و خوشی	چہ حاجت بہ تندی و گردن کشی

غرضکہ جب نرمی سے منع کرنا نہ بن پڑے اور علامات اصرار ظاہر ہون اور وعظ و نصیحت سے تمسخر ہونے لگے تب سختی پر کاربند ہونا چاہیے جیسے حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا تھا اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ اور ہماری غرض الفاظ درشت سے یہ نہین کہ فحش بکے جسمین نسبت زنا یا اسکے مقدمات کی ہو اور نہ یہ کہ جھوٹ بولے بلکہ یہ مقصود ہی کہ ایسے الفاظ سے اسکو خطاب کرے جو فحش نہ گنے جاتے ہون جیسے یون کہنا کہ او جاہل او احمق او فاسق کیا تجکو خوف خدا نہین یا یون کہنا کہ او دیہاتی او مدہوش یا اور جو اسی قسم کا لفظ ہو کیونکہ جو برا کام کریگا وہ احمق اور جاہل ہی اگر بیوقوف نہوتا تو خداے تعالے کی نافرمانی کیون کرتا بلکہ جو صاحب کیاست نہین وہ احمق ہی اور صاحب کیاست وہ ہی جسکی کیاست کی شہادت انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہین چنانچہ ارشاد ہی اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْأَحْمَقُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ اور اس رتبہ کے دو اب ہین اول یہ کہ اسکو جبھی اختیار کرے کہ نرمی سے سمجھانے سے عاجز ہو اور درشتی ہی کی حاجت پڑے دوسرے یہ کہ سچ کے سوا کچھ نہ کہے اور زبان کو مطلق العنان نہ کردے کہ بہت سی باتین کہتا چلا جائے جنکی ضرورت نہو بلکہ بمقدار حاجت پر اکتفا کرے اور اگر

۲۰ [illegible]

دانا وہ ہی جسکا نفس منقاد ہو اور موت کے بعد کیلیے عمل کرے اور احمق وہ ہی جو اپنے نفس کا اتباع اسکی خواہش مین کرے اور اللہ تعالی پر تمنا باندھے۔ ترمذی و ابن ماجہ بروایت شداد بن اوس

جانے کہ میرے ان کلمات درشت کے کہنے سے وہ باز نہ آئیگا تب کچھ کہنا ہی نہ چاہیے بلکہ غصہ ظاہری اور اسکو حقیر جاننے اور معصیت کے سبب سے بیقدر سمجھنے پر کفایت کرے اور اگر جانے کہ اسکو اگر نصیحت کرونگا تو پیٹونگا اور اگر تیوری چڑھاؤنگا اور نفرت ظاہر کرونگا تو نہین پٹونگا تو اسصورت مین فقط دل سے انکار کرنا کافی نہوگا بلکہ لازم ہوگا کہ اُس سے منہ بگاڑے اور ترشروئی ظاہر کرے۔

پانچوان درجہ منکر کو ہاتھ سے بگاڑ دینے کا ہی اسطرح کہ مثلاً آلات لہو توڑ دے اور شراب کو بہا دے اور حریر کو اُسکے سر یا بدن سے اُتار لے اور حریر پر بیٹھنے نہ دے اور دوسرے کے مال پر بیٹھنے سے ہٹا دے اور مکان مغصوب مین سے پانون پکڑ کر نکال دے اور حالت جنابت مین اگر مسجد مین بیٹھا ہو تو کان پکڑ کر نکال دے اور جو ایسی ہی صورتین ہون اور یہ درجہ بعض معصیتون مین تو ممکن ہی اور بعض مین نہین ہو سکتا مثلاً زبان اور دل کی معصیتون کا ہاتھ سے بگاڑ دینا نہین ہو سکتا اسی طرح جو معصیت کہ عاصی کی نفس پر اور اُسکے اعضاء باطنی پر منحصر ہو سب کا یہی حال ہی اور اس درجہ مین دو ادب ہین اول یہ کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے اُسی وقت بدلے جب منکر کے مرتکب سے اُس معصیت کو بزور ترک نہ کرا سکے مثلاً جو شخص مکان مغصوب مین یا مسجد مین بحالت جنابت ہو تو اگر یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے وہ خود چلا جائے تو اُسکو دھکا دینا اور گھسیٹنا نہ چاہیے اسی طرح جبتک یہ ممکن ہو کہ دباؤ سے مجرم خود شراب گرا دے اور آلات لہو توڑ ڈالے اور حریر کی سیون اُدھیڑ دے تب تک محتسب کو یہ باتین اپنے ہاتھ سے نہ کرنی چاہیئن اسلیے کہ توڑنے کی حد پر مطلع ہونے مین گونہ دشواری ہی تو جب اپنے آپ سے نہ کریگا تو اس باب مین اجتہاد کرنے سے بچا رہیگا اور مجرم کے خود توڑنے کی اس سے باز پرس نہوگی۔ دوسرا ادب یہ ہی کہ بگاڑنے مین مقدار حاجت پر کفایت کرے زائد از ضرورت کو روا نہ رکھے مثلاً باہر نکالنے مین مجرم کی ڈاڑھی یا پاؤن پکڑ کر نہ گھسیٹے جس صورت مین کہ ہاتھ پکڑ کر نکال سکتا ہو اسلیے کہ اس باب مین زیادتی ایذا کی کچھ ضرورت نہین یا حریر کے کپڑے کو اگر دیکھے تو اسکو چیر نہ ڈالے بلکہ اُسکی سیونین اُدھیڑ دے اور آلات لہو کو جلا دے نہین بلکہ اسی طرح توڑ دے کہ اُس کام کے نہ رہین اور توڑنے کی حد یہ ہی کہ اُنکی مرمت مین اُسی قدر مشقت پڑے جسقدر بنا بنانے مین ابتدائً ہوتی ہی اور صلیب جو نصاریٰ ظاہر کرین اُسکو بھی جلانا نہ چاہیے توڑ دینا کافی ہی۔ اور شراب کے بہانے مین اگر کوئی تدبیر برتنون کے بچاؤ کی ہو تو برتن نہ توڑے اور اگر اسکے سوا اور کچھ نہ بن پڑے کہ پتھر مار کر برتنون کو توڑ ڈالے تو اسکو پتھر مارنا درست ہی اور برتنون کی قیمت شراب کے سبب سے ساقط ہوگئی کیونکہ شراب کے بہانے مین وہی حائل تھے

اگر شراب خوار بالفرض اپنے بدن سے شراب چھپاتا تو ہمکو شراب گرانے کے لیے اُسکے بدن کو زخمی کرنا پڑتا
تو برتن کچھ اُسکے نفس سے بڑھ کر نہین کہ اُنکی قیمت ساقط نہو اور اگر شراب تنگ منہ کے شیشون مین
ہو اور اگر یہ ہر ایک کو بہاتا ہے تو دیر زیادہ لگتی ہے اور اس عرصہ مین بدکار اُسکو پکڑ پائینگے اور پھر
بہانے نہ دینگے تو اُسکو جائز ہے کہ شیشے توڑ ڈالے کیونکہ یہ عذر ہے اور اگر یہ کھٹکا تو نہین کہ بدکار پکڑ پاوین
مگر اُنکے بہانے مین دیر کے ہونے سے اپنے کامون مین حرج ہوتا ہو تو اس صورت مین بھی اُسکو
توڑ ڈالنا شیشون کا درست ہے کیونکہ اسپر یہ واجب نہین کہ اپنے بدن کا نفع اور دوسرے کام شراب کے
برتنون کی خاطر تلف کر دے اور جس صورت مین کہ شراب کا بہانا بدون برتن توڑنے کے ممکن تھا مگر اُسنے
بلا عذر اُنکو توڑ ڈالا تو اُسپر تاوان آویگا یعنے صرف برتنون کی قیمت دینی پڑیگی - اب اگر یہ کہو کہ
برتنون کا توڑنا تنبیہ اور زجر کے لیے درست کیون نہوا اسی طرح مکان مغصوب مین سے پاؤن پکڑ کر گھسیٹنا
کیون جائز نہین یہ صورت تو زجر مین زیادہ تر مبالغہ کی ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ زجر آیندہ کے لیے
ہوتا ہے اور سزا گذشتہ پر ہوا کرتی ہے اور فی الحال کے منکر سے ہٹانا اور دفع کرنا ہوتا ہے تو رعیت
کے لوگون کو بجز دفع کے اور کوئی اختیار نہین یعنے اگر منکر موجود پائین تو اُسکو معدوم کر دین
اور منکر کے معدوم کرنے کے سوا جو بات زائد کرینگے وہ یا تو جرم سابق کی سزا ہوگی یا اینده کے جرم سے
زجر ہوگا اور سزا اور زجر حاکمون کا کام ہے نہ رعیت کا اور حاکم اگر مصلحت ان امور مین دیکھے
تو اسکو انکے کرنے کا اختیار ہے اور ہم بھی کہتے ہین کہ حاکم کو جائز ہے کہ برتنون کو زجر کرنے کے لیے
توڑنے کا حکم دیدے اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین زجر کی تاکید کے لیے
کی گئی تھی اور اُسکا منسوخ ہونا ثابت نہین ہان یہ البتہ ہے کہ اُسوقت حاجت زجر کی اور عادت بد کو
چھوڑانے کی سخت تھی تو اب بھی اگر حاکم اپنے اجتہاد سے ویسی ہی حاجت دیکھے تو اُسکو بھی ویسا ہی
کرنا جائز ہے اور چونکہ اسمین اجتہاد دقیق کا کام پڑتا ہے اسلیے زجر اور سزا رعیت کے اختیار مین نہین
کی گئی - اب اگر یہ کہو کہ جس صورت مین رعیت کو ایسا اختیار نہین تو بادشاہ کو جائز ہونا چاہیے
کہ لوگون کو معاصی سے زجر کرنے کے لیے اُنکے مال تلف کر ڈالے اور جن مکانون مین وہ شراب
پیتے ہین یا اور معصیت کرتے ہین اُنکو اُجاڑ دے اور جو اموال کہ ذریعہ معاصی ہون اُنکو پھونک دے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر چند زجر کے شریعت مین وارد ہونے کی جہت سے اسطرح کا زجر خارج از مصلحت
تو نہین مگر ہم مصلحتون کو اپنی طرف سے ایجاد نہین کرتے بلکہ انمین اتباع پہلے لوگون کا کرتے ہین
اور شدت حاجت کے وقت شراب کے برتنون کا توڑنا ثابت ہے اور بعد اُسکے شدت حاجت ہونے

نہ توڑنا پہلے حکم کا ناسخ نہین بلکہ حکم علت کے جاتے رہنے سے جاتا رہیگا اور جب علت موجود ہو گی حکم بھی پھر آویگا اور ہمنے امام کے لیے جو اسکو جائز رکھا تو اتباع ہی کی جہت سے ہے اور رعیت کے لوگون کو اسلیے منع کیا کہ ہمین اجتہاد کی وجہ پوشیدہ ہے بلکہ ہم کہتے ہین کہ اگر اول شراب بہا دیجاے تو اسکے بعد اسکے برتنون کا توڑنا جائز نہین کیونکہ انکا توڑنا صرف شراب کی تبعیت سے ہے اور جب وہ شراب سے خالی ہین تو انکا توڑنا مال کا تلف کرنا ہے لیکن اگر شراب مین رچے ہون کہ اسکے سوا اور کسی قابل نہون تب البتہ توڑنے کا مضایقہ نہین کیونکہ فعل توڑنے کا جو قرن اول سے منقول ہے اسکی دو وجہین تھین اول تو زجر کی حاجت شدید ہوتی دوسرے برتنون کا شراب کے تابع ہونا جنمین وہ بھری ہوئی تھی تو توڑنے مین ان دون باتون کی تاثیر ہے اور یہ نہین ہو سکتا کہ ایک کو یا دونونکو حذف کر دیا جائے اور دو وجہون کے سوا تیسری وجہ یہ ہے کہ اس فعل کا صدور صاحب امر کی راے سے ہوا اسلیے کہ اسکو معلوم رہتا ہے کہ زجر کی حاجت شدید کب ہوتی ہے اور یہ وجہ بھی قابل لغو کرنے کے نہین پس ان دقائق فقہیہ کے پہچاننے کی محتسب کو قطعاً ضرورت پڑتی ہے چھٹا درجہ دھمکانا اور ڈرانا ہے جیسے یون کہے کہ اس کام کو ترک کر ورنہ تیرا سر توڑ دونگا یا دولین لگاؤنگا یا کسی سے پٹوا دونگا یا اور اسی طرح کے الفاظ اور چاہیے کہ واقعی زد و کوب سے ان الفاظ سے بشرط امکان پہلے کہہ یا کرے اور اس درجہ مین ادب یہ ہے کہ جس بات کو کر نہ سکے اس سے دھمکاوے بھی نہین مثلاً یون کہنا کہ تیرا مکان لوٹ لونگا یا تیرے لڑکے کو پٹوا دونگا یا تیری بی بی کو قید کر لونگا اور جو باتین اسکے مثل ہون بلکہ ایسے الفاظ اگر پختہ ارادہ سے کہیگا تب تو حرام ہین اور بدون پختہ ارادہ کے جھوٹ ہین ہان اگر عامی ان دھمکیون کو کچھ نہ سمجھے تو ایسی باتون پر اس درجہ تک پختہ ارادہ کرنا چاہیے جہان تک کہ مقتضاے حال اور مصلحت وقت ہو اور محتسب کو جائز ہے کہ جتنا اسکا قصد باطن مین ہو وعید مین اس سے کچھ بڑھا کر کہے بشرطیکہ یہ جانے کہ اسطرح کا وعید اس جرم کی خبر کھو دیگا اور مجرم کو قرار واقعی روک دیگا اور یہ زیادہ اس جھوٹ مین نہین جو ممنوع ہے بلکہ ایسی باتون مین مبالغہ کا دستور ہے اور اس مبالغہ کو ایسا جانے جیسا کوئی شخص دو آدمیون مین صلح کرانے کو مبالغہ سے کچھ کہدے یا دو سوتون سے انکی سی بات مبالغہ کے طور پر کہدے اور اسقدر مبالغہ کی اجازت ہے کیونکہ حاجت پڑتی ہے اور یہ صورت بھی ویسی ہی ہے کیونکہ محتسب کا قصد بھی مجرم کی اصلاح کا ہے۔ اور اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے بعض لوگون نے کہ کہا ہے کہ اللہ تعالی اگر ایسی چیز کا وعید فرمائے جسکو کرے نہین تو کچھ قباحت نہین اسلیے کہ عذاب کے وعدہ کو پورا نہ کرنا کرم ہے ہان قباحت اسمین ہے کہ وہ وعدہ کرے ایسی چیز کا جسکو

نہ کرے اور یہ قول ہمارے نزدیک پسند نہیں اسلیے کہ کلام الٰہی قدیم ہے اسمین خلاف کو دخل نہیں خواہ وعدہ ہو یا وعید البتہ یہ بات بندون کے حق مین ہو سکتی ہے اور سچ بھی ہے کیونکہ وعید مین خلاف کرنا کچھ حرام نہین — ساتوان درجہ ہاتھ اور پانون وغیرہ سے زدوکوب کرنے کا ہے بدون ہتھیار نکالے اور بشرط ضرورت یہ امر رعیت کے لوگون کو بھی درست ہے اور قدر حاجت پر اکتفا کیا جاے یعنے جب منکر دفع ہو جائے تو مارپیٹ سے ہاتھ روکنا چاہیے اور اسکی مثال ایسی سمجھو جیسے مدعا علیہ پر حق ثابت ہو جاتا ہے تو قاضی ادائے حق تک اُسکو قید رکھتا ہے اگر وہ نادہندگی پر اصرار کرتا ہے اور قاضی کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حق کے ادا پر قادر ہے مگر عناد اور ہٹ دھرمی سے نہین دیتا تو اُسکو اختیار ہے کہ بتدریج بقدر حاجت اسکو پٹوا کر حق دلوا دے اسی طرح محتسب بھی جتنی مار کی ضرورت جانے اُس سے زیادہ نہ بڑھے اور اگر محتسب کو ضرورت ہتھیار کشی کی پڑے اور ہتھیار کشی اور زخم رسانی سے منکر کو دفع کر سکتا ہے تو اسکو جائز ہے کہ ایسا کرے بشرطیکہ کوئی فتنہ برپا نہو مثلاً ایک فاسق کسی عورت کو پکڑے ہوئے ہے یا مزامیر بجا رہا ہے اور اسکے اور محتسب کے درمیان مین نہر حائل یا کوئی دیوار و خندق مانع ہے تو محتسب اپنی بندوق لیکر کہے کہ اسکو چھوڑ دے ورنہ گولی مارتا ہون اگر وہ نہ چھوڑے تو جائز ہے کہ اُسکے گولی مارے مگر چاہیے کہ پنڈلی اور ران پر مارے ایسی جگہ نہ مارے جس سے وہ مر ہی جائے بلکہ تدریج کا لحاظ اسمین بھی رہے اسی طرح تلوار کا موقع ہو تو تلوار کو سونت کر اُس سے کہے کہ اس منکر کو ترک کر ورنہ ایک ہاتھ لگاتا ہون تو یہ سب باتین منکر کے دفع ہونیکی ہین اور اسکا دفع کرنا جسطرح سے ممکن ہو واجب ہے اسمین یہ فرق نہین کہ وہ منکر خاص اللہ تعالیٰ کے حق سے متعلق ہو یا آدمیون کے حق سے اور فرقہ معتزلہ کا قول یہ ہے کہ جو چیز آدمیون سے علاقہ نہ رکھے اُسمین حسبت نہین بجز تقریر زبانی یا زدوکوب کے اور یہ بھی امام کو جائز ہے نہ رعیت کے لوگون کو — آٹھوان درجہ یہ ہے کہ محتسب خود ہتھیار کھینچنے پر قادر نہو اور اس بات کا محتاج ہو کہ کچھ طرفدار جمع ہو کر ایسا کرین اور عجب نہین کہ فاسق بھی اپنے مددگارون سے کمک مانگے اور انجام یہ ہو کہ دو طرفہ سے صف کشی ہو کر آپسمین کشت و خون کرین تو اس درجہ مین اختلاف ہے کہ یہ بھی امام کے اذن کا محتاج ہے یا نہین بعض کا قول تو یہ ہے کہ رعیت کے لوگ اسکے لیے مستقل نہین ہو سکتے اسلیے کہ اس سے انجام فتنون کی تحریک اور فساد کا جوش مارنا اور شہرون کا خراب ہونا ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ امام کے اذن کی حاجت نہین اور قرین قیاس یہی قول اخیر ہے کیونکہ جس صورت مین رعیت کے لوگون کو امر بالمعروف کا اول درجہ یعنے تعریف اور دوم درجہ یعنے وعظ و نصیحت جائز ہے تو چونکہ اعلان درجہ دوم کی طرف کھینچتا ہے اور دوم سوم کی طرف تو آخر کو ضرور نوبت مار پیٹ کی

ہو گی اور آپس مین مار کوٹ اپنے اپنے طرفدارون سے مدد لینے کو چاہتی ہے تو امر بالمعروف سے جو کچھ ہونا ہو اسکی پروا نہ کرنی چاہیے کیونکہ غایت اسکی یہ ہے کہ اللہ تعالی کی رضا مین اسکی نافرمانیون کے دور کرنے کے لیے لشکر جمع کرتا ہوگا تو اسمین کیا قباحت ہے جیسے ہم یہ جائز کہتے ہین کہ غازی خود جمع ہو کر کفر کی بیخ کنی کے لیے کفار کے جس فرقہ سے چاہین لڑائی کرین اسی طرح اہل فساد کی بیخ کنی بھی جائز ہے اسواسطے کہ مناسبت ہر طرح سے ہے یعنے کافر کے مار ڈالنے کا مضائقہ نہین اور مسلمان اگر مارا جائیگا تو شہید ہے اسی طرح فاسق جو اپنے فسق کی ہوس کے لیے لڑتا ہے اسکے مار ڈالنے کا کچھ مضائقہ نہین اور محتسب جو حق پر ہو ظلماً مارا جاویگا تو شہید ہوگا۔ حاصل یہ کہ حسبت مین اس درجہ تک نوبت پہونچنی تو نہایت کمتر و نایاب ہے اسلیے اسکے واسطے قیاس کا قانون بدلا نہ جائیگا بلکہ یون کہا جائے کہ جو شخص دفع منکر پر قادر ہو اسکو چاہیے کہ منکر کو اپنے ہاتھ سے دور کرے خواہ ہتھیار سے اور خود دور کرے یا مددگارون کے زور سے تو غرض اس مسئلہ مین وہی احتمال ہونگے جو ہمنے ذکر کیے ہین۔ یہ حسبت کے درجات تھے جو بیان ہوگئے اب ہم حسبت کے آداب ذکر کرتے ہین

محتسب کے آداب کا بیان

آداب کی تفصیل تو ہم ہر ایک درجہ کے ذیل مین لکھتے آئے ہین مگر اب انکو ایک جا اور انکا منشا لکھتے ہین۔ واضح ہو کہ محتسب کے سب آدابون کا منشا تین صفتین ہین محتسب کے اندر ایک علم دوسرے ورع تیسرے حسن خلق علم اسلیے کہ حسبت کے مقامات اور حدود اور موانع کو جانے تاکہ حد شریعت پر اس باب مین اکتفا کرے۔ اور ورع اسلیے تاکہ جو کچھ اسکو معلوم ہو اسکی مخالفت نکرے کیونکہ ہر ایک عالم اپنے علم کے بموجب عمل نہین کیا کرتا بلکہ اکثر جان لیتا ہے کہ مین حسبت مین اس حد سے بڑھ جاتا ہون جسکی شریعت سے اجازت ہے اور سراسر میری زیادتی ہے مگر پھر کسی غرض کے لیے حسبت کرتا ہے تو ورع کے ہونے سے یہ بات نہ رہیگی محتسب کو ایسا ہونا چاہیے کہ اسکی تقریر و نصیحت مقبول ہو کیونکہ فاسق اگر حسبت کرتا ہے تو لوگ اسپر ہنستے ہین اور اسی درجہ سے اسپر گستاخی بھی کرتے ہین۔ اور حسن خلق اسلیے کہ اسکے باعث سے ملایمت اور نرمی اختیار کرے جو اس باب مین اصل ہے اور علم اور ورع اسمین کافی نہین کیونکہ جب غصہ جوش کرتا ہے تو صرف علم اور ورع اسکی بیخ کنی مین کافی نہین ہوتے جب تک کہ طبیعت مین حسن خلق نہو اور واقعی ورع کامل جبھی ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ حسن خلق اور ضبط شہوات و غضب کی قدرت ہو اور محتسب ایسے ہی ضبط سے دیندار اور حمایتی اللہ تعالی کے دین کا ہوگا ورنہ جب کوئی آفت گالی یا مار کی اسکی آبرو یا جان و مال پر پڑیگی حسبت کو بھولا اور دین الہی سے غافل ہوا اپنی

جان کی فکر مین مشغول ہوگا بلکہ بعض اوقات ابتداءً حسبت اسلیے کرتا ہے کہ نام اور جاہ حاصل ہو غرضکہ ان تین صفتون کے باعث حسبت ثواب ہوتی ہے اور اسی سے منکر بھی دور ہوتا ہے اور اگر یہ صفتین نہین ہوتین تو منکر بھی نہین مٹتا بلکہ عجب نہین کہ کسی صورت مین خود حسبت ہی منکر ہو حد شریعت سے گذر جاے - اور ان آداب پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دلالت کرتا ہے امر معروف و نہی منکر وہی کرے جو نرمی برتے امر کرنے مین اور نرمی برتے منع کرنے مین بردبار ہو امر کرنے مین بردبار ہو نہی کرنے مین فہیم ہو امر کرنے مین فہیم ہو منع کرنے مین - اور اس سے معلوم ہوا کہ مطلق فہیم ہونا شرط نہین بلکہ امر و نہی کرنے مین فہیم ہونا شرط ہے اور یہی حال بردباری کا ہے - اور حضرت حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ جب تم ان لوگون مین سے ہو جو امر بالمعروف کرین تو اول سب سے زیادہ معروف کو تم اختیار کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے چنانچہ کسی نے کہا ہے

قطعہ نہ دوسرون کو کرے منع ایسے کامون پر	کہ جن کے مثل مین خود ہووے مبتلا انسان
کہ جو کوئی کرے اک چیز کو برا کہہ کر	تو عقل سے اسے بہرہ نہین وہ ہے نادان

اور ہماری اس بات سے یہ مراد نہین کہ فسق کے سبب سے امر بالمعروف منع ہو جاتا ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ فاسق کے کہنے کا اثر اسکے فسق ظاہر ہونے سے لوگون کے دلون پر نہین ہوتا ورنہ امر بالمعروف مین یہ ضرور نہین کہ سب معاصی سے اجتناب کرے تو امر بالمعروف کرے اسلیے کہ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ کیا ہم امر بالمعروف نکرین جب تک سب اچھی باتون پر خود عامل نہولین اور بری بات سے منع نکرین جب تک سب برائیون سے اجتناب نکرلین آپ نے فرمایا نہین بلکہ امر بالمعروف کرو گو سب معروف پر خود عمل نکرو اور منکر سے نہی کرو گو سب منکرات سے خود اجتناب نکرو - اور بعض اکابر سلف نے اپنے بیٹون کو وصیت کی کہ جب تم مین سے کوئی امر بالمعروف کا ارادہ کرے تو چاہیے کہ اپنے دل مین صبر کرنا ٹھان لے اور اللہ تعالی کے ثواب پر وثوق کرے کہ جو کوئی ثواب الٰہی پر وثوق کرتا ہے اسکو ایذا کی تکلیف نہین معلوم ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ منجملہ آداب حسبت کے صبر کرنا بھی ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالی نے امر بالمعروف کے پاس ہی صبر کو ذکر فرمایا چنانچہ حضرت لقمان کا قول اسطرح نقل فرمایا یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اور ایک ادب یہ ہے کہ علاقے دنیاوی کم کر دے تاکہ حسبت مین بہت خوف نہو اور خلق سے طمع منقطع کر دے تاکہ مداہنت کا مضمون باقی نہ رہے جیسے کسی بزرگ کا حال لکھا ہے کہ انکے یہان ایک بلی تھی

[illegible] اور اسکی سند مین عبدالقدوس ابن حبیب ہین جنکے ضعیف ہونے پر اجماع ہے

اے بیٹے کھڑی کر نماز اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سے اور صبر کر [illegible] ۱۲

اور اُسکے لیے اپنے ہمسایہ کے قصائی سے ہر روز کچھ چھیچھڑے لیا کرتے تھے ایک روز اُس قصائی پر
کوئی منکر دیکھا تو گھر مین جا کر اول بلی کو نکال آئے پھر اُس قصائی کو اُس بُرائی سے منع کیا
اُسنے کہا کہ اب اینده کو آپ کی بلی کے لیے کچھ نہ دونگا اُنھون نے فرمایا کہ مین نے تجھیر حسبت جبھی
کی ہی کہ بلی کو نکال چکا ہون اور تجھسے طمع قطع کر دی ہی اور حقیقت مین اُنکا قول ٹھیک ہی کیونکہ
جو شخص خلق سے طمع منقطع نہ کریگا اُس سے حسبت نہو سکیگی اور جسکو یہ طمع ہو کہ لوگون کے دل
میری طرف سے اچھے رہین اور میری تعریف مین سب کے سب رطب اللسان ہون تو اُس سے کیسے
حسبت بن سکیگی حضرت کعب احبار نے ابو مسلم خولانی سے پوچھا کہ تمھاری منزلت تمھاری قوم مین
کیسے ہی اُنھون نے کہا اچھی ہی آپنے فرمایا کہ توریت تو یون کہتی ہی کہ جب آدمی امر بالمعروف
اور نہی عن المنکر کرتا ہی تو اُسکی منزلت اُسکی قوم مین بُری ہوتی ہی ابو مسلم نے جواب دیا کہ توریت
سچ کہتی ہی اور ابو مسلم جھوٹ کہتا ہی - اور حسبت مین نرمی برتنے کے وجوب پر وہ قصہ دلالت کرتا ہی
جس سے مامون نے استدلال کیا تھا یعنے جب ایک واعظ نے اُسکو نصیحت کی اور کلام درشت کہا
تو مامون نے کہا کہ میان صاحب نرمی سے گفتگو کرو دیکھو تو اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کو جو تجھسے
بہتر تھے فرعون کے پاس بھیجا جو مجھسے بدتر تھا مگر اُنکو نرمی کے لیے ارشاد کیا اور یہ فرمایا فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَيِّنًا
لَعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَىٰ پس محتسب کو نرمی کے باب مین انبیا علیہم السلام کی پیروی چاہیے چنانچہ حضرت
ابو امامہ راوی ہین کہ ایک جوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ
اے نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ مجکو زنا کی اجازت دیتے ہین لوگون نے اُسکو للکارا آپنے فرمایا
کہ اُسکو تھم نے دو پھر فرمایا کہ قریب آ وہ قریب ہوا حتی کہ آپکے سامنے بیٹھ گیا آپنے فرمایا کہ بھلا زنا کو
تو اپنی ماں کے لیے پسند کریگا اُسنے عرض کیا کہ نہین خدا تعالی مجکو آپ پر قربان کرے آپنے فرمایا
کہ مردون کا یہی کام ہی کہ زنا اپنی ماں کے لیے پسند نہین کرتے بھلا تو اپنی بیٹی کے واسطے اُسکو پسند کریگا اُسنے
کہا نہین خدا تعالی مجکو آپ پر فدا کرے آپنے فرمایا کہ مرد ایسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو اپنی بیٹیون
کے لیے نہین پسند کرتے بھلا تو اپنی بہن کے واسطے پسند کریگا اور ابن عوف نے اتنا اور زیادہ کیا ہی کہ
آپنے پھوپھی اور خالہ کا اسی طرح ذکر فرمایا اور وہ ہر ایک کے باب مین وہی جواب دیتا تھا جو اوپر گذرا
اور آپ ہر بار فرماتے تھے کہ مرد ایسے ہی ہوتے ہین کہ زنا کو پسند نہین کرتے اور ابن عوف اور ابی امامہ
دونون نے متفق بیان کیا کہ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اُس جوان کے
سینہ پر رکھا اور فرمایا کہ الہی تو اُسکا گناہ معاف کر اور اُسکا دل صاف کر اور اُسکی شرمگاہ کو محفوظ رکھ

راوی کہتا ہے کہ پھر کوئی چیز اُس شخص کے نزدیک تنا سے بہتر بھی نہ تھی - اور فضیل بن عیاض رحمہ سے پوچھا گیا کہ سفیان بن عیینہ رحمہ سلطان کے انعام قبول فرماتے ہیں آپنے فرمایا کہ وہ اپنے حق سے تو کم ہی لیتے ہیں پھر سفیان بن عیینہ کو علیحدہ لیگئے اور زجر و ملامت کی اور ایک روایت میں ہے کہ اُنھوں نے یوں کہا کہ اے گروہ علما تم شہروں کے چراغ تھے جنسے لوگ نور حاصل کرتے تھے اب تم تاریکی و ظلمت بن گئے تم ستارہ تھے جنسے لوگوں کو ہدایت تھی اب تم باعث حیرت ہوگئے پھر کوئی شرم نہیں کرتا کہ ان امرا کا مال لیتا ہے اور تمکو معلوم ہے کہ یہ مال اُنکے پاس کہاں سے آتا ہے پھر اپنی کمر تکیہ سے لگا کر کہتا ہے کہ حدثنی فلان عن فلان سفیان رحمہ نے سر اُٹھا کر آہ آہ کہا اور یہ بیان کیا کہ بخدا اے ابو علی اگر ہم نیکبختوں میں نہیں تو اُنسے محبت ضرور رکھتے ہیں - اور حماد بن اسلم کہتے ہیں کہ صلۃ بن اشیم رحمہ کے پاس کوئی شخص گذرا جسکا پاجامہ نیچے لٹکا ہوا تھا اُنکے مریدوں نے چاہا کہ اُسکے ساتھ بہ سختی پیش آئیں آپ نے فرمایا کہ یہ کام میرے سپرد کرو میں تمکو اس تردد سے بچا دونگا آپ نے اُسکے قریب جا کر فرمایا کہ بھتیجے مجکو تمسے کچھ مطلب ہے اُسنے کہا کہ چچا جان وہ کیا ہے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم اپنا پاجامہ ذرا اونچا کر لو اُسنے کہا بہت بہتر اور تھوڑا اونچا کر لیا - پھر آپ نے اپنے مریدوں سے کہا کہ اگر تم اسکے ساتھ سخت گیری کرتے تو یہ انکار کر دیتا اور تمکو برا بھلا کہتا اور محمد بن زکریا غلابی کہتے ہیں کہ میں ایک رات عبداللہ بن محمد بن عائشہ کے پاس گیا وہ مغرب پڑھ کر اپنے مکان کو آتے تھے دیکھا تو اثنا راہ میں ایک قریش کا گبرو متوالا کھڑا ہے ایک عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹا اور اُسنے فریاد چاہی لوگ جمع ہو کر اُس جوان کو مارنے لگے ابن عائشہ نے اُسکو دیکھکر پہچان لیا اور لوگوں سے کہا کہ میرے بھتیجے کے پاس سے علیحدہ ہو پھر اُسکو اپنے پاس بلایا وہ شرما کر پاس آیا آپ نے اُسکو چھاتی سے لگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چل یہاں تک کہ اپنے مکان میں لیگئے اور کسی خادم سے کہدیا کہ اسکو اپنے پاس سلا لے جب اسکا نشہ اُترے تو جو حرکت اُس سے ہوئی ہے اُس پر اسکو آگاہ کرنا اور جانے مت دینا جب تک کہ میرے پاس نہ لاوے پس جس وقت اُس شخص کا نشہ اُترا تو اُس خادم نے اُسکا حال اُس سے بیان کیا وہ سُنکر بہت شرمایا اور رویا اور قصد جانے کا کیا خادم نے کہا کہ اُنھوں نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس لانا غرض اُنکے پاس لیگیا آپنے اُسکو فرمایا کہ کیا تجکو شرم نہ آئی اپنی شرافت کا ننگ نکیا تجھے معلوم نہیں کہ تو کسکا لڑکا ہے خدا سے ڈر اور جس حال میں مبتلا ہے اُس سے توبہ کر وہ شخص گردن نیچے ڈالے روتا رہا پھر سر اُٹھا کر کہا میں نے اللہ تعالی سے وہ عہد کیا ہے کہ اسکی پرسش مجھسے قیامت میں ہوگی کہ اب میں کبھی نبیذ نہ پیونگا اور نہ اُن باتوں کے گرد پھرونگا

جھکا مین مرتکب تھا اور مین نے توبہ کی آپنے اُسکو پاس بلاکر سر پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ شاباش بیٹا یون ہی چاہیے غرضکہ وہ شخص آپ کے ساتھ رہتا اور حدیث آپ سے لکھا کرتا اور یہ نرمی ہی کی برکت سے ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ لوگ امر بالمعروف کرتے ہین مگر اُنکا معروف منکر ہوتا ہے تو تمکو لازم ہے کہ سب باتون مین نرمی پر کاربند ہو جو چاہو گے وہ مطلب حاصل ہوگا - اور فتح بن شخرف کہتے ہین کہ ایک شخص نے ایک عورت کا راستہ روکا اُسکو پکڑ لیا اور اُسکے ہاتھ مین چھری تھی جو کوئی اُسکے پاس جاتا تھا اُسکو زخمی کر دیتا تھا اور آدمی زبردست تھا ہر کوئی اُسکے پاس بھی نہین جاتا تھا اور عورت اُسکے ہاتھ سے واویلا کرتی تھی اور لوگ جمع تھے کہ اتنے مین بشر بن حارث کا گذر وہان ہوا آپ نے اُسکے شانہ سے اپنا شانہ رگڑا وہ شخص زمین پر گر پڑا آپ وہان سے چل دیے اور وہ عورت بھی صحیح سالم چلی گئی لوگون نے جو اُس شخص کو قریب جاکر دیکھا تو معلوم کیا کہ وہ پسینے مین تر ہے اُس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے کہا کہ مین اور کچھ نہین جانتا مگر ایک پیر مرد نے مجھ سے قریب ہوکر یہ فرمایا کہ خداے تعالیٰ تجھکو اور تیرے اعمال کو دیکھتا ہے اسکے سننے سے میرے پانون ضعیف ہوگئے اور مجھکو نہایت اُس شخص کی ہیبت چڑھی مجھے یہ خبر نہین کہ وہ کون تھا لوگون نے کہا کہ وہ بشر بن حارث تھے اُسنے کہا کہ ہاے خرابی اب وہ مجھکو کس نگاہ سے دیکھینگے اور اُسکو اُسی روز بخار چڑھا اور ساتوین روز مر گیا - حاصل یہ کہ حسبت کی بات مین دیندارون کی عادت اسطرح تھی اور باب آداب صحبت کے اندر ذیل مین حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے ہمنے اخبار و آثار اس باب مین نقل کیے ہین اب دوبارہ خوف طول کلام سے نہین لکھتے پس حسبت کے درجات و آداب مین نظر کامل اسطرح ہوچکی ہے واللہ اعلم

تیسری فصل اُن منکرات کے ذکر مین جنکی عادت ہو رہی ہے اُنکو ہم مجملاً بیان کرتے ہین تاکہ اُنکے بیان سے اُن جیسے اور منکرات کو بھی قیاس کر لیا جاے کیونکہ اُنکا حصر اور استقصا ممکن نہین اول یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ منکرات دو قسم ہین ایک مکروہ دوسرے ممنوع تو جب ہم کہین کہ یہ چیز منکر مکروہ ہے تو جان لینا چاہیے کہ اُس سے منع کرنا مستحب ہے اور اُسپر خاموش رہنا مکروہ ہے حرام نہین ہان جب فاعل اُسکا مکروہ ہونا نجانتا ہو تو اُسکے مکروہ ہونے کو اُسکے سامنے ذکر کر دینا واجب ہے اسلیے کہ مکروہ ہونا بھی ایک شریعت کا حکم ہے جو اُسکو نہ جانتا ہو اُسکو اُس حکم کا پہونچا دینا واجب ہے اور جب ہم یہ کہین کہ فلان منکر محظور ہے یا صرف منکر بولین تو اُس سے ہماری یہی غرض ہوگی کہ وہ ممنوع ہے اور اُسپر خاموش رہنا باوجود قدرت کے ممنوع ہوگا - اب اُس قسم کی منکرات مساجد مین جو دیکھی جاتی ہین یا وہ بازارون مین اور راستون یا دوسرے مقامات مین جنکو ہم جدا جدا بیان کرتے ہین

منکرات مساجد یہ ہین اول رکوع اور سجدہ مین اطمینان نہ کرنے سے نماز کو
خراب کرنا اور یہ منکر ہی بنص حدیث سے نماز کو باطل کرتا ہی تو اُس سے منع کرنا واجب ہی مگر حنفی کے
نزدیک جو یہ عقیدہ رکھتا ہی کہ ترک اطمینان صحت نماز کا مانع نہین کیونکہ اس عقیدہ کے ساتھ مین
منع کرنا کیا مفید ہوگا اور جو دوسرے کو نماز مین خرابی کرتے دیکھے اور چپ ہو رہے تو وہ اُسکا شریک ہوگا
اسمین ماثر یون ہی وارد ہی اور حدیث سے بھی یہ بات پائی ہی کیونکہ غیبت کے باب مین وارد ہوا ہی کہ سننے والا
کہنے والے کا شریک ہوتا ہی اسی طرح جو بات کہ صحت نماز کی مخل ہو مثلاً کپڑے پر نجاست کا ہونا
جو نمازی کو معلوم نہین یا تاریکی یا نابینائی کی وجہ سے قبلہ سے انحراف کرنا وغیرہ ان سب مین حسبت واجب
دوم قران مجید کو غلط پڑھنا اس سے ممانعت واجب ہی اور صحیح کا سکھلا دینا بھی واجب ہی
پس اگر کوئی شخص مسجد مین معتکف ہو کر ایسے ہی امور مین اپنی اوقات صرف کرتا ہی اور اُسکے
سبب سے ذکر اور نماز نفل نہین پڑھتا تو اُسکو انھین منکرات کے منع کرنے مین مصروف رہنا چاہیے
کہ ذکر اور نفل کی نسبت یہ افضل ہین اسلیے کہ یہ ایسی عبادت ہی جسکا فائدہ دوسرے کو پہونچتا ہی اور
واجب بھی ہی بخلاف نفل و ذکر کے کہ اُنکا فائدہ خاص اسی پر منحصر ہی۔ اور اگر ان سے ممانعت
کرنے مین مثلاً کتابت یا اور کوئی فکر معیشت نہین کرسکتا تو دیکھنا چاہیے اگر اُسکے پاس بقدر کفایت
موجود ہو تب تو اُسکو ممانعت منکر مین مشغول ہونا لازم ہی اور ترک حسبت دنیا کی زوائد چیزون
کی طلب کے سبب جائز نہوگی اور اگر اُسکو حاجت اسی روز کی غذا کی ہو تو یہ البتہ عذر ہی اُسکے
ذمہ سے واجب ساقط ہو جائیگا کیونکہ مجبور ہی اور جو شخص قران پڑھنے مین غلطی بہت کرتا ہو تو اگر
وہ سیکھنے پر قادر ہو تو چاہیے کہ سیکھنے تک قرأت سے باز رہے کیونکہ غلط پڑھنے سے گناہگار ہوگا
سیکھنے پر قادر ہی اور اگر اُسکی زبان یاری نہ دیتی ہو تو پھر اگر اکثر قرأت غلط ہوتی ہو تو تلاوت ترک کرکے
صرف الحمد کے سیکھنے اور اُسکے صحیح کرنے مین محنت کرے اسی طرح ایک ایک سورت جب تک صحت
نہ کرلے اُسکی تلاوت نہ کرے اور اگر اکثر قرأت صحیح ہو مگر سب کے یکسان پڑھنے پر قادر نہین تو پڑھنے کا
کچھ مضایقہ نہین مگر چاہیے کہ پست آواز سے پڑھے تاکہ دوسرا شخص نہ سنے ہرچند اسکو آہستہ پڑھنے
سے روکنے کی بھی وجہ موجود ہی لیکن جس صورت مین کہ پڑھنے والا زیادہ سے زیادہ اُسی قدر صحیح
پڑھ سکتا ہی اور اُسکو تلاوت کے ساتھ انس اور اُسکی حرص ہی تو اس صورت مین ہمارے نزدیک
اُسکے پڑھنے کا کچھ مضایقہ نہین۔ **سوم** مؤذنون کا اذان مین مد زیادہ کرنا اور حی علی الصلوۃ
حی علی الفلاح مین تمام سینہ کو قبلہ کی جانب سے پھیرنا یا ہر ایک کا ایک ساتھ اپنی اپنی اذان دینا

اور اتنا انتظار نہ کرنا کہ ایک کہہ چکے تو دوسرا دے اور نمازیون کو جواب اذان مین دشواری ہو کیونکہ کثرت آوازون مین جواب دینا دشوار ہوتا ہی تو یہ سب باتین منکرات مکروہ ہین انکو انسے آگاہ کر دینا واجب ہی اور اگر دانستہ ایسا کرتے ہون تو منع کرنا اور حسبت کرنی مستحب ہی اسی طرح اگر کسی مسجد کا ایک ہی موذن ہو اور وہ صبح ہونے سے پیشتر اذان کہہ دیتا ہو تو چاہیے کہ اسکو منع کر دیا جائے اسلیے کہ لوگون کو روزہ اور نماز مین تردد ہوتا ہی ہان اگر وہ شخص مشہور ہو جائے کہ صبح سے پیشتر اذان کہا کرتا ہی اور اسکی آواز سے نماز مین یا سحر ترک کرنے مین لوگون دہوکہا نہین پڑتا اور دوسرا موذن اور بھی ہی جو صبح ہونے پر اذان کہتا ہی اور اسکی آواز لوگ پہچانتے ہین تب البتہ مضائقہ نہین۔ اور یہ بھی مکروہ ہی کہ فجر ہونے کے بعد ایک ہی مسجد مین ذرا ذرا سی دیر کے بعد بہت سی اذانین ہون خواہ ایک ہی شخص کہے یا کئی آدمی کیونکہ بہت سی اذانون سے کچھ فائدہ نہین جس صورت مین کہ مسجد کے اندر کوئی سونے والا باقی نہین آواز مسجد سے باہر نہ جاتی ہو کہ دوسرا کوئی سنکر آگاہ ہو تو یہ امور مکروہ اور مخالف طریقہ صحابہ رضہ اور اکابر سلف کے ہین۔ چہارم خطیب کا سیاہ لباس پہننا جسمین ریشم غالب ہو یا تلوار سنہری لیے رہنا کہ اس صورت مین وہ فاسق ہی اور اس حرکت کا انکار اسپر واجب ہی لیکن نرا سیاہ لباس مکروہ نہین بلکہ اسکا اختیار کرنا اچھا نہین اسلیے کہ کپڑون مین خدا تعالی کے نزدیک زیادہ پسند سفید ہی اور جس نے یہ کہا ہی کہ سیاہ کپڑا مکروہ ہی اور بدعت ہی اس سے یہ غرض ہی کہ قرن اول مین اسکی عادت نہ تھی مگر چونکہ اسمین ممانعت وارد نہین تو اسکو بدعت اور مکروہ نہ کہنا چاہیے بلکہ ترک اولی سمجھنا چاہیے۔ پنجم ایسے واعظون کا وعظ جو اپنی تقریر مین بدعت ملائین پس واعظ اگر وعظ مین جھوٹے حالات بیان کرے تو وہ فاسق ہی اور اسپر حسبت کرنی واجب ہی ایسا ہی بدعتی واعظ کو منع کرنا چاہیے اور اسکے وعظ مین شریک نہونا چاہیے مگر اس نیت سے کہ اگر یہ ہوسکیگا تو سب لوگون کو منع کر دینگے کہ اسکا کہنا کوئی سنا نہ یا جو لوگ اسکے آس پاس ہون انھین مین سے کسی قدر کو باز رکھینگے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو بدعت کا سننا نہ چاہیے جیسے اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ اور جبکہ اسکا وعظ اس قسم کا ہو کہ لوگون کو معاصی پر جرأت دلاتا ہو یعنے مضامین رجا کے اتنے بیان کرے کہ لوگون کو اسکی وعظ سے جرأت ہو اور اللہ تعالی کے معاف کرنے اور رحمت فرمانے پر زیادہ وثوق ہو جائے اور خوف دل مین کمزور پڑ جائے تو یہ بھی منکر ہی اور واعظ کو اس سے روکنا واجب ہی اسلیے کہ اسکا فساد

بہت بڑا ہے بلکہ آج کل تو خوف کا بیان اگر زیادہ کرے اور رجا کا کم تو خلق کی طبیعتون کے لیے بڑا
مناسب ہے اسلیے کہ انکو خوف کی ضرورت زیادہ ہے اور اصل تو یہ ہے کہ خوف اور رجا کے پلے دونون
برابر رہنے چاہیین جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر بالفرض قیامت کو کوئی پکارنے والا
پکارے کہ ایک شخص کے سوا سب دوزخ مین داخل ہونگے تو مین رجا کرون کہ وہ شخص مین ہی ہون
جسکو مستثنے کیا ہے اور اگر قیامت کو یون پکارے کہ سب آدمی جنت مین چلے جائین بجز ایک کے
تو مجکو خوف ہے کہ کہین وہ شخص مین ہی نہون اور جس صورت مین کہ واعظ جوان اور کپڑون اور
وضع مین عورتون کے لیے سجا ہوا ہو اور اشعار وعظ مین بہت کہتا ہو اور اشارات اور حرکات بہت
کرتا ہو اور اُسکی وعظ مین عورتین آتی ہون تو یہ بھی منکر ہے اس سے منع کرنا واجب ہے اسلیے کہ
صلاح وبہتری کی نسبت اسمین فساد زیادہ ہے اور یہ بات واعظ کے حالات کے قرینون سے ظاہر ہو جاتی ہے
بلکہ جو شخص بظاہر ورع نہ رکھتا ہو اور سکینت ووقار کی وضع اور نیک بختون کا لباس نہو تو چاہیے کہ
اسکو وعظ کا کام ہی نہ سپرد کیا جائے ورنہ ایسے کے وعظ سے لوگ گمراہی مین زیادہ ہونگے اور چاہیے کہ مجلس
وعظ مین عورتون اور مردون کے بیچ مین کوئی آڑ کر دی جائے جس سے نظر نہ آئے کیونکہ نظر بھی فساد
کا منبع ہے اور ان منکرات پر عادتین مشاہد ہین اور عورتون کو مسجد کے اندر نماز کے لیے آنے سے اور
مجالس وعظ مین جانے سے منع کیا جائے بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہو چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتون
کو مسجد مین جانے سے منع فرمایا تھا آپ ہی کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تو انکو جماعتون سے منع نہین فرمایا آپ نے فرمایا کہ اگر آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن حالات سے
واقف ہوتے جو عورتون نے اب ایجاد کیے ہین تو آپ بھی انکو منع فرماتے ہان اگر کوئی عورت
کپڑے کے اندر چھپی ہوئی مسجد مین کو گذرے تو اُسکو روکنا نہ چاہیے لیکن بہتر یہ ہے کہ مسجد کو صرف راہ
مقرر نہ کیا جائے۔ اور واعظون کے سامنے قرآن کا پڑھنا آواز کو لمبا کھینچکر اور گانے کی طرح پس
اسطور سے کہ نظم قرآنی کو بدل دے اور تلاوت صحیح کی حد سے تجاوز کر جائے یہ بات منکر اور سخت درجہ کو
مکروہ ہے سلف کے بہت لوگون نے اُسپر انکار کیا ہے ششم جمعہ کے روز دوائیون اور کھانون
اور تعویذون کے بکنے کے لیے حلقے ہونے اور سائلون کا کھڑا ہونا اور کچھ اشعار پڑھنے یا قرآن
پڑھنا کہ لوگ سنکر کچھ دے دین یا اور اسی طرح کا کام ان مین سے بعض چیزین تو حرام ہین کیونکہ وہ
دغابازی اور جھوٹ ہوتی ہین جیسے بعض جھوٹے طبیبون کے ڈھکوسلے یا شعبدے اور نظر بندون کے
افعال اور یہی حال غالب اوقات مین تعویذ والون کا ہے کہ وہ انکو دیہاتی لوگون کے ہاتھ

اور بچون کے ہاتھ فروخت کرکے آنکو دھوکھا دے دیتے ہین تو یہ امور مسجد مین اور مسجد کے باہر حرام ہین اور انکے مرتکب کو آنسے منع کرنا واجب ہی بلکہ جس بیع مین جھوٹ اور دغابازی اور عیب کا چھپانا مشتری سے ہو تو وہ حرام ہی اور بعض امور ایسے ہین کہ مسجد کے باہر مباح ہین جیسے سینا اور دواؤن اور کتابون اور غذاؤن کا بیچنا اور یہ باتین مسجد مین بھی حرام نہین مگر کسی مانع کی جہت سے مثلاً نمازیون کی جگہ کا تنگ ہو جانا یا نماز مین دل کا پریشان ہونا وغیرہ اور اگر ان باتون مین سے کچھ نہو تو حرام نہین اور بہتر یہ ہی کہ نہ کیجائین اور مباح ہونے کے لیے بھی یہ شرط ہی کہ کبھی اتفاقاً گنتی کے دنون مین ہو جاوین اور اگر مسجد کو دوکان ہی بنالے ہمیشہ کے لیے تو حرام ہی اور اس سے منع کیا جائے کیونکہ بعض مباح ایسے ہی ہوتے ہین جو بشرط قلت تو مباح رہتے ہین اور اگر کثرت سے ہون تو گناہ ہو جاتے ہین جیسے بعض گناہ اصرار کے نہونے کی صورت مین صغیرہ رہتے ہین اور اصرار سے کبیرہ ہو جاتے ہین اور اگر یہ باتین ایسی ہون کہ قلیل کے ہونے سے خوف ہو کہ نوبت کثیر کی پہونچیگی تو اس قلیل سے بھی منع کرنا چاہیے مگر یہ منع حاکم کو یا مسجد کے متولی کو جو حاکم کی طرف سے انتظام کرتا ہو پہونچتا ہی اسلیے کہ یہ امر اجتہاد سے معلوم ہوتا ہی کہ آئندہ کو ایسا ہوگا اور رعیت کے لوگون کو اس خوف سے کہ آگے کو بہت ہو جائیگا منع کرنے کا اختیار نہین ہے ۔ ہفتم مجنونون اور لڑکون اور متوالون کا مسجد مین آنا اور مسجد مین لڑکون کے داخل ہونے کا مضائقہ نہین بشرطیکہ نہ کھیلین ہر چند مسجد مین لڑکون کا کھیلنا حرام نہین اور نہ آنکے کھیل پر سکوت کرنا حرام ہی مگر جب مسجد کو کھیل کی جگہ مقرر کرین اور عادت ڈالین کہ مسجد مین ہمیشہ کھیلا کرین تو منع کرنا واجب ہو جاتا ہی تو لڑکون کا کھیل اس قسم مین ہی کہ کم ہو تو مسجد مین حلال ہی اور زیادہ ہو تو حلال نہین اور کم کے حلال ہونے کی دلیل وہ روایت ہی جو صحیحین مین موجود ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رض کے لیے ٹھہرے رہے یہان تک کہ آنھون نے حبشیون کا رقص اور سپر تلوار سے کھیلنا عید کے دن مسجد کے اندر دیکھا اور اسمین شک نہین کہ اگر حبشی مسجد کو بازیگاہ ٹھہرا لیتے تو منع کیے جاتے اور قلت کے ساتھ مین آنکا کھیلنا آپنے برا نہین سمجھا یہانتک کہ خود ملاحظہ فرمایا بلکہ حضرت عائشہ رض کے دل خوش کرنے اور دیکھنے کے لیے آنکو بازی کرنے کی اجازت دی اور فرمایا کہ اے بنی ارفدہ اپنا کھیل کیے جاؤ چنانچہ باب السماع مین ہمنے یہ قصہ نقل کیا ہی ۔ اور مجنونون کا آنا مسجد مین اسوقت مضائقہ نہین رکھتا کہ خوف مسجد کو غلیظ کرنے کا یا گالی اور فحش بکنے کا یا افعال منکر کرنے کا مثلاً برہنگی کھولنے وغیرہ کا نہو اور جو دیوانہ ایسا ہو کہ عادت سے معلوم ہو کہ خاموش اور ساکن رہتا ہی تو اسکا مسجد

نکالنا واجب نہین - سوا متوالے کا حکم مجنون کا سا ہے کہ اگر یہ خوف ہو کہ مسجد مین قے کر دیگا یا لوگون کو زبان سے ایذا دیگا تو اُسکا نکالنا واجب ہے اور یہی حال ہے اگر اُسکی عقل ٹھکانے نہو کہ اُس سے اُن افعال کا خوف ضرور رہتا ہے - اور اگر اُسنے پی ہو اور مست نہوا ہو مگر بدبو باقی ہے تو یہ منکر مکروہ ہے سخت کراہت کے ساتھ کیونکہ جو کوئی لہسن اور پیاز کھائے اُسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد مین جانے سے منع فرمایا ہے تو ان دونون چیزون کا کھانا تو مکروہ ہی رہیگا اور شراب کا معاملہ سخت ہے اسلیے اُسمین سخت کراہت کا حکم چاہیے اب اگر کوئی یہ کہے کہ مناسب یون ہے کہ متوالے کو زد و کوب کر کے مسجد سے نکالا جائے تاکہ اُسکو توبیخ ہو تو اُسکا جواب یہ ہے کہ زد و کوب کا اختیار رعیت کے لوگون کو نہین بلکہ حاکمون کو تعزیر کا اختیار ہے اور وہ بھی اُس صورت مین ہے کہ یا وہ خود پینے کا اقرار کرے یا دو گواہون کی گواہی سے پینا ثابت ہو صرف بہکے آنے سے وہ بھی نہین تو اُس نظر سے مناسب ہے کہ ایسے شخص کو مسجد ہی مین بٹھلایا جاوے اور نہ پینے کے لیے امر کیا جائے اگر وہ شرابی ہو ہان جس صورت مین کہ وہ بہک کر چلتا ہو اسطرح کہ نشہ پہچانا جائے تو اُسکو مسجد مین اور باہر جہان ملے پیٹنا چاہیے تاکہ پھر اثر نشہ کا ظاہر نہ کرے کیونکہ برائی کے اثر کو ظاہر کرنا بھی برائی ہے اور معاصی کو اول تو ترک کرنا ہی واجب ہے اور کر لیا تو اُسکا چھپانا اور اُنکے آثار کا ظاہر نہ کرنا واجب ہے تو اگر وہ شخص اثر کو چھپائے ہو تو اُسپر تجسس کرنا جائز نہین اور شراب کی بدبو دلیل پینے کی نہین ہو سکتی کیونکہ بدبو بدون پینے کے بھی ہو سکتی ہے کہ شراب کی جگہ مین بیٹھ گیا ہو یا منہ کو لگا کر کلی کر دی ہو نگلی نہو تو بدبو پر اعتماد نہ کرنا چاہیے - بازار کے منکرات بازار مین جن منکرات کی عادت ہے اُنمین سے ایک یہ ہے کہ نفع پر بیچنے مین جھوٹ بولتے ہین تو جو شخص بیان کرے کہ مین نے یہ چیز اتنے کو مول لی ہے اور اتنے نفع پر دیتا ہون اور اس قول مین جھوٹا ہو تو وہ گناہگار ہے اور جس شخص کو اُسکا حال معلوم ہو اُسپر واجب ہے کہ مشتری کو اُسکے جھوٹ سے مطلع کر دے اگر وہ بائع کی دلداری سے خاموش رہیگا تو خیانت مین اُسکا شریک ہوگا اور سکوت کے باعث گناہگار - دوم چیز کا عیب مشتری سے پوشیدہ رکھنا تو جو کوئی عیب سے واقف ہو اُسکو لازم ہے کہ مشتری سے کہدے ورنہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے مال تلف ہونے پر راضی ہوگا وہ حرام ہے سوم گز گت اور ناپ اور تول مین کم دینا تو جس شخص کو فرق معلوم ہو اُسکو لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے اُس فرق کو نکال دے یا حاکم کے پاس لیجائے کہ وہ فرق کمدے - چہارم ایجاب و قبول نکرنا اور صرف تعاطی پر اکتفا کرنا اور چونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اسلیے ایسے ہی شخص کو

اُس سے منع کرنا چاہیے جو ایجاب قبول کے واجب ہونے کا معتقد ہو۔ پنجم شروط فاسدہ کا معاملہ میں
کرنا کہ لوگون کو عادت پڑی ہوئی ہے اُنسے منع کرنا واجب ہے اسوجہ سے کہ وہ معاملات کو فاسد کرتے ہین
اور یہی حال اُن اشیاء کا ہے جنمین ربوا کو دخل ہے اور جمیع تصرفات مفسدہ او فاسدہ ایسے ہی ہین
اُن سب سے منع کرنا چاہیے ششم عید کے روز لڑکون کے لیے کھلونون اور جاندار کی تصویر کا بیع کرنا
انکا توڑ ڈالنا اور انکے بیع سے منع کرنا واجب ہے اور یہی حال چاندی سونے کے برتنون کا ہے اسی طرح
حریر کے کپڑے اور سونے اور ریشم کی ٹوپیان ہین اور کپڑون سے ہماری یہ غرض ہے جو مردون کے ہون
یا شہر کی عادت معلوم ہو کہ اُنکو مرد ہی پہنتے ہین تو یہ سب منکر او محظور ہین اسی طرح جو اس بات کا
عادی ہو کہ مستعمل کپڑے دھولا کر بیچتا ہو اور شوب کے باعث لوگون کو اُنکا پرانا ہونا
معلوم نہو اور وہ یہی کہے کہ یہ نئے ہین تو یہ فعل بھی حرام ہے اور اُس سے منع کرنا واجب ہے
ایسے ہی پھٹے کپڑون کو رفو کرکے بیچنا غرض جن معاملات مین دھوکا ہوتا ہو اُن سب کا کرنا ایسا ہی ہے
اُنکا شمار کرنا طول چاہتا ہے باقی کو انھین پر قیاس کر لینا چاہیے جتنے ہم نے لکھدیے ہین
راستون کے منکرات جنکی عادت پڑی ہوئی ہے یہ ہین کہ مکانات کے متصل کھنبے بنا کر چبوترہ
بنانا اور پیڑ لگانے اور چھجے برامدے اور سائبان نکالنے اور لکڑیان گاڑنی او غلون کی ٹھیکیان
لگانی اور بوجھ کے گٹھے وغیرہ راستون مین ڈال دینے یہ سب بُری باتین منکر ہین اگر انسے رستہ
تنگ ہوتا ہو یا گذرنے والون کے ٹکر لگتی ہو اور اگر راہ اتنی فراخ ہو کہ کسی طرح کا ضرر نہوتا ہو تو منع
نہ کرنا چاہیے ہان لکڑیون اور گٹھون کا راستہ مین اسقدر ڈالنا درست ہے کہ گھر مین اُنکو اُٹھا کر لے جانے
کیونکہ اس حاجت مین سب لوگ شریک ہین ہر ایک کو اسکی ضرورت پڑتی ہے اس سے منع کرنا
ممکن نہین — اسی طرح جانورون کا راہ مین ایسی طرح باندھنا کہ راہ تنگ ہو جائے اور چلنے والون کے
اُنکے بول و براز کی چھینٹین پڑین منکر ہے اُس سے منع کرنا واجب ہے لیکن صرف اُترنے اور
سوار ہونے کی مقدار جانورون کا راہ مین رہنا حاجت کے لیے درست ہے اور چونکہ راستون سے
منفعت ہر شخص لے سکتا ہے اور کوئی اُنکو خاص اپنے نفع کے لیے نہین کر سکتا اسی لیے ان مین
مقدار حاجت کا لحاظ رہتا ہے اور حاجت بھی وہ دیکھی جاتی ہے جسکے لیے عادۃً راستے مقصود
ہوتے ہین سب حاجتون کا لحاظ نہین کیا جاتا۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ جانور پر کانٹے لاد کر راہ مین
ایسی طرح ہانکین کہ لوگون کے کپڑے پھاڑین یہ اسوقت مین منکر ہے کہ کانٹون کو دبا کر ایسی
طرح بھی باندھ سکتے ہون کہ اس سے کسی کا ضرر نہو یا کسی اور فراخ راہ سے نکل جانا ہو سکتا ہو

اور اگر یہ دونون صورتین نہون تو پھر منع کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ شہر والون کو اسکی بھی حاجت ہوتی ہے
ہان کانٹون کو راستہ پر چپار بنے دینا نہ چاہیے صرف اتنی ہی دیر پڑے رہین کہ اُنکو اُٹھا کر گھر مین
لے جائے اسی طرح جانورون پر اُنکی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنا منکر ہے مالکون کو اُسس سے
منع کرنا واجب ہے۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ قسائی اپنی دوکان کے سامنے جانور ذبح کرے اور سڑک کو
خون سے آلودہ کرے اُسکو اس حرکت سے منع کرنا چاہیے بلکہ اُسکو یون مناسب ہے کہ اپنی دوکان
کے اندر ذبح کرنے کا مقام بنالے کیونکہ راہ مین ذبح کرنے سے ایک تو راستہ تنگ ہوگا دوسرے
لوگون کو نجاست کی چھینٹون اور راستہ پر پلیدی دیکھنے سے ضرر ہوگا۔ اور ایک یہ ہے کہ کوڑا راہ مین
ڈالدے یا خربوزہ تربوز کے چھلکے راہ مین چھٹکادے یا پانی اتنا چھڑکے کہ لوگون کے پانون پھسلنے کا
ڈر ہو یہ سب منکر ہین اور ایک یہ ہے کہ تنگ راہ مین پرنالا ڈالنا کہ اس سے کپڑے نجس ہوتے ہین یا راستہ
تنگ ہوتا ہے اور اگر راستہ اتنا فراخ ہو کہ اُسمین یہ دونون احتمال نہون تو منع نہ کرنا چاہیے اسلیے
کہ ممکن ہے کہ پرنالہ سے بچکر آدمی نکل جائے لیکن مینہ کا پانی اور کیچڑ اور برف راستہ مین ڈالنا
اور اُسکو صاف نہ کرنا منکر ہے مگر کسی شخص معین سے مخصوص نہین بجز برف کے کہ اُسکو ایک ہی
ڈالیگا تو جو پانی راستہ مین ایک موری معین سے نکل کر جمع ہوگیا ہو یا کسی شخص نے برف ڈال دیا ہو
تو راستہ کا صاف کرنا اُسی کے ذمہ ہے اور اگر مینہ کا پانی یا سب بدررون کا ہو تو یہ حسبت
حاکمون کے ذمہ ہے کہ لوگون سے لیکر اُسکو صاف کرادین رعیت والون کو صرف وعظ و نصیحت
البتہ جائز ہے۔ اور ایک منکر یہ ہے کہ دروازہ پر کتا ایسا بٹھلاوے جو لوگون کو کاٹے تو اس سے
اُسکو منع کرنا واجب ہے اور اگر کتا اور کچھ ایذا نہ دیتا ہو صرف راستہ پلید رکھتا ہو اور اُسکی پلیدی
سے بچکر نکلنا ممکن ہو تو منع نہ کیا جائے اور اگر کتا پانون پھیلا کر ایسی طرح راستہ مین بیٹھتا یا لیٹتا ہے
کہ اُس سے راستہ تنگ ہوتا ہو تو اُسکو منع کرنا چاہیے بلکہ وہ خود اگر راستہ مین سوئے یا ایسی طرح
بیٹھے کہ راستہ تنگ ہو تو خود اُسکو منع کر سکتے مین پس کتے کو بٹھلانے سے تو بطریق اولی منع کرنا چاہیے
حمامون کے منکرات یہ ہین کہ حمام کے دروازہ پر یا اندر تصویرین بناتے ہین اُنکا دور کرنا
واجب ہے اُس شخص پر جو حمام مین جائے اور دور کرنے پر قادر ہو پس اگر تصویرین اونچی جگہ مین ہون
جہان اُسکا ہاتھ نہ پہونچتا ہو تو اُسکو اُس حمام مین بدون ضرورت شدید کے جانا ہی
نہین چاہیے دوسرے حمام مین چلا جائے اسلیے کہ منکر کا دیکھنا جائز نہین اور تصویر کے بگاڑنے مین
اتنا کافی ہے کہ اُسکو بدشکل کردے او چہرہ بگاڑ دے ساری کا بگاڑنا ضرور نہین اور جاندار کی

تصویرون کے سوا اگر درختون اور گل بوٹون کے نقوش ہون تو اُنسے منع نکرے - اور ایک منکر
برہنگی کا کھولنا اور اُسکو دیکھنا ہے ازانجملہ یہ ہے کہ حمامی ران اور زیر ناف کو کھولکر میل دور کرتا ہے
بلکہ تہمد کے نیچے ہاتھ ڈالتا ہے اور یہ اسوجہ سے منکر ہے کہ دوسرے کی برہنگی کو چھونا حرام ہے جیسے
اُسکا دیکھنا حرام ہے اور ازانجملہ ملنے والے کے سامنے پیٹ لیٹنا ہے تاکہ وہ ران اور سرین دابے
تو یہ امر مکروہ ہے گو حائل کے ساتھ ہو مگر حرام اُسوقت ہوگا کہ اس حرکت سے خوف شہوت ہو - اور
یہی حال ذمی پچھنے لگانے والے کے سامنے برہنگی کھولنے کا ہے کیونکہ مسلمان عورت کو جائز نہین
کہ اپنے بدن کو ذمی عورت کے سامنے حمام مین کھولے تو مردون کو کیسے برہنگی کا کھولنا درست ہوگا
اور ایک منکر یہ ہے کہ ناپاک ہاتھ اور برتن تھوڑے پانی مین ڈبونے اور لنگی اور ناپاک طشت کو حوض
مین دھونا جسکا پانی تھوڑا ہوتا ہو کہ یہ حرکت پانی کو نجس کرتی ہے مگر امام مالک کے مذہب مین
پانی ناپاک نہین ہوتا تو اگر حمام مین کوئی مالکی ہو تو اُسکو منع نہ کرنا چاہیے اور حنفی اور شافعی ایسا
کرین تو انکو منع کرنا جائز ہے اور اگر حمام مین شافعی اور مالکی جمع ہون تو شافعی کو مالکی کا منع کرنا
اس حرکت سے نہ چاہیے ہان نرمی اور التماس کی طرح ہے اُس سے یہ کہے کہ ہمکو اول ہاتھ دھوکر پانی مین
ڈبونا ہوتا ہے اور ہمکو اسکی حاجت نہین اور نہ اسکی ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ آپ ہم کو ایذا دین
اور ہماری طہارت کے مخل ہون اگر آپ تنے عرصہ کے لیے ہمارے طور پر کاربند ہون تو آپ کا کچھ
نقصان نہین اور ہمارا فائدہ ہے یا کوئی اور تقریر ایسی ہی کرے جسمین مالکی راضی ہوکر پانی کو ناپاک
نکرے ورنہ مختلف فیہ مسائل مین حسبت دباو سے نہین ہو سکتی - اور ایک منکر یہ ہے کہ حمام کے درجون
کی راہ مین یا پانی آنے کے راستہ مین ایک پتھر چکنا پھسلنا لگا رہتا ہے کہ ناواقف اُسپر سے پھسلا کرتے ہین
تو اُسکا اُکھاڑنا اور دور کردینا واجب ہے اور اگر حمامی اُس سے غفلت کرے تو اُسکو منع کرنا چاہیے
کیونکہ اُس سے گرنے کی نوبت ہوتی ہے اور گرنے سے احتمال ہے کہ کوئی عضو ٹوٹ جائے یا اپنے
مقام سے سرک جائے اسلیے اُسکا دور کردینا ضروری ہے - اسی طرح بیری کے پتون اور صابن
کا زمین حمام پر چھوڑ دینا منکر ہے اور جو کوئی اُسکو چھوڑ کر نکل آئے اور اُسپر کوئی شخص پھسل کر
گر پڑے اور اُسکا کوئی عضو ٹوٹ جائے تو اگر وہ پھسلن ایسی جگہ ہو کہ معلوم نہوتی ہو اور اُس سے
بچنا دشوار ہو تو تاوان مین اختلاف ہے کہ اُس شخص پر ہوگا جو صابن وغیرہ چھوڑ آیا تھا یا حمامی پر
جسکو حمام کا صاف رکھنا لازم ہے اور قیاس اسکا مقتضی ہے کہ پہلے روز تو چھوڑنے والے پر ہے
اور دوسرے روز حمامی پر ہو کیونکہ عادت یون ہے کہ حمام کو ہر روز صاف کردیا کرتے ہین

اور اگر دستور حمام کی صفائی مین اور کچھ ہو تو اُسی کا اعتبار کیا جائیگا اور حمام مین اور امور بھی مکروہ ہین جنکو ہمنے باب الطہارۃ مین ذکر کیا ہے طول کی جہت سے یہان نہین لکھتے جسکو منظور ہو وہان دیکھے **ضیافت کے منکرات** یہ ہین کہ مردون کے لیے حریر کا فرش حرام ہے اسی طرح بخور سلگانا چاندی اور سونے کی انگیٹھیون مین یا پانی پینا اور گلاب چھڑکنا نقرہ اور طلا کے برتنون مین یا اُن مین جنکے سر زر و سیم کے ہون سب منکر ہین اور ایک منکر یہ ہے کہ پردے باتصویرات لٹکائے جائین اور ایک یہ ہے کہ تار کے باجے بجتے ہون یا رنڈیان گاتی ہون - اور ایک یہ ہے کہ عورتین چھتون پر مردون کے دیکھنے کو جمع ہون اور مردون مین وہ جوان بھی ہون جنسے فتنون کا خوف ہو تو یہ سب باتین ممنوع اور منکر ہین اُنکا دور کرنا واجب ہے اور جو کوئی دور کرنے سے عاجز ہو اُسکو وہان بیٹھنا جائز نہین باہر نکل آنا لازم ہے اسلیے کہ منکرات دیکھنے کے لیے بیٹھنے کی اجازت نہین اور جو تصویرین کہ تکیون اور بچھی ہوئی مسندون پر ہون وہ منکر نہین اور ایسا ہی جو رکابی پیالون پر ہون اور جو برتن کہ بصورت جانور بنائے گئے ہون جیسے بعض انگیٹھیون کے سر پرندون کی صورت کے ہوتے ہین تو وہ حرام ہین بمقدار تصویر کا اُس برتن سے توڑ دینا واجب ہے اور چھوٹی سرمہ دانی جو چاندی کی ہو اسمین اختلاف ہے امام احمد حنبل رح ضیافت مین سے چاندی کی سرمہ دانی دیکھکر باہر چلے گئے تھے - اور جب کھانا حرام ہو یا جگہ مغصوب ہو یا فرش حرام ہو تو یہ صورتین سخت منکر ہین - اور اگر ضیافت مین ایسا شخص ہو کہ وہ تنہا شراب پیتا ہو تو ایسی ضیافت مین نہ جانا چاہیے اسلیے کہ شراب کی مجلسون مین جانا حلال نہین گو خود نہ پیوے اور حالت فسق مین فاسق کے پاس بیٹھنا درست نہین ما اختلاف ہے تو اسمین ہے کہ ارتکاب معصیت کے بعد بھی اُسکے پاس بیٹھنا جائز ہے کہ نہین یا اُس سے بغض فی اللہ رکھنا اور ترک ملاقات واجب ہے یا نہین چنانچہ حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے باب مین ہم اس اختلاف کو ذکر کر چکے ہین - اسی طرح اگر ضیافت کے مجمع مین کوئی شخص حریر پوش یا سونے کی انگوٹھی پہنے ہو تو وہ فاسق ہے بدون ضرورت اُسکے پاس بیٹھنا جائز نہین اور اگر ریشمی کپڑا کوئی نابالغ لڑکا پہنے ہو تو اسمین اختلاف ہے اور صحیح یہی ہے کہ یہ امر منکر ہے اُسکو اُسکے بدن سے اتار دینا واجب ہے بشرطیکہ تمیزدار ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد هٰذَانِ حَرَامَانِ عَلٰی ذُكُورِ اُمَّتِی تمام ہے اسمین کچھ بالغون کی قید نہین علاوہ ازین لڑکے کو شراب پینے سے منع کرنا واجب ہے تو وہ اس نظر سے نہین کہ لڑکا بالغ ہے بلکہ وجہ منع کی یہ ہے کہ شراب کا عادی نہو ورنہ بالغ ہوکر اُسکو شراب سے صبر کرنا دشوار ہوگا اسی طرح اگر حریر اس عمر مین پہنیگا تو گویا فساد کا بیج اُسکے سینہ مین

ہو یا جائیگا اور اُس سے اشتیاق مستحکم کا درخت اسکے سینہ مین جم جائیگا کہ پھر اُسکا قلع قمع از
دشوار ہوگا اسی لیے اسکو عادت ریشمی کی ڈالنی ہی نہ چاہیے تاکہ عادی ہونے سے اشتیاق بڑھے
لیکن جو لڑکا تمیز رکھتا ہو وہ اگر ریشمی کپڑے اپنے ہو تو یہ وجہ حرمت کی اُسکے حق مین ضعیف ہی کیونکہ ابھی
وہ کوچہ اشتیاق سے بیخبر ہی مگر احتمال حرمت عموم حدیث کا اسمین بھی ہی واللہ اعلم ۔
اور دیوانہ کا حکم بے تمیز لڑکے کا سا ہی ہان سونے اور حریر سے عورتون کو زینت کرنی بدون
اسراف کے درست ہی اور ہمارے نزدیک لڑکی کے کان چھیدنے بالیان پہننے کے لیے جائز نہین
اسلیے کہ اسمین زخم ایذا دہندہ کرنا ہوتا ہی اور ایسے زخم سے قصاص لازم آتا ہی تو بدون حاجت
ضروری کے جائز نہوگا جیسے فصد کھولنا اور پچھنے لگانے اور ختنہ کرنے کہ بدون ضرورت نہین ہونے
اور بالیون کی زینت کچھ بہت ضروری نہین بلکہ بندے اگر باندھکر کان مین اوپر سے لٹکا دیے جاتین
کان کی زینت کو کافی ہین اور دوسرے زیور مثل جگنی یا ہمیل یا کنگن کیا تھوڑے ہین جو بالیون
کی حاجت ہو تو بالیون کے لیے کان چھیدنا اگرچہ عادت ہو رہی ہی مگر حرام ہی اور اس سے
منع کرنا واجب ہی اور اُسپر اجرت لینی درست نہین بلکہ اجرت مذکور حرام ہی ہان اگر کان چھیدنے
کی اجازت شریعت سے منقول ہو تو مضائقہ نہین اور ہمکو اس باب مین اب تک کوئی رخصت
نہین پہونچی ۔ اور ایک منکر ضیافت مین یہ ہی کہ اس مجمع مین کوئی بدعتی اپنی بدعت کے باب مین
تقریر کرتا ہو تو وہان ایسے شخص کو جانا جائز ہی جو اُسکے جواب دینے پر قادر ہو اور اسی ارادہ سے
جائے اور اگر جواب دینے پر قادر نہو اور بدعتی بھی اپنی بدعت کے باب مین گفتگو نہ کرے تو اس طرح
جانا جائز ہی کہ بدعتی سے نفرت اور اعراض ظاہر کرے جیسا کہ ہمنے بغض فی اللہ مین لکھا ہی ۔
اور اگر ضیافت مین کوئی مسخرہ ہو کہ کہانیان اور عجائبات کہکر ہنسایا کرتا ہو یا اگر ہنسی کی باتون مین
وہ فحش بکتا ہو اور گالیان اور جھوٹ کہتا ہو تو اس مجلس مین جانا جائز نہین اور اگر جائے تو
اُسکو اس قسم کی باتون سے منع کرے اور اگر اُسکی باتین ہنسی کی ہون مگر انمین جھوٹ اور فحش نہو
تو انکا سننا مباح ہی بشرطیکہ کبھی کبھی کم ہو اور اُسکو اپنا ہمیشہ یا عادت بنا لینا مباح نہین
اور جس جھوٹ مین جھوٹ ہونا ظاہر ہو اور اُس سے غرض دغابازی اور دھوکا دینا نہو تو وہ
منکرات مین داخل نہین جیسے کوئی یون کہے کہ آج مین نے تمکو سو دفعہ تلاش کیا یا تمسے ہزار دفعہ
یون کہدیا ہی یا اور اسی طرح کے جملے جنسے حقیقی معنے مقصود نہون تو ایسے جملے آدمی کی عدالت
مخل نہین ہوتے اور نہ انسے شہادت نامقبول ہوا ۔ باب آفات زبان جلد سوم مین تعریف مباح ہنسی اور

مباح جھوٹ کی عنقریب مذکور ہوگی ۔ اور ضیافت کا مسئلہ ایک یہ ہی کہ کھانے مین اسراف کیا جائے اور یہی
حال عمارت اور مال مین اسراف کرنے کا ہی بلکہ مال مین اسراف کے سوا مال کا ضائع کرنا بھی ہی
کہ ضائع کرنا اسی کو کہتے ہین کہ مال کو بدون کسی فائدہ معتد بہ کے کھو دے مثلاً کپڑے جلانا یا پھاڑ ڈالنا
یا مکان گرا دینا یا مال کو دریا مین پھینک دینا اور یہی حال ہی نوحہ کرنے والے اور مغنی کو دینے کا اور
دوسرے منکرات مین صرف کرنے کا اسلیے کہ یہ فوائد شرعاً حرام ہین تو گویا معدوم ہی ہین باقی رہا اسراف
تو یہ لفظ عام ہی کبھی تو نوحہ کرنے والے اور مغنی اور دوسری خرابیون مین صرف کرنے کو اسراف کہتے ہین
اور کبھی مباحات مین مال لگانے کو اسراف بولتے ہین بشرطیکہ صرف مبالغہ کے ساتھ ہو اور مبالغہ کا
حکم لوگون کی حال کی نظر سے جدا جدا ہی بعض صورتون مین منع اسراف سے واجب ہوگا مثلاً
فرض کرو کہ ایک شخص ہے کے پاس سو روپئے ہین اور عیال و اطفال رکھتا ہی اور کوئی معیشت ان
روپیون کے سوا انکے لیے نہین پس اگر وہ شخص ان روپیون کو ایک ولیمہ مین اوٹھا ڈالے تو وہ
مسرف اور فضول خرچ ہی اُسکو اس حرکت سے منع کرنا واجب ہی اللہ تعالی فرماتا ہی ف۱ وَلَا تَبْسُطْهَا
كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا یہ آیت مدینہ منورہ مین اُس شخص کے باب مین اتری جسنے
اپنا مال سب تقسیم کر دیا اور اپنے عیال کے لیے کچھ نہ چھوڑا اور جب اُنھون نے خرچ مانگا تو کچھ نہ دیسکا
اور نیز دوسری آیت مین ارشاد ہی ف۲ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ
اور اسی طرح فرمایا ف۳ وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا تو جو شخص
ایسا اسراف کرے اُسکو منع کرنا چاہیے اور قاضی پر واجب ہی کہ اُس شخص کو مال مین تصرف کرنے سے
روک دے ہان اگر آدمی تنہا ہو اور توکل مین نہایت قوت راسخہ رکھتا ہو تو اُسکو جائز ہی کہ اپنا سب مال
امور خیر مین اُٹھا ڈالے اور جو شخص عیال دار ہو یا توکل سے عاجز ہو تو اُسکو جائز نہین کہ اپنا سب مال
خرچ کر دے اسی طرح اگر کوئی اپنا بالکل مال دیوارون کی گلکاری اور عمارت کی زینت مین خرچ
کر دے تو یہ خرچ بھی اسراف حرام ہی لیکن جسکے پاس مال بہت ہی اُسکو گلکاری اور آرائش
حرام نہین اسلیے کہ آرائش بھی ایک غرض صحیح ہی اور ہمیشہ سے مسجدون کی چھت اور دروازون پر
نقش و نگار ہوتے آئے ہین باوجودیکہ چھت اور دروازہ کے نقش سے کوئی فائدہ بجز زینت کے نہین
پس اسی طرح مکانات کے نقش و نگار کا حکم سمجھنا چاہیے اور کپڑون اور کھانون کے تجمل مین بھی
یہی حکم ہی کہ وہ بذات خود مباح ہی مگر کم مایہ آدمی کے حق مین اسراف ہو جاتا ہی اور اہل دولت
کے حق مین مباح اور اسطرح کے منکرات بیشمار ہین جنکا حصر ممکن نہین تو انھین پر مخفلون اور

ف۱ اور نہ کھول اسکو بالکل کھول دینا پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا ہارا ہوا
ف۲ اور مت اڑا بیجا بیشک اڑانے والے بھائی ہین شیطانون کے
ف۳ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ اڑاوین اور نہ تنگی کرین اور ہی اسکے بیچ ایک سیدھی گذران ۱۲

اور قاضیون کے محکمون اور سلاطین کے دربارون اور علما کے مدارس اور صوفیہ کی خانقاہون اور
بازارون کی سرائون کو قیاس کر لو کہ انمین سے کوئی ایسی جگہ نہیں جہان منکر مکروہ یا ممنوع نہو
اور چونکہ سب منکرات کی تفصیل اس بات کو چاہتی ہے کہ شرع کی تفصیل تمام اصول و فروع کی
کیجائے اسلیے ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہین کہ زیادہ طول نہو۔ منکرات عامۃ واضح ہو کہ عموما
مین جو شخص اپنے گھر مین بیٹھا ہوا ہے کہین ہو وہ بھی اس لحاظ سے منکر سے خالی نہین کہ لوگون کو
بتانے اور سکھانے اور معروف کی ترغیب دینے سے پہلو تہی کرتا ہے کیونکہ اکثر لوگ شہرون مین
نماز کی شروط سے ناواقف ہین گانون اور جنگل مین تو کیسے نہونگے اور انھین ناواقفون مین سے
اعراب اور کُرد اور ترکمان اور دوسرے لوگ ہین اور یہ واجب ہے کہ شہر کے ہر محلہ اور مسجد مین ایک
عالم ہو کہ لوگون کو دین کی باتین سکھائے اور اسی طرح ہر گانون مین ایک عالم کا ہونا واجب ہے اور جو
عالم کہ اپنے فرض عین سے فارغ ہو چکا ہے اور فرض کفایہ کی اُسکو فرصت حاصل ہے اُسپر واجب ہے
کہ جو لوگ اُسکے شہر کے گرد و نواح مین رہتے ہون اُنکے پاس جائے اور اُنکو دین کی باتین اور
شریعت کے فرض سکھائے اور اپنا زاد ساتھ لیجائے اُسی مین سے کھائے اُن ناواقفون کے
کھانے نکھائے کہ وہ اکثر مغصوب ہوتے ہین اور گرد و نواح کے اسیون کو اگر ایک سکھانے والا بھی
چلا جائیگا تو باقی علما کے ذمہ سے حرج ساقط ہو جائیگا ورنہ سب کے ذمہ وبال رہیگا عالم کے ذمہ تو
اسلیے کہ اُسنے باہر نکلکر اُنکو تعلیم نہ کی اور ناواقفون پر اسلیے کہ اُنھون نے سیکھنے مین قصور کیا
اور جو عامی شخص نماز کی شرطین جان جائے اُسپر واجب ہے کہ دوسرے کو سکھائے ورنہ گناہ مین
وہ بھی شریک رہیگا اور یہ تو ظاہر ہے کہ کوئی شخص ماکے پیٹ سے شریعت کا عالم نہین پیدا ہوتا بلکہ
علم والون پر ہی احکام شریعت کا پہونچا دینا واجب ہوتا ہے تو جسکو ایک مسئلہ بھی آجائیگا وہ
اُسکا عالم کہلائیگا اور اسمین بھی شک نہین کہ علما پر گناہ زیادہ ہوگا اسلیے کہ اُنکو طاقت سکھانے
اور بتانے کی زیادہ ہے اور بتلانا علما ہی پر پھبتا بھی ہے کیونکہ اہل حرفہ اگر اپنے حرفونکو چھوڑ کر
اس کام مین مصروف ہون تو معیشت کا کارخانہ بیکار ہو جائے اُنھون نے تو وہ کام اپنے ذمہ
لے رکھا ہے جسکی ضرورت خلق کی بہتری مین ہے اور عالم کی شان اور اُسکا پیشہ یہی ہے کہ جو کچھ اُسکو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہونچا ہے وہ دوسرون کو پہونچادے کہ علما ہی وارث
انبیا ہین اور کسی شخص کو اپنے گھر مین اس عذر سے بیٹھ رہنا اور مسجد مین نہ آنا جائز نہین
کہ لوگ نماز اچھی طرح نہین پڑہتے بلکہ جب اُسکو یہ حال معلوم ہو تو اُسپر باہر نکلنا سکھانے

اور منع کرنے کے لیے واجب ہی۔ اسی طرح جس شخص کو یقین ہو کہ بازار مین کوئی منکر ہمیشہ یا ایک وقت معین مین ہوتا ہی اور وہ اُسکے دور کرنے پر قادر ہو تو اُسکو جائز نہین کہ گھر مین بیٹھ رہے اور اُس منکر کو دور نہ کرے بلکہ اُسکو نکلنا لازم ہی اور اگر سب منکر کو دور نہین کر سکتا مگر بعض کو دور کر سکتا ہی اور منکر کے دیکھنے سے محترز ہی تب بھی اُسکو نکلنا لازم ہی اسلیے کہ جب نکلنا اسوجہ سے ہوگا کہ جتنی برائی کو دور کر سکتا ہی اُسقدر کو دور کر دے تو جسکو دور نہین کر سکتا اُسکے دیکھنے سے کچھ ضرر نہین دیکھنا مضر اُس صورت مین ہوتا ہی کہ بدون کسی غرض صحیح کے دیکھے۔ حاصل یہ کہ ہر مسلمان کو ضرور ہی کہ اول اپنے نفس کی اصلاح فرائض پر مواظبت اور محرمات کو چھوڑنے سے کرے پھر اپنی اصلاح کے بعد گھر والون کو یہ باتین تعلیم کرے اور اُنسے فارغ ہونے کے بعد ہمسایون کو پھر محلہ والون کو پھر شہر والون کو پھر شہر کے گرد نواح والون کو پھر جنگلیون کو اور اسی طرح دنیا کی انتہا تک پھر اگر اس کام کو پاس کے لوگ بجا لائین گے تو دور والون پر سے تعلیم ساقط ہو جائیگی ورنہ جنکو تعلیم پر قدرت ہوگی سب گنہگار ہونگے خواہ قریب کے ہون یا بعید کے اور جبتک روے زمین پر بالفرض ایک شخص بھی جاہل کسی دینی فرض سے رہیگا اور عالم کو قدرت ہوگی کہ خود جا کر اُسکو سکھلا دے یا دوسرے کے ذریعہ سے واقف کرا دے تب تک یہ حرج ساقط ہوگا اور یہ کام نہایت ضروری ہی اُس شخص کے حق مین جسکو دین کی فکر ہے اور تمام اپنی اوقات اُن تفریعات عجیبہ اور دقائق علوم کے تعمق مین مصروف کر رکھے ہون جو فرض کفایہ ہین اور اس کام سے بڑھکر یا تو فرض عین ہی یا اور کوئی فرض کفایہ جو اس سے زیادہ اہم ہو

چوتھی فصل اُمرا اور سلاطین کو امر بالمعروف اور نہی منکر کرنے کے بیان مین۔ ہمنے اول امر بالمعروف کے درجات بیان کر دیے ہین کہ سب سے اول آگاہ کرنا ہی پھر نصیحت پھر زبان سے سخت کہنا پھر زبردستی منع کرنا اور زد و کوب اور سزا سے حق بات کا پابند کرنا اُن مراتب مین سے بادشاہون کے ساتھ اول کے دو مرتبے جائز ہین یعنے آگاہ کرنا اور نصیحت اور چوتھا مرتبہ یعنے زبردستی منع کرنا رعیت کو بادشاہ کے ساتھ جائز نہین اسلیے کہ اس سے فساد اور شر برپا ہوگا نیکی برباد گناہ لازم آئیگا باقی رہا تیسرا مرتبہ یعنے درشت کلامی جیسے سلطان کو یون کہنا کہ اے ظالم یا او وہ شخص کہ خداے تعالی سے نہین ڈرتا یا اور اسی قسم کے الفاظ تو اسمین اگر فساد اور خرابی ایسی ہو کہ دوسرے لوگون کو اُسکا ضرر پہونچے تب تو ایسا کہنا جائز نہین اور اگر صرف کہنے والے ہی کی جان کو اُسکا ضرر ہو تب جائز ہی بلکہ مستحب ہی کیونکہ اکابر سلف کا دستور تھا کہ اپنی جان خطرہ مین ڈالتے تھے اور انکا ظاہر

ظہور کرنے سے تھے اُسکی پروانہ تھی کہ جان جائیگی اور طرح طرح کے مصائب و عذاب احتساب کیلیے سُنتے تھے اس لحاظ سے کہ اُنکو معلوم تھا کہ اگر احتساب مین مارے جائینگے تو شہید ہونگے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے[ح ۱] خَيْرُ الشُّهَدَاءِ حَمْزَةُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ ثُمَّ رَجُلٌ قَامَ إِلَى إِمَامٍ فَأَمَرَهُ وَنَهَاهُ فِي ذَاتِ اللّٰهِ تَعَالَى فَقَتَلَهُ اور ایک حدیث مین ارشاد فرمایا[ح ۲] أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رض کی تعریف مین ارشاد فرمایا[ح ۳] کہ شجاع لوہے کی سری ہے اللہ تعالی کے باب مین اُسکو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اثر نہین کرتی حقگوئی نے اُسکا یہ حال کر دیا ہے کہ اُسکا کوئی دوست نہین (جیسے ہندی کی مثل ہے سچی بات کبیرا کہے سب کے من سے اُتر ا رہے) اور جب دین مین پختہ لوگون نے معلوم کیا کہ کلام مین سے بہتر وہ کلمۂ حق ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کہا جائے اور یہ کہ اگر کہنے والا اس حقگوئی کے عوض مین مارا جائیگا تو شہید ہوگا جیسے حدیث مین وارد ہے تو اُنھون نے اس امر پر جرأت کی اور اپنی موت دل مین ٹھان لی اور طرح طرح کے عذاب اُٹھائے اور رضاے الٰہی کے لیے انپر صبر کیا اور اپنی جان نثاری کے ثواب کو اللہ تعالی سے طالب ہوئے اور سلاطین کو نصیحت کرنے اور امر معروف اور نہی منکر کرنے کا طور وہ ہے جو سلف کے علما سے منقول ہے اور باب الحلال والحرام مین سلاطین کے یہان جانے کے بیان مین کسیقدر ہم لکھ آئے ہین اب یہان اُن حکایات پر اکتفا کرتے ہین جنسے وعظ کی صورت اور سلاطین و امرا پر انکار کرنے کی کیفیت معلوم ہو۔ اُن حکایات مین سے ایک حضرت صدیق اکبر رض کا منع فرمانا ہے اکابر قریش کو جب اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کا قصد کیا اور اس حکایت کو عروہ رض نے یون بیان کیا ہے[ح] کہ مین نے عبد اللہ بن عمر رض سے کہا کہ قریش کے لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھلی عداوت کرتے تھے اُسمین آپ کو جو تکلیفین اُنھون نے دی ہین اُنمین سے زیادہ تمنے کونسی دیکھی ہے اُنھون نے فرمایا کہ مین قریش کے پاس ایک روز گیا اور وہ حطیم کعبہ مین جمع تھے اُنھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور کہا کہ جتنا صبر ہمنے اس شخص کے کیا ایسا کبھی نہین دیکھا کہ ہمارے عاقلون کو اسنے بیوقوف کہا اور بزرگون کو گالیان دین اور ہمارے دین کو برا کہا اور جماعت کو ابتر کر دیا اور ہمارے معبودون کو سخت سُست سُنایا ہمنے بڑی بڑی باتون پر صبر کیا یا ایسا ہی کچھ اُنھون نے ذکر کیا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اتنے مین اُنکے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور چلے آئے یہان تک کہ حجر اسود کو بوسہ دیا پھر خانہ کعبہ کا طواف

ح ۱ شہیدون مین سے بہتر حمزہ بن عبدالمطلب ہین پھر وہ شخص کہ کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اور اسکو امر و نہی کی بحق اللہ اسکے اور حاکم نے اسکو مار ڈالا۔ حاکم نے روایت کیا ۱۲ ح ۲ بہتر جہاد کلمۂ حق ہے حاکم ظالم کے پاس ۔ ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابی سعید خدری ۱۲ ح ۳ ترمذی نے بروایت علی مرتضیٰ رض سند ضعیف

کرتے ہوئے اُنکے پاس کو گذرے جب آپ اُنکے پاس ہوئے تو اُنھون نے کچھ آوازہ پھینکا کہ اُسکا
اثر مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک مین پایا پھر آپ طواف کرتے رہے جب
دوسرے پھیرے مین اُنپر گذرے تو پھر قریش نے ویسا ہی کلمہ کہا اور مین نے آپ کے چہرۂ مبارک مین
اُسکا اثر پایا پھر آپ چلے گئے اور تیسرے پھیرے مین اُنکے پاس کو نکلے تو پھر اُنھون نے ویسا ہی
آوازہ پھینکا یہان تک کہ آپ کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ سُنتے ہو اے گروہ قریش قسم ہے اُس ذات کی
جسکے قبضہ مین محمدؐ کی جان ہے مین تمھارے لیے ذبح لایا ہون یعنی یہ دین تمکو سوت کی طرح ناگوار ہے
یہ سنکر سب نے گردنین نیچی کر لین اور ایسے چپ ہو گئے گویا ہر شخص کے سر پر کوئی پرند بیٹھا ہے اور اس
جملہ نے وہ اثر کیا کہ جو شخص بیشتر زیادہ ترغیب آپ کی ایذا پر دیتا تھا وہی جو لفظ کہ بہتر سے بہتر
اُسکو ملا اُس سے آپکی تسکین کرنے لگا اور کہنے لگا کہ اے ابوالقاسم آپ بخیر تشریف لیجائین
کیونکہ آپ نادان نہین غرضکہ آپ تشریف لیگئے جب دوسرا روز ہوا تو پھر حطیم مین جمع ہوئے
اور مین اُنکے ساتھ تھا اور آپسمین کہنے لگے کہ تمکو یاد ہے جو کچھ تمسے اُس شخص کو پہونچا اور جو اُس
سے تمکو یہان تک کہ جب علانیہ تمسے وہ باتین کہین جنکو تم برا جانتے تھے اُسکو چھوڑ دیا وہ اسی ذکر
مین تھے کہ اتنے مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نمودار ہوئے پس سب کے سب نے آپ پر ایکبارگی
جست کی اور چارون طرف سے آپکو گھیر لیا اور کہا کہ تم ہی ایسا کہتے ہو تم ہی ایسا فرماتے ہو وہ
باتین نقل کرتے تھے جنکو اپنے معبودون اور دین کی برائی مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف سے سنا تھا آپ اُنکا جواب ارشاد فرماتے تھے کہ ہان مین ہی ایسا کہتا ہون پھر تو مین نے
دیکھا کہ قریش کے ایک آدمی نے آپ کی تمام چادر پکڑ کر گھسیٹا اور حضرت صدیق اکبر رضہ آپ کے
پیچھے کھڑے روتے تھے اور کہتے تھے خرابی ہو تمھاری کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اسپر کہ کہتا ہے
میرا رب اللہ ہے پس قریش آپ کو چھوڑ کر چلے گئے اور مین نے نہین دیکھا کہ قریش نے اس سے
زیادہ تکلیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بیشتر دی ہو اور ایک دوسری روایت مین حضرت
ابن عمر رضہ سے اسطرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحن کعبہ مین تھے کہ اتنے مین عقبہ بن
ابی معیط آیا اور اُسنے شانۂ مبارک رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا پکڑ کر اپنا کپڑا آپکے گلے مین
ڈالکر زور سے گلا گھونٹا پس حضرت ابوبکر رضہ تشریف لائے اور اُنھون نے اُسکا شانہ پکڑ کر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ہٹایا اور فرمایا اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ
بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ اور مروی ہے کہ حضرت معاویہ رضہ نے مسلمانون کی عطایا کو روک لیا تھا

ابو نعیم نے حلیہ مین نقل کیا ہے اور اُسکی سند مین ایک راوی ہے جسکو مین نہین جانتا ۱۲۰

ایک روز وہ خطبہ پڑھتے تھے کہ ابو مسلم خولانی اُنکے سامنے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے معاویہ
یہ مال جو تمنے روکا ہی نہ تو تمھاری محنت کا ہی نہ تمھارے باپ کی محنت کا نہ تمھاری مان کی محنت کا
حضرت معاویہ کو غصہ آیا اور منبر پر سے اُترا انکی آنکھون سے غائب ہو گئے اور کہ گئے کہ ایسے ہی
بیٹھے رہو ایک ساعت کے بعد آپ نہا کر نکلے اور فرمایا کہ ابو مسلم نے مجھسے ایسی بات کی کہ جس سے
مجھکو غصہ آگیا اور مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ فرماتے تھے کہ غصہ شیطان
کی طرف سے ہی اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہی اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہی تو جب تم مین سے
کوئی غصہ ہو تو غسل کر ڈالے اور مین اندر جا کر نہا آیا اور اب کہتا ہون کہ ابو مسلم نے درست کہا
کہ وہ مال نہ میری محنت کا ہی نہ میرے باپ کی مشقت کا سو آؤ اور اپنی عطا یا لیجاؤ۔ اور ضبتہ
بن محصن عنزی کہتے ہین کہ بصرہ مین ہمارے حاکم حضرت ابو موسی اشعری رضی تھے انکا دستور تھا
کہ جب خطبہ پڑھتے تو اللہ تعالی کی حمد و ثنا کرتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے
پھر حضرت عمر فاروق رض کے لیے دعا کرتے مجھکو انکا یہ فعل برا معلوم ہوا مین کھڑا ہو گیا اور مینے کہا
کہ تمکو خلیفہ اول کا خیال نہین تم حضرت فاروق رض کو انپر فضیلت دیتے ہو انھون نے چند جمعہ
ایسا کیا پھر حضرت عمر رض کی خدمت مین میری شکایت لکھ بھیجی کہ ضبتہ بن محصن اثنا خطبہ مین
میرا مزاحم ہوتا ہی حضرت فاروق رض نے انکو لکھا کہ اسکو ہمارے پاس بھیجدو انھون نے مجھکو
آپ کے پاس روانہ کیا جب مین مدینہ منورہ مین پہونچا تو آپ کے دروازہ پر دستک دی آپ باہر تشریف
لائے اور پوچھا کہ تو کون ہی مین نے کہا کہ ضبتہ بن محصن عنزی ہون آپنے مجھکو فرمایا کہ نہ مرحبا ہی
نہ اہل مین نے عرض کیا کہ مرحبا تو خدا کی طرف سے ہی اور اہل کا حال یہ ہی کہ مین اہل اور مال
دونون نہین رکھتا مگر یہ فرمائیے کہ آپنے جو مجھکو میرے شہر سے بدون کسی خطا یا تقصیر کے بلالیا
یہ کس وجہ سے آپنے جائز سمجھا آپنے فرمایا کہ تجھ مین اور ہمارے عامل مین کیا جھگڑا ہی مین نے
کہا اسکا حال مین اب آپ سے کہے دیتا ہون کہ انکا دستور یہ تھا کہ جب خطبہ پڑھتے تو خدا تعالی کی
حمد و ثنا کرکے درود پڑھتے پھر آپکے لیے دعا مانگنے لگتے مجھکو انکی اس حرکت پر غصہ آیا مین
سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ تمکو صدیق اکبر رض کا دھیان نہین کہ حضرت عمر رض کو فضیلت دیتے ہو
انھون نے کئی جمعہ ایسا ہی کیا پھر آپ کی خدمت مین میری شکایت لکھ بھیجی حضرت عمر فاروق
رض یہ حال سنکر بے اختیار رونے لگے اور کہتے تھے کہ بخدا تو ہمارے عامل کی بہ نسبت
زیادہ توفیق یافتہ اور راہ یاب ہی پھر فرمایا کہ بھلا تو میرا قصور معاف کر دیگا خدا تیرے تعالی

ف [illegible] ۱۲

تیرا قصور معاف کرے مین نے عرض کیا کہ تمکو خدائے تعالی معاف کرے یا امیر المومنین پھر آپ بے اختیار
رونے لگے اور کہنے لگے کہ بخدا ابوبکر صدیق رضہ کا ایک روز و شب عمرؓ اور آل عمرؓ سے بہتر ہے کیا مین تجھسے
اُس رات اور دن کو کہدون مین نے عرض کیا کہ بہتر آپنے فرمایا کہ صدیق رضہ کی رات تو وہ ہے کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے نکلنا اور مشرکون کی ایذا سے بچنا چاہا تو آپ رات کے وقت
نکلے اور حضرت صدیق رضہ آپکے ساتھ ہوئے راہ مین کبھی آپکے آگے چلتے تھے اور کبھی پیچھے اور گاہ داہنے اور گاہ
بائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو فرمایا کہ اے ابوبکر رضہ یہ کیا بات ہے مین تو نہین جانتا کہ تمنے
کبھی ایسا کیا ہو آپنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مین یاد کرتا ہون کہ کوئی گھات
نہ بیٹھا ہو تو آپ کے آگے ہوجاتا ہون اور جو دوڑ کو خیال کرتا ہون تو پیچھے ہوجاتا ہون اور داہنے
بائین بھی آپ کی حفاظت کے لیے ہوتا ہون کہ مجکو آپ کی طرف سے خوف لگا ہوا ہے غرض رات بھر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاے مبارک کی انگلیون کے بل چلے یہانتک کہ وہ گھسگئین جب حضرت
صدیق رضہ نے آپ کی انگلیون کا یہ حال دیکھا تو آپ کو اپنے شانہ پر بٹھلا کر دوڑے یہانتک کہ جبل ثور
کے غار پر پہونچ کر آپ کو اُتارا اور عرض کیا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا آپ
اسمین نہ جائیے جبتک مین نہ گھسلون کیونکہ اگر کوئی چیز اسمین ہو تو اُسکا ضرر مجکو ہو آپکو نہو پھر
حضرت صدیق غار کے اندر گئے اور جب اُسمین کچھ نہ دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر
اُسکے اندر لیگئے اور غار مین کچھ درار تھی جسمین سانپ اور بچھو تھے حضرت صدیق نے اُسمین اپنا
پائون دے دیا اس ڈر سے کہ کہین کوئی چیز اُسمین سے نکلکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا
نہ دے انکو ایک سانپ نے کاٹ لیا آپ کے آنسو درد کے مارے دونون رخسارون پر جاری تھے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو ارشاد فرماتے تھے اے ابوبکر لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنے
غم مت کرو کہ اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ تعالی نے حضرت صدیق کے لیے تسکین اُتاری
یہ تو انکی رات کا حال ہے اور انکا دن وہ ہے جس روز کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا
تو عرب کے لوگ مرتد ہوگئے اور بعضون نے کہا کہ ہم نماز تو پڑھینگے مگر زکوۃ نہ دینگے حضرت صدیق رضہ
نے اُنپر جہاد کا قصد کیا مین اُنکی خدمت مین گیا حتی الوسع نصیحت کرونگا مین نے کہا کہ اے
نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ لوگون پر جلئیے اور اُنکے ساتھ نرمی کیجیے آپ نے
مجکو فرمایا کہ تعجب ہے کہ کفر مین تم ایسے سخت تھے اور اسلام مین ایسے ڈھیلے ہوگئے مین اُنکو
کسو چیز سے بچاؤن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماے رفیق اعلیٰ ہوئے اور وحی اٹھ گئی بخدا اگر

ح ... بخاری ... ابوبکر ...

ح بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ رض ... ۱۲

لوگ مجکو ایک رسی سے بھی انکار کرینگے جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے تو مین انسے جہاد کرونگا غرضکہ ہمنے اُنکے ساتھ ہو کر جہاد کیا تو معلوم ہوا کہ بخدا وہ راہ یاب تھے اور اس باب مین انھین کی تجویز ٹھیک تھی یہ حضرت صدیقؓ کے دن کا حال ہے پھر حضرت فاروق رضہ نے حضرت ابو موسی اشعری رضہ کو ملامت لکھ بھیجی کہ تم ایسا کیون کرتے ہو قصور تمھارا ہی ہے اور اصمعی کہتے ہین کہ جن دنون عبد الملک بن مروان اپنی حکومت مین حج کو آیا تھا تو مکہ مین تخت پر بیٹھا اور گرد اُسکے ہر قبیلہ کے اشراف جمع ہوئے اُسوقت عطار بن ابی رباح اُسکے پاس تشریف لے گئے عبد الملک دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا اور اُنکو اپنے پاس تخت پر بٹھلایا اور آپ اُنکے سامنے بیٹھکر عرض کیا کہ آپنے کیون قدم رنجہ فرمایا انھون نے فرمایا کہ اے امیر المومنین خدائے تعالی کے حرم اور اُسکے رسول کے حرم کے باب مین اللہ تعالی سے ڈرتے رہنا اور اُنکی آبادی کے خبر گیران رہنا او مہاجرین اور انصار کی اولاد کے باب مین خوف خدا رکھنا کہ تم تخت پر اُنھین کی بدولت بیٹھے ہو اور جو لوگ مسلمانون مین سے دار الاسلام کی حدود پر کفار کے منع اور روکنے کو متعین ہین اُنکے باب مین خوف خدا رکھنا اور مسلمانون کے معاملات کا جویار رہنا کہ اُنکی باز پرس خاص تجسے ہوگی اور جو لوگ تمھارے دروازہ پر آوین اُنکے باب مین اللہ تعالی سے ڈرنا کہ اُنکے حال سے غافل نہونا اور نہ اپنا دروازہ بند کرنا کہ وہ نہ آنے پائین خلیفہ نے عرض کیا کہ بہتر مین ایسا ہی کرونگا پھر آپ اُٹھے خلیفہ نے اُنکو پکڑ لیا اور کہا کہ اے ابو محمد یہ تو آپنے دوسرون کے مطلب بیان کیے انکو ہم کیے چکے کہ پورا کرینگے آپ اپنی حاجت فرمائیے کہ کیا ہے اُنھون نے فرمایا کہ مجکو مخلوق کی طرف کچھ حاجت نہین یہ کہکر آپ تشریف لیگئے عبد الملک نے کہا کہ شرف اسکو کہتے ہین۔ اور کہتے ہین کہ ایک روز ولید بن عبد الملک نے اپنے دربان سے کہا کہ دروازہ پر کھڑا ہو جب کوئی شخص گذرے تو اُسکو میرے پاس بلا لانا کہ مجھسے باتین کرے دربان دروازہ پر کھڑا ہوا اتنے مین عطار بن ابی رباح اُدھر کو گذرے یہ اُنسے ناواقف تھا اُنکی خدمت مین عرض کیا کہ امیر المومنین کے پاس چلو کہ اُنکا حکم ہے وہ خلیفہ کے پاس تشریف لائے اور اُسوقت حضرت عمر و بن عبد العزیز بھی وہان موجود تھے جب عطار رحم ولید سے قریب ہوتے تو فرمایا السلام علیک یا ولید خلیفہ دربان پر بہت خفا ہوا کہ کمبخت مین نے تجھسے کہا تھا کہ میرے پاس ایسے شخص کو لانا جو مجھسے قصے کہانی کہے تو ایسے شخص کو بلا لایا کہ اسکو یہ بھی خوش نہ آیا کہ جو نام اللہ تعالی نے میرے لیے پسند فرمایا یعنی امام سے مجکو پکارے دربان نے کہا کہ انکے سوا اور کوئی میرے پاس نہین آیا پھر خلیفہ نے اُنکو بٹھایا

کو بیٹھے اور اُنکی طرف متوجہ ہوکر باتین کرنے لگا منجملہ اُنکے عطا رح نے ایک روایت آپکے سامنے یہ بیان کی کہ ہمکو خبر پہونچی ہی کہ جہنم مین ایک وادی ہی جسکا نام ہبہب ہی اُسکو اللہ تعالی نے اُس حاکم کے لیے رکھا ہی جو اپنے حکم مین ظلم کرے اس قول کو سنکر ولید نے ایک چیخ ماری اور یا تو دروازہ کی دہلی کے پاس بیٹھا تھا یا پشت کے بل بیہوش ہو دلیان خانہ کے بیچ مین گر پڑا حضرت عمر و بن عبد العزیز نے عطا رح سے فرمایا کہ تمنے امیر المومنین کو مار ڈالا عطا رح نے آپکا ہاتھ پکڑکر خوب زور سے دبایا اور کہا کہ اے عمر و یہ حال واقعی ہی پھر واقعی ہی پھر عطا رح اُٹھکر چلے گئے حضرت عمر بن عبد العزیز سے مروی ہی کہ اُنکے ہاتھ دبا دینے کا اثر مجکو کئی برس رہا کہ میرا ہاتھ دکھتا رہا۔ اور ابن ابی شمیلہ جو عقل وادب مین موصوف ومعروف تھے عبد الملک بن مروان کے پاس گئے عبد الملک نے اُنسے کہا کہ کچھ فرمائیے اُنھون نے فرمایا کہ کیا کہون یہ تو تم جانتے ہو کہ متکلم جو کلام کرتا ہی وہ اسپر وبال ہوتا ہی بجز اس کلام کے جو اللہ تعالی کے واسطے ہو عبد الملک رو پڑا پھر کہا کہ خدا تعالی تمپر رحم کرے لوگ تو ہمیشہ سے ایک دوسرے کو نصیحت ووصیت کرتے چلے آئے ہین اُنھون نے کہا کہ یا امیر المومنین قیامت مین لوگ اُسکی تلخی کے گلے مین پھنسنے اور ہلاک کو معائنہ کرنے سے نجات نہ پائینگے مگر وہ لوگ جنھون نے اپنے نفس کو خفا کرکے اللہ تعالی کو راضی کیا عبد الملک پھر رو یا اور کہا کہ مین ان کلمات کو بلاشبہہ اپنی زیست تک آنکھون کے سامنے تصویر کی طرح رکھونگا۔ اور ابن عائشہ کہتے ہین کہ حجاج نے بصرہ اور کوفہ کے فقہا کو بلوایا تو ہم سب گئے اور حضرت حسن بصری رح سب سے پیچھے تشریف لیگئے حجاج نے اُنکی تعظیم کی اور مرحبا کہا اور ایک کرسی منگاکر اپنے تخت کے پاس بچھائی اور اُسپر آپکو بٹھلایا پھر ہمسے ذکر ادہر اُدہر کا کرنے لگا اور سوال کرتا رہا کہ اتنے مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر کرکے آپ کی بدگوئی کرنے لگا اور ہم بھی اُسکی ہان مین ہان ملاتے رہے اور اُسکے خوف کے مارے بجز تسلیم کے اور کچھ نہ کہتے تھے اور حسن بصری رح انگلی دانت تلے دبائے خاموش بیٹھے تھے حجاج نے اُنسے کہا کہ آپ خاموش ہین آپنے فرمایا کہ مین کچھ کہہ نہین سکتا اُسنے کہا کہ آپ اپنی راے حضرت علی رض کے باب مین مجھسے بیان کیجیے آپ نے فرمایا کہ مین نے سنا ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ

اور علی مرتضی رضوان ایماندار لوگون مین سے ہین جنکو اللہ تعالی نے ہدایت فرمائی تو میری راے اُنکے باب مین یہ ہی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برادر عم زاد اور آپ کے داماد اور

اور یہ بات ہماری پہلی ... اللہ تعالی لے اور اسئر السلمین ... کیسے تمہارا یقین لانا البتہ اللہ لوگون پر شفقت رکھتا ہی مہربان ۱۴۳

آپ کے نزدیک سب لوگون سے محبوب تر ہین اور اللہ تعالی نے آنکے لیے جو سوابق مبارک پہلے سے
لکھ دیے تھے وہ سب آنکو حاصل ہین تم سے یا اور کسی سے نہین ہو سکتا کہ آن سوابق سے
علی مرتضی رضکو منع کر دو یا آنکے اور آپ کے درمیان حائل بنجاؤ اور یہ بھی میری رائے ہی کہ اگر
حضرت علی مرتضیٰ رضؓ سے کوئی بری بات ہوئی بھی تو اللہ تعالی آنسے حساب لیگا میرے نزدیک
آنکے باب مین اس سے عمدہ اور قول نہین یہ سنکر حجاج نے ناک بھون چڑھائی اور رنگ متغیر
ہو گیا اور غصہ مین آکر تخت پر سے اٹھکر ایک حجرہ جو تخت کے پیچھے تھا آسمین چلا گیا اور ہم سب باہر
نکل آئے عامر شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن رح بصری کا ہاتھ پکڑ کے کہا کہ اے ابو سعید تمنے
حجاج کو خفا کر دیا اور آسکے سینہ کو کینہ سے بھر دیا آپنے فرمایا کہ اے عامر مجھ سے الگ ہٹو آدمی
تو کہتے ہین کہ عامر شعبی کوفہ کا عالم ہی تم ایک شیطان سیرت بشر صورت کے پاس آکر اسکی خواہش
کے بموجب کلام کرتے ہو اور آسکی رائے کو درست کہتے ہو تمہاری کیا شامت ہی تمنے خوف اور تقوی
نہ کیا کہ جب تم سے سوال ہوا تھا یا سچ کہا ہوتا یا خاموش رہے ہوتے کہ سلامت رہتے عامر نے جواب دیا
کہ مین نے کہا تو سہی مگر مین جانتا تھا کہ اسمین خرابی ہی حضرت حسن بصری رح نے فرمایا کہ یہ بات
تمپر او زیادہ حجت اور سخت گناہ ہونے کی ہی عامر کہتے ہین کہ حجاج نے حضرت حسن بصری رح کو بلوایا
جب آپ آسکے پاس گئے تو اسنے کہا کہ آپ ہی کہتے کہ خدا تعالی ان امرا کو قتل کرے کہ انھون نے
اللہ تعالی کے بندون کو روپیہ پیسے پر مار ڈالا آپ نے فرمایا کہ ہان مین ہی کہتا ہون
آسنے کہا کہ اسکا کیا سبب ہی آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہی کہ اللہ تعالی نے علماء سے عہد لیا ہی
کہ لوگون سے بیان کر دینا چھپانا نہین چنانچہ ارشاد فرمایا ہی وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ
لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ حجاج نے کہا کہ بس زیادہ نہ بولو زبان بند کرو اور خبردار آگے کو
ایسا قول تم سے نہ سنون جو مجھکو برا معلوم ہو نہین تو تمہارا سر تن سے جدا کر دونگا۔ اور کہتے ہین
کہ حطیط زیات کو حجاج کے سامنے لائے جب وہ روبرو ہوا تو حجاج نے پوچھا کہ حطیط تو ہی ہی
آسنے کہا ہان تیرا دل جو چاہیے پوچھ لے کہ مین نے خدا تعالی سے مقام ابراہیم پر تین عہد
کر لیے ہین ایک یہ کہ اگر مجھ سے سوال ہوگا تو مین سچا جواب کہونگا دوم اگر مجھپر مصیبت ہوگی تو
صبر کرونگا سوم اگر عافیت سے رہونگا تو شکر کرونگا اسنے کہا کہ تو میرے باب مین کیا کہتا ہی کہا
کہ کہتا ہون کہ تو زمین مین خدا تعالی کے دشمنون مین سے ہی لوگون کی ہتک عزت کرتا ہی
اور تہمت پر قتل کرتا ہی حجاج نے کہا کہ امیر المومنین عبد الملک بن مروان کے باب مین کیا کہتا ہی

اسنے کہا کہ کہتا ہون کہ اسکا جرم تجھسے بھی بڑھ کر ہے اسکی ساری خطاؤن مین سے ایک تو یہی ہے حجاج نے
حکم دیا کہ اس شخص کو عذاب دو چنانچہ عذاب ہونے لگا آخر کو یہ نوبت ہوئی کہ بانس کو چیر کر
اسکی کھال مین اسکے گوشت پر رکھکر رسیون سے باندھ دین پھر ایک ایک کھپاچ گھسیٹنی شروع
کی یہان تک کہ گوشت سب اُدھڑ گیا مگر اسنے اُف نہ کیا حجاج سے کہا گیا کہ اب وہ حالت نزع مین ہے
اس موذی نے کہا کہ اسکو اٹھا کر بازار مین پھینک دو جعفر کہتے ہین کہ مین اور اسکا ایک رفیق
اسکے پاس گئے اور پوچھا کہ حطیط تیری کوئی حاجت ہے اسنے کہا کہ پانی پینا چاہتا ہون ہمنے پانی
لادیا اسنے اسکو پی کر کاسۂ موت ساتھ ہی پی لیا اسکی عمر اٹھارہ برس کی تھی اللہ تعالی اسپر
رحمت کرے۔ اور کہتے ہین کہ عمر بن ہبیرہ نے بصرہ اور کوفہ اور مدینہ منورہ اور شام کے علما کو گرد نواح
کے فقہا کو بلوایا اور انسے سوال کرنے لگا اور عامر شعبی سے گفتگو کی تو جو بات پوچھی اُس سے
انکو خوب واقف پایا پھر حسن بصری رح کی طرف متوجہ ہوا اور انسے سوال کیا پھر کہا کہ کوفہ
اور بصرہ کے عالم یہی دونون ہین پھر دربان سے کہا اور علما کو رخصت کرو صرف ان دونون کو
رہنے دو جب اور لوگ رخصت ہوگئے تو ان دونون کو تنہائی مین۔ جا کر عامر شعبی کی طرف متوجہ ہوا
اور کہا کہ اے ابو عمرو مین عراق پر امیر المؤمنین کی طرف سے عامل اور امین ہون اور فرمانبرداری پر
مامور ہون مجکو رعیت کا کام سپرد ہے اور مجھپر رعیت کا حق لازم ہے اور مین یہ چاہتا ہون کہ رعیت
محفوظ رہے اور جس بات مین انکی بہتری اور خیر خواہی ہو اسکا جویا رہتا ہون پھر بعض عاملون
سے کوئی ایسی بات سنتا ہون جس سے مجکو انپر غصہ آجاتا ہے تو مین کسی قدر انکی عطا ضبط
کرکے بیت المال مین رکھ دیتا ہون اور میری نیت یہ ہوتی ہے کہ انکو واپس کر دونگا مگر اتنے مین
امیر المؤمنین کو خبر ہو جاتی ہے کہ اسقدر مال اسطرح پر مین نے لیا ہے وہ مجکو لکھ بھیجتے ہین کہ واپس
مت کرنا تو اب مجھسے نہ تو خلیفہ کا حکم ٹالا جا سکتا ہے نہ تعمیل فرمان بن سکتی ہے مگر مین مامور طاعت بھی
ہون تو کہئے یا اور اس قسم کے امور مین کچھ مجھپر گناہ ہے یا نہین اور اپنی نیت کا حال مین نے
تمسے بیان ہی کر دیا شعبی نے جواب دیا کہ خدا تعالی آپکو نیکی دے سلطان بمنزلہ باپ کے
ہے کہ خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی کرتا ہے اس سے مواخذہ نہین ابن ہبیرہ یہ سنکر
بہت خوش ہوا اور اس جواب کو پسند کیا اور چہرہ پر خوشی کے آثار نمود ہوئے اور کہا کہ اللہ کا
شکر ہے کہ مجھپر مواخذہ نہین پھر حضرت حسن بصری رح کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ اے ابو سعید
آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا کہ مین نے تمہارا یہ قول سنا کہ تم عراق پر امیر المؤمنین کے عامل

اور امین ہو اور طاعت پر مامور اور رعیت کے کام مین مبتلا ہو اور اپنے ذمہ انکا حق اور خیر خواہی اور
انکی بہتری کی جستجو اور خبر گیری لازم جانتے ہو اور واقع مین حق رعیت تمپر لازم ہی اور انکو خیر خواہی
کے ساتھ محفوظ رکھنا تمپر واجب ہی کہ مین نے عبد الرحمن بن سمرۃ قرشی صحابی سے سُنا ہی کہ انھون
کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص کسی رعیت کا حاکم ہوا اور اُسنے انکی
حفاظت خیر خواہی سے نہ کی تو اللہ تعالیٰ اُسپر جنت کو حرام کریگا اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ مین کبھی انکی
عطا خیرات کر دیتا ہون اور نیت انکی بہتری اور طاعت کی ہوتی ہی مگر یزید کو خبر ہو جاتی ہی
کہ اتنا مال اسوجہ سے لیا ہی تو وہ لکھ بھیجتا ہی کہ اس مال کو واپس مت کرنا تو نہ مجھسے یہ ہو سکتا ہی
کہ اسکی عدول حکمی کرون اور نہ اسکے فرمان کی تعمیل کر سکتا ہون حالانکہ تمپر خداے تعالیٰ کا حق
یزید کے حق کی نسبت کہ زیادہ لازم ہی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا احق ہی اُسکی معصیت مین کسی
مخلوق کی اطاعت نہ چاہیے پس یزید کے نوشتہ کو قرآن مجید پر پیش کیا کرو اگر اُسکو موافق
حکم خدا کے پاؤ تو اُسپر عمل کرو اور اگر مخالف ہو تو پس پشت پھینک دو ای ابن ہبیرہ خداے تعالیٰ
سے ڈر کہ عنقریب پروردگار کا قاصد تیرے پاس آئیگا اور تجکو تیرے تخت سے اتار دیگا اور اس محل
وسیع سے نکال کر تنگ و تاریک قبر مین پہونچا دیگا یہ سلطنت اور دنیا سب اپنے پیچھے چھوڑ جائیگا اور
اپنے پروردگار کے سامنے جا کر جیسی کرنی ویسی بھرنی کا مصداق ہوگا ای ابن ہبیرہ اللہ تعالیٰ
تجکو یزید سے بچا دیگا مگر یزید کو یہ طاقت نہین کہ تجکو خداے تعالیٰ سے بچاوے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم
سب حکمون سے برتر ہی اُسکی معصیت مین کسی کی طاعت نہین اور مین تجکو اللہ تعالیٰ کے
اُس عذاب سے ڈراتا ہون جو گنہگارون سے نہین پھرتا ابن ہبیرہ نے کہا کہ ای شیخ چھوٹا منہ
بڑی بات مت کہو امیر المومنین کا ذکر نہ کرو کہ وہ علم والا اور حاکم اور اہل فضل ہی اللہ تعالیٰ نے
جو اُسکو اس اُمت کا حاکم کیا ہی تو کچھ سمجھ کر اور اُسکی فضیلت اور نیت دیکھ کر کیا ہی حضرت
حسن بصری رح نے فرمایا کہ اے ابن ہبیرہ حساب تیرے سر پر ہی کوڑا عوض کوڑے کے اور غصہ بدلے
غصہ کے اور اللہ تعالیٰ گھات مین ہی اور جان لے کہ اگر کوئی شخص تجکو ایسا ملے جو دین کے باب
مین تجکو نصیحت کرے اور معاملہ آخرت کی ترغیب دلائے وہ اُس شخص سے بہتر ہی کہ تجکو مغالطہ دے
اور جھوٹی طمع دلاوے ابن ہبیرہ یہ سنکر اُٹھ کھڑا ہوا اور ترش رو اور چین بجبین نیلا پیلا ہو وہان سے
چلا گیا شعبی کہتے ہین کہ مین نے حضرت حسن بصری رح سے کہا کہ آپنے امیر کو گرم کر دیا اور جو کچھ
ہمسے سلوک کرتا اُس سے محروم رکھا آپ نے فرمایا کہ ای عامر مجھسے دور رہو ایسی باتین مت کرو

بھی کہتے ہین کہ حضرت حسن بصری رحمہ کے لیے تحفہ اور عمدہ چیزین آتین اور انکی منزلت ہوئی اور ہمکو
نہ تو کچھ ملا نہ قدر ہوئی تو واقع مین جو کچھ اُنکے ساتھ ہوا وہ اُسی قابل تھے اور جو ہمارے ساتھ ہوا
ہم اسی کے سزاوار تھے غرضکہ مین نے جتنے عالم دیکھے حسن بصری رحمہ جیسے نہین دیکھے آپ کو جب پایا
ایسا پایا جیسا تازی کمہیرا دو غلون مین ہو اور جب کسی مجمع مین ہم جمع ہوئے ہم پر غالب ہی رہے
کہ آپ نے تو خدا تعالی کے واسطے کہا اور ہمنے امرا کی پاسداری سے کہا اور مین نے اُس روز سے
عہد کر لیا کہ کسی حاکم کے پاس نہین جاؤنگا کہ مجکو اُسکی طرفداری کرنی پڑے - اور محمد بن واسع رحمہ
بلال بن ابی بردہ کے پاس گئے اُسنے عرض کیا کہ تقدیر مین آپ کیا فرماتے ہین آپ نے فرمایا
کہ تمھارے ہمسایہ مین اہل قبور ہین اُنکی حالت سوچو اس خیال مین تم تقدیر کا حال پوچھنا بھول جاوگے
اور امام شافعی رض فرماتے ہین کہ میرے چچا محمد بن علی نے کہا کہ مین خلیفہ ابوجعفر منصور کی مجلس مین تھا
اور اسمین ابن ابی ذئب رحمہ بھی تھے اور حسن بن زید حاکم مدینہ منورہ موجود تھا کہ اس اثنا مین
غفاری قوم آئی اور حسن بن زید کی کچھ شکایت خلیفہ سے کی حسن نے کہا کہ اے امیر المومنین انکا حال
ابن ابی ذئب سے دریافت فرمائیے کہ یہ کیسے لوگ ہین خلیفہ نے پوچھا تو آپنے فرمایا کہ مین جانتا ہون کہ یہ
قوم لوگون کی ہتک عزت کرتی ہے اور اُنکو بہت ایذا دیتی ہے خلیفہ نے غفاریون سے کہا کہ تمنے
سنا کہ یہ کیا کہتے ہین اُنھون نے کہا کہ آپ انسے حسن کا حال بھی پوچھیے خلیفہ نے پوچھا کہ اے ابن ابی ذئب
حسن کے باب مین تم کیا کہتے ہو آپ نے فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ وہ ناحق حکم کرتا ہے اور اپنی
خواہش کی پیروی کرتا ہے خلیفہ نے حسن سے کہا کہ تمنے سُنا کہ تمھارے باب مین کیا کہا حالانکہ ابن ابی ذئب
مرد نیک بخت ہے حسن نے کہا کہ یا امیر المومنین انسے اپنا حال تو دریافت فرمائیے خلیفہ نے آپ سے
پوچھا کہ میرے باب مین آپ کیا فرماتے ہین فرمایا کہ اس سے مجھے معاف رکھیے خلیفہ نے کہا کہ تمکو
قسم ہے خدا کی ضرور کہو آپ نے فرمایا کہ تم قسم خدا دیکر مجھ سے پوچھتے ہو گویا اپنا حال تم خود نہین جانتے
خلیفہ نے پھر اصرار کیا تو اُنھون نے فرمایا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تمنے یہ مال حق طور پر نہین لیا
ناحق لیا اور ان لوگون مین صرف کیا جو اسکے اہل نہ تھے اور مین گواہ ہون کہ ظلم تمھارے
دروازہ پر پھیلا ہوا ہے یہ سنکر منصور اپنی جگہ سے سرکا یہان تک کہ ابن ابی ذئب کی گردن اپنے
ہاتھ سے پکڑ لی اور کہا کہ یاد رکھو کہ اگر مین یہان نہ بیٹھا ہوتا تو فارس اور روم اور دیلم اور ترک
یہ جگہ تمسے چھین لیتے ابن ابی ذئب نے کہا کہ یا امیر المومنین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر فاروق
بھی تو حاکم تھے اور اُنھون نے مال کو حق طور سے وصول کیا اور برابر تقسیم کیا اور فارس اور روم

گردنیں پکڑ کر انکی نالیں رگڑ دیں منصور نے آپ کی گردن چھوڑ دی اور رخصت کیا اور کہا کہ بخدا
اگر میں یہ نہ جانتا ہوتا کہ تم سچ کہتے ہو تو تمکو مار ڈالتا ابن ابی ذئب رح نے کہا کہ واللہ یا امیر المومنین
کہ میں تمہارے فرزند مہدی سے بھی زیادہ تمہارا خیرخواہ ہوں جب ابن ابی ذئب منصور کی مجلس
سے نکلے تو سفیان ثوری رح انکو ملے اور کہا کہ جو کچھ تمنے اس ظالم سے گفتگو کی مجکو خوش معلوم ہوئی
لیکن مجکو یہ کہنا تمہارا بُرا معلوم ہوا کہ تمنے اُسکے لڑکے کو مہدی کہا ابن ابی ذئب نے کہا کہ خدا تعالیٰ
تمہاری مغفرت کرے میری غرض یہ نہیں تھی کہ مہدی مشتق ہدایت سے ہو بلکہ اس نظر سے مہدی کہا
کہ سب انسان منسوب بسوی مہد ہیں۔ اور عبد الرحمن بن عمرو اوزاعی رح کہتے ہیں کہ میں ساحل میں
تھا کہ مجکو خلیفہ منصور نے آدمی بھیجکر بُلوایا جب میں اُسکے پاس پہونچا اور حسب آداب خلافت کے بموجب
سلام کیا خلیفہ نے جواب سلام دیکر مجھ سے بیٹھنے کو کہا جب میں بیٹھ گیا تو کہا کہ کیا وجہ کہ اتنے دنوں تک
تم ہمارے پاس نہ آئے میں نے کہا کہ آپ کو ہمسے غرض کیا ہے کہا کہ کچھ باتیں سیکھیں اور فائدہ
حاصل کریں میں نے کہا کہ اے امیر المومنین جب یہ بات ہے تو جو کچھ میں آپ کو کہوں اسکا لحاظ رکھنا
اور اُسکو بھول مت جانا خلیفہ نے کہا کہ میں اُسکو کیسے بھولونگا میں خود تو پوچھتا ہوں اور اسی کی
ضرورت سے تمہارے پاس آدمی بھیجا اور بلوایا میں نے کہا کہ مجکو یہ ڈر ہے کہ آپ سن تو لیں اور
عمل نہ کریں میں نے جو یہ کہا تو ربیع نے مجکو للکارا اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈالا خلیفہ نے اُسکو ڈانٹا
اور کہا کہ یہ مجلس ثواب کی ہے نہ عقاب کی میرا دل خوش ہو گیا اور گفتگو کے لیے کھل گیا پس
میں نے کہا کہ اے امیر المومنین مجھ سے مکحول نے عطیہ بن بشر سے روایت کی ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندہ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسکے دین کے بارے میں کوئی
نصیحت آتی ہے تو وہ خدائے تعالیٰ کی نعمت ہے جو اُسکے پاس آئی ہے پس اگر اسکو شکر کے
ساتھ قبول کریگا تو فبہا ورنہ وہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسپر حجت ہوگی تاکہ وہ تو اسکے سبب
سے گناہ میں زیادہ ہو اور اللہ تعالیٰ اُسکی وجہ سے اُسپر ناراض زیادہ ہو۔ یا امیر المومنین
مجھسے حدیث بیان کی مکحول نے عطیہ بن بشر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حاکم
اپنی رعیت کا بدخواہ مریگا اللہ تعالیٰ اُسپر جنت حرام فرماویگا۔ یا امیر المومنین جس شخص نے
حق کو بُرا جانا اُسنے اللہ تعالیٰ کو بُرا جانا کہ اللہ تعالیٰ حق مبین ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے
تمہاری رعیت کے دلوں کو تمہارے واسطے نرم کر دیا ہے کہ تمکو اُنکی حکومت دی بوجہ تمہاری
قرابت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو امت پر رؤف اور رحیم اور اپنی جان و مال سے اُنکی

ح ابن ابی الدنیا در مواعظ الخلفاء ۱۲

ح ابن ابی الدنیا در مواعظ الخلفاء وابن نعیم در کتاب ۱۲

غمخوار اور اللہ تعالی اور لوگون کے نزدیک محمود تھے تو تمکو بھی مناسب ہی کہ اللہ تعالی کے واسطے
امت مین حق بجالاؤ اور عدل کے ساتھ رہو اور اُنکی عیب پوشی کرو فریادیون کی فریاد سنو
اُنکے لیے اپنے پھاٹک بند مت کرو اور نہ پہرہ بٹھاؤ اگر اُنکو آسائش ہو تو خوش ہو اور اگر تکلیف
ہو تو رنج کرو اے امیر المومنین پہلے تمکو خاص اپنی فکر تھی اور اب اس تمام خلق کا بار تمپر ہی جسکا
عرب وعجم اور کافر ومسلم تمھارے قبضہ مین ہی اور اُنمین سے ہر ایک کا حصہ تمھارے عدل مین ہی
تو جس صورت مین اُنکے جوق جوق کھڑے ہو جائین اور کوئی تمھاری مصیبت ڈالنے کا شکوہ کرے
اور کوئی حق دبا لینے کا تو پھر تمھارا کیا حال ہوگا۔ اے امیر المومنین مجھسے حدیث بیان کی مکحول نے
عروہ بن رویم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک مین شاخ خرما تھی جس سے آپ مسواک
کرتے تھے اور منافقون کو ڈراتے تھے آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا
کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ شاخ کیسی ہی جس سے آپنے اپنی امت کے دل توڑ دئے اور اُنکو رعب سے
پُر کر دیا تو جو شخص اُنکی جلدون کو پھاڑیگا اور اُنمین خونریزیان کریگا اور اُنکے شہر ویران کریگا
اور ملکون سے جلاوطن کریگا اور اُسکا خوف اُنکو غائب کردیگا تو اُسکا کیا حال ہوگا۔ اے امیر المومنین
مجھسے حدیث بیان کی مکحول نے زیاد سے اور اُنھون نے حارثہ سے اور حارثہ نے حبیب بن مسلمہ سے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات پاک سے قصاص لینے کو ارشاد فرمایا یعنے آپکے ہاتھ سے
ایک اعرابی کی نادانستگی مین کھرونچا لگ گیا تھا آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور
عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی نے آپکو ظالم اور متکبر کرکے نہین بھیجا آپ نے
اُس اعرابی کو بلایا اور فرمایا کہ مجھسے قصاص لے اُسنے عرض کیا کہ مین نے آپکو معاف کیا آپ پر
فدا ہون میرے والدین مین ایسا نہین کہ آپ سے قصاص لیتا گو آپ مجھکو جان سے مار ڈالتے
آپ نے اُسکے حق مین دعاء خیر کی۔ اے امیر المومنین اپنے نفس کو اُسی کے نفع کے لیے ریاضت دو اور
اُسکے واسطے اپنے پروردگار سے امن حاصل کرو اور اُس جنت کی رغبت کرو جسکا عرض آسمانون و زمین
کے برابر ہی اور جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تم مین سے کسی کو جنت مین سے
ایک کمان کی مقدار کا ہونا دنیا اور ما فیہا سے بہتر ہی۔ اے امیر المومنین اگر سلطنت تم سے پہلے لوگون میں
پائدار رہتی تو تمکو نہ پہونچتی اسی طرح تمھارے پاس بھی نہ رہیگی جیسے اورون کے پاس نہ رہی
اے امیر المومنین تمکو معلوم ہی کہ تمھارے دادا حضرت ابن عباس رضہ سے اس آیت کی تفسیر کیا منقول ہی
مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا آپنے فرمایا ہی کہ صغیرہ سے مراد مسکرانا ہی اور کبیرہ سے

مراد نہو سنا تو جب مسکرانا اور ہنسنا صغیرہ اور کبیرہ ٹھہرے تو ہاتھون کے اعمال اور زبانون کے اقوال کا کیا حال ہوگا۔ اے امیر المومنین مین نے سنا ہی کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے فرمایا کہ اگر کوئی بکری کا بچہ فرات کے کنارہ پر ضائع ہو کر مرجائے تو مجکو یہ ڈر ہی کہ کہین اُسکی پوچھ مجھسے نہو تو اب یہ فرمائیے کہ جو لوگ آپکے فرش ہی پر ہون اور تمہارے عدل سے محروم رہین اُنکا مواخذہ تمسے کیسے نہوگا اے امیر المومنین تمکو معلوم ہی کہ تمہارے دادا سے اس آیت کی تفسیر کیا آئی ہی یَا دَاوُدُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ آپ نے فرمایا ہی کہ اللہ تعالیٰ نے زبور مین ارشاد کیا کہ اے داؤد جب مدعی اور مدعا علیہ تیرے سامنے بیٹھین اور تجکو اون مین سے ایک کی طرف میل ہو تو ہرگز اپنے دل مین یہ نہ سوچنا کہ حق اسی کو ملے اور دوسرے پر یہی فتحیاب ہو ورنہ مین تجکو اپنے نبوت کے دفتر سے میٹ دونگا پھر نہ تو میرا خلیفہ رہیگا نہ کچھ بزرگی پائیگا اے داؤد مین نے اپنے رسولون کو اپنے بندون مین ایسا کیا ہی جیسے اونٹون کے چرانے والے کہ وہ طریق حفاظت سے واقف ہوتے ہین اور سیاست نرمی سے کرتے ہین موٹے کو باندھتے ہین اور دبلے کو چارہ اور پانی سامنے کرتے ہین سو اے امیر المومنین تم ایسا امر مین مبتلا ہوئے ہو کہ اگر بالفرض آسمانون اور زمین پر پیش کیا جاتا تو اسکے اٹھانے سے ڈر جاتے اور انکار کر دیتے دیکھو مجھسے حدیث بیان کی یزید بن جابر نے عبد الرحمن بن عمرہ انصاری سے کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے ایک شخص کو انصار مین عامل صدقہ مقرر کیا بعد چند روز کے اُسکو دیکھا کہ کام پر نہین گیا اسی جا مقیم ہی آپنے پوچھا کہ کیا وجہ ہوئی کہ تم اپنے کام پر نہین گئے تمکو کیا معلوم نہین کہ تمکو ایسا ثواب ہوگا جیسا اللہ تعالیٰ کے راستہ مین جہاد کرنے والے کو ہوتا ہی اُسنے عرض کی کہ یون تو نہین آپ نے فرمایا کہ اور کیسے ہی اُسنے کہا کہ مین نے سنا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حاکم کہ لوگون کے معاملات مین سے کسی چیز کا والی ہوگا وہ قیامت کے روز اسطرح لایا جائیگا کہ اُسکے ہاتھ گردن سے بندھے ہونگے اور اُنکو بجز اُسکے عدل کے اور کوئی چیز نہ کھولیگی پھر جہنم کے پل پر کھڑا کیا جائیگا وہ پل اُسکو ایک ایسا جھٹکا دیگا جس سے اُسکا جوڑ جوڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیگا پھر حالت اصلی پر آجائیگا اور حساب لیا جائیگا تو اگر محسن ہوگا تب تو اپنے احسان کے باعث سے بچ جائیگا اور اگر بدکار ہوگا تو پل اُس جگہ سے پھٹ جائیگا اور دوزخ مین ستر سال کی راہ نیچے جا پڑیگا حضرت عمر فاروق رضہ نے اُس شخص سے پوچھا کہ تمنے یہ کس سے سنا ہی اُسنے کہا کہ حضرت ابوذر اور حضرت سلمان فارسی رضہ سے آپنے آدمی بھیجکر اُن دونون کو بلوا کر اس حدیث کو دریافت کیا اُنھون نے

فرمایا کہ بیشک ہمنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکو سنا ہی حضرت عمر رضنے فرمایا کہ واویلا حکومت مین یہ خرابی ہی تو اب اسکو کون اختیار کریگا حضرت ابوذر رضنے فرمایا کہ وہ اختیار کریگا جسکی ناک اللہ تعالی کاٹ لے اور اسکا رخسار زمین سے ملادے - اوزاعی کہتے ہین کہ اتنا سنکہ منصور نے اپنا رومال منھہ پر رکھہ لیا پھر اتنا رویا اور ڈاڑھین مارین کہ مجکو بھی رلادیا پھر مین نے کہا کہ اے امیر المومنین آپکے دادا حضرت عباس بن عبد المطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حکومت مکہ معظمہ یا طائف یا یمن کی مانگی تھی آپ نے انکو ارشاد فرمایا کہ اے عم بزرگوار آپ اگر اپنے نفس کو مشقت سے دور کرین تو اس حکومت سے بہتر ہی جسکو آپ محیط ہو سکین یہ آپنے حضرت عباس رضکو اسلیے فرمایا کہ عم بزرگوار کی خیر خواہی اور شفقت کا مقتضا تھا اور حضرت عباس رضکو آپنے یہ بھی خبر دی کہ تمہارے لیے اللہ تعالی سے مین کچھہ کام نہ آونگا یعنے جب آپ پر وحی ہوئی وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ تو آپنے حضرت عباس اور حضرت صفیہ عمہ اور حضرت فاطمہ زہرا رضکو فرمایا کہ اے عباس اور اے صفیہ چچا پھوپھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اے فاطمہ جگر گوشہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالی سے مین تمہارے کچھہ نہ کام آونگا مجکو میرا عمل مفید ہوگا اور تمکو تمہارا عمل - اور حضرت عمر فاروق رضنے فرمایا کہ لوگون کی حکومت کا کام اسی سے بن آویگا جو عقل کا مضبوط اور تدبیر مین صائب ہو کوئی برائی اسکی ظاہر نہو اور نہ یہ خوف ہو کہ اپنی قرابت کی حمایت کریگا اور اللہ تعالی کے باب مین کسی طعن کرنے والے کی ملامت اسپر اثر نہ کرے اور یہ بھی حضرت فاروق رضکا ارشاد ہی کہ حاکم چار ہین ایک وہ ہی کہ خود بھی محنت کرے اور اپنے عاملون سے بھی محنت لے تو اسکا حال ایسا ہی جیسا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والا اس شخص پر اللہ کی رحمت کا ہاتھہ پھیلا ہوا ہوتا ہی دوسرا حاکم وہ ہی کہ اسمین کسی قدر ضعف ہی وہ خود تو مشقت کرتا ہی اور اسکے عامل مزے اڑاتے ہین اسکے ضعف کے سبب سے تو وہ تباہی کے کنارہ پر ہی الا اینکہ خداے تعالی اسپر رحم کرے تیسرا حاکم وہ ہی جو عاملون سے مشقت لے اور خود آسائش کرے تو وہ حطمہ ہی جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بدتر حاکمون کا حطمہ ہی تو وہ تنہا ہالک ہی چوتھا وہ حاکم ہی کہ خود بھی مزہ کرے اور اسکے عامل بھی تو وہ سب ہلاک ہونے والے ہین - اے امیر المومنین مین نے سنا ہی کہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین تشریف لائے اور عرض کیا کہ مین اسوقت آپ کے پاس حاضر ہوا ہون کہ دھونکنیان آتش دوزخ پر رکھہ دی گئی ہین کہ قیامت کے لیے بھڑکائی جاوے آپنے فرمایا کہ اے جبریل مجھسے دوزخ کا حال بیان کرو انھون نے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے حکم فرمایا کہ دوزخ کی

آگ بھڑکائی جائے چنانچہ ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سرخ ہو گئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی
کہ وہ زرد ہو گئی پھر ہزار برس تک بھڑکائی گئی کہ وہ سیاہ ہو گئی تو اب وہ سیاہ تاریک ہے کہ نہ اسکا
پل نظر آتا ہے اور نہ شعلہ بجھتا ہے قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر
کہ دوزخیون کے کپڑون مین سے اگر ایک کپڑا زمین والون کو دکھلا دیا جائے تو سب مرجائین اور
اگر ایک ڈول اسکے پانی کا زمین کے سب پانیون مین ملا دیا جائے تو جو کوئی پھر زمین سے چکھے
وہ فوراً مرجائے اور اُسکی زنجیرون مین سے جسکو اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے اگر ایک کڑی زمین
کے سب پہاڑون پر رکھدی جائے تو سب پگھل جائین اور ٹھہرے نہ رہین اور اگر کسی شخص کو دوزخ مین
داخل کر کے پھر دنیا مین نکالا جائے تو زمین کے باشندے اُسکی بد بو اور شکل کی برائی اور ہیبت
سے مرجائین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حال کو سنکر روئے اور آپکے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام
بھی روئے پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ روتے ہین
آپکے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو گئے ہین آپنے فرمایا کہ میرا گریہ شکر کا ہے بھلا مین شکر گزار بندہ نہون
اور یہ تو بتاؤ کہ تم تو روح الامین اور اللہ تعالی کی وحی کے امانتدار ہو تم کیون روئے حضرت جبرئیل نے
عرض کیا کہ مین ڈرتا ہون کہ میرا حال کہین ہاروت و ماروت کا سا نہو جائے یہی تو وجہ ہے کہ جس سے
اپنے پروردگار کے نزدیک جو میرا رتبہ ہے اُسپر مین بھروسا نہین کرتا ورنہ اُسکے داؤ سے مامون
ہو جاؤنگا غرض کہ دونون روتے رہے یہانتک کہ آسمان سے دونون کو ندا ہوئی کہ اے جبرئیل
اور اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالی نے تم دونون کو اس بات سے مامون کر دیا کہ تم اُسکی نافرمانی کرو
اور وہ تمکو عذاب دے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام انبیا پر ایسی ہے جیسی جبرئیل علیہ السلام کی
تمام فرشتون پر اے امیر المومنین مین نے یہ بھی سنا ہے کہ حضرت عمر فاروق رض نے دعا مانگی تھی کہ
الٰہی اگر تو جانتا ہو کہ جب مدعی اور مدعا علیہ میرے سامنے بیٹھتے ہین تو اُنکین سے جو حق سے میل کرے
خواہ قریب ہو یا بعید اگر مین اُسکی رعایت کرون تو مجھکو ایکدم کی مہلت مت دینا۔ اے
امیر المومنین اللہ تعالی کے حقوق کی بجا آوری اُسکی مخلوق مین نہایت سخت کام ہے اور سب سے
زیادہ بزرگی اللہ تعالی کے نزدیک تقوی ہے اور جو شخص خدا ے تعالی کی طاعت سے
عزت کا خواہان ہوتا ہے اُسکو اللہ تعالی بلند کرتا ہے اور عزت دیتا ہے اور جو کوئی اُسکو خدا ے تعالی
کی نافرمانی سے طلب کرتا ہے تو اللہ تعالی اُسکو پست اور ذلیل کرتا ہے۔ یہ ہے میری نصیحت
والسلام علیک پھر مین اُٹھا تو منصور نے پوچھا کہ کہان کا قصد ہے مین نے کہا اے امیر المومنین اگر

اجازت دین تو وطن اور بال بچون مین جاؤنگا انشاء اللہ تعالی خلیفہ نے کہا کہ مین نے اجازت دی اور آپ کے نصیحت فرمانے سے آپ کا ممنون و مشکور ہوا اور اس نصیحت کو کما ینبغی مین نے قبول کیا اللہ تعالی خیر کی توفیق دے اور اسپر میری مدد کرے مین اسی سے مدد چاہتا ہون اور اسی پر بھروسا کرتا ہون وہی میرا کافی اور عمدہ ذمہ دار ہے مجکو توقع ہے کہ آپ مجکو ایسی ہی نظر التفات سے محروم نہ فرمائینگے کہ آپ مقبول القول ہین اور نصیحت سے آپ کی کوئی غرض متعلق نہین مین نے کہا کہ ایسا ہی کرونگا انشاء اللہ تعالی محمد بن مصعب کہتے ہین کہ منصور نے حکم دیا کہ آپکے زادراہ کی کچھ سبیل کر دیجائے مگر اوزاعی رح نے اسکو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ مجکو اسکی حاجت نہین اور نہ یہ منظور ہے کہ اپنی نصیحت کو دنیا کے مال کے عوض فروخت کرون اور چونکہ منصور کو آپ کا مذہب معلوم ہو گیا تھا اسلیے زیادہ اصرار نہ کیا۔ اور ابن مہاجر کہتے ہین کہ خلیفہ منصور مکہ معظمہ مین حج کو آیا تو دار الندوہ سے آخر شب مین طواف کو نکلتا اور طواف اور نماز ادا کرتا رہتا اور کسی کو معلوم نہوتا جب صبح ہو جاتی تو دار الندوہ مین چلا آتا اسوقت مؤذن آکر اسکو سلام کرتے اور نماز کی تکبیر ہوتی تو لوگون کو نماز پڑھاتا ایک رات سحر کے وقت حرم شریف مین گیا اور طواف کر رہا تھا کہ اتنے مین سنا کہ ایک آدمی ملتزم کے پاس یون کہہ رہا ہے کہ الہی مین تیرے سامنے شکایت کرتا ہون کہ زمین مین سرکشی اور فساد ظاہر ہو گیا اور ظلم اور طمع حقدارون مین اور انکے حقوق حائل ہو گئے منصور یہ سنکر جلدی چلا یہان تک کہ اسکا قول سب سنا پھر وہان سے نکلکر مسجد کی ایک طرف مین بیٹھ گیا اور اس شخص کو بلوایا قاصد نے اس سے کہا کہ چلو امیر المومنین بلاتے ہین اسنے دو رکعتین پڑھین اور حجر اسود کو بوسہ دیکر قاصد کے ساتھ ہو لیا اور منصور کو سلام کیا منصور نے پوچھا کہ تم جو یہ کہتے تھے کہ زمین مین سرکشی اور فساد ہو گیا اور حقدارون کے حق مین ظلم اور طمع حائل ہین یہ کیا بات ہے مین نے جو یہ سنا تو مین بیمار ہو گیا اور مجکو نہایت قلق ہوا اس شخص نے کہا اے امیر المومنین اگر آپ میری جان مامون کردین تب تو مین سب باتین مع انکی جڑون کے آپ سے کہدونگا ورنہ تو مین اپنے ہی نفس پر اکتفا کرونگا کہ مجکو اسی کے دھندے سے فرصت نہین منصور نے کہا کہ تو جان سے مامون ہے اسنے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ جس شخص مین اتنی طمع آگئی ہے کہ وہ اسکے اور حق کے درمیان مین حائل اور سرکشی اور فساد کی درستی کی مانع ہے وہ آپ ہی ہین منصور نے کہا کمبخت مجھ مین طمع کیسے آئیگی زر و سیم میرے ہاتھ مین ہے اور تلخ و شیرین میرے قبضہ مین ہے اسنے کہا کہ اے امیر المومنین جتنی طمع تم مین گھس گئی ہے بھلا اور کسی مین بھی اسقدر

ہوئی ہوگی دیکھو تو خداے تعالیٰ نے تمکو مسلمانون کے معاملات اور اموال کا حاکم انکی حفاظت
کے لیے کیا تھا تم انکے معاملات سے غافل ہوکر انکے مال جمع کرنے مین پڑ گئے اور اپنے اور انکے درمیان
چونہ اور اینٹ کی دیوارین اور لوہے کے دروازے اور ہتھیار بند دربان مقرر کیے اور اپنے آپکو
ان مکانات مین محبوس کر لیا کہ مسلمان تمھارے پاس نہ آئین اور اپنے عاملون کو مالون کے
اکٹھا کرنے اور خراج تحصیل کرنے کو بھیجدیا اور اپنے وزیر اور مددگار ظالم مقرر کیے کہ اگر تم بھولتے ہو
وہ یاد نہین دلاتے اور اگر اچھا کرتے ہو تو تمھاری مدد نہین کرتے اور تمنے انکو مال و سواری اور
ہتھیار دیکر ظلم پر قوی کر دیا ہی اور یہ حکم دیدیا ہی کہ تمھارے پاس بجز شخصون معین کے جنکا نام تمنے
بتلا دیا ہی دوسرا کوئی نہ آوے اور اسکی اجازت نہین دی کہ کوئی مظلوم یا اندوہناک یا بھوکا یا
ننگا یا کمزور یا محتاج تمھارے یہان سے کچھ پاوے حالانکہ انمین سے کوئی ایسا نہین جسکا حق
اس مال مین نہو پس جب تمھارے ان ندیمون نے جنکو تمنے خواص مقرر کیا ہی اور رعیت پر ترجیح دے رکھی ہی
کہ انکو کوئی تمھارے پاس آنے سے نہ روکے یہ دیکھا کہ مال بیت المال سے بعض چیز تم اپنے لیے رکھ لیتے ہو
اور اسکو مسلمانون مین تقسیم نہین کرتے تو انھون نے دل مین کہا کہ خلیفہ تو اللہ تعالیٰ کی خیانت
کرتا ہی ہم خلیفہ کی خیانت کیون نہ کرین اسلیے آپس مین اتفاق کر لیا کہ جو لوگ کہ رعیت کی اخبار
خفیہ جانتے ہون انکی رسائی خلیفہ تک نہو لیکن جسکو وہ چاہین تو وہ پہونچ سکے اور ایک یہ کہ
تمھارا جو عامل کہین جائے اور انکے خلاف کوئی امر کرے تو اسکو رہنے نہین دیتے یہان تک
کہ ذلیل و بیقدر ہو جاتا ہی جب تمھارا اور تمھارے خواص کا حال اسطرح پھیل گیا تو لوگون نے
انکے ارکین کو بڑا سمجھا اور انسے ڈرے اور سب سے پہلے تمھارے عاملون نے تحفے اور مال انکے
پاس بھیجکر انسے آشتی کی تاکہ تمھاری رعیت پر خوب ظلم کرین اور کچھ شنوائی نہو پھر جو اور لوگ
ذی اختیار و مالدار تھے انھون نے آپکے مصاحبون کو رشوت دی کہ جو لوگ انسے کم ہون
وہ انپر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑین اسی طرح اللہ تعالیٰ کے شہر سرکشی اور فساد کی طمع سے
بھر گئے اور یہ مصاحب سلطنت مین تمھارے شریک ہو گئے اور تمکو خبر بھی نہین اگر کوئی داد خواہ آتا ہی
تو اسکو کوئی تمھارے پاس نہین جانے دیتا اور اگر وہ یہ چاہتا ہی کہ جب تمھاری سواری نکلے
اسوقت اپنا حال عرضی مین لکھکر دیدے تو معلوم کرتا ہی کہ آپنے اس امر سے ممانعت کر دی ہی
اور تمنے جو ایک شخص کو مظلومون کے حق کا ناظر مقرر کیا ہی اگر مظلوم اسکے پاس جاتا ہی اور
تمھارے معتمدون کو اسکی اطلاع ہوتی ہی تو ناظر سے کہدیتے ہین کہ اسکی عرضی مت پیش کرنا

اور اگر ناظر بند کو زور ہی حسرت ہو اور اُسکا قول مانا جاتا ہو تب بھی وہ آپکے معتمدون کے ڈر سے جو
چاہتا ہو وہ نہین کہہ سکتا غرض کہ مظلوم بیچارہ اُسکے پاس دوا دوش کرکے شکوہ یا فریاد کرتا ہو
اور وہ اُسکو نکال دیتا ہو یا بہانہ کرتا ہو جب باوجود کوشش کے وہ نکالا ہی جاتا ہو تو آپ کی سواری
نکلنے کے وقت آپکے سامنے فریاد کرتا ہو تو اتنا مارا جاتا ہو کہ اعضا بھی کہین کے کہین ہو جاتے ہین تاکہ
دوسرون کو عبرت ہو اور تم تاکتے رہتے ہو نہ تو ہاتھ روکتے ہو نہ زبان سے منع کرتے ہو تو اب ایسی صورت مین
مسلمانی اور اہل اسلام کی کیا چیز باقی رہی پہلے بنی امیہ اور عرب کے لوگ تھے کہ جہان مظلوم
اُنمین پہونچا فوراً اُسکا مقدمہ پیش کرکے انصاف ہو جاتا تھا اور بعض اوقات دور دور ملکون کے
دوسرے کنارہ سے آکر بادشاہی دروازہ پر پہونچ کے پکارتا تھا کہ ای اسلام والو تو سب اُسکی
طرف دوڑتے تھے اور پوچھتے تھے کہ تجھے کیا ہوا اور اُسکا مقدمہ دربار شاہی مین پیش کرکے اُسکا
انصاف کرا دیتے تھے اور مین یا امیر المومنین چین کی زمین مین سفر کیا کرتا تھا اور اُسمین ایک
بادشاہ تھا ایکبار جو میرا اُدھر کو گذر ہوا تو وہ بادشاہ بہرا ہو گیا تھا اپنی قوت سامعہ کے جانے سے
وہ رونے لگا وزیرون نے کہا کہ آپ کیون روتے ہین خدا نہ کرے کہ آپ روئین اُسنے کہا کہ
مین بہرا ہو گیا اسلیے روتا ہون ہر چند مجکو اپنی مصیبت پر رنج نہین مگر یہ تردد ہو کہ مظلوم دروازہ پر
کھڑا چیخا کریگا اور مین اُسکی آواز نہ سنونگا پھر اُسنے یہ کہا کہ میرے کان جاتے رہے تو کیا ہوا میری
آنکھین تو موجود ہین لوگون مین منادی کردو کہ کوئی سرخ لباس نہ پہنے صرف وہی پہنے جو
مظلوم ہو پھر وہ صبح شام ہاتھی پر سوار ہو کر پھرا کرتا تھا کہ کوئی مظلوم نظر پڑے تو اُسکا انصاف
کرے ای امیر المومنین مقام تامل ہو کہ بادشاہ چین مشرک ہو کر اسطرح کی عنایت اور رحمت
مشرکون کے حال پر رکھتا ہو اور سلطنت مین اپنے نفس کے بخل پر ترس کرتا ہو اور تم
اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہو اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی اولاد ہو تم کو مسلمانون پر
مہربانی غالب نہین ہوتی اور اپنے نفس کے بخل پر ترس نہین آتا اور تمھارا بخل بیکار ہو اسلیے
کہ تم مال کو تین باتون مین سے ایک کے لیے جمع کرتے ہو اگر یہ کہو کہ مین اپنے لڑکے کے لیے جمع کرتا ہون
تو اللہ تعالی نے تمکو بچہ کے باب مین عبرتین دکھلا دی ہین کہ جب اپنی مان کے پیٹ مین سے نکلتا ہو
تو روے زمین پر اُسکا کوئی مال نہین ہوتا اور دنیا مین ایسا کوئی مال نہین جسپر کسی نہ کسی
کے ہاتھ کا قبضہ نہو مگر اللہ تعالی اُسپر اپنی عنایت کرتا ہو یہان تک کہ لوگون کی رغبت
اُسکی طرف بڑھ جاتی ہو اور جو کچھ اُسکو ملتا ہو وہ آدمی نہین دیتے بلکہ اللہ تعالی اُسکو دیتا ہو

اور یہ بھی نہیں کہ تمکو ہی اسکا عنایت ہو بلکہ اللہ تعالی جسکو چاہتا ہی مرحمت کرتا ہی اور اگر یہ کہو
کہ میں مال سلیے جمع کرتا ہون کہ اپنی سلطنت کو مضبوط کرون تو اس باب میں بھی اللہ تعالی
نے تمکو گذشتہ لوگون کی عبرتین دکھلاوین کہ جو کچھ زر وسیم انھون نے جمع کیا تھا اُنکے کچھ کام
نہ آیا اور جاہ وحشم اور ہتھیار اور سواری سب بیکار ہو گئے اور جب اللہ تعالی کو تمکو اس طرح
مالک کرتا منظور ہوا تو اس سے کچھ حرج نہوا کہ تمھارے پاس اور تمھارے بھائیون کے پاس مال
کم تھا اور اگر یہ کہو کہ مال سلیے جمع کرتا ہون کہ جس حال مین اب ہون اُس سے زیادہ عمدہ
مطلوب ہاتھ آئے تو اسکو جان رکھو کہ جس مرتبہ پر تم اب ہو اُس سے بڑھ کر جو مرتبہ ہی وہ بدون
اعمال صالحہ کے حاصل نہیں ہوتا ای امیر المومنین بھلا تم عاصی کو قتل سے زیادہ بھی کوئی سزا
دیتے ہو خلیفہ نے کہا کہ نہیں اُس شخص نے کہا کہ پھر جو ملک خدا تعالی نے تمکو دیا ہی اور دنیا کا
مالک کیا ہی تو اسکو لیکر کیا کروگے خداے تعالی تو اپنے عاصیون کو قتل کی سزا نہیں دیتا بلکہ
عذاب الیم مین ابد الآباد رہنے کی سزا دیتا ہی اور وہی تمھارے دلون کے عزم اور جوارح کے
باطنی امور کو دیکھتا ہی تو بھلا جب شاہنشاہ جل وعلا سلطنت دنیا تمھارے ہاتھ سے چھین لیگا
اور تمکو حساب کے لیے طلب کریگا تو سلطنت دنیا پر جو تم بخل کر رہے ہو یہ اللہ تعالی کے یہان
کچھ تمھارے کام آئیگی یہ سنکر منصور بہت رویا یہانتک کہ ڈھاڑین مارنے لگا پھر کہا

مرا اے کاشکے مادر نمے زاد		وگر مے زاد کس شیرم نمے داد	

پھر پوچھا کہ جو سلطنت مجکو عطا ہوئی اسمین کیا تدبیر کرون آدمی تو مجکو خائن ہی نظر آتے ہین
اُسنے جواب دیا کہ ای امیر المومنین تم بڑے بڑے نامون مرشدون کو اپنے ساتھ رکھو منصور نے
کہا کہ وہ کون ہین اُسنے کہا کہ وہ علما ہین خلیفہ نے کہا کہ وہ تو مجھسے بھاگے پھرتے ہین اُسنے کہا کہ
اُنکے بھاگنے کی وجہ یہ ہی کہ ڈرتے ہین کہ کہین تم اُنسے بھی زبردستی وہی کام لو جو تمھارا طریقہ
اپنے عاملون کے ساتھ جاری ہی بلکہ دروازون کو کھولو اور دربانون کو کم کرو اور مظلوم کا انتقام
ظالم سے او ظالم کو ظلم سے روکو اور چیز کو حلال اور طیب وجہ سے لو اور حق اور عدل کے ساتھ
تقسیم کرو پھر مین ضامن ہون کہ جو کوئی تمسے گریز کرتا ہی وہ تمھارے پاس آئیگا اور تمھارے
حال اور رعیت کی بہتری مین تمکو مدد دیگا منصور نے کہا کہ الٰہی اس شخص کے قول کے بموجب مجکو
عمل کرنے کی توفیق کرامت کر اتنے مین حرم شریف کے موذنون نے منصور کو آکر سلام کیا اور نماز کی
تکبیر ہوئی منصور نے نماز پڑھ جانے کے بعد محافظ دربار سلطانی کو حکم دیا کہ اس شخص کو حاضر کرا کر حاضر

تو تیری گردن اڑا دونگا اور اسپر نہایت غصہ ظاہر کیا محافظ اسکی تلاش مین نکلا پھرتے پھرتے
کیا دیکھتا ہے کہ وہی شخص ایک گھاٹی مین نماز پڑھتا ہے یہ بیٹھ گیا جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا
تو اسنے کہا کہ میان صاحب آپ خدے تعالی سے ڈرتے ہین اسنے کہا ہان محافظ نے کہا کہ خدے تعالی کو
پہچانتے ہو کہا ہان محافظ نے کہا کہ تو آپ امیر کے پاس میرے ساتھ چلین کہ اسنے قسم کھائی ہے کہ
اگر تمکو نہ لیجاؤنگا تو وہ مجکو مار ڈالیگا اسنے کہا کہ اب جانے کی تو کوئی سبیل نہین محافظ نے کہا کہ وہ
مجکو مار ڈالیگا اسنے کہا کہ قتل نہین کریگا محافظ نے کہا کہ کس طرح اسنے کہا کہ تجکو کچھ پڑھنا آتا ہے
اسنے کہا نہین اسنے اپنے توشہ دان سے ایک پرچہ جسمین کچھ لکھا تھا نکالا اور محافظ سے کہا کہ لے
اسکو اپنی جیب مین رکھ لے کہ اس مین دعا کشائش مرقوم ہے محافظ نے کہا کہ دعا کشائش کیا ہے
اسنے کہا کہ وہ دعا شہیدون کے سوا اللہ تعالی اور کسی کو مرحمت نہین کرتا محافظ کہتا ہے کہ مین نے اس شخص سے
کہا کہ آپ نے جہان مجھپر اور احسان کیا ہے ایک یہ بھی کرو کہ اگر مناسب جانو تو اسکو مجھے بتا دو
اور اسکے ثواب سے آگاہ کرو اسنے کہا کہ جو کوئی صبح و شام اس دعا کو پڑھے اسکے گناہ نابود ہون
اور سرور دائم رہے اور خطائین محو ہون اور دعا مقبول ہو اور رزق مین کشادگی ہو اور
اسکا عمل خالص ہو اور دشمن پر مدد ملے اور اللہ تعالی کے نزدیک صدیق لکھا جائے اور بجز شہید ہونے کے
اور طرح نہ مرے اور دعا یہ ہے اَللّٰهُمَّ كَمَا لَطُفْتَ فِيْ عَظَمَتِكَ دُوْنَ اللُّطَفَاءِ وَعَلَوْتَ بِعَظَمَتِكَ
عَلَى الْعُظَمَاءِ وَعَلِمْتَ مَا تَحْتَ اَرْضِكَ كَعِلْمِكَ بِمَا فَوْقَ عَرْشِكَ وَكَانَتْ وَسَاوِسُ الصُّدُوْرِ
كَالْعَلَانِيَةِ عِنْدَكَ وَعَلَانِيَةُ الْقَوْلِ كَالسِّرِّ فِيْ عِلْمِكَ وَانْقَادَ كُلُّ شَيْءٍ لِعَظَمَتِكَ وَخَضَعَ كُلُّ ذِيْ سُلْطَانٍ
لِسُلْطَانِكَ وَصَارَ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ كُلِّهٖ بِيَدِكَ اِجْعَلْ لِيْ مِنْ كُلِّ هَمٍّ اَمْسَيْتُ فِيْهِ فَرَجًا وَمَخْرَجًا اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَفْوَكَ
عَنْ ذُنُوْبِيْ وَتَجَاوُزَكَ عَنْ خَطِيْئَتِيْ وَسَتْرَكَ عَلٰى قَبِيْحِ عَمَلِيْ اَطْمَعَنِيْ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَا اَسْتَوْجِبُهٗ مِمَّا قَصَّرْتُ فِيْهِ
اَدْعُوْكَ اٰمِنًا وَاَسْئَلُكَ مُسْتَأْنِسًا وَاِنَّكَ الْمُحْسِنُ اِلَيَّ وَاَنَا الْمُسِيْءُ اِلٰى نَفْسِيْ فِيْمَا بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ تَتَوَدَّدُ اِلَيَّ بِالنِّعَمِ
وَاَتَبَغَّضُ اِلَيْكَ بِالْمَعَاصِيْ وَلٰكِنَّ الثِّقَةَ بِكَ حَمَلَتْنِيْ عَلَى الْجُرْاَةِ عَلَيْكَ فَعُدْ بِفَضْلِكَ وَاِحْسَانِكَ
عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ محافظ کہتا ہے کہ مین نے اس پرچہ کو لیکر اپنی جیب
مین رکھ لیا پھر مین نے اور طرف پھر کر نہین دیکھا سیدھا امیر المومنین کے پاس آیا اور حاضر خدمت
ہو کر سلام کیا اسنے سر اٹھا کر مجکو دیکھا اور تبسم فرمایا اور کہا کہ شاید تجکو سحر خوب آتا ہے مین نے
کہا کہ اے امیر المومنین بخدا مین سحر سے واقف نہین مگر یون ماجرا ہوا خلیفہ نے کہا کہ وہ پرچہ جو
تجکو اس بزرگ نے دیا ہے وہ لا مین نے حوالہ کیا اسکو دیکھکر رونے لگا اور کہا کہ تو بچ گیا

اور حکم دیا کہ یہ پرچہ کی نقل کر لی جائے پھر مجکو دس ہزار درم کا حکم کیا اور کہا کہ تو جانتا ہے کہ یہ بزرگ
کون ہیں مین نے کہا نہین خلیفہ نے کہا یہ خضر علیہ السلام تھے - اور ابی عمران جونی کہتے ہین کہ
جب ہارون رشید کو خلافت ہوئی تو علما اُسکی ملاقات کو گئے اور خلافت کی مبارکباد اُسکو
دی اُسنے بیت المال کھول کر بڑے بڑے خلعت اور انعام دینے شروع کیے اور عہد خلافت سے پیشتر
علما اور زاہدون کے پاس بیٹھا کرتا تھا اور ظاہر زہد اور خستہ حالی رکھتا تھا اور حضرت سفیان ثوری سے
بھائی چارہ مدت سے رکھتا تھا حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ نے اُس سے خلافت کے بعد ترک ملاقات کی
اور مبارکباد کو نہ آئے ہارون رشید اُنکے ملنے کا مشتاق ہوا اور تنہائی مین اُنسے کچھ باتین کرے
مگر حضرت سفیان تشریف نہ لائے اور نہ اسکی پروا کی کہ آپ ہارون کا کیسا منصب ہوگیا ہے یہ بات
اُسپر شاق ہوئی اسلیے ہارون نے آپ کی خدمت مین ایک رقعہ اس مضمون کا لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم
بندہ خدا ہارون رشید امیر المومنین کی طرف سے اُسکے بھائی سفیان بن سعید ثوری کو بعد حمد و نعت
و سلام کے معلوم ہو کہ برادر من اللہ تعالی نے ایمان والون کے درمیان مین بھائی چارہ مقرر فرمایا
اور اس بھائی چارہ کو اپنے لیے اور اپنے باب مین ٹھہرایا اور جان لو کہ مین نے تم سے جو بھائی چارہ
کیا ہے اُسکا رشتہ منقطع نہین کیا اور نہ آپ کی دوستی توڑی بلکہ اب تک مجکو آپ سے افضل
محبت اور اکمل عقیدت حاصل ہے اور اگر خلافت کا ہار میری گردن مین خدا تعالی نہ ڈالتا تو مین
آپ کی خدمت مین گھٹنیون ہی چلکر آتا کیونکہ میرے دل مین آپ کی محبت ہے اور میرے اور آپکے
دوستون مین سے ایسا کوئی نہین رہا جو مجکو مبارکباد دینے نہ آیا ہو اور مین نے بیت المال کھول کر
بڑے بڑے انعام اسقدر دیے کہ میری آنکھون کو ٹھنڈک اور دل کو فرحت ہوئی مگر جب آپنے
تشریف لانے مین دیر کی اور اب تک قدم رنجہ نہ فرمایا تو مین نے یہ خط اپنے سخت اشتیاق سے
آپ کی خدمت مین روانہ کیا اور اے ابو عبد اللہ تمکو معلوم ہے کہ ایماندار کے ملنے کا ثواب کیا
کچھ آیا ہے تو جب یہ اشتیاق نامہ آپ کے پاس پہونچے تو زود از زود آپ قدم رنجہ فرمائین جب
ہارون خط لکھ چکا تو جو لوگ اُسکے پاس موجود تھے اُنکی طرف متوجہ ہوا کہ کوئی خدمت نامہ بری
اختیار کرے مگر سب کے سب حضرت سفیان ثوری کو جانتے تھے اور آپ کی تند مزاجی کو پہچانتے تھے
اسلیے جرأت نہ کر سکے خلیفہ نے کہا کہ ایک شخص کو دربانون مین سے طلب کرو چنانچہ ایک شخص
عباد طالقانی نام بلایا گیا خلیفہ نے کہا کہ اے عباد یہ میرا نامہ لے اور کوفہ کو لیجا بستی مین داخل ہوکر
بنی ثور کا قبیلہ دریافت کر پھر سفیان ثوری کا حال پوچھنا اور جب اُنسے ملاقات ہو تو یہ میرا خط

انکو حوالہ کرنا اور خبردار اپنے کان اور دل سے جو حال انکا ہو ذرا ذرا یاد رکھنا اور سب کیفیت مین سے
کوئی دقیقہ فروگذاشت مت کرنا اور بعینہ مجھسے آکر کہنا عباد اُس خط کو لیکر منزل مقصود کو چلا
جب کوفہ مین پہونچا و قبیلہ بنی ثور کو پوچھا لوگون نے بتادیا پھر حضرت سفیان کا حال دریافت کیا
تو کسی نے کہا کہ مسجد مین تشریف رکھتے ہین عباد کہتا ہے کہ مین نے مسجد کا راستہ لیا پس جب
آپ نے مجکو دیکھا تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا پناہ مانگتا ہون اللہ تعالی سُننے جاننے کی شیطان
مردود سے اور الٰہی مین تیری پناہ مانگتا ہون اُس آنے والے سے جو ہمارے پاس خیر کے سوا اور
کسی طرح آوے آپ کے ان الفاظ نے مجھپر ایسی تاثیر کی کہ مین تنگ ہوگیا جب آپ نے مجکو دیکھا کہ مسجد
کے دروازہ پر سواری سے اترا تو آپ نماز پڑھنے لگے حالانکہ کسی نماز کا وقت نہ تھا مین نے اپنا گھوڑا
مسجد کے دروازہ سے باندھا اندر قدم رکھا دیکھا کہ آپکے جلیس گردن جھکائے بیٹھے ہین گویا چور ہین
کہ اُنپر بادشاہ چلا آیا ہے اور اُسکی سزا سے ڈرتے ہین مین نے سلام کیا تو کسی نے سر اُٹھا کر مجکو
نہ دیکھا اور پورون کے اشارہ سے سلام کا جواب دیا مین جا کر کھڑا ہوگیا کسی نے مجھسے نہ کہا کہ
بیٹھ جاؤ اور اُنکی ہیبت سے مجھپر لرزہ چڑھ گیا مین نے اُن سب کو تاکا اور سوچا کہ سفیان ثوری یہی بزرگ ہین
جو نماز پڑھتے ہین مین نے خط کو اُنکے سامنے پھینک دیا آپ خط کو دیکھ کر کانپے اور اُس سے ایسا
بچے گویا سجدہ گاہ مین سانپ سامنے آگیا پھر رکعتون کو پورا کر سلام پھیرا اور اپنا ہاتھ آستین مین کر
بغل مین لیلیا اور اُسی طرح خط کو لیکر پلٹا دیا پھر اُسکو پشت کی طرف لوگون مین پھینک دیا اور فرمایا
کہ تم مین سے کوئی اسکو لیکر پڑھ لے مین تو اللہ تعالی سے مغفرت چاہتا ہون کہ ایسی چیز کو ہاتھ
نہ لگاؤن جسکو ظالم نے چھوا ہے غرضکہ ایک شخص نے اُن مین سے ڈرتے ڈرتے اُسکو کھولا گویا اُسمین سانپ
تھا کہ اُسکے کاٹنے کا خوف تھا اور اُسکو ابتدا سے انتہا تک پڑھا حضرت سفیان تعجب کرنیوالون
کی طرح مسکراتے رہے جب مضمون تمام پڑھا گیا تو فرمایا کہ اِسکو لوٹو اور ظالم کے خط کی پشت پر جواب
لکھو لوگون نے کہا کہ اے ابو عبداللہ وہ شخص خلیفہ ہے مناسب ہے کہ آپ کسی صاف و
عمدہ کاغذ پر جواب لکھوا دیجئے آپنے فرمایا کہ نہین اُسی کے خط کی پشت پر جواب لکھو اگر اُسنے
اِس کاغذ کو وجہ حلال سے حاصل کیا ہوگا تو اُسکا ثواب پائیگا اور اگر حرام سے کمایا ہوا
تو عذاب بھگتیگا جس چیز کو ظالم نے چھوا ہے وہ ہمارے پاس نہ رہنی چاہیے ورنہ ہمارے دین کو
خراب کریگی لوگون نے دریافت کیا کہ جواب کیا لکھیں فرمایا کہ یون لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم بندۂ
نحیف سفیان بن سعید ثوری کی طرف سے اُس بندہ کو جو آمال پر غلط کھائے ہوئے ہے

اور ایمان کا مزہ اُس سے چھن گیا ہے یعنے ہارون رشید کو بعد سلام و حمد خدائے منعام اور نعت
سید رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معلوم ہو کہ مین نے یہ خط تمکو اسی اطلاع کے لیے لکھا ہے کہ مین نے
تمھاری الفت کا رشتہ توڑ دیا اور دوستی کا علاقہ کاٹ ڈالا اور اب مین تمھارا دشمن ہو گیا کیونکہ
تمنے خود اپنے خط مین اقرار کیا کہ مین نے مسلمانون کے بیت المال کو فضول خرچ کر ڈالا اور مجھکو اس
بات کا گواہ کیا کہ تمنے مسلمانون کا مال بیجا اور بے موقع اُٹھایا اور یہ بھی نہین کہ جو کچھ تمنے کیا تھا اسی پر
راضی رہتے بلکہ باوجود بعد کے مجکو خط لکھا کہ تم پر مین اور میرے ساتھ کے لوگ جنھون نے تمھارا اقرار کی
خط پڑھا گواہ ہو جائین تو یاد رکھو کہ ہم غرداء قیامت مین خدائے تعالی کے روبرو تمھاری حرکت بیجا کی
گواہی دینگے اے ہارون تمنے جو مسلمانون کا بیت المال اُڑا یا اسمین تو موجب حکم قرآن مجید کے
سات فرقون کا حق ہے تمھارے اس فعل سے کونسا فریق راضی ہوا مولفۃ القلوب راضی ہوئے
یا صدقات کے عامل یا اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والے یا مسافر یا حافظان قرآن اور علماء
یا بیوہ عورتین اور یتیم یا اور لوگ تمھاری رعیت مین سے اس فعل سے راضی ہوئے ہیں اب اس سوال کے جواب
کے لیے مستعد ہوا اور اپنی مصیبت کے دور کرنے کی فکر کرو اور جان لو کہ تم عنقریب حاکم عادل کے
سامنے کھڑے ہو گے اور تمھارے نفس کے باب مین تم سے مواخذہ ہوگا کہ تمنے علم اور زہد اور قرآن مجید
اور ابرار کے پاس بیٹھنے کا مزہ کھو دیا اور اپنے نفس کے لیے ظالم اور ظالمون کا امام ہونا پسند کیا
اے ہارون تم سریر پر بیٹھے اور حریر پہنا اور اپنے دروازہ پر پردہ ڈالا اور ان حجابون سے رب العالمین
کی مشابہت پیدا کی پھر اپنے ظالم سپاہیون کو دروازہ اور پردہ کے پاس بٹھلا دیا کہ لوگون پر
ظلم کرتے ہین اور انصاف نہین کرتے خود تو شراب پیتے ہین اور جو اور کوئی پیے تو اُسکو مارتے ہین
اسی طرح آپ زنا کرتے ہین اور دوسرے زانیون کو حد لگاتے ہین اور خود چوری کرتے ہین اور دوسرے
چورون کا ہاتھ کاٹتے ہین کیا یہ شریعت کے احکام تم پر اور تمھارے ساتھیون پر نہین ہین اور لوگون پر
جاری ہوتے ہین تمھارے زمرہ پر نہین ہوتے اے ہارون کل کیا ہوگا جب ایک پکارنے والا
اللہ تعالی کی طرف سے پکاریگا اُحۡشُرُوا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا وَاَزۡوَاجَهُمۡ یعنی ظالمون اور انکے مددگار کو جمع کرو
تمکو خدائے تعالی کے سامنے پیش کیا جائیگا اس صورت سے کہ تمھارے ہاتھ تمھاری گردن مین بندھے
ہونگے اور انکو بجز تمھارے عدل کے اور کوئی نہ کھولیگا اور دوسرے ظالم تمھارے گرد ہونگے اور
تم ان سب کے سردار ہو کر سب کو دوزخ مین لیجاؤ گے اے ہارون گویا تمھارا حال میرے سامنے ہے
کہ تمھاری گردن پکڑی گئی اور قیامت مین ہیشی کے مقام پر حاضر کیے گئے اور تم اپنی نیکیان

دوسرے کے پلہ حسنات مین دیکھ رہے ہو اور اپنی برائیون کے سوا غیرون کی برائیان اپنے پلہ مین
دیکھتے ہو کہ مصیبت پر مصیبت اور اندھیرے پر اندھیرا ہی پس اے ہارون میری وصیت یاد رکھو
اور جو نصیحت مین نے تمکو کی اُسپر کاربند ہو اور جان لو کہ مین نے تمہاری خیرخواہی کی اور کوئی
دقیقہ نصیحت کا باقی نہین چھوڑا تو اپنی رعیت کے باب مین خدا تعالی سے ڈرو اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا لحاظ آپ کی امت کے باب مین رکھو اور خلافت کو نہایت اچھی طرح کرو اور جان لو کہ اگر خلافت
خلیفون کے پاس رہتی تو تمہارے پاس نہ ہونچتی اور یہ تمہارے پاس سے بھی جانے والی ہی
اسی طرح دنیا سب لوگون کو ایک ایک کر کے لیتے چلی جاتی ہی تو انمین سے بعضون نے تو ایسا
توشہ بہم کر لیا جو اسکو مفید ہوا اور بعض لوگ دنیا اور آخرت دونون مین خسارہ سے رہے اور میرے
گمان مین یہی ہی کہ تم بھی انھین لوگون مین ہو جنکو دنیا اور آخرت دونون مین خسارہ ہوا
اب خبردار اسکے بعد مجکو کوئی خط مت لکھنا اور مین اسکا جواب تمکو تحریر نہ کرونگا والسلام
عباد کہتا ہی کہ اس خط کو لکھوا کر بدون تہ کیے اور مہر لگائے میری طرف پھینک دیا مین اسکو لیکر
کوفہ کے بازار مین آیا اور آپ کی نصیحت مجھ مین اثر کر گئی تھی مین نے بازار مین پکارا کہ اے
کوفہ والو حاضرین نے مجکو کہا کہ فرمایئے مین نے کہا کہ ایک شخص اللہ تعالی سے بھاگا ہوا تھا
اُسکی طرف اُسنے رجوع کیا کوئی تم مین سے اُسکا خریدار ہی لوگ میرے پاس روپیے اشرفیان
لائے مین نے کہا کہ مجکو مال کی حاجت نہین بلکہ ایک موٹا جھوٹا صوف کا کرتا اور ایک کملی
چاہتا ہون لوگون نے مجکو دونون چیزین لا دین مین نے انکو پہن لیا اور وہ لباس کہ
خلیفہ کے ساتھ پہنا کرتا تھا اُتار ڈالا اور جو ہتھیار لگائے ہوئے تھا انکو گھوڑے پر رکھکر گھوڑے
کو باگ ڈور پکڑ کر پیادہ پا روانہ ہوا یہان تک کہ جب مین خلیفہ ہارون کے دروازہ پر پہونچا
اور لوگون نے مجکو ننگے پیر پا پیادہ اس ہیئت سے دیکھا تو خوب تمسخر کیا پھر اطلاع کے بعد
مجکو اجازت ہوئی جب مین خلیفہ کے سامنے گیا اور مجکو اُس کیفیت پر دیکھا تو بیٹھا اور اُٹھا
پھر کھڑا ہو کر اپنا سر اور منہ پیٹتا تھا اور واویلا اور واحسرتا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ افسوس ایلچی
نے فائدہ اُٹھایا اور بھیجنے والا محروم رہا مجکو دنیا سے کیا سروکار ہی سلطنت میرے کس کام
آئیگی ڈھلتے سایہ کی طرح جلد چلی جائیگی پھر حضرت سفیان ثوری نے مجکو جیسا کھلا ہوا خط دیا تھا
مین نے ویسا ہی نکالکر ہارون کو دے دیا وہ پڑھتا جاتا تھا اور گریہ وزاری اور فریاد بآواز
بلند کرتا جاتا تھا اُسکے بعض ندیمون نے کہا کہ اے امیرالمومنین سفیان ثوری نے آپ کی

شان مین بڑی گستاخی کی آپ اگر کسی کو اُنکے پاس بھیجین اور لوہے کی بیڑیان بھاری ڈالکر حبس مین رکھین تو دوسرے لوگون کو عبرت ہو جائیگی ہارون رشید نے کہا کہ اے دنیا کے بندون ہمکو اس حرکت سے معاف رکھو جو تمھارے مغالطہ مین آئے وہ بڑا بدبخت ہی تمکو معلوم نہین کہ سفیان ثوری ایک ہی تشرع یگانہ روزگار ہین وہ جانین اُنکا کام اُنسے مزاحم نہو پھر یہ خط سفیان ثوری رح کا ہمیشہ ہارون کے پہلو مین رہتا ہر نماز کے وقت اُسکو پڑھلیا کرتا یہانتک کہ انتقال کیا اللہ تعالی اُسپر رحم کرے پس جو شخص اپنے نفس پر ترس کرے اور خدا تعالی سے ڈرے اُس عمل مین جو کل کو اُسکے سامنے کیا جائیگا اور اُسی پر اُسکو پاداش اور جزا ہوگی اللہ تعالی اُسپر رحمت کرے کہ توفیق کا مالک وہی ہے اور عبد اللہ بن مہران کہتے ہین کہ ہارون رشید نے حج کیا تو کوفہ مین آکر چند روز قیام کیا پھر کوچ کی حالت بجایا جب آدمی چلنے لگے تو بہلول مجنون بھی اُنکے ساتھ ہوئے اور کناسہ پر بیٹھ گئے لڑکے اُنکو ستاتے اور چھیڑتے تھے کہ اتنے مین ہارون کی عماریان نکلین لڑکے اُنکے چھیڑنے سے باز رہے جب ہارون آیا تو بہلول نے باآواز بلند پکارا یا امیر المومنین ہارون نے پردہ اپنے منھ پر سے اُٹھا کر کہا لبیک یا بہلول اُنھون نے کہا کہ یا امیر المومنین ہمسے حدیث بیان کی ایمن بن نابل نے قدامہ بن عبد اللہ عامری سے کہ اُنھون نے کہا مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات سے واپس تشریف لاتے دیکھا کہ اپنے ناقہ پر سوار تھے نہ زد و کوب تھی نہ دھکا دینا نہ بچو بچو کہنا اے امیر المومنین اس سفر مین تمھارا تواضع کرنا بہتر ہر بہ نسبت غرور اور ظلم کے ہارون اسکو سنکر رو دیا یہانتک کہ اُسکے آنسو زمین پر گرے پھر کہا کہ اے بہلول خدا تعالی تمپر رحم کرے کچھ اور فرماؤ کہا بہتر یا امیر المومنین جس شخص کو اللہ تعالی مال اور جمال عطا کرے اور وہ اپنا مال خیرات کرے اور اپنے جمال مین پارسا رہے تو وہ اللہ تعالی کے خالص دفتر مین ابرار کے ساتھ لکھا جاتا ہر ہارون نے کہا کہ تمنے بہت خوب کہا اور بہلول پھر اُنکو کچھ انعام دیا بہلول نے فرمایا کہ اس مال کو جس شخص سے لیا ہو اُسی کو واپس کر دو کہ مجکو اسکی حاجت نہین ہارون نے کہا کہ اگر تمھارے ذمہ کچھ قرض ہو تو ہم ادا کر دین فرمایا کہ علما کوفہ مین بہت ہین سب کا اسپر اتفاق ہر کہ دین کا ادا کرنا دین سے درست نہین ہارون نے کہا کہ ہم تمھارے لیے اتنا مقرر کر دین کہ تمھارے قوت کو کافی ہو بہلول نے اپنا سر آسمان کی طرف کو اُٹھا کر فرمایا کہ اے امیر المومنین مین اور تم دونون خدا تعالی کے عیال ہین سے ہین تو محال ہر کہ وہ تمکو یاد رکھے اور مجکو بھول جائے پھر

اح ابن ماجہ ونسائی و ترمذی لیکن اُسمین یہ نہین [illegible]

ہارون پردہ ڈالکر چلا گیا اور ابو العباس ہاشمی صالح بن مامون کی اولاد مین سے کہتے ہین کہ مین حارث محاسبی کے پاس گیا اور اُنسے کہا کہ آپ نے اپنے نفس سے محاسبہ کیا ہی فرمایا کہ ایسا کبھی ہوتا تھا مین نے کہا کہ اب کیا حال ہی فرمایا کہ اب تو مین اپنے حال کو چھپاتا ہون ایک آیت قرآن مجید کی پڑھتا ہون تو اُسمین بھی بخل کرتا ہون کہ میرا نفس نہ سُنے اور اگر مجھکو اسمین سرور نہ غالب ہو جاتا تو مین اُسکو ظاہر نہ کرتا اور مین ایک رات اپنی محراب مین بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک جوان خوبصورت عمدہ خوشبو کا آیا اور مجھکو سلام کرکے میرے سامنے بیٹھ گیا مین نے پوچھا کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین ایک سیاح ہون جو لوگ اپنی محرابون مین عبادت کرتے ہین اُنکے پاس جایا کرتا ہون مین تمکو کچھ محنت کرتے نہین دیکھتا تمھارا عمل کیا ہی مین نے کہ چھپانا مصیبتون کا اور کشش فوائد کی اُسنے ایک چیخ ماری اور کہا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان مین مجھے کوئی نہین معلوم ہوتا کہ اُسکی صفت یہ ہو پھر مین نے چاہا کہ اُسکو کچھ اور سناؤن تو مین نے کہا کہ تجکو معلوم نہین کہ اہل دل اپنے احوال چھپاتے ہین اور اپنے اسرار ظاہر نہین کرتے اور خداے تعالی سے دعا مانگتے ہین کہ وہ حالات تو دُنسے بھی مخفی رہین تو تجکو اُنکا حال کہان سے معلوم ہوتا اور اُنکو کیسے پہچانتا اُسنے پھر ایسی چیخ ماری کہ بیہوش ہوگیا اور میرے پاس دو روز مدہوش رہا پھر جو افاقہ ہوا تو کپڑے اُسکے بول و براز سے نجس ہوگئے تھے مین نے سمجھا کہ اُسکی عقل جاتی رہی مین نے اُسکو نیا تھان نکالکر دیا اور کہا کہ یہ میرا کفن ہی مین نے تجکو اپنے نفس پر ترجیح دی اب تو غسل کر اور نماز کی قضا کر اُسنے پانی مانگا اور غسل کرکے نماز پڑھی اور اُسی کپڑے مین لپٹا ہوا باہر کو چلا مین نے کہا کہ کہان کا ارادہ ہی اُسنے کہا کہ میرے ساتھ چلو مین ساتھ ہولیا وہ چلا چلا خلیفہ مامون کے پاس گیا اور اُسکو سلام کیا اور کہا کہ اے ظالم اور اگر تجکو ظالم نہ کہون تو مین ظالم ہون اور اگر تیرے باب مین تقصیر کرون تو خداے تعالی سے استغفار کرتا ہون کیا تو اللہ تعالی سے نہین ڈرتا اُس باب مین کہ اُسنے تجکو اُسکا مالک کیا ہی اور بہت سی نصیحت کرکے باہر آنا چاہا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا مامون اُسکی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تو کون ہی اُسنے کہا کہ مین ایک سیاح ہون مین نے اپنے پیشتر کے صدیقون کے اعمال مین فکر کیا تو اپنے نفس مین اُن اعمال کا پتا نہ پایا اسلیے تیری نصیحت کو مستعد ہوا کہ شاید صدیقون مین ملجاؤن مامون نے اُسکی گردن اُڑانے کا حکم دیا چنانچہ وہ اُسی تھان مین لپٹا ہوا مقتول باہر نکالا گیا اور مین دروازہ پر بیٹھا تھا اور ایک منادی کہتا تھا کہ جو اُسکا وارث ہو وہ اُسکو لیجائے

مین اُس سے مخفی ہوگیا اور اُسکو غربا نے لیکر دفن کر دیا دفن مین مین بھی شریک ہا مگر مین سنے اُنسے اُسکا حال نہ کہا بعد دفن کے مین گورستان کی ایک مسجد مین ٹھہر گیا اور اُس جوان کا غم میرے دل مین تھا کہ اتنے مین میری آنکھ لگ گئی کیا دیکھتا ہون کہ وہ جوان ایسی لونڈیون مین ہو کہ مین نے اُنسے زیادہ خوبصورت نہین دیکھی تھین اور مجھسے کہتا ہو کہ ای حارث قسم ہو خدا کی تو وہ چھپانے والون مین ہو کہ جو اپنا حال چھپاتے ہین اور اپنے رب کی اطاعت کرتے ہین مین نے کہا کہ وہ لوگ کہان ہین اُسنے کہا کہ اسی دم تجھسے ملینگے پھر مین سنے کچھ پیادا سوارون کا دیکھا اور اُنسے کہا کہ تم کون ہو اُنھون نے کہا کہ ہم اپنے حال کے چھپانے والے ہین اس جوان کو تیری تقریر نے حرکت دی مگر اُسکے دل مین جو کچھ تو نے بیان کیا تھا اُسمین سے کچھ نہتھا اسلیے وہ امر و نہی کے واسطے نکلا اور اللہ تعالیٰ نے اُسکو ہمارے ساتھ اتارا اور اُسکی خاطر اُسکے قاتل پر غصہ فرمایا۔ اور احمد بن ابراہیم مقری کہتے ہین کہ ابو الحسن نوری رحمہ امر فضول کم کرتے اور بے فائدہ بات کا سوال نہ کرتے اور جس چیز کی اُنکو حاجت ہوتی اُسکی تفتیش نہ فرماتے اور جب کسی منکر کو دیکھتے تو اُسکو بگاڑ ڈالتے گو جان ہی کیون نہ جائے ایک روز ایک چشمہ پر جو مشرعہ فحامین کے نام سے مشہور ہو نماز کے لیے وضو کرتے تھے کہ ایک کشتی دیکھی جسمین تیس مٹکے تھے ہر ایک پر دھونی سے لفظ لطف لکھا تھا آپنے اسکو پڑھکر نہ پہچانا کیونکہ تجارات اور خانگی اشیا مین کوئی چیز آپ کو نہ معلوم ہوئی جسکو لطف کہتے ہون آپ نے ملاح سے کہا کہ ان مٹکون مین کیا ہو اُسنے کہا کہ آپ کو کیا مطلب پڑا ہو آپ اپنا کام کیے جائیے جب آپ نے ملاح سے یہ سنا تو شوق دریافت کا دوبالا ہوا اور فرمایا کہ مین یہی چاہتا ہون کہ تو مجکو بتادے کہ اُنمین کیا ہو ملاح نے کہا تمکو اس سے کیا فائدہ تم تو صوفی آدمی ہو یہ معتضد کے لیے شراب ہو اسکو منظور ہو کہ اس سے اپنی مجلس کی تکمیل کرے آپنے فرمایا کہ یہ شراب ہو ملاح نے کہا ہان آپ نے فرمایا کہ مین چاہتا ہون کہ وہ موگری مجکو اُٹھا دے ملاح اُنپر خفا ہوا اور اپنے غلام سے کہا کہ انکو موگری حوالہ کر دے دیکھین کیا کرینگے جب موگری اُنکے ہاتھ مین آ گئی وہ کشتی پر سوار ہو ایک ایک مٹکا توڑنے لگے یہان تک کہ بجز ایک مٹکے کے اور سب توڑ ڈالے اور ملاح فریاد کرتا رہا حتی کہ حاکم اس پل کا جو یونس بن افلح تھا چڑھ دوڑا اور نوری کو آکر گرفتار کر کے معتضد کے پاس روانہ کر دیا اور چونکہ معتضد کی تلوار پہلے چلتی تھی اور زبان پیچھے اسلیے لوگون کو یقین ہوا کہ وہ بدون قتل کیے نہ چھوڑیگا ابو الحسین نوری فرماتے ہین کہ جب مجکو خلیفہ کے سامنے لیجا

وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور اُسکے ہاتھ مین ایک سوٹا تھا کہ اُسکو پلٹے دے رہا تھا مجکو دیکھکر کہا کہ تو کون ہی مین نے کہا کہ محتسب ہون اُسنے کہا کہ تجکو حسبت کا عہدہ کسنے دیا مین نے کہا جسنے مجکو امامت کا عہدہ دیا اُسنے تھوڑی دیر گردن جھکا لی بعد اسکے سر اُٹھا کر کہا کہ تو نے جو حرکت کی وجہ اُسکی کیا تھی مین نے کہا کہ مجکو تمھارے حال پر ترس آیا کہ جس بُرائی کو تم سے ٹال سکتا ہون اُسمین کوتاہی کیون کرون پھر خلیفہ سر نیچے کر کے میری تقریر کو سوچتا رہا اور بعد اسکے سر اُٹھا کر کہا کہ سب مٹکون مین سے یہ ایک مٹکا کیسے بچ رہا مین نے کہا کہ اسکی ایک وجہ ہی اگر امیر المومنین مجکو اجازت دین تو مین بیان کرون کہا کہ بیان کر مین نے کہا کہ اے امیر المومنین مین جسوقت مٹکون کی طرف متوجہ ہوا تو میرے دل مین اللہ تعالیٰ کا جلال بھر اتھا اور خوف مطالبہ الٰہی چھایا ہوا تھا اسلیے مین نے اُنکے توڑنے پر جرات کی اور مخلوق کی ہیبت مجکو کچھ نہ تھی یہی حال سب مٹکون کے توڑنے مین ہوا جب مین اس مٹکے پر پہونچا تو میرے نفس مین اس بات کی شیخی مجکو معلوم ہوئی کہ مین نے خلیفہ کے مٹکے توڑ دیے تبھی مین نے ہاتھ کھینچ لیا اور اگر اس مٹکے پر پہونچنے مین بھی مجکو وہی جوش ہوتا جو پہلے تھا تو ایک یہ کیا اگر روے زمین مٹکون سے بھری ہوتی تب بھی مین توڑتا چلا جاتا اور کچھ پروا نہ کرتا معتضد نے کہا کہ جاؤ ہمنے تمھارے ہاتھ کو بے روک کر دیا جونسا منکر چاہو اُسکو بگاڑ دو مین نے کہا کہ اے امیر المومنین اب منکر کے بگاڑنے کو مین بُرا جانتا ہون اسلیے کہ پہلے تو مین خداے تعالیٰ کی طرف سے بگاڑتا تھا اور اب اس خدمت کی جہت سے بگاڑونگا معتضد نے کہا کہ تمھارا مطلب کیا ہی مین نے کہا یا امیر المومنین آپ حکم کر دین کہ مین سلامت چلا جاؤن خلیفہ نے حکم دیا کہ کوئی اس سے مزاحم نہو غرضکہ بصرہ مین چلے آئے اور اکثر بصرہ مین ہی رہے اس خوف سے کہ مبادا کوئی ضرورت درپیش ہو تو نوبت معتضد سے سوال کرنے کی پہونچے جب معتضد مر گیا تب بغداد مین واپس آئے۔ حاصل یہ کہ علما کی عادت امر بالمعروف اور نہی منکر مین یہ تھی کہ بادشاہون کے دبدبہ کی پروا کم کرتے تھے بلکہ اگر اللہ تعالیٰ انکو محفوظ رکھتا تھا تو اُسکے فضل پر تکیہ کرتے تھے اور اگر شہادت روزی کرتا تھا تو اُسکے حکم پر راضی تھے اور چونکہ اُنھون نے اپنی نیت خالص اللہ تعالےٰ کے لیے کر لی تھی اسلیے اُنکے کلام کی تاثیر سخت دلون مین ہوتی تھی کہ دل نرم ہو جاتے تھے اور سختی دور ہو جاتی تھی اور اب تو طمع نے علما کی زبان روک دی ہی کہ وہ کچھ کہتے ہی نہین اور اگر کہتے ہین تو اسوجہ سے کہ اُنکا قول موافق اُنکے حال کے نہین ہوتا اس سے کچھ فائدہ مترتب نہین اگر وہ سچے ہوتے

اور علم کا حق بلحوظ رکھتے تو صلاح پاتے کیونکہ رعیت کی ساری خرابی بادشاہون کے خراب ہونے سے ہے اور بادشاہون کی خرابی علما کی خرابی سے ہے اور علما کی خرابی مال اور جاہ کی محبت سے ہے تو جس شخص پر دنیا کی محبت غالب ہوگی وہ رذیلون اور ذلیلون پر بھی حسبت نہ کر سکیگا بادشاہون اور بڑے آدمیون کا تو کیا ذکر ہے اللہ تعالی ہر حال مین مددگار ہے و الحمد للہ اولاً و آخراً

وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی

دسوان باب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آداب و آپ کے اخلاق کے ذکر مین

احسن یہ بہار روضۂ احمد ہے　　شادابی نخل گلشن سرمد ہے
یعنے شہ کونین کے ہے خلق کا ذکر　　جنکا مداح خالق امجد ہے

واضح ہو کہ ظاہر کے آداب باطن کے آداب کے عنوان ہوتے ہین اور اعضاء ظاہری کی حرکات دلی باتون کے ثمرے اور اعمال نتیجے اخلاق کے ہین اور آداب انجام معرفتون کے اور رازہاے درونی افعال کے تخم اور منبع ہین اور ظاہر یہ باطن ہی کا نور ہے جاتا ہے کہ اسکو زینت اور جلا دیتا ہے اور اسکی برائیون کو خوبیون سے بدل دیتا ہے اور جس شخص کا دل خشوع نہین کرتا اسکے اعضاء ظاہری بھی خشوع نہین کرتے اور جسکا سینہ انوار الہی کا محل نہین ہوتا اسکے ظاہر پر بھی چمک آداب نبوی کی نہین پڑتی اور میرا ارادہ تھا کہ اس جلد معاملات کے خاتمہ مین ایک بات متضمن تمامی آداب زندگی کا لکھون تاکہ طالبون کو انکا نکالنا سب بابون سے دشوار نہ ہو پھر مین نے دیکھا کہ جلد اول اور دوم کے ہر باب مین تھوڑے تھوڑے آداب مذکور ہو چکے ہین اسلیے مین نے انکا دوبارہ لکھنا ثقیل جانا کہ نفسون کی سرشت مین ہے کہ تکرارات سے نفرت رکھتے ہین اور اعادہ کو گران سمجھتے ہین اس نظر سے مناسب معلوم ہوا کہ اس باب مین صرف آداب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپ کے اخلاق جو اسناد کے ساتھ مروی ہین لکھون اور اُن سب کو جدا جدا اسناد حذف کر کے بیان کرون تاکہ وہ سب ایک جگہ ہو جائین اور یہ فائدہ ہو کہ آپ کے اخلاق کریمہ دیکھ کر ایمان کی تجدید اور تاکید ہو جائے کیونکہ آپ کی ایک ایک عادت شریف ایسی ہے جس سے قطعاً معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالی کی مخلوق سے نہایت بزرگی اور رتبہ مین برتر اور قدر مین بزرگ تر ہین تو جس صورت مین سب آپ کی ذات قدسیا مین

الٹھی ہین تو کیسے افضل و اعلی ہوسنگے پھر اخلاق کے بعد آپ کا سراپا مذکور کرونگا پھر ان معجزات کو لکھونگا جو صحیح احادیث مین آئے ہین تاکہ مکارم اخلاق کا بیان کامل ہوا ور منبہ غفلت منکرون کے کانون سے زائل اللہ تعالی توفیق دے کہ عادات اور احوال مین اور تمام امور دینی مین ہم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرین اور انکے اقتدا کا دم بھرین کہ وہی حیرت والونکا راہ نما اور مضطرون کے لیے مجیب الدعا ہے ہر چند یہ مطلب دریائے ناپیدا کنار ہے مگر ہم تیرہ بیانون مین اس مضمون کو لکھتے ہین

پہلا بیان اس ذکر مین کہ اللہ تعالی نے اپنے حبیب اور صفی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تادیب قرآن مجید سے فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تضرع اور زاری بدرگاہ باری بہت کرتے اور ہمیشہ سوال کرتے کہ مجکو محاسن آداب اور مکارم اخلاق سے آراستہ کر اور یون دعا مانگتے اَللّٰھُمَّ حَسِّنْ خَلْقِیْ وَخُلُقِیْ اور فرماتے اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنِیْ مُنْکَرَاتِ الْاَخْلَاقِ تو اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور اپنے اس وعدہ کو پورا کیا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ یعنے تم مجھ سے دعا مانگو مین قبول کرونگا اور آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور اس سے آپ کو ادب سکھلایا تو آپ کا خلق قرآن مجید ہے چنانچہ سعد بن ہشام کہتے ہین کہ مین حضرت عائشہ رضہ کی خدمت مین گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا حال انسے پوچھا انھون نے فرمایا کہ تو قرآن نہین پڑھتا ہے مین نے کہا ہان انھون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن مجید تھا۔ اور قرآن مجید سے آپ کو ادب اسطرح سکھایا کہ ارشاد فرمایا خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاھِلِیْنَ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ اور فرمایا وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اور فرمایا وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ اور فرمایا فَاعْفُ عَنْھُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور فرمایا وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَکُمْ اور فرمایا اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ اور فرمایا اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ اور فرمایا اِجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اور جب جنگ احد مین آپ کے دندان مبارک کی چوکڑی ٹوٹ گئی اور سر مبارک مین ضرب آئی تو خون چہرہ مبارک پر بہتا تھا اور آپ خون کو پوچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کیسے بھلا ہوگا اس قوم کا جسنے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگین کیا حالانکہ وہ انکو اُنکے

انکے پروردگار کی طرف بلاتا ہے اُسوقت اللہ تعالیٰ نے آپکو ادب سکھانے کے لیے یہ آیت نازل فرمائی
لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْہِمْ اَوْ یُعَذِّبَہُمْ فَاِنَّہُمْ ظَالِمُوْنَ اور اسطرح کی تادیبین
قرآن مجید مین بے شمار ہین اور تادیب اور تہذیب سے مقصود اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہین پھر
آپ کی ذات پاک سے سب خلق پر پرتو پڑتا ہے اسلیے کہ قرآن مجید سے آپ کو ادب سکھایا گیا
اور خلق کو آپ سے آدب تعلیم کیا گیا اور اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین اسلیے
بھیجا گیا ہون کہ مکارم اخلاق کو پورا کرون پھر آپنے خلق کو محاسن اخلاق کی اُن باتون کی ترغیب
دی جن کا ذکر ہم باب ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق جلد ثالث مین کرینگے یہان مکرر لکھنے کی
ضرورت نہین۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کا خلق کامل کر دیا تو تعریف فرمائی اور یہ ارشاد کیا
وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ سبحان اللہ اُسکی کیا بڑی شان اور کتنا کامل احسان اور کیسا فضل
عظیم اور لطف عمیم ہے کہ آپ ہی اپنے نبی کریم کو خلق سے آراستہ کیا اور آپ ہی تعریف فرماتا ہے
اور خلق کو آپ کی طرف منسوب کرتا ہے کہ تو بڑے خلق پر ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خلق سے بیان فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کو پسند فرماتا ہے اور انہین سے برے اخلاق سے
بغض رکھتا ہے۔ اور حضرت علی رضؓ نے فرمایا ہے کہ مرد مسلمان سے تعجب ہے کہ اُسکے پاس کوئی اُسکا
مسلمان بھائی کسی ضرورت کو آوے اور اپنے نفس کو دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنے کے قابل
نہ سمجھے بھلا اگر اُسکو توقع ثواب کی یا خوف عذاب کا نہو تو اُسکو یہ تو چاہیے کہ مکارم اخلاق کی
طرف مبادرت کرے کہ اُنسے راہ نجات کا پتا ملتا ہے ایک شخص نے عرض کیا کہ آپنے اسکو رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ ہان مع اور بات کے جو اس سے بھی بہتر ہے
یعنے جب طے کے قیدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر کیے گئے تو انمین ایک لڑکی
بھی تھی اُسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اگر آپ مصلحت سمجھین تو مجکو
رہا فرماوین اور قبائل عرب کو مجھپر نہ ہنسائین کہ اپنی قوم کے سردار کی بیٹی ہون میرا باپ
اپنی قوم کی حمایت کرتا تھا اور قیدی کو رہا کرتا تھا بھوکے کا پیٹ بھرتا تھا اور کھانا کھلاتا تھا
اور سلام کا افشا کرتا تھا کبھی کسی حاجت کے طالب کو محروم نہین پھیرا مین حاتم طائی کی بیٹی ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لڑکی یہ صفت سچے ایمانداروں کی ہے اگر تیرا باپ
مسلمان تھا تو ہمنے تجھپر رحم کیا اور لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اسکو چھوڑ دو کہ اسکا باپ مکارم اخلاق
کو اچھا جانتا تھا اور اللہ تعالیٰ مکارم اخلاق کا دوست دار ہے پس ابو بردہ بن نیار کھڑا ہوا اور

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کیا مکارم اخلاق کو دوست رکھتا ہے
آپنے فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ جنت مین بجز خوش اخلاق کے
اور کوئی داخل نہوگا۔ اور حضرت معاذ بن جبل رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کا محیط مکارم اخلاق اور محاسن
اعمال کو کر دیا ہے اور منجملہ اُنکے یہ باتین ہین باہم اچھی طرح رہنا عمدہ فعل کرنا پہلو کا
ملائم رکھنا خیرات دینا کھانا کھلانا سلام کا افشا کرنا مسلمان بیمار کو پوچھنا نیک ہو یا بد
مسلمان کے جنازہ کے ہمراہ جانا اور جس شخص کے ہمسایہ مین رہے خواہ وہ مسلمان ہو
یا کافر اُسکے ساتھ اچھی طرح رہنا اور بوڑھے مسلمان کی عزت کرنی اور دعوت کا قبول کرنا
اور دوسرے کی دعوت کرنی اور معاف کرنا اور لوگون مین صلح کرانی اور جود اور
کرم اور سماجت کرنا اور ابتدا بالسلام کرنا اور غصہ کا پی جانا اور لوگون سے درگذر
کرنی اور جو چیزین اسلام نے حرام کر دی ہین اُنسے اجتناب کرنا یعنے کھیل اور باطل
اور غنا اور آلات لہو تماشا اور ہر کینہ اور عیب کی بات اور غیبت اور جھوٹ اور بخل
اور زیادتی کنجوسی اور جفا اور دغا اور فریب اور چغلی اور آپس مین بگاڑ ڈالنا اور قرابت
کو توڑنا اور بدخلقی اور تکبر اور شیخی اور اترانا اور بڑائی مارنی اور فحش کہنا اور فحش سننا
اور کینہ اور حسد اور بدفالی اور سرکشی اور حد سے گذرنا اور ظلم حضرت انس رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمدہ نصیحت ایسی نہین چھوڑی جسکی طرف ہمکو نہ بلایا ہو
اور نہ کوئی عیب اس قسم کا چھوڑا کہ جس سے ہمکو ڈرایا نہو یا منع نہ کیا ہو۔ اور
ان سب باتون سے یہ آیت کفایت کرتی ہے اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ الآیہ
اور حضرت معاذ بن جبل رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو اسطرح
وصیت فرمائی کہ اے معاذ مین تجکو وصیت کرتا ہون خدائے تعالیٰ سے ڈرنے کی اور
سچ بولنے اور عہد پورا کرنے اور امانت ادا کرنے اور خیانت نہ کرنے اور ہمسایہ کا لحاظ
رکھنے اور یتیم پر رحم کرنے اور نرم گفتگو کرنے اور سلام کے فاش کرنے کی اور حسن عمل
اور کوتاہ کرنے امل کی اور ایمان پر جمے رہنے اور قرآن کی سمجھ پیدا کرنے اور آخرت کی
محبت اور حساب سے خائف رہنے اور بازو کو پست رکھنے کی اور مین تجکو منع کرتا ہون
کہ کسی حلیم کو گالی مت دینا اور سچے شخص کو جھوٹا مت ٹھہرانا اور کسی گنہگار کی اطاعت

نہ کرنا اور امام عادل کی نافرمانی مت کرنا اور زمین مین فساد مت کرنا اور تجکو وصیت کرتا ہون خدا تعالیٰ سے ڈرنے کی ہر پتھر اور درخت اور ڈھیلے کے پاس اور یہ کہ ہر گناہ کے لیے توبہ نئی کرنا پوشیدہ گناہ کے لیے پوشیدہ توبہ اور ظاہر کے لیے ظاہر غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بندون کو اسطرح ادب تعلیم فرمایا

اور انکو مکارم اخلاق اور محاسن آداب کی طرف بلایا

دوسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن اخلاق مین جنکو بعض علما نے احادیث سے چن کر جمع کیا ہے اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ حلیم تھے۔ سب سے زیادہ شجاع تھے۔ سب سے زیادہ عادل تھے۔ سب سے زیادہ پارسا تھے کبھی آپ کا دست مبارک ایسی عورت کے ہاتھ کو نہ لگا جو آپ کی ملک مین نہ ہو یا آپ کی محرم نہ ہو۔ سب سے زیادہ سخی تھے۔ آپ کے پاس دینار و درم رات کو نہ رہتا تھا اور اگر بچ رہتا اور ایسا شخص نہ ملتا جسکو عطا فرمائین اور یکایک رات ہو جاتی تو اپنے مکان مین تشریف نہ لاتے جبتک کہ بچے ہوئے کو کسی محتاج کو نہ دے چکتے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا تھا اسمین سے بجز سال بھر کی اپنی غذا کے نہ لیتے اور وہ بھی سب سے زیادہ ارزان اور سہل الوصول خرما اور جو کی ہوتی تھی اور باقی سب کو فی سبیل اللہ خرچ کرتے جس چیز کا سوال کوئی آپ سے کرتا اسکو مرحمت فرماتے پھر آپ اپنے سال بھر کے قوت مین سے بھی دے ڈالتے اور سائلین کو اپنے نفس پر ترجیح دیتے حتیٰ کہ بعض اوقات برس گذرنے سے پیشتر قوت کی ضرورت پڑتی بشرطیکہ کوئی چیز آپ کے پاس نہ آجاتی اور اپنا جوتا گانٹھتے اور کپڑے مین پیوند لگاتے اور اپنے گھر کی ٹہل کرتے اور ازواج مطہرات کے ساتھ گوشت کاٹتے۔ سب لوگون سے زیادہ حیادار تھے کہ کسی کے چہرہ پر آپ کی نگاہ نہ جمتی۔ آزاد اور غلام کی دعوت منظور فرماتے۔ اور ہدیہ قبول فرماتے گو ایک گھونٹ دودھ کا ہو یا ران خرگوش کی اور ہدیہ کی مکافات فرماتے۔ ہدیہ کو تناول فرماتے اور صدقہ کو نہ کھاتے۔ لونڈی کی اور مسکین کی دعوت قبول فرمانے سے تکبر نہ فرماتے انکے ساتھ چلے جاتے۔ اپنے پروردگار کی خاطر غصہ فرماتے اور اپنے نفس کے لیے غصہ نہ فرماتے۔ حق کو جاری فرماتے گو اسمین آپ کا اور آپ کے اصحاب کا نقصان ہوتا مشرکون نے آپ سے درخواست کی کہ ہم آپ کے طرفدار ہو کر دوسرے

ابو الشیخ در اخلاق بروایت عبد الرحمن بن ابزی ... عبد اللہ بن سلام ... ابن حبان بروایت ... مسلم بروایت انس ... ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ در حدیث طویل ... مسلم بروایت عائشہ صدیقہ ... بروایت ابن عباس ... بخاری ... ابو داؤد بروایت بلال ... بخاری بروایت عقبہ بن الحارث ... بخاری و مسلم بروایت ... [illegible]

مشرکون سے عوض لین اور اُسوقت آپ کے پاس آدمیون کی اتنی قلت تھی کہ اگر ایک شخص
بھی آپ کے ساتھیون مین زیادہ ہوتا تو اُسکی بھی ضرورت تھی مگر آپ نے انکار کیا اور
فرمایا کہ مین مشرک سے مدد نہین لیتا ہون۔ اور ایک شخص کو اپنے فضلاء صحابہ اور اخیار
اصحاب مین سے یہودیون مین مقتول پایا مگر آپ نے اُونپر ظلم نہ کیا اور نہ تلخ حق سے زیادہ
بڑھے بلکہ اُس مقتول کی دیت سو اونٹنیان دین حالانکہ اُسوقت اصحاب رضی کو اونٹ کی
نہایت ضرورت تھی کہ ایک بھی ملتا تو اُس سے قوت حاصل کرتے اور بھوک کے مارے
اپنے شکم مبارک پر پتھر باندھے تھے جو موجود ہوتا وہ تناول فرماتے اور جو پاتے اُسکو نہ ہٹاتے
اور حلال کھانے سے ورع نہ فرماتے اور اگر خرما بدون روٹی کے پاتے تو اُسکو بھی
نوش جان فرماتے اور اگر بھنا ہوا گوشت ملتا تو وہی کھا لیتے اور اگر روٹی گیہون یا جو کی
ملتی اُسکو کھا لیتے اور اگر میٹھا یا شہد پاتے تو اُسکو ہی کھا لیتے اور اگر دودھ بدون روٹی
کے پاتے تو اُسی پر اکتفا فرماتے اور اگر خربزہ یا ترخرما ملتا تو وہی کھا لیتے۔ تکیہ لگا کر نہ کھاتے
اور نہ اُونچے خوان پر رکھ کر کھانا کھاتے۔ آپکا رومال دونون تلوے پاے مبارک کے
تھے گیہون کی روٹی سے تا زیست تین دن ہم پیٹ نہین بھرا اور یہ امر مفلسی اور بخل کی وجہ سے
نہ تھا بلکہ نفس کو مطیع اور مغلوب رکھنے کے لیے۔ ولیمہ کی دعوت قبول فرماتے
بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ہمراہ تشریف لیجاتے۔ دشمنون مین بلا نگاہبان
تنہا پھرتے۔ تواضع مین سب سے زیادہ اور وقار مین سب سے بڑھکر تھے بدون تکبر کے
کلام مین سب سے زیادہ بلیغ بدون تطویل کے۔ سب سے زیادہ خندہ پیشانی تھے۔ امور
دنیا مین سے آپکو کوئی چیز تعجب مین نہ ڈالتی۔ جو پہننے کو پاتے وہ پہن لیتے کبھی شملہ
پشمینے چھوٹا کمبل اور کبھی یمن کی چادر اور کبھی صوف کا جبہ جو مباح مال سے ملتا اُسکو
پہن لیتے۔ آپکی انگوٹھی چاندی کی تھی اُسکو دہنے ہاتھ اور بائین کی چھنگلیا مین
پہنا کرتے تھے۔ آپ اپنے پیچھے اپنے غلام کو یا دوسرے شخص کو سوار کر لیتے تھے جو سواری
ہم ہو جاتی اُسپر سوار ہو جاتے کبھی گھوڑے پر کا ہے اونٹ پر کبھی سبزہ خچر پر کبھی
دراز گوش پر اور کبھی پیادہ برہنہ پا بدون چادر اور عمامہ اور ٹوپی کے چلتے اور مدینہ
منورہ کے پرلی کنارہ پر بیمارون کی عیادت فرماتے۔ خوشبو کو آپ پسند فرماتے اور
بدبو کو مکروہ جانتے فقیرون کے ساتھ بیٹھتے مساکین کو ساتھ کھلاتے جو لوگ اخلاق مین

[illegible]

روایت عائشہ … بدبو کو مکروہ جانتا ذکر کیا … ابوداؤد بروایت ابوسعید … بخاری بروایت ابوہریرہ … ترمذی در شمائل بروایت علی مرتضیٰ … در ضمن حدیث طویل

افضل ہوتے انکا اکرام کرتے اور اہل شرف کے ساتھ سلوک کر کے انکو چاہتے۔ صلہ رحم فرماتے نہ اسطرح پر کہ قریبون کو اُنسے افضل شخصون پر ترجیح دین۔ کسی پر جفا نہ فرماتے جو آپ کے سامنے عذر کرتا اُسکا عذر مقبول کر لیتے۔ آپ مزاح فرماتے مگر سچ کے سوا اور کچھ نہ کہتے۔ مسکراتے اور زور سے نہ ہنستے۔ مباح کھیل کو دیکھتے اور اُسکو منع نہ فرماتے اپنے اہل کے ساتھ دوڑتے کہ کون آگے نکلے۔ آپ کے سامنے آوازین بلند ہوتین اور آپ صبر فرماتے۔ آپ کے پاس دودھیل اُونٹنی اور بکریان تھین کہ انکا دودھ آپ اور آپ کے گھر والے پیتے تھے۔ اور آپ کے پاس لونڈیان اور غلام تھے کھانے اور پہننے مین آپ اُنسے برتری نہ فرماتے۔ کوئی وقت آپ پر ایسا نہ گذرتا جسمین آپ اللہ تعالی کے لیے کام یا اپنے نفس کی بہتری کے لیے امر ضروری نہ کرتے ہوئے۔ اپنے اصحاب کے باغون مین تشریف لیجاتے۔ کسی مسکین کو اُسکے مفلس اور اپاہج ہونے کے سبب سے حقیر نہ جانتے اور نہ کسی بادشاہ سے اُسکی بادشاہت کی جہت سے ڈرتے بلکہ دونون کو برابر اللہ تعالی کی طرف بلاتے۔ اللہ تعالی نے آپ کے لیے سیرت فاضلہ اور سیاست تامہ جمع کردی تھی آپ امی ہین کہ نہ پڑھے اور نہ لکھے جہل کے ملکون اور جنگلون کے اندر حالت فقر اور بکریان چرانے مین یتیم پیدا ہوئے کہ نہ باپ تھا نہ مان تھی مگر اللہ تعالی نے آپ کو سب محاسن اخلاق اور اچھے طریقے اور پہلون اور پچھلون کے حالات اور جن باتون سے آخرت مین فوز و نجات ہو اور دنیا مین لوگ رشک کرین اور واجب امر پر لازم رہنا اور فضول کو ترک کرنا سب کچھ تعلیم فرما دیا اللہ تعالی ہمکو توفیق دے کہ آپ کے امر کی اطاعت بجا لائین اور آپ کے افعال کی اقتدا کرین

آمین یارب العالمین

تیسرا بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آداب و اخلاق مین جو منجملہ مرویات ابوالبختری ہین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسیکو ایماندارون مین سے گالی دی اُسکے حق مین اُسکو کفارہ اور رحمت ہونے کی دعا کی۔ کسی عورت کو نہ کبھی لعنت کی اور نہ کسی خادم کو۔ اور آپ سے اثناء قتال مین عرض کیا گیا کہ اگر آپ اعدا کو لعنت کرین تو مناسب ہے آپنے فرمایا کہ مین رحمت کے لیے مبعوث ہوا ہون نہ لعنت کے لیے۔ اور جب آپ سے التماس کیا جاتا کہ کسی مسلمان یا کافر عام یا خاص

کے لیے بددعا فرمائی تو آپ بددعا سے اعراض کرکے دعاء خیر فرماتے - آپ نے دست مبارک کا وار کسی پر نہیں کیا بجز جہاد فی سبیل اللہ کے اور جو برائی آپ کے ساتھ کی گئی اسکا بدلہ آپ نے کبھی نہیں لیا مگر یہ کہ پردہ دری حرمت الٰہی کی ہو - اور جب کبھی دو امرون مین آپ کو اختیار دیا گیا تو دونون مین سے سہل تر کو پسند فرمایا بشرطیکہ اسمین گناہ یا قطع قرابت نہو کہ ان دونون سے آپ سب سے زیادہ دور رہتے تھے - اور جو کوئی آزاد یا غلام یا لونڈی آپ کی خدمت مین حاضر ہوتی تو آپ اُسکے ساتھ اُسکی حاجت مین کھڑے ہو جاتے - حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ قسم ہے اُس ذات کی جسنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو چیز آپ کو بُری لگی اسمین مجھسے آپ نے کبھی یہ نہین فرمایا کہ تو نے کیون کی اور جب کسی نے آپ کے گھر والون مین سے مجکو ملامت کی تو آپ نے یہی ارشاد فرمایا کہ اسکو کچھ مت کہو تقدیر مین یون ہی ہونا تھا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب گاہ مین عیب نہین لگایا اگر کسی نے بچھونا بچھا دیا تو لیٹ رہے اور اگر بستر نہوا تو زمین پر لیٹ رہے - اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف آپ کے نبی کرنے سے پیشتر توریت مین اول سطر اس طرح ارشاد فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا بندہ برگزیدہ ہے نہ درشت خو ہے نہ سخت گو نہ بازارون مین چیختا ہے نہ بدی کا بدلہ بدی سے دیتا ہے بلکہ معاف اور درگذر کرتا ہے اُسکی پیدائش کی جگہ مکہ معظمہ اور مقام ہجرت طابہ یعنے مدینہ منورہ اور اُسکا ملک شام مین ہے وہ اور اُسکے ساتھی تہمد باندھتے ہین قرآن اور علم کے حافظ ہین اور ہاتھ پانون کو وضو مین دھوتے ہین اور اسی طرح کا وصف انجیل مین مذکور ہے - اور آپ کی عادت یہ تھی کہ جس سے ملتے اول سلام کرتے - اور جو کوئی آپ کو کسی کام کے لیے کھڑا کر لیتا تو آپ توقف فرماتے جبتک کہ وہ شخص خود چلا نہ جاتا - اور جو شخص آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تو آپ اس سے ہاتھ نہ چھڑاتے یہانتک کہ وہ آپ سے نہ چھوڑ دیتا - اور جب اپنے اصحاب رضہ مین سے کسی سے ملتے تو اول مصافحہ کرتے پھر اُسکی انگلیون مین انگلیان ڈالتے اور خوب مضبوط گرفت فرماتے - اور جب کھڑے ہوتے اور بیٹھتے تو ذکر اللہ ہی کرتے - اور اگر آپکے پاس نماز پڑھتے مین کوئی آ بیٹھتا تو آپ اپنی نماز مختصر کر دیتے اور اُس سے پوچھتے کہ تمکو کچھ کام ہے اور جب اُسکے کام سے فارغ ہوتے تو پھر نماز پڑھنے لگتے - اور آپ کی اکثر نشست

یہ تھی کہ دونون ساقون کو کھڑی کرکے اُنکے گرد سے دونو ہاتھ گوٹ مارنے کی طرح پکڑ لیتے تھے
آپکی نشست آپ کے اصحاب کی نشست سے متمیز نہ تھی۔ جہان آپ کو نشست کے لیے
جگہ ملتی تھی اُسی جگہ بیٹھ جاتے تھے۔ کبھی آپ کو کسی نے نہین دیکھا کہ آپنے پاؤن اصحاب مین
مین پھیلائے ہون اور اُنپر جگہ تنگ ہوگئی ہو ہان اگر مکان وسیع ہوتا اور پاؤن پھیلانے
سے تنگی نہوتی تو کچھ مضائقہ نہ تھا اور آپ کی اکثر نشست قبلہ رخ ہوتی تھی۔ اور جو آپ کے
پاس آتا تھا اُسکی خاطر و تعظیم فرماتے حتی کہ جنمین اور آپ مین کسی طرح کی قرابت اور دودھ
پینے کا علاقہ نہ تھا اُنکے لیے اپنی چادر بچھا کر اُسپر اُنکو بٹھلاتے۔ اور جو تکیہ آپ کے نیچے
رہتا تھا آنے والے کے لیے اُسکو نکالکر حوالہ فرماتے اور اگر وہ اُسکے لینے سے انکار کرتا تو آپ
قسم دیتے کہ اُسی پر تکیہ لگا کر بیٹھے اور جس کسی نے آپ سے محبت کی اُسکو یہی گمان ہوتا
کہ سب سے زیادہ آپ مجھپر کرم فرماتے ہین یہان تک کہ اپنے جلیسون مین سے ہر ایک کی طرف
حصہ رسد توجہ فرماتے حتی کہ آپ کی نشست اور سننا اور بات کہنا اور نرم لطیف اور
جلیس کی طرف توجہ اور اُسکے ساتھ بیٹھنا حیا اور تواضع اور رازداری کی مجلس تھی اللہ تعالی
فرماتا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ
اپنے اصحاب کو اُنکی خاطر اور دلداری کے لیے اُنکی کنیتون سے پکارتے۔ اور جسکی کنیت
نہوتی اُسکی کنیت آپ مقرر فرماتے پھر لوگ اُسکو اُسی کنیت سے پکارتے۔ جن عورتون
کے اولاد ہوتی اُنکی کنیت بھی مقرر فرماتے اور بے اولاد والی کی کنیت پہلے سے کر دیتے۔
اور لڑکون کے لیے کنیت ٹھہرا دیتے تو اس سے اُنکا دل نرم ہو جاتا۔ اور سب لوگون سے
زیادہ دیر مین آپ کو غصہ آتا اور سب سے جلد راضی ہو جاتے۔ لوگون پر نہایت درجہ کی
رافت فرماتے اور اُنکے حق مین سب سے بہتر اور نافع تر تھے۔ آپ کی مجلس مین آوازین
بلند نہوتین۔ اور جب مجلس سے اُٹھتے تو فرماتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ
اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ اور فرماتے کہ یہ کلمات مجکو جبرئیل علیہ السلام نے سکھائے ہین
نواں بیان۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو اور خندہ کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح اور شیرین تقریر تھے۔ اور فرماتے کہ مین عرب مین زیادہ فصیح
ہون۔ اور جنت کے لوگ جنت مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بولی مین گفتگو کرینگے۔ آپ
کم سخن نرم گفتار تھے جب بولتے تو بہت کلام نہ فرماتے آپ کی تقریر منتظم موتیون کی سی

لڑی تھی۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمھاری طرح بہت گفتگو نہ فرماتے تھے آپ کا کلام مختصر ہوتا تھا اور تم کسی طرح اُسکو پھیلاتے ہو۔ سب سے زیادہ مختصر کلام آپ کا تھا اور اسی کو حضرت جبریل علیہ السلام آپکے پاس لائے اور باوجود اختصار کے جو چاہتے وہ جمع فرماتے۔ آپ کلمات جامع سے کلام فرماتے نہ زیادتی اُن مین تھی نہ کمی گویا موتیون کے دانون کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے چلے آتے ہین اور اثناء کلام مین گو نہ توقف ہوتا تھا کہ سُننے والا اُسکو یاد کرلے۔ آپ کی آواز بلند اور لہجہ سب سے اچھا تھا۔ سکوت بہت فرماتے اور بدون حاجت لب مبارک گفتگو کو نہ ہلاتے۔ الفاظ نامعقول زبان پر نہ لاتے اور حالت رضا اور غضب مین بجز سچ کے اور کچھ نہ کہتے۔ جو کوئی برا لفظ بولتا اُسکی طرف سے منھ پھیر لیتے۔ اور جو لفظ آپ کو بُرا معلوم ہوتا اور مجبوری کہنا پڑتا تو اُسکو صراحۃً نہ فرماتے اشارۃً ارشاد فرماتے۔ جب آپ خاموش ہوجاتے تو جلیس بولتے آپکے پاس کوئی دوسرے کی بات نہ کاٹتا۔ خیرخواہی کے ساتھ بدون ہنسی کے پند فرماتے۔ ارشاد فرماتے کہ بعض قرآن کو بعض سے مت ٹکراؤ کہ وہ کئی طرح پر اُترا ہے۔ آپنے اصحاب کے روبرو سب سے زیادہ تبسم اور خندہ فرماتے اور اُنکی باتون سے زیادہ تعجب فرماتے اور اُنمین اپنے نفس مبارک کو زیادہ مخلوط فرماتے۔ اور بعض اوقات اتنا خندہ فرماتے کہ آپ کی کچلیان کھل جاتین۔ اور آپ کے اصحاب کا خندہ آپ کے سامنے تبسم ہوتا تھا آپ کے اقتدا اور توقیر کی جہت سے۔ اور کہتے ہین کہ ایک روز ایک اعرابی آپکی خدمت مین حاضر ہوا آپکا رنگ اُسوقت متغیر تھا اور صحابہ رضؓ اسکو خلاف عادت شریف دیکھ کر پہچان گئے تھے اُس اعرابی نے آپ سے کچھ پوچھنا چاہا صحابہ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو کہ ہم آپ کا رنگ متغیر دیکھتے ہین اُسنے کہا کہ مجھسے تعرض مت کرو قسم ہے اُس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق کرکے بھیجا ہے مین آپ کو بے ہنسائے نہ چھوڑونگا غرضکہ اُسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمنے سنا ہے کہ دجال لوگون کے لیے ثرید لائیگا تو فدا ہون آپ پر میرے والدین کیا آپ مجھکو یہ اجازت فرماتے ہین کہ مین اُسکے ثرید سے بیکار رہون اور نہ مانگون یہانتک کہ لاغری سے ہلاک ہون یا یہ حکم دیتے ہین کہ اُسکے ثرید پر ہاتھ لگاؤن اور جب خوب تن جاؤن تو اللہ تعالی پر ایمان لاؤن اور اُسکا منکر ہون آپ اُسکو سُنکر اتنا ہنسے کہ آپ کی کچلیان کھل گئین پھر فرمایا کہ جس چیز سے اللہ تعالی اور ایماندارون کو

اُس کا فر سے غنی کر دیگا اُسی سے تجکو بھی اُسکی پروا نہ رکھیگا - اور آپ سب سے زیادہ تبسم
فرماتے اور دل خوش رہتے بشرطیکہ آپ پر قرآن مجید نازل نہوتا ہوتا یا قیامت کا
ذکر یا خطبہ اور وعظ نہ فرماتے ہوتے - اور جب آپ خوش اور راضی ہوتے تو سب سے بہتر
رضا کی حالت مین ہوتے اور اگر وعظ فرماتے تو واقعی طور پر فرماتے نہ ہنسی کے طور سے
اور اگر آپ غصہ ہوتے اور غصہ بجز خدا کے واسطے کے ہوا نہ کرتے تھے تو کسی چیز کو آپکے
غصہ کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نتھی اور آپ اپنے سب کامون مین ایسے ہی تھے - اور
جبکوئی واقعہ آپ پر آتا تو اُسکو سپرد بخدا فرماتے اور طاقت قوت سے بری
ہو جاتے اور اللہ تعالی سے ہدایت کی التجا کرتے اور یون فرماتے کہ الٰہی مجکو حق کو حق دکھلا کہ
مین اُسکا اتباع کرون اور منکر کو منکر دکھلا اور مجکو اُس سے بچنا روزی کر اور مجکو اس بات
سے پناہ مین رکھ کہ منکر مجھپر مشتبہ ہو جائے اور بدون تیری ہدایت کے مین اپنی خواہش
نفس کا اتباع کرون اور میری خواہش نفس کو اپنی طاعت کا تابع کر اور اپنی ذات پاک
کی مرضی کا کام میرے نفس سے تندرستی کی حالت مین لے اور امر حق مین اختلاف پڑنے کے
وقت مجکو اپنے حکم سے راستہ دکھلا کہ تو ہی جسکو چاہے سیدھا راستہ ہدایت کرتا ہی -

**پانچوان بیان کھانے کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و آداب
کے ذکر مین** - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو موجود پاتے اُسکو کھا لیتے - اور جس کھانے پر
بہت سے ہاتھ ہوتے وہ آپکو سب سے زیادہ محبوب تھا - اور جب دسترخوان بچھایا جاتا
تو آپ یہ فرماتے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا نِعْمَةً مَّشْكُوْرَةً تَصِلُ بِهَا نِعْمَةَ الْجَنَّةِ
اور اکثر جب آپ تناول فرمانے کو بیٹھتے تو اپنے دونون زانو اور دونون قدم ملا لیتے
جیسے نمازی بیٹھتا ہی مگر زانو پر زانو اور قدم پر قدم ہوتا تھا اور فرماتے تھے کہ مین بندہ
ہون کھاتا ہون جیسے بندہ کھاتا ہی اور بیٹھتا ہون جیسے بندہ بیٹھتا ہی - اور گرم کھانا
آپ نہ کھاتے اور فرماتے کہ اسمین برکت نہین ہوتی اور اللہ تعالی نے ہمکو آگ نہین کھلائی
سو اُسکو ٹھنڈا کر لو - اور اپنے قریب سے آپ کھایا کرتے - اور تین انگلیون سے کھانا
تناول فرماتے - اور بعض اوقات چوتھی سے سہارا لیتے - اور دو انگلیون سے نہ کھاتے
اور فرماتے کہ یہ طور شیطان کے کھانے کا ہی - اور ایک بار حضرت عثمان بن عفان
آپکے پاس فالودہ لائے آپنے اُسمین سے تناول فرمایا اور پوچھا کہ یا ابا عبداللہ یہ کیا ہی

شروع ہی اللہ تعالے کے نام سے الٰہی اُسکو نعمت مشکور کر کہ جس سے نعمت جنت تک پہنچا دے ۱۲

ح عبداللہ بن حارث کی روایت ... تبسم کے باب مین حدیث ... احمد نے اور حاکم نے ... نزول وحی اور وعظ ... ابن حبان بروایت جابر ... ابن عمر ... مستغفری نے دعوات مین بروایت ... مسلم نے بروایت عائشہ ... طبرانی و ابن عدی بروایت ... عبدالرزاق نے بروایت ... [illegible]

حضرت عثمان رضنے عرض کیا کہ آپ پر میرے والدین فدا ہون ہم شہد اور گھی دیگچی مین کرکے
آگ پر پکاتے ہین اور اُسمین گیہون کا میدہ ڈال کر گھی اور شہد کو منہ سے دیگچی مین
پھرائے جاتے ہین یہان تک کہ پک کر ایسا ہو جاتا ہی جیسا آپ ملاحظہ فرماتے ہین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ غذا طیب ہی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون چھنے جو کے
آٹے کی روٹی کھایا کرتے تھے - اور لکڑی تر خرما کے ساتھ اور نمک کے ساتھ تناول
فرماتے - اور تر میوؤن مین سے آپ کو خربوزہ اور انگور بہت محبوب تھا - اور آپ خربوزہ
روٹی کے ساتھ اور مصری کے ساتھ تناول فرماتے - اور کبھی خربوزہ خرما تر کے ساتھ کھاتے
اور کھانے مین دونون ہاتھون سے مدد لیتے ایک روز آپ تر خرما داہنے ہاتھ سے کھاتے
تھے اور گٹھلیان بائین ہاتھ مین جمع فرماتے تھے کہ اتنے مین ایک بکری آئی آپ نے اُسکی طرف
گٹھلیون کا اشارہ کیا وہ آپ کے بائین ہاتھ مین کھاتی رہی اور آپ دہنے ہاتھ سے
کھاتے رہے یہان تک کہ جب آپ کھا چکے تو بکری بھی چلی گئی - اور کبھی آپ انگورون کا
خوشہ منھ مین رکھ لیتے یعنی کبھی کبھی ایک دفعہ کھاتے اور آب انگور آپ کی ریش
مبارک پر موتیون کی طرح اُترتا معلوم ہوتا - اور آپ کا اکثر کھانا پانی اور خرما ہوتا - اور
کبھی آپ ایک گھونٹ دودھ کا لیتے اور اوسکے ساتھ ایک خرما کھاتے پھر اسی طرح کرتے
اور دودھ اور خرما کو اطیبین فرماتے (یعنی دو عمدہ چیزین) - اور سب سے زیادہ محبوب
کھانا آپ کے نزدیک گوشت تھا اور فرماتے تھے کہ گوشت شنوائی کی قوت بڑھاتا ہی اور دنیا
اور آخرت مین کھانون کا سردار ہی اور اگر مین اپنے پروردگار سے درخواست کرتا
کہ مجکو ہر روز گوشت عطا کرے تو وہ بیشک عطا فرماتا - اور آپ ثرید کو گوشت اور کدو کے ساتھ
کھاتے - اور کدو کو آپ پسند فرماتے ہین اور ارشاد فرماتے کہ یہ پیڑ میرے بھائی
یونس علیہ السلام کا ہی - حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہین کہ آپ ارشاد فرماتے کہ جب تم
ہنڈیا پکاؤ تو اُسمین کدو بہت ڈالا کرو کہ وہ غمگین دل کو تقویت دیتا ہی - اور جس پرند کا
شکار ہوتا اُسکو تناول فرماتے - اور شکار کا پیچھا خود نہ کرتے اور نہ آپ شکار مارتے
اگر کوئی شکار کرکے لا دیتا تو اُسکے کھانے کو پسند فرماتے - اور جب گوشت کھاتے
تو سر مبارک کو اُسکے لیے نہ جھکاتے بلکہ اُسکو منھ کے پاس لاکر دانت سے کاٹتے
اور روٹی اور گھی تناول فرماتے اور بکری مین سے آپ کو دست اور شانہ پسند تھا

اور ہنڈیا مین سے کدو اور روٹی لگا کر کھانے کی چیزون مین سے سرکہ اور کھجور مین سے عجوہ پسند فرماتے - اور عجوہ کھجور کے باب مین برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا کہ یہ جنت مین سے ہی اور زہر اور جادو سے شفا ہی اور ساگ کی قسم مین آپ کاسنی اور ریحان اور خرفہ جسکو جلہ کہتے ہین پسند فرماتے - اور گردون کو آپ برا جانتے تھے اسوجہ سے کہ پیشاب کے قریب رہتے ہین - اور بکری مین سے سات چیزین نہ کھاتے تھے ذکر اور فوطے اور پھکنا اور پتا اور غدہ اور فرج اور خون اور انکو برا جانتے تھے - اور کچا لہسن اور پیاز اور گندنا تناول نہ فرماتے تھے - اور کسی کھانے کو کبھی برا نہین فرمایا بلکہ اگر اچھا معلوم ہوا تو کھالیا ورنہ چھوڑ دیا اور اگر برا جانا تو دوسرے کی نظر مین اسکو ناپسند نہین کیا اور ضب اور تلی سے آپ نفرت رکھتے تھے مگر انکو حرام نہ فرماتے - اور اپنی انگلیون سے رکابی چاٹتے اور فرماتے کہ پچھلے کھانے مین برکت بہت ہوتی ہی اور کھانے کے بعد اپنی انگلیان اتنی چاٹتے کہ سرخ پڑ جاتین - اور اپنا دست مبارک رومال سے نہ پونچھتے جبتک کہ ایک ایک انگلی چاٹ لیتے اور فرماتے کہ معلوم نہین کہ کون سے کھانے مین برکت ہی - اور جب کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَطْعَمْتَ فَاَشْبَعْتَ وَسَقَیْتَ فَاَرْوَیْتَ لَکَ الْحَمْدُ غَیْرَ مَکْفُوْرٍ وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ اور جب آپ گوشت روٹی خاصکر کھاتے تو ہاتھون کو خوب دھوتے پھر بقیہ پانی کو منہ پر پونچھ لیتے اور آپ پانی تین دفعہ مین پیتے اور انمین تین بسم اللہ اور آخر مین تین الحمد للہ کہتے (یعنی ہر بار کی ابتدا مین ایک بار بسم اللہ اور انتہا مین الحمد للہ ہوتی) اور پانی کو چوس چوس کر پیتے بڑے گھونٹ سے نہ پیتے - اور کبھی ایک ہی سانس مین پانی پینے سے فراغت پاتے - اور برتن مین اثناء شرب مین سانس نہ لیتے بلکہ اس سے علیحدہ ہو کر سانس لیتے - اور اپنا اُلش اسکو مرحمت فرماتے جو آپ کے داہنی طرف ہوتا اور کبھی بائین طرف والا رتبہ مین بڑا ہوتا تو دہنی طرف والے سے اجازت لیتے کہ طریق سنت تو یہی ہی کہ تجکو ملے لیکن اگر تجکو پسند ہو تو بائین طرف والے کو اپنے نفس پر ترجیح دے - اور ایک بار آپ کی خدمت مین ایک برتن آیا جسمین شہد اور دودھ تھا آپنے اسکو پینے سے انکار کیا اور فرمایا کہ دو پینے کی چیزین ایک دفعہ مین اور دو سالن ایک برتن مین ہین پھر فرمایا کہ مین انکو حرام نہین کرتا ہون مگر فخر کو اور دنیا کی فضول کا

قیامت مین محاسبہ ہونے کو جبرا جانتا ہون اور تواضع کو پسند کرتا ہون کہ جو کوئی اللہ تعالے کے واسطے تواضع کرتا ہی اللہ تعالے اُسکو بلند کرتا ہی۔ اور آپ اپنے مکان کے اندر باکرہ عورت سے بھی زیادہ حیادار تھے۔ کھانا گھر والون سے نہ مانگتے اور نہ اُنپر کسی کھانے کی فرمائش کرتے اگر اُنھون نے کھلا دیا کھا لیا اور جو سامنے لا رکھا قبول فرمایا اور جو پلایا وہ پی لیا۔ اور بعض اوقات اپنے کھانے یا پینے کی چیز خود کھڑے ہو کر لے لیتے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

چھٹا بیان لباس مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے اخلاق و آداب کے ذکر مین

کپڑون مین جو آپ کو ملتا تہمد یا چادر یا کرتہ یا جبہ یا اور کچھ وہی پہن لیتے۔ اور آپ کو سبز کپڑے اچھے معلوم ہوتے تھے۔ اور آپ کی اکثر پوشاک سفید ہوتی اور فرماتے کہ اسکو اپنے زندون کو پہناؤ اور اموات کو اسی مین کفناؤ۔ اور لڑائی کے وقت قبائے پنبہ دار پہنتے اور بدون بھراؤ کی بھی پہنتے۔ اور ایک قبا دیبا کی آپ کے پاس تھی کہ اُسکو آپ پہنتے تو اُسکی سبزی آپ کی رنگ کی سفیدی مین اچھی معلوم ہوتی۔ اور آپ کے سب کپڑے ٹخنون سے اوپر چڑھے رہتے اور تہمد اُنسے بھی اوپر نصف ساق تک ہوتا اور آپ کے قمیص کے بند بندھے رہتے اور کبھی نماز مین اور غیر نماز مین بند کھول دیتے اور آپ کے پاس ایک بڑی چادر تھی زعفران سے رنگی ہوئی کبھی صرف اُسی کو پہن کر لوگون کو نماز پڑھا دیتے۔ اور کبھی آپ صرف چادر پہنتے کہ اور کوئی کپڑا بدن پر نہوتا۔ اور آپ کے پاس ایک چادر پیوند لگی تھی اُسکو پہنتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون پہنتا ہون جیسے بندہ پہنتا ہی۔ اور جمعہ کا جوڑا آپ کا خاص تھا سوائے اور دنون کے کپڑون کے۔ اور کبھی آپ ایک چادر تہمد کی پہنتے دوسری چیز بدن پر نہوتی اور اُسکے دونون کنارون کو دونون شانون کے درمیان گرہ لگاتے۔ اور کبھی جنازون پر اُس سے امامت کرتے۔ اور کبھی مکان کے اندر ایک ہی تہمد مین لپیٹ کر اور دونون کنارونکو شانون پر ادھر کا اُدھر ڈال کر نماز پڑھتے اور یہ وہی تہمد ہوتا جسمین رات کو صحبت کی ہوتی۔ اور کبھی نماز تہجد تہمد کے ایک کنارہ کو اپنے بدن مبارک پر پہن کر اور باقی کو بعض ازواج مطہرات پر ڈال کر پڑھتے۔ اور آپ کے پاس ایک چادر سیاہ تھی اُسکو آپ نے کسی کو دے ڈالا حضرت ام سلمہ رضہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ سیاہ چادر کیا ہوئی آپ نے فرمایا کہ مین نے اُسکو ہبہ کر دیا اُنھون نے کہا کہ جیسی آپ کی سفیدی اُسکی سیاہی پر بھلی معلوم ہوتی تھی مین نے ایسی چیز کبھی نہین دیکھی اُور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض اوقات دیکھا کہ ہمکو نماز ظہر ایک چھوٹی چادر مین پڑھائی جسکے کنارون کو آپ نے گرہ دے لیا تھا۔ اور آپ انگوٹھی پہنتے۔ اور کبھی باہر تشریف لاتے اور آپ کی انگوٹھی مین چیز کی یادداشت کے لیے دھاگا بندھا ہوتا۔ اُسی انگوٹھی سے آپ خطون پر مہر لگاتے اور فرماتے کہ خط پر مہر کر دینی تہمت سے بہتر ہے اور ٹوپیان آپ عمامون کے تلے اور بدون عمامون کے پہنتے۔ اور کبھی ٹوپی کو سر مبارک سے اتار کر اُسکا سترہ کرتے اور اُسکی طرف کو نماز پڑھتے اور کبھی عمامہ نہوتا تو سر اور پیشانی پر پٹی باندھ لیتے۔ اُور آپ کے ایک عمامہ کا نام سحاب تھا اُسکو آپ نے حضرت علی مرتضی رضہ کو ہبہ کر دیا تھا حضرت علی رضہ کبھی اُسکو دے کر تشریف لاتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ علی تمھارے پاس سحاب مین آئے۔ اور جب آپ کپڑا پہنتے تو دہنی طرف سے شروع کرتے اور فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ كَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ اور جب کپڑا اتارتے تو بائین طرف سے ابتدا کرتے۔ اور جب نیا کپڑا پہنتے تو پرانا کسی مسکین کو عنایت فرماتے اور ارشاد کرتے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو اپنے پرانے کپڑے پہنائے اور پہنانا صرف خدای تعالے کے واسطے ہو تو وہ حالت حیات و موت مین خداے تعالے کی ضمان اور پناہ اور برکت مین رہیگا جبتک مسلمان کو پہنایگا۔ اُور آپ کا ایک چمڑے کا گدا تھا جسمین خرما کی چھال بھری تھی اُسکا طول دو گز کے قریب اور عرض ایک گز اور ایک بالشت کے قریب تھا۔ اُور آپ کا ایک کمل تھا کہ اُسکو ہر جگہ اُٹھا کر آپ کے تلے دو تہ کرکے بچھا دیتے تھے۔ اُور آپ بوریے پر سوتے کہ اُسکے سوا اور بستر نہوتا۔ اُور آپ کی عادت شریف تھی کہ اپنے جانورون اور ہتھیارون اور چیزون کا نام رکھتے تھے چنانچہ آپکے نیزہ کا نام عقاب تھا اُور آپ کی تلوار کا نام جسکو لڑائی مین ساتھ رکھتے تھے ذوالفقار تھا اور ایک تلوار کا نام مخذم تھا۔ اور ایک اور کو رسوب کہتے تھے۔ اور ایک اور قضیب کے نام سے معروف تھی۔ اُور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی سے جڑا ہوا تھا۔ اور آپ چمڑے کی پیٹی پہنتے جسمین تین کڑیان چاندی کی تھین۔ اُور آپ کی کمان کا نام کتوم تھا اور

ترکش کا نام فور۔ اور آپ کے ناقہ کا نام قصوی تھا جسکو عضباء بھی کہتے تھے۔ اور آپ کے خچر کا نام دلدل تھا۔ اور آپ کے دراز گوش کا نام یعفور۔ اور آپ کی بکری کا نام عینہ تھا۔ اُسکا آپ دودھ پیتے تھے۔ اور آپ کے پاس مٹی کا ایک لوٹا تھا جس سے آپ وضو کیا کرتے اور پانی پیتے پس آدمی اپنے چھوٹے بچون تمیزدار کو بھیجتے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آتے اور اگر اوسے مین پانی پاتے تو اُسکو پیتے اور اپنے چہرون اور بدن پر حصول برکت کے لیے ملتے

ساتوان بیان اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود قدرت کے مجرم کا قصور معاف فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ حلیم اور باوجود قدرت کے عفو قصور مین سب سے زیادہ راغب تھے یہانتک کہ آپ کی خدمت مین سونے اور چاندی کے ہار آئے اور آپنے اُنکو اپنے اصحاب رضی اللہ عنہما مین تقسیم فرمایا اُسوقت ایک بدوی شخص اُٹھا اور اُسنے کہا کہ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم البتہ خدائے تعالی نے آپ کو عدل کرنے کا حکم فرمایا ہے مگر مین آپ کو عدل کرتے نہین دیکھتا آپ نے فرمایا کہ کم بخت میرے سوا پھر تجھپر کون عدل کریگا جب وہ پشت پھیر کر چلا تو آپنے فرمایا کہ اُسکو نرمی کے ساتھ میرے پاس واپس لے آؤ۔ اور حضرت جابر رضہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے روز لوگون کے لیے حضرت بلال رضہ کے کپڑے مین چاندی جمع کرتے تھے آپ کی خدمت مین ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عدل فرمائیے آپ نے اُسکو فرمایا کم بخت اگر مین عدل نہ کرونگا تو اور کون کریگا تو محروم اور خسارہ مین رہیگا اگر مین عدل نہ کرون حضرت عمر فاروق رضہ کھڑے ہوے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو اسکی گردن اُڑا دون کہ یہ منافق ہے آپ نے فرمایا معاذ اللہ لوگ یہ کہینگے کہ مین اپنے یارون کو قتل کرتا ہون اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک لڑائی مین تھے کہ کفار نے مسلمانون کی کچھ غفلت دیکھی اتنے مین ایک کافر شمشیر برہنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر آگیا اور کہا کہ اب آپ کو مجھسے کون بچائیگا آپ نے فرمایا اللہ جلشانہ راوی کہتا ہے کہ اُس کافر کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسکو اُٹھا کر اُس کافر سے فرمایا کہ مجھسے تجھکو کون بچائیگا اُسنے عرض کیا کہ آپ نے مجکو اسیر کرلیا آپ بہتر گرفتار کرنے والون مین سے ہو جئے آپنے فرمایا کہ کہہ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اُسنے کہا یہ تو نہین مگر مین آپ سے نہ قتال کرونگا نہ آپ کا ساتھ دونگا نہ اُن لوگون کے
ساتھ ہونگا جو آپ سے لڑتے ہین آپ نے اُسکو رہا فرما دیا وہ اپنے ساتھیون مین آیا اور کہا
کہ مین تمھارے پاس بہترین مردم کے پاس سے آتا ہون - اور حضرت انس رضہ روایت کرتے ہین
کہ ایک یہودیہ عورت آپ کی خدمت مین ایک بکری زہر ملی ہوئی لائی تاکہ آپ اسمین سے
تناول فرمائین اس عورت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین لائے آپنے اُس سے
زہر کا حال پوچھا اُسنے عرض کیا کہ مجکو منظور تھا کہ آپ کو مار ڈالون آپ نے فرمایا کہ خدا تعالی
کو منظور نہین - کہ تجکو اس امر پر قادر کرے لوگون نے عرض کیا کہ اُسکو ارشاد ہو تو قتل کرین
آپ نے فرمایا کہ نہین - اور ایک یہودی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا
حضرت جبریل علیہ السلام نے آپ کو اس حال کی اطلاع دی یہانتک کہ آپ نے
اُس جادو کو نکلوا کر گرہ کھولی تو اُس سے افاقہ ہو گیا اور اُس یہودی سے کبھی اسکا تذکرہ
نہ فرمایا اور نہ اُسپر یہ حال ظاہر کیا - اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے مجکو اور زبیر اور مقداد کو فرمایا کہ روضۂ خاخ کو جاؤ اور اسمین ایک عورت
مسافر ہے اُسکے پاس ایک خط ہے اُس سے وہ خط لے آؤ ہم بموجب ارشاد کے
روضۂ خاخ مین (کہ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کو جاتے ہوئے راہ مین پڑتا ہے) گئے
اور اُس عورت سے کہا کہ تیرے پاس خط ہے وہ حوالہ کر اُسنے کہا کہ میرے پاس
کوئی خط نہین ہمنے کہا کہ یا خط نکال ورنہ اپنے کپڑے نکال ڈال آخر اُسنے خط اپنی چوٹی
مین سے نکالا وہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے دیکھا تو حاطب
بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا اور اسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
حال لکھا تھا (کہ آپ مدینہ منورہ سے باہر ہو چکے ہین خواہ تمپر آئینگے یا کسی اور پر)
آپ نے حاطب سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت کی اُسنے عرض کیا کہ آپ جلدی
نہ فرمائین اصل یہ ہے کہ مین اپنی قوم مین مل گیا ہون (یعنے قریش مین مقیم ہون
نسب مین شریک نہین) اور آپ کے ساتھ اور مہاجرون کے رشتہ دار
مکہ مین بہت ہین وہ اُنکے گھر والون کو بچا لینگے تو مین نے یہ چاہا کہ مجکو اگر قرابت
نسبی حاصل نہین تو قریش پر کچھ احسان کرون جس سے میرے قریبون کو
بچائین اور یہ امر مین نے کفر کی راہ سے نہین کیا اور نہ اسلام کے بعد کفر سے

ح ۱
۲ بروایت انس بخاری
۳ بروایت ابو ہریرہ و مسلم ۱۲
ح ۲ نسائی بروایت زید بن ارقم اور قصہ جادو کا صحیحین مین بروایت عائشہ رضہ دوسرے الفاظ سے منقول ہے ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت علی مرتضی رضہ ۱۲

باغی ہو کر اور نہ اپنے دین سے مرتد ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس شخص نے تمسے سچ کہا حضرت عمر فاروق رضہ نے عرض کیا کہ مجکو اجازت فرمائیے کہ اس منافق کی گردن اُڑا دون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص بدر کی لڑائی مین شریک تھا اور تمکو کیا معلوم ہے شاید اللہ تعالی نے بدر والون کے حال پر مطلع ہو کر یہی فرما دیا ہو کہ جو چاہو وہ عمل کرو کہ مین نے تمھاری مغفرت کی - اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا ایک شخص نے انصار مین سے کہا کہ یہ وہ قسمت ہے جس سے رضاء الٰہی ارادہ نہین کی گئی یہ بات کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ذکر کی آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور فرمایا کہ رحم کرے اللہ میرے بھائی موسی علیہ السلام پر کہ اُنکو اس سے بھی زیادہ ایذا دی گئی مگر اُنھون نے صبر فرمایا - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمایا کرتے کہ تم مین سے کوئی میرے اصحاب رضہ کی طرف سے کوئی بات مجھسے نہ کہا کرے کہ مین یہ چاہتا ہون کہ تمھارے پاس سینہ صاف ہو کر آؤن

آٹھوان بیان اس ذکر مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو باتین بُری معلوم ہوتی تھین اُنکو دیکھکر چشم پوشی فرماتے تھے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد پتلی اور آپ کا ظاہر و باطن صاف تھا آپ کی خفگی اور رضامندی آپ کے چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھی - اور جب آپ کو غصہ بہت ہوتا تو آپ اپنی ریش مبارک کو بہت ہاتھ لگاتے - کسی کے سامنے وہ بات نہ فرماتے جو اُسکو بُری معلوم ہو ایک شخص آپ کی خدمت مین حاضر ہوا اور زرد خوشبو لگائے تھا آپ کو بُری معلوم ہوئی مگر اُس سے کچھ نہین فرمایا جب وہ چلا گیا تو لوگون سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس سے کہدو کہ اسکا استعمال نہ کرے تو اچھا ہو - اور ایک اعرابی نے مسجد مین پیشاب کرنا شروع کیا صحابہ رضہ اسپر چڑھ گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُسکا پیشاب مت روکو پھر اُس سے ارشاد فرمایا کہ یہ مسجدین اس قابل نہین کہ کوئی کوڑا یا پیشاب یا پاخانہ اِن مین ہو - اور ایک روایت مین ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ لوگون کو پاس بلاؤ بد کاؤ نہین - اور ایک اعرابی آپ کی خدمت مین ایک روز کچھ سوال کرنے آیا آپ نے اُسکو کچھ دیا پھر فرمایا کہ مین نے تجھپر احسان کیا اُسنے عرض کیا کہ نہ آپ نے احسان کیا نہ نیکی کی راوی کہتا ہے کہ مسلمان اس بات سے غصہ ہوئے

ح ۱ بخاری و مسلم بحدیث حاطب بن ابی بلتعہ
ح ۲ ابو داؤد و ترمذی بروایت ابن مسعود
ح ۳ ابن حبان بروایت ابن عمر
ح ۴ صحیحین بروایت ابو سعید
ح ۵ ابو داؤد و ترمذی شمائل بروایت انس
ح ۶ بخاری و مسلم بروایت انس
ح ۷ بزار و ابن حبان بروایت عیاض بسند ضعیف

اور اُسکی طرف چلے آپ نے اُنکو اشارہ فرمایا کہ باز رہو پھر آپ اُسکو اپنے مکان مین تشریف
لیگئے اور اُس اعرابی کو بلوا کر کچھ اور دیا پھر پوچھا کہ مین نے تجھپر احسان کیا اُسنے
عرض کیا ہان اللہ تعالی آپ کے اہل وعشیرہ کو جزائے خیر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اُسکو فرمایا کہ تو جو لفظ اول کہچکا ہے میرے اصحاب کے دل مین وہ کھٹکتا ہے
اگر تیرا دل چاہے تو جو میرے سامنے کہتا ہے وہی اُنکے سامنے کہدینا تاکہ اُنکے
دلون سے جو تجھپر غبار ہے وہ نکلجائے اعرابی نے عرض کیا کہ بہت بہتر دوسرے روز
صبح کو یا شام کو وہ اعرابی آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس اعرابی نے
کہا تھا جو کہا تھا مگر ہمنے اُسکو زیادہ دیا تو اُسنے کہا کہ مین راضی ہوگیا پھر اعرابی سے
پوچھا کہ کیون سچ یون ہی ہے اُسنے کہا ہان آپ کے اہل وعشیرہ کو خدائے تعالی جزائے خیر
دے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور اس اعرابی کی مثل ایسی ہے
جیسے کسی شخص کی اُونٹنی بدک گئی اور لوگ اُسکے پیچھے ہوئے تو اور زیادہ بھاگی پھر
اُونٹنی کے مالک نے اُنکو آواز دی کہ تم سب علیحدہ ہوجاؤ مین جانون اور میری اُونٹنی مین
اُسپر زیادہ شفیق اور اُسکے حال سے زیادہ واقف ہون پھر وہ سامنے کی طرف سے
اُسی کی طرف چلا اور زمین کا خشک چارہ لے کر اُسکو دکھلایا اور آہستہ آہستہ اُسکو پاس بلالیا
یہانتک کہ جب وہ آگئی تو اُسکو بٹھلایا اور اُسپر کاٹھی باندھکر سوار ہوگیا جب اس
شخص نے وہ لفظ کہا تھا اور مین تمکو منع نہ کرتا اور تم اُسکو مار ڈالتے تو وہ دوزخ مین جاتا

تو ان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جود و سخاوت کے ذکر مین۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سب لوگون سے زیادہ سخی اور جواد تھے اور ماہ رمضان المبارک مین آندھی
کی طرح ہوتے کہ کوئی چیز بدون دیے نہ چھوڑتے۔ اور حضرت علی رضہ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف کرتے تو فرماتے کہ کف مبارک سب سے جواد اور سینہ
سب سے زیادہ وسیع اور گفتگو سب سے زیادہ راست اور عہد کے زیادہ پورا کرنے والے
نرم تر عادت مین بزرگ ترین خاندان مین تھے جو کوئی آپ کو دفعۃً دیکھتا تو آپ سے
ڈرجاتا اور اگر شناسائی کے طور پر آپ سے اختلاط رکھتا تو عاشق ہوجاتا آپ کا وصف
کرنے والا کہتا کہ مین نے نہ ایسا آپ کے پیشتر دیکھا نہ آپ کے بعد آپ جیسا نظر آیا اور مسلمان
ہونے پر جو چیز کسی نے کبھی مانگی وہی اُسکو عطا فرمائی چنانچہ ایک شخص نے آپ سے سوال کیا۔

ح بخاری و مسلم بروایت انس رضہ ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت ابن عباس اور [illegible] جبرئیل علیہ السلام جب ملاقات [illegible] ۱۲ ح [illegible] ح [illegible]

تو آپ نے اتنی بہت بھیڑ بکریاں دین کہ دو پہاڑوں کے درمیان میں بھر جائیں وہ شخص اپنی قوم کو لوٹ گیا اور اُنسے کہا کہ مسلمان ہو جاؤ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کی طرح عطا عنایت فرماتے ہیں جو فاقہ سے نہ ڈرتا ہو - اور کبھی کسی چیز کا سوال آپ سے نہیں ہوا کہ آپ نے اُسکو نہیں فرمایا ہو - اور آپ کی خدمت میں نوّے ہزار درم آئے آپ نے اُنکو بوریے پر رکھدیا پھر اُنکو تقسیم کرنا شروع کیا اور کسی سائل کو نہ پھیرا یہانتک کہ اُنسے فراغت پائی - اور ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں مگر تجکو جو ضرورت ہو وہ کسی شخص سے میرے نام پر قرض لے لے جب ہمارے پاس کچھ آئیگا ہم اُسکو ادا فرما دینگے حضرت عمر فاروق رضنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز پر آپ کو قدرت نہیں اُسکی تکلیف خدائے تعالے نے آپکو نہیں دی آپ کو یہ بات بُری معلوم ہوئی اُس شخص نے عرض کیا کہ آپ خرچ کیے جائیے اور مالک عرش بریں سے خوف مفلسی کا نہ فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور آپ کے چہرۂ مبارک پر سرور معلوم ہوا - اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین سے مراجعت فرمائی تو اعراب نے حاضر خدمت ہو کر مانگنا شروع کیا یہانتک کہ ایک ببول کے درخت کی طرف مجبوری جانا پڑا اُس درخت میں آپ کی ردائے مبارک رہ گئی پس آپ نے توقف فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مجکو میری چادر دو اگر میرے پاس ان درختوں خاردار کی مقدار اونٹ ہوں تو میں تم میں اُنکو تقسیم کردوں پھر تم مجکو بخیل اور جھوٹا اور نامرد نہ پاؤگے

دسواں بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے ذکر میں - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ قوی اور بہادر تھے - حضرت علی مرتضی رضہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر میں ہمنے اپنے آپ کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ پکڑتے تھے اور آپ ہم سب کی نسبت کر دشمن سے قریب تر تھے اور اُس روز سب لوگوں سے زیادہ آپ سخت لڑنے والے تھے - اور یہ بھی حضرت علی مرتضی رضہ کا قول ہو کہ جب ہنگامہ کارزار گرم ہوتا تھا اور دونوں صفیں ملجاتی تھیں تو ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ میں ہو جاتے تھے پس آپ کی نسبت کر دشمن سے زیادہ قریب کوئی نہوتا تھا - اور مروی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کم سخن اور قلیل الکلام تھے اور جب لوگوں کو

ح بخاری و مسلم بروایت جابر رضہ ح ابو الشیخ ابن حبان بروایت انس بن مالک ح بروایت حسن مرسلا اور بخاری میں بروایت انس نہیں ح بخاری عمر سے مروی ح ترمذی بروایت عمر فاروق رضہ ح بخاری بروایت جبیر بن مطعم ح دارمی بروایت ابن عمر اور صحیحین میں بروایت انس ح ابن حبان در اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم ح نسائی بروایت علی مرتضی و مسلم بروایت براء بن عازب ح ابن حبان بروایت سعید بن عیاض مرسلا ١٢

قتال کا حکم فرماتے تو آپ بنفس نفیس مستعد ہوتے اور سب لوگوں سے زیادہ لڑاک تھے۔ اور[1] بہادر وہی ہوتا تھا جو لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا کیونکہ آپ دشمن سے قریب رہتے تھے۔ اور عمران بن حصین رض فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس ٹولی[2] بھڑ سے میں تو اول وار آپ ہی نے فرمایا ہے[3]۔ اور آپ قتال میں نہایت قوی تھے۔ اور[4] جب آپ کو مشرکوں نے گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے اتر پڑے اور فرمانے لگے اَنَا[5] النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ تو اس روز کوئی ایسا نہیں نظر آیا کہ آپ سے زیادہ قوی دل ہو

گیارھواں بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علو منصب میں سب لوگوں سے زیادہ تواضع اور انکسار فرماتے۔ ابن عامر رض کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ اونٹنی پر سوار جمرہ پر کنکریاں مارتے دیکھا ہے کہ کوئی کسی کو نہ مارتا تھا نہ دھکے دیتا تھا نہ ہٹو بچو کہتا تھا۔ اور آپ دراز گوش پر چادر کا زین ڈال کر سوار ہوتے باوجود اسکے دوسرے کو اپنا ردیف کر لیتے۔ اور آپ بیمار کی عیادت فرماتے اور جنازہ کے ساتھ جاتے اور غلام کی دعوت منظور فرماتے اور پاپوش مبارک کی درست کر لیتے اور کپڑے میں پیوند لگاتے اور اپنے مکان میں گھر والوں کی حاجت میں انکے شریک ہو کر کام کرتے۔ اور آپ کے اصحاب آپ کا کام نہ کرتے اسلیے کہ انکو معلوم تھا کہ اس بات کو آپ برا جانتے ہیں۔ اور آپ کا گذر جب لڑکوں پر ہوتا تو انکو سلام کرتے۔ اور ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو وہ آپ کی ہیبت سے کانپ گیا آپ نے فرمایا کہ خوف مت کریں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش میں کی ایک عورت کا فرزند ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھی۔ اور آپ اپنے اصحاب میں ایسے مل جل کر بیٹھتے کہ گویا انہیں میں سے ایک آپ بھی ہیں اجنبی شخص آتا تو بدوں پوچھے نہ معلوم کرتا کہ آپ کونسے ہیں یہانتک کہ صحابہ نے التماس کیا کہ آپ ایسی جگہ پر بیٹھا کریں کہ اجنبی آپ کو پہچان لیا کرے چنانچہ آپ کے لیے مٹی کا ایک چبوترہ بنا دیا کہ اسپر آپ نشست فرماتے۔ اور حضرت عائشہ رض نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ خدائے تعالیٰ مجھکو آپ پر قربان کرے آپ تکیہ لگا کر تناول فرمایا کیجیے کہ یہ آپ کو آسان پڑیگا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک اتنا

[1] مسلم بروایت براء بن عازب ۱۲ [2] ابن حبان نے نقل کی ۱۲ اور اسکی سند میں ایک راوی مجہول ہے ۱۲ [3] طبرانی در اوسط بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ دیگر بسند ضعیف ۱۲ [4] بخاری و مسلم بروایت براء بن عازب ۱۲ یعنی میں جھوٹا جملہ نہیں کہتا اس نبوت کے آخر تک اور اس جملے سے ابن حبان نے بروایت براء اور ... علی مرتضیٰ نقل کیا ہے ۱۲ [5] میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں بیٹا ہوں عبد المطلب کا ۱۲ [illegible] بروایت ... ابن عباس ... بسند ضعیف ... ابو سعید ... ترمذی ... بروایت ... بخاری و مسلم بروایت ... ترمذی ... انس ... ابو داؤد ... ابن حبان ... [illegible]

جھکایا کہ قریب تھا کہ پیشانی زمین سے لگ جائے فرمایا کہ میں ایسے کھاؤنگا جیسے بندہ کھاتا ہے
اور ایسے بیٹھونگا جیسے بندہ بیٹھتا ہے۔ اور آپ کھانا خوان اور کشتی میں نہ کھاتے تھے یہانتک
کہ اللہ تعالی سے ملے اور جو کوئی آپ کے اصحاب میں سے یا دوسرے لوگوں میں سے
آپ کو پکارتا تو آپ جواب میں لبیک ارشاد فرماتے اور جب آپ لوگوں کے ساتھ
بیٹھتے تو اگر وہ آخرت کے باب میں گفتگو کرتے تو انکے ساتھ وہی تقریر فرماتے اور اگر وہ
کھانے یا پینے کی بات کرتے تو ویسا ہی ذکر فرماتے اور اگر وہ دنیا کے باب میں کلام
کرتے تو آپ بھی وہی کرتے کہ آپ کو انکے ساتھ نرمی اور تواضع کرنی منظور تھی۔ اور کبھی
اصحاب آپکے سامنے شعر پڑھتے اور کچھ باتیں عہد جاہلیت کی ذکر کرتے اور ہنستے تو انکے
ہنسنے کے وقت آپ بھی تبسم فرماتے اور بجز حرام کے انکو اور چیز سے زجر نہ فرماتے۔

بارھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کے ذکر میں۔ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا قد مبارک نہ بہت سا طویل اور نہ کوتاہ بونا تھا بلکہ جب تنہا چلتے تو لوگ
میانہ قد کہتے اور باوجود اسکے اگر کوئی شخص طویل القامت آپ کے ساتھ چلتا تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا قد مبارک اس سے نکلتا معلوم ہوتا اور کبھی دو لنبے قد والے
آپ کے ادھر ادھر ہوتے تو طول قامت میں آپ انپر غالب ہوتے اور جب وہ آپ سے
علیحدہ ہوتے تو انکو لوگ طویل کہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میانہ بتاتے اور
آپ فرمایا کرتے کہ بالکل خیر میانہ پن میں کردی گئی ہے۔ اور آپ کا رنگ مبارک ازہر یعنے
گورا چٹا تھا نہ آپ گندم گون تھے اور نہ سخت سفید اور ازہر وہ سفید خالص ہے جسمین
آمیزش زردی اور سرخی اور دوسرے کسی رنگ کی نہو اور آپ کے وصف میں آپکے
چچا ابو طالب نے اس مضمون کا شعر کہا ہے

وہ نورانی بدن جسکے سبب مانگے ملے باران	یتیموں اور بیوؤں کا وہ ملجا اور ماوی ہے

اور بعضوں نے آپ کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ آپ سرخی مائل تھے تو اسکی تطبیق میں یہ
کہا ہے کہ جو اعضا مبارک دھوپ اور ہوا میں کھلے رہتے تھے جیسے چہرہ اور گردن ہے
وہ تو سرخی آمیز تھے اور جو اعضا کپڑے کے تلے رہتے تھے وہ ازہر بے سرخی کے تھے۔
اور عرق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک پر موتی کی طرح مشک خالص سے
بھی زیادہ خوشبودار تھا اور آپ کے موئے مبارک عمدہ مڑے ہوئے تھے نہ بالکل لٹکے ہوئے

ع ابن سعد کی بروایت انس ... ع ابو نعیم در دلائل النبوۃ ... عائشہ ... ہے ... کیا ابن ... ابو طالب ... ع ... بروایت ... سمین ...

ع مسلم بروایت جابر ... ع یہ حدیث سراپا کی بطولہا ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں بروایت عائشہ نقل کی ہے اور اسمیں کچھ کمی بیشی ہے ... ابو طالب کا نہیں ... ع بخاری تعلیقاً بروایت ابن عمر و ابن ماجہ و ابن اسحاق در سیرت

نہ بہت گھونگریالے - جب آپ اُنھین کنگھی کر چکتے تو جیسے ریت مین ہوا سے لہرین پڑ جاتی ہین ویسی ہی اُنھین معلوم ہوتین اور مروی ہے کہ آپ کے بال شانون سے لگتے ہوئے تھے اور اکثر روایت یہ ہے کہ کانون کی لو تک تھے اور کبھی آپ اُنکو چار لچھے کر دیتے اور ہر گوش مبارک دو لچھون کے بیچ مین نکلا رہتا اور کبھی آپ بالون کو کانون کے اوپر کر دیتے تو آپ کی گردن کا کنارہ چمکتا اور جھلکتا معلوم ہوتا اور آپ کے سر مبارک اور داڑھی شریف مین سترہ بال سفید تھے اس سے زیادہ نہین ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سب سے زیادہ خوبصورت اور روشن تر تھا جسنے آپ کے چہرہ کا وصف بیان کیا اُسنے اُسکو چودھوین رات کے چاند سے ہی تشبیہ دی اور چونکہ آپ کی جلد صاف تھی تو آپ کی رضا اور خفگی چہرہ سے معلوم ہو جاتی تھی اور لوگ یون کہا کرتے تھے کہ آپ ایسے ہی ہین جیسے آپ کے یار غار حضرت صدیق اکبر رضنے آپ کی مدح کی ہے اور اس مضمون کا شعر کہا ہے ؎

امین مصطفے داعی بخیر است	چو نور بدر کز ظلمت بر آید

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی وسیع اور بھوین باریک پوری اور دونون بھوون کے درمیان نور تابان گویا خالص چاندی ہے اُنکے درمیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونون آنکھین کشادہ اور حسین اور اُنکی سیاہی خوب گہری تھی اور آپ کی آنکھون مین گونہ سرخی کا اختلاط تھا اشفر طویل اور اس کثرت سے تھین کہ قریب ملنے کے ہوگئی تھین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک پتلی اور لنبی برابر تھی اور آپ کے دندان مبارک کچھ چھدرے تھے جب آپ خندہ شیرین فرماتے تو اُنکی چمک بجلی کی دمک معلوم پڑتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک سب اللہ کے بندون سے حسین اور لطیف تر تھے اور آپکے رخسار مبارک غیر مرتفع اور سخت تھے آپ کا چہرہ مبارک نہ لمبا تھا نہ نہایت مدور بلکہ کسیقدر گولائی تھی ریش مبارک گھنی تھی اور اُسکو آپ نہ کترواتے چھوڑی رکھتے اور موچھین کترواتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن سب لوگون سے زیادہ خوبصورت تھی نہ لنبی نہ چھوٹی جسقدر پر دھوپ اور ہوا لگتی تھی وہ گویا چاندی کی صراحی جسمین سونا ملا ہو معلوم پڑتی اور اُسکی چمک مین چاندی کی جھلک اور کندن کی دمک نظر آتی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ بے کینہ چوڑا تھا

ع بخاری و مسلم بروایت براء بن عازب
ع یہ اوصاف ابرو اور چشم و بینی اور لب و رخسار و دندان کے ترمذی نے

کسی جگہ کا گوشت دوسری جگہ سے اُبھرا ہوا نہ تھا برابر آئینہ کی طرح اور سفید چاندی کی طرح تھا سر سینہ سے ناف مبارک تک ایک بالون کا خط باریک دھار کی طرح کا تھا اور اسکے سوا پیٹ اور سینہ پر اور بال نہ تھا آپ کے شکم مبارک مین تین شکن تھے ایک تہمد کے تلے چھپ جاتا اور دو کھلے رہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونون شانے بھرے تھے اور اُنپر بال کثرت سے تھے اور آپ کے شانون اور کہنیون اور تہیگاہ کے جوڑ پر گوشت تھے اور پشت مبارک وسیع اور دونو شانون کے درمیان شانہ راست کے متصل مُہر نبوت تھی جسمین ایک سیاہ داغ مائل بہ زردی تھا اور اسکے گرد کچھ بال بہم گھوڑے کے بال کی طرح کے تھے اور آپ کے دونو بازو اور ہاتھ پر گوشت تھے اور دونون بند دست لمبے اور کف دست وسیع اور ہاتھ پانون کشیدہ اور آپ کی اُنگلیان گویا چاندی کی شاخین تھین ہتھیلی آپ کی خز سے بھی زیادہ نرم گویا کہ خوشبو مین عطر فروش کی ہتھیلی تھی خواہ آپ اُسپر خوشبو لگائین یا نہ لگائین مصافحہ کرنے والا جو آپ سے مصافحہ کرتا تو دن بھر اُسکی خوشبو سے معطر رہتا اگر کسی لڑکے کے سر پر آپنا دست شفقت پھیرتے تو ہاتھ کی خوشبو کے باعث جو اُسکے سر مین ہوتی وہ دوسرے لڑکون سے پہچانا پڑتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تہمد کے نیچے کا بدن یعنے رانین اور پنڈلیان پر گوشت تھین اور آپ کا بدن فربہی مین معتدل تھا آخر عمر مین کچھ فربہ ہو گئے تھے مگر گوشت ایسا چست تھا کہ گویا اصل ہی خلقت پر تھے فربہی سے آپ کو کچھ ضرر نہین ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار ایسی تھی کہ گویا پانون جما کر اُٹھاتے ہین اور اُنچان سے نیچے کو تشریف لاتے ہین قدم آگے کو جھکا کر رکھتے اور پانون باہم پاس رکھ کر چلتے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ مین اورون کی نسبت کر آدم علیہ السلام سے زیادہ مشابہ ہون اور میرے باپ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم خلقت اور اخلاق مین مجھ سے زیادہ مشابہ تھے۔ اور فرماتے کہ میرے پروردگار کے یہان میرے دس نام ہین مین محمد ہون مین احمد ہون مین ماحی ہون کہ میرے سبب سے اللہ تعالی کفر کو محو فرمائیگا مین عاقب ہون یعنے پیچھے آنے والا کہ میرے بعد اور کوئی نبی نہین اور مین حاشر ہون کہ اللہ تعالی بندون کو میرے آنے کے بعد حشر فرمائیگا اور مین رسول رحمت اور رسول توبہ اور رسول ملاحم اور مقفی ہون کہ سب لوگون کے بعد آیا یعنے انبیا علیہم السلام کے خاتمہ پر آیا ہون اور

[illegible] کرسکتے ہین اور ابن عدی نے دس نام بروایت علی مرتضی اور جابر اور اسامہ بن زید و ابن عباس و عائشہ بسند ضعیف نقل کئے ہین ۱۲

مین تقسیم ہون - ابوالبختری نے کہا کہ مختم کے معنے کامل اور جامع جمیع اوصاف کے ہین -

تیرھوان بیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور ان نشانیون کے ذکر مین جنسے آپ کا صدق معلوم ہوتا ہے - واضح ہو کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال کا مشاہدہ کرے اور آپ کے اخلاق اور افعال اور احوال اور عادات اور خصال اور اقسام خلق کی سیاست اور انکے انتظام کی کیفیت اور تمام مخلوق کو پیرجانا اور اپنی طاعت پر کھینچ لانے کے اخبار سنے اور نیز جو عجائب جوابات آپنے دقیق مسائلون مین ارشاد فرمائے اور خلق کی بہتری مین تدبیرات عجیب نکالین اور ظاہر شرع کی تفصیل مین عمدہ اشارات فرمائے جنکی ادنی باریکیون کے دریافت مین فقہا اور علما عمر بھر حیران اور عاجز رہتے ہین ان سب پر غور کرے تو اسکو اس بات مین کچھ شک اور شبہہ باقی نہ رہیگا کہ یہ امور ایسے نہین کہ قوت بشری کی تدبیر سے حاصل ہون بلکہ بدون تائید غیبی اور قوت لاریبی کے ممکن نہین اور کسی جھوٹے یا فریبی سے ایسی باتین ہونی محال ہین آپ کے علامات ظاہری اور احوال ہی آپ کے صدق کی قوی دلیلین ہین یہانتک کہ خالص عرب آپ کو دیکھکر کہتا کہ یہ صورت جھوٹون کی نہین غرضکہ علامات ظاہری کے نظر کرنے کے آپ کے صدق کی شہادت دیتا تھا تو جس شخص نے آپکی عادات کا مشاہدہ کیا ہوا اور سب حالات نشست و برخاست زن برتے ہون وہ کیسے شہادت نہ دیگا اور ہمنے کسی قدر آپ کے اخلاق اسلیے بیان کیے تاکہ محاسن اخلاق معلوم ہون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ کا صدق اور علو منصب اور خدا تعالی کے نزدیک قدر بہت ہونا معلوم ہو کہ خداوند کریم نے آپ کو یہ سب باتین عنایت کین حالانکہ آپ امی محض تھے نہ تعلم کی مزاولت کی نہ کتابون کا مطالعہ کیا نہ علم کی طلب مین کبھی سفر کیا ہمیشہ جہال عرب مین رہے اور بانہمہ یتیم اور بیکس اور لوگون کی نظرون مین بیقدر تھے تو ایسی بے سروسامانی مین آپ کو محاسن اخلاق اور آداب اور مصالح فقہیہ کی شناخت کہان سے حاصل ہوئی دوسرے علوم اور معرفت الہی اور فرشتون اور کتابون آسمانی کے جاننے کو جانے دو اگر صریح وحی نہوتی تو یہ سب چیزین کیسے آتین اور قوت بشری انہی امور کو خود بخود کیسے جان سکتی ہے پس اگر بجز ان امور ظاہری کے اور باتین آپ مین نہوتین تو یہی کافی تھین مگر آپ کے ہاتھون معجزے اور نشانیان بھی ایسی ظاہر ہوئی ہین

کہ اُنکے بعد پھر کسی طرح کا شبہہ عاقل کو نہین رہتا اور ہم آپ کے معجزات مین سے وہ ذکر کرتے ہین جو احادیث مین شائع ہین اور صحاح مین ثابت اور اُنکو بطور اجمال بدون سب قصہ کے نقل کیے لکھتے ہین منجملہ اُنکے چاند کا پھٹ جانا مکہ مین جبکہ آپ سے قریش نے معجزہ طلب کیا اور حضرت جابر رضہ کے مکان پر روز خندق مین بہت سے لوگون کو سیر بھر جو مین کھانا کھلایا اور اسی طرح حضرت ابو طلحہ رضہ کے مکان پر تھوڑی سی غذا سے بہت کو شکم سیر کر دیا۔ اور ایکبار ایک صاع جو اور ایک بکری کے بچہ سے اسّی آدمیون کو کھانا کھلایا۔ اور ایکبار حضرت انس رضہ جو کی چند روٹیان اپنے ہاتھ مین لیگئے اُنکو اسّی آدمیون سے زیادہ کو کھلایا اور ایکبار تھوڑے سے خرمے بشر کے بیٹے اپنے ہاتھون مین لائے اُنسے آپنے سب لشکر والون کا پیٹ بھر دیا اور پھر بھی بچ رہے۔ اور ایک چھوٹا پیالہ تھا کہ جسمین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پھیل نہ سکتا تھا اُسمین اپنا دست مبارک رکھا تو آپ کی اُنگلیون مین سے پانی پھوٹ نکلا جس سے تمام لشکر نے وضو کیا اور پانی پیا اور سب پیاسے تھے۔ اور آپ نے ایک بار وضو کا پانی تبوک کے چشمہ مین ڈالدیا اور اُسمین پانی نہ تھا تو اُسمین اتنا پانی چڑھ آیا کہ لشکر والون نے جو ہزارون تھے پانی پیا او چھک گئے اور ایکبار حدیبیہ کے کنوئین مین بقیہ وضو ڈالا تو اُسمین باوجودیکہ پانی نہ تھا مگر ایسا پانی جوش کر آیا کہ پندرہ سو آدمیون نے پیا۔ اور حضرت عمر فاروق رضہ کو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تھوڑے سے خرمے جو سب ملکر بیٹھے شتر کے گھٹنے کے برابر تھے چار سو سوارون کو زاد حوالہ کرو فاروق رضہ نے سب کو زاد بھی دیدیا اور اُسی قدر بچ رہے۔ اور آپ نے ایک مٹھی مٹی کی لشکر کی طرف پھینکی اور سب کی آنکھون مین پڑی اور بیکار کر دیا چنانچہ اسکا ذکر قرآن مجید مین بھی ہو وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی اور اللہ تعالیٰ نے کہانت کو آپ کے مبعوث ہونے سے باطل کر دیا کہ بالکل نیست ہو گئی حالانکہ پیشتر علانیہ موجود تھی۔ اور جب آپ کے لیے ممبر طیار ہوا تو جس ستون کے سہارے آپ خطبہ پڑھا کرتے تھے اُسنے نالہ کیا یہانتک کہ اُسکی آواز مثل آواز شتر کے سب اصحاب رضہ نے سنی آپ نے اُسکو اپنے سینہ سے لگایا وہ خاموش ہو گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو ارشاد فرمایا کہ موت کی تمنا کرو اور اُنکو آگاہ کر دیا کہ تمنا نہ کر سکین گے تو ایسا ہی ہوا کہ بول ہی نہ سکے اور اظہار تمنا سے عاجز ہو گئے اور یہ قصہ سورۂ جمعہ مین مذکور ہے جو جامع مسجدون مین

مشرق سے مغرب تک جمعہ کے روز پکار کر اُسی آیت کی عظمت کے لیے پڑھی جاتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیب کی باتون کی خبر دی مثلاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ تمکو بلوہ پہونچیگا جسکے بعد جنت ہی - اور حضرت عمار کو فرمایا کہ اُنکو باغی گروہ قتل کریگا - اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے باب مین ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی اُنکے سبب سے مسلمانون کی دو بھاری جماعتون مین صلح کریگا - اور ایک شخص کی جسنے اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ دوزخی ہوگا تو ایسا ہی ہوا کہ اُس شخص نے خود اپنے آپکو ہلاک کیا - اور یہ سب باتین ایسی ہین کہ جن وجہون سے معرفت پیشتر ہو جاتی ہی اُن سے کسی طرح نہین معلوم ہو سکتین نہ نجوم سے نہ کہانت سے نہ رمل سے نہ فال سے بلکہ صرف اللہ تعالی کے آگاہ کرنے اور وحی سے آپ کو معلوم ہوئی تھین - اور سفر ہجرت مین سراقہ بن جعشم نے آپ کا تعاقب کیا تو اُسکے گھوڑے کے پاؤن زمین مین اُتر گئے اور ایک دھوان اُسکے پیچھے آیا یہانتک کہ اُسنے آپ سے فریاد کی آپ نے اُسکے لیے دعا فرمائی تو گھوڑا چھوٹ گیا اور آپ نے اُسکو خبر دی کہ تیرے ہاتھون مین کسری بادشاہ کے کنگن پہنائے جائینگے اور ایسا ہی ہوا کہ آپ نے اسود عنسی کے قتل کی خبر جسنے نبوت کا دعوی جھوٹا کیا تھا اُسی شب بیان کی جس رات وہ مارا گیا حالانکہ وہ صنعاء یمن مین قتل ہوا تھا اور قاتل کا نام بھی ارشاد فرما دیا - اور قریش کے سو آدمی جو آپ کی گھات مین بیٹھے تھے آپ اُنکے پاس تشریف لیگئے اور سب کے سر پر خاک ڈال آئے مگر اُنھون نے آپ کو نہ دیکھا - اور اصحاب نے گرمی اور بھوک کی آپ کی خدمت مین شکایت کی اور آپ کا منقاد ہو گیا - اور چند اصحاب آپ کی خدمت مین مجتمع تھے آپ نے فرمایا کہ تم مین سے ایک شخص دوزخ مین جائیگا اُسکی ڈاڑھ کوہ احد سی ہوگی تو ایسا ہی ہوا کہ اور لوگ اسلام پر مرے اور ایک مرتد ہو گیا اور اسی بے دینی کی حالت مین مارا گیا - اور چند اور اصحاب سے فرمایا کہ تم مین سے جو سب کے بعد مریگا آگ مین ہوگا اور ایسا ہی ہوا کہ جو سب سے پیچھے مرا وہ آگ مین گر کر جل گیا اور مر گیا اور آپ نے قضاء حاجت کے لیے دو درختون کو بلایا وہ دونون آپ کے پاس حاضر ہوگئے اور مل گئے پھر آپ نے حکم فرمایا تو وہ جدے ہو کر جہان کے تہان ہو گئے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میانہ قد تھے مگر جب لنبون کے ساتھ چلتے تو طول قامت مین اُنسے

ح مسلم بروایت ابی ... و بخاری بروایت ابی قتادہ ... بخاری بروایت ابی سعید ... و مسلم بروایت ابی بکرہ ... بخاری ... بروایت ابی ہریرہ و مسلم ... بخاری و مسلم ... قصہ ... [illegible]

غالب رہتے - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاری کو مباہلہ کے واسطے بلایا وہ نہ آئے اور اُنسے فرما دیا تھا کہ اگر مباہلہ کروگے تو سب ہلاک ہو جاؤگے انھون نے جان لیا کہ آپ درست فرماتے ہین اسلیے نہ آئے - اور عامر بن طفیل اور اربد بن قیس جو عرب کے شہسوار اور شجاع تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے عزم سے آئے مگر اُنسے بن نہ پڑا اور آپنے اُنکے حق مین دعاء بد فرمائی تو عامر تو طاعون مین ہلاک ہوا اور اربد پر بجلی گری اُسنے اُسکو پھونک دیا - اور آپ نے فرمایا تھا کہ ابی بن خلف کو مین قتل کرونگا پس جنگ اُحد مین آپنے اُسکے ایک خفیف کو چا دیا کہ اُسمین اُسکی موت ہوئی - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر کھلایا گیا تو جس شخص نے آپ کے ساتھ کھایا تھا وہ تو مر گیا اور آپ چار برس تک اُسکے بعد زندہ رہے اور بکری کے دست مین جو زہر ملا ہوا تھا اُسنے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھمین زہر ہے - اور جنگ بدر کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداران قریش کے پچھڑنے کی جگہہ بیان فرمائی اور ایک ایک کا نام لیکر فرما دیا کہ فلان یہان گریگا اور فلان یہان تو جو جگہہ جسکے لیے فرمائی تھی اُس سے اُسنے تجاوز نہ کیا - اور آپ نے آگاہ کر دیا تھا کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر مین جہاد کرینگے اور ویسا ہی ہوا - اور آپ کے لیے زمین یکجا کر دی گئی اور اُسکے مشارق اور مغارب دکھلائے گئے اور آپنے فرمایا کہ میری اُمت کا ملک عنقریب وہان تک پہنچیگا جہان تک میرے لیے زمین ایکجا کی گئی ہے اور ایسا ہی ہوا کہ مسلمانون کی سلطنت ابتداء مشرق یعنے بلاد ترک سے آخر مغرب یعنے بحر اندلس اور بلاد بربر تک پہیلی اور دکن اور شمال مین نہ پہیلی جیسا فرمایا تھا ہو بہو ویسا ہی ہوا - اور اپنی لخت جگر فاطمہ زہرا علیہا السلام کو ارشاد فرمایا کہ میرے خاندان مین سے اول تم مجھسے ملوگی اور ایسا ہی ہوا - اور آپ نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ جو تم مین خیرات زیادہ کرنیوالی ہوگی وہ مجھسے جلد تر ملیگی تو حضرت زینب بنت جحش جو دستکاری کر کے خیرات کیا کرتی تھین سب سے اول واصل بحق ہوگئین - اور آپنے ایک بکری کے تھن کو ہاتھ لگا دیا جسنے کبھی دودھ نہ دیا تھا پس وہ دودھ دینے لگی اور یہی امر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضہ کے مسلمان ہونے کا سبب ہوا - اور ایکبار ام معبد خزاعیہ کے خیمہ مین آپنے ایسا ہی کیا تھا -

ح بخاری و مسلم
بروایت اُم حرام ۱۲
ح مسلم بروایت ثوبان ۱۲
ح بخاری و مسلم بروایت
عائشہ و فاطمہ ۱۲
ح مسلم بروایت عائشہ رضہ ۱۲
ح احمد بروایت ابن
مسعود رضہ ۱۲
سکی سند تخریجات
میں نہیں ۱۲

اور کسی صحابی کی آنکھ نکلکر پڑی تھی آپ نے اُسکو اپنے دست مبارک سے اُسی جگہ رکھہ دیا تو وہ آنکھ دونون مین صحیح اور خوبصورت زیادہ ہو گئی۔ اور خیبر مین حضرت علی مرتضی رضہ کی آنکھین دکھتی تھین آپ نے اپنا لب مبارک لگا دیا اُسی وقت اچھی ہو گئین اور آپ نے اُنکو جھنڈا دیکر روانہ فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اصحاب رضہ کھانیکی تسبیح سنا کرتے تھے۔ اور ایک صحابی کی ٹانگ مین ضرب آئی تھی آپ نے اُسپر اپنا دست مبارک پھیر دیا وہ فوراً اچھی ہو گئی۔ اور ایکبار جو لشکر ہمراہ رکاب تھا اُسمین زاد کی کمی ہوئی آپ نے جسقدر زاد لوگون کے پاس رہگیا تھا اُسکو منگایا تو وہ بہت ہی تھوڑا تھا آپ نے اُسمین برکت کی دعا مانگی پھر اہل لشکر کو اجازت دیدی کہ لیجاؤ انھون نے اتنا لیا کہ کوئی برتن نہ رہا کہ اُس سے بھر گیا ہو۔ اور حکم بن ابی العاص خبیث نے آپ کی رفتار کی نقل تمسخر کے طور پر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو ایسا ہی رہیو پس وہ ہمیشہ لڑکھڑاتا چلتا یہانتک کہ مر گیا۔ اور ایک عورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیام نسبت کیا اُسکے باپ نے بہانہ کر دیا کہ اسکو برص ہے اور واقع مین نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی ہی ہو گی تو اُس عورت کو برص ہو گیا وہ شبیب بن برصا شاعر کی والدہ تھی۔ اور اُسکے سوا آپ کے معجزات اور آیات بہت ہین ہمنے صرف مشہور پر اکتفا کیا اور جو شخص آپ کے ہاتھون خرق عادت ہونے مین شک کرے اور کہے کہ ان وقائع مین سے ہر ایک بنقل متواتر مروی نہین اور متواتر صرف قرآن مجید ہے تو وہ ایسا ہے کہ حضرت علی مرتضی رضہ کی شجاعت اور حاتم طائی کی سخاوت مین شک کرے اور یہ تو ظاہر ہے کہ ان دونون کے حالات غیر متواتر ہین مگر مجموعہ واقعات لکر بیشک علم بدیہی شجاعت و سخاوت کا پیدا کرتے ہین۔ پھر قرآن کے متواتر ہونے مین کسی طرح کا شک نہین اور یہ بڑا معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق مین باقی ہے اور آپ کے سوا کسی نبی کا معجزہ باقی نہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق کے بلیغون اور عرب کے فصیحون کو تلاش کیا اور اُسوقت جزیرۂ عرب مین اس قسم کے لوگ ہزارون تھے اور فصاحت اُنکا پیشہ تھا اور اُسی سے آپس مین فخر کرتے تھے اور سب سے آپ نے علانیہ فرمایا کہ اگر تمکو قرآن مجید مین شک ہے تو اُسکا مثل لے آؤ یا دس سورتین یا ایک سورت اس جیسی

ح ابو نعیم و بیہقی بروایت قتادہ بن نعمان ایک صحابی مین جنکی آنکھ آگری تھی ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت علی مرتضی رضہ و سہل بن سعد رضہ ح بخاری بروایت ابن مسعود رضہ ح بخاری در غزوۂ قتل ابی رافع ۱۲ ح بخاری و مسلم بروایت سلمہ بن الاکوع ۱۲ ح بیہقی و دلائل

[illegible]

بنالاؤ اور اُنکے سامنے فرمایا لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا اور یہ آپ نے اُن لوگون کے عاجز کرنے کو ثابت فرمایا تھا چنانچہ اُس سے عاجز ہوگئے اور اپنی جانون کو قتل کرایا اور عورتوان اور بچون کو قید مین ڈالا مگر یہ نہو سکا کہ قرآن مجید کا معارضہ کرین یا اُسکی خوبی اور فصاحت مین اعتراض و طعن کرین پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قران مجید اطراف عالم مین شرقاً غرباً پھیلا اور قرن پر قرن اور زمانہ بزمانہ گذرتا چلا گیا یہانتک کہ آج قریب پانسو برس کے گذرے کہ کوئی اُسکے معارضہ پر قادر نہ ہوا اس صورت مین پتا نہین ہے وہ شخص کہ آپ کے احوال اور اقوال اور افعال اور اخلاق اور معجزات کو دیکھے اور معلوم کرے کہ آپ کی شریعت ابتک قائم و دائم ہے اور اطراف عالم مین شائع و ذائع اور باوجود آپ کی یتیمی اور ضعف کے تمام روے زمین کے بادشاہ آپ کے عہد مبارک مین اور اُسکے بعد آپ کے حلقہ بگوش ہوئے اور ان سب باتون کے معلوم کرنے کے پیچھے کسی طرح کا شک آپ کے صدق مین کرے اور بڑا موفق یافتہ وہ شخص ہے جو آپ پر ایمان لاوے اور تصدیق آپ کی صدق دل سے کرے اور ہر فعل میں آپ کے قدم بقدم چلے ہم اللہ تعالے سے سوال کرتے ہین کہ وہ ہمکو توفیق آپ کے اقتدا کی اخلاق اور افعال اور احوال اور اقوال مین اپنی عنایت و کرم سے مرحمت کرے کہ وہی سننے والا اور دعا کا قبول کرنے والا ہے دسوان باب خداے تعالی کے فضل سے تمام ہوا اُسکے بعد جلد ثالث کا اول باب شرح عجائب قلب کا مذکور ہوگا انشاء اللہ تعالی وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا وَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ مُّصْطَفٰى

حاشیہ — اگر جمع ہو جاوین آدمی اور جن اسپر کہ لاوین ایسا قرآن نہ لاوینگے ایسا اور پڑے مدد کرین ایک کی ایک ۱۲

قطعۂ تاریخ اختتام ترجمہ از مترجم

ہوئی ختم جب یہ کتاب نفیس — جو ہر اک کو مرغوب و مطلوب ہے
تو احسن سے ہاتف نے تاریخ کو — کہا لکھ دے یہ ترجمہ خوب ہے

۱۲۸۶ھ